ایسا عظیم المرتبت پیغمبرؐ حسنؑ اور حسینؑ کو ان کے بچپنے میں کاندھوں پر سوار کرتا اور پیٹھ پر بٹھا کر صحابہ کے بھرے مجمع میں چلتا اور سب کو سنا کر کہتا نعم الجمل جملکما و نعم الراکبان انتما کیا اچھا تمھارا اونٹ ہے اور کتنے اچھے تم دونوں سوار ہو۔ پیغمبرِ خدا سجدے میں ہوتے حسینؑ آتے اور پیغمبرؐ کی پشت پر بیٹھ جاتے پیغمبرؐ اس وقت تک سجدے سے سر نہ اٹھاتے جب تک حسینؑ خود پشت پیغمبرؐ سے نیچے نہ آجاتے پیغمبرؐ خطبہ پڑھ رہے ہوتے حسینؑ دوڑتے ہوئے آتے ٹھوکر لگتی گر پڑتے پیغمبرؐ اپنا خطبہ چھوڑ دیتے دوڑ کر حسینؑ کو کلیجہ سے لگا لیتے اور فرماتے "خدا شیطان کو ہلاک کرے۔ فرزند آزمائش ہوا کرتا ہے جب میرا یہ لال ٹھوکر کھا کر گرا مجھے ایسا لگا جیسے میرا دل کلیجہ سے باہر آگیا ہو۔"

اسی قسم کی بہت سی مثالیں ہیں محبت پیغمبرؐ کی جو آپ اپنے ان دونوں فرزندوں سے کرتے تھے۔ ہمیں ان کا ذکر مقصود نہیں ہم تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کی ، فریفتگی یہ لامتناہی محبت صرف اس وجہ سے نہ تھی کہ یہ دونوں نونہال آپ کے نواسے تھے صرف اس تعلق کی بنا پر ایسی محبت جو معمول سے خارج ہو ضروری نہیں تھی کوئی شک نہیں کہ پیغمبرؐ کی اس غیر معمولی محبت و شفقت کے بہت سے اسباب تھے اس محبت کی تہہ میں بہت سی راز کی باتیں تھیں جسمانی رشتہ سے بڑھ کر روحانی لگاؤ تھا جو پیغمبرؐ کو مجبور کر رہا تھا ایسی بے پناہ چاہت پر غالباً پیغمبرؐ کی دور رس نظریں زمان و مکان کے حدود کو پار کرکے ماضی و مستقبل کو ایک ساتھ دیکھ رہی تھیں ہونے والے حادثات کی تصویر آپ کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ آپ دیکھ رہے تھے۔ کہ یہ دونوں فرزند ہمارے دین کی حفاظت اور شریعت کی حمایت میں کیسی سختیاں جھیل رہے ہیں اور اپنے جان و مال و اولاد کی کیسی قربانیاں دے رہے ہیں معاویہ کی سازشوں سے حسنؑ کئی کئی مرتبہ زہر نوش کرتے ہیں اور آخری مرتبہ جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے جان جہاں آفریں کے سپرد کرتے ہیں۔ پھر اُن کے بعد حسینؑ قربانی کا بلند ترین نمونہ پیش کرتے ہیں وہ ہیں اور لاکھوں تلواریں نیزے اور تیر اُنھوں نے اپنے سینے کو سپر کو دل جگر کو ان ہتھیاروں کی سپر بنا دیا جن ہتھیاروں سے بنی امیہ شریعت اسلامیہ کی بنیاد کھود ڈالنے پر تلے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے نفس اپنی اولاد و انصار کو تمام مظالم کا نشانہ بنا رکھا ہے محض اسلیئے کہ بنی امیہ کے حملوں سے اسلام کو گزند نہ پہنچے اور انجام کار میں اسلام بچ جاتا ہے اسکی شعاعیں عالم کو منور کر دیتی ہیں اور کافروں کی تمام کوششیں پامال ہو جاتی ہیں خدا کی بات اونچی و دشمنان خدا کی بات نیچی رہتی ہے اور ابد الآباد سے لے کر روز قیامت تک ہر مسلمان انھیں دونوں شاہزادوں کا شکر گذار اور رہین منت ہے۔

اگر ان دونوں شاہزادوں کی عدیم المثال قربانی نہ ہوتی تو یقیناً بنی اُمیہ کی کوششیں بار ور ہوتیں اور تمام لوگ پہلی جاہلیت پر پلٹ جاتے بلکہ اس سے زیادہ ہلاک و برباد ہوتے۔ لہذا جب یہ صورت حال تھی تو پیغمبرؐ کا ان شاہزادوں سے ایسی غیر معمولی محبت فرمانا کیونکر قابل تعجب سمجھا جاسکتا ہے دراں حالیکہ [illegible]

تھی جو محض آپکی خاطر اور آپکی راہ میں ظہور میں آنے والی تھیں۔ پیغمبر ان دونوں شاہزادوں کو کلیجے سے لگاتے ان کی خوشبو سونگھتے اور فرماتے هما ولدای وریحانتای یہ دونوں میرے فرزند ہیں میری خوشبو ہیں یقیناً پیغمبر ان دونوں میں ربانی خوشبو سونگھتے اور الوہی تابندگی کا مشاہدہ کرتے اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں حسنؑ و حسینؑ ایک نور تھے بال برابر بھی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں ہر ایک نے اپنا فریضہ ادا کیا اور نانا کی طرف سے جو ذمہ داریاں دونوں کو سونپی گئی تھیں انھیں پورا کیا۔ اگر آپ امام حسنؑ کی عظمت و شجاعت بہادری و قوت قلب، تمام محبت، سلطنت کی زیب و زینت سے بے تعلقی اور شاہانہ جاہ و جلال سے بے نیازی دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ امام حسنؑ کے ان کلمات پر نظر کیجئے جو آپنے معاویہ کے بھرے دربار میں کہے اور ان مباحثوں پر نظر کیجئے جو آپ نے اسی دربار میں بڑے بڑے منافقوں اور ملحدوں اور کافروں سے کیئے جیسے عمرو عاص۔ مروان بن حکم۔ مغیرہ بن شعبہ اور انھیں جیسے دشمنان خدا و رسول جو چشم زدن کے لیئے بھی ایمان نہیں لائے اگر آپ مزید معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو امام حسنؑ کے وہ کلمات ملاحظہ کیجئے جو آپنے دنیا سے سفر کے وقت اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے امام حسینؑ کے حق میں کہے۔ ان کلمات کو دیکھنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ امامت کتنا جلیل الشان منصب ہے، اور کتنی سخت ذمہ داریاں ہوتی ہیں امام کی۔

قلم بہک گیا ہم کہنا کچھ اور چاہتے تھے بیان کچھ اور کرنے لگے مقصد ہماری تحریر کا یہ تھا کہ بنی اُمیّہ و بنی ہاشم میں ذاتی عداوت اور فطری عناد تھا جیسے ہدایت و گمراہی نور و ظلمت میں عداوت ہوتی ہے اور اس کا ثبوت اُس وقت ملے گا جب آپ عبد شمس سے لے کر بنی اُمیّہ کے آخری فرد مروان حمار تک ایک ایک فرد کا جائزہ لیں۔ ان میں زیادہ تر افراد غدر و مکر و فسق و فجور زناکاری و بدکاری غرضکہ جتنے عیوب ہو سکتے ہیں ان تمام عیوب کا مجسمہ نظر آئیں گے اور آپ جب بنی ہاشم کا جائزہ لیں گے ہاشم سے لے کر آج تک کے ہاشمی افراد کا تو ان میں سے اکثر افراد آپکو فضائل و مکارم اور بلند ترین انسانیت کے نمونے دکھائی دیں گے ان میں وہ تمام صفتیں موجود ہوں گی جو ممدوح و پسندیدہ سمجھی جاتی ہیں جیسے وفاداری، سچائی، عفت و شجاعت، شرافت نفس، علوئے ہمت، نسب کی پاکیزگی اور راہ حق میں جذبہ جاں نثاری وغیرہ۔

بنی اُمیّہ کے اس بغض و عناد اور بنی ہاشم سے اُنکی عداوت کی تو یہ معذرت بھی کی جا سکتی ہے کہ چونکہ وہ اقتدار و حکومت کے خواہاں اور سلطنت کے حریص تھے اس لیئے بنی ہاشم کا وجود اُن کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا مگر آج کل ہوا خواہان بنی اُمیّہ کے متعلق کیا کہا جائے گا جو اب بھی انتہائی بے شرمی سے بنی اُمیّہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں حالانکہ ان کو نہ دنیا ہی ملنے کی امید ہے اور نہ آخرت ہی سے کچھ حصہ پائیں گے۔

سچ کہا ہے خداوند عالم نے قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا

وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا" خسر الدنیا والاخرة ذالک هو الخسران المبین کہہ دو اے رسُول کہ ہم بتلادیں کہ اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹے میں کون لوگ رہیں گے وہ جن کی تمام کوششیں زندگانی دنیا کے لیے جادہ صواب سے برگشتہ رہیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ ہم بڑا اچھا کام کر رہے ہیں وہ دنیا و آخرت میں گھاٹے میں رہے اور یہ کھلا ہوا خسارہ ہے۔

اس خدا کا شکر جسنے حسنؑ و حسینؑ اور عترت طاہرہ کے ذریعہ کفر و نفاق آنکھیں پھوڑیں اور اسلام کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ خداوندا جس طرح تو نے اسلام کی معرفت و ولایت سے ہم پر احسان کیا اسی طرح یہ احسان بھی کر کہ ہمیں بروز قیامت اُنکے گروہ میں محشور فرما اور اُن کی شفاعت سے ہمیں سرفراز اور انکی عداوت اور دشمنوں سے دور رکھ۔

حق یہ ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے پدر بزرگوار امیرالمومنینؑ کے بعد اپنی مختصر مدت حیات میں ایسے سخت مصائب و شدائد اُٹھائے جو کسی نبی یا وصی نبی نے نہیں اُٹھائے اور یقیناً آپ کی مصیبتیں اپنے بھائی امام مظلومؑ کی روز عاشورہ کی مصیبتوں سے کم نہ تھیں تباہی و بربادی، مصیبت و اذیت دونوں بھائیوں کی ایک تھی اگرچہ دونوں کی مصیبتوں کے عنوانات بدلے ہوئے تھے۔ جس طرح حسینؑ نے اپنے مصائب کا ایسے صبر و تحمل سے مقابلہ کیا جس پر ملائکہ سماوات متحیر رہ گئے اسی طرح حسنؑ نے اپنے دشمنوں کے آلام و مصائب کا انتہائی حیرت انگیز تحمل و صبر اور کشادہ دلی سے مقابلہ کیا۔ آپ نے کسی دن بھی سستی نہیں کی ایکدن بھی نرم نہ ہوئے نہ عاجزی کا اظہار کیا نہ بیچارگی کا آپ نے اپنے اس مال و اسباب کو حاصل کرنے کی بھی کوشش نہ کی جو معاویہ نے زبردستی غصب کر لیے تھے اور جس سے بنی اُمیّہ کھیل رہے تھے۔ آپنے ہزار بلکہ لاکھوں کروڑوں میں سے ایک پیسہ بھی نہ لیا۔

جس طرح ان دونوں شاہزادوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا صحیح نہیں اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ حسنؑ کا صبر حسینؑ کے صبر سے کم تھا یا یہ کہ حسنؑ کی مصیبت حسینؑ کی مصیبت سے آسان تھی۔ آپ دونوں علیہم السلام ہم لے ہدایت کے امام لے علی و زہرا کے فرزند جب تک فضیلت نمایاں اور رزالت ذلیل و خوار ہوتی رہے۔

دیباچہ

از مصنّف

ریحانۂ رسولؐ سبط اکبر حضرت امام حسنؑ کی زندگی ایک مثالی زندگی اور آپ کی سیرت بلند ترین سیرت تھی، پیغمبرؐ کی سنت اور سیرت کا بہترین امتزاج اور اسلامی تربیت کا نفیس ترین شاہکار، آپ کی زندگی خواہ وہ ابتدائی زندگی ہو یا آخری، ضروری ہے کہ ہر شریف انسان کے لئے نمونۂ عمل ہو کیونکہ آپ کی پیروی کر کے ہی فضائل و کمالات کا حصول ممکن ہے، آپ کی شخصیت اُن گنتی کی محیر العقول شخصیتوں میں سے تھی جو امت اسلامیہ کے اُفق پر ظاہر ہوئیں اور جن سے انسانیت کا نام روشن ہوا۔ خداوند عالم نے آپ کی ذات کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی، آپ نے دین خدا اور اُسکے کلمۂ علیا کو دنیا سے نیست و نابود ہونے سے بچایا اور مسلمانوں کے خون کو دشمنان خدا بنی امیہ کی خوں آشامیوں سے محفوظ رکھا۔ وہ بنی امیہ جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اور اُن کی تباہی و بربادی کے لئے جوڑ توڑ میں مصروف رہے، جن سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں اور جن کے جرموں کی کافی طولانی فہرست محدثین و مؤرخین نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔ پیغمبر اسلام کے مبعوث بہ رسالت ہوتے ہی اُن کی دشمنی و عداوت اور اسلام سے جنگ و جدال کا آغاز ہوا۔ اُنکے دل کو یہ بات کسی طرح گوارا نہ تھی کہ خدا کا آخری نبی اُن کے حریف بنی ہاشم میں سے ہو اور ہاشمی گھرانا جہاں دیگر فضائل و کمالات میں اُن سے ممتاز و ممتاز ہے اس بے پناہ شرف و مکرمت کا بھی تنہا مالک بن جائے۔

بنی ہاشم کے خلاف اُن کے دلوں میں آتش عداوت و عناد پہلے ہی سے موجود تھی پیغمبرؐ کی رسالت نے اُسے اور ہوا دیدی اور اُنھوں نے اس نور خدا کو بجھانے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی، بنی ہاشم سے اُنھیں کتنی زبردست خصومت تھی اور پیغمبرؐ کی رسالت وہ کس قدر ناقابل تسلیم سمجھتے تھے اس کا اندازہ حکم ابن ہشام اور اُسکے رفیق ابوجہل کی اس گفتگو سے بآسانی کیا جا سکتا ہے جو حکم نے ابوجہل سے کہا۔

"ہم میں اور بنو عبد مناف میں نزاع تھی کہ کون زیادہ عزت والا ہے، چنانچہ انھوں نے بھی ضیافتیں کیں اور ہم نے بھی، اُنھوں نے بھی ضرورت مندوں کو سواریاں عنایت کیں ہم نے بھی۔ جب ہم دونوں برابر ہو گئے اور ہماری مثال گھوڑدوڑ کے دو برابر کے گھوڑوں کی ہو گئی تو بنی عبد مناف نے کہا ہم میں سے نبی ہیں جن پر آسمان سے وحی آتی ہے، لات و منات کی قسم یہ بات ہم کہاں

سے نصیب ہوسکتی ہے ہم ان پر کبھی بھی ایمان نہ لائیں گے نہ اُن کی تصدیق کرینگے۔"

اس حسد وکینہ کے اصلی اسباب خلاصہ کرکے علامہ جاحظ نے بیان کردیے ہیں۔

" زمانۂ جاہلیت میں قریش کے خصوصی عہدہ ومناصب حسب ذیل تھے۔لواء (لشکر کی علمداری) سقایہ (حجاج کو پانی پلانا) رفادہ (حجاج کو کھانا کھلانا) حجابہ (خانہ کعبہ کی کلید برداری) اور قیادۃ (یعنی بزم مشورت کی صدارت اور لڑائی کے موقع پر لشکر کی سپہ سالاری) یہ تمام عہدے عبدمناف کی اولاد ہاشم عبدالدار اور عبدالعزیٰ میں تقسیم تھے عبدالشمس کو ان میں سے کوئی منصب نہیں ملا تھا۔ اسلام آنے پر یہ تمام عہدے بنی ہاشم ہی سے مخصوص ہوکر رہ گئے۔ عبدالشمس کے لیے اس وقت نہ تو کوئی عزت تھی اور نہ نیک نامی اور نہ اُس کا کوئی فرزند ہی ایسا ہوا جو اس کے نام کو روشن کرتا۔ برخلاف اس کے جناب ہاشم کے فرزند عبدالمطلب ہوئے جو سید البطحا تھے۔

قرآن مجید میں بنی ہاشم کے جن فضائل کا تذکرہ ہے ان میں ایک تو واقعہ فیل ہے اور دوسری بڑی فضیلت واقعہ ایلاف ہے، تمام راویوں کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے ہاشم نے ایلاف کی ایجاد کی۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ ہاشم بڑے دولتمند اور صاحب تجارت تھے جاڑوں میں یمن کی طرف بغرض تجارت سفر کرتے اور گرمیوں میں شام کی طرف انھوں نے اپنی تجارت میں عرب کے سرداران قبائل کو بھی شریک کرلیا اور نفع میں اُن کا بھی ایک حصہ رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران قبائل کو گھر بیٹھے منفعت حاصل ہوتی اور انھیں سفر کی زحمت نہ کرنا پڑتی۔ پھر ہاشم نے حلف الفضول منعقد کی یہ حلف تمام عرب میں سب سے زیادہ باعزت حلف اور انتہائی شریفانہ معاہدہ تھا جو اسلام سے پہلے کے تمام جدید وقدیم معاہدوں میں اپنی آپ نظیر تھا۔ اس معاہدہ میں بنی عبدشمس کا کوئی حصہ نہ تھا۔ یہ معاہدہ صرف بنی ہاشم بنی مطلب، بنی اسد بن عبدالعزیٰ بنی زہرہ، بنی تیم بن مرہ، میں منعقد ہوا تھا جس کی قرارداد ابن جدعان کے گھر میں طے پائی اور وہ یہ کہ تمام قبائل مظلوم کا ساتھ دیں گے جب تک اس کا حق نہ حاصل ہوجائے۔

بنی ہاشم کی بزرگیاں جتنی ہی تعداد میں زیادہ تھیں اتنی ہی سلسلہ بہ سلسلہ بھی تھیں ہر اولاد اپنے باپ کے کمالات وفضائل کی آئینہ دار ہوتی رہی، فضل وشرف نسلاً بعد نسل بنی ہاشم میں منتقل ہوتا رہا۔ لیکن بنو عبدشمس ایسے نہیں تھے۔ اُمیہ حقیر وکمزور اور بدکردار تھا اُس نے تو زمانہ جاہلیت میں ایسی حرکت کی جو کسی عرب نے نہ کی ہوگی۔ اُس نے اپنے جیتے ہی جی اپنی بیوی اپنے بیٹے ابوعمرو کو بیاہ دی اور اُس سے ابومعیط پیدا ہوا۔ (رسائل جاحظ ص۶۷ تا ۵۱)

جب پیغمبر خدا نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور توحید کی شمع جلائی، بنی اُمیہ نے انتہائی کوشش کی کہ اس تحریک کو ابتدا ہی میں کچل کر رکھ دیا جائے لیکن خداوند عالم نے اُن کی ساری کوششیں ناکام بنا دیں اور بنی امیہ کو قدم قدم پر شکستیں نصیب ہوئیں اور ہر معرکہ میں اسلام کا علم سربلند رہا۔ مسلمانوں کی تعداد

برہمی تھی اور عرب کے شہر ایک ایک کرکے اسلامی سلطنت میں آتے گئے جب زمین بنی امیہ کے لیئے بالکل تنگ ہوگئی اور جان بچتی کسیطرح نظر نہ آئی تو مجبوراً مسلمانوں کی صف میں آگئے۔ لیکن پیغمبر کی رسالت پر ایمان لاکر نہیں بلکہ محض خوف کی بنا پر اور صرف جان بچانے کے لیئے۔ جب مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا لشکر مکہ میں داخل ہوا۔ ابوسفیان نے بدحواس وسراسیمہ ہوکر عباس بن عبدالمطلب سے کہا:۔

تمہارے بھتیجے کی سلطنت تو بڑی زبردست ہوگئی ہے

عباس نے کہا یہ نبوۃ کا جاہ وجلال ہے۔ ابوسفیان نے کہا اب تو یہی کہا جاسکتا ہے۔

ابوسفیان نے عباس کی باتیں کان سے تو سن لیں لیکن دل سے قبول نہ کیا۔ ابوسفیان کے لیسے آدمی کا دل حکومت وبادشاہت کو تو سمجھ بھی سکتا تھا نبوت کو کیا سمجھتا۔

جب پیغمبر خدا نے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا اور بلال نے بالائے خانہ کعبہ جاکر اذان کہی تو ابوسفیان یہ آواز سنتے ہی بدحواس ہوگیا۔ بیساختہ چیخ پڑا۔

" خدا عتبہ بن ربیعہ کا بھلا کرے کہ وہ یہ منظر دیکھنے کے لیئے زندہ نہ رہا"

ابوسفیان کی بیوی ہند بھی نبوت میں شک وشبہ بلکہ بے دینی والحاد میں ابوسفیان کی نظیر اور عداوت وعناد میں اُسی کی مثال تھی جنگ احد میں اُس نے جناب حمزہ کا کلیجہ چبایا اور یہ خیال بھی نہ کیا کہ حمزہ اب مرچکے ہیں۔ فتح مکہ کے دن جب ابوسفیان مسلمانوں کی ہیبت وعظمت سے بدحواس ہوکر ہند کے پاس آیا اور ہند نے اسکے خوف وہراس کو دیکھا اور اسکو امان کا طلبگار پایا تو قریش کو لڑائی پر اُبھارنے اور اُن کے دلوں میں جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیئے چیخ چیخ کر کہنے لگی۔

اس گندے خبیث کو جس میں کوئی بھلائی نہیں قتل کرڈالو۔ تم لوگوں نے جنگ کیوں نہ کی اپنی جانوں اور شہروں سے اُن کو نکال باہر کیوں نہ کیا۔

جب بنی امیہ اسلام میں داخل ہوگئے تو پیغمبر کو اُن کی خطرناکی کا احساس ہوا۔ آپ نے حکم بن عاص کو اس کے لڑکے مروان سمیت مدینہ سے نکال باہر کیا۔ آنحضرت نے خواب میں دیکھا کہ یہ لوگ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود رہے ہیں اس پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی۔

"ہم نے تم کو جو خواب دکھلایا ہے وہ لوگوں کے لئے فتنہ وآزمائش ہے"

اس خواب کے دیکھنے کے بعد پیغمبر پھر کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے (تاریخ خطیب جلد ۹ صفحہ ۴۴ تفسیر طبری جلد ۱۵ صفحہ ۷۷ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۴)

آنحضرت ہمیشہ بنی امیہ کے ساتھ حقارت واہانت سے پیش آتے، محدثین بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان گھوڑے پر سوار آتا نظر پڑا اس کے ساتھ معاویہ اور اس کا بھائی بھی تھا ایک اس کی سواری

...والے کے بیچ رہا تھا دوسرا پیچھے سے ہانک رہا تھا۔ پیغمبر نے ان کو دیکھ کر کہا۔

"خداوندا کھینچنے والے، ہنکانے والے اور سوار تینوں پر لعنت فرما۔"

(تاریخ طبری جلد ۱۱ ص ۳۵۷، کتاب الصفین نصر بن مزاحم)

ایک عورت نے پیغمبر سے آکر مشورہ طلب کیا کہ میں معاویہ سے شادی کروں یا نہیں۔ پیغمبر نے منع کیا اور فرمایا کہ وہ بھک منگا ہے (تاریخ خمیس جلد ۲)

یہ بنی امیہ کا حال تھا زمانۂ پیغمبر میں۔ جب حضرت کی رحلت ہوئی اور امت اسلامیہ پر فتنے مثل تاریکی شب کے محیط ہو گئے تو بنی اُمیہ زمام حکومت پر قابض ہوئے۔ اس وقت اُن کا اولین مطمع نظر یہ رہا کہ یہ دین پوری طرح ملیامیٹ ہو جائے اور اس طرح اس کا قلع قمع ہو کہ کسی کو اس کا نام بھی یاد نہ رہے۔ اگر اسلام کے اصول و قوانین میں خود اتنی زبردست طاقت پنہاں نہ ہوتی اور حکیم مطلق کو اس کی بقا منظور نہ ہوتی تو یقیناً اسلام دنیا سے اس طرح نیست و نابود ہو گیا ہوتا کہ کوئی نام لیوا بھی باقی نہ رہتا کیونکہ جب بنی امیہ کے ہاتھوں میں حکومت آگئی اور فضا ہر طرح ان کے سازگار ہو گئی تو اب دل کی تہیں کھلنے لگیں اور مضمرات واضح صورتوں میں منظر عام پر آنے لگے۔ اب اگر ان کو کوئی فکر تھی تو بس حکومت کی فکر اور اگر خواب دیکھتے تھے تو محض بادشاہت و سلطنت کا۔ ابوسفیان نے حضرت عثمان کے خلیفہ ہونے پر بنی امیہ کے بھرے مجمع کو مخاطب کر کے کہا تھا

"امیہ کے بیٹو! اس حکومت سے گیند کی طرح کھیلو خدا کی قسم میں تمہارے لئے اس حکومت کا ہمیشہ آرزومند رہا ہوں یقیناً اس حکومت کو تمہارے بچوں کو بھی بطور میراث پہونچائیں گے۔" (مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۴)

معاویہ بھی ہو بہو اپنے باپ کے شبیہ تھے، جس دن سے حکومت اُن کے ہاتھ لگی، اسلام اور مسلمانوں کے متعلق دل میں چھپے ہوئے مجرمانہ ارادے منظر عام پر آگئے اُنھوں نے اپنے منصوبے اور اسلام سے بے تعلقی کا اظہار اسی دن کر دیا جب امام حسنؑ کی صلح کے بعد پہلے پہل وہ نخیلہ میں منبر پر گئے چہرے سے فتحیابی کا نشہ پھوٹا پڑتا تھا کہنے لگے۔

"اے عراق والو! میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ تم نماز پڑھو اور روزے رکھو نہ اس لئے کہ تم حج کرو اور زکوٰۃ دو بلکہ محض اس لئے جنگ کی کہ میں تمہارا حاکم بن جاؤں۔ خداوند عالم نے میری یہ تمنا پوری کر دی ہے (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۱۴)

حضرت رسالتمآبؐ پہلے ہی خبر دے گئے تھے کہ بنی امیہ جب حاکم بن بیٹھیں گے تو یہ بندگان خدا کو غلام اور مال خدا کو ذاتی مال اور کتاب خدا کو دھوکہ و فریب بنا دیں گے (خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۱۸، النزاع والتخاصم مقریزی ص ۵۲)

پیغمبر خدا نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا بنی اُمیہ کے زمانہ میں عموماً اور معاویہ کے دور میں خصوصاً آپ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

معاویہ کا زمانہ حکومت نظام اسلامی کی تباہی روح جاہلیت کا احیاء اور دیندار مسلمانوں سے قید خانو...

تھے، جتنے ہولناک سے ہولناک جرائم ہو سکتے ہیں وہ سب معاویہ کی سیاست کے اہم ترین اجزا تھے جیسے غداری وخیانت، بچوں بوڑھوں کا قتل، قبائلی عصبیت کا احیار اور اسی قسم کی دوسری باتیں، معاویہ کی اس اندھی سیاست کو تقویت ان لوگوں سے پہونچائی جنھوں نے سونے چاندی کے عوض اپنے ضمیر بیچ دیئے تھے، وہ قبیح سے قبیح ترین افعال پر سراہے جاتے اور اُن کی برائیوں کو اوصاف حمیدہ اور خصائل حسنہ کا لباس پہنایا جاتا۔ ان لوگوں میں مقرر بھی تھے، سردارانِ قبائل بھی مورخ بھی ادیب بھی راویان حدیث بھی۔ ان لوگوں نے نادان اور جاہل مسلمانوں میں پروپاگنڈے کرنا شروع کئے کہ معاویہ پیغمبر خدا کے قریب ترین عزیز ہیں بلکہ تنہا وارث ہیں۔ معاویہ کی مدح وثنا میں حدیثیں گڑھتے بنی امیہ کی تعریف میں روایتیں بنائی جاتیں۔ ہاشمیوں کو پست سے پست ثابت کیا جاتا۔ ان لوگوں کے علاوہ عمروعاص، مغیرہ بن شعبہ زیاد بن امیہ ایسے افراد علیحدہ تھے جو باطل کو حق کا لباس پہناتے۔ اور معاویہ انھیں مال و دولت سے نہال کر دیتے تاکہ یہ خلوص دل سے معاویہ کے مشن کو فروغ دیتے رہیں اور ان کے مخالفین سے لوگوں کو توڑتے رہیں تاکہ وہ مخالفین اتنے کمزور ہو جائیں کہ پھر معاویہ سے ٹکر لینے کی ان میں سکت ہی باقی نہ رہے۔

بنی ہاشم سے بنی امیہ کی عداوت پوری طرح اس وقت ظاہر ہوئی جب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب تخت نشین خلافت ہوئے اور جمہور مسلمین نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ بنی امیہ بیعت سے گریز کرنے والوں میں سب سے پیش پیش تھے، انھوں نے آپ کی حکومت کو ناکام بنانے اور آپ کے لشکر کو خراب کرنے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ یہ بنی اُمیہ ہی کی ریشہ دوانیاں تھیں جنھوں نے امیرالمومنین کو آخر میں ایسا ملول وغمگین اور بیزار بنا دیا کہ آپ ہر لحظہ اس دنیا سے رخصت ہو جانے کی تمنا کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

جب مسلمانوں نے سبط اکبر حضرت امام حسنؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی تو آپ کے ساتھ بھی بنی اُمیہ نے وہی کارروائیاں کیں جو امیرالمومنین کے ساتھ کر چکے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے مال و دولت اور دھمکیوں سے آپ کے لشکر بلکہ آپ کے بعض قریبی اعزہ کو بگاڑ دیا امام حسنؑ کی بے بسی اور لشکر کا انحطاط انتہائی ہولناک حد تک پہونچ گیا۔ یہ نوبت آگئی کہ آپ کے لشکریوں نے خفیہ خفیہ معاویہ سے خط وکتابت کی کہ اگر تم کہو تو ہم امام حسن کو علانیہ یا پوشیدہ طور پر اسیر کر کے تمھارے پاس پہونچا دیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں تھیں جنھیں ہم اپنی کتاب میں بیان کریں گے۔ اس صورت حال کی بنا پر امام حسنؑ نے دیکھا کہ اگر میں معاویہ سے مقابلہ کرتا ہوں تو کٹے ہاتھوں سے مقابلہ کرنا ہوگا اور اگر اپنی جان قربان کر دیتا ہوں تو میری قربانی بیکار ورائیگاں جائے گی۔ اور نتیجہ میں اسلام پر تباہی وبربادی

[illegible] تجربہ کاریاں [illegible] آپ نے اپنے عزیزوں کو بھی ہلاکت وتباہی سے بچالیا اور بقیہ نیکو کار مومنین کو بھی۔

ناظرین اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام مسموم نے بنی امیہ کی طرف سے کیسے کیسے اندوہناک مصائب اٹھائے۔ نیز آپ کی سیرت کتنی بلند اور کردار کتنا ارفع واعلیٰ تھا اور وہ حالات کتنے نازک تھے جن سے آپ کو گذرنا پڑا ہم نے ان تمام مباحث پر اپنی تمام امکانی تحقیق وجستجو سے کام لے کر آزادانہ بحث کی ہے ومن اللہ التوفیق وھو ولی القصد

نجف اشرف
یکم صفر ۱۳۸۳ھ

باقر شریف القریشی

پہلی فصل

اجتماع نورین

حضرت معصومہ عالم فاطمۃ الزہراء اعلان رسالت کے ابتدائی دنوں میں پیدا ہوئیں جس وقت آپ سن رشد کو پہونچی ہیں اس وقت اسلام ترقی کے مدارج طے کر رہا تھا۔ آپ کی تربیت پیغمبر خدا نے فرمائی جو انسانیت کے نجات دہندہ اور خدا کے آخری نبی تھے۔ پیغمبر نے اپنی حکمت و کمالات اُن کی گھٹی میں دیئے اور اپنی تمام خوبیاں اُن کی ذات میں سمو دیں تاکہ وہ امت اسلامیہ کے لئے نمونۂ عمل بن جائیں اور عفت و پاکدامنی اور مکمل انسانیت کا شاہکار رہوں۔

پیغمبر خدا کے دل میں جتنی محبت و الفت معصومہ عالم کی تھی اتنی کسی کی بھی نہیں کیونکہ وہ آپ کی محبوب ترین رفیقۂ حیات جناب خدیجہ کی واحد یادگار تھیں۔ وہ خدیجہ جنھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے اپنی ساری بضاعت شادی اور اسلام کی بنیادیں مضبوط کرنے میں اتنی کثیر دولت خرچ کی کہ خود خالی ہاتھ ہو گئیں۔ پیغمبر خدا نے ان کے اس احسان عظیم کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ ان کی زندگی میں بھی ان کے ممنون احسان رہے اور اُن کے مرنے کے بعد بھی اُٹھتے بیٹھتے انھیں یاد کرتے رہے۔ ہر لمحہ اُن کا ذکر کیا کرتے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ نے ایک مرتبہ بگڑ کر کہا

"یہ آپ کیا سرخ باچھوں والی بوڑھی عورت کا ہر وقت ذکر کیا کرتے ہیں خداوند عالم نے آپ کو ان سے کہیں بہتر شریک حیات عنایت کی ہے"

پیغمبر کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا۔

"خداوند عالم نے اُن سے بہتر کوئی بھی رفیق زندگی مجھے نصیب نہیں کی، خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب سارے لوگ مجھے جھٹلانے پر تلے ہوئے تھے انھوں نے اس وقت میرے ساتھ ہمدردی و سلوک کیا جب سب نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔ خداوند عالم نے انھیں کے بطن سے مجھے اولاد عنایت کی دوسری کسی بیوی سے اولاد نہیں ہوئی"

(اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص۹۶)

انھیں خدیجہ کے بطن سے خداوند عالم نے پیغمبر کو فاطمہ ایسی پاکیزہ دختر عنایت کی جو سیدہ نساء عالمین تھیں اور عفت، عصمت اور پاکدامانی میں رشک مریم بنت عمران تھیں۔ خداوند عالم نے اُن پر آتش جہنم حرام کی تھی یہی وجہ ہوئی آپ کا نام فاطمہ رکھے جانے کی۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے پیغمبر خدا سے دریافت کیا کہ فاطمہ کا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا آنحضرت نے فرمایا کیونکہ خداوند عالم

نے انھیں اور اُن کی اولاد کو آتش جہنم سے دور رکھا ہے (صواعق محرقہ صفحہ ۹۶)

پیغمبر خدا ہمیشہ مسلمانوں کے سامنے فاطمہ سے اپنی انتہائی محبت اور تعلق خاطر کا اظہار کیا کرتے ارشاد فرماتے انما فاطمة شجنة منی یبسطنی ما یبسطها یقبضنی ما یقبضها فاطمہ مری شاخ ہے جو چیز اسے خوش کرتی ہے وہ مجھے خوشی پہونچاتی ہے جو اسے رنج پہونچاتی ہے وہ مجھے رنج پہونچاتی ہے (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۴)

حضرت عائشہ نے پیغمبرؐ خدا سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں اُن کے شوہر علی (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۷)

معصومہ عالم پر پیغمبر کی جو شفقت و عطوفت تھی اور جو عزت و تکریم آنحضرت سیدہ کی فرمایا کرتے تھے اسے خود حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جب فاطمہ پیغمبر کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے پیشانی پر بوسہ دیتے خوش آمدید کہتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنی نشست پر بٹھاتے۔ (اسعاف الراغبین صفحہ ۱۶۹ مستدرک ج۳ صفحہ ۱۶۰)

جب آنحضرت کسی سفر میں جاتے تو مدینہ سے چلتے وقت سب سے آخر میں فاطمہ سے آکر رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے فاطمہ سے آکر ملتے (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۶۰)

بارہا آپ نے مسلمانوں سے کہا کہ میری راحت فاطمہ کی راحت سے وابستہ ہے اور میری خوش بختی فاطمہ کی خوش بختی پر معلق ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے مسلمانوں کے مجمع میں ارشاد فرمایا جس نے فاطمہ کو پہچانا اس نے پہچانا ہی جس نے نہ پہچانا ہو وہ سمجھ لے کہ یہ فاطمہ بنت محمد ہے یہ ایک ٹکڑا ہے یہ میرا دل ہے یہ میری روح ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ (نور الابصار شبلنجی صفحہ ۴۱)

بلاشبہ صدیقہ طاہرہ پیغمبر کے نزدیک سب سے بڑھ کر چہیتی تھیں اور ان کی وہ عظمت و منزلت آپ کے نزدیک تھی جو کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔

اور یہ یقینی امر ہے کہ پیغمبر خدا کی یہ چاہت یہ محبت و شفقت یہ عزت و تکریم محض اس وجہ سے نہ تھی کہ فاطمہ آپ کی دختر تھیں۔ پیغمبر کی شان کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ آپ کے دل میں بھی ویسے ہی جذبات و میلانات ہوں جو عام آدمیوں کے دل میں ہوا کرتے ہیں۔

پیغمبر نے مسلمانوں کی لڑکیوں اور عورتوں میں کوئی ایسی عورت نہیں پائی جو تہذیب و اخلاق کمالات و فضائل اور عفت و طہارت میں فاطمہ کے مدمقابل ہوتی،، فاطمہ کی ذات تمام محاسن و کمالات کا مجموعہ اور مجسمہ تھی پیغمبر کے اخلاق و عادات کا۔

جب معصومہ عالم شباب کی حدوں پر پہونچیں تو بہت سے اکابر صحابہ نے پیغمبر کی دامادی کا شرف

خواہش کرنے سے پیغمبر کی خدمت میں پیام دیا۔ محدثین لکھتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے مقابل بیٹھ گئے اور کہا یا رسول اللہ آپ میری خیر خواہی اور اسلام کی حالت سے واقف ہیں۔ میں ایسا اور ویسا آنحضرت نے پوچھا تو پھر حضرت نے کہا یہی کہ فاطمہ کی شادی مجھ سے کر دیجئے اس پر آنحضرت بالکل خاموش ہو گئے یا اُن کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ ابوبکر عمر کے پاس گئے اور کہا میں ہلاک ہو گیا میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ عمر نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ کہا میں نے فاطمہ سے شادی کا پیغام دیا تو آنحضرت نے میری طرف سے منھ پھیر لیا۔ عمر نے کہا اچھا آپ ٹھہریے میں خود رسول کے پاس جاتا ہوں اور یہی درخواست اپنے لئے کرتا ہوں۔ حضرت عمر جناب رسالتمآب کے پاس پہونچے اور روبرو بیٹھ گئے پھر کہا یا رسول اللہ آپ میری بہی خواہی اور اسلام کی حالت سے باخبر ہیں اور میں ایسا اور میں ویسا۔ حضرت نے پوچھا پھر مطلب کیا ہے؟ کہا یہ کہ فاطمہ کی شادی آپ مجھ سے کر دیں۔ اس مرتبہ بھی پیغمبر نے اُن کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ تب عمر ابوبکر کے پاس واپس آئے۔ (کنز العمال جلد ۷، ص۱۱۳)

حضرت رسالتمآب نے صرف منہ ہی نہیں پھیر لیا بلکہ صاف انکار بھی کیا۔ علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں خطب ابوبکر یعنی فاطمة الی رسول اللہ فابی رسول اللہ فقال عمر انت لها یا علی۔ ابوبکر نے فاطمہ سے شادی کرنے کی درخواست رسول خدا کی خدمت میں پیش کی۔ تو حضرت نے بالکل انکار کر دیا۔ (اسد الغابہ)

پیغمبر نے جواب میں ان حضرات سے یہ بھی کہا کہ میں فاطمہ کی شادی میں حکم الٰہی کا منتظر ہوں۔
(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص۱۱ تاریخ خمیس جلد ۱ ص۴۰۷)

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ فاطمہ زہرا کی شادی کا مسئلہ خلاق عالم نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے تو اب کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ پیغمبر کو جاکر پیام دے۔ کچھ وقت گذرا اس عرصہ میں ایک دن کچھ صحابہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی خدمت میں آئے۔ علی کو پیغمبر سے جو قرابت اور وابستگی حاصل تھی اس کا ذکر کیا اور کہا اگر آپ پیغمبر کو فاطمہ کے لئے پیام دیں تو یقیناً پیغمبر آپ کی درخواست رد نہ کریں گے۔ امیر المومنین اُٹھے پیغمبر کی خدمت میں آئے۔ جب آمنے سامنے بیٹھ گئے تو آپ پر خاموشی طاری ہوگئی۔ پیغمبر نے دیکھا کہ علی سر جھکائے ہوئے ہیں پوچھا کہو کیسے آنا ہوا علی نے کہا یا رسول اللہ فاطمہ کا خیال تھا پیغمبر خوشی سے باغ باغ ہو گئے لبوں پر تبسم نمایاں تھا آپ نے فرمایا بڑی خوشی سے! خداوند عالم نے خود مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دوں (نور الابصار شبلنجی ص۴۲)

پیغمبر نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ

خداوند عالم آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے ملاء اعلیٰ میں فاطمہ کی شادی علی سے کردی آپ بھی روے زمین پر ان کا عقد علی سے کردیں۔ ذخائر العقبی ص۳۲

شاہ عبدالحق صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔ فرمود یا انس آمد مرا جبرئیل از نزد پروردگار عرش و گفت بدرستی خداے تعالی امر می کند ترا کہ تزویج کنی فاطمہ را با علی (مدارج النبوۃ جلد۲ ص۱۹۵) رسول نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا خدا آپ کو حکم دیتا ہے کہ فاطمہ کی شادی علی سے کر دیجئے۔

پھر آنحضرت نے علی کی طرف مڑ کر فرمایا۔ تمھارے پاس مہر کے لئے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس زرہ اور گھوڑے کے اور کچھ نہیں۔ یہ زرہ وہی تھی جو جنگ بدر میں مال غنیمت میں آپ کو ملی تھی۔ پیغمبر نے فرمایا گھوڑا تو تمھارے لئے ضروری ہے البتہ زرہ بیچ ڈالو۔ علی نے اسی وقت جاکر وہ زرہ فروخت کی اور ۴۸۰ درہم دامن میں لئے ہوئے پیغمبر کی خدمت میں آئے اور نادم و خجل آپ کے سامنے رکھ دیئے۔

ندامت اس بات کی تھی کہ نادار سے نادار آدمی بھی شادی کے موقع پر اس سے زیادہ مہر کی رقم خرچ کرتا ہے اسی کے ساتھ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ دولتمند صحابہ نے زیادہ سے زیادہ مہر ادا کرنے کی پیشکش کی تھی لیکن پیغمبر اسلام نے علی کی شادی اپنی پارہ جگر سے کسی دنیاوی چیز کی خاطر نہیں کی تھی بلکہ یا تو اس وجہ سے کی کہ علی کے علاوہ صحابہ میں فاطمہ کا کوئی ہمسر نہ تھا وہی فرد اول و اکمل تھے جو درسگاہ نبوت سے باکمال ہو کر نکلے اور مراتب علیا پر فائز ہوئے۔ یا اس وجہ سے کہ قدرت کی مشیت بھی یہی تھی کہ فاطمہ علی کی شریک حیات بنائی جائیں چنانچہ جبرئیل پیغمبر کے پاس یہ پیام لیکر آئے تھے کہ فاطمہ کے لئے علی کے علاوہ کوئی اور کفو نہیں۔ (بحار الانوار جلد ۱ ص۳۱) دوسری مرتبہ پیغمبر کے پاس یہ پیام آیا کہ آپ کی نسل علی و فاطمہ کی ذریت میں منحصر ہے (بحار الانوار جلد ۱ ص۳۰) پیغمبر اسلام خداوند عالم کی مشیت و مرضی کے بغیر نہ کچھ کہتے تھے نہ کرتے تھے۔ فاطمہ کی تزویج بھی حکم الٰہی کے مطابق آپ نے انجام دی۔

«جناب فاطمہ کے مہر میں کچھ اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ ۵۰۰ درہم تھا۔ بعض کے نزدیک ۴۸۰ درہم تھا۔ حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں ۴۸۰ درہم ہی لکھا ہے۔ حضرت علی نے یہ رقم جناب رسول کی خدمت میں پیش کردی، آن حضرت نے اس میں سے کچھ تو لے کر بلال کو عنایت کردیا۔ اور فرمایا کہ باقی سے فاطمہ کے لئے خوشبو خرید دو۔ ابن عبدالبر استیعاب میں کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اس کے تہائی سے فاطمہ کے لئے خوشبو خرید لو ابن سعد نے طبقات الکبری جزء الثامن میں در ذیل ذکر فاطمہ لکھا ہے کہ آں حضرت نے فرمایا کہ تیس درہم سے فاطمہ کے لئے خوشبو خرید و اور تہائی سے پوشاک پھر دونوں ہاتھوں سے دو درہم لے کر ابوبکر کو دیئے اور فرمایا کہ اس میں سے فاطمہ کے لئے مناسب

بوشاک اور اثاث البیت خرید کرے آؤ۔ اور ان کے ہمراہ عمار بن یاسر اور چند دیگر اصحاب کو کر دیا۔ ایک مٹھی درہموں میں سے لی اس میں ۶۳ یا ۶۶ آئے وہ آنحضرت نے ام ایمن کو دیئے کہ اس سے متاع خانہ خرید لیا جاوے۔ اور باقی ام سلمہ کو دیئے کہ اپنے پاس رکھیں اور ضرورت کی چیزیں خریدتی رہیں

جناب فاطمہ کو جو جہیز آنحضرت کی طرف سے ملا تھا اس کی فہرست یہ تھی (۱) ایک قمیص قیمتی ۷ درہم (۲) خمار یعنی نقاب عورتوں کے سر ڈھکنے کا کپڑا (۳) قطیفہ خیبری کالے رنگ کا یہ ایک نرم روؤں کا کمبل ہوتا ہے۔ (۴) کھجور کے پتوں سے بنا ہوا بستر جس کو سریر مل کہتے ہیں (۵) خراشان۔ موٹے ٹاٹ کے دو فرش (۶) چار چھوٹے چھوٹے تکیہ چمڑے کے بنے ہوئے (۷) ہاتھ کی چکی۔ (۸) تانبے کا بڑا لگن کپڑے دھونے کے لئے (۹) ایک چمڑے کی مشک (۱۰) لکڑی کا پانی پینے کا برتن (۱۱) کھجور کے پتوں سے بنا ہوا برتن جس پر مٹی پھیر دیتے ہیں (۱۲) دو مٹی کے آبخورے (۱۳) مٹی کی صراحی (۱۴) زمین پر بچھانے کا چمڑا (۱۵) ایک سفید چادر (۱۶) ایک لوٹا۔

جہیز کی یہ فہرست اعیان الشیعہ جز ثانی ص۲۹۷ سے مرتب کی گئی ہے۔ جب جناب رسول خدا کے سامنے یہ جہیز پیش کیا گیا تو آنحضرت اس کو ہاتھ سے اُلٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ خداوندا اہل بیت رسول پر برکت نازل کر۔ ایک روایت ہے کہ آپ اس جہیز کو دیکھ کر رونے لگے اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا کہ خداوندا برکت نازل کر ان لوگوں پر جن کے اچھے سے اچھے برتن مٹی کے ہیں (سیرۃ فاطمہ آغا محمد سلطان مرزا صاحب)

فرانسیسی مستشرق لامنس نے جناب معصومہ کے اس جہیز کی فہرست کو دیکھ کر بہت ہی مہمل اور رکیک اور انتہائی مضحکہ انگیز نتیجہ نکالا ہے اپنی کتاب "فاطمہ و بنات محمد" میں لکھتا ہے۔

"محمد نے فاطمہ کے لئے جو سامان جہیز مہیا کرنے کا حکم دیا تھا وہ ثبوت ہے اس کا کہ محمد اپنی بیٹی فاطمہ اور ان کے شوہر علی کو بہت ہی ناپسند کرتے تھے اور جتنا فاطمہ کو ناپسند کرتے تھے اس سے کم علی کو ناپسند نہ کرتے تھے۔"[لہ]

لامنس کو کیا پتہ کہ اسلام کیا چیز ہے اس کے احکام کیا ہیں اس نے تو دنیا داروں کی طرح یہی سمجھا کہ

لہ فرانسیسی مستشرق لامنس نے اپنی کتاب "فاطمہ و بنات محمد" میں جناب معصومہ کی زندگی سے بحث کی ہے اور یہ بحث انتہائی کورانہ اور حقائق و واقعات کے بالکل ہی برعکس ہے اکثر بحثیں الٹی ہیں۔ جناب معصومہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "فاطمہ کی شان اپنے باپ کے گھر میں کسی اہمیت کی حامل نہ تھی بلکہ ان کی شان عائشہ اور زینب و حفصہ سے بھی گھٹ کے تھی" پھر لکھتا ہے "یہ اپنے باپ کے گھر اسی طرح کام کاج کرتی تھیں جس طرح عموماً لڑکیاں کرتی ہیں"۔ لامنس نے یا تو جان بوجھ کر کسی خاص غرض و غایت کے تحت جناب معصومہ کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا ہے یا پھر اسے اسلامی تاریخ سے ذرہ برابر بھی واقفیت نہ تھی۔ کون پوچھے کہ آخر تم نے یہ تحریر کس کتاب کے حوالے سے لکھی ہے۔ اسلامی کتب خواہ وہ تاریخ کی ہوں یا سیرۃ کی حدیث کی ہوں یا تفسیر کی سبھی فاطمہ کی عظمت و جلالت سے مملو اور پیغمبر کے نزدیک انتہائی عزیز و محترم ہونے کے شواہد سے بھرپور ہیں۔ لامنس کا مقصد اس تحریر سے محض یہ ہے کہ اسلام کو غلط رنگ میں پیش کرے اور اسلام کی بلند و بالا شخصیتوں کو سبھی کی نگاہوں میں سبک کر کے

باپ کی محبت بیٹے سے تب معلوم ہوتی ہے جب وہ اس کے لیے دنیا بھر کے عیش وعشرت کے سامان اکٹھا کردے ساری راحتیں اور نام ونمود کے اسباب اس کے لیے ذخیرہ کرجائے۔ اسے کیا پتہ کہ پیغمبر کی شان یہ نہیں کہ اولاد کی محبت میں دنیا کا بندہ بن جائے پیغمبر نے اپنی انتہائی عزیز اور راحت جان دختر کو اتنا معمولی جہیز دے کر نوع انسانی کی ایک بہت بڑی مشکل حل کر دی جس پر آنے والی تمام نسلیں پیغمبر کی ممنون احسان رہیں گی۔ اور ایسا دستورحیات بنا دیا جس سے انسان کی نیک بختی وعافیت وابستہ ہے۔ یہ معمولی مہر اور معمولی اسباب جہیز جو پیغمبر نے اپنی سب سے چہیتی بیٹی کے لیے مہیا کیا یہ ایک سنت تھی پیغمبر کی تاکہ دوسرے مسلمان بھی اس کی تقلید کریں اور اپنی بیٹیوں کا اتنا ہی کم مہر رکھیں جتنا پیغمبر نے رکھا۔ کیونکہ مہر کی زیادتی اور کثرت نادار اور غریب انسانوں کو شادی سے محروم کر دیتی ہے اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے مہر کی زیادتی کو ناپسندیدہ قرار دیا چنانچہ ارشاد فرمایا۔

"میری اُمت کی بہترین خواتین وہ ہیں جن کا مہر کم سے کم ہے۔"

پیغمبر خدا نے ایک عورت کی تزویج اپنے کسی صحابی سے کی اور مہر یہ قرار دیا کہ وہ صحابی اس عورت کو قرآن کی کوئی سورۃ تعلیم کردیں (صحیح مسلم جلد ا ص۵۴۵)

شریعت اسلامیہ کا اگر غائر نظروں سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شریعت نے شادی بیاہ کرنے کی انتہائی ترغیب دلائی ہے اور مہر آسان سے آسان رکھا ہے اور شوہر و زوجہ کے درمیان امتیازی حیثیت ختم کرکے دونوں کو برابری عنایت کی ہے جس سے غرض محض یہ تھی کہ تعلقات خوشگوار رہیں اور نسل کی افزائش ہو یہ تمام حکمتیں لامنس کی عقل سمجھنے سے قاصر تھی اور اسی لئے اس نے جناب معصومہ کے مہر اور سامان جہیز کو دیکھکر ایسا مضحکہ خیز نتیجہ استنباط کیا۔ جب جہیز کا سامان فراہم ہوگیا تو پیغمبر نے انصار ومہاجرین کے بہت سے لوگوں کو بلا کر خطبہ نکاح ارشاد فرمایا صیغہ نکاح جاری کرکے آپ نے دونوں کے لیے اچھی زندگی اور نیکوکار اولاد کی دعا فرمائی اور حکم دیا کہ حاضرین محفل عقد کے لیے خرموں کا طبق لایا جائے۔ جب طبق آیا تو آپ نے اصحاب سے کہا لوٹ لو اسے۔ سب نے لوٹ میں حصہ لیا اور زن وشو کی نیک بختی خوشحالی اور پاکیزہ اولاد کی دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوگئے۔

جب رخصتی کا زمانہ آیا تو پیغمبر نے جناب ام سلمہ کو حکم دیا کہ فاطمہ کو علی کے گھر لیجائیں اور علی کو بتائیں کہ میں تھوڑی ہی دیر میں آرہا ہوں[1]۔ جناب ام سلمہ عورتوں کے ایک انبوہ کے ساتھ جن میں آگے آگے ازواج رسول تھیں جناب معصومہ کو لیکر حضرت علی کے گھر پہونچیں۔ رسالتمآب نماز عشا اور ولیمہ[2] سے فارغ ہوکر جو آپ نے شادی

[1] ذخائر العقبی ص۳۲۵ میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے فرمایا جس وقت فاطمہ سے میری شادی ہوئی اس وقت میرے اور اُن کے لیے کوئی بستر نہ تھا سوا ایک مینڈھے کی کھال کے جس پر ہم لوگ راتوں کو سوتے اور صبح اس پر اونٹ چارہ کھاتا

[2] علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا: "عروس کے لیے ولیمہ ہونا ضروری ہے۔ اس پر سعد نے کہا حضور میرے پاس مینڈھا موجود ہے انصار نے گیہوں فراہم کیا اور اس طرح دعوت ولیمہ انجام پائی۔ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص۱۳ (بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

کے سلسلہ میں دیا تھا علی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے آپ نے وہاں پہونچکر پوچھا "کیا یہاں میرا بھائی ہے؟ ام ایمن نے حیران ہوکر کہا آپ کے بھائی؟ آپ نے اُن سے اپنی بیٹی کی بیاہی ہے اور بھائی بھی کہتے ہیں۔ رسالتمآب نے فرمایا ہاں پھر آپ تشریف فرما ہوئے۔ چند لمحوں کے بعد آپ نے جناب فاطمہ سے کہا ذرا پانی لاؤ جناب فاطمہ نے ایک پیالہ اٹھایا اس میں پانی بھر کر لائیں پیغمبر نے تھوڑا پانی منہ میں لے کر اس پیالہ میں پھر ڈال دیا اور جناب فاطمہ سے کہا کھڑی ہو۔ فاطمہ کھڑی ہوئیں آپ نے وہ پانی اُن کے سر و سینہ پر چھڑکا اور یہ دعا فرمائی "خداوندا میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور فاطمہ سے کہا پیچھے پھر وہ پیچھے پھریں تو آپ نے وہی پانی اُن کے دونوں کاندھوں پر چھڑکا اور پھر وہی دعا فرمائی کہ خداوندا فاطمہ کو اور ان کی اولاد کو شیطان سے بچانے میں تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر آں حضرت نے علی سے کہا کہ تم ذرا پانی لاؤ علی اُٹھے اور پیالہ بھر کر آپ کی خدمت میں لائے، آپ نے سابق کی طرح ایک گھونٹ پانی منہ میں لیا پھر اسے پیالہ میں ڈال دیا اور اس پانی کو اُن کے سر و سینہ پر چھڑکا پھر دعا فرمائی خداوندا میں تیرے ذریعہ اسے اور اس کی اولاد کو شیطان سے بچاتا ہوں پھر آں حضرت نے فرمایا کہ پیچھے پھر و علی پیچھے پھر گئے آپ نے وہ پانی ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان چھڑکا اور دعائے سابق کے جملے دہرائے کہ خداوندا میں اسے اور اس کی نسل کو تیرے ذریعہ شیطان سے بچاتا ہوں اس کے بعد پیغمبر نے فرمایا اب خدا کا نام لیکر برکت کے ساتھ اپنی زوجہ سے ملو[1] (منتخب کنز العمال جلد ۵ ص۔۔۔)

یہ مبارک شادی اور بابرکت خانہ آبادی سنہ ۲ھ میں ہوئی

(بقیہ صفحہ ۲۷)

علامہ ملا علی متقی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ عروس کے لیے ولیمہ ہونا ضروری ہے، پھر آپ نے مینڈھا حلال کرنے کا حکم دیا اور تمام صحابہ کو مدعو کیا (کنز العمال جلد ۷ ص۱۱۲) علامہ صبان لکھتے ہیں کہ جناب جابر سے مروی ہے کہ ہم لوگ علی و فاطمہ کی شادی کے موقع پر ولیمہ میں حاضر ہوئے ہم نے اس شادی سے خوبصورت شادی نہیں دیکھی۔ پیغمبر خدا نے منقے اور کھجور سے ہماری ضیافت کی (اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص۹)

[1] علامہ دیار بکری لکھتے ہیں کہ علی کا نکاح ماہ رمضان سنہ ۲ھ میں ہوا اور رخصتی کی تقریب ذی الحجہ میں انجام پائی (تاریخ خمیس جلد ۱ ص۴۰۷) علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ علی کی شادی فاطمہ سے ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ پورا سال ابھی نہیں گذرا تھا (مروج الذہب جلد ۲ ص۱۷۸) امیر المومنین کی عمر اس وقت ۲۱ سال ۵ ماہ تھی اور جناب معصومہ کی عمر ۱۵ سال ۵ ماہ تھی جیسا کہ ابن حجر نے مواہب لدنیہ جلد ۱ ص۲۵۷ میں ذکر کیا ہے۔ بحار الانوار میں ہے کہ جناب معصومہ کی شادی ۱۰ برس کے سن میں ہوئی اور انتقال ۱۸ سال کی عمر میں ہوا (بحار الانوار جلد ۱ ص۔۔۔)

شادی کے بعد زن و شوہر کی زندگی امن و چین اور سکون و اطمینان سے گذرنے لگی ہر دن مسرتوں کا حامل اور ایک دوسرے کی ہمدردی و غمگساری سے بھرپور تھا دونوں کی گھریلو زندگی زن و شوہر کے خوشگوار تعلقات کا بہترین نمونہ تھی انھیں مسرتوں کے دنوں میں جناب معصومہ کا حمل تمنا بار آور ہوا حضرت سرور کائنات اکثر فرزند مسعود کی ولادت کی پیشین گوئی فرمایا کرتے چنانچہ عم رسول جناب عباس کی بیوی ام الفضلؓ[1] نے ایک مرتبہ پیغمبر کی خدمت میں آکر عرض کی یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے اعضا میں سے ایک عضو میرے گھر میں آکر گرا ہے،، آنحضرت نے فرمایا تم نے اچھا ہی خواب دیکھا ہے، میری پارہ جگر فاطمہ ایک فرزند کو جنم دے گی اور تم اسے قثم (جناب عباس کے فرزند) کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔[2]

اس زمانہ میں مسلمان خصوصاً پیغمبر خدا بڑے صبر اور فرزند کے انتہائی اشتیاق کے ساتھ جناب معصومہ کے وضع حمل کے منتظر تھے تاکہ امیر المومنین اور اُن کی رفیقہ حیات سیدہ عالم کی مسرتوں میں اور اضافہ ہو اور سعادت و نیک بختی ہمیشہ کے لیے اس گھر پر سایہ فگن رہے۔

---

[1] ام الفضل جناب عباس بن عبد المطلب کی بیوی تھیں نام لبابہ تھا اور حارث ہلالی کی بیٹی تھیں۔ جناب خدیجہ کے بعد یہ سب سے پہلے ایمان لانے والی خواتین میں سے ہیں۔ یہ ام الفضل پیغمبر کی زوجہ جناب میمونہ کی حقیقی بہن تھیں اور منجملہ اُن خواتین کے ہیں جنھوں نے پیغمبر سے حدیثیں روایت کیں (اصابہ جلد ۴ ص ۴۸۳) استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۴ ص ۳۹۸ میں ہے کہ پیغمبر خدا ان کی ملاقات کو آیا کرتے اور اُن کے یہاں استراحت فرماتے اور انھوں نے پیغمبر سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔

ام الفضل نے چھ مشہور و معروف ہستیوں کو جنم دیا۔ پیغمبرؐ کے زمانہ میں ان کے علاوہ کوئی ایسی خاتون نہیں گذریں جن کے بطن سے اتنی تعداد مشاہیر زمانہ کی پیدا ہوئی ہو۔ ان کے فرزندوں کے نام یہ ہیں: فضل انھیں سے ان کی کنیت ام الفضل اور جناب عباس کی کنیت ابو الفضل ہوئی۔ عبد اللہ جو حبرامت کہے جاتے ہیں عبید اللہ بن عباس یہ بھی فقیہ تھے معبد قثم۔ عبد الرحمان۔ ام حبیبہ لڑکی ساتویں اولاد تھی۔ انھیں ام الفضل کے متعلق عبد اللہ بن یزید ہلالی کہتا ہے "کسی شریف عورت نے جہاں تک ہمارا علم ہے نہ زمین ہموار پر ایسے بچے جنم دیئے نہ کوہستانی زمین پر"

[2] تاریخ خمیس جلد ا ص ۴۱۸ میں ہے کہ جب امام حسن متولد ہوے تو ام الفضل نے انھیں دودھ پلایا۔ اصابہ جلد ۴ ص ۴۸۳ میں ہے کہ ام الفضل نے جو خواب پیغمبر سے بیان کیا تھا وہ خواب انھوں نے امام حسینؑ کی ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور جب امام حسین پیدا ہوے تو ام الفضل نے انھیں دودھ پلایا۔ ۱۲

دوسری فصل

ولادت باسعادت

امام حسن کی ولادت باسعادت ۲ھ یا ۳ھ ۱۵ ماہ رمضان المبارک کو ہوئی۔ جو تمام مہینوں سے افضل اور سب سے بڑھکر بابرکت مہینہ ہے، جس کی عظمت وجلالت کی بنا پر اس کا نام ہی شہر اللہ پڑ گیا ہے، مولود مسعود کا چہرہ مہرہ ہو بہو پیغمبر سے ملتا جلتا اور پیدائش کی گھڑی ہی سے نبوت کے خصائل اور امامت کے محاسن آشکار وہویدا تھے۔

پیغمبر اسلام کو جب نواسہ کی ولادت کی خوشخبری ملی۔ فرط مسرت سے آپ باغ باغ ہو گئے۔ فوراً ہی خانۂ سیدہ کی طرف چل پڑے تاکہ اپنی پارہ جگر فاطمہ اور اپنے پیارے بھائی علی کو فرزند مسعود کی مبارکباد دیں اور مولود کو اپنی برکتوں سے فیضیاب کریں۔ جب علی کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے پکار کر کہا اسمار میرے فرزند کو لاؤ" اسمار زرد رنگ کے پارچہ میں بچہ کو لپیٹ کر لائیں آپ نے فوراً ہی وہ پارچہ نکال کر پھینک دیا اور فرمایا "میں نے کیا تمھیں تاکید نہیں کی تھی کہ مولود کو زرد رنگ کے پارچہ میں نہ لپیٹا کرو" پھر آپ نے بچہ کے منہ میں زبان دیکر اپنے لعاب دہن سے پہلی غذا دی اور دعا فرمائی "خداوندا میں اس بچہ کو

سلہ اصابہ جلد ا صفحہ ۳۲۸ استیعاب جلد ا صفحہ ۳۶۸ تاریخ خلفا سیوطی صفحہ ۱۲۳ دائرۃ المعارف لبنانی جلد ۷ صفحہ ۳۸ ان تمام مورخین نے ذکر کیا ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت ۳ھ کے ماہ مبارک کی ۱۵ تاریخ کو ہوئی۔ شذرات الذہب جلد ا صفحہ ۱۰ میں مرقوم ہے کہ حضرت کی ولادت ۵ شعبان کو ہوئی یہ قول غلط ہے۔ مصنف کو غالباً اشتباہ ہو گیا۔ امام حسین کے بجائے امام حسن لکھ گیا۔ کیونکہ امام حسینؑ ہی کی ولادت کی تاریخ ۵ شعبان مورخین نے ذکر کی ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ امام حسن کی ولادت ۲ھ میں ہوئی۔ فرید وجدی دائرۃ المعارف جلد ۳ صفحہ ۴۴۳ میں لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ کی ولادت ہجرت سے ۶ سال پہلے ہوئی۔ یہ قول اجماع مورخین کے خلاف ہے کیونکہ ہجرت سے پہلے تو حضرت امیر المومنینؑ کا نکاح بھی نہ ہوا تھا جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں

کیفیت ولادت میں مورخین لکھتے ہیں کہ جب وقت ولادت قریب آیا تو پیغمبر نے اسما بنت عمیس اور ام ایمن کو جناب معصومہ کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے آپ پر آیۃ الکرسی اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھ کر دم کیا (تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۴۷۰)۔

اسمار بیان کرتی ہیں کہ حسن کی ولادت کے وقت میں نے دایہ کے خدمات انجام دیے جس وقت حسن متولد ہوئے فاطمہ کے یہاں وہ سب باتیں دیکھنے میں نہ آئیں جو عام عورتوں کو زچگی میں پیش آتی ہیں میں نے پیغمبر خدا سے جاکر یہ بات عرض کی آپ نے فرمایا "تمھیں معلوم نہیں فاطمہ پاک وپاکیزہ ہیں انھیں نہ وقت ولادت ایسی باتیں پیش آتی ہیں نہ اور دنوں میں۔"

اور اس کی ذریت کو شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں (دائرۃ المعارف بستانی جلد ۷ صفحہ ۳۵)

اس کے بعد آپ نے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت (مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۳۹۱)

یہ بہترین آواز تھی جو خیر بنی آدم حضرت محمد مصطفےٰ نے اپنے فرزند کے کانوں میں پہونچائی حسن کے علاوہ دنیا میں کون ایسا خوش نصیب بچہ ہوگا جس کی زندگی کی ابتدا ایسی شاندار ہوئی ہو پہلی آواز جو حسن کے کانوں میں پہونچی وہ ان کے نانا محمد مصطفےٰ کی آواز تھی اور آواز بھی کیسی!!! اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ جیسے کلمات، ان ایمان آفرین بلکہ عین ایمان اور کل ایمان کلمات کے ساتھ پیغمبر اپنے نواسہ کا استقبال کرتے اور بچہ کے ذہن میں بٹھا دیتے ہیں تاکہ بچہ کی زندگی کا یہی نصب العین بن جائے اور حق کے اتباع اور باطل اور فتنوں سے کنارہ کشی اس کا اصل مقصد حیات ہو۔

اذان و اقامت کہنے کے بعد آنحضرت نے امیر المومنین کی طرف مڑ کر پوچھا۔

"تم نے اس بچہ کا کوئی نام بھی رکھا؟"

امیر المومنین نے عرض کی

"آپ پر سبقت میں کیسے کر سکتا تھا!"

پیغمبر نے فرمایا

"میں بھی خدا پر کیسے سبقت کر سکتا ہوں۔

چند ہی لمحوں کے بعد جبریل امین پیغمبر کی خدمت میں وحی لیکر آگئے اور کہا "خداوند حکیم ارشاد فرماتا ہے کہ اس بچہ کا نام حسن[۱] رکھئے (تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۷۰)

---

[۱] تاریخ خمیس میں یہ بھی مذکور ہے کہ امین وحی پیغمبر خدا کی خدمت میں نازل ہوئے اور فرمایا۔ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ علی آپ کے لیے ایسے ہی ہیں جیسے ہارون موسیٰ کے لیے تھے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ آپ اپنے اس فرزند کا نام ہارون کے فرزند کے نام پر رکھئے۔ پیغمبر نے پوچھا ہارون کے فرزند کا کیا نام تھا جبریل نے کہا شبر۔ پیغمبر نے فرمایا کہ میری زبان تو عربی ہے جبریل نے کہا آپ حسن نام رکھئے پیغمبر نے ایسا ہی کیا۔ (تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۷۰)

اسی سے ملتی جلتی روایت علامہ محسن عاملی طاب ثراہ نے اعیان الشیعہ میں بھی لکھی ہے۔

علامہ ابن اثیر اور علامہ دیار بکری لکھتے ہیں کہ حسن نام جاہلیت میں معروف نہ تھا (تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۷۰ اسد الغابہ)

تاریخ خمیس میں ہے کہ پیغمبر خدا نے ساتویں دن نام رکھا۔ لیکن یہ قول بعید ہے اس لئے کہ ولادت کے فوراً ہی بعد پیغمبر نے نام رکھا تھا جیسا کہ تمام مورخین نے ذکر کیا ہے۔

کوئی شک نہیں کہ یہ نام بہترین نام تھا اس کی عمدگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ خود خالق حکیم نے اس لفظ کو پسند کیا تاکہ نام کی خوبصورتی شخصیت کے حُسن وجمال کی آئینہ دار بن جائے۔

ولادت کو جب سات دن گذر گئے تو پیغمبر خدا نے امام حسن کا عقیقہ فرمایا اور قربانی میں ایک مینڈھا[۱] ذبح کیا اسی کے بعد عقیقہ اور قربانی مسلمانوں کے لیے سنت قرار پاگئی۔ سر کے جتنے بال اترے تھے اس کے ہموزن چاندی نقرا ومساکین کو خیرات[۲] میں دی۔ اور سر پر زعفران[۳] لگایا اور اسی دن ختنہ کیا[۴]۔

(بقیہ صفحہ)

فرمایا مجھے میرے فرزند کو دکھاؤ تم لوگوں نے نام کیا اس کا رکھا؟ لوگوں نے بتایا کہ حرب پیغمبر نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ حسن ہے پھر جب امام حسین پیدا ہوئے تو پیغمبر خدا تشریف لائے فرمایا میرے فرزند کو دکھاؤ تم نے اس کا نام کیا رکھا؟ لوگوں نے کہا حرب پیغمبر نے فرمایا نہیں بلکہ یہ حسین ہے پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا پیغمبر نے پوچھا کیا نام رکھا ہے لوگوں نے کہا حرب پیغمبر نے فرمایا نہیں بلکہ محسن۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے ان بچوں کا نام ہارون کے بچوں کے نام پر رکھا ہے ان کا نام شبر وشبیر تھا یہ حسن وحسین ہیں" لیکن یہ روایت گڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے پہلی وجہ اس کی موضوعیت کی تو یہ ہے کہ بنی ہاشم اور آل حرب (بنی اُمیہ) کی عداوت دنیا جانتی ہے لہذا اہلبیت کے لیے کیا باعث ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی جانی دشمن کے بزرگ حرب کے نام کو اتنا پسند کریں کہ اسی پر اپنے فرزند کا نام رکھیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جب امام حسنؑ کی ولادت کے وقت پیغمبرؐ خدا حرب نام رکھے جانے کو ناپسند فرما چکے تھے تو پھر امام حسین کی ولادت کے موقع پر اہلبیت کو یہ نام زبان پر لانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ تیسری وجہ یہ کہ محسن رسول کی زندگی میں پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ یہ تمام باتیں بتاتی ہیں کہ یہ روایت گڑھی ہوئی ہے۔ امام احمد نے امیرالمومنین سے روایت کی ہے کہ جب حسن پیدا ہوئے میں نے اپنے چچا حمزہ کے نام پر ان کا نام حمزہ رکھا۔ جب حسین پیدا ہوئے تو ان کا نام اپنے بھائی جعفر کے نام پر رکھا مجھے پیغمبر نے بلایا اور فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان دونوں بچوں کے نام بدل دوں چنانچہ آنحضرت نے حسن وحسین نام رکھے۔ یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ آپ نے اپنے دونوں نواسوں کے نام ولادت کے فوراً ہی بعد رکھے۔ نیز امام احمد نے جو روایت درج کی ہے اس کی طرف مورخین میں سے کوئی بھی نہیں گیا۔

[۱] دائرۃ المعارف بستانی جلد ۷، ص۳۸۔ تاریخ خمیس جلد ۱ ص۴۷۰ اعیان الشیعہ جلد ۴ ص۶ شبلنجی نے نورالابصار ص۱۰۸ پر اور فرغولی نے جوہرۃ الکلام ص۱۱۶ پر اور حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص۲۳۷ پر یہ روایت درج کی ہے کہ پیغمبر نے امام حسن وامام حسینؑ دونوں کے عقیقہ کے موقع پر دو مینڈھے ذبح کئے۔ یہ روایت ضعیف ہے، علامہ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس کی قدح کی ہے کہ اس روایت کا راوی سوار ہے اور وہ ضعیف الروایۃ ہے، دوسرے تمام ائمہ فقہ نے عقیقہ میں صرف ایک قربانی کرنا مستحب لکھا ہے۔

[۲] تاریخ خمیس جلد ۱ ص۴۷۰ نورالابصار ص۱۰۸ ان دونوں کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ بالوں کا وزن ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھا۔

[۳] خود پیغمبر خدا نے اپنے دست مبارک سے نواسہ کے سر پر زعفران لگائی۔ بحارالانوار میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کے سر پر خون لگایا جاتا۔ آنحضرت نے فرمایا خون ملنا جاہلیت کی عادت تھی آپ نے اسماء کو منع کیا کہ تم ایسا نہ کرنا۔ [۴] نورالابصار ص۱۰۸

کوئی شک نہیں کہ آج تک نہ ایسی ابوت دیکھنے میں آئی نہ ایسی شفقت وعطوفت اور محبت وپیار جیسی محبت وپیار کا مظاہرہ پیغمبر کی طرف سے اپنے نواسہ کے لیے ہوا۔

شجرِ امامت کا یہ پہلا ثمر تھا اور اس میں پیغمبر کے خد وخال نمایاں طور پر دیکھے گئے اس بچہ کی صورت ہوبہو پیغمبر کی صورت تھی۔ انس بیان کرتے ہیں کہ حسن سے بڑھ کر پیغمبر سے کوئی مشابہ نہ تھا مورخین ومحدثین نے امام حسن کی شکل وشمائل اور خد وخال جو ذکر کئے ہیں وہ بعینہٖ پیغمبر کی شکل وشمائل اور خد وخال پر منطبق ہوتے ہیں۔ رنگ انتہائی روشن اور سپید جس میں سرخی گھلی ہوئی تھی آنکھیں سیاہ، سر کے بال گھنے اور گھنگھریالے اعضا بھرے بھرے شانے چوڑے داڑھی گھنی تھی گردن ایسی جیسے چاندی کی صراحی ہو۔[1]

امام حسن جس طرح صورت شکل میں پیغمبر کے مشابہ تھے اسی طرح پیغمبر کے بلند اخلاق میں بھی مشابہت تامہ رکھتے تھے۔[2]

پیغمبر نے دیکھا کہ یہ میرا نواسہ میرے اخلاق اور میری بلندیٔ نفس کا نمونہ ہے اور میرے نور کی ایک کرن ہے، امت والے اس کے ذریعہ حق کے راستہ پر لگیں گے اور صراط مستقیم کی طرف یہ فرزند اُن کی رہبری کرے گا آپ نے اندازہ کیا کہ حسن کے ذریعہ میری تمناؤں کی تکمیل ہوگی۔ یہی باعث تھا کہ پیغمبر نے اپنی روحانیت کے فیوض وبرکات سے اپنے بچہ کو نہال کر دیا۔ عزت واحترام اور شفقت ومحبت سے پیش آتے اور پیدائش کے دن اور تربیت کے زمانہ ہی سے اپنی ساری عنایتیں ان کے لیے وقف کر دیں۔

تیسری فصل

زمانہ طفولیت

آپ کا بچپن انسانی نشو ونما کا بہترین نمونہ اور ذہانت وفطانت، اور اخلاق وآداب کا حیرت انگیز مجموعہ تھا، اس لئے کہ بلند ترین تربیت کے جملہ عناصر اور اسلام کے تمام مکمل ترین مثالی کردار آپ کے لئے مہیا تھے جیسے حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین ایسے نانا کی آغوش، علی مرتضیٰ جیسے باپ کا سایہ عاطفت اور فاطمہ زہرا جیسی ماں کی گود نصیب ہوا سے تہذیب وکمالات کا شاہکار ہونا ہی چاہیئے۔

علمائے نفسیات کا کہنا ہے، کہ بچہ اپنے عادات واخلاق، لوگوں سے میل جول اور زندگی کی

---

[1] تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۱۷ بستانی نے بھی دائرۃ المعارف جلد ۷ صفحہ ۳۸ پر مذکورہ بالا اوصاف میں سے بعض ذکر کئے ہیں۔

[2] تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۰ امام غزالی نے احیاء العلوم میں یہ حدیث لکھی ہے کہ پیغمبر خدا نے امام حسن سے فرمایا اشبہت خلقی و خلقی تم صورت وسیرت دونوں میں میرے مشابہ ہو ۱۲

جد وجہد میں بڑی حد تک مقلد ہوتا ہے۔ یہ تقلید کبھی شعوری اور ارادی ہوتی ہے لیکن زیادہ تر لاشعوری ہوتی ہے، اگر کسی بچہ کو مہذب اور پاکیزہ کردار اشخاص کی تقلید نصیب ہو جائے تو وہ اُن کے اخلاق اور جذبات سے پوری طرح متاثر ہوتا ہے اور یہ اثر پذیری شروع شروع تقلیدی طور پر ہوتی ہے لیکن جلد ہی عادت اور طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

اس کلیہ کی روشنی میں ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امام حسن اپنے عقلی خصوصیات اور اخلاقی کمالات میں خلاق عالم کا اولین شاہکار تھے، اس لئے کہ آپ اس گھر میں پلے بڑھے جس گھر میں روز و شب وحی کا نزول ہوتا رہتا تھا ایسے رسول کی آغوش میں تربیت پائی جن سے بہتر انسان اس زمین پر نہ ہوا، آپ نے اپنے نانا کو دیکھا کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اور عمر کی ہر ساعت مثالی اور دائمی زندگی کا بہترین نمونہ ہے۔ لوگوں کی ہدایت انھیں جادہ صواب پر لاتے ہیں آپ سرگرمی سے مصروف ہیں ہر انسان کی بھلائی اور بہبودی آپ کی زندگی کا نصب العین ہے۔ ان باتوں سے امام حسن کا متاثر ہونا ناگزیر تھا یہی وجہ تھی کہ بچپن ہی سے مسلمانوں کی خیرخواہی اور ان کی رہبری و ہدایت جینے کا واحد مقصود رہا مسلمانوں کی تعلیم و ہدایت اوا احکام شریعت کی تلقین میں ایسے اسلوب اختیار کرتے جو نرمی اور خوش اخلاقی کے بہترین مظاہر ہوتے امام حسن و امام حسین کمسنی کے زمانہ میں ایک راستہ سے گذر رہے تھے ایک ضعیف العمر انسان کو دیکھا کہ وضو میں مشغول ہے مگر اسے ٹھیک سے وضو کرنا نہیں آتا۔ جذبہ خیرخواہی اور شریعت کے پاس و لحاظ نے دونوں کے قدم روک لئے یہ گوارا نہ ہوا کہ اس بوڑھے کو چھوڑ کر چلے جائیں اور وضو کی صحیح کیفیت سے آگاہ نہ کریں۔ دونوں نے فرضی نزاع کی صورت اختیار کی اس ضعیف العمر کے سامنے ایک نے دوسرے سے تکرار کرنی شروع کی کہ تمھیں ٹھیک سے وضو کرنا نہیں آتا۔ پھر اس بوڑھے سے کہا ہم دونوں آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ فیصلہ کیجئے کہ ہم دونوں میں سے کس کا وضو ٹھیک ہے۔ دونوں نے وضو کیا ان کے وضو سے فارغ ہوتے ہی بوڑھے کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اس نے کہا شاہزادو! تم دونوں ہی ٹھیک وضو کرتے ہو مجھی کو وضو کرنا نہیں آتا تھا (بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۸۹)

یہ صرف ایک مثال تھی آپ کی تعلیم و ہدایت کی جو ثبوت ہے کہ پیغمبر کا خلق اور پیغمبر کے طور و طریق آپ کے دل و دماغ میں نقش ہو کر رہ گئے تھے۔

آپ بچپن ہی سے ذہن و ذکاوت اور عقل و فہم کے اس درجہ پر فائز تھے جو کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا جو بات سننے یا دیکھتے وہ ہمیشہ کے لیے یاد ہو جاتی آپ اپنے نانا کی خدمت میں برابر حاضر رہتے آنحضرت سے جو کچھ وحی آپ سنتے یاد کر لیتے، پھر اپنی مادر گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر ابتدا سے انتہا تک اس کو سنا دیتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت امیرالمومنین جب داخل بیت الشرف ہوتے تو جناب سیدہ کو اس روز کی وحیوں پر مطلع پاتے۔ جب متعجب ہو کر اس راز کو دریافت کرتے تو جناب سیدہ

فرماتیں کہ آپ کے فرزند حسن نے مجھ سے بیان کی ہیں۔ ایک روز امیرالمومنین نے گھر کے کسی گوشے میں چھپ کر امام حسن کی یہ کیفیت دیکھنی چاہی اتنے میں امام حسن داخل ہوئے اور اس روز جس قدر وحی کو سن اور یاد کر چکے تھے اپنی والدہ سے بیان کرنا چاہا مگر زبان مبارک رُک گئی اور بولا نہ گیا جناب سیدہ اس پر نہایت متعجب ہوئیں امام حسن ہی نے اس مخفی راز کو بھی دریافت کر لیا اور فرمایا

یا اماہ لا تعجبی مما عرانی فان کبیرا یرعانی

آپ متحیر نہ ہوں کیونکہ معلوم ہوتا ہے میرے کوئی بزرگ میرا کلام سننا چاہتے ہیں اور اُن کے رعب نے میری زبان بند کر دی ہے (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۶ ص۱۳۵)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی۔

"اماں میرا بیان رکتا ہے میری زبان عاجز ہو رہی ہے غالباً میرے کوئی بزرگ میرا کلام سننا چاہتے ہیں"

یہ سن کر امیرالمومنین اس گوشے سے نکل آئے۔ اور امام حسن کو گود میں لے کر آپ کا منہ چوم لیا (بحار الانوار جلد ۱ ص۱۹۳)

چوتھی فصل

پیغمبر کی محبت و شفقت اور تعظیم و تکریم

حضرت سرور کائنات نے مسلمانوں کے درمیان ہر ممکن ذریعہ اپنے نورنگاہ امام حسن کے فضائل کی تبلیغ و اشاعت کی۔ اُٹھتے بیٹھتے اپنی بے پایاں محبت اور انتہائی تعلق خاطر کا مظاہرہ کیا ہر موقع پر ان کی جلالت و اہمیت جتلائی کبھی خصوصی طور پر تنہا ان کے مناقب و محامد بیان کئے، کبھی دونوں نواسوں کا یکجائی تذکرہ کیا۔ کبھی باپ ماں اور بھائی کے ساتھ ان کے فضائل ذکر کئے۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کے متعلق حسب ذیل ارشادات پیغمبر ہیں۔

من سرہ ان ینظر الی سید شباب اھل الجنۃ فلینظر الی الحسن جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ سردار جوانان جنت کو دیکھے، اسے چاہیئے کہ حسن کو دیکھے۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۳۵ فضائل الاصحاب ص۱۶۵)

الحسن ریحانتی من الدنیا (استیعاب جلد ۲ ص۳۶۹) حسن میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

ایک مرتبہ پیغمبر منبر پر تشریف فرما تھے امام حسن آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے آنحضرت کبھی مسلمانوں

ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین ؎۱

میرا یہ فرزند سردار ہے خداوند عالم اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا

صحابی پیغمبر براء ابن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر کو دیکھا کہ امام حسن آپ کے کاندھے پر تھے اور آنحضرت فرما رہے تھے۔

اللھم انی احبہ فاحبہ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۳۴) خداوندا میں اس بچہ کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ ایک دن پیغمبر حسن کو کاندھے پر بٹھائے تھے راستہ میں ایک شخص ملا اس نے کہا بچے کتنی اچھی سواری پر تم بیٹھے ہو آنحضرت نے فرمایا یہ خود بھی کتنا اچھا سوار ہے (صواعق محرقہ ص۸۲ وحلیۃ الاولیا) پیغمبر کی محبت یہاں تک پہونچی کہ اکثر ایسا ہوتا کہ پیغمبر نماز میں مشغول سجدہ میں ہوتے امام حسن آتے اور پیغمبر کی پشت مبارک پر بیٹھ جاتے رسالتمآب بچے کو پشت پر بٹھائے سجدہ کو طولانی کر دیتے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۳۳) کبھی رکوع کی حالت میں ہوتے اور نواسہ کی خاطر دونوں پیر پھیلا دیتے تاکہ بچہ دوسری طرف نکل جائے (اصابہ جلد ۲ ص۱۱)

ایک مرتبہ آنحضرت مغرب یا عشا کی نماز میں مشغول تھے ایک سجدہ کو آپ نے بہت طول دیا نماز تمام ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا یہ فرزند حسن میری پشت پر بیٹھ گیا تھا میں نے جلدی سے اُسے اُتارنا پسند نہ کیا (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۳۳)

ایک دن آپ منبر پر خطبہ ارشاد فرمانے تشریف لے گئے امام حسن آئے اور منبر پر نانا کے پاس پہونچ گئے پیغمبر نے انھیں اپنی گردن پر بٹھا لیا۔ خطبہ تمام ہونے تک حسن اسی طرح گردن پر بیٹھے رہے (الجار اللاولا)

؎۱ پیغمبرؐ خدا نے یہ بات بارہا فرمائی۔ علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ ص۸۲ پر حضرت ابی بکرہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے حسن جو اس وقت بہت کم سن تھے آئے اور پیغمبر خدا کی پشت پر بیٹھ گئے پھر گردن پر آنحضرتؐ نے انھیں بہت نرمی سے اُتارا نماز سے فارغ ہونے پر ہم لوگوں نے پیغمبر سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو اس بچے کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں جو کسی کے ساتھ نہیں کرتے آنحضرت نے فرمایا یہ میری خوشبو ہے اور یہ سردار ہے۔ مجھے امید ہے کہ خداوند عالم اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ عقد فرید جلد ا ص۱۹۲ میں ہے کہ پیغمبر خدا اپنی پارہ جگر فاطمہ کے یہاں آئے حسن جو بچے تھے دیکھا کہ اُن کے آگے کھیل رہے ہیں آپ نے فرمایا خداوند عالم عنقریب تمہارے اس فرزند کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

؎۲ براء ابن عازب انصاری تھے ان کی کنیت ابو عمارہ تھی۔ پیغمبرؐ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھے مگر پیغمبر نے جہاد کی اجازت نہ دی۔ حضرت علیؑ کے ہمراہ جنگ جمل ونہروان وصفین میں شریک تھے مصعب بن زبیر کے زمانہ میں انتقال کیا

جلد ۶ صفحہ ۵۸)

یہ چند حدیثیں منجملہ ان احادیث کے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ امام حسن کے متعلق پیغمبر سے مروی ہیں وہ حدیثیں جن میں پیغمبرؐ نے دونوں شاہزادوں کا یکجائی تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں

الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ (صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۴)

حسن وحسین سردار ہیں جوانان اہل جنت کے۔

الحسن والحسین ریحانتای من الدنیا (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۴) حسن وحسین میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

الحسن والحسین سبطان من الاسباط (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۴) حسن وحسین دو امت ہیں امتوں میں سے۔

انس بن مالک صحابی پیغمبر ناقل ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا۔

احب اھل بیتی الی الحسن والحسین (صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۰۶) میرے گھر والوں میں سب سے زیادہ میرے چہیتے حسن وحسین ہیں۔

ایک مرتبہ پیغمبرؐ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن وحسین جن کے جسموں پر سرخ رنگ کی قمیضیں تھیں گرتے پڑتے مسجد میں پہونچے پیغمبر منبر سے اُترے دونوں شاہزادوں کو اُٹھایا اور اپنے پاس منبر پر لیجا کر بٹھایا اور ارشاد فرمایا سچ کہا ہے خداوند عالم نے انما اموالکم واولادکم فتنہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہے میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے اپنی تقریر چھوڑ کر ان بچوں کو اُٹھا لیا (صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۰۶)

ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ایک مرتبہ اس شان سے برآمد ہوئے کہ حسن وحسین آپ کے کاندھوں پر سوار تھے آنحضرت کبھی ایک بچہ کا منہ چومتے تو کبھی دوسرے کا۔ جب آنحضرت ہم لوگوں کے قریب پہونچے تو ارشاد فرمایا، من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۲۳)

سلمان فارسی سے مروی ہے کہ پیغمبرِ خدا کو ارشاد فرماتے میں نے سنا

الحسن والحسین ابنای من احبھما احبنی ومن احبنی احبہ اللہ ومن احبہ اللہ ادخلہ الجنۃ	حسن وحسین دونوں میرے فرزند ہیں جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اسے خدا محبوب رکھے گا

ابغضنی ابغضہ اللہ ومن ابغضہ اللہ ادخلہ النار

(مستدرک حاکم جلد ۳ ص۱۶۶)

اور جس نے دشمنی کی ان دونوں سے اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اسے خدا دشمن رکھے گا اور جسے خدا دشمن رکھے گا اسے جہنم میں ڈالے گا

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ ایک شب کسی ضرورت سے میں پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا دروازہ کھٹکھٹانے پر پیغمبرؐ کچھ آغوش میں لئے ہوئے نکلے۔ مجھے پتہ نہ چلا کہ کیا ہے جب میں اپنی گفتگو سے فارغ ہوا تو پیغمبرؐ سے پوچھا کہ یہ کیا آپ آغوش میں لئے ہیں آپ نے چادر ہٹائی تو دیکھا حسن وحسین تھے آنحضرت نے فرمایا یہ دونوں میرے فرزند اور میری پارہ جگر کے لال ہیں خداوندا میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو انھیں بھی محبوب رکھ اور ان لوگوں کو بھی جو انھیں محبوب رکھیں (کنز العمال جلد ۷ ص۱۱۰ صواعق محرقہ ص۱۱۴)

جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ حسن وحسین آپ کی پشت پر سوار ہیں اور آپ فرما رہے ہیں بہترین اونٹ تمھارا اونٹ ہے اور بہترین سوار تم دونوں ہو۔ (کنز العمال جلد ۷ ص۱۰۸)

نیز پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا الحسن والحسین امامان ان قاما وان قعدا (بحار الانوار جلد ۱۰ ص۷۸) حسن وحسین دونوں امام ہیں چاہے اپنے حقوق کی طلب میں اٹھیں چاہے بیٹھ رہیں۔

نزہتہ المجالس جلد ۲ ص۱۸۴ اتحاف بحب الاشراف ص۱۲۹ پر ہے کہ پیغمبر نے امام حسن وامام حسین سے فرمایا تم دونوں امام ہو اور تمھاری ماں کو حق شفاعت حاصل ہے۔

امام حسینؑ کے متعلق ایک مرتبہ آپ نے فرمایا یہ امام ہے امام کا فرزند ہے امام کا بھائی ہے نو اماموں کا باپ ہے (منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۴ ص۲۱۰)

پیغمبر خدا نے اپنے ان مذکورہ بالا ارشادات سے اہلبیت میں امامت کی بنیاد قائم کی اور اپنے دونوں نواسوں کو مسلمانوں کا دینی و دنیوی سردار قرار دیا ہے۔

وہ حدیثیں جن میں پیغمبر نے امام حسنؑ کا ذکر اور اُن کی عظمت وجلالت کا اظہار اُن کے والدین اور بھائی کے ساتھ کیا ہے اُن میں سے چند یہ ہیں۔

ابو ہریرہ اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے علی وفاطمہ اور حسن حسین کی طرف نظر کی اور ارشاد فرمایا

انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۳۶ سنن ابن ماجہ ص۱۴ کنز العمال جلد ۷ ص۱۰۲) جس سے تمھاری جنگ اس سے میری جنگ جس سے تمھاری صلح اس سے میری صلح

من احبنی واحب ھذین و اباھما وامھما کان معی فی درجتی یوم القیامة

جامع ترمذی جلد ۲ ص۳۰۱ ینابیع المودۃ ص۱۶۴

جس نے مجھے محبوب رکھا ان دونوں بچوں اور ان کے باپ اور ماں کو محبوب رکھا وہ بروز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

جناب ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے فاطمہ سے کہا اپنے شوہر اور بچوں کو میرے پاس بلالاؤ جناب معصومہ بلا لائیں آپ نے انھیں خیبری چادر اوڑھائی پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر ارشاد فرمایا۔

اللھم ھولاء آل محمد فاجعل صلواتك وبرکاتك علیٰ آل محمد کما جعلتھا علیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید (کنز العمال جلد ۷ ص۱۰۳)

خداوندا یہ ہیں محمد کے گھر والے ان کے لئے اپنی رحمتیں اور برکتیں اسی طرح قرار دے جس طرح تونے آل ابراہیم کے لئے قرار دی ہیں تو پاک و پاکیزہ اور لائق مدح وستائش ہے۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے چادر اٹھائی تاکہ میں بھی اس میں داخل ہو جاؤں پیغمبر نے چادر میرے ہاتھ سے کھینچ لی اور ارشاد فرمایا تم خیر پر ہو۔

آنحضرت نے ارشاد فرمایا

انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ واھل بیتی لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض (مستدرک حاکم جلد ۳ ص۱۴۸ مسند احمد ص۱۷ کنز العمال جلد ۱ ص۴۴ صواعق محرقہ ص۸۹)

میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک خدا کی کتاب دوسرے میری عترت واہل بیت یہ دونوں اس وقت تک جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہونچ جائیں۔

حضرت سرور کائنات نے کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کو وابستہ و پیوستہ اور ان سے تمسک مسلمانوں کے لئے مہلکوں اور خطاؤں سے بچنے کا سبب قرار دیا ہے۔ امام حسن عترت پیغمبر میں داخل اور قرآن مجید کی نظیر تھے کہ جس طرح قرآن ہر شے کے علم کو محیط اور باطل سے پاک و صاف ہے اسی طرح امام حسن بھی ہر چیز کے عالم اور خطاؤں سے معصوم تھے۔

نیز پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا۔

مثل اھلبیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا ھلك

(صواعق محرقہ ص۱۱۱) میرے اہل بیت کی مثال تم لوگوں میں کشتی نوح جیسی ہے جو اس کشتی پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے گریز کیا وہ ہلاک ہوا۔

امام حسنؑ پیغمبرؐ کے اہل بیت ہیں اور پیغمبر کے سب سے زیادہ چہیتے اور محبوب تھے لہذا آپ سے تمسک اور

آپ کی پیروی دنیا و آخرت کے مہلکوں سے نجات کا ذریعہ تھی یہ بات یقینی ہے کہ پیغمبر کی امام حسن سے ایسی محبت و شفقت اُن کی ایسی غیر معمولی عزت و تکریم جذبہ محبت کی بنا پر نہ تھی کیونکہ پیغمبر عام انسانوں کے جذبات و میلانات سے کہیں بلند تھے آپ جو کچھ کہتے تھے وہ وحی ربانی کی ترجمانی ہوتی تھی خود خداوند حکیم و علیم کی مشیت و مرضی تھی کہ پیغمبر خدا مسلمانوں پر حسن کی عظمت و بزرگی واضح کریں۔ ہم جب قرآن مجید پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خود خداوند عالم نے اپنے آیات کے ذریعہ اہل بیت کے عظمت، و جلالت کا اعلان کیا اور اُن کی محبت و اُلفت اور تعظیم و تکریم مسلمانوں پر واجب کی ارشاد الٰہی ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کہدو اے رسول کہ ہم تم سے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتے سوا اس کے کہ تم میرے قرابتداروں سے محبت رکھو عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے پیغمبر سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے وہ کون قرابتدار ہیں جن کی طاعت آپ نے ہم پر واجب کی ہے، پیغمبر نے فرمایا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۰۶ تفسیر نیشاپوری جلد ۳ تفسیر سورہ شوریٰ درمنثور جلد ۷ صفحہ نور الابصار صفحہ ۱۰۱) خود امام حسن نے اپنی بعض تقریروں میں ارشاد فرمایا کہ میں اس اہل بیت کا ایک فرد ہوں جن کی مودت خداوند عالم نے ہر مسلمان پر فرض کی چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ [1]

اور منجملہ ان آیات کے جو اہل بیت کی عظمت و جلالت اور علوے مرتبت کو ثابت کرتی ہیں آیہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا (اے اہلبیت خداوند عالم تمھیں تمام کثافتوں سے ایسا پاک و پاکیزہ کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حق ہے پاک و پاکیزہ کرنے کا) ہے یہ آیت صریحی طور پر اہلبیت طاہرین کی عصمت، تمام کثافتوں سے پاکیزہ و طاہر اور جملہ معاصی سے مبرا ہونے پر دلالت کرتی ہے یہ بزرگی اور کرامت تنہا اہل بیت ہی کو حاصل ہوئی کسی اور کو نہیں اکثر علمائے تفسیر و حدیث نے اس آیت کے متعلق صراحت کی ہے کہ یہ پنجتن پاک کے متعلق نازل ہوئی (تفسیر کبیر فخر الدین رازی جلد ۶ صفحہ ۷۸۳ تفسیر نیشاپوری جلد ۳ تفسیر سورہ احزاب صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۰۷)

خود امام حسن نے اپنے بعض خطبات میں اپنے اس خصوصی فضل و شرف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا وانا من اھل البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے خداوند عالم نے ہر کثافت کو دور کیا اور انھیں اس طرح پاک و پاکیزہ کیا جیسا کہ پاکیزہ کرنے کا حق ہے۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۸۶)

---

[1] مجمع البیان تفسیر سورہ شوریٰ جز ثانی صفحہ ۲۹ اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام شافعی فرماتے ہیں یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ اے اہلبیت رسول خدا آپ کی محبت خدا کی طرف سے فرض ہے جس کا حکم خدا نے قرآن میں نازل فرمایا (صواعق محرقہ صفحہ ۸۸)

... شرکت کے اظہار
کے لئے خداوند عالم نے قرآن مجید کا ایک پورا سورہ یعنی سورہ ہل اتیٰ نازل فرمایا جیسا کہ اکثر ائمہ تفسیر و حدیث نے ذکر کیا ہے۔ مفسرین اس سورہ کے سبب نزول میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حسنؑ و حسینؑ بیمار ہوئے تو حضرت رسول خدا کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کو تشریف لائے اور جناب امیرؑ سے فرمایا بہتر ہوتا اگر تم اپنے لڑکوں کی صحت کے واسطے نذر کرتے۔ یہ سنتے ہی جناب امیرؑ، فاطمہ زہرا اور فضہ نے تین تین روزوں کی نذر کی۔ غرض جب دونوں صاحبزادے اچھے ہوئے اور نذر کے پورے کرنے کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہیں تھا۔ جناب امیر نے شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لیے۔ جناب سیدہ نے ایک صاع جو پیا اور پانچ روٹیاں پکائیں شام کو کھانا ہی چاہتے تھے کہ ایک سائل نے آواز دی السلام علیکم یا اھل بیت محمد میں ایک مسلمان مسکین ہوں مجھے کھانا دو خدا تمھیں جنت کے خوان عطا کرے گا۔ یہ آواز سنتے ہی سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں دے دیں اور فقط پانی پی کر سو رہے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھا حسب دستور جناب سیدہ نے پھر پانچ روٹیاں پکائیں اور کھانے بیٹھے کہ ایک یتیم نے آواز دی اور سب نے اپنی اپنی روٹی اس کو دے دی اور صرف پانی سے افطار کیا۔ تیسرے روز پھر افطار کرنے بیٹھے تھے کہ ایک قیدی نے آواز دی اور تیسرے دن بھی سب بزرگواروں نے اپنی اپنی روٹی دے دی چوتھے دن صبح کو جناب امیر نے صاحبزادوں کے ہاتھ پکڑے اور حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب رسول اللہ کی نظر پڑی اور دیکھا کہ بھوک کی شدت سے کانپ رہے ہیں تو آپ انھیں دیکھ کر گھبرا اٹھے سب کے چہرے زرد اور کمزوری کی وجہ سے سب کے بدن بید کی طرح لرزاں تھے آپ چیخ پڑے واغوثاہ اھل بیت محمد عوتون جوعًا خدایا مدد! محمد کے گھر والے بھوک کی وجہ سے قریب ہلاکت ہیں۔ پھر خود اٹھے اور ان کے ساتھ جناب سیدہ کے مکان میں آئے تو فاطمہ زہرا کو محراب عبادت میں دیکھا کہ ان کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی ہے اور آنکھیں دھنس گئی ہیں یہ دیکھ کر حضرت کو بہت رنج ہوا کہ یکایک حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا لیجئے یا رسول اللہ مبارک ہو آپ کو کہ خدا نے یہ سورہ آپ کے اہل بیت کی شان میں نازل کیا ہے اور سورہ دہر کی تلاوت فرمائی۔

(ترجمہ کلام اللہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم۔ تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ سطر ۲۹ مطبوعہ مصر تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۹۲ تفسیر نیشاپوری جلد ۳ تفسیر روح البیان جلد ۶ صفحہ ۵۲۶ وغیرہ)

یہ مسلسل عنایتیں اور عزت و تکریم کی صورتیں تھیں جن سے خداوند عالم نے امام حسنؑ اور ان کے والدین اور بھائی کو سرفراز کیا اور وہ فضیلت و بزرگی بخشی جو ان کے سوا کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی۔

آیت مباہلہ ہے جس میں خداوند عالم نے پیغمبر خدا کو نصاریٰ نجران سے مباہلہ کرنے کا حکم اور تاکید کی کہ اپنی رسالت و نبوت کے ثبوت میں ان افراد کو لے کر مباہلہ کے لئے جاؤ۔ جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ نجران کے پادری اور عیسائیوں کے علماء اسلام کے متعلق بحث و مباحثہ کرنے مدینہ پہونچے۔ آنحضرتؐ نے انھیں اسلام کے حقائق و معارف سے آگاہ کیا اپنی نبوت کے دلائل پیش کئے اور انھیں اسلام کی دعوت دی مگر نجران والوں کو منظور نہ ہوا بات بڑھتی گئی آخر آپ نے حکم خدا سے قسما قسمی کی ٹھہرائی جسے مباہلہ کہتے ہیں اور یہ قول و قرار ہوا کہ فلاں جگہ فلاں وقت ہم اور تم دونوں اپنے اپنے بیٹے عورتوں اور جانوں کو لیکر جمع ہوں اور ہر ایک دوسرے پر لعنت کرے اور خدا سے عذاب کا خواستگار ہو جس دن یہ مباہلہ ہونے والا تھا اصحاب بن سنور کر در دولت پر اس امید میں جمع ہوئے کہ شاید آپ ہمراہ لے لیں مگر آپ نے تڑکے حضرت سلمان کو ایک سرخ کمبل اور چار لکڑیاں دے کر اس میدان میں ایک چھوٹا سا سائبان کھڑا کرنے کو روانہ کیا اور خود اس شان سے برآمد ہوئے کہ امام حسین کو بغل میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ تھاما اور جناب سیدہ کو اپنے پیچھے لیا اور حضرت علی کو اُن کے پیچھے۔ خلاصہ یہ کہ آپ نے بیٹوں کی جگہ نواسوں اور عورتوں کی جگہ اپنی صاحبزادی جناب فاطمہؑ کو اور اپنی جان کی جگہ حضرت علیؑ کو لیا اور دعا کی کہ خداوندا ہر نبی کے اہل بیت ہوتے ہیں یہ میرے اہل بیت[۱] ہیں ان کو ہر برائی سے دور اور پاک و پاکیزہ رکھ۔ الغرض جب آپ اس شان سے میدان میں پہونچے تو نصاریٰ کا سردار عاقب ان کی طرف

[۱] بعض حضرات نے اس آفتاب جیسی روشن حقیقت پر بھی پردے ڈالنے اور اہل بیت طاہرین کی اس عظیم فضیلت سے انکار کرنے کی کوشش کی ہے علامہ حلبی اصل واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "حضرت عمر نے پیغمبر خدا سے دریافت کیا کہ اگر آپ نجران والوں پر لعنت کرتے تو کس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر۔ آنحضرت نے فرمایا علی و فاطمہ حسن و حسین اور عائشہ و حفصہ کا یعنی عائشہ و حفصہ کی زیادتی پر خداوند عالم کا یہ قول دلالت کرتا ہے ونسائنا و نسائکم سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۰

حلبی کے بعد ابن کثیر دمشقی کا نمبر ہے انھوں نے سارا واقعہ ذکر کیا مگر حضرت علیؑ کا نام اس واقعہ مباہلہ میں لیا ہی نہیں۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز روایت وہ ہے جسے سیوطی نے درمنثور میں ابن عساکر دمشقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے آیہ مباہلہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر یا ان کی اولاد کو بلایا

ہیں علامہ حلبی سے اس موقع پر صرف اتنا پوچھنا ہے کہ اگر آپ کا کہنا صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ پیغمبر خدا نے اہل بیت کے ساتھ عائشہ و حفصہ کو بھی ساتھ لیا اور اس پر نسائنا و نسائکم شاہد ہے تو پیغمبر نے دیگر ازواج کو کیوں نہیں بلایا وہ بھی تو ازواج رسول اور امہات المومنین میں داخل تھیں۔ اس تفریق کی وجہ اس کے سوا اور

دیکھ کر اپنے لوگوں سے کہنے لگا، خدا کی قسم میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے کو کہیں گے تو یقیناً ہٹ جائے گا اسی میں خیریت ہے کہ مباہلہ سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ قیامت تک نسل نصاریٰ سے ایک نہ بچے گا آخر ان لوگوں نے جزیہ دینا منظور کیا تب آپ نے فرمایا کہ واللہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو خدا ان کو بندر سور کی صورت میں مسخ کر دیتا اور یہ میدان آگ بن جاتا اور نجران کا ایک متنفس حتی کہ چڑیاں بھی نہ بچتیں

(تفسیر کبیر فخرالدین رازی جلد ۶ صـ۷۸۳ تفسیر نیشاپوری جلد ۳ تفسیر سورہ احزاب صحیح مسلم جلد ۲ صـ۳۱۲ تفسیر درمنثور جلد ۵ صـ۱۹۹ ترجمہ کلام اللہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم)

یہ عظمت وجلالت تھی اہل بیت پیغمبرؐ کی اور یہ خدا اور رسولؐ کی طرف سے عزت وتوقیر تھی فرزند رسول امام حسن کی۔ حالانکہ ابھی آپ نے بچپن کے حدود بھی پوری طرح سے طے نہ کئے تھے خداوند عالم نے آپ کی محبت والفت تمام مسلمانوں پر فرض کی کیونکہ آپ پیغمبر کے چہیتے اور نزدیک ترین رشتہ داروں میں تھے۔ آپ کو ہر قسم کی کثافتوں سے پاک وپاکیزہ قرار دیا کیونکہ آپ اہل بیت کی ایک فرد تھے آپ جنت کے جوانوں کے سردار تھے۔ کون اندازہ کر سکتا ہے اس بزرگی وکرامت کا اور کون سی فضیلت اُن کی اس فضیلت کے مقابل میں لائی جا سکتی ہے۔ آپ کے یہ خصوصی فضل وشرف روز اول ہی سے مسلمانوں میں مشہور تھے شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو جس نے پیغمبر کی زیارت کی ہو اور امام حسن کی اہمیت اور اسلام میں ان کے علوئے مرتبت سے ناواقف رہا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے اصحاب پیغمبر کے امام حسن کی تعظیم وتکریم میں انتہائی اہتمام کرتے۔ جو آپ سے ملتا دیدہ ودل آپ کے لئے فرش راہ کرتا۔ عبداللہ بن عباس جو حبرالامۃ کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اُن کی کیفیت یہ تھی کہ امام حسن یا حسین جب سواری پر بیٹھتے تو یہ رکاب پکڑ کر بیٹھنے میں مدد دیتے اور اُن کے کپڑے برابر کرتے۔ کسی ناواقف نے ایک مرتبہ اعتراض بھی کیا کہ آپ رشتہ میں بھی بزرگ ہیں اور سن میں بھی آپ کیوں اتنی خاکساری برتتے ہیں؟ ابن عباس نے جھڑک کر جواب دیا تمہیں معلوم نہیں یہ دونوں کون ہیں؟ یہ پیغمبر کے فرزند ہیں۔ پھر کیا خداوند عالم نے پیغمبر کے صدقے میں ہمیں جن نعمتوں سے مالامال کیا اُن کا شکریہ یہ نہیں کہ میں ان دونوں کی رکاب تھاموں اور اُن کے کپڑے برابر کروں (تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صـ۲۱۲ مناقب شہر ابن آشوب جلد ۲ صـ۱۴۳)

مسلمانوں کی نگاہوں میں ان کی عظمت وجلالت کی کیفیت یہ تھی کہ جب یہ دونوں شاہزادے خانہ کعبہ کا طواف کرتے تو ان کو سلام کرنے اور ان کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے مسلمانوں کا اتنا زبردست ہجوم ہو جاتا جس کی کبھی نظیر نہیں ملتی (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صـ۳۷)

پیغمبر کو بھی بارہا ایسا کرتے دیکھ چکے تھے (جیسا کہ بلاذری نے اپنی کتاب الاشراف میں بیان کیا ہے)

رسول کی اس تعظیم و توقیر کے بعد مسلمانوں کا بھی فریضہ تھا کہ فرزند رسول کے احترام میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے

چوتھی فصل

عظیم ترین مصیبت

امام حسن نے زندگی کی چند بہاریں اپنے نانا کے سایہ عاطفت میں گذاریں آنکھیں خنک اور دل مسرتوں سے بھرپور تھا۔ زندگی کا ہر آنے والا دن مسرت و سعادت کا تازہ پیام لیکر آتا تھا۔ پیغمبر کی روز افزوں محبت و شفقت کا لطف اُٹھاتے۔ بزرگان صحابہ کی عطوفت اور اُن کی تعظیم و تکریم کا مشاہدہ کرتے آپ نے پیغمبر کی جانکاہیوں کے نتیجہ میں دیکھا کہ اسلام دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا جا رہا ہے لوگ جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے جا رہے ہیں اور اب مکہ معظمہ پر بھی پیغمبر کا اقتدار قائم ہے وہ مکہ جو جزیرہ نمائے عرب کا سب سے عظیم شہر تھا خانہ کعبہ اصنام اور ہر قسم کی کثافتوں سے پاک کیا جا چکا ہے، جہاں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش ہوتی تھی وہاں خدائے واحد و یکتا کے لئے سر جھکایا جاتا ہے۔ آپ کی زندگی کے خوشگوار دن یوں ہی گذر رہے تھے کہ دفعتہً ہوا پلٹی زمانہ نے رنگ بدلا اور دلوں کو ایک مخفی خوف اور اندرونی حزن و اندوہ نے ڈھک لیا پیغمبر کی جدائی کی گھڑیاں قریب آگئیں اور اس دنیا سے رخصت ہونے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جبریل امین نے آکر خدا کا یہ پیغام سنایا کہ انك میت وانھم میتون اے پیغمبر آپ بھی زندہ نہ رہیں گے اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔ آنحضرت فرمایا کرتے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ دن کب آئے گا۔ سورہ نصر کے نازل ہونے کے بعد یہ کیفیت تھی پیغمبر کہ نماز کے لئے جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہنے کے بعد کچھ دیر سکوت کرتے اور الحمد شروع کرنے کے پہلے فرماتے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرے دل نے بتایا ہے کہ اب میں کچھ ہی دنوں کا مہمان ہوں (مناقب بن شہر آشوب جلد ۱ ص۱۲۷) جبریل امین ہر سال قرآن مجید آپ کی خدمت میں ایک مرتبہ پڑھا کرتے اس سال دو مرتبہ دوہرایا۔ یہ بات بھی قرینہ تھی کہ حضور کے وصال کا زمانہ قریب آپہونچا (خصائص کبیری جلد ۲ ص۳۶۸)

پیغمبر خدا خلائق کی ہدایت اور اُن کو گمراہی و ضلالت سے نکالنے میں بہت جانکاہ اذیتیں اُٹھا چکے

دل میں اور بےچینی پیدا کردی کہ آپ مشن اور مقصد بعثت کو جلد پایۂ تکمیل تک پہونچا دوں اور اپنے بعد کے لئے ایسا لائحۂ عمل مقرر کردوں جو مسلمانوں کی دائمی نیکبختی اور اُن کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو اسی غرض سے آپ نے سنہ ۱۰ھ میں حج کا ارادہ کیا جو تاریخ میں حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے حج کے لئے آئے ہوئے مسلمانوں کے مجمع میں بار بار اعلان فرمایا یا ایھا الناس انی ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی اے لوگوں میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا دوسرے میرے عترت و اہلبیت (صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۳۰۸)

حج سے فراغت کرکے آنحضرت مدینہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے جب غدیر خم میں پہونچے تو جبریل امین خدا کا حکم لیکر آئے کہ آپ اس سرزمین پر اتر پڑیں اور اپنے بعد کے لئے علی کی جانشینی کا اعلان عام فرمادیں تاکہ آپ کے بعد مسلمانوں کے وہی سربراہ اور اُن کے تمام امور کے نگراں ہوں۔ اس موقع پر جو آیت نازل ہوئی اس کی لفظیں غور کرنے کے قابل ہیں کہ قدرت کو کتنا اہتمام مقصود تھا علی کے تقرر میں اور کتنی سختی سے پیغمبر کو تاکید کی گئی تھی کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں تامل نہ کیا جائے ارشاد ہوا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔ اے رسول آپ پہونچا دیجئے اس حکم کو جو آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے کار رسالت انجام ہی نہیں دیا (گھبرایئے نہیں) خداوند عالم آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

پیغمبر خدا قدرت کی اس تاکید شدید پر گھبرا گئے باوجودیکہ دوپہر کا وقت تھا چلچلاتی دھوپ اور گرمی بلا کی تھی آپ فوراً سواری سے اُتر پڑے۔ صحابہ کو حیرت تھی کہ آخر اس شدید گرمی اور دوپہر کے وقت رکنے کی کیا وجہ ہوئی اور وہ بھی ایسی جگہ جہاں نہ سبزہ ہی ہے نہ سایہ دار درخت رتیلی زمین پر پیر جلے جلتے ہیں پیغمبر نے انھیں بتایا کہ خدا کا یہی حکم ہے اور آپ نے انھیں منزل کرنے کا حکم دیا جو آگے بڑھ چکے تھے انھیں واپس بلایا گیا جو پیچھے تھے اُن کا انتظار کیا گیا جب سب اکٹھا ہوگئے تو آپ نے انھیں نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہوکر حکم دیا کہ کجاووں کا منبر تیار کیا جائے منبر تیار ہوجانے کے بعد آپ ایک لاکھ یا اس سے زائد مسلمانوں کے مجمع میں منبر پر تشریف لے گئے بعد حمد و ثنائے الٰہی آپ نے فرمایا ایھا الناس یوشک ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانکم مسئولون فما انتم قائلون اے لوگو قریب ہے کہ مجھے بلایا جائے اور مجھے جانا پڑے مجھ سے بھی سوال ہوگا اور تم سے بھی پوچھا جائے گا تم بتاؤ تم لوگ کیا کہنے والے ہو۔

سارے مجمع نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پوری تبلیغ کی ہمیں راہ راست پر لانے کی جد وجہد

کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنت حق ہے جہنم حق ہے موت کے بعد پھر زندہ ہونا حق ہے اور قیامت آکر رہے گی اس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ کہ خداوندعالم تمام قبروں سے مردوں کو دوبارہ زندہ کرکے اُٹھائے گا۔ مجمع نے کہا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں آنحضرت نے فرمایا خداوندا تو بھی گواہ رہنا پھر آپ نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما فانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض دیکھو میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے ایک کتاب خدا ہے دوسرے میرے اہل بیت اب دیکھنا ہے کہ تم ان دونوں سے کیا طرز عمل اختیار کرتے ہو یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں پھر آپ نے فرمایا لوگو! کیا میں تمھاری جانوں کا تم سے بڑھ کر مالک ومختار نہیں ہوں سب نے کہا بے شک ایسا ہی ہے آنحضرت نے کئی مرتبہ اپنا سوال دہرایا اور ہر مرتبہ مجمع نے اس کا اقرار کیا تب آپ نے فرمایا۔

"اے لوگو! خداوندعالم میرا مولا ہے اور میں تمام مومنین کا مولا ہوں اور میں اُن کی جانوں پر اُن سے زیادہ قدرت واختیار رکھتا ہوں۔ یاد رکھنا کہ جس جس کا میں مولا وآقا ہوں یہ یعنی علی بھی اس کے مولا وآقا ہیں خداوندا تو دوست رکھ اسے جو انھیں دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو انھیں دشمن رکھے اور جو اس کی مدد کرے اس کی تو مدد کر اور جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے اور حق کو ادھر گردش دے جدھر علی ہوں۔

تین مرتبہ کہہ کر ارشاد فرمایا کہ تم حاضرین کو چاہیئے کہ غائبین تک اس خبر کو پہونچاؤ (مسند احمد جلد ۴ ص۲۸۱)

اسی موقع پر امین وحی مژدہ خداوندی لیکر پہونچے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا آج کے دن ہم نے تمہارے لئے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کیں اور دین اسلام کو تمھارا دین بنا پسند کیا (درمنثور جلد ۲ ص۲۵۹ تاریخ حبیب السیر وغیرہ)

حج سے واپسی کے بعد مدینہ میں حضرت کی زندگی کے کچھ دن گذرے۔ مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے ایک مرتبہ نصف شب کے وقت آپ نے ابوموہیبہ کو طلب فرمایا جب وہ آئے تو فرمایا کہ میرے ساتھ قبرستان بقیع تک چلو پھر آپ نے فرمایا ابوموہیبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بقیع والوں کے لئے دعائے مغفرت کروں اسی لئے میں نے تمھیں بلایا ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ جب آپ قبرستان

فرمایا السلام علیکم یا اھل المقابر لیھنئکم ما اصبحتم فیہ مما اصبح الناس فیہ فقد اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم یتبع اخرھا اولھا الاخرۃ شر من الاولی سلام ہو تم پر اے اہل مقابر! خوشا حال تمہارا۔ تم لوگ جس حال میں ہو وہ کتنا خوشگوار اور مبارک ہے بہ نسبت اس حال کے جس میں آج زندہ لوگ مبتلا ہیں فتنے یوں امنڈ چلے ہیں جیسے رات کی کالی اندھیری رات پھر آپ نے ابو موھیبہ کی طرف مڑ کر فرمایا مجھے دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں عنایت کی گئیں دنیا میں ہمیشہ رہنے کا اختیار دیا گیا اور اس کے بعد جنت کا بھی وعدہ کیا گیا میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات اور جنت کو اختیار کیا۔

ابو موھیبہ نے عرض کی۔ حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان جنت تو سب کچھ کے بعد آپ کی ہوگی ہی کیوں نہیں آپ نے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور ہمیشہ دنیا میں رہنے کو پسند کیا آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم مجھے اپنے پروردگار کی ملاقات زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپ نے بقیع والوں کے لئے مغفرت کی اور گھر کی طرف واپس تشریف لائے۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۹۳ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۰۔ بحار الانوار میں ہے کہ آنحضرت کو جب بیماری کا احساس ہوا تو آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا کچھ دوسرے لوگ بھی ساتھ ہو گئے آپ قبرستان بقیع میں تشریف لائے اور وہاں کے مردوں کے لئے دعائے مغفرت کی)

حضرت کی بیماری آہستہ آہستہ شدت اختیار کرتی گئی بخار اور انتہائی شدید درد سر کسی وقت پیچھا نہیں چھوڑتا تھا یہ بیماری اس مسموم غذا کا نتیجہ تھی جو حضرت کو خیبر میں کھلائی گئی تھی چنانچہ حضرت خود فرمایا کرتے تھے "خیبر میں جو کھانا میں نے کھایا تھا اس کی اذیت آج تک پاتا ہوں (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۸) حضرت کو پوری طرح احساس تھا کہ اب یہ زندگی کے آخری دن ہیں اور میں جلد ہی اس دنیا سے عالم آخرت کی طرف منتقل ہونے والا ہوں۔ آخری حملہ مرض کا جس کے بعد پیغمبر نے رحلت کی ہے چہار شنبہ کو ہوا پنجشنبہ کے دن اسی شدت مرض کے عالم میں آپ نے ایک علم اسامہ بن زید کو دے کر روم والوں سے جنگ کرنے کی تاکید کی اور تمام بڑے بڑے صحابہ کو اسامہ کی ماتحتی میں روانگی کا حکم دیا۔

۸ھ میں پیغمبر نے زید بن حارثہ اسامہ کے باپ کی سرکردگی میں ۳ ہزار مسلمانوں کی جمعیت حارث بن عمیر صحابی پیغمبر جو مقام موتہ میں شرحبیل بن عمرو غسانی کے حکم سے قتل کر دیئے گئے تھے، کے خون کا انتقام حدود شام کے عربوں سے لینے کے لئے روانہ کی تھی مسلمانوں کو اس جنگ میں شکست کا سامنا ہوا تھا اور زید بن حارثہ جناب جعفر طیار اور کئی جلیل القدر صحابہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ انہیں مقتولین راہ خدا کا قصاص باقی تھا جسے حکیم اسلام اور مصلحت بین پیغمبر نے ایک خاص وقت کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ دو تین برسوں کے اندر باوجودیکہ بہت سی لڑائیاں فتح ہوئیں بہت سے معرکے سر ہوئے اور مسلمانوں کی تعداد کئی گنا بڑھ چکی تھی مگر پیغمبر اس مہم کو برابر ملتوی فرماتے رہے۔ اب جبکہ زندگی کے تھوڑے

کی روانگی میں پیغمبر نے اہتمام عظیم فرمایا تھا اور تمام صحابہ کو تیاری کا حکم دیا تھا مسلمانوں کے ارادوں کو مضبوط اور اُن کی ہمتوں کو بڑھانے کے لئے لشکر کے سازوسامان کی فراہمی خود بہ نفس نفیس فرمائی۔ مہاجرین وانصار کے سربرآوردہ افراد جیسے حضرت ابوبکر وعمر ابوعبیدہ سعد بن ابی وقاص وغیرہ میں سے کوئی بھی فرد ایسی نہ بچی جسے فوج میں آپ نے نہ رکھا ہو۔ سوا حضرت علی کے کہ پیغمبر نے آپ کو کبھی کسی کی ماتحتی میں نہیں رکھا۔

یہ ۱۱ھ ماہ صفر کی ۲۶ تاریخ کا واقعہ ہے۔ جب صبح ہوئی۔ ۲۷ر تاریخ آئی تو آپ نے اسامہ کو طلب کیا اور فرمایا کہ جہاں تمھارے باپ قتل کئے گئے ہیں اس طرف روانہ ہو اور ان لوگوں کو اس لشکر سے روند ڈالو میں تمھیں اس لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ جب ۲۸ر صفر ہوئی تو رسول کا مرض موت نمایاں ہوا۔ سر کا درد اور بڑھ گیا جب ۲۹ر تاریخ ہوئی اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ جانے میں تساہلی کر رہے ہیں تو آپ باہر تشریف لائے۔ مسلمانوں کی حمیت کو جنبش میں لانے اور ارادوں کو پختہ بنانے کے لئے آپ نے اپنے ہاتھ سے لشکر کا علم درست کر کے اسامہ کو بخشا اور ارشاد فرمایا کہ خدا کا نام لیکر چل کھڑے ہو اور راہ خدا میں جہاد کرو۔ اسامہ رسول کا علم لے کر چلے۔ علم کو بریدہ کے حوالہ کیا۔ مدینہ کے باہر پہونچ کر لشکر سمیت قیام کیا وہاں پہونچ کر مسلمانوں میں پھر سستی پیدا ہوئی اور وہاں سے آگے نہ بڑھے، باوجودیکہ صحابہ نے ارشادات پیغمبر سے جلد روانہ ہونے کا آپ نے جس قدر سختی کے ساتھ صاف صاف لفظوں میں تاکیدی حکم دیا تھا وہ سنا مگر صحابہ نے ارشاد پیغمبر پر کوئی توجہ نہ دی بعض لوگوں نے اسامہ کو افسر مقرر کرنے پر اعتراض بھی کیا جس طرح سابق میں اسامہ کے باپ زید کو افسر مقرر کرنے پر وہ اعتراض کر چکے تھے اور بہت کچھ باتیں اسامہ کے متعلق لوگوں نے کیں۔ آخر کار اُن کے اعتراض وطعنہ زنی سے رسول شدید غم وغصہ میں اسی بخار کی حالت میں سر پر پٹی باندھے چادر اوڑھے باہر تشریف لائے۔ یہ سنیچر ۱۰ر ربیع الاول انتقال سے صرف دو یوم پیشتر کا واقعہ ہے۔ آپ منبر پر گئے حمد وثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا تمام مورخین نے اجماعی طور پر رسول کے اس خطبہ کو نقل کیا ہے اور تمام علمائے اُمت کا اتفاق ہے کہ رسول نے اس دن یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

"میرے اسامہ کو افسر فوج مقرر کرنے پر تمھیں اعتراض ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اسامہ کے باپ زید کو جب میں نے افسر فوج مقرر کیا تھا تب بھی تو تم لوگ معترض تھے۔ خدا کی قسم زید بھی افسری کے لائق تھا اور اس کا بیٹا اسامہ بھی افسری کا سزاوار ہے۔"

اس کے بعد آں حضرت نے مسلمانوں کو جلد ہی روانہ ہونے کے لئے جوش دلایا۔ صحابہ آپ سے

اس کے بعد آپ کے مرض میں شدت پیدا ہو چلی مگر آپ شدت مرض میں بھی فرماتے رہے کہ "لشکر اسامہ کو جلد روانہ کردو" "لشکر اسامہ کو جلد بھیجو" لشکر اسامہ کو فوراً روانہ کرو" یہی جملے برابر دہراتے رہے مگر ادھر لشکر والے سستی ہی برتتے رہے جب ۱۲ ربیع الاول کی صبح ہوئی تو اسامہ لشکر گاہ سے رسول کی خدمت میں پہونچے رسول نے فوراً انھیں روانگی کا حکم دیا ارشاد فرمایا "خدا کی برکتوں کے ساتھ سویرے روانہ ہو جاؤ" اسامہ نے رسول کو رخصت کیا اور لشکر گاہ کی طرف واپس ہوئے پھر پلٹے اور اُن کے ساتھ حضرت عمر اور ابو عبیدہ بھی تھے لوگ رسول کے پاس جا پہنچے اس وقت آنحضرت کا دم واپسین تھا اسی دن آپ نے دنیا سے انتقال کیا۔ رسول کے انتقال کے بعد علم سمیت لشکر بھی مدینہ واپس آگیا

(مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۳۱ تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۷۱ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۸۸ تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲ وغیرہ)

افسوس اسامہ کا لشکر نہ جانا تھا نہ گیا اسامہ مدینہ سے باہر ہی نکل کر فروکش رہے ہمراہی کسی طرح چلنے پر رضامند نہ ہوئے اور آخر پیغمبر کی وفات بھی ہو گئی کوئی ایسی بات ہی تو تھی کہ باوجود پیغمبر کی تاکید و تہدید کے لوگ جان بوجھ کر جانے سے پہلو تہی کر رہے تھے۔ پیغمبر کا لشکر اسامہ کو روانہ کرنا معمولی بات نہ تھی جہاد و فتحیابی کے لئے آپ بے تاب نہ تھے بلکہ آپ ان تمام لوگوں سے مدینہ کو خالی کر دینا چاہتے تھے جن سے علی کی خلافت میں مزاحمت کا خطرہ تھا آپ کی انتہائی خواہش تھی کہ جب میں دنیا سے اُٹھوں اور خلافت کے قیام کا وقت آئے تو وہ لوگ جو علی کے دشمن اور خود مسند حکومت کی خواہش رکھتے ہیں مدینہ میں موجود نہ ہوں اور سکون و اطمینان کے ساتھ بغیر کسی اختلاف و نزاع کے علی تخت حکومت پر متمکن ہو جائیں جب صحابہ جنگ سے پلٹیں گے اور یہاں خلافت کا معاملہ طے ہو چکا ہو گا بیعت ہو چکی ہو گی تو پھر نزاع و اختلاف کا انھیں کوئی موقع ہی باقی نہ رہے گا لوگ رسول کے اس منشا کو سمجھتے تھے اسی لئے تعمیل حکم میں عمداً تساہلی برتتے تھے اسامہ کا لشکر نہ جانا تھا نہ گیا اور گیا اس وقت جب رسول خدا کی وفات ہو چکی تھی اور خلافت کا مسئلہ تکمیل کو پہونچ گیا

رحلت کی گھڑیاں قریب آ گئیں بخار کی اتنی شدت تھی کہ حضرت جو چادر اوڑھے ہوئے تھے اس پر ہاتھ رکھنے میں شدید حرارت محسوس ہوتی تھی آپ کے پاس ایک ظرف میں ٹھنڈا پانی رکھ دیا گیا تھا آپ بار بار اس پانی میں ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرے پر پھیرتے شدت تکلیف سے بار بار یہ فقرہ زبان مبارک سے نکلتا واکرباہ۔ جناب معصومہ پدر بزرگوار کی اس تکلیف پر تڑپ تڑپ اُٹھتیں اور فرماتیں

جب احتضار کی گھڑی قریب آپہونچی تو آپ نے چاہا کہ اس حال سے دنیا سے رخصت نہ ہوں کہ میرے ذمہ کسی کا کوئی حق یا قصاص باقی رہ جائے آپ نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلا لائیں جب سب اکٹھا ہو گئے تو آپ اسی جانکاہی کے عالم میں سر پر پٹی باندھے ہوئے گھر سے برآمد ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اپنی ان تھک محنت و مشقت کا ذکر کیا اور اُن کی ارشاد و ہدایت اور گمراہی و جہالت کی بستی سے باہر لانے میں جن روح فرسا زحمتوں سے دوچار ہونا پڑا تھا اُن کا تذکرہ کیا پھر فرمایا "خداوند عالم نے قسم کھائی ہے اور یہ طے کرلیا ہے کہ کسی ظالم کے ظلم سے درگذر نہ کرے گا میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں، اگر میں نے کسی پر زیادتی کی ہو میری طرف سے کسی کو تکلیف پہونچی ہو تو وہ اُٹھے اور مجھ سے قصاص لے لے، دار دنیا میں قصاص لیا جانا مجھے زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت روز آخرت قصاص لئے جانے کے تمام حاضرین کو سکتہ سا لگ گیا رحمۃ للعالمین پیغمبر جس نے عدالت کبریٰ کی بنیاد رکھی ہو اس کے متعلق کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اس سے کوئی فعل خلاف عدالت ظہور میں آئے یا کسی کی ایذا رسانی کا باعث ہو البتہ ایک شخص مسجد کے ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا جس کا نام سوادہ بن قیس تھا اس نے کہا کہ ایک مرتبہ آپ نے میرے شکم پر کوڑا مارا تھا پیغمبر نے بلال کو کوڑا لانے کا حکم دیا کوڑا آنے پر سوادہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور پیغمبر کے پاس پہونچا پیغمبر نے پوچھا سوادہ! قصاص لینا پسند ہے یا مجھے معاف کردینا پسند کرتے ہو سوادہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں معاف کرتا ہوں پیغمبر نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی خداوندا سوادہ کو تو بھی اسی طرح معاف کردے جس طرح اس نے تیرے نبی کو معاف کیا ہے۔ (بحار الانوار جلد ۶ ص ۳۵)

(علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ پیغمبر جنگ بدر میں صفیں درست کر رہے تھے آپ کے ہاتھ میں کوڑا تھا آپ سواد بن عزیہ کی طرف سے گذرے اتفاق سے آپ کا کوڑا اس کے شکم پر لگ گیا سواد نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے مجھے تکلیف پہونچا دی رسالتمآب نے اپنے شکم پر سے کپڑا اٹھا دیا اور کہا لو تم بھی قصاص لے لو سواد آپ سے لپٹ گیا شکم اقدس کو بوسے دیئے آنحضرت نے اس کے حق میں دعائے سیری (اصابہ جلد ۲ ص ۹۵)

مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے آنحضرت کے پاس سات دینار بچے جارہے تھے آپ نے گھر والوں کو حکم دیا تھا کہ راہ خدا میں صدقہ کردیں لیکن حضرت کی تیمارداری کی مشغولیتوں کے سبب اس کا موقع نہ ملا ایک دن افاقہ ہونے پر آپ نے دریافت کیا کہ وہ سات دینار کیا ہوئے بتایا گیا کہ اب تک باقی ہیں آپ نے اسی وقت طلب فرما کر نادار مسلمانوں میں تقسیم کردیئے۔

دور اندیش پیغمبر کو پوری طرح اندازہ تھا کہ میری امت والے جلد ہی نہ بتہ فتنوں سے دوچار

باوجود شدت مرض کے کوئی خیال آپ کو تھا تو یہی کوئی اندیشہ تھا تو یہی ایک بار غش سے آنکھ کھلی تو فرمایا کہ
میرے پاس کاغذ قلم لاؤ تاکہ میں ایسا نوشتہ تمھارے لئے لکھ جاؤں جو تمھاری فلاح و نیک بختی کا ضامن ہو
اور تم کبھی گمراہی میں نہ مبتلا ہو کیتنی زبردست نعمت اور کتنا اچھا موقع تھا کاش اس وقت کے مسلمان
اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے اور پیغمبر کے حکم کی تعمیل کی طرف توجہ کرتے مگر ان لوگوں نے خود اپنے کو بھی
اس سعادت سے محروم رکھا اور بعد کے آنے والے مسلمانوں کو بھی ہمیشہ کے لئے محروم بنا گئے اُن میں
اختلاف برپا ہو گیا ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے لگے اُن کی چیخ پکار نے ہنگامہ کھڑا کر دیا اور
انھیں خداوند عالم کے اس تاکید شدید کا بھی پاس و لحاظ نہ رہا کہ یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا
اصواتکم فوق صوت النبی اے ایمان لانے والو پیغمبر کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اتنے ہی پر اکتفا
نہ ہوئی بلکہ حضرت عمر نے کہا پیغمبر پر مرض کا غلبہ ہے آپ معاذ اللہ ہذیان بک رہے ہیں۔ حضرت عمر خوب
اچھی طرح سمجھتے تھے کہ پیغمبر حضرت علی کے متعلق یہ نوشتہ لکھنا چاہتے ہیں اور انھیں کو اپنا جانشین
کرنا مقصود ہے حضرت عمر نے کہا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔ ان کے
اس ہولناک اقدام نے نیمجان پیغمبر کے دل کو پارہ پارہ کر دیا پیغمبرؐ اپنے بعد کے لئے امت کی ہدایت و
رستگاری کا جو سامان کر جانا چاہتے تھے وہ سامان نہ ہو سکا اور آپ کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی کہ میرے
بعد امت والے گمراہی میں مبتلا نہ ہوں۔ بعد میں کسی کہنے والے نے کہا بھی کہ میں قلم و دوات حاضر
کئے دیتا ہوں مگر پیغمبر نے فرمایا اتنا کچھ کہنے کے بعد کہ اب فائدہ ہی کیا لیکن پھر بھی میں تمھیں اپنے گھر
والوں کے ساتھ نیکی سے پیش آنے کی وصیت کرتا ہوں یہ کہہ کر آپ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔
امام بخاری نے واقعہ قرطاس کو صحیح بخاری میں متعدد جگہ ذکر کیا ہے مگر کہنے والے کا نام ذکر
نہیں کیا مگر دوسرے علمار و محدثین نے واقعہ کی اصلیت کھول کر رکھدی ہے چنانچہ دیگر کتابوں
میں حضرت عمر کا نام بھی صراحت کے ساتھ مذکور ہے اور انھوں نے جو لفظیں کہی تھیں پیغمبر ہذیان
بک رہے ہیں وہ بھی وضاحت سے ملتی ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے حضرت امیر المومنین حصہ اولی
ص ۲۸۵ تا ۳۰۷)

حضرت عائشہ ناقل ہیں کہ پیغمبر نے اپنے آخری وقت میں فرمایا فاطمہ میری پارہ جگر ذرا مجھ پر جھک آؤ
فاطمہ جھک گئیں پیغمبر کچھ دیر تک سرگوشی کرتے رہے پھر فاطمہ سیدھی ہو بیٹھیں اور رونے لگیں اور میں
(عائشہ) موجود تھی تھوڑی دیر کے بعد پیغمبر نے پھر فرمایا کہ میری طرف جھکو فاطمہ جھکیں پیغمبر نے تھوڑی دیر
سرگوشی کی ابکی فاطمہ ہنستی ہوئی سیدھی ہوئیں عائشہ نے فاطمہ سے کہا اے دختر پیغمبر حضرت نے تم سے
کیا سرگوشی کی اسے ہمیں بھی بتاؤ فاطمہ نے کہا جو بات پیغمبر نے مخفی طور پر کہی ہے آپ سمجھتی ہیں کہ میں

فاطمہ سے راز کی بات کہی جب آنحضرت کی رحلت ہوگئی تو عائشہ نے فاطمہ سے کہا اب تو پیغمبر کا انتقال ہوگیا کیا اب بھی نہ بتاؤگی کہ پیغمبر نے کون سی راز کی بات تم سے کہی تھی جناب فاطمہ نے کہا اب بتائے دیتی ہوں پہلی مرتبہ جو پیغمبر نے مجھ سے سرگوشی کی تو اس میں آپ نے بتایا کہ جبریل ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا مقابلہ پیغمبر سے کرتے ابکی سال انھوں نے دو مرتبہ مقابلہ کیا ہے میرا اندازہ ہے کہ میں دنیا سے اُٹھ جاؤنگا پیغمبر کی اس بات نے مجھے رلادیا نیز فرمایا کہ پارہ جگر مومنین کی عورتوں میں تم سے بڑھ کر مصیبتوں والی کوئی عورت نہیں لہذا مصائب کے ہجوم کے وقت تم معمولی عورتوں جیسی نہ ہونا اور صبر کو ہاتھ سے جانے نہ دینا پھر دوبارہ پیغمبر نے سرگوشی کی اور مجھے بتایا کہ میں سب سے پہلے پیغمبر سے ملوں گی نیز آں حضرت نے فرمایا کہ بیٹی تم تمام خواتین جنت کی سردار ہو (منتخب کنز العمال جلد ۵ ص۹۶ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص۱۷)

جناب معصومہ نالاں و گریاں حسن و حسین کو پدر بزرگوار کے قریب لائیں اور فرمایا باباجان یہ دونوں آپ کے فرزند ہیں انھیں اپنی کچھ چیزوں کا وارث بناتے جائیے۔ پیغمبر نے فرمایا اما الحسن فان لہ ھیبتی و سوددی واما الحسین فان لہ جرأتی وجودی۔ حسن کے لئے میری ہیبت اور میری سرداری ہے اور حسین کے لئے میری جرأت اور میرا بذل و عطا ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ ص۱۰۲ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۷)

اس طرح امام حسن پیغمبر کے پاس سے آپ کی ہیبت اور سرداری کے وارث ہوکر اُٹھے۔ اس بہترین میراث سے بڑھ کر اور کیا چیز ہوسکتی جو تمام کمالات نبوت اور آنحضرت کی سرداری کی حامل تھی یہی وجہ تھی کہ امام حسن کی ذات پیغمبر کی ہیبت اور آپ کی سرداری کا مظہر تھی روایتیں بتاتی ہیں کہ آپ کے چہرے سے انبیا کا جاہ و جلال اور شاہوں کی شان و شوکت آشکار تھی۔

امام حسن و حسین نے اپنے کو نانا پر گرادیا آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا پیغمبر انھیں پیار کرنے لگے حضرت علی نے بچوں کو جب آپ کے پاس سے ہٹانا چاہا تو آپ نے فرمایا انھیں چھوڑ دو کہ جی بھر کر مجھ سے لپٹ لیں اور میں ان دونوں کی خوشبو سونگھ لوں میرے بعد تو انھیں مصائب اور محرومیوں کا سامنا کرنا ہی ہے پھر آپ نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا میں تم میں خدا کی کتاب اور اپنی عترت و اہلبیت کو چھوڑے جارہا ہوں جس نے کتاب خدا کو ضائع کیا اس نے میری سنت کو ضائع کیا اور جس نے میری سنت کو ضائع کیا میرے اہل بیت کو ضائع کیا یہ دونوں قرآن و اہلبیت قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ (مقتل الحسین خوارزمی جلد ۱ ص۱۱۴)

پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا خدا کا حکم آپہونچا میرے سر کو اپنی آغوش میں لے لو جب میں اپنی جان جہان آفرین کے حوالے کروں تو تم میرے سر کو اپنے ہاتھوں میں لینا اور اپنے چہرے سے مس کرنا اور

میرے پاس سے نہ ہٹنا جب تک مجھے سپرد لحد نہ کر دینا۔ امیر المومنین نے حکم پیغمبری تعمیل کی پیغمبر پر سکرات کی کیفیت طاری تھی اور آخر وہ قیامت کی گھڑی آپہونچی جب آفتاب نبوت ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا اور روح مقدس اس عالم مادی سے عالم جاودانی کی طرف پرواز کرگئی۔ [1]

امیر المومنین حسب وصیت پیغمبر غسل وکفن کی طرف متوجہ ہوئے غسل وکفن سے فارغ ہوکر سب سے پہلے نماز جنازہ پڑھی اس کے بعد مسلمانوں کی ایک ایک جماعت آتی اور نماز جنازہ پڑھتی گئی جب سب فارغ ہوگئے تو امیر المومنین نے جنازہ کو سپرد لحد کیا اور قبر کے کنارے کھڑے ہوکر انتہائی رنج و الم سے فرمایا۔

یارسول اللہ ہر مصیبت پر صبر بہتر ہے سوا آپ کی مصیبت کے اور ہر فریاد وزاری نامناسب ہے سوا آپ کے غم کے آپ کی مصیبت میں مبتلا ہونا انتہائی ہولناک ہے آپ کے بعد اب ہر مصیبت حقیر وذلیل ہے۔ (نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۲۴)

اس حادثہ روح فرسا اور سانحہ ہوش ربا نے امام حسن کے دل پر جو قیامت ڈھائی کون اس کا اندازہ کرسکتا ہے آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے نانا کو سپرد لحد ہوتے دیکھا جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب اور سب سے بڑھ کر آپ کے نزدیک محترم تھے اپنی ماں جناب سیدہ عالم اور اپنے پدر بزرگوار امیر المومنین کو دیکھا کہ پیغمبر کے صدمہ مفارقت سے دونوں کی حالت غیر ہے پیغمبر کی رحلت کے وقت امام حسن کی عمر کل سات برس کی تھی اس عمر کے نقوش بہت گہرے ہوتے ہیں پھر پیغمبر کے انتقال کے فوراً ہی بعد جو مصائب وآلام کا سلسلہ شروع ہوا اس نے اس غم کو اور دائمی اور لازوال بنا دیا۔

پانچویں فصل

عہد ابی بکر وعمر میں

حضرت رسالتمآب کی وفات اُن جانگداز حوادث وآفات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جن کے تلخ اثرات آج تک باقی ہیں آپ کی آنکھ بند ہوتے ہوئے ایسا ہمہ گیر انقلاب رونما ہوا جس نے مسلمانوں کو زیر وزبر کردیا اور قریب تھا کہ اسلام کا خاتمہ کردے اور اس دنیا میں کوئی اسلام کا نام لیوا

[1] پیغمبر کی تاریخ وفات میں شدید اختلاف ہے کسی نے ۱۲ ربیع الاول قرار دی ہے (وفاء الوفا جلد ۱ ص ۲۲۶ و ۲۲۷)

بھی باقی نہ رہے۔ پیغمبر خدا کا جنازہ گھر میں پڑا رہا اور بجائے اس کے کہ مسلمان پیغمبر کے غسل وکفن میں شرکت کرتے خلافت کا جھگڑا لیکر کھڑے ہو گئے۔ انصار نے اسلام کو اپنے یہاں پناہ دی اسلام کی حمایت کی کفر کی مرکزی طاقتوں سے ٹکر لی اپنی فداکاری وجانفروشی سے ہر معرکہ میں اسلام کا علم بلند کیا اپنی انھیں عظیم الشان وگراں بہا خدمات کی بنا پر وہ متمنی تھے کہ خلافت ہمارے حصہ میں آئے اور اسلامی سلطنت پر ہمارا قبضہ ہو ساتھ ہی ساتھ انھیں اس کا پورا یقین تھا کہ مہاجرین پیغمبر کی خلافت ونیابت مستحق ہاتھوں میں جانے ہی نہ دیں گے پھر یہ اندیشہ وتردد بھی انھیں ستائے ہوئے تھا کہ کہیں حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں نہ پہونچ جائے جن کے باپ دادا اور عزیز واقارب ہمارے ہاتھوں سے مارے جا چکے ہیں حکومت پر قابض ہو جانے کے بعد یہ لوگ گن گن کر ہم سے اپنے بدلے چکائیں گے۔ انصار کے سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہونے کے یہی اسباب بظاہر سمجھ میں آتے ہیں انھیں وجوہ واسباب کی روشنی میں ہم انصار کی نفسیاتی کیفیت کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ انصار نے چاہا کہ سعد بن عبادہ کو خلیفہ مقرر کریں۔ حضرت ابوبکر رحلت پیغمبر کے وقت مدینہ سے باہر اپنی سسرال موضع سنخ میں مقیم تھے جو مدینہ سے دو تین میل دور تھا حضرت عمر ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے رفیق کار ابوبکر کے آنے کے پہلے ہی خلافت کا قضیہ طے اور کوئی خلیفہ مقرر ہو جائے انھوں نے ایک ایسی تدبیر کی جو اُن کی تیزی طبع اور سیاسی سوجھ بوجھ کی روشن دلیل ہے انھوں نے انتخاب کی کارروائیوں میں رکاوٹ پیدا کر دی اور لوگوں کے ذہن کو دوسری طرف موڑ دیا انھوں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا کہ

رسول اللہ مرے نہیں اور نہ اس وقت تک آپ مریں گے جب تک آپ کا دین ہر سمت پھیل نہ جائے رسول اللہ جلد ہی واپس آئیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں گے جو آپ کے مرنے کی بات زبان پر لاتے ہیں میں جسے بھی یہ کہتے سنوں گا کہ رسول اللہ مر گئے اپنی اسی تلوار سے مار دوں گا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ا ص ۱۲۵)

حضرت عمر کی اس حرکت نے مسلمانوں کو دہشت میں ڈال دیا وہ سب ان کے پاس اکٹھا ہو گئے مسلمانوں کے نفوس خود اس بات کو گوارا کرنے پہ تیار نہ تھے کہ اتنی جلد ہمارے پیغمبر ہمارے درمیان سے اُٹھ جائیں گے انھیں آپ کی موت کا یقین ہی نہیں آتا تھا جھوٹی آس پہلے ہی سے تھی حضرت عمر کے اس کہنے نے انھیں اور امید دلا دی پھر حضرت عمر کی یہ دھمکی بھی کہ "رسول واپس آکر ایسے لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں گے جو گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ انتقال کر گئے اور جو ایسا کہے گا میں اس کی گردن اُڑا دوں گا بڑی کارگر ثابت ہوئی وہ سمجھ ہی نہ سکے کہ حقیقت حال کیا ہے کسی کو جنازہ رسول کے پاس حضرت عمر کے ڈر سے جانے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ لوگ ابھی تذبذب ہی میں تھے کہ حضرت

کہا "میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ آپ زندگی میں بھی پاک وپاکیزہ تھے اور مرنے کے بعد بھی پھر وہ باہر نکلے۔ حضرت عمر سے کہا چپ رہو مگر وہ قسم کھا کھا کر یہی کہتے رہے کہ رسول اللہ کا ہرگز انتقال نہیں ہوا ہے اس وقت حضرت ابوبکر نے انھیں خاموش کیا اور لوگوں کے سامنے جو ان کے پاس اکٹھا ہو گئے تھے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

جو محمد مصطفےٰ کی پرستش کرتا تھا تو وہ یہ سمجھ لے کہ وہ انتقال کر گئے اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا تو وہ حی وقائم ہے اسے فنا وزوال نہیں"

پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ محمد بس ایک رسول تھے اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا محمدؐ اگر مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنے اُلٹے پیروں ہٹ جاؤ گے۔
حضرت ابوبکر کی اس تقریر نے لوگوں پر کافی اثر کیا حضرت عمر کو بھی ہوش آیا اور سمجھے کہ واقعاً رسول اللہ انتقال کر چکے ہیں ایک معمولی فہم کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عمر اتنے سادہ لوح نہ تھے کہ انھیں رسول اللہ کے انتقال کا پتہ ہی نہ چلتا انھوں نے یقیناً کلام مجید کی یہ آیت سنی ہوگی کہ کل نفس ذائقة الموت ہر جاندار موت کا مزا چکھنے والا ہے وہ اس آیت سے بھی بے خبر نہ رہے ہوں گے افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یہ حقیقت پہلے بھی لوگوں سے مخفی نہ تھی اور آج بھی سب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر میں پہلے ہی سے خفیہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ موقع ملتے ہی فائدہ اُٹھانے کی پوری کوشش کی جائے گی اور خلافت کو اپنے قبضہ میں کر لیا جائے گا۔ بیروت کا مشہور مورخ عمر ابوالنصر لکھتا ہے۔

"بعض مستشرقین جن میں فرانسیسی مستشرق لامنس خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اس نظریہ کے حامی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت ایک خاص گروہ کی کوشش کی مرہون ہے جو رسول اللہ کی وفات کے معاً بعد پیدا ہو گیا یہ گروہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح پر مشتمل تھا لامنس اپنے نظریہ کی تائید میں بعض واقعات بھی پیش کرتا ہے۔

اس نظریہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا انتخاب ان تینوں حضرات کے باہمی اتفاق کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے بعد حضرت عمر کو خلیفہ بنایا اور اگر ابوعبیدہ حضرت عمر کے زمانہ میں انتقال نہ کر جاتے تو حضرت عمر اپنے بعد انھیں کو خلیفہ نامزد کرتے اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے انتخاب کے موقع پر ان تینوں میں اس قسم کا سمجھوتہ ہو چکا تھا"

لامنس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ

اور سیاسی سوجھ بوجھ میں بہت کم لوگ ان کا مقابلہ کر سکتے تھے انھوں نے اپنے ساتھ محمد کی ایک بیوی حفصہ کو بھی ملا یا جب محمد مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو یہ دونوں رسول اللہ کے پاس گئیں اور آپ کو مجبور کیا کہ ابو بکر کو حکم دیں کہ وہ آپ کی غیر حاضری میں لوگوں کو نماز پڑھائیں (خلفائے محمد عمر ابو النصر ترجمہ محمد احمد پانی پتی شائع کردہ ادارہ فروغ اردو لاہور ص۲ و ص۱۴۵)

مشہور مصنف ابن سعید اپنی کتاب نشاۃ الدولۃ الاسلامیہ میں اس نظریہ کی تائید کرتا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق کو خلافت کا حاصل ہو جانا مہاجرین کے ایک گروہ کی سازش کا نتیجہ تھا (خلفائے محمد حالات عمر ص۱۱)

حضرت ابو بکر مہاجرین کے مجمع ہی میں تھے کہ قبیلہ اوس کے دو شخص معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ دوڑتے ہوئے آئے اور خبر دی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہیں اور سب مل کر متفق طور پر سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ (عقد فرید جلد ۳ ص۶۲) حضرت ابو بکر یہ خبر سنتے ہی بدحواس ہو گئے حضرت عمر اور عبیدہ بن الجراح کو ساتھ لئے لپکے ہوئے سقیفہ میں پہونچے جہاں انتخاب کی کاروائیاں تیزی سے طے پا رہی تھیں ان تینوں حضرات کے پہونچتے ہی انصار دہشت زدہ ہو گئے اُن کی ساری تیاریاں دھری رہ گئیں۔ حضرت ابو بکر نے شیریں کلامی سے کام لیتے ہوئے انھیں بتایا کہ مہاجرین کا درجہ انصار سے بڑھا ہوا ہے اور وہ خلافت کے زیادہ حقدار و سزاوار ہیں ابو بکر کی تقریر تمام ہوتے ہی حضرت عمر نے لپک کر ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح یہ مجسم فریب انتخاب عمل میں آیا خود حضرت عمر کی نگاہوں میں اس انتخاب کی کیا حقیقت تھی اس کو ان کی لفظیں بتاتی ہیں ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ المسلمین شرھا فمن دعاکم الی مثلھا فاقتلوہ ابو بکر کی بیعت چھینا جھپٹی کی بیعت تھی جس کے شر سے خداوند عالم نے مسلمانوں کو محفوظ رکھا اب اگر کوئی شخص ایسا کرنا چاہے تو اسے قتل کر ڈالنا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ انتخاب اہل حل و عقد کے رائے مشورے سے عمل میں نہیں آیا حالانکہ جس نے انتخاب کی رسم نکالی اس نے ارباب حل و عقد کے اجماع و اتفاق کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔ اکابر صحابہ اور نمودار مسلمانوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی نہ انھیں بلایا گیا نہ اُن سے مشورہ لیا گیا نہ حضرت ابو بکر کے متعلق اُن کی رائے دریافت کی گئی جس طرح انتخاب کی جگہ یعنی سقیفہ بنی ساعدہ سلک جگہ نہ تھی بلکہ چوروں لٹیروں کی مجرمانہ سازشوں کا خفیہ اڈہ تھا اسی طرح یہ انتخاب بھی چپ چپاتے انجام پایا۔

مصر کے نامور فاضل استاذ عبدالوہاب النجار لکھتے ہیں۔

یری المطلع علی الشکل الذی حصلت بہ بیعۃ ابی بکران الاستشارۃ فی امرھا کانت ناقصۃ نقصا ظاھرا لان المعقول فی مثل ھذہ الحال ان یتخذ المسلمون

حضرت ابو بکر کی بیعت جس صورت سے حاصل ہوئی اس پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیعت کے متعلق رائے مشورہ بالکل ہی ناقص تھا اس لئے کہ ایسے معاملات میں معقول طریقہ تو یہ تھا کہ اہل اسلام ایک جگہ مقرر کرتے جہاں سب اکٹھا ہوتے اور پہلے سے لوگوں کو خبر کردی جاتی غرضکہ حضرت ابو بکر کا انتخاب انتہائی حدتک بے تکا تھا کیونکہ اسلام کی بڑی بڑی فردیں اس انتخاب میں حصہ لینے نہ پائیں اور نہ انھیں اپنی رائے دینے کا موقع ملا۔ حضرت علی اس انتخاب میں شریک نہ تھے بنی ہاشم موجود نہ تھے اکابر صحابہ جیسے سلمان فارسی ابوذر عمار بن یاسر براء بن عازب، ابی بن کعب زبیر و عتبہ بن ابی طالب وغیرہ موجود نہ تھے۔

امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص خلیفہ بن بیٹھے گا۔ چنانچہ جب عم رسول حضرت عباس سے جنھیں خلافت ہتھیانے کی سازشوں کی بھنک مل گئی تھی جب امیرالمومنین سے کہا اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں بیعت کرلوں تاکہ کہا جائے کہ عباس عم رسول اللہ نے اپنے بھتیجے کی بیعت کرلی ہے تو امیرالمومنین نے تعجب بھرے لہجہ میں کہا ہمارے سوا کون اس خلافت کا مدعی ہوگا؟ (الامامہ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۵)

ڈاکٹر طہ حسین لکھتے ہیں

عباس نے اس معاملہ میں غور کیا انھوں نے دیکھا کہ اُن کے بھتیجے علی اُن سے زیادہ اس حکومت کے وارث ہونے کے حقدار ہیں کیونکہ وہ رسول کی آغوش کے پروردہ تھے۔ اسلام میں انھیں سبقت حاصل تھی۔ تمام غزوات میں انھوں نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور پیغمبر انھیں بھائی کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک ام ایمن نے ایک مرتبہ ہنسی کرتے ہوئے کہا بھی کہ آپ علی کو بھائی بھی پکارتے ہیں اور اپنی بیٹی بھی اُن سے بیاہی ہے اور اس لئے کہ پیغمبر نے علی کے متعلق فرمایا تھا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ایک اور دن مسلمانوں سے پیغمبر نے ارشاد فرمایا تھا جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ بعد وفات پیغمبر عباس اپنے بھتیجے کے پاس آئے اور کہا اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تمھاری بیعت کرلوں (علی و بنوہ صفحہ ۱۹)

امیرالمومنین قطعی طور پر اپنے کو ہر ایک سے بڑھکر حقدار خلافت سمجھتے تھے اور آپ نے صاف کہا حضرت ابوبکر سے اس کا اظہار بھی کردیا اس رات جبکہ آپ کو مجبور کرکے ابوبکر کے پاس لایا گیا تھا تاکہ آپ بھی بیعت کرلیں آپ نے فرمایا کہ بیعت کا میں تم سے زیادہ حقدار ہوں میں تمہاری ہرگز بیعت نہ کروں گا تم پر فرض ہے کہ ہماری بیعت کرو تم نے انصار سے یہ امر خلافت اس دلیل سے لیا ہے کہ تم کو رسول خدا سے قرابت ہے جو اُن کو حاصل نہیں تھی اور اب ہم اہل بیت سے یہ امر خلافت تم غصب کئے لیتے ہو کیا تم نے انصار سے یہ بحث نہیں کی کہ تم اس امر خلافت کے اُن کی نسبت زیادہ

وارث ہیں اگر واقعی تم ایمان دار ہو تو ہمارے ساتھ انصاف کرو ورنہ تم یہ جان بوجھ کر کررہے ہو
کچھ اور گفتگو کے بعد جو آپ میں اور حضرت ابوبکر و عمر میں ہوئی آپ نے مہاجرین کو مخاطب
کرکے فرمایا۔

"اے گروہ مہاجرین محمدؐ کی ریاست و سرداری و حکومت کو اُن کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں
نہ لے جاؤ اور آنحضرت کے اہل بیت کو اُن کے مقام عزت سے نہ ہٹاؤ قسم بخدا اے گروہ مہاجرین ہم
تم سب سے امر خلافت کے زیادہ مستحق اور حقدار ہیں کیونکہ ہم اہلبیت رسول ہیں۔ اگر کوئی قاری قرآن فقیہ
دین خدا، عالم سنت رسول، رعایا کے امور سے واقف و آگاہ اُن کے معاملات میں منصفانہ فیصلہ کرنے والا
اور اُن کی تکالیف دور کرنے والا ہے تو وہ فقط ہم ہیں پس تم اپنی خواہشوں کی پیروی نہ کرو ورنہ گمراہ
ہوجاؤ گے اور حق سے بعید ہوجاؤ گے (الامامۃ والسیاسۃ جلد ا صلا)

مہاجرین نے انصار کے مقابلہ میں اپنی احقیت اور سزاوار خلافت رسول ہونے کی جو دلیل پیش کی
تھی وہی دلیل امیرالمومنین نے مہاجرین کے سامنے اپنی احقیت کے متعلق پیش کردی یہ ایسی مسکت دلیل
تھی جس کا جواب ممکن ہی نہ تھا اگر مہاجرین انصار کے مقابلہ میں رسول اللہ کے رشتہ دار تھے تو اُن کے
مقابلہ میں امیرالمومنین نزدیک ترین رشتہ دار تھے آپ رسول کے حقیقی چچا کے بیٹے اور آپ کے داماد بھی تھے
اس کے علاوہ آپ کو اسلام میں جو سابقیت حاصل تھی علم و فضل زہد و ورع میں جس درجہ پر آپ فائز
تھے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں جتنی زحمتیں آپ نے اُٹھائیں مسلمانوں کی بھلائی شریعت کا پاس و لحاظ
احکام خداوندی سے جتنی واقفیت آپ کو حاصل تھی ان میں سے کسی بات میں بھی کوئی دوسرا شخص آپ
کے مدمقابل نہیں تھا پھر کیوں امیرالمومنین محروم کردیئے گئے اور خلافت ایسے ہاتھوں میں چلی گئی جنھیں
کوئی امتیازی خصوصیت حاصل نہیں تھی اس کی وجہ وہی سازش تھی جو عرصہ سے اندر ہی اندر کام کررہی
تھی اور امیرالمومنین کے خلاف وہ حسد و عناد تھا جس کی آگ عرصہ سے لوگوں کے دلوں میں فروزاں
تھی اور جس کا اظہار و اعلان بھی بارہا ہوا کہنے والے نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا لا تجتمع
النبوۃ والامامۃ فی بیت واحد یہ نہیں ہوسکتا کہ نبوت و امامت ایک ہی گھر میں ہوجائے بنی
ہاشم سے اگر پیغمبر ہوئے تو اُن کے قائم مقام بھی بنی ہاشم ہی سے ہوں دونوں چیزیں کیوں نہیں ایک گھر
میں جمع ہوسکتیں کیا خرابی ہے اس میں عقلاً محال ہے یا عادۃً اس کو نہ اس وقت قابضان خلافت نے بتایا
اور نہ اب کوئی بتانے پر قادر ہے۔

خلافت پر قابض ہوجانے کے بعد حضرت ابوبکر کو سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ کسی طرح علی سے بھی

کیسے جاسکتا تھا علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر نے اس جماعت کو جس نے آپ کی بیعت سے انکار کردیا تھا اپنے پاس سے غائب پایا تو حضرت عمر کو اُن کی طرف بھیجا یہ گئے اور پکار کر حکم دیا کہ علی کے گھر سے نکل کر ابوبکر کی بیعت کریں سب نے انکار کیا تو حضرت عمر نے جلانے کی لکڑیاں طلب کیں اور کہا سب نکل کر چلے چلو ورنہ اس گھر میں آگ لگا کر اس کو اور جو لوگ اس کے اندر ہیں سب کو پھونک ڈالوں گا۔ لوگوں نے کہا اس گھر میں حضرت فاطمہ بھی ہیں کہا ہوا کریں! یہ باتیں سن کر حضرت فاطمہ دروازہ پر کھڑی ہوئیں اور فرمایا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ مجھے کسی ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہو جو تم لوگوں سے زیادہ برے کاموں پر آمادہ ہوئی ہو!! یہ سن کر حضرت عمر ابوبکر کے پاس گئے اور کہا تم علی کو گرفتار کیوں نہیں کرتے؟ تو حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو حضرت علی کے پاس بھیجا مگر حضرت علی نہیں گئے تو حضرت عمر ایک جماعت کو لیکر حضرت فاطمہ کے گھر پر پہونچے اور دروازہ کھٹکھٹانا شروع کردیا جناب سیدہ نے آواز سنی تو چیخ کر رونے اور چلا کر حضرت رسول خدا سے فریاد کرنے لگیں کہ اے رسول خدا آپ کے بعد ہم لوگوں پر خطاب اور ابو قحافہ کے بیٹوں (یعنی عمر اور ابوبکر) سے کیسی کیسی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں! جناب سیدہ اس کرب سے فریاد کرتی تھیں کہ اس کو سن کر قریب تھا کہ لوگوں کے دل ٹکڑے اور اُن کے جگر شق ہو جائیں۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر و عمر سے فرمایا۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھ کو غضبناک کیا جب میں حضرت رسول کی خدمت میں پہونچوں گی تو حضرت سے ضرور تمھاری شکایت کروں گی خدا کی قسم جو نماز بھی پڑھوں گی اس کے بعد تم دونوں کے لئے بد دعا ضرور کروں گی۔ الخ (کتاب الامامت والسیاسۃ ص۲۳)

حضرت ابوبکر نے اتنی ہی پر بس نہ کیا بلکہ ان کی سیاست اس کی مقتضی ہوتی کہ پیغمبر کی میراث فاطمہ کو محروم کریں تاکہ فاطمہ کے بچوں کے لئے دو روٹیوں کا سہارا اور علی میں تاب مقاومت ہی باقی نہ رہے یہ اقتصادی مار تھی جیسا کہ آج کل کی جابر و ظالم حکومتیں کرتی ہیں کہ جس سے بھی مخالفت کا اندیشہ ہو اس کی جائداد ضبط کر لی مکان چھین لیا اور معاش کے سارے دروازے اُس پر مسدود کر دئے۔ جناب سیدہ کو ان دونوں حضرات سے اتنا دکھ پہونچا کہ ان پر غضبناک ہی رہیں اور مرتے دم تک ان سے ایک حرف بھی نہیں بولیں۔ مریں تو حضرت علی نے رات کو دفن کر دیا اور ان دونوں کو خبر بھی نہیں کی (صحیح بخاری جلد ۳ ص۱۴۰ صحیح مسلم جلد ۲ ص۷۲ تاریخ طبری

سنے اور آپ کے شعور و احساسات پر ان کا گہرا اثر تھا حضرت سرور کائنات کی آنکھ بند ہوتے ہی والدین پر آپ کے جو مصائب پھٹ پڑے خصوصاً مادر گرامی جناب فاطمہ پر جو قیامت گذری اس نے زندگی کی ساری مسرت و خوشی چھین لی اور دل و دماغ افکار و آلام کا مخزن بن کر رہ گئے۔ جناب معصومہ کے متعلق تاریخ بتاتی ہے کہ پیغمبر کے انتقال کے بعد کبھی آپ ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں نہ کسی بات سے آپ کو کبھی خوشی ہوئی یہاں تک کہ آپ بھی اپنے پدر بزرگوار سے جاملیں اگر کوئی خیال تھا آپ کو تو پیغمبر کا اور جب آپ کا نام لیتیں تو بڑے درد و الم سے آپ پیغمبر کے قبر مطہر کی زیارت کو جاتیں اور اپنے آنسوؤں سے قبر کو تر کردیتیں قبر کے پاس پہونچتے ہی اپنے آپ پر اختیار نہ رہتا بیجان ہو کر گر پڑتیں قبر کی مٹی اٹھاتیں آنکھوں اور چہرے پر رکھتیں تڑپ تڑپ کر رو دیتیں اور کہتی جاتیں

صبت علی مصائب لو انہا   صبت علی الایام صرن لیالیا

باباجان آپ کے اُٹھ جانے کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں آپڑیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ تاریک رات بن جاتے۔

امام حسن مادر گرامی کے اس بے پناہ حزن و اندوہ کو دیکھتے اور آپ کا دل پارہ پارہ ہونے لگتا آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو جاتا اس پیمانہ کا تھا دختر پیغمبر کا ماتم اور آپ کے پدر بزرگوار پر اتنا گریہ وزاری کیا کہ آپ اُن [1] پانچ بڑے رونے والوں میں شمار کی جانے لگیں جو اس دنیا میں نوحہ و ماتم گریہ و بکا کی مثال قائم کر گئے۔ آپ کے حزن و اندوہ کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ انس بن مالک صحابی پیغمبر تعزیت کے لئے آپ کی خدمت میں آئے جناب معصومہ نے انتہائی دکھ بھرے لہجہ میں پوچھا رسول اللہ کو مٹی دینا کیسے تمہارے دلوں کو گوارا ہوا۔ ازواج رسول بعض دوسری عورتوں کے ہمراہ مزاج پرسی اور تعزیت کو آئیں تو آپ نے حسرت و اندوہ بھرے لہجہ میں فرمایا۔

میں اپنے کو اس حال میں پاتی ہوں کہ مجھے تمہاری یہ دنیا ناگوار اور تم سے جدا ہو جانے پر

---

[1] دنیا میں ۵ ایسی فردیں گذری ہیں جن کا گریہ بکا رقیامت تک یادگار رہے گا۔ جناب آدم فراق جنت و حوا پر جناب یعقوب اپنے فرزند یوسف کی مفارقت پر جناب یوسف باپ کی جدائی پر امام زین العابدین حضرت سید الشہدا کی شہادت اور کربلا کے المیہ پر اور جناب معصومۂ عالم حضرت پیغمبر خدا کی رحلت پر اتنا روئیں جس کی نظیر صفحات

خوش ہوں۔ میں خدا اور رسول سے تمہاری طرف سے حسرتیں لے کر ملاقات کروں گی نہ تو میرے حق کی حفاظت کی گئی نہ میرا پاس لحاظ کیا گیا نہ میرے متعلق پیغمبر کی وصیت قبول کی گئی نہ میرا احترام پہچانا گیا

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۹۵ وغیرہ)

اس طرح جناب معصومہ عالم اپنے پدر بزرگوار کے بعد زندہ رہیں باپ کے مرنے کے بعد جتنے دن زندہ رہیں کسی نے لبوں کو آشنائے تبسم ہوتے نہیں دیکھا آنکھوں سے کسی لمحہ آنسو نہ تھمے۔ سر پر ہر وقت درد کی وجہ سے کپڑا باندھے رہتی تھیں دمبدم آپ کو غش آتا تھا جسم مبارک نحیف ولاغر ہو گیا تھا۔ پدر بزرگوار کی جدائی ہی کیا کم مصیبت تھی کہ مزید برآں مسلمانوں نے اپنے سلوک سے آپ کا کلیجہ خون اور دل پارہ پارہ کر دیا آپ کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا گیا باپ کے میراث سے محروم کر دی گئیں پیغمبر اپنی زندگی میں جو کچھ دے گئے تھے اسے بحق حکومت ضبط کر لیا گیا امام حسن بھی مادر گرامی کے حال میں برابر کے شریک رہے کاہیدہ جسم ضعیف وناتوانی بچپن کی بہاریں خزاں میں تبدیل ہو گئیں دن کا وقت اراک کے درخت کے نیچے یا بیت الاحزان میں گذرتا جہاں سیدہ عالم پدر بزرگوار پر گریہ وزاری کے لئے تشریف لیجاتیں اور آپ مادر گرامی کا غم بٹاتے اور رات ہونے پر ماں اور بھائی کے ساتھ گھر واپس آتے جہاں وحشت واداسی کا دار ومدار ہوتا جناب معصومہ اسی ہیجان کیفیت سے ۷۵ دن یا تین مہینے پیغمبر کے بعد زندہ رہیں آنکھوں سے ایک لمحہ کے لئے آنسو نہ تھمے اور آخر گھل گھل کر اس دنیا سے رخصت ہو گئیں جب آپ کو اندازہ ہوا کہ اب ہماری زندگی کی آخری گھڑیاں آپہونچیں تو آپ نے چاہا کہ میرے لئے ایسا تابوت تیار کیا جائے کہ نامحرموں کی نگاہ میرے جسم پر نہ پڑے اس وقت تک جنازہ اس طرح کا ہوتا تھا کہ میت کا جسم صاف دکھائی دیتا تھا۔ آپ نے "اسماء بنت عمیس سے کہا کہ جس طریقہ سے عورتوں کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے میں پسند نہیں کرتی عورت کے جنازے پر چادر ڈال دیتے ہیں اور اس کا جسم اس چادر سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اسماء بنت عمیس نے کہا اے بنت رسول میں آپ کو بتاتی ہوں جو میں نے حبش میں دیکھا تھا پھر اسماء بنت عمیس نے ایک لکڑی کا تختہ منگوایا اس کے چاروں کونوں پر چار ڈنڈے کھڑے کئے جناب فاطمہ کو بہت پسند آیا اسلام میں سب سے پہلی عورت جن کا جنازہ اس طرح اٹھایا گیا فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۷۷۲ حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی جزو ثانی ص ۴۳ سیرۃ فاطمہ آغا سلطان مرزا صاحب دہلوی) جب اسماء بنت عمیس نے اس قسم کا جنازہ تیار کر کے دکھایا تو معصومہ بہت خوش ہوئیں یہاں تک کہ آپ ہنس پڑیں یہ پہلا اور آخری موقع تھا جب اپنے پدر عالی مقام کی وفات کے بعد آپ ہنسی تھیں"

جس دن آپ کی وفات ہوئی اس دن آپ نے بچوں کو نہلایا اور حکم دیا کہ جا کر نانا کے قبر کی زیارت

رہنا کیونکہ ممکن ہے جبکہ مدینہ والوں کو آپ کے رونے سے تکلیف پہونچتی ہے۔ اسی فکر میں غلطاں دونوں شاہزادے مسجد رسول میں پہونچے مگر وہاں جی نہ لگا اور گھر واپس آئے گھر میں پہونچ کر اسمار سے پوچھا ہماری ماں کہاں ہیں اسمار سے کچھ جواب بن نہ پڑا پھر روتے ہوئے بولیں شاہزادوں تمھاری ماں نے اس دنیا سے مفارقت کی جاکر اپنے پدر بزرگوار کو اس کی خبر دے دو۔ امام حسن وحسین روتے تڑپتے مسجد میں پہونچے معصومہ کی خبر انتقال سے مسلمانوں میں کہرام برپا ہوگیا پیغمبر کی یادگار سے محرومی ہی کیا کم مصیبت تھی اس پر یہ احساس وندامت کہ صد حیف ہم نے پیغمبر کی بیٹی کا حق نہیں ادا کیا اور اُن کی جو قدر ومنزلت ہمیں کرنی لازم تھی ہم نے اس کی طرف سے آنکھیں بند رکھیں مسلمان ہر سمت سے خانہ سیدہ پر امنڈ پڑے کہ کم سے کم آخری خدمت تشیع جنازہ سے تو محروم نہ رہیں۔ مگر معصومہ کی وصیت تھی کہ ہمارے جنازہ پر کوئی نہ آئے امیر المومنین نے جناب سلمان فارسی کو بھیجا کہ لوگوں کو واپس کردیں اسی وقت حضرت عائشہ آپہونچیں اور چاہا کہ گھر میں داخل ہوں مگر اسمار بنت عمیس نے انھیں روک دیا اور کہا کہ سیدہ نے مجھے تاکید کی تھی کہ اُن کے جنازہ پر کوئی نہ آئے (اسد الغابہ جلد ۵ ص۵۲۴ کنز العمال جلد ۷ ص۱۱۳)

حضرت امیر المومنین نے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا کفن پہنایا اور نصف شب کے سناٹے میں معصومہ کے جسد طاہر کو سپرد لحد کردیا۔ دفن ونماز جنازہ میں حضرت امیر المومنین حسن وحسین عمار، مقداد، عقیل زبیر، ار چند گنے چنے معززین بنی ہاشم کے سوا کوئی موجود نہ تھا حضرت ابوبکر وعمر کے متعلق تو خصوصیت سے معصومہ کی یہ وصیت تھی کہ یہ ہمارے جنازہ پر نہ آئیں نہ ہمارے دفن میں شریک ہوں۔ اسے بھی جناب معصومہ کی وصیت سمجھا جائے یا انتہائی مظلومی کہ امیر المومنین سیدہ کی قبر بنا کر اس پر نشان قائم نہ کرسکے بلکہ آپ نے متعدد قبریں بنائیں تاکہ لوگوں کو اصل قبر کا پتہ نہ معلوم ہو۔

دفن سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین نے جن دل دوز لفظوں میں قبر پیغمبر کی طرف متوجہ ہوکر فریاد کی ہے اس سے آپ کی حرکت قلبی اور کرب روحانی کا آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

---

۵۱ جناب معصومہ کی تاریخ وفات کے متعلق اختلاف ہے علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ معصومہ عالم نے پیغمبر کی رحلت کے ۳ مہینہ بعد انتقال کیا (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص۱۸) اور وقت انتقال آپ کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ امام حاکم کی روایت ہے کہ پیغمبر کے بعد ۸ ماہ تک زندہ رہیں (مستدرک جلد ۳ ص۱۶۲) بعض لوگوں کا قول ہے کہ صرف دو ماہ زندہ رہیں اور وقت انتقال آپ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ بحار الانوار میں ہے کہ پیغمبر کے انتقال کے ۷۵ دن کے بعد جناب معصومہ کی رحلت ہوئی بعض نے ۴۰ دن بعد لکھا ہے۔ اور وقت انتقال آپ کی عمر ۱۸ سال دو ماہ تھی۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا

کے ہمسایہ میں رہنے آئی ہیں اور خدا نے ان کو آپ سے بہت جلد ملا دیا۔ اے رسول اللہ آپ کی پیاری بیٹی کی جدائی سے میرا صبر جاتا رہا اور قوت برداشت جواب دے گئی لیکن آپ کی جدائی کا صدمہ اور تکلیف میں نے برداشت کی اس برداشت کی میں اب تقلید کرتا ہوں۔ میں نے آپ کو لحد میں سلایا اور آپ کی روح و بدن کی جدائی اس وقت ہوئی کہ جب آپ کا جسم میری گردن اور سینے کے درمیان تھا۔۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ نے اپنی ودیعت واپس لے لی اور اپنی پارہ جگر کو جو میرے پاس چھوڑا تھا آپ نے اپنے پاس بلا لیا۔ اب میرا غم دائمی ہوگیا اور میری راتیں نیند اور آرام سے خالی ہوگئیں جب تک خداوند تعالیٰ مجھے بھی اس مقام پر بلائے جہاں آپ ہیں۔ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں گی۔ سیدہ کے ساتھ لوگوں نے ایسے سلوک کئے حالانکہ آپ کی آنکھ جدا ہوئے زیادہ دن نہیں گذرے تھے اور ابھی آپ کی یاد تازہ تھی میرا آپ پر وداعی سلام ہو۔ اگر میں یہاں سے چلا جاؤں تو وہ اس وجہ سے نہ ہوگا کہ میں یہاں ٹھہرنے سے ملول ہوں اور اگر میں یہاں قبر پر ٹھہر جاؤں تو وہ اس وجہ سے نہ ہوگا کہ جو وعدہ خدا نے صابرین کے ساتھ کیا ہے اس پر میرا یقین نہیں۔ (شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۸ سیرۃ فاطمہ)

پیغمبر کے انتقال کے بعد امیرالمومنین سے دنیا برگشتہ ہی تھی تھوڑا بہت پاس و لحاظ جو جناب معصومہ کے سبب تھا وہ بھی اب ختم ہوگیا۔ کون اندازہ کر سکتا ہے امیرالمومنین کے آلام و مصائب کا اپنے حقوق پر ڈاکہ جناب معصومہ کے ساتھ بدسلوکی پیغمبر کی میراث سے محرومی اپنی ناقدری اور اہانت یہ تمام باتیں ایسی تھیں جنھیں برداشت کرنے کو پتھر کا دل اور لوہے کا کلیجہ چاہیے امیرالمومنین کی زندگی تلخ ہو کر رہ گئی اور حزن و اندوہ آپ کے لیے دائمی ہو کر رہ گیا۔ امام حسن سے پدر بزرگوار کی کیفیت مخفی نہ تھی باپ کے دکھ درد سے آپ کافی متاثر ہوئے اور اس وقت کے واقعات آپ کے دل و دماغ پر پتھر کی لکیر بن گئے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کم عمری کے عالم میں بھی قابضان خلافت کی سرزنش اور ان کے طرز عمل پر نکتہ چینی آپ کے لئے ناگزیر بن گئی چنانچہ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں آئے دیکھا ابوبکر منبر رسول پر بیٹھے تقریر کر رہے ہیں آپ نے فرمایا

"میرے باپ کے منبر سے اترآیئے اپنے باپ کے منبر پر جائیے"

حضرت ابوبکر نے کہا سچ کہا آپ نے خدا کی قسم یہ آپ کے باپ ہی کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں۔[1]

---

[1] [illegible] الفصل المہمہ ... خوارزمی جلد ۱ ص ۹۳ مناقب جلد ۲ ص ۱۲۱ (بقیہ صفحہ ۲۴ پر دیکھیں)

تھے۔ اب پیغمبر کے بعد اس منبر پر اگر واقعاً کوئی بیٹھنے کا حقدار ہو سکتا تھا تو وہ جو پیغمبر کے علوم کے وارث اور آپ کے کمالات کا حامل ہو اور وہ ذات تھی امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کی۔

مسلمانوں کے مظالم سے دل برداشتہ ہو کر امیرالمومنین گھر میں بیٹھ رہے نہ لوگوں کے اجتماعات میں شریک ہوئے نہ خلافت کے کاموں میں حصہ لیتے لوگوں کی روگردانی اور آپ کی قدر و منزلت بھول جانے کے بعد اس کا موقع بھی کہاں تھا کارکنان خلافت نے امکانی کوشش کی کہ لوگ آپ کو اپنے دل سے بھلا دیں اور کسی کو آپ کی طرف دھیان تک نہ آئے وہ نہ آپ سے شورہ لیتے اور نہ حکومت کے انتظام و انصرام میں شریک کرتے۔ ہاں جب کوئی گتھی آ پڑتی تھی ایسی جو اُن کے سلجھائے نہ سلجھتی تو دوڑے ہوئے آپ کی خدمت میں آتے اور مدد کی درخواست کرتے۔ امیرالمومنین اُن کے مشکل مسئلوں کا جواب کبھی خود دیتے اور کبھی امام حسن کے ذمہ کر دیتے چنانچہ ایک مرتبہ ایک بدو عرب نے حضرت ابوبکر سے پوچھا میں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے کچھ انڈے پائے انھیں بھون کر میں کھا گیا اب مجھے کیا کفارہ دینا ہوگا حضرت ابوبکر سے کوئی جواب بن نہ پڑا انھوں نے حضرت عمر پر ڈھالا وہ بھی عاجز رہے عبدالرحمان بن عوف سے کہا وہ بھی کوئی بات نہ بتا سکے مجبوراً امیرالمومنین کے پاس آئے اور اعرابی کا مسئلہ پیش کیا امیرالمومنین نے اس اعرابی سے کہا ان دونوں بچوں حسن وحسین میں سے کسی ایک سے پوچھ لو۔ اعرابی نے امام حسن کا رخ کیا امام حسن نے پوچھا تمھارے پاس اونٹ ہیں؟ اعرابی نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو جتنے انڈے تم نے کھائے ہیں اُتنی ہی اونٹنیاں نر اونٹوں کے پاس چھوڑ دو اور اُن سے جو بچے پیدا ہوں انھیں خانہ کعبہ سے جا کر قربانی کرو۔ امیرالمومنین نے امام حسن سے فرمایا تو بعض اونٹنیاں مرے ہوئے بچے پیدا کرتی ہیں بعض کے بچے ناقص پیدا ہو جاتے ہیں مدت حمل پوری ہونے سے پہلے ہی امام حسن نے فرمایا تو بعض انڈے بھی گندے نکل جاتے ہیں۔ امیرالمومنین نے امام حسن کے جواب کو بیحد پسند کیا اور حاضرین مجلس کی طرف

(بقیہ صفحہ ۶۳)

علامہ ابن حجر عسقلانی اصابہ جلد ۲ ص ۱۵ پر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عمر کے زمانہ میں پیش آیا اور امام حسین نے عمر سے کہا تھا کہ میرے باپ کے منبر سے اُترو اپنے باپ کے منبر پر جاؤ۔ صواعق محرقہ ص ۱۰۵ اور حاشیہ نورالابصار ص ۹۳ پر ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا امام حسن نے ابوبکر سے کہا اور حضرت امام حسین

جانب ہو کر فرمایا کہ لوگو! جس معبود نے اس بچہ کو عقل و فہم سے سرفراز کیا اسی نے جناب سلیمان بن داؤد کو عقل و فہم عطا کی تھی۔ (مناقب شہر بن آشوب جلد ۲ صفحہ ۱۵)

امیر المومنین اسی حال میں گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھے رہے نہ لوگوں سے ملتے جلتے نہ گھر سے باہر نکلتے سوا اس کے کہ کوئی آ کر آپ سے مسئلہ دریافت کرتا یا کسی پیچیدہ معاملہ میں آپ سے رہنمائی کی درخواست کی جاتی۔ کم و بیش دو برس تک ابو بکر حضرت خلافت پر قابض رہ کر مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور عادل حقیقی کی حضوری میں جانے کا وقت آ پہونچا انھوں نے اپنے بعد کے لئے حضرت عمر کو خلیفہ نامزد کیا جنھوں نے اُن کے لئے خلافت کی راہ ہموار کی تھی۔ حضرت ابو بکر کے زبردستی خلیفہ بن بیٹھنے پر جس طرح اکابر مہاجرین و انصار نے اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا تھا اس مرتبہ بھی وہ اپنی برہمی ظاہر کرنے سے باز نہ رہے۔ طلحہ بن عبید اللہ نے حضرت ابو بکر سے یہاں تک کہہ دیا کہ

"آپ خدا کو کیا جواب دیں گے درانحالیکہ آپ ایک تند خو بد مزاج شخص کو حاکم بنا رہے ہیں جس سے لوگوں کے نفوس ہراساں اور اُن کے دل نکڑے نکڑے ہیں (شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۵۵)

طلحہ ہی پر موقوف نہیں مہاجرین و انصار بھی کو حضرت عمر کا تقرر ناقابل برداشت نظر آیا سب نے مل کر فریادیں کیں اپنی ناراضی کا اظہار کیا اور متفقہ طور پر درخواست کی کہ

"ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے ہمارے اوپر عمر کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے حالانکہ تم ان کو خوب پہچانتے ہو ان کے ان سب بوائق (فتنے فساد ظلم و ستم اذیت و سفاکی) سے بھی اچھی طرح واقف ہو جو تمہارے زمانے میں وہ کرتے تھے پھر جب تم ان کو خلیفہ بنا کر چلے جاؤ گے تو وہ کیا کچھ نہ کر ڈالیں گے؟ تم اللہ سے ملو گے اور وہ تم سے اس کی بازپرس کرے گا تو اس کو کیا جواب دو گے؟"

(کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۱۹)

مگر حضرت ابو بکر پر ان استدعاؤں کا کوئی اثر نہ ہوا اور ہوتا بھی کیونکر ان کو تو بہر حال حضرت عمر کے احسانات کا بدلہ چکانا تھا حضرت عمر کی کوششوں کی بدولت وہ خود مسند خلافت تک پہونچے تھے اور اُن کی باری تھی کہ وہ اپنے اقتدار سے کام لے کر حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ حضرت عمر کی یہ حالت تھی کہ ڈنڈا لئے کہتے پھرتے تھے "لوگو خلیفہ رسول ابو بکر کی بات سنو اور اُن کی اطاعت کرو" اس وقت حضرت ابو بکر کا غلام شدید ابو بکر کا وصیت نامہ لئے ہوئے ساتھ ساتھ تھا جس میں حضرت عمر کے خلیفہ بنائے جانے کا مضمون تھا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۵۲ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۲۰ وغیرہ)

جس طرح ابو بکر کے خلیفہ بن بیٹھنے پر امیر المومنین کا رنج و ملال فطری تھا اسی طرح عمر کے خلیفہ بنائے جانے پر بھی رنجیدہ ہوئے یہ دوسرا موقع تھا کہ آپ کو حق سے محروم رکھا گیا۔ موجودہ زمانہ کے بعض مصنفین کی

ابوبکر کے دل میں آپ کی طرف سے کینہ و عناد پیدا کر دیا۔

ابوبکر کے مرنے کے بعد عمر مسند خلافت پر بیٹھے انھوں نے جس جبر و تشدد سے حکومت کی تاریخ کے صفحات اس کے گواہ ہیں۔ نوبت یہاں تک آ گئی کہ اکابر صحابہ تک ان کی ملاقات سے گریز کرتے یہاں تک کہ عبداللہ بن عباس کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ حضرت عمر کی مرضی کے خلاف کوئی بات زبان سے نکال سکیں جس کی معمولی مثال متعہ کی اباحت ہے کہ ابن عباس اس کی اباحت کا قطعی یقین رکھتے ہوئے بھی اُن کے سامنے اس کا ذکر زبان پر لاتے ڈرتے تھے۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص۵۸)

حضرت عمر کے زمانہ میں بھی امیرالمومنین یوں ہی الگ تھلگ رہے جس طرح ابوبکر کے زمانہ میں رہتے تھے حضرت عمر کے زمانہ میں جتنی لڑائیاں ہوئیں اُن میں سے کسی ایک میں بھی آپ کا نام نہیں ملتا البتہ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک دو مرتبہ نہیں بارہا حضرت عمر مشکلات سے دوچار ہوئے اور اسی حلال مشکلات نے اُن کی مدد کی اور آپ کے ناخن تدبیر نے ان کی گتھیوں کو سلجھایا یہاں تک کہ حضرت عمر کو اعلان کرنا پڑا کہ لولا علی لهلك عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا (سنن کبری بیہقی جلد ۷ ص۴۴۲ تفسیر کبیر فخرالدین رازی جلد ۷ ص۴۸۴)

حضرت عمر نے تقریباً دس برس تک حکومت کی اور اس عرصہ میں امام حسن نے بچپن کے حدود کو طے کر کے جوانی کی منزلوں میں قدم رکھا۔

حضرت عمر کے عہد میں بھی امام حسنؑ کے حالات زندگی نہیں معلوم ہوتے اس کا سبب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود امیرالمومنینؑ اس مدت میں لوگوں کے ذہنوں سے فراموش رہے نہ آپ کو کار خلافت میں شریک کیا گیا نہ آپ نے ان لوگوں سے میل ملت رکھی البتہ جب مسلمانوں کو کسی خطرہ کا سامنا ہوا یا شریعت اسلامیہ پر آپ نے آنچ آتے دیکھی تو آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے معاملہ کو ہاتھ میں لیا اور اسے سرانجام دے کر پھر گھر میں جا بیٹھے دس برس کا عرصہ اسی طرح گذرا اسلام کی بقا مسلمانوں کے فوز و فلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ آپ نے اُن سے ٹکرانے کی کوشش کی اور نہ ایسا قطع تعلق ہی کیا کہ اُن کے نیک و بد سے بھی آپ بے نیاز و بے پروا ہو جاتے یہاں تک کہ حضرت عمر کی موت کا وقت آ پہونچا خلافت کے بکھیڑے اور علی کو خلافت پیغمبر سے محروم رکھنے کے منصوبے انھیں کے بنائے ہوئے تھے یہ ناممکن تھا کہ وہ اپنے بعد علی کے لئے کوئی گنجائش باقی چھوڑ جاتے چلتے چلاتے ایسی تدبیر کی کہ تیسری مرتبہ بھی خلافت علی تک پہونچنے نہ پائے اور ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ جائے جو نہ صرف علی کے دشمن تھے بلکہ رسول اللہ اور آپ کے اسلام ہی کے مخالف تھے یعنی بنی امیہ جن کے لیڈر اس وقت حضرت عثمان

جب مہاجرین نے کہی تو آمادہ ہوئے مگر بار بار کف افسوس ملتے اور اپنے ان مخلص ساتھیوں کو یاد کرتے جنھوں نے خلافت رسول پر قبضہ کرنے میں اُن کی مدد کی تھی جیسے حضرت ابوبکر ابوعبیدہ بن الجراح معاذ بن جبل وغیرہ یہ تمام افراد حضرت عمر کے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے حضرت عمر تمنا کرتے کہ کاش ان میں سے کوئی زندہ ہوتا اور میں اسے خلافت کے لئے نامزد کر جاتا۔ آخر آپ نے سعد بن ابی وقاص عبدالرحمان بن عوف، حضرت علی، عثمان، طلحہ، اور زبیر کو بلا بھیجا یہ سب حضرات تشریف لائے سوا طلحہ کے جو اس وقت مدینہ سے باہر تھے۔ ان لوگوں کے آنے پر حضرت عمر نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"حضرت پیغمبر خدا مرتے وقت قریش کے ان چھ آدمیوں سے راضی تھے میں نے مناسب سمجھا کہ خلافت کا مسئلہ انھیں کے رائے مشورہ پر چھوڑ دوں تاکہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں"

پھر حضرت عمر نے ان چھ آدمیوں سے کہا کہ بزرگان انصار کو بھی رائے مشورہ کے وقت بلا لینا لیکن خلافت میں اُن کا کوئی حصہ نہ ہوگا حسن بن علی اور عبداللہ بن عباس کو بھی برکت کے خیال سے بلانا کہ یہ رسول اللہ کے عزیز قریب ہیں مگر خلافت میں انھیں کوئی حصہ نہ ہوگا (کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴) پھر ابو طلحہ انصاری کی طرف مڑ کر کہا ابو طلحہ تم لوگوں کے ذریعہ خداوند عالم نے اسلام کو قوت و طاقت بخشی ہے تم قبیلہ انصار سے ۵۰ آدمی منتخب کرنا اور ان چھ آدمیوں کے ساتھ رہنا تاکہ یہ معاملہ جلد طے کرلیں مقداد بن اسود کو تاکید کی کہ تم ابو طلحہ کے ساتھ ساتھ رہنا۔ اگر ۵ آدمی اتفاق کرلیں اور ایک آدمی اختلاف کرے تو اس ایک آدمی کی گردن تم لوگ اڑا دینا اور اگر چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو آدمی ایک طرف، تو ان دونوں آدمیوں کی گردن مار دینا اور اگر تین آدمی ایک طرف ہوں اور تین آدمی ایک طرف ہوں تو جدھر عبدالرحمان بن عوف ہوں ان کو اختیار کرنا اور دوسری طرف کے تینوں آدمیوں کو قتل کر دینا۔

امیرالمومنین کو حضرت عمر کی اس شوریٰ والی تدبیر سے کافی صدمہ پہونچا آپ کو یقین ہو گیا کہ اس مرتبہ بھی ہم اپنے حق سے محروم رہیں گے آپ نے اپنے چچا عباس سے کہا "اس مرتبہ بھی خلافت ہم سے پھیر دی گئی" عباس نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ شوریٰ کے ممبران میں عثمان بھی رکھے گئے ہیں اور حضرت عمر کی تاکید ہے کہ اسی کے حق میں فیصلہ کیا جائے جدھر اکثریت ہو اسی کے ساتھ انھوں نے یہ بھی تاکید کی ہے کہ عبدالرحمان بن عوف جدھر ہوں ادھر ہی تم لوگ بھی ہونا یہ ظاہر ہے کہ سعد بن ابی وقاص اپنے چچازاد بھائی عبدالرحمان بن عوف کی مخالفت نہ کریں گے اور عبدالرحمان بن عوف

حضرت عمر کے مرنے کے بعد یہ چھ آدمی بیت المال میں اکٹھا ہوئے (تاریخ الطبری جلد ۵ صفحہ ۳۶)

یہ بھی کہا جاتا ہے مسور بن مخرمہ یا حضرت عائشہ کے گھر میں یہ نشست ہوئی۔ امام حسن بھی بہ حیثیت ایک نگراں اور شاہد کے اس جلسہ کی کارروائی میں شریک تھے۔ تین دن تک رائے مشورہ ہوتا رہا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ زبیر نے حضرت علی کے حق میں اپنا ووٹ دیا طلحہ نے حضرت عثمان کے حق میں۔ سعد نے اپنا حق عبدالرحمان کے حوالہ کیا کہ جدھر تم ادھر ہم بھی امیر المومنین کو جس بات کا اندیشہ تھا وہی بات ظہور میں آئی اور عبدالرحمان نے حضرت عثمان کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا۔ امیر المومنین نے ارکان شوریٰ کو مخاطب کر کے کہا،

"یہ پہلا دن نہیں ہے کہ امر خلافت میں تم نے ہم پر غلبہ کیا ہے پس صبر جمیل ہی مناسب ہے، اور خداوند تعالیٰ ہی ہمارا مددگار ہے۔"

آپ مجلس شوریٰ سے باہر نکلے اور کہتے جاتے تھے کہ کتاب، قدرت کا لکھا ہوا پورا ہو کر رہے گا (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۳۷)

فصل

عہد عثمان میں

حضرت عثمان جس وقت تخت خلافت پر متمکن ہوئے اس وقت امام حسن کا عنفوان شباب اور آپ کی زندگی کی بیسویں بہار تھی۔

حضرت عثمان کی سیاست اور حکومت کی پالیسی صرف پیغمبر ہی کی سیاست کی مغائر نہیں ثابت ہوئی بلکہ ابوبکر و عمر کی سیاست کے بھی برعکس نکلی نہ اس وقت کے حالات کے مناسب نہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے مزاج اور معاشرہ کے تقاضوں کے موافق یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی حکومت میں بری طرح ناکام رہے۔ اُن کی ناکامی کا اصل سبب ... کہ معاملات اور حکومت سنبھالنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ... قوت ارادی ... اُن کا ہر کام عزم و ارادہ کے انتہائی کمزور ہونے کا بین ثبوت ہے۔ ایمرسن نے کیا خوب کہا ہے۔

"قوت ارادی کامیابی کی کنجی ہے اور کامیابی وجود کی غایت ہے۔ نپولین اسکندر اور انھیں جیسے تاریخ عالم کے مشہور افراد اپنی قوت ارادی ہی کے سبب اپنے نام کو دوام

بھی کمال درجہ کی تھی فہم و فراست بھی تجربہ کار بھی بہت تھے لیکن تردد اور تذبذب اور ارادہ کی کمزوری کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جب تک ہمیں عزم محکم اور قوی ارادہ حاصل نہ ہو یہ ممکن ہی نہیں کہ کارزار حیات میں ہم کامیابی کی توقع کر سکیں......"

حضرت عثمان انتہا درجہ کے کمزور ارادہ کے انسان تھے۔ اس پر مزید یہ کہ انھیں اپنے خاندان والوں سے بڑی محبت تھی اور اسی محبت کے سبب ان سے دینی امور میں بھی فاش غلطیاں ہوئیں اور انتظامی امور میں بھی اور حضرت عمر نے اُن کے متعلق جو پیش بینی کی تھی وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔

"مجھے ایسا نظر آرہا ہے کہ تم نے قریش کی محبت کی وجہ سے یہ حکومت اُن کے حوالہ کر دی اور بنی اُمیہ اور بنی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دیا ہے۔ مال غنیمت کی تقسیم میں اغنیاء بلا استحقاق خصوصی حصے دیے ہیں۔"

اپنے خاندان والوں سے حضرت عثمان کی محبت اس درجہ تک پہونچی کہ انھوں نے حکم بن عاص[1]

---

[1] علامہ بلاذری نے روایت کی ہے کہ حکم بن عاص زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ کا پڑوسی تھا اور زمانۂ اسلام میں آپ کے جانی دشمنوں اور شدید اذیت پہونچانے والوں میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا جب سنہ ۹ھ میں مکہ فتح ہو گیا تو حکم مدینہ آیا اس کا اسلام مشکوک ہے اس کی یہ حالت تھی کہ رسالتمآب کے پیچھے پیچھے چلتا آپ کی طرف منھ سے اشارے کرتا آپ کی نقلیں اُتارتا ناک منھ سکوڑتا اور جب آنحضرت نماز پڑھتے تو یہ بھی پیچھے کھڑا ہو کر انگلیوں سے اشارے کرتا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسا منہ بناتا تھا ویسا ہی ہو گیا اور مرتے دم تک ویسا ہی رہا۔ دماغ میں بھی فتور آ گیا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ اپنی کسی زوجہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے حکم جھانک کر دیکھنے لگا رسول اللہ نے پہچان لیا باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس ملعون مرد مرتعش سے کون مجھے بچاتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جہاں میں رہوں وہاں نہ یہ حکم رہ سکتا ہے نہ اس کی اولاد چنانچہ آپ نے اسے اہل و عیال سمیت طائف کی طرف نکال باہر کیا۔ جب آنحضرت کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان نے ابوبکر سے اس کی سفارش کی اور درخواست کی کہ حکم کو مدینہ واپس بلا لیا جائے مگر ابوبکر نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ جسے نکال باہر کر چکے ہوں میں اسے پناہ نہیں دے سکتا۔ ابوبکر کے بعد جب عمر خلیفہ ہوئے تو عثمان نے اُن سے بھی اسی مضمون کی درخواست کی انھوں نے بھی ابوبکر ہی کی طرح جواب دیا کہ رسول کے نکالے ہوئے کو میں مدینہ نہیں بلا سکتا۔ جب خود خلیفہ ہوئے تو حکم کو اہل بچوں سمیت مدینہ واپس بلا لیا اور مسلمانوں سے یہ کہا کہ میں نے حکم کے متعلق رسالتمآب سے سفارش کی تھی اور سوال کیا تھا کہ اسے مدینہ واپس بلا لیجئے آنحضرت

مدینہ سے جلاوطن کردیا تھا۔ اس سے واپس بلائے جانے پر مسلمانوں نے حضرت عثمان پر شدید اعتراض کئے جس پر انھوں نے معذرت یہ کی کہ ہم نے حکم کو واپس بلاکر حق قرابت ادا کیا ہے۔ مگر اُن کی اس معذرت کو مسلمانوں نے قبول نہیں کیا کیونکہ یہ قرابت جس کا انھوں نے حق ادا کیا تھا خداوند عالم نے اسی قرابت کو توڑنے اور اسی رشتہ داری کو دور کرنے کی تاکید کی تھی کیونکہ یہ حکم پیغمبر کا دشمن گمراہی کا مرکز اور شرک وکفر کا زبردست نمائندہ تھا۔ حضرت عثمان نے حکم کو واپس بلا لینے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے انعام واکرام سے اسے نہال بھی کیا قبیلہ قضاعہ سے زکوٰۃ کی وصولی پر اُسے مامور کیا ۳ لاکھ درہم اس نے وصول کئے حضرت عثمان نے سارے کے سارے درہم اُسے بخش دیئے (انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ صفحہ ۲۸) حضرت عثمان کے معترضین نے اُن کے اس فعل کو سخت ناپسند کیا اُن کا کہنا تھا کہ ایسا شخص جس پر خود رسول نے اپنی زبان سے لعنت کی ہو اسے اموال صدقات پر امین بنانا کیسے جائز ہے ملعون شخص امین کیونکر ہو سکتا ہے پھر قبیلہ قضاعہ سے زکوٰۃ وصول کرکے مدینہ لانا کب جائز تھا جبکہ حکم یہ ہے کہ جہاں سے زکوٰۃ وصول کی جائے وہیں کے فقراء و مساکین پر اسے تقسیم کردیا جائے ہاں اس مقام پر کوئی مستحق نادار نہ موجود ہو تب جائز ہے کہ اسے خلیفہ وقت کی خدمت میں لایا جائے[۲] حضرت عثمان نے حکم کو قبیلہ قضاعہ سے زکوٰۃ کی وصولی پر مامور تو کردیا مگر اس سے یہ کہا

(بقیہ صفحہ ۶۹) آپ کا انتقال ہوگیا۔ مسلمانوں نے حضرت عثمان کی باتوں کا یقین نہیں کیا اور اُن کا یہ فعل اُن کی انتہائی ناگواری کا باعث ہوا (انساب الاشراف جلد ۵ صفحہ ۲۷)

حاشیہ صفحہ ہذا [۱] علامہ بلاذری، امام حاکم، واقدی وغیرہم نے بسلسلہ اسناد عمرو بن مرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حکم بن عاص نے پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے اس کی آواز پہچان لی اور فرمایا کہ اسے آنے دو خدا کی لعنت اس پر بھی اور اس کے صلب سے پیدا ہونے والوں پر بھی۔ سوا ایمان والوں کے اگرچہ وہ بہت تھوڑے ہوں گے، مکار، دغاباز، دنیا اُن کو دی جائے گی اور آخرت میں اُن کا کچھ بھی حصہ نہ ہوگا۔

(مستدرک جلد ۴ صفحہ ۴۸۱ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۷ حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۹۹ صواعق محرقہ)

[۲] علامہ ابو عبید کی کتاب الاموال میں مذکور ہے کہ معاذ بن جبل نے صدقات یمن کا ایک تہائی حصہ حضرت عمر کے پاس روانہ کیا۔ حضرت عمر نے اسے ناپسند کیا اور انھیں لکھا کہ میں نے تمھیں مال خراج بٹورنے یا جزیہ وصول کرنے کے لئے نہیں بھیجا ہے بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تم مالداروں سے زکوٰۃ کی چیزیں لیکر وہاں کے ناداروں پر تقسیم کردو۔ معاذ نے لکھا میں نے یہ مال اسی وقت آپ کے پاس روانہ کیا جب کہ کوئی مستحق اس کا یہاں باقی

بھی نہیں کہ تصاعفہ کے نادار لوگوں کو معلوم کرتے یہ مال ان پر تقسیم کر دینا اور یہ شریعت کے حکم کی شدید مخالفت تھی۔

اعتراض کرنے والوں کا کہنا یہ بھی تھا کہ خلیفہ کے لئے کیسے جائز تھا کہ اتنی بڑی رقم ایسے شخص کو دیدیں جو خدا اور رسولؐ کا شدید ترین دشمن تھا حالانکہ اسی مدینہ میں ایسے جلیل القدر افراد بھی موجود تھے جو اسلام کے بنیادی ستون تھے اور اسلام کی تعمیر میں پیغمبر کے شریک رہ چکے تھے حضرت عثمان نے حکم کو جتنا مال دے دیا تھا اس کا دسواں حصہ بھی انھوں نے کبھی ان ہستیوں کو نہیں عنایت کیا۔

حضرت عثمان نے ایسا ہی حسن سلوک اپنے خاندان کے دوسرے ذلیل و رسوا انسان سے بھی کیا یعنی مروان بن حکم جو اُن کا چچا زاد بھائی اور اُن کی بیٹی ام ابان کا شوہر تھا حضرت عثمان نے اپنی گوناگوں عطایا کی بارشیں اس پر کیں مسلمانوں کا سارا بیت المال ہی اس کی تحویل میں دیدیا کہ جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ دے جیسا کہ عام طور پر جاگیردار اپنی ریاستوں میں کرتے تھے۔ افریقہ سے مال غنیمت میں جو مال و اسباب ہاتھ آئے تھے اس کا خمس حضرت عثمان کے پاس بھیجا گیا اس کو مروان نے ۵ لاکھ دینار کے عوض خرید لیا۔ حضرت عثمان نے وہ پانچ لاکھ دینار بھی مروان کو بخش دیئے۔ (تاریخ کامل جلد ۳ ص۳۸) مصر سے جو مال خمس حاصل ہوا اس کے متعلق بھی بحق مروان ایک نوشتہ لکھدیا (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص۴۴ کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص۲۵) ایک لاکھ دینار الگ دیئے[۱] اور فدک جو رسول اللہ سیدہ عالم کو عطا کر گئے تھے مروان کو بطور جاگیر بخش دیا[۲] (معارف ابن قتیبہ ص۸۴)

[۱] شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص۶۷ علامہ ابن الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان نے جب مروان کو اتنا مال کثیر عنایت کیا تو زید بن ارقم جو بیت المال کے خزانچی تھے کنجیاں لے کر آئے اور حضرت عثمان کے سامنے پھینک کر رونے لگے۔ حضرت عثمان نے کہا میں نے صلہ رحم اور حق قرابت و رشتہ داری جو ادا کیا ہے اس پر تم روتے ہو کہا نہیں بلکہ اس پر روتا ہوں کہ تم نے پیغمبر کی زندگی میں راہ خدا میں جو مال و زر خرچ کیا تھا اس کا عوض وصول کیا ہے ہو۔ اگر تم مروان کو سو درہم بھی دے ہوتے تو بہت زیادہ تھے حضرت عثمان نے کہا کنجیاں رکھ دیجئے اور تشریف لیجائیے ہمیں آپ کے علاوہ اور بھی بہت سے خزانچی مل جائیں گے۔

[۲] منجملہ ان امور کے جو حضرت عثمان سے لوگوں کی ناراضی و برہمی کا سبب ہوئے اور لوگوں کے کلیجے غم و غصہ سے بھر گئے یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان نے مروان کو فدک بطور جاگیر عنایت کیا۔ اس لئے کہ فدک یا تو مسلمانوں کا مال تھا جیسا کہ ابوبکر و عمر مدعی تھے تو تمام مسلمانوں کو محروم کر کے ایک اکیلے مروان کو جاگیر میں دینے کی کوئی وجہ نہ تھی اور اگر پیغمبر کا ترکہ تھا اور اہل بیت پیغمبر بطور میراث پانے کے حقدار تھے تو ظاہر ہے کہ مروان ذریت رسول سے نہیں تھا نہ عثمان کو اس میں سیاہ و سفید کرنے کا حق تھا اور اگر فدک ہبہ پیغمبر تھا جو آپ نے اپنی پارہ جگر جناب معصومہ کو

کی فہرست سے تاریخ کے صفحات سیاہ ہیں اس نے اسلام کی بیخکنی میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور مسلمانوں کو بھی تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوششیں کیں۔ پیغمبر خدا نے صاف صاف لفظوں میں اس پر لعنت کی اور اس کو چھپکلی کہہ کر پکارا تھا [۱]

حضرت عثمان نے اتنے ہی پر بس نہیں کی بلکہ انھوں نے سرگرمی سے ہر اموی کا گھر بھرنا شروع کیا اور بنی امیہ کو مال و دولت دے دے کر خوب اچھی طرح طاقتور بنا دیا گویا مسلمانوں کا سارا مال انھیں کے لئے وقف ہو کر رہ گیا۔ حارث ابن حکم۔ مروان کے بھائی اپنے دوسرے داماد اور اپنی بیٹی عائشہ کے شوہر کو ۳ لاکھ درہم عنایت کئے صدقے کے اونٹ مدینہ آئے۔ وہ سب کے سب حارث کے حوالہ کر دیئے [۲]۔ رسول اللہ نے مدینہ کا ایک بازار تمام مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا حضرت عثمان نے وہ بازار حارث کو دے دیا [۳]۔ ابو سفیان کو بیت المال سے دو لاکھ دے دیئے [۴]۔ یہ وہی ابو سفیان ہے جو مکہ کے مشرکین کا سردار اور کفر و شرک کا راس و رئیس تھا۔ عبداللہ بن سعد

---

[۱] عبدالرحمان بن عوف سے روایت ہے کہ مدینہ میں جو بچہ پیدا ہوتا وہ رسول اللہ کی خدمت میں لایا جاتا مروان جب پیدا ہوا تو وہ بھی لایا گیا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا ھوالوزغ بن الوزاغ الملعون بن الملعون (یہ چھپکلی ہے چھپکلی کا بیٹا یہ ملعون ہے ملعون کا فرزند (مستدرک ج ۴ ص۴۷۹ حیوۃ الحیوان جلد ۲ ص۳۹۹ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ ص۳۳۷) علامہ ابن ابی الحدید استیعاب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے مروان پر نظر کی اور فرمایا (تجھ پہ عذاب ہو تیری وجہ سے اور تیرے گھر والوں کی وجہ سے امت محمدیہ بڑے سخت مصائب سے دوچار ہوگی یہ اس وقت جب تیرے بڑھاپے کا آغاز ہوگا۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص۵۵) علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ یہ مروان اپنے لمبے قد اور دبلے پتلے ہونے کی وجہ سے خیط باطل (باطل کا دھاگہ) کہہ کر پکارا جاتا تھا (کتاب الانساب جلد ۵ ص۱۲۶) شعرا نے اس کے متعلق بہت سے اشعار بھی نظم کئے ہیں۔

[۲] (انساب الاشراف جلد ۵ ص۲۸)

[۳] (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۶۷ معارف ابن قتیبہ ص۸۴)

[۴] (شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص۶۷)

[۵] یہ عبداللہ بن سعد وہ شخص تھا جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا اس نے ہجرت بھی کی تھی پھر مرتد ہو کر مشرکین قریش سے جا ملا اور ان سے کہا کہ میں محمد کو جہاں چاہوں لیجاؤں جب مکہ فتح ہو گیا تو رسالتمآب نے حکم دیا کہ ابن ابی سرح کو جہاں ملے قتل کر دیا جائے آپ نے اس کا خون سب کے لئے مباح کر دیا چاہے خانہ کعبہ

حاصل کیا تھا[1]۔ اپنے رشتہ داروں کی محبت اس انتہا کو پہونچی کہ مدینہ کے آس پاس جتنی چراگاہیں تھیں وہ سب اپنے اور اپنے عزیزوں کے لئے مخصوص کرلیں اور باقی مسلمانوں کو ممانعت ہوگئی کہ اُن کے جانور[2] اُن چراگاہوں میں چرنے نہ پائیں۔ حالانکہ خداوند عالم نے تمام چراگاہیں عام قرار دی ہیں ہر مسلمان اُن سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ اپنے لئے مخصوص کرے چنانچہ پیغمبر خدا کی مشہور حدیث ہے المسلمون شرکاء فی ثلاث الکلاء والماء والنار تمام مسلمان تین چیزوں میں برابر کے حصہ دار ہیں سبزہ۔ پانی اور آگ (کتاب الاموال ص۱۹۶ سنن ابی داؤد جلد ۲ ص۱۰۱) حضرت امیرالمومنین نے کیا اچھی تصویر کشی کی ہے حضرت عثمان کی خاندان پرستی اور اپنے اعزا پر اندھا دھند داد و دہش کی الی ان قام ثالث القوم نافجا حضنیہ بین نثیله ومعتلفه وقام معه بنوابیه یخضمون مال الله خضمة الابل نبتة الربیع۔ قوم کا تیسرا آدمی متکبرانہ انداز میں پیٹ پھلا کے اپنے چارہ اور لید کی چھچھالیدر میں کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے باپ کی اولاد بنی امیہ کھڑی ہوگئی اور خدا کا مال چبا چبا کر کھانے لگے جیسے اونٹ فصل ربیع کی گھانس کھاتا ہے (نہج البلاغہ جلد اول) حضرت عثمان نے اپنے خاندان والوں کا گھر بھرنے اور مسلمانوں کے مال سے انھیں مالا مال ہی کرنے پر اکتفا نہ کی بلکہ انھیں بڑے بڑے کلیدی عہدے پر بھی فائز کیا ولید بن عقبہ ایسے اوباش انسان کو جو جرائم کا مجسمہ اور رندی اور ہوس ناکی کا بدترین نمونہ تھا کوفہ کا گورنر مقرر کیا سے معاویہ بن

(بقیہ صفحہ ۲۰۷) کے پاس پہونچا آپ نے اسے غائب کر دیا جب مکہ میں امن قائم ہوگیا تو حضرت عثمان نے ابن ابی سرح کو نکالا اور رسالتمآب سے جاں بخشی کی درخواست کی آنحضرت کافی دیر تک خاموش رہے اور اس کے بعد کہا اچھی بات ہے جب عثمان اپنے گھر واپس چلے گئے تو آنحضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ میں اتنی دیر خاموش اس لئے رہا کہ تم میں سے کوئی اُٹھتا اور اس کی گردن مار دیتا انصار میں سے کسی نے کہا تو حضور نے ہمیں اشارہ کیوں نہ کر دیا آنحضرت نے فرمایا بات یہ ہے کہ نبی کے لئے دزدیدہ نگاہی جائز نہیں (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص۲ کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص۴۹ مستدرک جلد ۳ ص۱۰ استیعاب وغیرہ) حضرت عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں عمرو عاص کو معزول کر کے اسی عبداللہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ عمرو عاص اسی وجہ سے حضرت عثمان کے دشمن ہوگئے۔

[1] شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص۶۷

[2] شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص۶۷ انساب الاشراف جلد ۵ ص۳۸ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص۸۷

بن سعد بن ابی سرح اپنے رضاعی بھائی کو مصر کا حاکم بنایا۔ اور اس طرح مملکت اسلامیہ کے اہم ترین حصے بنی امیہ کے حوالے کر دیئے۔ اسی خاندان پرستی اور اقربا نوازی نے مسلمانوں میں ہیجانی کیفیت پیدا کر دی اور مملکت اسلامیہ کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اُن کے خلاف نفرت و بیزاری کی لہر دوڑ گئی خصوصاً ان مسلمانوں کی برہمی اور غیظ و غضب کا تو ٹھکانا ہی نہ تھا جو پیغمبر کا لطف صحبت اُٹھائے ہوئے اصحاب تھے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا جزو ایمان جانتے اور یہ یقین رکھتے تھے کہ مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری ہر فرد پر ہے ان حالات کے بنا پر ظاہر ہے کہ حضرت عثمان کے خلاف شورش برپا ہونی ناگزیر تھی معمولی افراد کا ذکر نہیں بڑے بڑے صحابہ اور صاحبان اثر و اقتدار مومنین ان کے خلاف ہو گئے۔ منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے حضرت عثمان کے طور طریقے کو ناپسند کیا اور اُن کی سیاست پر معترض ہوئے حضرت علی اور اُن کے ہمخیال افراد جیسے ابوذر و عمار یاسر وغیرہ تھے حضرت علی کی ناراضگی کی وجہ یہ ہوئی کہ بیت المال میں ایک صندوقچہ تھا جس میں زیور اور جواہرات تھے حضرت عثمان نے اس میں سے کچھ زیور نکال کر اپنی کسی بیوی کو دے دیا لوگوں کو جب خبر ملی تو انھوں نے طعن و تشنیع کی اور لتے اعتراضات ہر سمت سے ہوئے کہ حضرت عثمان کو غصہ آگیا انھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

لہ یہ ولید حضرت عثمان کا مادری بھائی تھا اکثر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ کلام مجید کی آیت یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا اسی ولید کے متعلق نازل ہوئی یہ ولید بڑا شرابی تھا ایک مرتبہ اپنے ندیموں اور مغنیوں کے ساتھ شام سے لیکر صبح تک شراب پی صبح کو جب موذن نے آکر خبر دی کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو اسی نشہ کی حالت میں نماز پڑھانے مسجد میں گیا اور لوگوں کو صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی اور نمازیوں سے کہا کہو تو اور پڑھا دوں لمبے لمبے سجدے کئے اور سجدہ میں بجائے تسبیح کے پی اور پلا کہا گیا مسلمانوں نے اس سے کہا کہ مجھے تم پر حیرت نہیں اس پر حیرت ہے جس نے تمھیں حاکم مقرر کر کے یہاں بھیجا ہے تھوڑی دیر کے بعد ابو زینب اور جندب بن زہیر ازدی ولید کے پاس آئے وہ ابھی نشہ ہی میں بدمست پڑا ہوا تھا ان دونوں نے ولید کی انگلیوں سے انگوٹھی اتار لی اور اسے نشہ میں خبر بھی نہ ہوئی۔ یہ لوگ حضرت عثمان کے پاس مدینہ پہونچے اور ولید کے متعلق شرابخواری کی گواہی دی اور ثبوت میں وہ انگوٹھی پیش کی جو نشہ کی حالت میں اس کی انگلی سے اتاری تھی حضرت عثمان نے ان لوگوں کو جھڑک دیا سینہ پر دھکا دیکر اپنے پاس سے نکلوا دیا یہ لوگ حضرت علی کے پاس آئے۔ حضرت علی جا کر عثمان سے ملے بہت کچھ باتیں ہوئیں آخر کار ولید بلایا گیا اور حضرت امیر المومنین نے اس پر حد جاری کی۔

ناگوار ہی کیوں نہ گذرے۔

حضرت علی نے کہا اس صورت میں آپ روک دیئے جائیں گے اور آپ کے اور بیت المال کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی۔

جلیل القدر صحابی عمار یاسر نے کھڑے ہو کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حرکت سب سے پہلے مجھے ناگوار ہے

حضرت عثمان نے کہا یاسر کے بیٹے مجھ پر تم اتنی جرأت کرتے ہو پکڑو انھیں۔ یہ حکم سنتے ہی عمار گرفتار کرلئے گئے۔ حضرت عثمان گھر میں چلے گئے اور عمار کو بلا بھیجا اور اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہوگئے۔ عمار سابقین مسلمین اور پیغمبر کے منتخب صحابیوں میں سے تھے اور خدا و رسول سے ان کی وابستگی مشہور عالم تھی حضرت عثمان نے ان باتوں کا ذرہ بھی پاس و لحاظ نہیں کیا اور وہ سلوک کیا ہے جو کسی ذلیل وحقیر انسان سے کرنا بھی روا نہیں سمجھا جاسکتا۔ حضرت عثمان کا طریقہ ہی یہی تھا وہ جس میں بھی اپنی مخالفت کی بو پاتے طرح طرح کی اذیتیں اسے دیتے جلا وطن کرتے کوڑوں سے پٹواتے اس کا آذوقہ بند کرلیتے۔ لیکن ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ہر طبقہ میں اُن کے خلاف ناراضی بڑھتی جاتی

حضرت عثمان کی سیاست سے بیزاری کا سب سے سخت مظاہرہ پیغمبر کے بزرگ صحابی جناب ابوذر سے ہوا انھوں نے اُن کے طرز عمل پر شدید نکتہ چینی کی اُن کے دل کو کسی طرح یہ گوارا نہ ہوا کہ حضرت عثمان اپنے عزیز اقارب بنی امیہ کے افراد کو اتنا اتنا مال کثیر اُٹھا کر دیدیں بنی امیہ اس مال سے خوب خوب داد عیش وعشرت دیں اور نادار مسلمان جو واقعی ان اموال کے مستحق تھے وہ پیسہ پیسہ کو ترسیں۔ اسی چیز نے ابوذر کو حضرت عثمان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور کیا اور وہ علانیہ اُن کی مخالفت کرنے پر تل گئے۔ استاذ سید قطب لکھتے ہیں۔

"ابوذر کی چیخ پکار روح اسلامی کی تڑپ تھی جس کو کھوٹے دل والے ماننے پر تیار نہ ہوئے آج کل کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ جن کے دل فاسد ہیں وہ روح اسلامی کی تڑپ سے متاثر نہیں ہوتے۔ ابوذر کی یہ آواز حرص وطمع سے پاک ضمیر کی بیداری تھی شرمناک سرمایہ داری کے مقابل جس نے مسلمانوں کی جمعیت کو کئی طبقات میں تقسیم کردیا تھا اور ان بنیادوں کو منہدم کردیا تھا جسے استوار کرنے کے لئے یہ دین آیا تھا

العدالۃ الاجتماعیہ ص ۲۱۱

جناب ابوذر کے دینی عقائد۔ زندہ ضمیر اور صراحت پسندی نے مجبور کیا کہ وہ عثمان کے

تاکید کردی کہ وہاں سے نکلنے نہ پائیں۔ ابوذر نے شام کے لوگوں کے سامنے حضرت عثمان کے نقائص معاویہ کے ناپسندیدہ حرکات اور اموی سیاست کی فتنہ سامانی اور ہلاکت خیزی بیان کرنا شروع کی۔ جب معاویہ نے دمشق میں قصر خضرا تعمیر کیا تو آپ نے معاویہ سے کہا اگر تم نے خدا کے مال سے یہ قصر بنایا ہے تو یہ خیانت ہے اور اگر اپنے مال سے بنایا ہے تو اسراف ہے۔
شام والوں پر امویوں کے کرتوت ظاہر کرتے ہوئے کہا: "خدا کی قسم ایسے ایسے کام کئے جا رہے ہیں جو دیدہ نہ شنیدہ نہ خدا کی کتاب ہی سے اُن کا جواز ثابت نہ پیغمبر کی سنت ہی سے خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ حق کو محو، باطل کو زندہ اور صادق کو جھوٹا کیا جا رہا ہے ایسے لوگوں کو ترجیح دی جا رہی ہے جنھیں پرہیز گاری سے واسطہ نہیں اور نیکو کاروں کو پیچھے ڈھکیل دیا گیا ہے" (کتاب الانساب جلد ۵ ص۲۵)
اس طرح ابوذر شام والوں کے ضمیر کو بیدار اور اُن کے دل و دماغ کو جھنجھوڑتے رہے وہ معاویہ کی ایک ایک بات پر باز پرس کرتے قریب تھا کہ سارا شام کا علاقہ حضرت عثمان کے خلاف ہو جائے معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھ بھیجا کہ ابوذر نے بڑی خطرناک صورت حال یہاں پیدا کردی ہے حضرت عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ ابوذر کو ننگی پیٹھ کے اونٹ پر سوار کر کے مدینہ بھیج دو معاویہ نے ایسا ہی کیا اور ساتھ میں ایسے بُرے آدمی بھی کر دیئے جو نہ ابوذر کی قدر و منزلت سے واقف تھے اور نہ اُن کی پیرانہ سالی اور ضعف و نقاہت پر انھیں ترس آتا تھا وہ رات دن اُن کے اونٹ کو ہنکائے ہوئے مدینہ لائے ابوذر کی رانوں کا گوشت چھل چھل گیا اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔ مدینہ پہونچنے پر بھی ابوذر اپنے فریضہ سے غافل نہ ہوئے۔ یہاں بھی انھوں نے حضرت عثمان کے اعمال و افعال پر اسی طرح کھل کر اعتراضات کرنا شروع کئے جس طرح شام میں کرتے تھے وہ حضرت عثمان کو مخاطب کر کے کہتے

"آپ لڑکوں کو حاکم مقرر کرتے ہیں اپنے لئے زمینیں مخصوص کرتے ہیں اور طلقاء کو اپنا مقرب بارگاہ بناتے ہیں"

لوگوں سے وہ حدیثیں بیان کرتے جنھیں خود رسول اللہ سے آپ سُن چکے تھے منجملہ اُن حدیثوں کے یہ حدیث بھی بیان کی کہ

"جب بنی امیہ ۳۰ کی تعداد میں مکمل ہو جائیں گے تو خدا کے شہروں کو کھلونا بندگان خدا کو غلام اور دین خدا کو دغا و فریب بنا لیں گے"

حضرت عثمان نے عام ممانعت کردی کہ خبردار کوئی شخص ابوذر کے پاس بیٹھے اُٹھے نہیں نہ اُن

"وائے ہو آپ پر اے عثمان۔ کیا آپ نے حضرت رسالتمآب اور ابوبکر و عمر کو نہیں دیکھا؟ کیا یہی اُن کا طرز عمل تھا آپ تو میرے ساتھ جابر و ظالم بادشاہوں جیسا برتاؤ کر رہے ہیں۔

حضرت عثمان۔ تو تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔

ابوذر۔ مجھے آپ کے پاس رہنا خود پسندیدہ نہیں۔ اچھا تو میں کہاں جاؤں؟

حضرت عثمان۔ جہاں تمہارا جی چاہے۔

ابوذر۔ شام جو سرزمین جہاد ہے جہاں دشمنانِ اسلام سے جنگ چھڑی ہوئی ہے وہاں جاؤں؟

حضرت عثمان۔ شام سے تو میں نے تمھیں واپس بلایا ہے یہ دیکھ کر کہ تم شام والوں کو میرے خلاف اُبھار رہے ہو کیا میں تمھیں پھر شام واپس جانے دوں گا۔

ابوذر۔ تو میں عراق چلا جاؤں؟

حضرت عثمان۔ نہیں۔

ابوذر۔ کیوں؟

حضرت عثمان۔ تم ایسے لوگوں میں جانا چاہتے ہو جو شک و شبہہ پیدا کرنے والے اور اُمت میں طعن کرنے والے ہیں۔

ابوذر۔ تو مصر چلا جاؤں۔

حضرت عثمان۔ نہیں۔

ابوذر۔ تو پھر کہاں جاؤں۔

حضرت عثمان۔ جہاں تمہارا جی چاہے

ابوذر۔ آپ مجھے مہاجر ہونے کے بعد پھر بدوی اعرابی بنانا چاہتے ہیں اچھا میں نجد چلا جاتا ہوں

حضرت عثمان۔ ہاں یہی ٹھیک ہے لیکن ربذہ سے آگے نہ جانا۔ ربذہ ہی کی طرف چلے جاؤ۔

چنانچہ ابوذر ربذہ کی طرف جلاوطن ہو گئے (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص۵۲)

حضرت عثمان نے ابوذر کی ہر ممکن اہانت کرتے ہوئے عام منادی کرادی کہ خبردار کوئی ابوذر سے نہ کلام کرے اور نہ انھیں رخصت کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلے۔ اور مروان کو حکم دیا کہ تم ابوذر کو مدینہ سے باہر نکال آؤ۔ مروان ابوذر کو لے کر باہر نکلا اور لوگ کنارہ کش رہے البتہ امیرالمومنین علی ابن ابیطالب اُن کے بھائی عقیل، علی کے فرزند حسن و حسین اور عمار نے عثمان کی ممانعت کی کوئی پرواہ نہ کی یہ سب ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ ساتھ ہو لئے۔ امام حسن ابوذر سے گفتگو کرنے

کے درمیان مارا اور فرمایا دور ہو خدا تجھے واصل جہنم کرے مروان غصہ میں بھرا ہوا عثمان کے پاس آیا تاکہ انھیں اس واقعہ کی خبر دے۔ امیرالمومنین نے جناب ابوذر سے تعزیت و تسلی کے الفاظ کہے جو ربذہ کی بے آب و گیاہ زمین پر جتنے دن ابوذر زندہ رہے وجہ تسلی و تشفی رہے آپ نے فرمایا۔

"اے ابوذر تم ان لوگوں سے خدا کے لئے ناراض ہوئے تھے پس اسی سے معاوضہ کی اُمید رکھو۔ یہ لوگ تم سے ڈرتے تھے کہ کہیں تمھاری باتوں کی وجہ سے دُنیا اُن کے ہاتھ سے نہ نکل جائے اور تم اپنے دین کے بچانے کی خاطر ان سے خائف تھے۔ پس اس چیز کو جس کی وجہ سے یہ تم سے خائف تھے (یعنی دنیا) انھیں کے ہاتھوں میں چھوڑ دو اور اس چیز کو لے کر بھاگ جاؤ جس چیز کے متعلق تم ان لوگوں سے خائف تھے یعنی اپنے دین کو لے کر ان لوگوں سے کنارے ہو جاؤ۔ تم نے اپنے جس دین پر ان لوگوں کو قابو نہ ہونے دیا اس دین کے یہ کتنے محتاج ہیں اور تم کو ان لوگوں نے جس (دنیا) سے محروم کر دیا اس سے تم کتنے بے نیاز ہو۔ عنقریب کل کے دن تم کو معلوم ہو جائے گا کہ فائدہ میں کون رہا اور حسد کا مظاہرہ کس طرف سے زیادہ ہوا۔ اگر آسمان و زمین دونوں کسی بندے کے لئے مسدود ہوں اور بندہ خدا سے ڈرنے والا ہو تو خداوند عالم کوئی نہ کوئی راستہ اس کے لئے ضرور پیدا کر دے گا۔ تم ہمیشہ حق سے مانوس اور باطل سے سراسیمہ رہو گے۔ اگر تم بھی ان لوگوں کی دنیا کو قبول کر لیتے تو یہ لوگ تمھیں بھی محبوب رکھتے اور اگر تم اس دنیا سے قرض لیتے تو یہ لوگ تمھیں امان دیتے۔

(نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۲۴۷)

پھر امام حسن نے انتہائی دُکھ بھرے لہجہ میں فرمایا۔

"اے چچا اگر رخصت کرنے والے کے لئے سکوت نازیبا اور مشایعت کرنے والے کے لئے پلٹنا نہ ہوتا تو کلام بہت مختصر لیکن حزن و اندوہ بہت طولانی ہوتا۔ ان لوگوں سے آپ کو جو مصائب جھیلنے پڑے ہیں وہ ظاہر ہیں۔ آپ دنیا کے آرام و آسائش اور شدائد و مصائب کی یاد آئندہ۔ کے توقعات اور اُمیدوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دل سے نکال دیجئے اور اس وقت تک صبر کیجئے جب آپ پیغمبر سے جا کر ملیں گے اور آنحضرت آپ سے راضی و خوشنود ہوں گے" (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

ابوذر نے امیرالمومنین اور امام حسن و حسین پر یاس بھری نظریں ڈالیں جدائی کے خیال سے

رسول خدا کو یاد کر لیتا ہوں۔ مدینہ میں آپ لوگوں کے سوا میرا کوئی ٹھکانا نہیں میں حجاز میں عثمان کے لئے ویسا ہی گراں ہو گیا جتنا شام میں معاویہ پر شاق تھا۔ عثمان کو یہ بھی پسند نہیں کہ میں اس کے رضاعی بھائی عبداللہ ابن ابی سرح کے پڑوس میں رہوں۔ یا خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عامر کے ہمسایہ بصرہ میں رہوں انھیں اندیشہ ہے کہ کہیں میں ان مقامات کے لوگوں کو ان کے خلاف برانگیختہ نہ کردوں۔ جس کے نتیجہ میں انھوں نے مجھے ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا جہاں نہ کوئی میرا مددگار ہے نہ دشمنوں کو دفع کرنے والا سوا خداوند عالم کے خدا کی قسم میں سوا خداوند عالم کے کسی کو اپنا مصاحب بنانا بھی نہیں چاہتا اور اللہ کے ہوتے ہوئے میں کسی وحشت سے ڈرتا بھی نہیں۔

جب امیرالمومنین ابوذر کو رخصت کر کے مدینہ پلٹے تو لوگوں نے آپ کو حضرت عثمان کی برہمی وناراضی کی طرف توجہ دلائی کیونکہ آپ نے اُن کے حکم کی پرواہ نہ کی تھی اور اُن کے مخالف کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا اُن کا غصہ ایسا ہی ہے جیسے گھوڑے کا غصہ لجام پر۔ حضرت عثمان نے آکر آپ سے پوچھا۔

عثمان۔ آپ نے مروان پر زیادتی کیوں کی میرے قاصد کو روکا کیوں اور ہمارے حکم کی توہین کیوں کی؟

حضرت علی۔ آپ کے قاصد نے مجھے روکنا چاہا اس لئے میں نے بھی اسے روکا۔ رہ گیا آپکا حکم تو میں نے اس کی اہانت نہیں کی۔

عثمان۔ کیا آپ نے سنا نہیں تھا کہ میں نے لوگوں کو ابوذر سے گفتگو اور اُن کو رخصت کرنے سے منع کر دیا ہے؟

حضرت علی۔ کیا آپ اگر خدا کی نافرمانی کا بھی حکم دیں گے تو ہمارے لئے اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے؟

عثمان۔ اچھا مروان کو ہرجانہ ادا کیجئے۔

حضرت علی۔ ہرجانہ کس بات کا۔

عثمان۔ آپ نے اُسے برا بھلا کہا اور اس کی سواری کو کوڑا مارا۔

حضرت علی۔ اس کی سواری کے بدلے میں میری سواری موجود ہے اگر میں نے اس کی سواری کو کوڑا مارا تو وہ بھی میری سواری کو کوڑا مارے لیکن رہ گیا یہ کہ وہ مجھے برا کہے تو یاد رکھئے اگر ایک

عثمان۔ غصہ سے بے قابو ہو گئے اور بولے مروان آپ کو برا کیوں نہیں کہہ سکتا آپ میرے نزدیک مروان سے افضل نہیں۔

امیر المومنین ان نازیبا کلمات سے برہم ہو گئے آپ نے فرمایا

"تم میرے لئے ایسا کہتے ہو اور مروان سے میرا مقابلہ کرتے ہو۔ خدا کی قسم میں تم سے بہتر ہوں میرے باپ تمہارے باپ سے افضل تھے میری ماں تمہاری ماں سے افضل تھیں

(مروج الذہب جلد ۲ ص۲۳ وغیرہ)

یہ سلوک تھا حضرت عثمان کا پیغمبر کے ان جلیل القدر اصحاب کے ساتھ جو حضرت عثمان کے طور و طریقہ کو پسند نہیں کرتے تھے اور اُن کی سیاست سے نالاں تھے مگر حد ہو گئی اس خیرہ چشمی کی کہ حضرت عثمان مروان کو امیر المومنین کے مقابل ٹھہراتے ہیں وزغ ابن الوزغ ملعون بن ملعون مروان کو۔ سچ ہے واقعاً سچ ہے علی تو علی اگر خود حضرت سرورِ کائنات ہوتے تو معاذ اللہ اُن کے متعلق بھی حضرت عثمان ایسا کہنے میں تامل نہ کرتے اس لئے کہ مروان اپنے چچا کا بیٹا تھا پھر پارۂ جگر بھی اپنی اس کی زوجیت میں تھی بھلا اس سے بہتر دوسرا کوئی کیونکر ہو سکتا تھا۔

حضرت عثمان کے یہ ہولناک افعال و حرکات ہم نے سلسلۂ کلام میں ذکر کئے ہیں یہ افعال و حرکات دین و شریعت کے جس قدر مغائر تھے کوئی بھی باغیرت مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ ان کے کارناموں کی طویل فہرست سے تمام تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں ان سب کے بعد ڈاکٹر طہٰ حسین کا امام حسن کے متعلق یہ کہنا کتنا سیاہ جھوٹ اور آپ پر کتنی زبردست تہمت ہے کہ کان عثمانیا بالمعنی الدقیق لھذہ الکلمۃ "امام حسن عثمانی تھے اس لفظ کے دقیق معنوں کے لحاظ سے"۔ کوئی شک نہیں کہ امام حسن بھی حضرت عثمان کے طرزِ عمل اور سیاست سے اسی طرح بیزار تھے جس طرح دیگر اکابر مہاجرین و انصار ناراض تھے۔ پیغمبر کے محبوب اور محترم صحابہ کی جو درگت بنی حضرت عثمان نے جس جس طرح ان حضرات کی توہین و اہانت کی مارا پیٹا جلا وطن کیا نان شبینہ کو محتاج بنایا قید و بند میں ڈالا وہ آپ کے آنکھوں کے سامنے کی بات تھی خود آپ کے پدرِ بزرگوار امیر المومنین کو جو تکلیفیں اُٹھانی پڑیں جس جس طرح اہانت کی گئی مروان ایسے شخص کو آپ کے برابر کیا گیا جس سے بڑھ کر مجرم و خطار مفسد و فتنہ پرور تاریخ کے صفحات پر ڈھونڈھے سے نہ ملے گا امام حسن کے دل و دماغ پر یہ باتیں پتھر کی لکیر بن چکی تھیں لہٰذا ان تمام حالات و واقعات کے پیشِ نظر امام حسن کے دل میں حضرت عثمان کے لئے ذراسی ہمدردی بھی ہونا محال ہے چہ جائیکہ آپ عثمانی ہوتے۔ مزید برآں۔ حضرت

... کی ان کی سیاست کو سراہا نہ اُن کے ہاتھ مضبوط کئے پھر امام حسن کے متعلق یہ تصور کرنا کیونکر ممکن ہے کہ آپ نے ان کی اس اندھی سیاست کو پسند کیا جس نے مسلمانوں کو شدید تباہی سے دوچار کیا اور مسلمان خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کو چھوڑ کر ہوا و ہوس کے بندے اور سیم و زر کے پجاری بن گئے۔

حضرت عثمان کے عنایات سے ہر ہی جگہ کے مسلمان فیضیاب ہوئے مملکت اسلامیہ کا کوئی صوبہ کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں حضرت عثمان کے عزیزوں میں سے کوئی حاکم مسلط نہ ہو اور اس اموی حاکم نے وہاں کے مسلمانوں کی زندگی اپنے مظالم سے عذاب نہ بنا دی ہو نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سارے مظلومین اپنی پوری قوت سے اُن کی حکومت کا تختہ اُلٹنے پر تیار ہو گئے ان مظلومین نے تمام مقامات کے سربرآوردہ اشخاص کو خطوط لکھے اپنی مصیبتوں کا رونا رویا اور درخواست کی کہ اس حکومت کو بدلنے میں ہماری مدد کریں۔ پھر ان کے منتخب افراد کا ایک وفد مدینہ آیا تاکہ حضرت عثمان سے مل کر درخواست کی جائے کہ وہ اب بھی رحم و کرم کریں اور وہی طریقہ اختیار کریں جو پیغمبر کا طریقہ تھا اس وفد کے ارکان حسب ذیل تھے۔

حکیم بن جبلہ بصرہ کے وفد کے سردار، مالک اشتر کوفہ کے وفد کے سردار، محمد بن ابی بکر اور عبدالرحمان بن عدیس بلوی مصریوں کے وفد کے قائد۔

ان وفود کے آنے پر حضرت عثمان کی پریشانیوں کا ٹھکانہ نہیں رہا سمجھے کہ اس مصیبت کے وقت اگر کوئی کام آسکتا ہے تو وہ بس علی ہیں جن کے متعلق حضرت عمر اکثر کہا کرتے تھے کہ خداوند عالم مجھے ایسی مصیبت کے لئے زندہ نہ رکھے جس کے دور کرنے کو علی نہ موجود ہوں۔ امیرالمومنین سے آکر مدد کی خواستگاری کی امیرالمومنین ان وفود سے جاکر ملے اور اُن سے وعدہ کیا کہ تمہارے جائز مطالبات ضرور منظور کئے جائیں گے۔ ان لوگوں کا سب سے اہم مطالبہ یہ تھا کہ امویوں کو حکومت سے نکال باہر کیا جائے تبھی مظالم کا سدباب ہو گا امیرالمومنین کے وعدہ کرنے پر یہ وفود مدینہ سے واپس ہوگئے جب یہ لوگ مقام حمس پر پہونچے تو انھیں ایک آدمی مدینہ سے آتا نظر پڑا دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت عثمان کا غلام ہے ان لوگوں نے اس سے پوچھ گچھ کی تو ایک خط ہاتھ آیا جو حضرت عثمان کی طرف سے مصر کے گورنر ابن ابی سرح کو لکھا گیا تھا اور اس خط کا مضمون یہ تھا کہ جب یہ لوگ مصر واپس پہونچیں تو فلاں کو جان سے مار دو فلاں کو سخت سے سخت سزائیں دو۔ غور کرنے پر پتہ چلا کہ یہ خط مروان کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ یہ خط پاتے ہی سب کے سب اُلٹے پیروں مدینہ واپس پلٹ آئے اور طے کر لیا کہ یا تو عثمان کو خلافت چھوڑنی ہو گی یا پھر انھیں جان سے ہاتھ دھونا ہو گا۔ یہ لوگ مسجد رسول میں جا کر اُترے

وقت میں مروان نے ایسی حرکت کی جس نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ وہ حضرت عثمان کے گھر سے بھرا ہوا نکلا اور لوگوں سے پکار کر کہا یہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوٹنے کے لئے آئے ہو۔ تمہارے منہ کالے ہوں۔ کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہماری حکومت ہمارے ہاتھ سے چھین لو بھاگو یہاں سے" غصہ سے بیتاب مسلمانوں کے دل میں مروان کے جملہ نے اور آگ بھڑکا دی انھوں نے محاصرہ اور سخت کر دیا اور طے کر لیا کہ اب تو عثمان کو قتل ہی کر کے رہیں گے۔ امیرالمومنین کو جب مروان کی اس حرکت اور ان سخت کلمات کی اطلاع ملی تو آپ بھرے ہوئے عثمان کے پاس آئے اور فرمایا "کیا آپ مروان سے تبھی خوش ہوں گے اور وہ آپ سے اسی وقت راضی ہو گا جب وہ آپ کا دین فاسد اور آپ کو عقل سے کورا بنا دے بلکہ سیدھے اور کمزور اونٹ کی طرح جہاں چاہے لے جائے خدا کی قسم یہ مروان نہ تو اپنے دین ہی میں سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہے نہ اپنے نفس ہی کے متعلق۔ یہ آپ کو ایسے مصائب میں مبتلا کر دے گا جس سے وہ نکالنے پر قادر نہ ہو گا آج کے دن کے بعد کبھی میں آپ سے شکوہ شکایت کرنے نہیں آؤں گا آپ نے اپنی عزت خاک میں ملا دی اور بالکل کٹھ پتلی بن کر رہ گئے ہیں۔"

امیرالمومنین اسی وقت مدینہ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اس نازک وقت میں حضرت عثمان کی یہ کیفیت تھی کہ نہ کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت تھی نہ کرنے کا یارا جس طرح نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے کہ جس طرح وہ چاہے اُلٹے پلٹے اسی طرح مروان اور بنی امیہ جس طرح چاہتے تھے اُن سے کھیلتے تھے۔ حضرت عثمان نے اپنی اسی کمزوری کے نتیجہ میں اپنے لئے ہلاکت لازم کر لی۔

علامہ مسعودی نے روایت کی ہے کہ اس موقع پر امیرالمومنین نے امام حسن اور حسین کو بھیجا کہ جا کر حضرت عثمان کی مدد کریں اور بلوائیوں کو اُن سے دور رکھیں (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

مگر یہ روایت حقائق کے لحاظ سے بالکل ہی غلط اور مہمل ہے حضرت عثمان کے افعال و اعمال کو دیکھتے ہوئے یہ ممکن ہی نہیں معلوم ہوتا کہ امیرالمومنین نے ایسا کیا ہو۔ مزید بر آں امام حسن، امیرالمومنین اور مہاجرین و انصار سے علیحدہ نہیں تھے نہ آپ کا نظریہ اُن کے نظریوں کے مخالف تھا۔ کوئی تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ امیرالمومنین اور مہاجرین و انصار حضرت عثمان کی حمایت میں جنگ پر کمربستہ ہوئے ہوں حالانکہ مسعودی کی روایت کی بنا پر ۴۹ دن بلوائی حضرت عثمان کا محاصرہ کئے رہے اس طویل مدت میں ایک مرتبہ بھی صحابہ پیغمبر کی طرف سے حضرت عثمان کی حمایت دیکھنے میں نہ آئی نہ انھوں نے آپ کی جان بچانے کی کوئی کوشش کی نہ بلوائیوں کو مار بھگانے کے لئے کوئی عملی اقدام کیا اگر وہ حضرت عثمان کو اُن کے حال پر نہ چھوڑ دیتے تو بلوائیوں کی ہرگز مجال نہ ہوتی کہ وہ عثمان کا ایک بال بھی بیکا

پہونچائے اور ان کی نوچ کھسوٹ کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ یہ کیفیت کسی خاص جماعت کی نہیں تھی بلکہ تمام ہی مہاجرین و انصار کی کیفیت تھی۔ اس بنا پر حضرت امام حسن کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے عثمان کی طرف سے مدافعت کی تھی کسی کی عقل میں آنے والی بات نہیں۔

مظلوم مسلمانوں کے غیظ و غضب کا پارہ چڑھتا گیا یہاں تک کہ پانی سر سے اونچا ہوگیا اور انھوں نے حضرت عثمان کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عثمان کی ہلاکت فتنہ و فساد تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور آپ کی حکومت اور ہلاکت کے نتیجہ میں حرص و ہوس کے بندوں کی ایسی جماعت منظر عام پر آئی جسے صرف اپنے ذاتی فائدوں سے غرض تھی اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی کوئی پرواہ نہ تھی اس جماعت نے مسلمانوں کے معاشرے کو غارت کرکے رکھدیا جس کا واضح ثبوت وہ مشکلات اور مصائب ہیں جو اس جماعت نے امیرالمومنین کی خلافت میں پیدا کئے اور امیرالمومنین کے لئے مسلمانوں کی سماجی حالت کی اصلاح و درستی اور سنت رسول کا پوری طرح اعادہ دشوار بنا دیا۔ اس جماعت نے مسلمانوں کے اخلاق میں جو خرابی پیدا کی وہ خرابی بڑھتی ہی گئی یہاں تک امام حسن کے عہد میں اپنے انتہا کو پہونچ گئی اور امام حسن کو بے بس و مجبور ہوکر سوائے صلح کر لینے کے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

ساتویں فصل

امام حسنؑ کے اخلاق و کمالات

امام حسنؑ نے کمالات و فضائل کے بہترین نمونے دنیا کے سامنے پیش کئے، اور انسانیت کے لئے بہترین میراث اور ایسی پاکیزہ سیرت چھوڑ گئے جو ہر شریف انسان کے لئے قابل تقلید اور نمونہ بننے کے لائق ہے، کیونکہ آپ کی سیرت اصول اخلاق و فضائل کی جامع اور معاشرتی آداب اور انسانی اقدار کی بنیادوں پر قائم تھی۔ ہم آپ کے اخلاق و کمالات کے چند گوشوں پر روشنی ڈالتے ہیں اسی سے آپ کے غیر معمولی صلاحیتوں کا آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) بلند اخلاق

تھی وہ بڑے لوگ سمجھے جاتے تھے اور جو کمزور تھے وہ معمولی اور حقیر شمار ہوتے تھے پھر جب انسانیت نے ترقی کی تو اب برتری اور فوقیت کا معیار علم قرار پایا جب اس سے بھی قدم آگے بڑھے اور مزید ترقی ہوئی تو اب تفوق کا معیار اخلاق قرار دیا گیا۔ اخلاق ہی وہ منزل مقصود ہے جس تک انسان تہذیب و کمالات میں انتہائی بلند ہو کر پہونچ سکتا ہے۔ جب کسی نفس میں مکمل خلق پیدا ہو جائے تو پھر اس نفس کو بدی سے کوئی واسطہ نہ رہے گا نہ انانیت ایثار کی جگہ لے سکے گی نہ کسی قسم کی حرص و ہوس یا نقائص اس پر قابو پا سکیں گے۔ اسی سبب سے اخلاق اجتماعی زندگی کا اہم ترین عنصر ہے جس طرح سے کہ وہ آسمانی شریعتوں کے ظہور اور روحانی سلطنتوں کی بقا کے قوی اسباب میں سے ہے۔ حضرت سرور کائنات اپنے مبعوث بہ رسالت ہونے کی غرض اور اپنی نبوت کا اصل مدعا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں اس لئے مبعوث ہوا تاکہ مکارم اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہونچاؤں۔ خداوند حکیم نے اپنے پیغمبر کی سب سے بڑی خوبی اور اہم ترین صفت آپ کے بلند اخلاق ہی کو قرار دیا ہے ارشاد ہوتا ہے وانک لعلی خلق عظیم بے شک اے رسول آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ پیغمبر کے اخلاق کریمانہ ہی کا یہ کرشمہ تھا کہ آپ نے متفرق قبیلوں کو جن کے خیالات جداگانہ تھے نظریات مختلف تھے جو برسہا برس سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے چلے آرہے تھے ایک مرکز پر لا کر کھڑا کیا صرف ان کے جسم ہی ایک دوسرے سے نہیں ملا دیئے بلکہ اُن کے دل اُن کے دماغ اور انداز فکر و عمل بھی ایک کر دیئے۔ آپ کے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی آپ سے مصافحہ کرتا آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا تو جب تک وہ شخص خود اپنا ہاتھ علیحدہ نہ کرتا آپ اپنا ہاتھ الگ نہ کرتے۔ اگر کوئی شخص آپ کے پاس آکر بیٹھتا تو اس وقت تک بیٹھے رہتے جب تک وہ شخص خود نہ اُٹھ جاتا آپ ضعیف مسلمانوں کی ملاقات کو جاتے بیماروں کی مزاج پرسی کرتے اُن کے جنازوں میں شریک ہوتے جو بھی مدعو کرتا آپ اس کی دعوت قبول فرماتے کسی غلام یا فقیر تک کی دعوت رد نہ کرتے (مستدرک امام حاکم جلد ۲ ص۴۶۶) لوگوں کو مسرت پہونچانے کی آپ کو بڑی فکر رہتی کسی کو رنج دینا آپ کو گوارہ نہ تھا کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اپنے اخلاق کے لحاظ سے اس رحمت الٰہی کا نمونہ تھے جو ناامید واندوہگین دلوں کو اُمید و رحمت سے بھر دے۔ امام حسنؑ پیغمبر کے انھیں بلند اخلاق اور مثالی کردار کا مجسمہ تھے اور ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ پیغمبر اپنی زندگی ہی میں اپنے ان صفات و کمالات کا آپ کو وارث بنا گئے تھے۔ امام حسن کے اخلاق کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ آپ کا گذر چند فقیروں کی

کی ضیافت کی اور ہر ایک کو لباس مرحمت فرمائے (اعیان الشیعہ ۴ ص۲۲) خاکساری و فروتنی نفس کے کمال اور بلندی کی دلیل ہے پیغمبر خدا کا ارشاد ہے خاکساری بندے کو سربلند ہی کرتی ہے تم لوگ خاکساری اختیار کرو خدا تمھیں سربلند کرے گا۔ (نہایۃ الارب فی فنون الادب جلد ص۲۴۳) ایک مرتبہ امام حسن کا گذر چند بچوں کی طرف سے ہوا جو کھانے میں مشغول تھے انھوں نے شریک طعام ہونے کی آپ سے درخواست کی آپ نے اُن کی دعوت قبول کی پھر انھیں اپنے گھر لے گئے اور انھیں اچھے کھانے کھلائے عمدہ کپڑے پہننے کو دئیے اور فرمایا اصل احسان انھیں لوگوں کا ہے کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں جو کچھ کھلایا وہی انھیں میسر تھا اور ہم نے جو انھیں دیا اس کے علاوہ بھی ہمیں میسر ہے (حاشیہ نورالابصار ص۱۲۷) آپ کے مکارم اخلاق سے یہ بات تھی کہ آپ خطاکار سے چشم پوشی فرماتے اور اس کی بدسلوکیوں کا جواب حسن سلوک سے دیتے۔ آپ کے پاس ایک بکری تھی جو آپ کو بہت پسند تھی ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے اپنے غلام سے پوچھا یہ کس نے کیا؟ غلام نے کہا میں نے آپ نے پوچھا کیوں غلام نے جواب دیا تاکہ آپ کو رنج و تکلیف ہو آپ مسکرائے اور آپ نے فرمایا میں تمھیں اس کے جواب میں مسرور اور تم پر احسان کروں گا جاؤ تم خدا کی راہ میں آزاد ہو (مقتل الحسین خوارزمی جلد ۱ ص۱۲۷) ایک مرتبہ آپ ایک جگہ تشریف فرما تھے کچھ دیر کے بعد آپ نے اُٹھنے کا ارادہ کیا اتنے میں کوئی معمولی درجہ کا شخص آگیا آپ نے اسے خوش آمدید کہی بیٹھنے کی جگہ دی جب وہ اچھی طرح بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا ہم اُٹھنا ہی چاہتے تھے کہ تم آگئے اب اجازت دیتے ہو ہمیں جانے کی اس شخص نے کہا ہاں اے فرزند رسول۔ (تاریخ الخلفا سیوطی ص۲۳)

پاس بیٹھنے والے سے رخصت کی اجازت اور اس کے حق کا پاس لحاظ معاشرہ اور سوسائٹی کے ان آداب میں سے ہے جنھیں پیغمبر نے رواج دیا اور اب پیغمبر کے نواسے بھی انھیں آداب کا اُٹھتے بیٹھتے نمونہ پیش کرتے نانا ہی کی طرح آپ کا دل بھی غیر معمولی کشادہ اور آپ کی عطوفت و شفقت ہمہ گیر تھی یہاں تک کہ خون کے پیاسے دشمنوں سے بھی لطف و مدارات کا آپ کے یہی عالم تھا تاریخ ایک واقعہ بھی ایسا نہیں بتاتی کہ آپ نے کسی دشمن کی بدسلوکی کا بدلہ بدسلوکی سے دیا ہو بلکہ دشمنوں کے ہر مظالم اور اُن کی تمام بدسلوکیوں کا بدلہ آپ نے احسان اور خوشی خاطر معاف کر دینے سے دیا آپ کے پیش نظر ہمیشہ یہ خداوندی تاکید رہی کہ ادفع بالتی ھی احسن فاذالذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ ایک شامی نے آپ کو دیکھا اور دیکھتے ہی سب و شتم کا سلسلہ شروع کر دیا امام حسن خاموش تھے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیتے جب وہ شامی جی بھر کے

رہبری کی خواہش کرو تو تمھاری رہبری کریں گے اگر سواری نہو تو ہم تمھیں سواری مہیا کریں گے اگر بھوکے ہو تو کھانا کھلائیں گے اگر محتاج ہو تو مالدار بنا دیں گے اگر دشمن کے خوف سے بھاگے ہوئے ہو تو پناہ دیں گے۔ وہ شامی ان محبت آمیز کلمات کو سُن کر مبہوت رہ گیا منھ سے بات نہ نکلی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جو گستاخی سرزد ہو چکی ہے اس کی تلافی کیونکر ہو انتہائی شرمندہ ہو کر کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ فیمن یشا خدا لے جس خاندان کو رسالت کا شرف بخشا ہے اس کی عظمت و جلالت کو وہی سب سے زیادہ جانتا ہے، (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۱۴۹) اور یہ کہہ کر پلٹا کہ خدا کی قسم اب روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب نہیں (کامل للمبرد جلد ۱ صفحہ ۱۹)

واقعہ یہ ہے کہ آپ کی ذات کامل انسانیت کا نمونہ اور خلق عظیم پیغمبر کا مجسمہ تھی کبھی غیظ و غضب نے آپ کو آپے سے باہر نہ کیا نہ کسی تکلیف و ایذا رسانی پر ہراساں ہوئے۔ بنی اُمیہ نے آپ پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے نت نئی اذیتیں پہونچائیں آپ کی جان لینے کی ہر ممکن کوششیں کیں مگر آپنے درگذر اور صبر سے کام لیا ہے یہاں تک کہ خود مروان ایسے جانی دشمن کو بھی آپ کے بحیر العقول حلم اور خلق عظیم کا اعتراف کرتے ہی بن پڑا جب آپ کی رحلت ہوئی تو میت کو کاندھا دینے کے لئے مروان بھی آیا امام مظلوم نے فرمایا آج تم جنازہ کو کاندھا دیتے ہو اور کل اپنے ظلم و ستم سے اُن کا کلیجہ خون کیا کرتے تھے۔ مروان نے کہا میں اپنے مظالم اس شخص پر کرتا تھا جس کا حلم پہاڑ کے برابر تھا (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صفحہ ۵)

تاریخ نے امام حسن کے اخلاق کے بہت سے واقعات پیش کئے ہیں اور وہ تمام واقعات ثبوت ہیں کہ آپ کی ہستی گنتی کی اُن چند ہستیوں میں تھی جنھوں نے بزرگیوں کی بنیادیں قائم کیں آداب و تہذیب کے اصول مقرر کئے ہم نے چند واقعات جو مثالاً ذکر کئے وہ اس کا بین ثبوت ہیں۔

(۲) جود و سخا

حضرت سرور کائنات ؐ اس خوبی کی ستائش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں السخاء من الایمان بخشش و عطا ایمان سے ہے خلقان یحبھما اللہ وھما حسن الخلق والسخاء دو عادتیں خداوند عالم کو محبوب ہیں ایک خوش خلق ہونا دوسرے سخاوت، کوئی شک نہیں کہ بذل و عطا بلند ترین اخلاق اور بہترین صفات میں سے ہے کیونکہ یہ چیز دل کی اچھائی اور نفس کی بزرگی کا مظہر ہوتی ہے۔ لیکن یہ بذل و عطا اسی وقت ممدوح ہوگی جب نیکی اور احسان کی نیت سے

خوب خوب ضیافتیں اور مہمانداریاں کرتے اپنے انعام واکرام سے مالا مال کر دیتے لیکن جلد ہی یہ حقیقت کھل جاتی کہ یہ سب تصنع تھا ساری داد و دہش غرض و غایت کے ماتحت اور ریاست و حکومت کے لالچ میں تھی اس وجہ سے نہیں کہ جود و سخا کی صفت اُن میں موجود تھی جیسے معاویہ بن سفیان اُن کی داد و دہش کبھی بھی نیکی یا حسن سلوک کے جذبہ کے بنا پر نہ ہوئی بلکہ محض اس غرض سے کہ حکومت و اقتدار ہمارا قائم رہے وہ جو کچھ دیتے دلاتے تھے محض اس مقولہ کو پیش نظر رکھ کر کہ

ع زر بر سر فولاد نہی نرم شود

اس قسم کی داد و دہش کو سخاوت سے دور کا بھی تعلق نہیں سخاوت وہ ہے جو محض نیکی اور حسن سلوک کے جذبہ کے تحت ہو ہر قسم کے حرص و طمع سے پاک یہ صفت امام حسن میں بہت ہی نمایاں طور پر ظاہر ہوئی یہاں تک کہ آپ کا لقب ہی پڑ گیا تھا کریم اھل البیت۔ یہ فضیلت و بزرگی آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے میراث میں پائی تھی زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کا خاندان اس صفت میں مشہور عالم تھا اور زمانۂ اسلام میں بھی سب سے ممتاز رہا آپ ہی کے جد امجد جناب ہاشم کے متعلق کہنے والے نے کہا تھا۔

عمرو العلی ھشم الثرید لقومہ ورجال مکۃ مسنتون عجاف

امام حسن نے اپنے مکارم و محاسن سے اپنے بزرگوں کے نام کو اور چار چاند لگا دیئے آپ کے نزدیک مال کی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ اس سے کسی بھوکے کو سیر کیا جائے کسی بے لباس کو لباس پہنایا جائے۔ آپ کے دروازہ پر حاجتمندوں کا آئے دن ہجوم ہوتا اور آپ انھیں اتنا دیتے کہ نہال کر دیتے اور وہ آپ کے احسانات اور نیکیوں سے جھولیاں بھر بھر کے گھروں کو واپس ہوتے۔ تاریخ نے آپ کے جود و سخا کے بہت سے واقعات ذکر کئے ہیں ایک اعرابی ایک مرتبہ آپ کے پاس اپنی حاجت لے کر آیا آپ نے حکم دیا کہ خزانہ میں جو کچھ ہو اسے دیدیا جائے دس ہزار درہم تھے وہ سب اعرابی کے حوالے ہو گئے اعرابی نے عرض کی سید و سردار ہمارے آپ نے ہمیں اتنا موقع کیوں نہ دیا کہ ہم اپنی حاجت آپ کے سامنے پیش کرتے آپ نے فرمایا۔ ہمارے نفوس سوال سے پہلے ہی عطا کرنے کے خوگر ہیں تاکہ سائل کی پیشانی شرم سوال سے عرق آلود نہ ہو۔ (اعیان الشیعہ جلد ۴ ص ۸۹)

ایک مرتبہ آپ نے ایک حبشی غلام کو دیکھا کہ سامنے روٹی رکھی ہوئی ہے ایک لقمہ خود کھاتا ہے دوسرا لقمہ پاس بیٹھے ہوئے کتے کو پھینکتا جاتا ہے آپ نے پوچھا ایسا کیوں کر رہے ہو غلام نے جواب دیا مجھے شرم آتی ہے کہ خود کھاؤں اور اسے نہ کھلاؤں امام کی پاکیزہ نفسی نے مجبور کیا آپ کو کہ غلام کی اس نیکی کا بدلہ ضرور دیں آپ نے فرمایا تم یہاں سے ابھی ہٹنا نہیں پھر آپ اس کے مالک کے پاس گئے

آپ ایک دن مدینہ کے کسی راستہ سے گذر رہے تھے کہ ایک شخص کو خدا سے دس ہزار درہم کا سوال کرتے سنا آپ کے کانوں میں جیسے ہی اس کی آواز پڑی آپ نے فوراً اس کے پاس اتنے درہم بھجوا دیے۔ (طبقات کبریٰ شعرانی جلد ۱ ص۲۳ اسعاف الراغبین ص۱۷۷)

ایک شخص نے حضرت سے اپنے فقر و فاقہ اور ناداری کا حال بیان کیا آپ نے اپنے کارندے کو بلایا اور اس سے اپنی آمدنی و خرچ کا حساب لینے لگے جب حساب پورا ہو چکا تو اس کارندے سے فرمایا اب جو کچھ تمہارے پاس میرا مال بچا ہو لاؤ وہ پچاس ہزار درہم لایا پھر آپ نے فرمایا تمہارے پاس میری ۵ سو اشرفیاں بھی تو تھیں اس نے عرض کی ہاں وہ بھی موجود ہیں حضرت نے وہ بھی منگا کر کل درہم اور اشرفیاں اس شخص کو دے دیں اور اس سے معذرت کرنے لگے۔ (دائرۃ المعارف بستانی جلد، ص۳۹)

علامہ غزالی نے اتنا اور بیان کیا ہے کہ امام نے اس شخص سے فرمایا کہ مزدور لاؤ جو یہ سب درہم و دینار اٹھا کر لے جائے وہ شخص دو مزدور لایا آپ نے ان دونوں مزدوروں کی اجرت بھی اپنے پاس سے ادا کر دی ردا اتار کر دوش سے دیدی۔ غلاموں میں سے کسی نے کہا فرزند رسول اب ہمارے پاس ایک ایک درہم بھی نہیں بچا آپ نے فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ خداوند عالم کے یہاں میرے لئے اس کا عظیم اجر ہوگا (احیاء العلوم جلد ۳ ص۱۷۱)

ایک مرتبہ آپ امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر کے ہمراہ حج خانہ کعبہ کے قصد سے تشریف لیچلے راستہ میں بھوک پیاس کا غلبہ ہوا سامان آگے جا چکا تھا یہ تینوں حضرات ایک خیمہ کی طرف بڑھے جو بے آب و گیاہ زمین پر قائم تھا دروازہ پر پہونچنے پر معلوم ہوا کہ اندر سوا ایک بوڑھی عورت کے اور کوئی نہیں۔ آپ حضرات نے اس سے آب و غذا کی فرمائش کی اس عورت کے پاس صرف ایک بکری تھی اور وہی اس کی ساری پونجی تھی وہ بکری سے کر آئی اور درخواست کی کہ اس کا دودھ دوہ کر آپ حضرات نوش کریں۔ جب دودھ پی چکے تو اس نے دوبارہ قسم دے کر درخواست کی کہ آپ حضرات اسے ذبح کر ڈالیں میں اس کا گوشت بھوننے کے لئے لکڑیاں اکٹھا کر لاتی ہوں۔ کھانے سے فارغ ہو کر واپسی کا قصد ہوا چلتے وقت ان حضرات نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔

کنیز خدا! ہم قریش کے قبیلہ سے ہیں اور حج کے لئے جا رہے ہیں جب ہم مدینہ واپس پہونچ جائیں تو تم ہمارے پاس آنا ہم تمہارے اس عظیم احسان کا بدلہ دیں گے"۔ یہ کہہ کر آپ حضرات مکہ کی طرف روانہ ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد مالک مکان واپس آیا۔ عورت نے سارا واقعہ بیان کیا۔ وہ شخص بے حد غضبناک ہوا کہ تم نے بے جانے بوجھے لوگوں کے لئے بکری کٹوا دی پھر کہتی ہو وہ لوگ

نہ ہونے کی وجہ سے زندگی دشوار ہوگئی ان دونوں نے مدینہ کا رُخ کیا وہاں روزگار کی کوئی صورت نہ ہو سکی تو راستوں سے اونٹ کی مینگنی اکٹھا کرکے بہ ہزار دقت زندگی بسر کرنے لگے ایک دن اسی شغل میں مصروف تھے کہ امام حسن کی نظر اس ضعیف عورت پر پڑ گئی آپ نے غلام کو بھیجا کہ جا کر اس عورت کو بلا لائے جب وہ آئی تو آپ نے پوچھا۔

امام حسن۔ کنیز خدا تم مجھے پہچانتی ہو؟

وہ ضعیف عورت۔ نہیں۔

امام حسن۔ میں فلاں فلاں دن تمہارا مہمان ہوا تھا۔

وہ ضعیف عورت۔ میں آپ کو نہیں پہچانتی۔

امام حسن۔ تم نہ پہچانو مگر میں تو تمھیں پہچانتا ہوں۔

پھر آپ نے اپنے غلام کے ذریعہ ایک ہزار بکریاں خرید کر منگائیں اور اس عورت کے حوالہ کیں اور ہزار دینار عنایت کئے پھر غلام کو حکم دیا کہ اسے میرے بھائی حسین کے پاس لیجاؤ۔ امام حسین نے غلام سے پوچھا کہ میرے بھائی نے اسے کیا دیا اس کے بتانے پر آپ نے بھی ہزار بکریاں خرید کر دیں اور ایک ہزار دینار عنایت کئے پھر امام حسین نے اس عورت کو عبداللہ بن جعفر کے پاس بھیجا عبداللہ نے اسے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار دیئے (احیاء العلوم غزالی جلد ۳ صفحہ ۱۷۳ دائرۃ المعارف لبستانی جلد ۷ صفحہ ۳۹)

آپ نے ایک زمین انصار سے ۴ لاکھ درہم میں خرید کی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کے ضرورتمند ہیں تو آپ نے وہ زمین انھیں پھر عنایت کردی (اسعاف الراغبین صفحہ ۱۷۶)

ایک کنیز نے پھولوں کا ایک گلدستہ آپ کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا آپ نے فرمایا جا تو راہ خدا میں آزاد ہے انس صحابی پیغمبر نے اعتراض کیا کہ صرف پھولوں کا گلدستہ پیش کرنے پر آپ نے اسے آزاد کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ہمیں ایسے ہی آداب تعلیم کئے ہیں ارشاد الہی ہے اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا تمھیں کوئی تحفہ پیش کیا جائے تو تم اس سے بہتر تحفہ دو اس کنیز کے لئے اس کی آزادی سے بہتر کیا تحفہ ہو سکتا تھا (مناقب جلد ۲ صفحہ ۲۳)

مروان نے ایک مرتبہ امام حسن کے خچر کے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور ساتھیوں سے کہا کہ تم میں کون اسے میرے پاس لا سکتا ہے ابن ابی عتیق نے کہا میں لا سکتا ہوں لیکن اس شرط سے کہ تم میرا فلاں فلاں کام کردو مروان نے وعدہ کیا۔ ابن ابی عتیق نے کہا شام کے وقت جب لوگ اکٹھا ہوں گے میں قریش کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کروں گا مگر حسن

نے ابو محمد (امام حسن) کے فضائل و مکارم کا تذکرہ نہ کیا حالانکہ انھیں وہ بزرگیاں حاصل ہیں جو ہم میں سے کسی کو نہیں حاصل ابن ابی عتیق نے کہا ہم شریفوں کا ذکر کر رہے تھے انبیاء کرام کا ذکر نہیں اگر انبیاء کرام کا ذکر کرتے ہوتے تو امام حسن کا بھی ذکر کرتے۔ جب امام حسن گھر کی طرف روانہ ہوئے تو ابن ابی عتیق پیچھے پیچھے چلا۔ امام حسن کی نظر جب اس پر پڑی تو آپ مسکرائے اور سمجھ گئے کہ منشا کیا ہے آپ نے پوچھا تمھیں مجھ سے کوئی کام ہے اس نے کہا ہاں مجھے آپ کے خچر کی آرزو تھی آپ اتر پڑے اور خچر اس کے حوالہ کر دیا (کامل للمبرد جلد ۲ صفحہ ۱۳)

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا آپ نے فرمایا کہ سوال کرنا تین ہی وقتوں میں مناسب ہے جبکہ شدید قرض یا جان لیوا ناداری ہو یا ناقابل برداشت بوجھ پیٹھ پر لدا ہو اس شخص نے کہا میں ان تین باتوں ہی میں سے کسی ایک وجہ سے حاضر ہوا ہوں آپ نے سو دینار دیئے جانے کا حکم دیا پھر وہ شخص امام حسین کے پاس آیا اور آپ سے بھی سوال کیا امام حسین نے ایک سو دینار دیئے پھر وہ شخص عبداللہ بن عمر کی طرف مڑا ان سے بھی سوال کیا انھوں نے سات دینار دیئے اس شخص نے کہا امام حسن و حسین کے پاس گیا انھوں نے اتنے اتنے دینار دیئے اور آپ اتنا دے رہے ہیں عبداللہ بن عمر نے جھڑک کر کہا بھلا میری اور ان کی کیا برابری (اعیون الاخبار ابن قتیبہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

امام حسن کی کیفیت یہ تھی کہ جب بھی کوئی زمین خریدتے اور بعد میں پتہ چلتا کہ بیچنے والے کو اس کی احتیاج ہے تو آپ وہ زمین بھی واپس کر دیتے اور قیمت بھی بحل کر دیتے (طبقات کبریٰ شعرانی جلد ۱ صفحہ ۲۳)

ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اپنی پریشان حالی اور فقر و فاقہ کی شکایت کی مگر حضرت کا ہاتھ بالکل خالی اور خود گھر میں فاقہ کا سامان تھا دل کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اسے خالی ہاتھ واپس جانے دیں آپ نے فرمایا میں ایک ایسی تدبیر تم کو نہ بتا دوں جس سے تم کو کافی مال مل جائے اس نے پوچھا حضور وہ تدبیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خلیفہ کی بیٹی مر گئی ہے اس کو اس کا بڑا غم ہے اور ابھی تک کسی نے اس کی مناسب تعزیت نہیں کی ہے تم جا کر اس کی تعزیت اس طرح کرو جس طرح میں بتاتا ہوں اس سے تم کو بڑی دولت مل جائے گی اس نے عرض کی حضور مجھے اس تعزیت کے کلمات یاد کرا دیں آپ نے فرمایا جا کر اس سے کہنا الحمد للہ الذی سترھا بجلوسك علی قبرھا ولم یھتکھا بجلوسھا علی قبرك خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو بیٹی کی قبر پر بٹھا کر اس کا پردہ رکھ لیا اور آپ کی صاحبزادی کو آپ کی قبر پر بٹھا کر اس کی پردہ دری نہیں کی۔ یہ کلمات یاد کر کے وہ شخص خلیفہ کے پاس گیا اور اسی عنوان سے اس کی تعزیت کی خلیفہ نے تعزیت کے ایسے کلمات سنے تو اس کا سب رنج و الم دور ہو گیا اور اس کو بہت کچھ مال و زر دیا۔ پھر اس سے کہا تجھ کو خدا کی

رخصت کیا (نور الابصار ص۱۱۱)

آپ کی سخاوت دیکھ کر لوگوں نے عرض کی کہ آپ خود فاقے رہتے ہیں پھر بھی سائل کو واپس نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا میں خدا کی درگاہ کا سائل اور اس سے مانگنے والا ہوں مجھے شرم آتی ہے کہ خود خدا کا سائل ہو کر دوسرے سائل کو رد کردوں۔ خدا نے میرے ساتھ اپنی یہ عادت جاری کر رکھی ہے کہ مجھے اپنی نعمتیں دیتا رہتا ہے اور میں نے دوسروں کے ساتھ یہ عادت کرلی ہے کہ خدا کی نعمتوں کو اس کی خلقت تک پہونچاتا رہتا ہوں اب میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنی عادت روک دوں تو خدا بھی اپنی عادت نہ موقوف کردے (نور الابصار ص۱۱۱)

امام حسن کے یہ جذبات نادار و محتاج انسانوں کے ساتھ یہ نیکی و احسان ثبوت ہیں کہ آپ کا دل رحم و کرم سے بھرپور تھا آپ کے دل میں غریبوں محتاجوں کی بے انتہا محبت تھی اور آپ ہر ایک کی بھلائی محبوب رکھتے تھے آپ نے لوگوں کے ساتھ جتنے احسانات کئے وہ سب فی سبیل اللہ کسی غرض و غایت کے ماتحت نہیں نہ کسی کو اپنا ممنون احسان بنانے کے لئے۔

(۳) زہد و تقویٰ۔

عالم میں ایک مخفی قوت کارفرما ہے اور وہی اس عالم کی مدبر اور وہی اس کے وجود و بقا کی علت ہے۔ اسی قوت نے ہمیں کتم عدم سے نکالا اور وجود کی نعمتوں سے سرفراز کیا ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اس قوت کی معرفت حاصل کریں کیونکہ بندہ کی جتنی معرفت زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا ایمان افزوں جذبہ اطاعت زیادہ اور اس قوت کی محبت ترقی پذیر ہوگی امام حسن سے بڑھ کر خالق کی معرفت کسے حاصل ہوناممکن ہے آپ حضرت خاتم النبیین کی آغوش میں پلے بڑھے اور امیر المومنین کی تعلیمات سے آپ کی نشو ونما ہوئی۔ وہ امیر المومنین جو معرفت الٰہی کی اس حد تک پہونچے جس تک کسی کو پہونچنا نصیب ہی نہ ہوا پیغمبر خدا کا ارشاد ہے یا علی ما عرف اللہ الا انا وانت اے علی خداوند عالم کو کسی نے پہچانا ہی نہیں سوا میرے اور تمہارے۔ اسی معرفت کا کرشمہ تھا کہ آپ کی عبادت ہر قسم کی تحریکات و میلانات سے پاک و صاف ہوتی آپ خداوند عالم کی عبادت نہ آتش جہنم کے خوف سے کرتے تھے نہ جنت کی طمع میں بلکہ محض اس لئے کہ آپ نے سمجھا اور یقین کیا کہ معبود حقیقی ہے ہی اس قابل کہ اس کی عبادت کی جائے۔ امام حسن کی عبادت الٰہی اور اخلاص کی بھی یہی کیفیت تھی آپ کا عالم یہ تھا کہ ہر وقت زبان پر کلمات تسبیح جاری رہتے کبھی آپ کو اس سے خالی نہیں پایا گیا (امالی صدوق ص۱۰۱) جب آپ وضو

پر لازم ہے کہ اس کے جوڑ بند لرزاں اور چہرے کا رنگ زرد ہو" جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو بلند آواز سے کہتے۔

"خداوندا تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے اے سرچشمہ احسان غلطیوں کا مجسمہ تیری بارگاہ میں آیا ہے اے کریم اپنی اچھائیوں کے پیش نظر میری برائیوں سے درگذر فرما (بحار الانوار جلد ۱۰ ص۹۳ امالی صدوق ص۱۵۰ روضۃ الواعظین)

جب آپ نماز شروع کرتے تو آپ پر انتہائی خضوع وخشوع طاری ہو جاتا خوف کے آثار ظاہر ہوتے اور تمام بدن کانپنے لگتا۔ (امالی صدوق ص۱۵۰) خوف الہی کی کیفیت یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ جب آپ کے سامنے جنت ونار کا تذکرہ ہوتا تو آپ اس طرح تڑپتے جس طرح بچھو کا مارا تڑپتا ہے خداوند عالم سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم سے پناہ مانگتے اور جب موت اور ما بعد موت کا ذکر چھڑتا تو شدت سے گریہ فرماتے (اعیان الشیعہ جلد ۴ ص۱۱ اور جب خدا کے حضور پیش ہونے کا ذکر آتا تو اتنی زور سے چیخ مارتے کہ بیہوش ہو جاتے (امالی صدوق ص۱۵۰) اور جب کسی جنازہ میں شریک ہوتے تو کئی دن کے لئے سکون وقرار غائب ہو جاتا اور اگر آپ کے پڑوس میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو خود آپ کے گریہ و زاری کی ایسی آواز بلند ہوتی جیسی میت کے گھر میں بلند ہوتی (مجموعہ ورام ص۳۱۷)

تلاوت کلام مجید کی یہ کیفیت تھی کہ ہر آیت کو انتہائی غور وتدبر کے ساتھ پڑھتے اور جب کسی ایسی آیت پر پہونچتے جس میں مومنین کو خطاب کیا گیا ہوتا تو فرماتے لبیک اللھم لبیک (امالی صدوق ص۱۵۰)

امام حسن نے ۲۵ حج پا پیادہ کئے اس طرح کہ آپ کی سواری کی اونٹنیاں ساتھ جاتیں مگر آپ اُن پر سوار نہیں ہوتے فرماتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ اس کی ملاقات کو جاؤں اور اُس کے گھر تک پا پیادہ نہ جاؤں (اسد الغابہ جلد ۳ ص۱۷ اعیان الشیعہ جلد ۴ ص۱۱)

علامہ یافعی وغیرہ لکھتے ہیں کہ حضرت کے زہد کی یہ حالت تھی کہ تین دفعہ اپنا کل مال راہ خدا میں تقسیم کر دیا اور دو دفعہ آدھا مال بخش دیا یہاں تک کہ اپنے جوتے بھی آدھے اپنے لئے رکھ لئے اور آدھے دوسروں کو دیدیئے (مرآۃ الجنان جلد ۱ ص۱۲۳ نور الابصار ص۱۱۹ اسد الغابہ جلد ۲ ص۱۳ بحار الانوار جلد ۱ ص۹۴)

آپ ہر شب میں سورۂ کہف کی تلاوت فرماتے (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص۳۷) اور صبح کی نماز سے فارغ ہو کر آفتاب نکلنے تک تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے کسی سے کلام نہ کرتے (بحار جلد ۱۰ ص۹۳)

کہہ سکتے ہیں کہ واقعاً آپ کا زہد حقیقی زہد تھا وہ شخص جسے زندگی میں نعمات و لذائذ دنیوی نصیب ہی نہیں ہوئے ہوں اس کا زہد اور ہے اور نعمتیں میسر ہونے کے بعد اُن سے بے نیازی اور ہی زہد ہے امام حسن نے دار آخرت کی نعمتوں کو پیش نظر رکھ کر جو خداوند عالم نے متقین کے لئے مہیا کی ہیں دنیاوی زیب و زینت اور لذائذ و نعمات کی کبھی پرواہ کی اس سے بڑھ کر آپ کے زہد کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ نے محض مسلمانوں کی سلامتی کی خاطر اتنی بڑی سلطنت سے دست برداری اختیار کر لی۔

(۴) ہیبت اور وقار

امام حسن کی شخصیت پیغمبر خدا کی شخصیت کی آئینہ دار تھی جو ہیبت و جلال پیغمبری خداوند عالم نے ودیعت فرمایا تھا وہی امام حسن کی ذات میں نمایاں تھا امام حسن کی ہیبت اور آپ کی شخصیت کے جاہ و جلال کو بیان کرتے ہوئے واصل بن عطا کہا کرتے کان علیہ سیماء الانبیاء و بھاء الملوك امام حسن میں انبیا کی نشانیاں اور شاہوں کی شان تھی۔ (مناقب شہر بن آشوب اعیان الشیعہ جلد ۴ ص۱۲)

عبداللہ بن زبیر کہا کرتے حسن بن علی کو جو ہیبت اور بلندی منزلت نصیب ہوئی وہ کسی دوسرے کو نہیں (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص۳۶)

آپ کی ہیبت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کے گھر کے دروازہ پر آپ کے لئے فرش بچھایا جاتا جب آپ گھر سے برآمد ہو کر وہاں تشریف فرما ہوتے تو راستہ بند ہو جاتا کیونکہ جو بھی ادھر سے گذرتا وہ آپ کے پاس بیٹھنے پر مجبور ہو جاتا مجال نہ ہوتی کہ آپ کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جائے۔ جب امام کو اس کا اندازہ ہوتا تو آپ اُٹھ کر گھر میں چلے جاتے۔ (اعلام الوری فی اعلام الہدی ص۱۲۵ وغیرہ)

مسلمانوں کی نگاہوں میں آپ کی کیا عظمت و جلالت تھی اور اُن کے دلوں پر کس قدر آپ کی ہیبت رہی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ اور امام حسین پاپیادہ حج کو جاتے سواریاں ساتھ جاتیں مگر آپ ان پر بیٹھتے نہیں راہ میں اگر کوئی شخص سواری پر بیٹھا ملتا تو آپ کو دیکھتے ہی سواری سے اُتر کر خود بھی پاپیادہ ہو جاتا بعض حاجیوں کو پیدل چلنا دوبھر ہوا انھوں نے سعد بن ابی وقاص سے بات کی سعد امام حسن کے پاس آئے عرض کی۔ یا ابا محمدؐ ان عازمان حج کو پاپیادہ چلنے میں بڑی زحمتیں ہو رہی ہیں کیونکہ آپ کو پیدل دیکھ کر انھیں سواری پر چلنا گوارا نہیں کیا اچھا ہوتا آپ دونوں بھی سواری

کے گھر تک پہونچیں گے لیکن یہ بھی گوارہ نہیں کہ ہماری وجہ سے لوگ زحمت میں مبتلا ہوں
اس لئے ہم راستہ ہی بدل دیتے ہیں عام شاہراہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے جائیں گے

(مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۲۰)

ایک مرتبہ آپ کسی راستہ سے گذر رہے تھے جسم پر اچھے لباس تھے بہت عمدہ خچر سواری میں تھا چہرہ حسن و جمال سے تابندہ تھا حاشیہ نشین و خدام حلقہ کئے ہوئے تھے یہ ہیبت و جلال دیکھ کر ایک یہودی آگے بڑھا اور عرض کی۔

"فرزند رسول میرا ایک سوال ہے۔

امام نے فرمایا وہ کیا؟

یہودی نے کہا آپ کے نانا کا قول ہے کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے آپ مومن ہیں اور میں کافر ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ دنیا ہی آپ کے لئے جنت ہے طرح طرح کی نعمتیں اور لذائذ دنیوی آپ کو حاصل ہیں اور میں خود اپنے کو قید خانہ میں محسوس کرتا ہوں اس کی مصیبتوں نے مجھے ہلاک کر رکھا ہے اور فقر و فاقہ نے جان پر بنا دی ہے۔

امام نے فرمایا۔ خداوند عالم نے آخرت میں مومنین کے لئے اور میرے لئے جو بہترین نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں ایسی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی دل کو اس کا اندازہ کرنا ممکن ہے اگر تم کو معلوم ہوتیں تو تمھیں اندازہ ہوتا کہ میں باوجود اس حالت کے اس دنیا میں قید خانہ ہی کے اندر ہوں۔ اور تمھارے لئے نیز ہر کافر کے لئے جو اس نے بروز آخرت عذاب مہیا کر رکھا ہے اگر تمھیں اس کا اندازہ ہوتا ہے تو تم باوجود اس خستہ حالی اور پریشان حالی کے اس دنیا کو اپنی جنت سمجھتے

(فصول مہمہ ابن صباغ صفحہ ۱۶۱)

آپ کی ہیبت و وقار دیکھ کر ایک شخص نے کہا۔ آپ میں بڑائی ہے امام نے فرمایا بڑائی نہیں بلکہ یہ عزت ہے ارشاد الٰہی ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین خدا اور اس کے رسول اور مومنین ہی کے لیے عزت ہے۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۴۹) کوئی شک نہیں کہ امام حسن کی ہیبت و عزت پیغمبر کی ہیبت و عظمت اور سرداری کا پر تو تھی۔

(۵) فصاحت و بلاغت

تمام صفات کمال آپ کی ذات میں مجسم ہو کر رہ گئی تھیں منجملہ ان صفات کمال کے بلاغت

اور بحر بلاغت کے گوہر شاہوار تھے آپ کے نانا تمام اہل عرب سے فصیح تر اور پدر بزرگوار سید البلغاء اور امیر البیان تھے۔ آپ فصاحت و بلاغت میں بالکل اپنے پدر بزرگوار امیر المومنین کا نمونہ تھے زبان و دہن سے آپ کے ایسے حکیمانہ کلمات نکلے ہیں جو سماجی و معاشرتی آداب کا خزانہ اور وعظ و نصیحت اور ارشاد و ہدایت کا گنج گراں مایہ ہیں ہم آپ کے حکیمانہ کلمات انشاء آخر کتاب میں درج کریں گے

آٹھویں فصل

عہد امیر المومنینؑ میں

زمانہ کی گردشیں آخر اس دن کو لاکر رہیں جب حکومت الٰہیہ اور خلافت نبوی حقیقی اور واقعی حقدار کے ہاتھوں میں پہونچی اور امیر المومنین مسند نشین خلافت ہوئے۔ ہم حضرت کے عہد کے تفصیلی حالات حضرت امیر المومنین حصہ ثالثہ" اور حصہ رابعہ میں ذکر چکے ہیں۔ امیر المومنینؑ کے عہد خلافت میں امام حسنؑ کا جو موقف رہا اور آپنے حکومت الٰہیہ اور شریعت اسلامیہ کے جو خدمات اس دور میں انجام دیے ان کے تعلق سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس عہد کا بھی مختصراً ذکر کرتے چلیں۔

حضرت عثمان کی ہلاکت کے بعد مہاجرین و انصار جن میں طلحہ و زبیر بھی شامل تھے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"لوگوں کے لیے ایک امام کا ہونا ضروری ہے"

امیر المومنینؑ نے فرمایا "مجھے تمہاری حکومت کی خواہش نہیں تم جسے چاہو منتخب کرلو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا"۔

لوگوں نے کہا "ہم آپکے علاوہ کسی کو منتخب کر ہی نہیں سکتے"۔

مجمع کا اصرار بڑھتا گیا مگر آپ کا ایک ہی جواب تھا کہ مجھے تمہاری حکومت کی ضرورت نہیں جسے چاہو تم خلیفہ بنالو۔

سب نے متفقہ طور پر عرض کیا "آپ سے بڑھ کر خلافت کا سزاوار کوئی دوسرا ہمیں نظر نہیں آتا نہ آپ سے بڑھ کر کسی کو سابقیت حاصل ہے اور نہ آپ کے علاوہ رسول خدا کا کوئی قریبی عزیز ہے"۔؟

رہے۔ بلوائیوں نے جو مختلف بلاد اسلامی سے حضرت عثمان کے پاس اپنے عمال کے ظلم کی

داد خواہی کے لیئے آئے تھے اور جنھوں نے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق مہاجرین و انصار کی معیت میں ان کا

کام تمام کیا تھا ایک جگہ مجتمع ہو کر رائے قائم کی کہ اگر علی خلافت منظور نہیں کرتے اور کسی امام کا تقرر ہوئے

بغیر باہر سے آئے ہوئے لوگ اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے تو مسلمانوں میں بڑی ابتری پیدا ہو جائے گی۔ فساد و اختلاف رونما ہو گا جس پر قابو پانا مشکل۔ انھوں نے مدینہ والوں کو اکٹھا کر کے کہا۔

"آپ لوگ ارباب شوریٰ ہیں امامت پر آپ کا اعتقاد ہے آپ کے فیصلہ پر تمام مسلمان سر تسلیم خم کرتے ہیں آپ لوگ مل کر کسی کو خلیفہ مقرر کر لیں ہم بھی آپ کی پیروی کریں گے۔ ہم آج دن بھر کا موقع دیتے ہیں اگر آج آپ لوگوں نے طے نہ کر لیا تو ہم علی، طلحہ، زبیر تینوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۰)

بلوائیوں کے اس تشدد اور دھمکی سے خوفزدہ ہو کر ایک مرتبہ پھر مدینہ کے تمام رہنے والوں نے امیر المومنین کے دروازہ پر ہجوم کیا خود امیر المومنین اس موقع کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس وقت مجھے نہیں ڈرایا مگر اس حال نے کہ لوگ ٹڈی دل کثیر تعداد میں جیسے بکثرت بجو کی گردن کے بال ہوتے ہیں ہر طرف سے مجھ پر ٹوٹے پڑتے تھے یہاں تک کہ میرے بچے حسن و حسین کچل گئے اور میرے پہلو چھل گئے (یا میری چادر پھٹ گئی) یہ لوگ میرے گرد بھیڑ کے گلے کی طرح جمع ہو گئے۔

(ترجمہ نہج البلاغہ مولوی ظفر مہدی صاحب مرحوم)

سارا مجمع ایک آواز سے بیعت بیعت کے نعرے بلند کر رہا تھا ہر ایک کی زبان پر یہ دہائی تھی۔

"آپ دیکھتے نہیں کہ اسلام پر کیا تباہی کا وقت آیا ہے ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں"

امیر المومنین اب بھی کسی طرح آمادہ نہیں ہوتے تھے ان کے مطالبوں کا یہی ایک جواب تھا

"مجھے چھوڑ دو کسی اور کو اسکے لیئے تلاش کرو"

اپنے انکار کی وجہ بھی آپنے ظاہر کر دی یہ کہہ کر کہ:۔

فانا مستقبلون امراً له وجوه والوان لا تقوم به القلوب ولا تثبت عليه العقول

ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رخ اور کئی رنگ ہیں جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اس پر ثابت رہ سکتی ہیں۔

امیر المومنین اس وقت کے مسلمانوں کی نفسیات سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ سابقہ حکومتوں نے ان کی عادتیں جیسی بگاڑ رکھی تھیں اور مسلمان جس طرح حرص و ہوس کے غلام اور سیم و زر کے پجاری بنے ہوئے تھے آپ اس سے بے خبر نہیں تھے۔ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ اگر اس وقت خلافت کا بار اپنے کاندھوں پر لیتا ہوں تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو مجھے بھی ہوا کے رخ پر چلنا پڑے گا جو میرے لیئے ناممکن ہے یا پھر

... والیوں سے جو اس وقت
مملکت اسلامیہ کے اکثر و بیشتر کلیدی عہدوں پر مسلط تھے۔ حضرت کے عہدۂ خلافت قبول کرنے کی صورت میں ضروری تھا کہ وہ آپ کے سامنے دیوار بنکر کھڑے ہو جائیں اور آپ کے بلند مقاصد، عادلانہ نظام اور اسلامی دستور کے نفاذ کی کوششوں کو ناکام بنا دیں۔ ان والیوں کو اچھی طرح اس کا یقین تھا کہ آپ کا لائحہ عمل عثمان کے لائحہ عمل کے ہر حیثیت سے مخالف ہو گا حیثیت سے تو اور بھی زیادہ، آپ کا نظریہ یہ تھا کہ مال و دولت کی تقسیم بعینہ انھیں اصول کے مطابق ہونی چاہیئے جو اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ تمام مسلمان برابر کے حقدار ہیں کسی کو کسی پر ترجیح حاصل نہیں جبکہ حضرت عثمان کی ساری داد و دہش اور تمام بذل و عطا صرف بنی امیہ کے لئے مخصوص تھی۔ حضرت عثمان کے عہد میں بنی امیہ دولت میں کھیل رہے تھے۔ خدا کے مال کو اس طرح کھا رہے تھے جس طرح اونٹ موسم بہار کی گھاس کھاتا ہے لہذا اُن کا آپ کے مخالف ہونا اور آپ کی راہ میں ہر ممکن ایسی رکاوٹیں پیدا کرنا جن سے آپ کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے ضروری ہی تھا۔ ان اہم خطرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے قبول خلافت سے انکار کیا اور صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ

"مجھے چھوڑ دو کسی اور کو ڈھونڈو۔ یہ سمجھ لو کہ اگر میں تمہاری التماس کو قبول کر لوں تو تمھیں احکام خداوندی کا متحمل بناؤں گا جنھیں میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور اگر تم مجھے ترک کر دو تو اس وقت بھی تمھیں میں سے ایک فرد ہوں جس شخص کو تم اپنا حاکم بناؤ گے تم سے زیادہ اسکی باتوں کو سننے والا اور اسکی اطاعت کرنے والا ثابت ہوں گا۔

امیر المومنینؑ نبض شناس امت تھے جانتے تھے کہ ہمارے منصوبے جنکے مطابق ہمیں حکومت کرنی ہے اور حکومت الٰہیہ کے قوانین جنھیں ہمیں نافذ العمل بنانا ہے مسلمانوں کے ان زردار افراد کے جذبات و میلانات کے مغائر ہیں جو اس وقت اسلامی دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اُن کی فطرتیں مسخ ہو چکی اب پھر انھیں عہد نبوی جیسا مسلمان بنانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، یہی وجہ تھی کہ آپ باوجود اُن کے متفقہ اور پیہم اصرار کے کسی طرح خلافت قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے آپ نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا کہ کسی طرح یہ کالائے بد میرے سر پر نہ آنے پائے مگر لوگوں نے آپ کو چھوڑا نہیں وہ اسی طرح اپنے اصرار پر جمے رہے آخر آپ نے دوسرے دن کی صبح پر ٹالا اور فرمایا کہ اگر خلافت قبول کئے بغیر چھٹکارا نہیں تو پھر میری بیعت پوشیدہ نہیں بلکہ مجمع عام میں اور تمام مسلمانوں کی رضامندی سے ہونی چاہیئے۔

وہ رات مدینے کے مسلمانوں نے بڑے قلق و اضطراب میں گذاری دوسرے دن ابھی آفتاب بلند بھی نہ ہونے پایا تھا کہ پورا مدینہ سمٹ کر آپ کی ڈیوڑھی پر آ گیا آپ گھر سے برآمد ہوئے۔ مجمع آپ کو اپنے حلقہ میں لیئے ہوئے مسجد نبوی میں پہونچا آپ بالائے منبر تشریف لے گئے سارے مجمع پر سناٹا طاری تھا ہر ایک

"لوگو! یہ تمہاری حکومت کا معاملہ ہے اب تک تم ہی اپنا حاکم مقرر کرتے آئے۔ کل ایک بات ہم میں تم میں طے ہوئی تھی ابھی موقع باقی ہے تم مجھے چھوڑ کر جسے چاہو خلیفہ مقرر کرسکتے ہو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔"

ایک ہی ساتھ سب کی زبان سے نکلا۔

"ہم اپنی بات پر قائم ہیں اور وہی ہماری درخواست ہے جو ہم نے کل کی تھی"

آپ نے فرمایا۔

دیکھو میں نے کل تمہاری اس حکومت سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا لیکن تمہارا اصرار ہے کہ میں ہی خلافت کو ضرور ہی قبول کروں تم میں سے کسی کو اختلاف تو نہیں؟

سارے مجمع سے یہ آواز بلند ہوئی۔

"ہم خدا کی کتاب پر آپ کی بیعت کرتے ہیں"

آپ نے فرمایا اللھم اشہد علیہم خداوندا تو ان لوگوں پر گواہ رہنا۔"

آپ کے اس فقرے کے بعد بیعت شروع ہوئی آگے آگے کبار مہاجرین وانصار تھے پیچھے پیچھے معززین کوفہ و بصرہ، سب سے پہلے طلحہ نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے بیعت کی اُن کے بعد زبیر آئے، اور اُنھوں نے بھی بیعت کی پھر سارا مجمع ٹوٹ پڑا ہر ایک کی کوشش تھی کہ دوسروں سے پہلے اس شرف کو میں حاصل کرلوں۔ کچھ لوگوں نے آپکی بیعت سے گریز کیا جیسے سعد ابن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، اور بنی امیہ کے سرغنے مروان، سعید بن عاص، ولید بن عقبہ وغیرہ۔ یہ وہی لوگ تھے جو حضرت عثمان کے مخصوص احباب اور حاشیہ نشینوں میں مشہور تھے۔ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں قعد عن بیعتہ جماعۃ عثمانیۃ کچھ عثمانی لوگوں نے آپ کی بیعت سے کنارہ کشی اختیار کی ان لوگوں کے بیعت سے گریز کرنے کی سب سے بڑی وجہ تو وہی کینہ و عداوت تھی جو انھیں علی کی ذات سے تھی کیونکہ علیؑ نے ان کے کافر بھائی، باپ اور عزیزوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ حضرت عثمان کے بندۂ احسان رہ چکے تھے تو حق نمک ادا کرنا تھا۔

علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ اس نازک وقت میں امام حسنؑ کی رائے یہ تھی کہ اُن کے پدر بزرگوار خلافت قبول کرنے میں تامل سے کام لیں چنانچہ آپ نے طلحہ و زبیر کے بارے میں امیرالمومنینؑ سے کہا۔

"میری رائے یہ ہے کہ آپ ان دونوں کو بیعت پر مجبور نہ کریں اور انکو آزاد چھوڑ دیں اور لوگوں کو آپس میں صلاح و مشورہ کرنے دیں چاہے اس میں پورا سال ہی کیوں نہ گزر جائے، خدا کی قسم اگر یہ لوگ سال بھر بھی مشورے کرتے رہیں گے تب بھی یہ خلافت آپ سے دور نہ کی جاسکے گی اور نہ آپ کے علاوہ

انھیں اپنی دو سرا امام تعجب ہوگا میرا خیال یہ ہے کہ آپ ان دونوں طلحہ وزبیر کی بیعت سے درگذر
کریں اگر یہ آگے چلکر آپکو نہ مانیں تو آپ بھی انھیں ٹھکرا دیجئے گا اور اگر آپ کی خلافت قبول کرلیں تو آپ بھی
قبول کرلیں گے خدا کی قسم میں ان کے سروں میں غداری اور ان کے چہروں میں ناپسندیدگی اور تردد
وتذبذب دیکھ رہا ہوں۔

امیرالمومنین ع نے جو اس امت سے پہلے ہی کبیدہ خاطر اور ان کے ہاتھوں اپنے حق کی تباہی
وبربادی پر نالاں تھے فرمایا:۔

"نہیں میرے فرزند خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہ کروں گا بلکہ اپنے مطیع لوگوں کو لے کر ان لوگوں سے
جنگ کروں گا جو میرے نافرمان ہیں۔ مجھ پر پیغمبر ص کے انتقال کے بعد ہی سے برابر زیادتیاں ہوتی رہیں"

(الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۴۹)

کون ایسا بافہم ہوگا جو ابن قتیبہ کی اس افترا پردازی پر یقین لائے کس کی سمجھ میں یہ بات آسکتی
ہے کہ امام حسن ع کا خیال رہا ہوگا کہ امیرالمومنین ع خلافت قبول کرنے میں تامل سے کام لیں اور جمہور مسلمین کی آواز
پر توجہ نہ فرمائیں جو آپ کا نام لے لے کر چیختے تھے۔ کیا امام حسن ع ان حالات سے ناواقف تھے جن
حالات سے مجبور ہوکر امیرالمومنین ع نے خلافت قبول کی؟ کیا امام حسن نے لوگوں کا ہجوم اور آپ پر بھیڑ کے
گلوں کی طرح امنڈ امنڈ کر آنا نہ دیکھا تھا؟ کیا ان لوگوں کی یہ چیخ پکار سنی نہ تھی کہ ہم آپ سے بڑھ کر اس
خلافت کا سزاوار کسی کو نہیں پاتے؟۔ امیرالمومنین ع کے لئے عام مسلمانوں کی التجا کو منظور کرنے کے علاوہ
چارہ ہی کیا باقی رہ گیا تھا کیا امام حسن اس حقیقت سے واقف نہ تھے کہ اگر امیرالمومنین قطعی طور پر مسلمانوں
کی اس درخواست کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ تو امت اسلامیہ ایسی تباہی وہلاکت سے دوچار ہوگی جس کا ٹھکانا
نہیں۔ اسی کے ساتھ اس کو بھی مانا جیئے کہ اس وقت فضا آپ کے موافق تھی لوگ آپ کے اطاعت گذار
اور آپ کی فرمانبرداری پر کمربستہ تھے اگر اس وقت آپ دین کی مدد، اسلام کی اعانت، حق کی طرفداری اور باطل
کے استیصال کی کوشش نہ فرماتے تو پھر خدا کو کیا جواب دیتے؟۔ موقع ہوتے ہوئے بھی حق کی مدد سے
گریز، اور عدالت کو بروئے کار لانے میں سستی وتساہلی بزدلی بھی ہے اور معصیت بھی۔ ان تمام حقائق کے پیش نظر
ابن قتیبہ کا یہ کہنا کیونکر صحیح مانا جاسکتا ہے کہ امام حسن ع کی یہ رائے تھی کہ امیرالمومنین ع خلافت قبول کرنے
میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔

نویں فصل

بصرہ میں

[illegible]

شریعت اسلامیہ کا احیا اور اسی راستے پر مسلمانوں کو لانا ہے جس راستہ پر پیغمبر انھیں چھوڑ گئے تھے آپ کی ہر نقل و حرکت تعلیمات اسلامی کے مطابق ہو گی اور جو قدم کبھی اُٹھے گا پیغمبرؐ کے نقش قدم پر اُٹھے گا آپ نے خلافت کی باگ ڈور ہاتھوں میں لیتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ حضرت عثمان کے مقرر کردہ تمام عاملوں کو برطرف کر دیا جو مسلمانوں کے حقوق غصب کر کے اپنا گھر بھر رہے تھے اور بیت المال میں من مانا تصرف کرتے تھے وہی عمال جنھوں نے اپنی حرکتوں سے تمام بلاد اسلامیہ کے مسلمانوں کو حضرت عثمان سے برگشتہ اور دیندار مسلمانوں کو غضبناک کر رکھا تھا وہ مال و دولت اور جاگیریں بھی آپ نے واپس لے لیں جو حضرت عثمان نے مستحقین کو محروم کر کے اپنے قریبی رشتہ داروں کے حوالہ کر دی تھیں، امیر المومنینؑ کا یہ اقدام اُن لوگوں پر بے حد شاق گذرا جو حضرت عثمان کے مراحم خسروانہ سے مالا مال اور خصوصی عنایات سے سرفراز ہوا کرتے تھے چند ہی روز گذرے تھے کہ امیر المومنینؑ کی حکومت کے خلاف ان کی طرف سے بغاوت و سرکشی کے مظاہرے شروع ہو گئے اُن میں پیش پیش طلحہ و زبیر تھے طلحہ کو پورا یقین تھا کہ مجھے یمن کی گورنری ملے گی زبیر عراق کی حکومت کا یقین کئے بیٹھے تھے اور اسی یقین کی بنا پر ان دونوں نے امیر المومنینؑ کی بیعت کی تھی چنانچہ ان دونوں نے آ کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کی۔

"امیر المومنینؑ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے کس بات پر آپ کی بیعت کی ہے؟

آپ نے فرمایا "آپ نے بیعت اس بات پر کی تھی کہ آپ میری اسی طرح اطاعت کریں گے جس طرح آپ نے ابو بکر و عمر اور عثمان کی اطاعت کی تھی؟

ان لوگوں نے کہا نہیں ہم نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ آپ امور خلافت میں ہمیں بھی شریک کرینگے امیر المومنینؑ نے اُن کی بات کو سختی سے رد کر دیا۔ (الامامۃ والسیاسۃ خلفائے محمد عمر و ابو المنصور وغیرہ)

جب دونوں کو یقین ہو گیا کہ علیؑ ہمیں کہیں کا حاکم نہ بنائیں گے تو اُنھوں نے علانیہ آپ کی شکایتیں کرنی شروع کیں اور باغیانہ حرکتوں پر اُتر آئے۔ زبیر نے قریش کے بھرے مجمع میں کہا۔

"یہ علیؑ کی طرف سے ہمیں جزا ملی ہے۔ ہم عثمان کے معاملہ میں اُٹھے انھیں گنہ گار قرار دیا اُن کے قتل کے اسباب فراہم کیے علیؑ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے انھیں کچھ کرنا نہیں پڑا جب وہ ہماری بدولت خلافت پر فائز ہو گئے تو ہمیں محروم کر کے دوسروں کو حکومت دیدی۔

طلحہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارا قصور ہم لوگوں کا ہے ہم تین آدمی ممبران شوریٰ میں سے تھے۔ ایک نے (یعنی سعد بن

[illegible]

...آپ ہی کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ اس سے ہمیں محروم کر رہے ہیں۔ ہم نے جو امیدیں قائم کر رکھی تھیں وہ سب غلط ثابت ہوئیں۔"

امیر المومنینؑ کو بھی ان دونوں کی گفتگو کی خبر معلوم ہوئی آپ نے عبداللہ بن عباس کو بلا کر پوچھا "طلحہ و زبیر کی باتیں تم نے بھی سنیں ہیں؟"

ابن عباس۔ جی ہاں۔

امیر المومنین۔ پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

ابن عباس۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حکومت کے طلبگار ہیں آپ زبیر کو بصرہ کا اور طلحہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیجیے۔

امیر المومنینؑ ہنسے اور فرمایا۔

"عراقین (یعنی بصرہ و کوفہ) میں لوگ بھی زیادہ ہیں اور مال بھی۔ جب یہ دونوں وہاں کے حاکم ہونگے تو بیوقوفوں کو لالچ دیکر اپنی طرف مائل کر لیں گے اور کمزوروں پر بلائیں نازل کریں گے اور زبردستوں سے زیادہ زبردست ہو جائیں گے اور اگر کسی کو اسکے ضرر و نفع کے سبب مقرر کرتا تو معاویہ ہی کو شام کا حاکم رہنے دیتا۔ اگر ان کو گورنر بننے کی حرص نہ ہوتی تو شاید میری انکی نسبت رائے بھی ہوتی۔ (الامامۃ والسیاسۃ جلد ا ص ۴۵)

یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں حضرات حکومت و امارت کے انتہائی حریص تھے انہوں نے محض خلافت اور حکومت کی طمع میں مسلمانوں کو حضرت عثمان کے خلاف برانگیختہ کیا نیک نیتی کی بنا پر نہیں نہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی کی خاطر وہ اپنے منصوبے میں بُری طرح ناکام رہے اور انکی ساری کوششیں خاک میں مل گئیں جب مسلمانوں نے اُن کی طرف اعتنا بھی نہ کی اور امیر المومنینؑ کو خلافت کے لئے منتخب کر لیا اور امیر المومنینؑ کے ذریعہ اُن کی تمناؤں کی تکمیل ناممکن سی بات بھی تھی کیونکہ آپ کی سیاست کا دار و مدار دنیا داری پر نہیں بلکہ دین داری پر تھا آپ احکام خداوندی اور شریعت محمدی سے ایک انچ بھی ہٹنے کے روادار نہ تھے۔

جب طلحہ و زبیر کو یقین ہو گیا کہ ہماری تمناؤں کے بر آنے کا کوئی امکان نہیں ہمیں کہیں کی بھی حکومت نہ ملے گی تو یہ مدینے سے روانہ ہو جانے پر کمربستہ ہوئے امیر المومنینؑ کے پاس اجازت لینے آئے اور عرض کیا۔

"حضور ہمیں اجازت دیجیے ہم عمرہ بجا لانے کے لئے جانا چاہتے ہیں"۔

امیر المومنینؑ نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور فرمایا:-

"تمہارا اصل مقصد عمرہ کرنا نہیں [illegible]

تھے کہ ہم جھوٹی قسم کھاتے ہیں مگر اسکے علاوہ اپنے منصوبے کو بروئے کار لانے کیلئے ان کے پاس کوئی دوسری صورت ہی نہ تھی۔

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا۔

اچھا تو پھر ایک مرتبہ اور بیعت کرلو۔

ان دونوں نے بغیر کسی تردد کے فوراً ہی بیعت کی تجدید کی اور مدینہ سے رخصت ہو گئے اس طرح جیسے قید خانہ سے چھوٹ کر نکلے ہوں مدینہ سے چل کر مکہ پہونچے یہاں حضرت عائشہ پہلے سے موجود تھیں اور اب مدینہ واپس جا رہی تھیں جب حضرت عائشہ مقام سرف میں پہونچیں تو ایک شخص عبید ابن ابی سلمہ جو حضرت عائشہ کا ننھیالی رشتہ دار تھا مدینہ سے آتے ہوئے ملا۔

حضرت عائشہ نے پوچھا:۔

کہو کیا خبر ہے ؟

عبید نے جواب دیا حضرت عثمان قتل کر ڈالے گئے۔

جلدی سے پوچھا ، پھر لوگوں نے کیا کیا ؟"

"تمام اہل مدینہ نے متفق ہو کر بہترین راستہ پیدا کر لیا سب نے حضرت علیؑ کی خلافت پر اتفاق کر لیا۔

حضرت عائشہ غیظ و غضب میں بے قابو ہو گئیں چیخ کر بولیں۔

اگر تم سچ کہتے ہو اور واقعاً علیؑ کی خلافت پایۂ تکمیل کو پہونچ گئی تو خدا کرے یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے۔ خدا کی قسم عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ میں اُن کے خون کا انتقام لے کے رہوں گی۔

عبید نے پوچھا یہ کیا ؟ آپ ہی نے سب سے پہلے اُن کی ہوا بگاڑی آپ ہی کہا کرتی تھیں اقتلوا نعثلا فقد کفر نعثل کو مار ڈالو یہ کافر ہو گیا ہے"

حضرت عائشہ نے کہا لوگوں نے توبہ کرا کے اُنھیں مار ڈالا یوں کہنے کو میں نے بھی کہا تھا اور لوگوں نے بھی لیکن اب میری آخری بات پہلی بات سے بہتر ہے۔"

حضرت عائشہ کا یہ حیرت انگیز طرز عمل دیکھ کر ہر شخص انگشت بدنداں رہ جاتا ہے انھیں نے سب سے پہلے حضرت عثمان کے خلاف آگ لگائی حضرت عثمان کو خاک و خون میں غلطاں دیکھنے کی تمنا کی اور اب وہی اُن کا انتقام لینے کی خواہاں تھیں۔ مورخین نے اُنکے اس حیرت انگیز طرز عمل کی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ متوقع تھیں کہ خلافت طلحہ کے قبضہ میں آئے گی اسی لئے انھوں نے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کیا اور اُن کی ہلاکت کی راہیں ہموار کیں لیکن جب توقعات پر رے نہ ہوئے طلحہ کے بجائے علیؑ خلیفہ منتخب کر لیئے گئے تو انھوں نے فوراً بات پلٹ دی اور یہ کہنے لگیں کہ عثمان مظلوم قتل

تاریخ ہمیں نہیں بتاتی کہ آخر حضرت عائشہ نے علیؑ کے خلاف خروج کیوں کیا۔ انھوں نے اب تک تو علیؑ کی سیاست اور اُن کی حکومت کا طور و طریق بھی نہیں دیکھا تھا کہ یہ کہا جائے کہ وہ انکی سیاست سے ناراض ہو کر اُن کے خلاف کھڑی ہوئی تھیں اور یہ دعویٰ کہ وہ حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینے کے لئے کھڑی ہوئی تھیں انتہائی مہمل ہے کیونکہ وہ احکام شریعت سے ناواقف نہیں تھیں انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ مقتول کے قصاص کا اختیار حاکم وقت کو ہے اور اگر حاکم وقت نہ ہو تو مقتول کے رشتہ دار کا حق ہے اور حضرت عائشہ عثمان کی رشتہ دار نہ تھیں۔

اس بنا پر حضرت عائشہ قصاص عثمان لینے کیلئے نہیں نکلیں بلکہ اُن کا یہ خروج کسی اور ہی سبب سے تھا جسے مورخین نے کھل کر نہیں ذکر کیا۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ جماعت بندی کی بلا عام طور پر پھیل گئی تھی ہر شخص کے دل پر اس مرض کا غلبہ تھا یہاں تک کہ پیغمبرؐ کی ازواج بھی اس مرض میں مبتلا تھیں۔ چنانچہ جناب ام سلمہؓ محافظین کی جماعت یعنی علیؑ کی جماعت میں داخل تھیں اور عائشہ مخالفین یعنی طلحہ و زبیر کی جماعت میں جیسا کہ مقدمہ حلقہ اولیٰ میں میں لکھ چکا ہوں۔ یہ دونوں خواتین پیغمبرؐ کے زمانہ ہی سے بٹی ہوئی تھیں ام سلمہ پیغمبرؐ کی کچھ بیویوں کی قائد تھیں اور عائشہ کچھ دوسری بیویوں کی اس میں کوئی شک نہیں کہ اس جماعت بندی نے دونوں کے دلوں میں آویزش پرخاش اور کدورت کو جنم دیا جن کا اثر دونوں کی عام زندگی پر بھی پڑا۔ (الحلقة الثانیہ من سیرة الحسین اُستاذ عبداللہ العلائلی ص۲۶)

بہر حال حضرت عائشہ کا خروج چاہے اس بنا پر رہا ہو کہ اُنکی تمنا تھی کہ خلافت پھر ہمارے خاندان بنی تیم میں پلٹ آئے اور طلحہ خلیفہ ہو جائیں (جیسا کہ استاذ محمود العقاد کا خیال ہے) یا اس زمانہ کی جماعت بندی کے سبب اندرونی پرخاش و کدورت کے بنا پر رہا ہو جیسا کہ علائلی کا نظریہ ہے حضرت عائشہ کے اس خروج نے حضرت امیرالمومنین علیؑ کی حکومت کو بہت بڑا صدمہ اور بڑی کاری ضرب لگائی کیونکہ انھوں نے امیرالمومنینؑ کی حکومت کے مخالفین کیلئے راہ ہموار کر دی اور فتنہ و فساد کا ایسا دروازہ کھول دیا جو کبھی بند نہ ہوا۔ اُن کے اس اقدام کی لاکھ ڈھونڈھنے پر بھی کوئی وجہ جواز نہیں ملتی اور نہ اس الزام سے اُن کا دامن پاک و صاف ہو سکتا ہے کہ اُن کی وجہ سے ہزاروں مسلمانوں کا ناحق خون ہوا۔

حضرت عائشہ علیؑ کی خلافت کی خبر پاتے ہی اُن کی حکومت کا تختہ الٹنے پر کمر بستہ ہو گئیں، مکہ جہاں لاکھوں حاجیوں کا مجمع تھا وہاں پہونچکر اُنھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"لوگو! مختلف مقامات کے مفسدین نے اہل مدینہ کے غلاموں کی مدد سے عثمان کو مظلوم قتل کر ڈالا ان لوگوں نے پہلے عثمان پر الزامات لگائے اور جب اُنھیں ثابت نہ کر سکے تو بغاوت

کی تقدیس کو توڑا، انھوں نے حرام مال لوٹا۔ خدا کی قسم عثمان کی ایک انگلی ان بلوائیوں کی ساری دنیا سے زیادہ محترم ہے۔ یہ فتنہ ابھی دبتا ہوا نظر نہیں آتا اس لیے تم لوگ خلیفۂ مظلوم کا خون رائگاں نہ جانے دو، اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی عزت بچاؤ۔

(تاریخ طبری جلد ۳ ص ۴۶۸)

استاذ عبد الفتاح عبد المقصود لکھتے ہیں:۔

"حضرت عائشہ کی ظاہری لفظیں خلوص کی حامل نہ تھیں بلکہ ان میں فتنہ و فساد کی آمیزش تھی۔ مقتول کا قصاص لینا حاکم شریعت کا حق ہے۔ انتقام خون عثمان کا مطالبہ کر کے اور لوگوں کو اسکی طرف دعوت دیکر انھوں نے شریعت کی اولین بنیاد منہدم کر دی۔ نہ حاکم شریعت کی طرف سے انھیں اسکا حق حاصل تھا نہ مقتول کے ورثہ نے انھیں اسکی اجازت دی تھی۔ انھوں نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینی چاہی جسکی نہ تو وہ اہل تھیں نہ انھیں اسکی قدرت حاصل تھی۔ انھیں امور ریاست کا کیا علم۔ ان کی یہی خطا کیا کم تھی کہ وہ ایسے فتنہ پر غضبناک ہوئیں جو فرو ہونے کے قریب تھا اور اس مٹتے ہوئے فتنہ کا علاج انھوں نے ایک نئے فتنہ سے کرنا چاہا جسکی آگ فوراً بھڑک اٹھی اور اسکے شعلوں نے تمام ممالک اسلامیہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔"

(الامام علی ابن ابی طالب جلد دوم مطبوعہ مصر)

حضرت عائشہ نے اپنے اس خروج سے حکومت شرعیہ کے خلاف سرکشی اور بغاوت کی بدترین مثال قائم کی انکے اس اقدام نے نہ صرف یہ کہ امیر المومنین ؑ کی حکومت کو شدید نقصان پہونچایا بلکہ مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم کر دیا اور ایسی پھوٹ پڑی جو آج تک ختم نہ ہو سکی۔

حضرت عائشہ کی آواز پر ان تمام افراد نے لبیک کہی جو حضرت عثمان کی طرف سے کسی ملک یا صوبہ کے حاکم تھے اور اب امیر المومنین ؑ نے انھیں معزول کر دیا تھا حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار اور حاشیہ نشین دوست احباب، ان تمام لوگوں نے انکا ساتھ دیا جنھیں یقین تھا کہ امیر المومنین کی حکومت میں جاہ و مناصب اور مال و دولت کے خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو پائیں گے۔ وہ سادہ لوح افراد بھی ساتھ ہو گئے جو ہر نئی تحریک سے متاثر ہو جاتے ہیں ان سب کے اتحاد و اتفاق سے ایک بہت بڑا لشکر امیر المومنین ؑ سے جنگ کرنے پر تیار ہو گیا۔ لشکر تیار ہونے کے بعد ان تمام مخالفین کے سرغنوں نے باہم رائے مشورے کیے کہ کس شہر پر چڑھائی کیجائے مدینہ پر؟ لیکن وہ حکومت اسلامیہ کا مرکز ہے پھر بلوائی بھی ابھی وہاں موجود ہیں جنھوں نے حضرت عثمان کو ہلاک کیا۔ یا شام پر چڑھائی کیجائے جہاں اپنے ہمدردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، علاقہ بھی زرخیز ہے دولت کی بہتات بھی پھر حضرت عثمان کے ابن عم معاویہ وہاں موجود ہیں جن کی ہمدردیاں ہم لوگوں کے ساتھ ہیں۔

کہ اگر ہر جگہ سے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا انھیں جان بچتی نظر نہ آئی تو وہی آخری ٹھکانہ ہے۔ بہت دیر تک بحث ہوتی رہی آخر یہ گتھی عبداللہ بن عامر نے جو حضرت عثمان کے زمانہ میں بصرہ کا گورنر تھا حل کی اور کہا۔

"آپ لوگ بصرہ چلئے وہاں کے لوگوں پر میرے احسانات ہیں"

یہی تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی اور طے پایا کہ نہ مدینہ کا قصد کیا جائے نہ شام کا بلکہ سب ملکر بصرہ چلیں حضرت عائشہ کی طرف سے منادی نے مکہ کی گلی کوچوں میں اعلان کیا کہ

"لوگو! حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر بصرہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں جس کو اسلام سے ہمدردی اور اعزاز دین منظور ہو اور مخالفین سے جنگ اور خون عثمان کا بدلہ لینا ہو ہمارے ساتھ چلے جس کے پاس سواری اور سامان سفر نہ ہو ہم سے لے۔"

اس اعلان کے ساتھ کوچ کی تیاریاں ہوئیں وسیع پیمانہ پر سامان جنگ اکٹھا کیا گیا یعلی ابن امیہ نے چار لاکھ نقد دیے اور ستر آدمیوں کے لیئے سواری مہیا کی [1]

روانگی کے قبل جناب ام سلمہ حضرت عائشہ سے ملیں اور کوشش کی کہ کسی طرح عائشہ کشت و خون سے باز آئیں اور جنگ وجدال کا ارادہ ترک کر دیں انھوں نے حضرت عائشہ سے کہا:

"کل تم لوگوں کو حضرت عثمان کے خلاف برانگیختہ کرتی تھیں اور انکے متعلق سخت سخت باتیں کہا کرتی تھیں ان کا نام ہی تم نے نعثل رکھ چھوڑا تھا اسکے علاوہ انھیں کسی نام سے یاد ہی نہ کرتی تھیں ام کے حاتم تھیں یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ علیؑ کی کیا منزلت تھی رسول اللہ کے نزدیک۔

"میں تمھیں ایک بات یاد دلاؤں"

"عائشہ نے کہا کہو"

"تمھیں وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ کسی جگہ سے واپس آئے اور آکر بہت دیر تک تنہائی میں علیؑ سے باتیں کرتے رہے۔ تم نے چاہا کہ وہاں پہونچ جاؤ میں نے منع کیا مگر تم نے مانی نہیں اور پہونچ ہی گئیں تھوڑی ہی دیر میں تم روتی ہوئی واپس ہوئیں، میں نے پوچھا تھا کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو تم نے بتایا کہ میں رسول اللہؐ کے پاس پہونچ گئی رسول اللہ اور علیؑ آپس میں گفتگو

[1] یعلی بن امیہ بن ابی عبیدہ تمیمی۔ یہ شخص یعلی بن منیہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ حضرت عمر کی طرف سے یمن کے پاس کسی جگہ کا حاکم تھا حضرت عثمان نے صنعاء کا حاکم مقرر کیا۔ مدائنی ناقل ہیں کہ یعلی یمن میں افسر خراج تھا حضرت عثمان پر یورش کی خبر سنکر ان کی مدد کے لیئے روانہ ہوا راستہ میں اونٹ پر سے گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی موسم حج گزرنے کے بعد مکہ پہونچا وہاں اس نے لوگوں کو حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینے پر ابھارا۔ زبیر کو چار لاکھ نقد دیے اور قریش کے ستر آدمیوں کو سواری مہیا کی اور حضرت عائشہ کے لیئے وہ اونٹ خریدا جس پر معظمہ نے سوار ہو کر لشکر کی قیادت کی اور جنگ میں شریک ہوئیں اس اونٹ کا نام عسکر تھا۔ جب جنگ جمل میں حضرت عائشہ کو ہزیمت ہوئی تو یہ یعلی ابن امیہ امیر المومنینؑ کے لشکر اور آپ کے اصحاب میں شامل ہو گیا اور جنگ صفین میں آپ کی طرف سے جنگ کرتا ہوا شہید ہوا۔ (اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۲۸)

چھوڑنے۔ یہ فقرہ سنکر رسول اللہ غیظ و غضب کی حالت میں میری طرف متوجہ ہوئے آپ کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہورہا تھا آپؐ نے فرمایا نکلو یہاں سے خدا کی قسم میرے گھر والے ہوں یا کوئی اور جو بھی علیؑ سے بغض رکھے گا وہ ایمان سے خارج ہے۔ یہ سنکر میں شرمندہ اور کھسیانی واپس آئی۔

عائشہ۔ ہاں یہ واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

اُمّ سلمہ کچھ اور بھی یاد دلاؤں۔

عائشہ ہاں۔

ام سلمہ نے یاد دلایا کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کو اپنا جانشین و قائم مقام ظاہر کیا تھا۔

عائشہ! ہاں مجھے یاد ہے۔

ام سلمہ! پھر ان باتوں کے باوجود یہ تمھاری لشکر کشی کیسی؟

عائشہ۔ میں لوگوں میں میل ملاپ پیدا کرنے کے لیئے نکل رہی ہوں۔ اس کام میں مجھے اجر ملنے کی امید بھی ہے۔

اُمّ سلمہ۔ اچھا جو جی چاہے کرو۔

غور و فکر کرنے پر عائشہ کو اندازہ ہوا کہ ام سلمہ جو کچھ کہہ رہی ہیں نیک نیتی اور خیر خواہی کی بنا پر کہہ رہی ہیں اور انھیں کی بات ٹھیک بھی ہے اُنھوں نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کردو۔

"ام المومنین قیام کررہی ہیں تم لوگ بھی ٹھہرو"

یہ اعلان سنتے ہی طلحہ و زبیر کے ہوش اڑگئے دوڑتے ہوئے حضرت عائشہ کی خدمت میں پہونچے پوچھا کہ آپ کے ارادہ میں تبدیلی کیوں پیدا ہوگئی حضرت عائشہ نے ام سلمہ کی گفتگو بیان کی دونوں نے چکنی چپڑی باتیں کرکے پھر انھیں تنزلزل کردیا اور آخر کار وہ مصمم ارادہ کرکے چل کھڑی ہوئیں۔

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۷۹، فائق زمخشری جلد ۱ صفحہ ۲۹۰ الامام علی بن ابی طالب عبد الفتاح عبد المقصود جلد سوم مطبوعہ مصر

آگے بڑھ کر سعید بن عاصؓ سے ملاقات ہوئی اُس نے حضرت عائشہ سے پوچھا۔

"ام المومنین! کہاں کا قصد ہے؟

حضرت عائشہ۔ بصرہ کا۔

سعید بن عاص۔ وہاں جاکر کیا کیجیے گا۔

حضرت عائشہ۔ خون عثمان کا انتقام لوں گی۔

سلہ سعید بن عاصی بن سعید بن عاصی ابن امیہ۔ یہ ہجرت کے سال پیدا ہوا۔ اس کا باپ جنگ بدر میں بحالت کفر حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ یہ سعید فصیحان قریش میں سے تھا۔ حضرت عثمان نے اسے کوفہ کا حاکم مقرر کیا پھر اُسے معزول کرکے ولید بن عقبہ

قاتلین عثمان تو آپ کے پاس ہی ہیں۔

حضرت عائشہ نے انکی طرف سے منہ پھیر لیا۔ سعید نے مروان کے پاس آکر پوچھا۔

"تم بھی بصرہ ہی جا رہے ہو۔

مروان - ہاں میں بھی قاتلین عثمان سے انتقام لینے کے لیے جا رہا ہوں۔

سعید - قاتلین عثمان تو یہ تمہارے ساتھ ہیں۔

اور طلحہ و زبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہی دونوں شخص عثمان کے اصلی قاتل ہیں، یہ خود خلافت ہتھیانے کے پھیر میں تھے جب ناکام رہے تو یہ کہنے لگے۔

"ہم خون کو خون سے دھوئیں گے اور گناہ کو توبہ سے رفع کریں گے"۔

سعید نے جو کچھ کہا تھا ٹھیک ہی کہا تھا مگر کسی نے اسکی باتوں پر توجہ نہ دی قافلہ منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ چشمہ حواب سے گذر ہوا وہاں کے کتوں نے قافلہ کو دیکھ کر بھونکنا شروع کیا۔ حضرت عائشہ نے گھبرا کر محمد ابن[۵] طلحہ سے پوچھا۔

"کون سا یہ چشمہ ہے"؟

"ام المومنین یہ چشمہ حواب ہے۔

حواب کا نام سنتے ہی حضرت عائشہ پر دہشت و سراسیمگی طاری ہو گئی ہانپتے کانپتے انتہائی دکھ بھرے لہجہ میں بولیں۔

"مجھے تو اب واپس ہی ہونا پڑے گا"۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶)

کو حاکم مقرر کیا پھر اُسے معزول کر کے دوبارہ سعید کو بھیجا کوفہ والوں نے اُسے باہر ہی سے واپس کر دیا اور حضرت عثمان کو لکھا کہ ہمیں نہ آپکے سعید کی حاجت ہے نہ ولید کی۔ یہ سعید بڑا سرکش و تند خو جابر و ظالم تھا حضرت عثمان کی ہلاکت کے بعد گھر میں بیٹھ رہا نہ جنگ جمل میں شریک ہوا نہ صفین میں، جب معاویہ کا اقتدار ہوا تو انھوں نے اُسے مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ کبھی سعید حاکم ہوتا کبھی مروان۔ ۵۹ھ میں بعہد معاویہ انتقال کیا۔ (استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۲ ص)

[۵] یہ محمد طلحہ بن عبید اللہ کے فرزند تھے جب یہ پیدا ہوئے تو طلحہ انھیں رسول اللہ کی خدمت میں لائے آنحضرت نے انکے سر پر ہاتھ پھیرا اور محمد نام رکھا۔ یہ جنگ جمل میں اپنے باپ کی معیت میں مقتول ہوئے میلان ان کا امیر المومنین کی طرف تھا۔ امیر المومنین انکی میت کی طرف سے گذرے اور فرمایا اس شخص کو باپ کی فرمانبرداری نے قتل کیا۔ طلحہ نے انھیں جنگ جمل میں آگے بڑھنے کا حکم دیا انھوں نے زرہ بدن سے اتار کر پیروں میں

"کیوں ام المومنین بات کیا ہے یہ واپسی کیوں؟

حضرت عائشہ نے فرمایا۔ میں نے پیغمبرؐ کو اپنی ازواج سے کہتے سنا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم ہی میں سے کسی پر حواَب کے کتے بھونکیں گے۔ دیکھو اے حمیرا تم وہ عورت نہ ہونا۔

محمد نے کہا۔

چلئے بھی اس بات کا کچھ دھیان نہ کیجئے۔

حضرت عائشہ اُن کی باتوں سے مطمئن نہ ہوئیں اُنھیں آگے بڑھنے میں اب بھی تامل تھا طلحہ و زبیر اُن کا تردد دیکھ کر ڈرے کہ کہیں ہمارے سارے منصوبے ہی خاک میں نہ مل جائیں حضرت عائشہ اُن کے لشکر کا نشان تھیں وہ ہٹتیں تو جن تمناؤں آرزوؤں کو وہ لے کر نکلے تھے سبھی خاک میں مل جاتیں یہ لوگ بہت سے بدوعربوں کو لے آئے اور اُنھیں دے دلا کر جھوٹی گواہیاں دلوائیں کہ یہ چشمۂ حواَب نہیں کوئی دوسرا چشمہ ہے۔ ان گواہوں کی جھوٹی قسموں سے حضرت عائشہ اپنے ارادے سے پھر پلٹیں اور یہ قافلہ بصرہ کی طرف منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

جب یہ لشکر بصرہ کے قریب پہونچا تو عثمان بن حنیفؓ[1] جو امیرالمومنین کی طرف سے بصرہ کے حاکم تھے اپنے فوجی دستہ کو لے کر باہر نکلے اور اس لشکر کی پیش قدمی روک دی بصرہ میں گھسنے نہ دیا اور اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"اے لوگو! تم نے اللہ کی بیعت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تمھارے ہاتھوں کے اوپر ہے جو شخص اپنے عہد کو توڑے گا اپنا آپ نقصان کرے گا اور جو شخص اللہ سے اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرے گا خداوند عالم اُس کو اجر عظیم عنایت کرے گا۔ خدا کی قسم اگر علیؑ کے علاوہ اور کوئی شخص خلافت کا حقدار ہوتا تو علیؑ کبھی خلافت قبول نہ کرتے اگر لوگ علیؑ کے علاوہ کسی اور شخص کی بیعت کر لیتے تو علیؑ کو بھی اسکی بیعت میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ نہ علیؑ صحابہ میں سے کسی کے محتاج ہیں نہ صحابہ علیؑ سے بے نیاز صحابہ کو جو محاسن و فضائل حاصل ہیں علیؑ اُن میں برابر کے حصہ دار ہیں اور علیؑ کو جو فضائل و محاسن حاصل ہیں اُن میں کوئی ان کا شریک نہیں یہ دونوں شخص (طلحہ و زبیر) علیؑ کی بیعت کر چکے ہیں لیکن اس سے انکی غرض خدائے قہار کے حکم کی اطاعت کرنا نہ تھا۔ ان دونوں نے رضاعت سے پہلے دودھ بڑھائی کی ولادت سے پہلے رضاعت کی اور حمل سے پہلے ولادت کی خواہش کی اور خداوند عالم سے ثواب حاصل کرنے کے بجائے بندوں سے ثواب حاصل کرنا چاہا۔ اب یہ کہتے ہیں

---

[1] عثمان بن حنیف قبیلۂ انصار اوس کی شاخ سے تھے۔ یہ حضرت عمر کی طرف سے بصرہ کے حاکم تھے امیرالمومنینؑ جب مسند نشین خلافت ہوئے تو آپ نے بھی اُنھیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا جب امیرالمومنینؑ حضرت عائشہ اور طلحہ زبیر کی زیادتیوں کا انسداد کرنے کے لئے بصرہ روانہ ہوئے تو آپ نے عثمان کو معزول کر کے عبداللہ بن عباس کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ جنگ جمل کے بعد یہ عثمان امیرالمومنینؑ

کہ انھوں نے بیعت مجبوری کی حالت میں کی تھی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کدھر ہیں جدھر عامۃ المسلمین ہیں اودھر ہی ہدایت ہے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ عامۃ المسلمین نے علیؑ کی بیعت کرلی ہے۔ اب بتاؤ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟

حکیم بن جبلہ نے جوش بھرے لہجہ میں کہا:۔

"ہماری رائے تو یہ ہے کہ اگر یہ لوگ بصرہ میں داخل ہوئے تو ہم ان سے لڑیں گے اور اگر ٹھہر گئے تو ہم باہر نکلکر ان سے مڈبھیڑ کرینگے خدا کی قسم اگر سارے لوگ بھی میرا ساتھ چھوڑ دیں تو میں اُن سے اکیلا لڑوں گا۔ اگرچہ اپنی زندگی مجھے بھی پیاری ہے مگر حق کے راستہ میں مجھے نہ کسی گھبراہٹ کا اندیشہ ہے نہ شرم و حیا کا لحاظ نہ بدانجامی کا خوف جو شخص ان لوگوں سے لڑتا ہوا مارا جائے گا وہ یقیناً شہادت کا درجہ حاصل کرے گا اور جو زندہ بچ رہے گا وہ فائز المرام ہوگا۔ خدا کی طرف جلدی کرنا بہتر ہے تاخیر کرنے سے یہ ربیعہ والے تمھارے ساتھ ہیں۔ (الامامۃ والسیاست جلد ۱ صـ۲۳ ، خلفائے محمد عمر ابوالنصر۔ الامام علی حصہ سوم)

حکیم بن جبلہ اور اُن کے ساتھی پوری مستعدی سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور طے کرلیا کہ اگر ان لوگوں نے ذرا بھی پیش قدمی کی تو اپنی جان پر کھیل جائیں گے۔ ادھر حضرت عائشہ کے لشکر والے قریب پہنچ کر شہر میں داخلہ کے لئے تشدد پر اتر آئے زوردار جنگ ہوئی بہت سے مقتول ہوئے بہت سے زخمی عثمان بن حنیف کی امکانی کوشش تھی کہ خون خرابہ نہ ہو انھوں نے امن و سلامتی کو ترجیح دی اور حضرت عائشہ سے اس وقت تک کے لئے عارضی جنگ بندی کا معاہدہ کرلیا۔ جب تک امیر المومنینؑ کے پاس سے کوئی قطعی حکم نہ آجائے۔

امیر المومنینؑ مدینہ میں مقیم شام پر چڑھائی کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے کیونکہ معاویہ نے آپ کی حکومت کے خلاف سرکشی و بغاوت کر رکھی تھی اور آپ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ دفعۃً آپ کو حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کی معاندانہ سرگرمیوں کی اطلاع ملی آپ نے سوچا کہ کہیں مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے ان لوگوں کا معاملہ معاویہ کے معاملہ سے زیادہ خطرناک اور انکا شر فساد معاویہ کے شر و فساد سے زیادہ ہولناک تھا اگر ان کے فتنہ کو شروع ہی میں فرد کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو خلافت کی بنیاد ہی شکست و ریخت ہو جائے گی وہ آگ بھڑکیگی جو بجھائے نہ بجھے گی آپ نے شام کا ارادہ ملتوی کر کے پہلے ان ہی لوگوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا آپ کی مدد و نصرت کے لئے مہاجرین و انصار بھی ہمرکاب ہو گئے آپ انتہائی سرعت سے چلے کہ قبل اسکے کہ طلحہ و زبیر کسی شہر میں داخل ہوں ہم ان کے پاس پہونچ جائیں مگر ربذہ پہونچکر معلوم ہوا کہ موقع ہاتھ سے نکل گیا یہ لوگ بصرہ پہونچ چکے ہیں۔

امیر المومنینؑ ربذہ میں رک گئے اور وہاں کئی دن تک انتظامی تدابیر میں مصروف رہے۔

طبری نے اس موقع پر ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت انتہائی مشکوک اور جس کا من گھڑت ہونا پوری طرح ظاہر ہے وہ لکھتے ہیں کہ جن دنوں امیر المومنینؑ ربذہ میں مقیم تھے امام حسنؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے کہا

کوئی مددگار بھی نہ ہو گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا "تم نے کونسی بات کہی جو ہم نے نہیں مانی"

"جس دن عثمان محصور ہوئے تھے اسی دن میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ مدینہ سے باہر چلے جائیے عثمان جب قتل ہونگے تو آپ یہاں موجود نہ ہونگے پھر جس دن عثمان قتل ہوئے اس دن میں نے آپ سے کہا کہ اس وقت تک بیعت نہ قبول کیجئے جب تک تمام عرب اور مملکت اسلامیہ کے ہر شہر سے وفود آپ کے پاس نہ آجائیں اور ہر مقام کے لوگ آپ کی بیعت نہ کرلیں پھر جب طلحہ وزبیر آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے اس وقت میں نے آپ سے کہا کہ آپ گھر میں بیٹھ رہیئے جب تک یہ لوگ مخالفت ترک کر کے مصالحت پسندی اختیار نہ کریں اس صورت میں جو کچھ فتنہ وفساد ہوتا آپ بالکل ہی بے تعلق ہوتے آپ نے میری کوئی بات نہ مانی"

امیر المومنینؑ نے فرمایا:۔ پارۂ جگر تمہارا یہ کہنا کہ عثمان جب محصور ہوئے تھے تو میں کیوں نہیں مدینہ سے باہر چلا گیا تو جس طرح عثمان محصور تھے اسی طرح ہم بھی محصور تھے بلوائی ہمیں کب باہر جانے دیتے یہ کہنا کہ جبتک ہر مقام کے لوگ بیعت نہ کرلیں میں بیعت قبول نہ کروں تو خلیفہ کا انتخاب مدینہ والوں کا حق ہے اور میں یہ حق برباد نہ ہونے دینا چاہتا تھا۔ یہ کہنا کہ طلحہ وزبیر مخالفت پر کمربستہ ہوئے تو میں گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا تو یہ اسلام کو کمزور کردینے کے مترادف ہوتا جب سے میں نے تخت خلافت پر قدم رکھا، برابر مجھ پر زیادتیاں ہوتی رہیں اور مجھے اپنی مرضی کے مطابق کام نہ کرنے دیا گیا۔ یہ کہنا کہ میں گھر میں بیٹھ رہتا، تو اپنے فرائض کو دیکھتے ہوئے یہ میرے لئے کیونکر ممکن تھا۔ تمہارا منشا کیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس بجو کے مانند بن جاؤں جسے گھیر کر اور تھپکیاں دے دے کر اسکے بھٹ سے باہر کھینچ لیا جاتا ہے مجھ پر جو ذمہ داریاں آپڑی ہیں اور اس عہدۂ خلافت کیوجہ سے جو فرائض مجھ سے متعلق ہوگئے ہیں اگر میں اُن کا دھیان نہ رکھوں تو پھر کون اُن کا دھیان رکھے گا۔ [1]

اس حدیث کے من گھڑت اور مردود ہونے کا پہلا ثبوت تو یہی ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے کوئی بات کہی اور آپ کے پدر بزرگوار نے آپ کی بات نہ مانی دوسرا ثبوت یہ ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے جو بہترین تربیت پائی تھی اسکی بنا پر ممکن ہی نہ تھا کہ وہ اپنے باپ سے ایسی تلخ گفتگو کرتے امام حسنؑ ہی کا یہ قول اپنے پدر بزرگوار کے متعلق ہے انہ لم یسبقہ الاولون بعمل والاخرون بعمل۔ عمل کے لحاظ سے نہ آپ پر اگلے سبقت لے جاسکتے ہیں نہ آخر والے۔ جو شخص امیر المومنینؑ کی قدر ومنزلت کی ایسی گہری معرفت رکھتا ہو وہ اپنی زبان سے آپ کے کسی عمل پر اعتراض کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ حدیث بھی ابن قتیبہ کی اس حدیث جیسی ہے جسے ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں کہ امام حسنؑ کی رائے یہ تھی کہ امیر المومنینؑ خلافت قبول کرنے میں تامل سے کام لیں۔

امیر المومنینؑ نے ربذہ سے کوفہ کے باشندوں کے پاس قاصد بھیجے کہ تم لوگ ہماری مدد کرو اور حکومت کے

---

[1] طبری جلد ۵ صفحہ ۱۶۷۔ طبری نے اس حدیث کو دو مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے ایک مروان بن عبدالرحمان حمیسی کے ذریعہ دوسری عرنی کے ذریعہ اور یہ دونوں شخص نقل حدیث میں ناقابل اعتبار ہیں جیسا کہ تمام کتب رجال میں صراحت ہے۔

... کے لیے ... بعد آپ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو بطور وفد روانہ کیا کہ جاکر کوفہ کے عامل ابو موسیٰ اشعری اور وہاں کے معززین سے ملاقات کریں آپ نے ان لوگوں کے ساتھ ایک خط بھی بھیجا جس میں لکھا تھا

"میں نے دیگر شہروں کے باشندوں کے مقابلہ میں تمھیں منتخب کیا اور جو حادثہ رونما ہوا ہے اس میں تم ہی سے مدد چاہی ہے لہٰذا تم خدا کے مددگار اور نصرت کرنے والے ہو جاؤ ہمارا ساتھ دو اور جلد ہمارے پاس پہونچو ہماری خواہش محض مسلمانوں کی اصلاح کی ہے اور صرف یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح مسلمان پہلے بھائی بھائی تھے اسی طرح پھر بھائی بھائی بن جائیں۔ جس نے اس چیز کو پسند کیا اور اُسے ترجیح دی اُس نے حق کو پسند کیا اور جس نے اس چیز کو ناپسند کیا اُس نے حق کو ناپسند کیا اور حق سے آنکھیں بند کیں۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۹۳)

محمد ابن ابی بکر اور محمد بن جعفر کوفہ پہونچے ابو موسیٰ کو آپ کا خط پیش کیا مگر ابو موسیٰ نے حکم کی تعمیل نہ کی وہ پہلے ہی سے لوگوں کو امیر المومنین ع کی نصرت سے روک رہے تھے حضرت ع کا خط پانے کے بعد بھی اُنھوں نے اپنا رویہ نہیں تبدیل کیا جب بھی لوگ آکر اُن سے امیر المومنین ع کی نصرت کے لیے جانے کا مشورہ طلب کرتے وہ مشورہ نہ دیتے۔ محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کی تمام کوششیں ناکام رہیں ابو موسیٰ نے ان کے ساتھ انتہائی بے رُخی برتی اور تلخ کلامی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم عثمان کی بیعت میری گردن میں بھی ہے اور تمھارے صاحب کی گردن میں بھی۔ اگر جنگ ضروری ہے تو سب سے پہلے قاتلین عثمان سے جنگ کرنا چاہیئے جہاں بھی وہ ہوں۔" (طبری جلد ۳ صفحہ ۳۹۴)

ان دونوں نے امیر المومنین ع کو سارے حالات اور ابو موسیٰ کی معاندانہ حرکتوں کی تفصیل لکھ بھیجی اس مرتبہ آپ نے ہاشم مرقال کو روانہ کیا اور خط میں ابو موسیٰ کو لکھا۔

"میں ہاشم کو تمھارے پاس بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تمھارے ہاں کے مسلمانوں کو لے کر میرے پاس آئیں لوگوں کو جلد روانہ کرو میں نے تمھیں اسی لیے مقرر کیا ہے کہ تم حق بات میں میری نصرت کرنے والوں میں سے ہو۔"

ہاشم کوفہ پہونچے ابو موسیٰ سے ملاقات کی پتہ چلا کہ وہ اب بھی اپنے سابقہ خیالات پر جمے ہوئے ہیں اُنکی

سلہ محمد بن جعفر ابن ابیطالب ہاشمی۔ یہ مہاجرین میں پہلے وہ شخص ہیں جن کا نام محمد رکھا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سرزمین حبشہ پر پیدا ہوئے امیر المومنین ع کی دختر ام کلثوم سے ان کی شادی ہوئی۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ تستر میں شہید ہوئے بعضوں کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں شہید ہوئے یہ اور عبید اللہ بن عمر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے عبید اللہ بن عمر نے انھیں ہلاک کیا اور اُنھوں نے عبید اللہ بن عمر کو اور بھی مختلف باتیں مورخین نے ان کے متعلق ذکر کی ہیں۔ (اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۲)

اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ جب جناب جعفر طیار کی خبر شہادت مدینہ پہونچی تو پیغمبر خدا ص جناب جعفر کے گھر تشریف لائے اور فرمایا میرے بھائی جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ عبد اللہ محمد اور عون پیغمبر ص کے پاس لائے گئے آپ نے اُنھیں اپنے زانو پر بٹھایا اُن کے حق میں دعا کی اور فرمایا میں دنیا و آخرت دونوں میں ان کا ولی ہوں اور فرمایا یہ محمد ہمارے چچا ابو طالب ع کے مشابہ ہیں۔ (اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۳۱۲)

سرکشی اور زیادتی کچھ بھی کم نہیں ہوئی۔

اُنھوں نے بہت چاہا کہ کسی طرح اُن کے خیالات میں تبدیلی ہو جائے مگر ممکن نہ ہوا ابو موسیٰ نے سائب بن مالک اشعری کو بلا کر پوچھا:۔

"تمھاری کیا رائے ہے؟

"میری رائے تو یہ ہے کہ امیرالمومنینؑ نے جو تمھیں لکھا ہے تم اسکی تعمیل کرو۔

"نہیں میں ایسا نہیں سمجھتا۔

ابو موسیٰ اپنی نافرمانی و سرکشی ہی پر جمے رہے۔ ہاشم نے امیرالمومنینؑ کو لکھا کہ جس مقصد کو لے کر آیا تھا وہ پورا نہ ہوا ابو موسیٰ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آنے پر تیار نہیں۔ اب امیرالمومنینؑ نے جو تھا وفد روانہ کیا جو امام حسنؑ اور عمار یاسر پر مشتمل تھا اُن کے ہمراہ حضرت کا ایک فرمان بھی تھا جس میں حضرتؑ نے ابو موسیٰ کو گورنری سے معزول اور اُن کی جگہ قرظہ[۱] بن کعب کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔

حضرتؑ نے لکھا تھا۔

"میری رائے پہلے ہی یہ تھی کہ تم اس حکومت سے برطرف ہو جاؤ۔ جس میں خداوند عالم نے میری نافرمانی کی وجہ سے تمھارے لئے کوئی حصہ نہیں رکھا۔ میں اپنے فرزند حسنؑ اور عمار یاسر کو بھیج رہا ہوں تاکہ یہ وہاں کے لوگوں کو نصرت پر آمادہ کریں۔ قرظہ بن کعب کو کوفہ کا گورنر بنا کر روانہ کر رہا ہوں۔ تم ذلیل و خوار ہو کر ہماری حکومت سے دور ہو جاؤ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں نے قرظہ کو اجازت دی ہے کہ تشدد سے کام لے۔"

امام حسنؑ کی سواری جس وقت کوفہ میں داخل ہوئی تو کوفہ کی ساری آبادی آپ کی خدمت میں اُمنڈ آئی ہر شخص نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور تعمیل حکم پر آمادگی ظاہر کی۔

ابو موسیٰ حکومت سے معزولی اور اپنے برطرف ہو جانے کے بعد بھی اپنی معاندانہ حرکتوں سے باز نہ آئے۔ وہ حضرت عثمان کا قصہ لے کر جناب عمار سے اُلجھ پڑے مطلب یہ تھا کہ اس طرح ممکن ہے عمار اور اُن کے ساتھ امیرالمومنینؑ کو قتل عثمان کی تہمت لگانے کا موقع مل جائے اور اسی بہانے لوگوں کو امیرالمومنینؑ سے برگشتہ کر کے آپ کی مدد سے روکا جا سکے۔

ابو موسیٰ نے عمار بن یاسر سے کہا۔

"اے ابو الیقظان! کیا تم بھی ان لوگوں میں تھے جنھوں نے حضرت عثمان پر زیادتی کی اور گروہ فجار کیساتھ تم نے ہمراہی جاری رکھی؟

---

[۱] قرظہ بن کعب بن ثعلبہ انصاری خزرجی۔ پیغمبرؐ کے ساتھ جنگ احد میں اور اسکے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ عہد حضرت عمر میں خداوند عالم نے ان کے ہاتھوں رے فتح کیا۔ یہ منجملہ ان دس افراد کے ہیں جنھیں حضرت عمر نے کوفہ والوں کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ امیرالمومنینؑ نے ابو موسیٰ کو معزول کر کے اُنھیں کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور جب جنگ صفین کے لئے جانے لگے تو ان کی جگہ ابو مسعود بدری کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے اُنھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ امیرالمومنینؑ کے ساتھ ہر معرکے میں شریک رہے آپ کی خلافت کے زمانہ ہی میں ان کا انتقال کوفہ میں ہوا اور حضرت نے انکی نماز جنازہ پڑھی۔ (استیعاب جلد ۳ صفحہ ۲۶۶)

تمہارا خیال غلط ہے میں نے ایسا نہیں کیا تم کیوں مجھے بیچ بیچ ہو نچاتے ہو؟

امام حسنؑ نے تکرار بڑھنے نہ دی آپ نے ابو موسیٰ سے فرمایا۔

"آپ نے لوگوں کو ہماری مدد سے کیوں روکا۔ خدا کی قسم ہماری نیت بجز اصلاح امت اور رفع فساد اور کچھ نہیں امیرالمومنینؑ ایسے بزرگ سے کوئی اندیشہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔

ابو موسیٰ سے کوئی جواب بن نہ پڑا کچھ دیر چپ رہ کر بولے۔

سچ کہا آپ نے میرے ماں باپ آپ پر قربان لیکن مشورہ لینے والے کو کوئی اندیشہ نہ ہونا چاہیئے

"ٹھیک ہے"

"میں نے حضرت سرور کائناتؐ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا جس میں بیٹھا ہوا انسان کھڑے ہوئے سے اور کھڑا ہوا پیادہ چلنے والے سے اور پیادہ چلنے والا سوار سے بہتر ہے۔ خداوند عالم نے ہم تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے اور ہمارے مال اور جانیں ایک دوسرے پر حرام کی ہیں ارشاد الٰہی ہے یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل...... ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھا جایا کرو......اور اپنا گلا آپ گھونٹ کے اپنی جان نہ دو کیونکہ خدا ضرور تمہارے حال پر مہربان ہے۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:۔ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاء جھنم جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کریگا اسکی جزا جہنم ہے

جناب عمار نے کہا۔

"کیا تم نے خود یہ حدیث رسول اللہ سے سنی ہے؟

ابو موسیٰ نے کہا ہاں۔

جناب عمار نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"آں حضرتؐ نے فقط انھیں سے فرمایا ہے کہ تم کو ایسے وقت میں خاموش رہنا بہتر ہے بس ایک یہی عالم ہیں اور سب جاہل"

ابو موسیٰ باتوں سے ماننے والے آدمی نہ تھے امام حسنؑ کے حلم و تحمل اور نرمی بھی انھیں ٹس سے مس نہ کر سکی وہ اپنی اسی سرکشی پر قائم لوگوں کو امیرالمومنینؑ کی نصرت سے روکتے اور اختلاف و افتراق کی آگ بھڑکاتے رہے۔ امام حسنؑ نے مجمع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

لوگو! امیرالمومنینؑ کے سفر کی خبر تمھیں مل چکی ہے۔ ہم تمھارے پاس طلبگار مدد ہو کر آئے ہیں کیونکہ تم معززین انصار اور سرداران عرب ہو۔ طلحہ و زبیر نے بیعت کر کے جس طرح بیعت شکنی کی ہے اور باغیانہ ارادے لیکر حضرت عائشہ سے جا ملے ہیں اس سے بھی تم آگاہ ہو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ عورتیں ضعیف اور ناقص العقل ہوا کرتی ہیں اسی وجہ سے خداوند عالم نے مردوں کو عورتوں پر حاکم مقرر کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم میں سے ایک شخص بھی امیرالمومنینؑ

کی تم لوگ مدد کرو خدا بھی تمھاری مدد کرے گا

امام حسن ع کی تقریر کے بعد جناب عمار نے کھڑے ہو کر کہا۔

اے کوفہ والو! اگر ہماری خبریں تم تک نہ پہنچ سکیں تو واقعات کی اطلاع تمھیں ضرور ہوئی ہوگی۔ حضرت عثمان کو قتل کرنے والے لوگوں سے اُن کے قتل کی معذرت نہیں کرتے اور نہ اسکا انکار کرتے ہیں اُنھوں نے اپنے اور اپنے جھگڑوں کے درمیان کتاب الٰہی کو رکھا خداوند عالم نے اپنی کتاب میں زندہ کو زندہ اور مردہ کو مردہ رکھا ہے یہ طلحہ و زبیر سب سے پہلے اعتراض کرنیوالے تھے عثمان پر اور انکے قتل کے متعلق انھیں کا حکم آخری حکم تھا پھر امیرالمومنین ع کی جب بیعت ہوئی تو سب سے پہلے دونوں نے بیعت کی لیکن جب ان کی تمنائیں پوری نہ ہوئیں تو بغیر کسی سبب کے اُنھوں نے بیعت توڑ ڈالی۔ یہ (امام حسن) پیغمبر کے نواسے ہیں تم انھیں اچھی طرح پہچانتے ہو یہ تم سے مدد کے طلبگار ہو کر آئے ہیں علی ع مہاجرین و انصار اور جنگ بدر میں شرکت کا شرف رکھنے والے اصحاب کے ہمراہ عازم سفر ہیں۔۔۔۔۔۔

جناب عمار کے بعد قیس نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"اگر خلافت کے معاملہ میں ارباب شوریٰ ہم سے دریافت کرتے تو ہم علی ع ہی کی تائید کرتے ان سے بڑھ کر خلافت کا اور کوئی حقدار نہیں اور جو اس سے انکار کرتا اُس سے جنگ جائز ہوتی لیکن یہاں تو طلحہ و زبیر جو خود ممبران شوریٰ میں سے ہیں خوشی خاطر علی ع کی بیعت کر چکے ہیں اب محض حسد کی وجہ سے اُن کی مخالفت پر آمادہ۔ علی ابن ابیطالب ع مہاجرین و انصار کی معیت میں تمھاری طرف آنے والے ہیں۔

ابو موسیٰ اپنی ضد پر اب بھی اڑے رہے انھیں نہ کسی چیز کی پرواہ تھی نہ کسی بات کے ماننے پر تیار تھے۔ امیرالمومنین کے فرامین امام حسن ع کی گفتگو مقررین کی تقریریں سب ہی بے اثر رہیں یہاں تک کہ امام حسن ع ایسا خلق مجسم انسان بھی صبر نہ کر سکا اور آپ نے غضبناک ہو کہا۔

ہماری عملداری سے الگ ہو جاؤ۔ یہ منبر چھوڑ دو۔ تمھارا ناس ہو۔

ابو موسیٰ کی کوششیں بے اثر ہوتی گئیں حمایت کا جذبہ پہلے ہی سے کوفہ کے باشندوں کو بیچین کیئے ہوئے تھا۔ امیرالمومنین ع کے خطوط اور قاصدوں کے آنے اور پھر آخر میں امام حسن ع کی تشریف آوری نے اُن کے دلوں میں اور جوش پیدا کر دیے۔ وہ لوگ جو اب تک مذبذب تھے وہ بھی موافق ہو گئے ہر شخص چلنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ امام حسن ع نے تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

اے لوگو! اپنے امیر کی دعوت پر لبیک کہو اور مل کر اپنے بھائیوں کی طرف چلو۔۔۔۔۔۔ امیرالمومنین ع کا ارشاد ہے کہ باغیوں سے جنگ کے لیئے نکلنے میں ہم یا ظالم ہیں یا مظلوم جس شخص کو بھی خدا کے حق کا پاس و لحاظ ہے میں اُسے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ ضرور چلے اگر میں مظلوم ہوں تو میری اعانت کرے اور اگر ظالم ہوں تو روک دے۔ خدا کی قسم طلحہ و زبیر نے سب سے پہلے میری بیعت کی اور انھیں نے سب سے پہلے غداری کی۔

میں نے کوئی مال چھپا لیا ہے۔ دوسروں کو محروم کرکے اپنی ذات کے لئے مخصوص کر لیا ہے یا کسی حکم میں تبدیلی کی ہے۔ چلو چلکر نیکی کا حکم دو اور منکر سے روکو۔

ہر شخص نے جوش و خروش سے اپنی آمادگی کا اظہار کیا اور اپنی وفاداری و اطاعت کا یقین دلایا۔

اس عرصہ میں مالک اشتر بھی امیر المومنین سے اجازت لے کر کوفہ پہونچ چکے تھے انھوں نے سوچا کہ جبتک ابو موسیٰ کو یہاں سے نکال باہر نہیں کیا جاتا ان کی منافقانہ حرکتیں جاری رہیں گی اور انکی ریشہ دوانیوں سے لوگوں میں مکمل اتفاق و اتحاد نہ پیدا ہو سکے گا انھوں نے کوفہ کے چند آدمیوں کو ساتھ لیا اور دار الامارہ کی طرف بڑھے اور ابو موسیٰ کے ملازمین کو نکالنا شروع کیا ملازمین مسجد کی طرف دوڑے اور ابو موسیٰ سے کہا۔

حضور مالک اشتر دار الامارہ میں گھس آئے ہیں اور ہمیں مار پیٹ کر باہر نکال دیا ہے۔"

ابو موسیٰ بد حواس ہو کر مسجد سے بھاگے۔ مالک اشتر انھیں دیکھتے ہی چیخے۔

ہمارے دار الامارہ سے نکل جاؤ۔ نکلو یہاں سے تم سے خدا سمجھے تم یقیناً منافق ہو۔

ابو موسیٰ نے ڈرے سہمے لہجے میں التجا کی۔

"شام تک کی مہلت دیدیجیے"

"اچھی بات ہو مگر دن ہی دن اپنا سامان نکال لیجاؤ رات نہ ہونے پائے۔

مالک کے ساتھ ہجوم بھی دار الامارہ میں گھس پڑا لوگ چاہتے تھے کہ ابو موسیٰ کا مال و متاع لوٹ لیں مگر مالک دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور کہا۔

لوگو! میں نے انھیں نکال باہر کیا ہے صرف شام تک کی مہلت دی ہے اب اپنے ہاتھ ان سے روک لو مال اسباب نہ لوٹو۔

مالک اشتر کے روکنے پر بڑھے ہوئے ہاتھ رک گئے ابو موسیٰ کا مال و متاع لوگوں کی دستبرد سے محفوظ رہا۔

اب فضا سراسر امیر المومنین علیہ السلام کے موافق اور کوفہ کا ایک ایک متنفس امام حسنؑ کا اطاعت گزار تھا۔ آپ نے کھڑے ہو کر کہا۔

"ہم کل صبح روانہ ہو رہے ہیں جس کو ہمارے ساتھ چلنا ہو وہ سواری سے چلے جو براہ دریا آنا چاہے وہ براہ دریا آئے۔"

کئی ہزار کی جمعیت تیار ہو گئی کچھ لوگ کشتیوں کے ذریعہ روانہ ہوئے کچھ سوار ہو کر امام حسنؑ کے ہمراہ چلے۔ اور مقام ذی قار[1] پر امیر المومنینؑ سے آ ملے جہاں حضرت ان کے انتظار میں فروکش تھے۔

---

[1] ذی قار بکر بن وائل کا ایک چشمہ ہے کوفہ سے قریب۔ واسط اور کوفہ کے درمیان واقع ہے۔

(معجم البلدان جلد، ص)

امیر المومنین نے بصرہ [illegible] قعقاع بن عمرو [illegible] حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کے پاس
روانہ کیا اس امید میں کہ شاید اب بھی یہ لوگ جنگ و جدل سے باز آئیں اور مسلمانوں میں ان کی وجہ سے جو پھوٹ پڑ چکی ہے وہ دور ہو جائے۔ قعقاع بصرہ پہنچکر سب سے پہلے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا

"ام المومنین آپ کا اس شہر میں آنے سے کیا مقصد ہے؟"

"میں یہاں لوگوں کی اصلاح کی غرض سے آئی ہوں"۔

قعقاع نے درخواست کی کہ طلحہ و زبیر کو بھی بلوا لیجیے تاکہ آپ میری اور اُن کی باتیں سُن سکیں چنانچہ حضرت عائشہ نے ان دونوں کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو قعقاع نے اُن سے کہا۔

"میں نے ام المومنین سے پوچھا کہ آپکے یہاں آنے کا کیا مقصد ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ میں لوگوں کی اصلاح کی غرض سے آئی ہوں۔ آپ لوگوں کو اس سے اتفاق ہے یا اختلاف"۔

"ہم ام المومنین سے پوری طرح متفق ہیں"۔

"اچھا تو بتائیے کہ اصلاح کی کیا صورت ہے اگر وہ مناسب معلوم ہوگی تو ہم بھی اس پر عمل کریں گے۔

"اصلاح کی صورت صرف یہ ہے کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو قتل کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ قرآن کا احیا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے۔

قعقاع نے کہا:۔

"آپنے بصرہ کے ان لوگوں کو جنھوں نے حضرت عثمان کی ہلاکت میں حصہ لیا تھا قتل کرنا شروع کیا۔ لیکن اگر آپ اختیار کر اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تو آپ کا دعویٰ زیادہ مضبوط ہوتا آپ نے یہاں کے ۵۹۹ آدمیوں کو حضرت عثمان کے قتل کے جرم میں قتل کیا جس کی وجہ سے چھ ہزار آدمی آپ کے مخالف ہو گئے اور انھوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ نے ایک آدمی حرقوص بن زہیر کو جس پر آپ قابو نہ چل سکا تھا گرفتار کرنا چاہا

سلہ قعقاع بن عمرو تمیمی بہادران عرب میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر کا فقرہ ہے "قعقاع کی آواز ہزار آدمیوں سے بہتر ہے۔ جنگ قادسیہ وغیرہ میں اُنھوں نے بڑے شاندار کارنامے انجام دیے تھے۔ سیف بن عمرو راوی ہے کہ رسول اللہ نے قعقاع سے پوچھا جہاد کے لئے کیا سامان مہیا کیا ہے قعقاع نے کہا خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اصل [illegible] یہی ہے۔ سیف کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے سعد بن ابی وقاص سپہ سالار سے لکھ کر دریافت کیا کہ قادسیہ کی جنگ میں سب سے بڑا [illegible] کون ثابت ہوا انھوں نے لکھا کہ قعقاع بن عمرو؛ اُنھوں نے ایک دن میں ۳۰ حملے کئے اور ہر حملے میں ایک بہادر کو قتل کیا جب خالد نے حیرہ کا محاصرہ کیا تو حضرت عمر سے کمک مانگی اُنھوں نے قعقاع کو بھیجا اور لکھا کہ جس لشکر میں قعقاع ہوں گے اُسے شکست ہو ہی نہیں سکتی۔ (اصابہ جلد ۳ صہ ۲۳۹)

لیکن چھ ہزار آدمی اسکی حمایت میں آپ کی مزاحمت کے لیے کھڑے ہو گئے جس پر مجبور ہو کر آپ کو اسکی گرفتاری اور قتل کا ارادہ ترک کرنا پڑا کیا آپ کا اسے چھوڑنا آپ کے قول کے مطابق قرآن کو ترک کرنا نہیں ہے؟ کیا آپ نے اسے چھوڑ کر خود بخود اپنے اس دعوی کو ترک نہیں کر دیا جو آپ لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اگر آپ اس ایک آدمی کے لیے ان سے لڑتے ہیں تو وہ یقیناً آپ پر غالب آجائیں گے اور اس خیر سے آپ بچنا چاہتے ہیں۔"

قعقاع کی اس گفتگو میں جتنی صداقت اور خلوص تھا وہ نہ حضرت عائشہ سے مخفی رہ سکا نہ طلحہ و زبیر سے حضرت عائشہ نے پوچھا۔

"تب تمھاری رائے کیا ہے؟

قعقاع نے کہا۔

اس فتنہ کے سدِ باب کی صورت صرف یہی ایک ہے کہ سکون پیدا کیا جائے۔ جب سکون پیدا ہو جائیگا تو ہر قسم کی اصلاح ممکن ہے۔ اگر آپ لوگ حضرت علیؓ کی بیعت کر لیں تو یہ امت کی بہتری اور اسکی عافیت کا سبب ہوگی اور اس طرح حضرت عثمان کا قصاص بھی لیا جا سکے گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں نے بیعت سے انکار کیا اور اپنے مطالبہ پر اڑے رہے تو نہ صرف امت کی بدبختی کا موجب ہوگا بلکہ حضرت عثمان کا قصاص لینا بھی ناممکن ہو جائے گا۔ اس لیے آپ وہ راستہ اختیار کیجیے جس میں امت کی بھلائی اور عافیت ہو اور ایسی روش اختیار کیجیے کہ نہ ہم مصیبت میں پڑیں اور نہ آپ، اگر ایسا ہوا تو امت تباہ ہو جائے گی۔

قعقاع کی یہ بات تینوں کو پسند آئی سبھی نے پسند کیا اور ہم آواز ہو کر بولے۔

"تمھاری باتیں مناسب اور درست ہیں اگر علیؓ کی بھی یہی رائے ہے جو تمھاری رائے ہے تو یہ معاملہ بڑی آسانی سے طے ہو سکتا ہے۔"

قعقاع خوش خوش امیر المومنینؓ کی خدمت میں پلٹے اور ساری روداد کہہ سنائی صلح کا امکان پیدا ہو جانے کی وجہ سے امیر المومنینؓ کو حد درجہ مسرت ہوئی اور قریب بھی تھا کہ سارا فتنہ و فساد خیر و خوبی سے رفع دفع ہو اور مسلمان پھر باہم گلے مل جائیں لیکن حضرت عائشہ کی جمعیت میں بکثرت ایسے لوگ موجود تھے جن کے لیے صلح و مصالحت اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق میں انتہائی ہولناک ہلاکت و بربادی تھی انھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح صلح نہ ہونے پائے اور لڑائی ٹھن جائے وہ اپنی تدبیروں میں کامیاب رہے اور صلح کی تمام کوششیں خاک میں مل گئیں واقعات شاہد ہیں کہ حضرت عائشہ کے لشکر میں بہت بڑی تعداد بنی امیہ کی تھی ان میں سے بہت سے افراد حضرت عثمان کے عہد خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے حضرت عثمان کی نرمی یا یوں کہا جائے کہ اقربا نوازی کی وجہ سے بندگان خدا کو اپنا غلام اور مملکت اسلامیہ کو اپنی خاندانی جاگیر سمجھ رکھا تھا وہ کسی طرح امیر المومنینؓ کی حکومت کو کامیاب دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے جس میں نہ ان کے لیے ترجیحی حقوق تھے نہ کسی قسم کا عہدہ و منصب۔

امیر المومنینؓ کا لشکر ذی قار سے منزلیں طے کرتا ہوا بصرہ سے قریب مقام زاویہ پر پہونچا امام گھوڑے سے

اُٹھ کر پڑھے آپ چار رکعت نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر آپ کا رخسارہ خاک پر رکھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے اپنے

پروردگار سے مناجات کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"خداوندا! اے زمین و آسمان اور عرش عظیم کے پروردگار یہ بصرہ ہے میں اسکی اچھائیوں کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اسکی برائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ خداوندا مجھے اچھی جگہ میں اتارنا اور تو سب اتارنے والوں سے بہتر ہے۔

پارالٰہا یہ لوگ میرے حلقہ اطاعت سے باہر ہو گئے مجھ سے سرکشی کی اور میری بیعت کرکے اسے توڑ ڈالا ہے خداوندا مسلمانوں کو محفوظ رکھ۔ (مروج الذہب جلد ۲ ص۲۴۵)

امیرالمومنینؑ نے صلح و مصالحت کے لیئے کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی مگر آپ کی تمنائیں پوری نہ ہوئیں حضرت عائشہ کے ساتھی لڑائی پر پوری طرح کمربستہ تھے اُن کے مقررین نے اپنی تقریروں سے سپاہیوں میں آگ لگا رکھی تھی وہ برابر اشتعال دلانے اور امیرالمومنینؑ کے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑنے کی تلقین کر رہے تھے۔ انھیں میں ابن زبیر بھی تھے اُنھوں نے اپنی ایک تقریر میں کافی زہر اُگلا اُن کی تقریر کے بعد امیرالمومنین نے امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا پارۂ جگر اُٹھو اُٹھکر تقریر کرو۔ امام حسنؑ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"لوگو! ہم نے ابن زبیر کی تقریر سنی خدا کی قسم اُنھوں نے عثمان پر بڑی زیادتیاں کیں اُن پر زمین تنگ کر دی۔ حد ہو گئی کہ عثمان کے جیتے ہی جی طلحہ نے اُن کے بیت المال پر قبضہ کر لیا تھا۔ ابن زبیر کہتے ہیں کہ علیؑ نے لوگوں کی حکومت زبردستی اپنے قبضہ میں کر لی تو اُن کے باپ زبیر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اُنھوں نے ہاتھ سے بیعت کی دل سے بیعت نہیں کی تو بیعت کا انھیں بہرحال اقرار ہے رہ گیا یہ دعویٰ کہ دل سے بیعت نہیں کی تھی اس دعویٰ کا ثبوت اُنھیں پیش کرنا لازم ہے مگر وہ ثبوت لائیں گے تو کہاں سے لائیں گے۔ رہ گیا ابن زبیر کا یہ تعجب کہ اہل کوفہ بصرہ والوں سے جنگ کے لیئے آئے ہیں تو اگر اہل حق باطل والوں کے مقابلہ میں آئے ہیں تو اس میں تعجب ہی کیا۔ بصرہ والوں کو جلد ہی اس کا پتہ چل جائے گا۔ ہمارے اور اُن کے درمیان خدا فیصلہ کرے گا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

امیرالمومنینؑ نے مصحف منگا کر ہاتھ میں لیا اور اس امید میں شاید اب بھی یہ لوگ جنگ سے باز رہیں اپنے سپاہیوں کو آواز دی:۔

"کون ہے جو یہ اللہ کی کتاب لے کر دشمن کی فوج میں جائے اور اُن کو کلام الٰہی کا واسطہ دے"!

کوفہ کا ایک کمسن نوجوان آگے بڑھا اور جوش میں آکر کہنے لگا۔

"امیرالمومنینؑ اس خدمت کے لیئے میں حاضر ہوں"!

آپنے اس کی طرف دھیان نہ دیا اور چاہا کہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی اس کے لیئے تیار ہو جائے مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا اس مرتبہ بھی وہی نوجوان آگے بڑھا۔ آپ نے قرآن اُس کے ہاتھوں میں دیدیا اور فرمایا!

"جاؤ یہ قرآن لے جا کر ان کے سامنے پیش کرو اور کہو کہ یہی قرآن ہمارے اور تمھارے درمیان ہے کیوں ناحق

[illegible]

وہ بہادر سپاہی قرآن لے کر روانہ ہوا نہ اسکے دل میں کوئی خوف تھا نہ دشمن کا کوئی رعب۔ اونٹ کے قریب پہونچ کر اس نے اعلان کیا۔

"یہ قرآن ہے یہ اللہ کی کتاب ہے۔ رسُول کے چچازاد بھائی اور خلیفہ نے مجھے بھیجا ہے کہ تم پر حجت تمام کروں اور اسکے احکام پر چلنے کی دعوت دوں۔

اس کا جواب فوج مخالف کے ایک سپاہی نے یہ دیا کہ تلوار کا بھرپور وار حامل قرآن کے ہاتھ پر مارا اس کا داہنا ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ نوجوان نے سُرعت سے مصحف بائیں ہاتھ میں لے لیا اور زبان پر اب بھی کتاب خدا پر عمل کرنے کی اپیل تھی دشمنوں نے حملہ کر کے بایاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا نوجوان خون میں غرق ہو گیا دونوں ہاتھوں سے خون کے پرنالے جاری تھے اُس نے مصحف کو دانتوں سے پکڑ لیا اب اُس پر فوج مخالف نے تیروں کی باڑھ سر کی سیکڑوں تیروں نے اس کے جسم کو چھلنی کر دیا اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب حجت تمام ہو چکی تھی اب سوا جنگ کے کوئی چارہ کار نہ تھا امیر المومنینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔

الآن حل قتالهم وطاب لكم الضراب [1]

اب ان سے لڑنا حلال اور تمھارے لیئے تلوار چلانا جائز ہو گیا۔

آپ نے اپنے سرداران فوج کو طلب کیا انھیں اپنی اپنی جگہ کھڑا کیا جنگ کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ اور کن کن امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اسے واضح کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔

"لوگو! دیکھو جب تم ان (اہل جمل) کو شکست دیدو تو کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا نہ کسی اسیر کو قتل کرنا نہ ہی بھاگتے ہوئے کا پیچھا کرنا۔ کسی کی پردہ دری نہ کرنا نہ کسی مقتول کا مثلہ بنانا اور جب تم دشمن کے کیمپ میں پہونچ جاؤ تو اسکی آبرو ریزی نہ کرنا نہ اُن کا مال واسباب کچھ لینا البتہ تم سے مقابلہ کے لیئے جو ساز و سامان دشمن اپنے لشکرگاہ میں لے کر آئیں وہ تمھارے لیئے مال غنیمت ہے اسکے علاوہ جو کچھ ہے وہ ان کے بال بچوں کا مال اور ان کے وارثوں کی میراث ہے وہ اُن کے عزیزوں میں اسی طرح تقسیم ہوگا جس طرح خداوند عالم نے فرائض مقرر کئے ہیں۔

سامنے غنیم کی فوجوں کے آگے زبیر دکھائی دیئے آپ انھیں دیکھتے ہی حجت تمام کرنیکی خاطر آگے بڑھے نہ ہاتھ میں تلوار تھی نہ جسم پر زرہ لوگوں نے منع بھی کیا کہ اس طرح جانا مناسب نہیں مگر آپ نے پرواہ نہ کی آگے بڑھ کر پوچھا "زبیر کہاں ہیں؟"

---

[1] طبری جلد ۵ صفحہ ۲۰۹ علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ نوجوان کے مارے جانے پر اس کی ماں نے مرثیہ پڑھتے ہوئے کہا۔

یارب ان مسلما اتاهم — یتلو کتاب الله لا یخشاهم

فخضبوا من دمه لحاهم — وامه قائمة تراهم

پروردگارا مسلم اُن کے پاس کتاب خدا کی تلاوت کرتا ہوا پہونچا اور اُسے کوئی خوف لاحق نہ ہوا ان لوگوں نے اُس کے خون

زبیر اپنی صف سے نکل کر باہر آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے پوچھا۔

"ابو عبداللہ! یہاں کیسے آنا ہوا؟

"میں عثمان کے خون کا انتقام لینے کے لیے آیا ہوں

"تم عثمان کے انتقام کے طالب ہو۔

"ہاں۔

"جس نے عثمان کو قتل کیا خدا اُسے قتل کرے۔

پھر امیر المومنین ع نے نرمی سے کام لیتے ہوئے فرمایا۔

"زبیر! تمھیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں تمھیں وہ دن یاد ہے جب تم ایک مرتبہ رسول اللہ کے ساتھ میری طرف سے گذرے رسول اللہ تمھارے ہاتھ پر تکیہ کیے ہوئے تھے آں حضرت ص نے مجھے دیکھ کر سلام کیا اور متبسّم ہوئے پھر تمھاری طرف متوجہ ہو کر فرمایا زبیر! تم علیؑ سے لڑوگے اور تم اُس وقت ظالم ہوگے۔

زبیر نے یہ سنکر گردن جھکالی چہرہ کا رنگ اُڑ گیا دل حسرت واندوہ سے پانی پانی ہو گیا۔ بولے۔

"ہاں واقعی آنحضرت ص نے یہ فرمایا تھا"

"پھر کس بات پر مجھ سے آمادہ پیکار ہو؟

"میں بھول گیا تھا اگر یاد رہتا تو کبھی میں آپ کے مقابلہ پر نہ نکلتا اور نہ آپ سے جنگ کرتا"

زبیر یہ کہہ کر حضرت عائشہ کی طرف واپس آئے دل میں طے کر چکے تھے اس خون خرابہ سے کنارہ کش ہو جائینگے حضرت عائشہ سے آکر کہا۔

اُمّ المومنین آجتک کبھی بھی میں نے قدم اُٹھائے تو سوچ سمجھ کر کہ قدم کہاں رکھوں گا البتہ آج کے دن میری عقل حیران ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آگے بڑھنے والا ہوں یا پیچھے ہٹنے والا"

حضرت عائشہ بات کی تہہ تک فوراً ہی پہونچ گئیں کہ یہ میدان سے سرکنا چاہتے ہیں آپ نے کہا۔

"ابو عبداللہ معلوم ہوتا ہے تم بنی عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گئے"

حضرت عائشہ کے ان زہر میں بجھے ہوئے کلمات نے زبیر کے دل میں آگ لگادی اور اس آگ کو اُن کے بیٹے عبداللہ نے یہ کہہ کر اور بھڑکا یا کہ

"آپ آئے تو تھے سوچ سمجھ کر لیکن یہاں آنے کے بعد علی ابن ابیطالب کے علموں کے پھریروں سے ڈر گئے آپ نے سمجھ لیا کہ وہ لوگ بہت بہادر ہیں موت کا خوف آگیا اور بزدل ہو گئے"

یہ بہت بڑی تہمت تھی زبیر کو اپنی بہادری پر ناز تھا وہ اتنے بڑے بہتان کو برداشت کیسے کر سکتے تھے غضبناک ہو کر بولے۔

"بیٹے میں تم سے قسم کھاتا ہوں کہ علیؑ سے جنگ نہ کروں گا"

مگر عبداللہ بن زبیر نے ان کا کوئی عذر قبول نہ کیا بلکہ کہا۔

"آپ قسم کے کفارہ میں اپنے غلام سرجس کو آزاد کر دیجیے اور مقابلہ کیجیے۔"

زبیر نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر میدان کے چکر لگانے شروع کیے تاکہ بیٹا باپ کی بہادری اور موت سے لاپروائی کو اچھی طرح دیکھ لے۔ (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۰)

لڑائی چھڑ گئی دونوں فریق ایک دوسرے سے گتھ گئے امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ کو میمنہ پر رکھا امام حسینؑ کو میسرہ پر اور علم لشکر اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ کو دیکر کہا بیٹا آگے بڑھو۔ بہادر باپ کا بہادر بیٹا صف سے باہر نکلا اور صفوں کو درہم برہم کر کے شجاعت کی جوہر دکھاتا ہوا اپنے مقام پر پلٹ آیا اب علیؑ خود بڑھے بائیں ہاتھ میں علم اور دائیں ہاتھ میں ذوالفقار تھی۔ شجاعت کی تاریخ میں یہ لمحہ ایسا بے مثال تھا جس کی نظیر نہیں ملتی ایک یکہ و تنہا شخص دشمنوں کو کاٹتے مارتے ہوئے لشکر میں کود پڑتا ہے اور اس کے حملوں سے لشکر کائی کی طرح پھٹ جاتا ہے۔ یہ علیؑ کا وہی حملہ تھا جو دشمن کی صفوں کو درہم و برہم کر دیتا تھا وہ گویا بجلی تھے جو دفعتہً ٹوٹ پڑی ہو یا ٹائے ناگہانی تھے کہ جو بھی زد میں آیا اسے صاف کر گئی بڑے بڑے سورما اس بہیا میں بہہ گئے بڑے بڑے مشہور پہلوانوں نے میدان چھوڑ دیا اور بھاگ کر جان بچائی تن تنہا غنیم کی فوجوں کو الٹ کر رکھ دیا اُن کی تلوار کی باڑھ سے سروں کی بارش ہوتی تھی اور لوگ اُن کے سامنے اس طرح گرتے تھے جیسے آندھی چلنے سے درختوں کے پتے دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے پر پلی پڑتی تھیں موت کا بازار گرم تھا امیر المومنینؑ کے ہمراہی اپنے سید و سردار کی حمایت میں جان لڑائے ہوئے تھے اور حضرت عائشہ کے ہمراہی ام المومنین پر آنچ نہ آنے دینا چاہتے تھے ایک ایک آدمی اُن کے ناقہ کی مہار ہاتھ میں لیتا جب مارا جاتا تو دوسرا بڑھ کر مہار تھام لیتا، یہاں تک کہ صرف بنی ضبہؓ کے ستر آدمیوں نے اونٹ کے پاس اپنی جان دی۔

امیر المومنینؑ نے دیکھا کہ جب تک اونٹ زندہ ہے لڑائی ختم نہ ہوگی اونٹ ہی کی وجہ سے ساری آفت ہے، یہ مار ڈالا جائے تو قصہ پاک ہو آپ نے مالک اشتر اور جناب عمار کو بلا کہا۔

"تم دونوں آگے بڑھو اور اس اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالو جب تک اونٹ زندہ رہے گا لڑائی ختم نہ ہوگی ان لوگوں نے اسے قبلہ بنا لیا ہے۔"

مالک اشتر اور جناب عمار قبیلہ مراد کے کچھ منچلوں کو لے کر روانہ ہوئے ایک نوجوان معمر بن عبداللہ لپک کر آگے بڑھا اور اس نے اونٹ کے پیر کاٹ دیے اونٹ نے ایک دہشتناک چیخ ماری اور گر پڑا اس کے گرتے ہی حضرت عائشہ کی فوج میں بھگدڑ پڑ گئی وہ صنم ہی اٹھ رہا تھا جس پر اتنی جانوں کی قربانی پیش کی گئی تھی امیر المومنینؑ نے حکم دیا کہ اونٹ جلا دیا جائے اور اسکی راکھ ہوا میں اڑا دی جائے کوئی چیز اس کا باقی نہ رہے جسے دیکھ کر نادان اور ضعیف الایمان سرگشتہ ہو سکیں۔ جب اونٹ کا قصہ پاک ہو گیا اور اسکی راکھ ہوا میں اڑا دی گئی تو آپ نے فرمایا۔

"خداوند عالم اس چوپائے پر لعنت کرے کتنا مشابہ تھا بنی اسرائیل کے گوسالے سے۔"

امیرالمومنین ع نے اپنے تمام مخالفین اور دشمنوں کے ساتھ انتہائی غیر معمولی رحم و کرم سے پیش آئے سب کی خطائیں معاف کر دیں آپ کا عفو و درگذر اور رحم و کرم اس قدر وسیع تھا کہ لہو کے پیاسے دشمن بھی اس سے محروم نہ رہے۔ آپ نے محمد بن ابی بکر کو حضرت عائشہ کے پاس بھیجا کہ جا کر دیکھو انھیں کوئی زخم تو نہیں پہونچا محمد بن ابی بکر قریب پہونچے ہودج کے اندر ہاتھ بڑھایا عائشہ نے گھبرا کر پوچھا۔

"کون ہو تم۔ تمھارا ناس ہو۔

محمد نے کہا آپ کا سب سے زیادہ ناپسندیدہ رشتہ دار

عائشہ فوراً سمجھ گئیں پوچھا۔

"خثعمیہ کے بیٹے؟

"جی ہاں آپ کا فرمانبردار بھائی

"فرمانبردار نہیں، نافرمان۔

یہ کہہ کر جناب عائشہ نے منہ پھیر لیا۔ محمد نے بہت نرمی سے پوچھا۔

"آپ کو کوئی گزند تو نہیں پہونچا"

ایک تیر لگا تھا مگر اس نے کوئی گزند نہ پہونچایا۔

محمد نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا اور آپ کی سواری رات کے پردے میں عبداللہ بن خلف[۵۱] خزاعی کے گھر لے گئے اور صفیہ[۵۲] بنت حارث عبداللہ بن خلف کی بیوی کے پاس آپ کو ٹھہرایا جہاں کئی دن تک آپ مقیم رہیں۔ امیرالمومنین ع نے عبداللہ بن عباس کو حضرت عائشہ کے پاس بھیجا کہ سمجھا بجھا کر انھیں مدینہ واپس جانے پر آمادہ کریں حضرت عائشہ ابن عباس سے بہت بے رخی سے پیش آئیں انھیں دیکھ کر منہ پھیر لیا ان کو بیٹھنے کی اجازت نہ دی فرش بچھایا۔ ابن عباس نے خود ہاتھ بڑھا کر ان کے اسباب میں سے کوئی چیز بچھانے کے لئے لے لی۔ عائشہ کو یہ حرکت بہت ناگوار گذری برہم ہو کر کہا

"ابن عباس تم نے سنت پیغمبر کا دھیان نہ کیا بغیر اجازت ہمارے پاس آئے اور بغیر ہماری مرضی کے ہمارے فرش پر بیٹھ رہے۔

عبداللہ بن عباس نے سکون و اطمینان بھرے لہجہ میں کہا۔

---

۵۱ عبداللہ بن خلف بن اسعد خزاعی، طلحۃ الطلحات کا باپ تھا علامہ ابو عمر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ ہمیں اس کے صحابی رسول ہونے کا علم نہیں یہ شخص حضرت عمر کی طرف سے بصرہ کے دیوان کا کاتب تھا حضرت عائشہ کی طرف سے جنگ جمل میں شریک ہوا اور مارا گیا اس کا بھائی جنگ جمل میں امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۳) ۵۲ عبداللہ کی بیوی تھی اس کا باپ جنگ بدر میں بحالت کفر مقتول ہوا۔ (اصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۴۶)

اگر آپ اپنے گھر میں ہوتیں جس میں رسول اللہ آپ کو چھوڑ گئے تھے تو ہم کبھی بغیر آپ کی اجازت کے گھر میں داخل نہ ہوتے۔

حضرت عائشہ خاموش ہو گئیں ابن عباس نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

امیر المومنین ؑ کی خواہش ہے کہ آپ جلدی سے تیار ہو جائیں اور مدینہ تشریف لیجائیں۔

"جو تم کہتے ہو مجھے اس سے انکار ہے میں علیؑ کو امیر المومنین بھی نہیں مانتی"

حضرت عائشہ اڑ گئیں کہ میں ہرگز مدینہ نہ جاؤں گی، ابن عباس نے آکر امیر المومنین ؑ کو اُنکی ضد سے آگاہ کیا آپنے پھر دوبارہ ابن عباس کو بھیجا اُنھوں نے آکر کہا۔

"امیر المومنینؑ کی تاکید ہے کہ آپ ضرور مدینہ جائیں"

اس مرتبہ حضرت عائشہ راضی ہو گئیں اور سفر کی تیاریاں کرنے لگیں۔ امیر المومنین ؑ نے ہر قسم کے ضروریات فراہم کر کے اُنکے ساتھ کر دیئے، روانگی کے دن خود رخصت کرنے کے لیئے تشریف لائے آپکے ہمراہ امام حسنؑ و حسینؑ بھی تھے عورتوں نے آپ کو دیکھ کر چیخنا شروع کیا۔ صفیہ نے کہا۔

"اے دوستوں کے قاتل اے مجمع کے پراگندہ کرنے والے۔ خدا آپکے بچوں کو بھی اسی طرح یتیم کرے جس طرح آپ نے میرے بچوں کو یتیم کیا"

امیر المومنین نے نرمی سے فرمایا۔

"اگر میں دوستوں کا قاتل ہوتا تو اس گھر میں جتنے چھپے ہوئے ہیں سب کو قتل کر ڈالتا"

یہ کہہ کر آپ نے مکان کے گوشوں کی طرف اشارہ کیا جہاں بہت سے دشمن آپ کے چھپے ہوئے تھے جیسے مروان، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عامر وغیرہ۔ امیر المومنین ؑ کے ہمراہیوں نے چاہا کہ ان سبھوں کو قتل کر دیں مگر امیر المومنین ؑ نے سختی سے روک دیا۔ حضرت عائشہ نے بہت کچھ باتوں کے بعد آپ سے کہا۔

"میری خواہش ہے کہ آپ ہی کے ساتھ رہوں اور آپ کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے نکلوں"

امیر المومنین ؑ نے فرمایا:

"آپ اسی گھر میں واپس جائیں جس میں رسول آپ کو چھوڑ گئے تھے"

عائشہ نے اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے لئے امان چاہی آپ نے منظور کیا امام حسنؑ و حسینؑ نے مروان کی سفارش کی آپنے اُسے بھی معافی دی بلکہ آپنے اپنے تمام دشمنوں سے انتہائی رحم و کرم سے کام لیا اور ہر ایک سے لطف و مدارت کے ساتھ پیش آئے۔

حضرت عائشہ کی روانگی بڑی عزت و احترام کے ساتھ ہوئی۔ امیر المومنین ؑ نے اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ کو مدینہ تک ساتھ جانے کا حکم دیا اور امام حسنؑ و حسینؑ سے کہا کہ ایک شب و روز کی مسافت تک اُن کے ساتھ

دسویں فصل

صفّین میں

دنیا میں بہت سے ہنگامے اور حادثات رونما ہوتے ہیں اور بغیر کسی قسم کا اثر و نشان چھوڑے گذر جاتے ہیں۔ تاریخ کے صفحات پر چاہے ان ہنگاموں کو جگہ بھی مل جائے اور وقتی طور پر انھیں اہمیت بھی حاصل ہو مگر نہ زبانوں پر اُن کا تذکرہ رہتا ہے نہ دلوں میں اُن کی یاد باقی رہتی ہے لیکن بعض حادثے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا اثر دیرپا رہتا ہے اور صدیاں گذر جانے کے بعد بھی اُن کی یاد دلوں سے محو نہیں ہوتی۔ جنگ صفین بھی انھیں حادثوں میں سے ایک حادثہ تھی ایسا قیامت خیز حادثہ جس میں حق و باطل کا ہولناک تصادم ہوا ظلمت نور سے ٹکرائی اور ملوکیت اپنی تمام قوتیں مجتمع کر کے خلافت الٰہیہ سے برسر پیکار ہوئی۔

اس جنگ میں امام حسن ؑ کی شخصیت بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اور آپ کے خدمات بہت ہی نمایاں نظر آتے ہیں عنقریب ہم ایک حصہ آپکی خدمات کا ذکر کریں گے پہلے ہم وہ اسباب ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کی بنا پر معاویہ امیرالمومنین ؑ کے مقابلہ پر کھڑے ہوئے۔ اور ان سازشی کارروائیوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جنکی مدد سے معاویہ کو جسارت و ہمت ہوئی آپ سے ٹکرانے کی۔

معاویہ کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ امیرالمومنین ؑ ہمیں شام کی حکومت پر باقی نہ رہنے دیں گے اُن کا روشن کردار اُن کی پاکیزہ سیرت مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ گوارا ہی نہیں کر سکتا کہ اُنھیں ایکدن کی بھی ڈھیل دی جائے۔ اُنھیں پورا یقین تھا کہ وہ ہمیں شام کی حکومت سے اسی طرح نکال پھینکیں گے جس طرح دودھ سے مکھی نکال پھینکی جاتی ہے۔ معاویہ نے شام میں ایک معمولی حاکم کی طرح حکومت نہیں کی تھی جو اپنی حکومت و منصب ہی کو لبا غنیمت سمجھتا ہے اس سے زیادہ کی نہ اُسے فکر ہوتی ہے نہ طمع بلکہ معاویہ نے وہاں ایسے فرماں روا اور مطلق العنان حاکم کی طرح حکومت کی تھی جو بنیاد رکھتا ہے کسی سلطنت کی اُسکے استحکام و پائداری کے لیئے اپنی ساری قوت اور توانائی صرف کر دیتا ہے تاکہ یہ حکومت اُسی کی زندگی تک باقی نہ رہے بلکہ نسلاً بعد نسل اسکی اولاد کے قبضہ میں بھی رہے۔ انھوں نے اپنے اردگرد بڑے بڑے سرداروں کو اکٹھا کر لیا تھا اُنکے ہاتھ میں جتنی دولت تھی ان کے قبضہ میں جتنے وسائل تھے سب خرچ کر کے اُنھوں نے اپنے مددگار خریدے تھے، قوت و ثروت کا اپنے پاس ذخیرہ کر لیا تھا اور مدت دراز تک باقی رہنے کے سارے ساز و سامان فراہم کر لئے تھے مزید برآں انتقام خون عثمان کے بہانے اُنھیں اپنی حکومت قائم کرنے کا موقع بھی ہاتھ لگ چکا تھا عثمان کی ہلاکت بہترین وسیلہ تھی تمنائیں پوری کرنے اور اپنے عزائم و مقاصد کو بروئے کار لانے کا۔ عثمان جو خلیفہ وقت تھے مار ڈالے

[illegible]

شام کے منبر پر ڈال رکھا تھا ان کی مظلومی و بے گناہی درد انگیز پیرائے میں ہر دن بیان کی جاتی تھی اور کہا جاتا تھا کہ علی کے اکسانے پر اُن کے ہوا خواہوں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ معاویہ سمجھتے تھے کہ اگر آج انتقام خون عثمان کی آواز نہیں بلند کیجاتی ہے اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر علیؑ سے لڑنے کے لیے ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ہتھیار نہ رہ جائے گا حالانکہ اُنھیں معاویہ نے عثمان کی جیتے جی کوئی مدد نہ کی قتل عثمان سے پہلے انھیں مدینہ کی ایک ایک بات کی اطلاع برابر پہونچتی رہتی تھی اُنھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ عثمان کا محاصرہ کیا جا چکا ہے آب و غذا میں رکاوٹ ڈالی جا رہی ہے لیکن اُن کی مدد کے لیے نہ وہ خود نکلے نہ لشکر روانہ کیا حضرت عثمان نے مدد مانگی بھی تو جان بوجھ کر دیر کردی لشکر بھیجا مگر اسے تاکید کردی کہ مدینہ سے باہر ہی رُکے رہنا۔ اگر اُنھیں عثمان کے خون کا مطالبہ ہی کرنا تھا تو سب سے پہلے حضرت عائشہ سے کرنا تھا جنھوں نے "اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً" کہہ کر اُن کے قتل کا فتویٰ صادر کردیا تھا طلحہ و زبیر سے مطالبہ کرنا چاہیئے تھا کہ بلوائیوں کے رہبر و قائد یہی تھے عمرو بن عاص کو سزا دینی چاہیئے تھی جنھوں نے ساری مملکت اسلامیہ میں عثمان کے خلاف آگ لگادی تھی جو خود کہا کرتے کہ میں کسی چرواہے سے بھی ملتا تو اسے قتل عثمان پر ابھارتا تھا۔ معاویہ اپنے زمانہ کے بڑے ہوشیار اور چالاک ترین آدمی تھے۔ ان کی واحد تدبیر یہی تھی کہ قسمت نے جو نادر موقع فراہم کردیا ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھایا جائے ورنہ ساری حکومت خاک میں مل جائے گی اور کسی دن گورنری کے عہدہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنینؑ کے ہمراہیوں نے درخواست کی کہ ہمیں فوراً شام چلنا چاہیئے لگے ہاتھوں وہاں کا قصہ بھی نبٹا ہی لیا جائے۔ پہلے بھی شام ہی پر چڑھائی کی تیاریاں تھیں۔ معاویہ کی سرکشی اور بیعت سے انکار کی خبریں سُن سُن کر سبھی غصّہ سے بے قابو تھے مگر بیچ میں حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر نے بصرہ کا ہنگامہ برپا کردیا اسکے فرو ہوجانے کے بعد پہلا کام یہی تھا کہ شام پر چڑھائی کردی جائے۔ مگر آپ نے فوراً مقابلہ کے لیئے اُٹھ کھڑے ہونے سے بہتر سمجھا کہ پہلے نامہ و پیام سے کام نکالا جائے معاویہ کے پاس قاصد بھیجے جائیں جو انھیں حلقۂ اطاعت میں آجانے کی دعوت دیں اس طرح اُن پر حجت پوری ہوجائے گی اور پھر کسی قیل و قال کی گنجائش بھی نہ رہیگی۔ آپ نے جریر بن عبداللہ بجلی[1] کو خط دیکر روانہ کیا جس میں آپ نے لکھا تھا۔

"میری بیعت جو مدینہ میں منعقد ہوئی تھی شام میں بھی لازم تھی کیونکہ جن لوگوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی تھی انھیں نے میرے ہاتھ پر انھیں اصول کے مطابق بیعت کی جن اصول پر وہ ان کی بیعت کرچکے تھے اور اسکی بنا پر حاضر شخص کے لیئے نظر ثانی کا حق نہیں اور بر وقت موجود نہ رہنے والے کو رد کرنے کا اختیار نہیں۔ اور شوریٰ کا حق صرف

---

[1] جریر کب اسلام لائے اس میں اختلاف ہے بعضوں کا قول ہے کہ بعثت پیغمبرؐ کے وقت مسلمان ہوئے بعض کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کی رحلت سے ۴۰ دن پہلے اسلام لائے دیگر اقوال بھی ہیں۔ یہ بہت حسین و جمیل تھے حضرت عمرؓ نے ان کے متعلق کہا کہ یہ جریر اس امت کے یوسف ہیں۔ امیر المومنینؑ نے انھیں قاصد بنا کر معاویہ کے پاس بھیجا وہ اپنی سفارت میں ناکام رہے۔ شام سے پلٹ کر کوفہ آئے وہاں سے قرقیسیا چلے گئے

مہاجرین و انصار کو ہے وہ اگر کسی پر ایکا کرلیں اور اُسے خلیفہ سمجھ لیں تو اسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی اب اگر کوئی اُسکی شخصیت پر اعتراض یا نیا نظریہ اختیار کرتا ہوا الگ ہوجائے تو اُسے وہ سب اُسی طرف واپس لائیں گے جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اس سے لڑیں گے کیونکہ وہ مومنوں کے طریقہ سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہولیا ہے اور جدھر سے وہ پھر گیا ہے اللہ بھی اُسے ادھر ہی پھیر دے گا۔

طلحہ و زبیر دونوں نے میری بیعت کی اور پھر اُسے توڑ ڈالا ان کا بیعت توڑنا ایسا ہی تھا جیسا ان کا رد کرنا اسی لئے میں نے اُن سے جنگ کی یہاں تک کہ حق کامیاب ہوا اور خدا کا حکم غالب ہوکر رہا اگرچہ وہ بُرا مناتے ہی رہے۔ تم بھی اس (حلقہ بیعت) میں داخل ہوجاؤ جس میں سارے مسلمان داخل ہوچکے ہیں تمھارے بارے میں میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز عافیت ہی ہے مگر یہ کہ تم خود اپنے کو آزمائش میں ڈالو اگر تم ایسا کروگے تو میں تم سے جنگ کروں گا اور خدا سے مدد چاہوں گا تم عثمان کے متعلق بہت زیادہ باتیں بنانے لگے پہلے تم بیعت کرو جس طرح سارے مسلمانوں نے بیعت کی ہے پھر قاتلان عثمان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو میں تم کو بھی اور انھیں بھی خدا کی کتاب پر لے چلوں گا اور یہ جو تم چاہتے ہو یہ سب بہانے اور طفل تسلیاں ہیں۔ اور اپنی جان کی قسم اگر تم اپنی نفسانی خواہشوں سے دور رہ کر عقل سے دیکھو تو سب لوگوں سے زیادہ مجھے خون عثمان سے بری پاؤگے مگر یہ کہ تم بہتان باندھ کر کھلی ہوئی چیزوں پر پردہ ڈالنے لگو۔ اور یہ سمجھ لو کہ تم ان آزاد کردہ لوگوں میں سے ہو جن کے لئے خلافت جائز ہی نہیں نہ شوریٰ سے انھیں کوئی واسطہ ہے۔ میں تمھاری طرف اور شام والوں کی طرف جریر بن عبداللہ کو بھیج رہا ہوں جو صاحبان ہجرت میں سے ہیں جلد بیعت کرو۔ تمام قوت و طاقت خدا ہی کے ذریعہ ہے۔ (کتاب الصفین نصر بن مزاحم صفحہ ۳۴)

جریر منزلیں طے کرتے ہوئے شام پہونچے معاویہ کو خط دیکر انھوں نے کہا۔

"معاویہ تمھارے ابن عم، علی ابن ابی طالب کی خلافت مکہ و مدینہ بصرہ و کوفہ حجاز و یمن مصر و عروض عمان و بحرین و یمامہ ہر اسلامی شہر اور ہر صوبے کے مسلمانوں نے اتفاق و اجماع کرلیا ہے۔ بس صرف اس علاقہ والے رہ گئے ہیں جس میں تم مقیم ہو۔ اگر علیؑ کی طرف سے ایک سیلاب بھی آجائے تو یہ علاقہ ڈوب کر فنا ہوجائے۔ دیکھو۔ میں تمھیں نیکی کی دعوت دینے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ علیؑ کے حلقہ اطاعت میں تم بھی اسی طرح داخل ہوجاؤ جس طرح سارے مسلمان داخل ہوچکے ہیں" (واقعۃ الصفین نصر بن مزاحم صفحہ ۳۳)

معاویہ اس تقریر کو سنکر حیرت میں پڑگئے زبان گنگ اور عقل جواب دیگئی۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد دھیرے سے بولے:۔

"اچھا ہم غور کریں گے اور دیکھیں گے کہ شام والے کیا کہتے ہیں"

معاویہ ایک عرصہ تک ٹال مٹول کرتے رہے نہ بیعت کا اقرار کرتے نہ صریحی انکار، شام کے معززین اور سرداران فوج کو اکٹھا کر کے مشورہ کیا کہ علیؑ کی اطاعت قبول کرلی جائے یا سرکشی و بغاوت ہی پر جمے رہ کر انتقام خون عثمان کا مطالبہ کیا جائے۔ شام والوں نے انھیں اپنی وفاداری کا پورا یقین دلایا اور فیصلہ

ان کی کرسی پر بیٹھ جائیں۔ معاویہ نے عمرو عاص کو خط لکھ کر مشورہ طلب کیا اور منت کی کہ جلد آؤ بغیر تمہارے آئے ہمارا کوئی قدم اُٹھانا ناممکن ہے۔ معاویہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ جب تک ہم عمرو عاص کو ملا نہیں لیتے ہمارے منصوبے پورے ہی نہ ہوں گے۔ جوڑ توڑ، دغا فریب میں عمرو عاص اپنا جواب نہیں رکھتے انھیں کا مقولہ تھا انا ابو عبداللہ ماحککت قرحۃ الا ادمیتھا میں ابو عبداللہ ہوں جس زخم کو بھی کھرچا خون نکال کر دم لیا۔

عمرو عاص فلسطین سے چل کر شام پہونچے جب معاویہ کا سامنا ہوا تو معاویہ نے کہا۔

عمرو عاص تم مجھے دوست رکھتے ہو یا نہیں۔

"کاہے کے لئے دوست رکھوں؟ آخرت کے لئے! تو آخرت سے تمھیں کیا سروکار؛ یا دنیا کے لئے! تو خدا کی قسم تمھیں دنیا بھی اُس وقت تک نصیب نہ ہوگی جب تک اس دنیا میں برابر کا حصہ دار نہ ہوں۔

"اچھا تو میں تمھیں حصہ دار بنائے لیتا ہوں"

"پھر میرے لئے مصر و مضافات مصر کے لئے نوشتہ لکھ دو۔

معاویہ نے وثیقہ لکھ دیا اور آخر وثیقہ میں عبارت بھی لکھ دی وعلی عمرو السمع والطّاعۃ عمرو عاص کو ہر حکم سننا اور اُسکی اطاعت کرنا ہو گی۔

عمرو عاص نے کہا۔

اطاعت و فرمانبرداری ہماری شرطیں سے کچھ کمی کا باعث نہ ہوگی۔

ہاں لیکن اس وثیقہ کو لوگ دیکھنے نہ پائیں۔

معاویہ نے عمرو عاص کی ہر شرط قبول کر لی اور جس طرح وہ چاہتے تھے اُسی طرح نوشتہ لکھدیا عمرو عاص نے معاویہ کے ہاتھوں اپنا دین فروخت کر دیا اور معاویہ مکر و فریب کے ہتھکنڈوں سے اس بات پر قادر ہو گئے کہ حق سے کھل کر برسرپیکار ہوں۔

سلہ معاویہ نے جریر کے آنے پر اپنے بھائی عتبہ بن ابی سفیان سے مشورہ کیا کہ علی بن ابی طالبؑ کے خط کا کیا جواب دیا جائے؟ عتبہ نے مشورہ دیا تھا۔ اس معاملہ میں عمرو عاص سے مشورہ لو ان کی چالاکی و مکاری اور رائے سے واقف ہو وہ عثمان کے معاملہ میں کنارہ کش رہے تمھارے معاملہ میں تو اور زیادہ بے تعلق رہیں گے البتہ تم اگر ان کے دین کی قیمت دے سکو تو وہ فوراً بیچنے پر تیار ہو جائیں گے وہ پکے دنیادار ہیں عمرو عاص ان دنوں فلسطین کے موضع سبع میں مقیم تھا معاویہ نے انھیں طلبی کا خط لکھا۔ عمرو عاص نے خط پڑھ کر اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد سے مشورہ کیا عبداللہ نے کہا آپ اپنے گھر بیٹھے رہئے آپ خلیفہ تو بن نہیں سکتے اور نہ یہی آپ کو پسند ہوگا کہ تھوڑی سی دنیا کے عوض معاویہ کے دُم چھلا بنجائیں محمد نے شام چلنے اور معاویہ کا ساتھ دینے کی تحریک کی۔ عمرو عاص نے کہا۔ عبداللہ! تم نے جو مشورہ دیا ہے اس میں ہمارے دین کی بھلائی ہے اور محمد تم نے جو مشورہ دیا ہے اس میں ہماری دنیا کی بھلائی ہے میں دونوں مشوروں پر غور کروں گا۔ جب رات ہوئی تو عمرو عاص نے کچھ اشعار بلند آواز سے پڑھنے شروع کئے۔ عبداللہ نے ان اشعار کو سنکر کہا اس بوڑھے نے اپنے دین کو دنیا کے عوض

اب اُن کے لیے آسان ہو گیا کہ جریر سے کہیں کہ تم واپس جاؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے جریر کو رخصت کر دیا اور خط کے جواب کے بجائے امیرالمومنینؑ کو یہ دھمکی لکھ بھیجی کہ۔

"اپنی جان کی قسم، آپ کی بیعت جن لوگوں نے بھی کی ہو۔ آپ عثمان کے خون سے پاک و صاف ہوتے تو آپ مثل ابوبکر و عمر اور عثمان کے ہوتے۔ مگر آپ نے تمام مہاجرین کو عثمان کے خلاف بھڑکایا اور انصار کو ان کی مدد سے روکا۔ جاہلوں نے آپ کی اطاعت کی اور ضعیف آپ کی وجہ سے قوی ہو گئے۔ اہل شام آپ سے بغیر لڑے مانیں گے نہیں۔ جب تک آپ قاتلین عثمان کو اُن کے حوالہ نہ کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد خلافت کا معاملہ مسلمانوں کے شورے سے طے کیا جائے گا۔ کوئی شک نہیں کہ حجاز والے ہی لوگوں کے حاکم تھے اور اُنھیں میں حق منحصر تھا لیکن جب وہ لوگ حق سے علیحدہ ہو گئے تو اب لوگوں کے حاکم شام والے ہیں۔ خدا کی قسم طلحہ و زبیر پر آپ کی حجت قائم ہو تو ہو شام والوں پر نہیں ہو سکتی، اگر طلحہ و زبیر نے بیعت کر لی تھی تو میں نے تو بیعت نہیں کی۔ رہ گئی اسلام میں آپ کی فضیلت اور رسول اللہ سے آپ کی قرابت تو مجھے اس سے انکار نہیں"

یہ خط کیا تھا کذب و افترا کا بدترین نمونہ اور بہتان و تہمت تراشی کی بدترین مثال تھی۔ معاویہ نے کھلم کھلا امیرالمومنینؑ کو الزام لگایا کہ آپ ہی کی تحریک سے عثمان مارے گئے حالانکہ معاویہ کو یقین کامل تھا کہ امیرالمومنینؑ کا دامن بالکل پاک و صاف ہے مگر سوائے اس افترا پردازی اور تہمت تراشی کے ان کے لیے کوئی دوسری صورت ہی نہ تھی وہ کام نکالنے کے لیئے ہر قسم کے حربہ کا استعمال جائز سمجھتے تھے چاہے دین و مذہب کی دھجیاں ہی کیوں نہ اُڑ جائیں اور اخلاقی اقدار کا ستیاناس ہی کیوں نہ ہو جائے۔

جریر کے ناکام واپس آنے کے بعد امیرالمومنینؑ نے اور بھی قاصد بھیجے لیکن ہر قاصد ناکام پلٹا اور کشت و خون سے بچنے کی ہر کوشش رائگاں ہوتی رہی۔ معاویہ کو جتنی ڈھیل ملتی رہی وہ اپنی طاقت بڑھاتے رہے اُنھوں نے شام کے خزانے لٹا کر اپنے گرد و پیش ان تمام لوگوں کو اکٹھا کر لیا جنھیں دین کے مقابلہ میں دنیا زیادہ پیاری تھی۔ جب بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا اور تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں تو جنگ کے لیئے صفین کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور وہاں آتے ہی فرات پر اپنا قبضہ جما لیا یہ سمجھ کر یہ پہلی کامیابی ہے دشمن پیاسا ہی مر جائے گا۔

امیرالمومنینؑ کو کوفہ میں معاویہ کی تمام خبریں ملتی رہتی تھیں جب معلوم ہوا کہ معاویہ لشکر لے کر صفین کی طرف چل چکے ہیں تو آپ نے بھی روانگی کی تیاریاں کیں اس موقع پر مسلمانوں میں جہاد کی تحریک فوجوں کی ترتیب اور اُنھیں نظم و ضبط کے ساتھ صفین کی طرف لے جانے میں امام حسنؑ نے بہت زیادہ حصہ لیا آپ نے اپنی تقریروں سے اُن کی ہمت بندھائی اُن کے دلوں میں جوش پیدا کیا۔ چنانچہ آپ نے دشمن کی سرکوبی اور جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا۔

"جو قوم بھی ایک بات پر متفق ہوئی اس کا معاملہ استوار اور اُس کی گرہ مضبوط ہوئی ہے۔ دشمن سے لڑنے میں تم بھی ایکا

جو تم تاں بن ... کو خدا کے ... کیا اور رسول ... (کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۱۱)

امام حسنؑ کی اس تقریر نے مہمیز کا کام کیا ہر شخص نے دعوت جہاد پر لبیک کہی۔ عراق کے بعض سر برآوردہ افراد جنگ جمل کے موقع پر کنارہ کش رہ چکے تھے امیر المومنینؑ نے اُن کی ملامت کی کہ تم نے حق کی حمایت سے پہلو تہی کی اور اپنی جان کو عزیز سمجھا۔ اس ملامت و سرزنش کی تلخی کو اکثر افراد نے محسوس کیا امام حسنؑ نے ان کی دلدہی کی اور اپنی شیریں بیانی سے اُن کے رنج و ملال کو دور کیا انھیں لوگوں میں سلیمانؓ بن صرد خزاعی ایک مشہور بزرگ ہیں جنگ جمل میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے امیر المومنینؑ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:۔

"تم شک و شبہ میں پڑے ساتھ دینے میں تم نے تامل کیا حالانکہ تم میرے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ بھروسہ کے آدمی تھے مجھے گمان تھا کہ میری نصرت و مددگاری پر سب سے پہلے تم کمربستہ ہوگے پھر تم اپنے پیغمبر کے اہلبیت کی نصرت کے موقع پر کیوں بیٹھ رہے اور کیوں نہیں اُن کا ساتھ دیا؟"

سلیمان نے شرمندہ و خجل ہو کر کہا:۔

"امیر المومنینؑ جو غلطی ہو چکی اس کا ذکر نہ کیجئے، میں دل سے آپ کا خیرخواہ ہوں ابھی بہت سے مرحلے ایسے باقی ہیں جن میں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کون آپ کا دوست ہے، کون دشمن"

سلیمان امام حسنؑ کے پاس فریاد لے کر پہونچے آپ نے لطف و مدارات سے پیش آتے ہوئے فرمایا:۔

"شکوہ اپنوں ہی سے کیا جاتا ہے"

سلیمان نے عرض کی:۔

ابھی بہت سے مرحلے باقی ہیں جن میں نیزے سیدھے ہونگے تلواریں میانوں سے کھینچی گیں اور ہمارے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہوگی، آپ لوگ میری خیرخواہی کی طرف سے بدظن نہ ہوں۔

امام حسنؑ نے دلاسا دیتے ہوئے کہا:۔

خدا تم پر رحم کرے ہم کبھی تمھاری طرف سے بدگمان نہیں رہے"

امام حسنؑ کے ان شفقت و محبت بھرے کلمات نے سلیمان کے دل کا سارا غبار دھو دیا اور بڑے جوش و ولولہ سے صفین کی طرف روانہ ہوئے پورا لشکر سیلاب کی طرح امنڈتا ہوا چلا آدمیوں کا ایک چڑھتا ہوا دریا تھا جو کوفہ سے نکل کر فرات کے کنارے کنارے اترے دیے کی صورت میں بڑھتا رہا اور راستہ میں بصرہ و اصبہان اور مدائن وغیرہ سے چھوٹے چھوٹے دستے لوگوں کے اس طرح آکر ملتے جاتے جس طرح نہریں جابجا دریا میں آکر ملتی جاتی ہیں۔ ان میں سے ہر سوار و پیادہ مقصد سفر سے پوری طرح آگاہ تھا سبھی راہ خدا میں نکلے تھے اور یہ یقین کر کے کہ ہم حق کی نصرت اور باطل سے مقابلہ کے لئے نکلے ہیں جہاد سے ان کی غرض محض خوشنودی خدا تھی اور کچھ نہیں۔

---

(۱) سلیمان بن صرد خزاعی کوفہ کے مشہور دیندار بزرگ اور وہاں کے سربرآوردہ افراد میں تھے زمانہ جاہلیت میں اُن کا نام

ٹھہرے، معاویہ پہلے ہی پہونچ چکے تھے اور آتے ہی فرات پر انھوں نے فوجیں بٹھا دی تھیں تاکہ آپ کے سپاہی پیاسے کو پیاسا ہی ہلاک کر ڈالیں۔ امیرالمومنین ؑ کے سپاہیوں نے آکر آپ سے فریاد کی، اشعث ؓ نے امیرالمومنین ؑ کی خدمت میں عرض کی:۔

"امیرالمومنین ؑ! کیا یہ لوگ فرات کے پانی سے ہمیں روک سکیں گے؟ حالانکہ آپ ہمارے درمیان ہیں اور تلوار ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں ان سے نبٹ لینے دیجئے خدا کی قسم ہم اس وقت تک پلٹیں گے نہیں جب تک گھاٹ واپس نہ لے لیں یا پھر اپنی جانیں دے دیں گے۔ آپ اشتر کو بھی حکم دیجئے کہ وہ اپنے رسالہ کو لے کر ادھر روانہ ہوں۔"

امیرالمومنین ؑ نے اجازت دے دی۔ اجازت پاکر اشعث اپنے قبیلہ والوں کے پاس آیا اور پکار کر کہا:۔

"جسے بھی پانی کی خواہش یا موت کی تمنا ہو وہ صبح تک تیار ہو جائے میں گھاٹ پر حملہ کرنے والا ہوں"

اس کے پکارنے پر بارہ ہزار سپاہی تیار ہو گئے۔ صبح ہوتے ہی اشعث کی قیادت میں یہ لشکر شام والوں پر ٹوٹ پڑا مالک اشتر اپنے رسالہ کے ساتھ حملہ آور ہوئے مالک نے اپنے سپاہیوں سے پکار کر کہا:۔

"میں تم پر قربان! آگے بڑھ کر حملہ کرو۔ اگر نیزے تم پر آئیں تو تم ان سے لپٹ پڑو۔ اگر تلواریں آئیں تو اپنے دانت مضبوطی سے جما لو"

اشعث نے اپنے سپاہیوں سے کہا:۔

"میرے ماں باپ تم پر نثار میرے نیزے کے سہارے بڑھتے چلو۔"

اشعث نے سپاہ شام کے قریب پہونچ کر چلا کے کہا:۔

"میں اشعث بن قیس ہوں..... گھاٹ چھوڑ دو تم لوگ....."

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۹)

میں سے ہیں جنھوں نے حضرت سید الشہداء کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی مگر جب امام مظلوم سرزمین عراق پر پہونچے تو یہ ابن زیاد کے خوف سے گھر میں بیٹھ رہے جب امام مظلوم کی شہادت ہو گئی تو سلیمان اور ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے کہا ہم سے حسین کی نصرت نہ کرنے کا جو گناہ عظیم ہو چکا ہے اس کی توبہ یہی ہے کہ ہم ان کے خون کا انتقام لینے میں اپنی جانیں دے دیں ان لوگوں نے نخیلہ میں لشکر مرتب کیا سلیمان کو سردار بنایا اور ابن زیاد سے مقابلہ کے لئے عین الوردہ ایک موضع کی طرف چل کھڑے ہوئے گھمسان کی جنگ ہوئی سلیمان اور ان کے تمام ساتھی میدان جنگ میں کام آئے۔ یہ واقعہ ۶۵ھ کے ماہ ربیع الثانی میں پیش آیا کہا جاتا ہے کہ یزید بن حصین بن نمیر نے تیر مار کر انھیں ہلاک کیا اور سر کاٹ کر مروان کے پاس بھیجا۔ وقت شہادت ان کی عمر ۹۳ سال کی تھی (تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۲۰۰)

۵۷ اشعث بن قیس کندی اپنی قوم کا سردار تھا سنہ ۱۰ھ میں اپنی قوم والوں کے ساتھ پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا آپ کے

... نے اشتر کو ابو الاعور سلمی نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک ہم اور تم تلوار کا مزہ نہ چکھ لیں۔"

اشعث نے کہا:۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب اسی کا وقت آگیا ہے۔

اشتر اور اشعث نے تابڑ توڑ سخت حملے کیئے ایک حملہ پر دوسرا حملہ، اشتر اپنے سواروں کے ساتھ ایک طرف قیامت ڈھلائے ہوئے تھے، اشعث اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوسری طرف تباہی مچاتے ہوئے تھا، دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کی صفیں بکھرنے لگیں مجمع کائی کی طرح پھٹنے لگا اور گھاٹ کا راستہ صاف تھا۔ شام کے بہت سے جوان تہ تیغ ہوئے اور معاویہ کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ گھاٹ پر قبضہ ہونے کے بعد موقع تھا کہ شام والوں پر بھی اسی طرح بندش آگئی جائے جس طرح انھوں نے قبضہ جما کے کی تھی، امیر المومنینؑ کے کچھ ساتھیوں نے امیر المومنینؑ سے اصرار بھی کیا مگر مجسمۂ رحم و کرم امامؑ نے اس کو گوارا نہ کیا آپ نے اپنی شام والوں کے لیئے اسی طرح کھلا رکھا جسطرح آپکی فوجوں کے لئے تھا۔

دو چار دن امن و عافیت سے گذرے دونوں طرف کی فوجیں پانی پر ملتیں زبانی بحث و تکرار ہوتی مگر کشت و خون کی نوبت نہ آتی۔ امیر المومنینؑ نے لڑائی چھڑنے سے پہلے ضروری سمجھا کہ ایک مرتبہ پھر صلح و مصالحت کی کوشش کیجائے جس طرح آپنے جنگ جمل سے پہلے حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر کو جنگ سے باز رکھنے کی امکانی کوشش کی تھی۔ آپنے متعدد قاصد معاویہ کے پاس بھیجے جیسے بشیر بن عمرو انصاری، سعید بن قیس ہمدانی اور شبثؑ بن ربعی وغیرہ۔ شبث نے سلسلۂ گفتگو میں معاویہ سے کہا:۔

"معاویہ! کیا تم عمار کو قتل کرکے خوش ہو سکتے ہو؟

"کیوں نہیں اگر میں انھیں پا جاؤں تو عثمان کے غلاموں کے بدلہ میں قتل کروں۔

"خدا کی قسم یہ تو تب ہی ممکن ہے جب گردنیں جسم سے جدا ہو جائیں اور زمین کی پشت اور آسمان کا سینہ تمہارے لیے تنگ ہو جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰)

آیا حضرت ابو بکر نے اس کا قصور معاف کرکے اپنی بہن ام فروہ اس سے بیاہ دی یہی ام فروہ محمد بن اشعث کی ماں تھی۔ یہ اشعث دل سے امیر المومنینؑ کا خیر خواہ وطرفدار نہ تھا اگرچہ مرتے دم تک آپ ہی کی جماعت میں شامل رہا۔

۵۱ ابو الاعور سلمی کا نام عمرو بن سفیان تھا۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ یہ صحابی نہیں تھا نہ اسکی روایتیں صحیح سمجھی جاتی ہیں جنگ حنین میں کافروں کے ساتھ شریک ہوا بعد میں اسلام لایا امیر المومنینؑ کے سخت دشمنوں میں تھا امیر المومنینؑ ہر نماز صبح کے قنوت میں اس پر بددعا فرماتے۔ (استیعاب، جلد ۲ ص۱۴۱)

۵۲ شبث بن ربعی تمیمی۔ سجاح کا موذن تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا پھر مسلمان ہوا اور امیر المومنینؑ کے عہد میں آپکے اصحاب میں شامل

نہ آئیں گے۔ امیرالمومنینؑ نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ خون خرابہ بند ہو صلح و سلامتی سے بات طے ہو جائے معاویہ سرکشی سے باز آئیں اور اسی طرح حلقۂ اطاعت میں داخل ہوں جسطرح سارے مسلمان داخل ہیں مگر معاویہ نے ایک نہ سنی آخر آپنے مجبور ہو کر ساتھیوں کو جنگ کی اجازت دی۔ اور جیسا کہ اس سے پہلے کے مواقع پر بھی آپنے اپنے ذیروں کو ہدایتیں اور نصیحتیں کی تھیں اس مرتبہ بھی آپنے انھیں نصیحت کی

"جب تک وہ پہل نہ کریں تم اُن سے جنگ نہ کرنا کیونکہ تم بحمداللہ دلیل و حجت رکھتے ہو۔ اور تمھارا انھیں چھوڑ دینا کہ وہی پہل کریں۔ اُن پر دوسری حجت ہوگی خبردار جب دشمن منہ کی کھا کر میدان چھوڑ بھاگے تو کسی پیٹھ پھرانے والے کو قتل نہ کرنا، کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ اٹھانا، کسی زخمی کی جان نہ لینا اور عورتوں کو اذیت پہونچا کر نہ ستانا۔ چاہے وہ تمھاری عزت و آبرو پر گالیوں کے ساتھ حملہ کریں اور تمہارے افسروں کو گالیاں دیں۔ کیونکہ انکی قوتیں، اُن کی جانیں اور اُن کی عقلیں کمزور و ضعیف ہوتی ہیں۔ ...... ترجمہ نہج البلاغہ مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

یہ وہ لائحہ عمل تھا جو دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت آپنے اپنے ساتھیوں کے لیے معین کر رکھا تھا اسکے حرف حرف سے آپ کی رحم دلی و فیاضی اور ہر فرد بشر کی بھلائی آشکار ہے۔ آپ کا دل دشمنوں کے لئے بھی اسیطرح رحم و کرم کا سرچشمہ اور شفقت و عطوفت کا مخزن تھا جس طرح دوستوں کے لیے۔ جب معاویہ کی طرف سے آپ تو بالکل مایوس ہو گئی تو آپنے ترتیب لشکر کی میمنہ میسرہ، قلب لشکر مرتب فرما کر ہر ایک کے سردار مقرر کئے۔ آپکی فوج کے دستے شام کے رسالوں کے مقابل نکلتے رہے کبھی پورے دن معرکۂ کارزار گرم رہتا کبھی معمولی جھڑپ ہی ہو کر رہجاتی۔ شروع شروع عام حملے سے آپنے اجتناب کیا اس امید میں کہ شاید اب بھی دشمن عقل سے کام لے کر مصالحت پسندی کو راہ دے۔ یہی کیفیت کچھ دنوں تک رہی یہاں تک کہ محرم کا مہینہ آ گیا۔ محرم شروع ہوتے ہی لڑائی رک گئی تلواریں نیاموں میں چلی گئیں امام نے اس پورے مہینہ میں کئی مرتبہ کوشش کی کہ لڑائی ٹل جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ محرم تمام ہونے کے بعد پھر لڑائی چھڑ گئی۔ معاویہ نے اس جنگ میں جتنے حربے ہو سکتے تھے سبھی کا استعمال تمام اسلحوں سے لیس لاکھوں کا لشکر ایک طرف تھا تو دوسری طرف بدترین مکر و فریب اور شرمناک سازشی کارروائیاں تھیں منجملہ ان شرمناک حرکتوں کے ایک حرکت یہ بھی تھی کہ انھوں نے سکھا پڑھا کر عبیداللہ بن عمر[۵] کو امام حسنؑ کے پاس بھیجا انھوں نے آپ سے کہا:۔

"آپ کے پدر بزرگوار نے قریش والوں کو پہلے بھی صدمے پہونچائے، اور بعد میں بھی اب وہ سب کے سب اُن کے خون کے پیاسے ہیں...... ایسا کیجئے کہ آپ اُن کا ساتھ چھوڑ کر ادھر آ جائیے ہم آپ ہی کو خلیفہ بنا لیں گے۔"

---

(۵) عبیداللہ بن عمر زمانۂ رسولؐ میں پیدا ہوئے آپ سے کوئی حدیث نہ سنی نہ روایت کی جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھیوں میں تھے جنگ صفین میں ایک مرتبہ سج دھج کر کے نکلے اور کہا کل علی کو معلوم ہوگا جب ہم سے مڈبھیڑ ہوگی امیرالمومنینؑ نے فرمایا انھیں جانے دو یہ پھر سے زیادہ

"ہرگز نہیں خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا۔"

پھر آپ نے انتہائی حقارت بھری نظریں عبید اللہ کے چہرے پر ڈال کر کہا۔

"شیطان ہی نے تمہیں یہ بات سوجھائی ہے ...... فرزند عمر! عنقریب خدا تمہیں پچھاڑے گا اور منہ کے بل تم کو پٹکے گا ...... میرا اندازہ ہے کہ تم آج سے لے کر کل تک ضرور مارے جاؤ گے۔"

عبید اللہ ذلیل و خوار ہو کر معاویہ کے پاس پہونچے اور امام حسنؑ کی گفتگو سنائی معاویہ نے مبہوت ہو کر کہا۔

وہ اپنے باپ ہی کے بیٹے ہیں۔

(بحار الانوار۔ الامام علی ابن ابی طالب عبد الفتاح عبد المقصود جلد چہارم مطبوعہ مصر)

اسی دن عبید اللہ لڑنے کے لئے میدان میں نکلے اور تھوڑے ہی دیر میں قبیلہ ہمدان کے ایک شخص کے ہاتھوں تہ تیغ ہوئے۔ امام حسنؑ کا میدان جنگ سے گذر ہوا دیکھا کہ ایک شخص ایک مقتول کا تکیہ لگائے بیٹھا ہے اس نے اپنا نیزہ مقتول کی آنکھوں میں گاڑ رکھا ہے اور اس کے گھوڑے کی لگام مقتول کے پیروں میں اٹکی ہوئی ہے آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

دیکھو تو یہ کون ہے۔

بتایا گیا کہ یہ قبیلہ ہمدان کا ایک شخص ہے۔

پوچھا یہ مقتول کون ہے؟

معلوم ہوا عبید اللہ بن عمر ہیں۔

امام حسنؑ نے خوش ہو کر کہا شکر ہے خدا کا۔ (کتاب الصفین نصر بن مزاحم ص۳۴۲)

عرصہ تک فریقین میں معمولی جھڑپیں ہوا کیں عام حملہ نہیں ہوا ہر فریق اس بے نتیجہ جنگ سے عاجز تھا جتنا ہی جنگ طول پکڑتی جا رہی تھی اتنا ہی مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد بڑھتا جا رہا تھا، صورت حال کی ابتری کو محسوس کر کے امیر المومنینؑ نے اپنے اصحاب کو اکٹھا کیا اور عام حملہ کی تیاری کی معاویہ نے بھی ایسا ہی کیا ہر فریق اپنی تمام قوت سمیٹ کر دوسرے پر حملہ آور ہوا امام حسنؑ نے بڑھ کر چاہا کہ شام کی فوجوں پر ٹوٹ پڑیں امیر المومنینؑ کی نظر پڑ گئی آپ گھبرا گئے اور ساتھیوں سے کہا۔

اس نوجوان کو روکو لڑائی میں جان دیکر کہیں مجھے بے دست و پا ہی نہ کردے میں ان دونوں (حسنؑ حسینؑ) کو انتہائی عزیز رکھتا ہوں تاکہ ان کے مرنے سے رسول اللہؐ کی نسل منقطع نہ ہو جائے۔

(شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ جلد ۲ ص۲۱۲ مطبوعہ مصر)

جمع کر کے حملہ کیا اس حملہ میں معاویہ کا محافظ دستہ بھی شریک تھا سواروں کا رسالہ بھی اور پھر میسرہ کی فوجیں بھی، امیرالمومنینؑ کے میمنہ کے قدم پیچھے ہٹ گئے قلب لشکر نے جب اپنے میمنہ کی پسپائی دیکھی تو وہ آگے بڑھ کر معاویہ کے میسرہ کی فوجوں کا مقابل ہوا مگر یلغار اتنی زبردست تھی کہ قلب لشکر بھی اس کے روکنے پر قادر نہ ہوا۔ آپ نے سہل بن حنیف[61] کو بلا کر حکم دیا کہ اپنے سپاہیوں کو لیکر میمنہ کی کمک کو پہونچو سہیل کی کوشش بھی کوئی فائدہ نہ پہونچا سکی وہ پسپا ہو کر میسرہ سے آملے میسرہ کی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی قبیلہ مضر والے پہلے ہی پسپا ہو چکے تھے صرف قبیلہ ربیعہ والے اس وقت آپ کے میسرہ میں بڑی ثابت قدمی و پامردی سے جمے ہوئے تھے ان پر نہ کوئی خوف تھا نہ محاذ جنگ کے دوسرے حصہ میں شامیوں کے غلبہ سے پریشانی لاحق تھی۔ ان کے سردار کا یہ فقرہ منٹ منٹ پر ان کے اندر نئی روح اور تازہ جوش و ولولہ پیدا کر رہا تھا۔

"ربیعہ والو! اگر آج امیرالمومنینؑ کو کچھ ہو گیا تو تم پھر عرب والوں کو منھ دکھانے کے قابل نہ رہو گے"

ربیعہ کے جوانمرد جان دے دینے کا تہیہ کیئے ہوئے شمشیر زنی میں مصروف تھے نہ پیروں میں لغزش تھی نہ ہاتھوں میں لرزش امیرالمومنینؑ بار بار چاہتے کہ دشمن کی صفوں میں گھس پڑیں آپ کے جاں نثار اصحاب، بیٹے بھتیجے حائل ہو جاتے تھے آپ انھیں جھڑک کر آگے بڑھے اس وقت آپ کے جسم پر نہ زرہ تھی نہ ہاتھ میں سپر کوئی اسلحہ بھی ہاتھ میں نہ تھا سوا ایک چھوٹے سے نیزہ کے۔ معاویہ کی فوجوں نے جب آپ کو اس حال سے آتے دیکھا تو جھنڈ کے جھنڈ آپ کی طرف دوڑ پڑے۔ ابوسفیان کے غلام احمر بن کیسان نے خیال کیا کہ یہ بہترین موقع ہے علیؑ بالکل نہتے آرہے ہیں ان کو ہلاک کر کے اپنے آقا معاویہ کو تمام پریشانیوں سے نجات دلائی جاسکتی وہ لپک کر پاس پہونچا اور کہنے لگا۔

خدا مجھے ہلاک کرے اگر میں آپ کو قتل نہ کر دوں یا آپ مجھے نہ مار ڈالیں۔

امیرالمومنینؑ کے ایک غلام نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا احمر نے حملہ کر کے مار ڈالا پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر آپ کے سر پر آ پہونچا مگر وہ قریب پہونچ کر تلوار چلانے بھی نہ پایا تھا کہ آپ نے بجلی کی سی سرعت سے اسکے پٹکے پر ہاتھ ڈالا اسے گھوڑے سے اٹھا کر اتنے زور سے ٹپکا کہ ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور بدن کا گوشت چیتھڑے چیتھڑے اڑ گیا۔

(کتاب الصفین نصر بن مزاحم۔ الامام علی ابن ابیطالب جلد چہارم اعیان الشیعہ جلد سوم)

میمنہ پسپا ہو چکا تھا قلب لشکر درہم برہم تھا صرف امیرالمومنینؑ کی ایک ذات تھی جو پہاڑ کی طرح اپنے مرکز پر قائم تھی آپ آگے بڑھے اور شام کے دل بادل میں ڈوب گئے جو سامنے آیا آپ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ

61۔ سہل بن حنیف انصار کے قبیلہ اوس سے تھے کنیت ابو سعد و ابو عبداللہ تھی سابقین مومنین میں سے ہیں پیغمبرؐ سے بہت سی حدیثیں روایت کیں جنگ بدر میں شریک رہے جنگ احد میں گنتی کے ان لوگوں میں سے تھے جو ثابت قدم رہے۔ اپنی تیراندازی سے رسول اللہ کی حفاظت کی پیغمبر اصحاب سے کہتے سہل کو تیر لا کر دو کہ یہ سہل ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔ امیرالمومنینؑ نے جنگ جمل کے بعد انھیں بصرہ [illegible]

اترا۔ لشکر کی پسپائی دیکھ کر مالک گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا
و بدحواس امیرالمومنین نے بلا کر کہا۔

"مالک! میمنہ والوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ تم لوگ موت سے بچکر کہاں تک بھاگو گے"

مالک اشتر یہ پیغام لے کر میمنہ والوں کے پاس پہونچے انھیں امیرالمومنین کا پیغام سنایا بار بار آوازیں دیں مگر ان لوگوں پر اتنی دہشت طاری تھی کہ بہت کم لوگوں نے توجہ کی وہ اپنی بلند آواز سے پکارتے ہی رہے۔

میں مالک بن حارث ہوں، میں اشتر ہوں میری طرف آؤ۔

مگر اُن کی آواز سنکر اگر ایک اُن کی طرف آتا تھا تو دس دور بھاگتے تھے وہ انھیں للکارتے برا بھلا کہتے مگر انھیں کوئی پرواہ نہ ہوتی مالک نے اپنی قوم والوں کو خصوصیت سے آواز دی۔

مذحج والے میرے پاس آجائیں۔

یہ تیر نشانے پر بیٹھا مالک اشتر نے اپنی قوم والوں کو خصوصیت سے پکار کر جیسے دیگر قبائل کی غیرت، وحمیت کو چیلنج دیدیا تھا۔ مذحج والے ایک ایک کر کے مالک کے پاس سمٹ آئے۔ مالک نے انھیں پھٹکارتے ہوئے کہا۔

"تمھارا ناس ہو۔ خدا کی قسم تم نے اپنے پروردگار کو راضی کیا نہ اسکی خیر خواہی کی۔ ایسا ہوا کیسے۔ تم جنگ کے سپوت، مار کاٹ کے سہرا اور میدان جنگ کے شہسوار ہو تم اپنے دشمن کی موت ہو تم نیزہ بازی والے مذحج ہو ...... آج مجھے سرخرو کرو اور میرے چہرے کا خون پلٹا لاؤ۔ خدا کی قسم یہ جتنے شامی تمھیں نظر آتے ہیں انمیں ایک شخص میں بھی بر عکس برابر دین خدا نہیں۔

مالک کے ان فقرات نے مذحج والوں کے دلوں میں ہیجان پیدا کر دیا ہر جانب سے انکی حمایت کی آوازیں بلند ہونے لگیں اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار ہونے لگا سب نے ہم آواز ہو کر کہا۔

آپ جیسا حکم دیجئے اور جدھر جی چاہے ہمیں لے کر چلیئے۔

مالک اشتر انھیں لے کر میمنہ کی طرف بڑھے سب سے پہلے ضرورت اسکی تھی کہ میمنہ کو درست کیا جائے جو درہم و برہم ہو چکا تھا میمنہ پر متعین پوری فوج جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئی تھی صرف قبیلہ ہمدان کے آٹھ سو جانباز سر ہتھیلی پر لیئے دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے ان آٹھ سو بہادروں میں سے ۱۸۰ آدمی مقتول ہوئے اُن کے گیارہ سردار مارے گئے ایک کے گرنے پر دوسرا بڑھ کر علم ہاتھ میں لے لیتا دس کے بعد یزید اسی طرح گیارہ سردار یکے بعد دیگرے آگے بڑھے اور عز و شرف شہادت سے ہمکنار ہوئے سب سے آخر میں وہب بن کریب نے اس علم کو ہاتھ میں لیا اور چاہا کہ حملہ کر کے دشمن سے لڑے اسکی قوم کے کسی آدمی نے کہا۔

"اب اس علم کو لے کر ہٹ جاؤ تمھاری قوم کے بڑے بڑے معززین قتل ہو چکے ہیں اب اپنے اوپر بھی رحم کرو اور اپنی قوم والوں پر بھی"

[illegible] اور

اُس وقت تک لڑتے رہتے جب تک ہم ایک ایک کر کے قتل نہ ہو جاتے یا پھر دشمن پر فتحیاب ہوتے۔"

مالک اشتر نے یہ حسرت واندوہ بھرے کلمات سُن لئے بیچین ہو کر کہا۔

"آؤ ہمارے پاس آؤ میں تم سے حلف لیتا ہوں اور عہد و پیمان کرتا ہوں کہ ہم لوگ اُس وقت تک نہیں پلٹیں گے جب تک غالب نہ ہو جائیں یا اپنی جان نہ دے دیں"۔

سب ایک ایک کر کے اشتر کے گرد جمع ہو گئے اور اشتر اُنھیں لے کر میمنہ کی طرف بڑھے۔

میمنہ کی پسپائی زیادہ دیر تک نہ رہی مالک اپنے ساتھیوں کو لے کر بڑھے اور آندھی کی طرح شام والوں پر چھا گئے دشمن کا جو رسالہ سامنے آیا اُس کا تھراؤ ہو گیا۔ دشمن اُن کے سامنے سے اسطرح بھاگتے تھے جسطرح آندھی سے خس و خاشاک اُڑتی ہے۔

پیغمبرؐ کے بوڑھے صحابی جناب عمار نے موت کی اس گرم بازاری اور شام والوں کے اس طرح جان دینے کو دیکھ کر اپنے جی میں کہا:۔

"سچ کہا تھا پیغمبر خدا نے یہی لوگ قاسطین ہیں۔ آج ہی کا وہ دن ہے جس کا پیغمبرؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا میں ۹۰ برس سے زیادہ کا ہو گیا اب مجھے انتظار کس بات کا ہے۔ ہر زندہ ایک دن مرنے والا ہے خداوندا میں اپنے ان بھائیوں کی دید کا مشتاق ہوں جو اپنے ایمان کو سلامت لے کر مجھ سے پہلے تجھ سے جا ملے۔ میں خدا کے ولی پیغمبرؐ کے وصی و خلیفہ کے روبرو دشمنان خدا سے جنگ کرتا ہوا اپنے پروردگار کی ملاقات کے لئے جانے والا ہوں خدا نے مجھے وہ دن دکھا دیا ہے جس کا رسُول نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔

پھر آپ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے پروردگار سے مناجات کرتے ہوئے بولے۔

"خداوندا تو اچھی طرح باخبر ہے کہ اگر میں یہ جانتا ہوتا کہ تیری رضا اسی میں ہے کہ میں سمندر میں پھاند پڑوں تو یقیناً میں ایسا کر گزرتا خداوندا مجھے تیرے دیے ہوئے علم کی بدولت اچھی طرح معلوم ہے کہ آج کے دن قاسطین کے جہاد سے بڑھ کر کوئی عمل تیرے نزدیک محبوب نہیں اگر اس کے علاوہ کوئی اور عمل زیادہ موجب ہوتا تیری رضا کا تو میں یقیناً اُسکے کرنے سے باز نہ آتا......."

پھر وہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حالت میں کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے آکر عرض کی:۔

"اے برادر رسُول مجھے جنگ کی اجازت ہو۔

امیر المومنینؑ عمارؓ کے ان فقروں پر تڑپ اُٹھے فرمایا:۔

ابھی ٹھہریئے خدا آپ پر رحم کرے۔

[illegible]

مجھے جنگ کی اجازت دیجئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آج ہی کا وہ دن ہے جس دن کی رسول اللہ نے مجھے خبر دی تھی میں لقائے الٰہی اور اپنے ان بھائیوں سے ملنے کا بیحد مشتاق ہوں جو مجھ سے پہلے رخصت ہو گئے۔"

اب امیر المومنینؑ کے لیئے کوئی چارہ کار نہ رہا آپ مرکب سے اترے اور عمار سے لپٹ گئے فرمایا۔

ابوالیقظان خدا آپ کو جزائے خیر دے میری طرف اور آپکے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ کی طرف سے آپ بہترین بھائی بھی تھے اور بہترین ساتھی بھی۔

پھر آپ بھی رونے لگے اور جناب عمار بھی۔ عمار نے کہا۔

خدا کی قسم امیر المومنینؑ میں نے پوری بصیرت اور مکمل معرفت کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا ہے بروز حنین پیغمبر خدا نے مجھ سے فرمایا تھا۔

"عمار عنقریب میرے بعد فتنہ رونما ہو گا جب ایسا ہو تو تم علیؑ اور اُن کی جماعت کا ساتھ دینا علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ میرے بعد ناکثین و قاسطین سے جنگ کرینگے۔"

امیر المومنینؑ خداوند عالم آپ کو میری طرف سے اور اسلام کی طرف سے افضل ترین صلہ عنایت فرمائے آپنے حق ادا کیا اور پوری طرح ادا کیا اور جتنا امکان میں ہو سکتا تھا اتنا خیر خواہی کی۔"

پھر عمار ہشاش بشاش میدان قتال کیطرف بڑھے اُنھوں نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا۔

جنّت نیزوں کے نیچے ہے۔ آج میں اپنے پیاروں سے ملاقات کروں گا۔ حضرت محمد مصطفےٰ اور اُن کی جماعت سے۔

عمار کو بڑھتے دیکھتے کر سارا لشکر ان کے ساتھ ہو گیا جن میں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی جناب عمار انھیں ساتھ لے کر ہاشم[۵۱] کی طرف بڑھے جو علمدار لشکر تھے اور قریب آ کر۔

"ہاشم ہاں میرے ماں باپ قربان حملہ کرو۔

وہ علم اُٹھائے آگے بڑھے ان کے پہلو میں جناب عمار بھی موجود تھے جنھوں نے ۹۰ برس کے بڑھاپے کو دور کر دیا تھا اور وہ جوانوں کیطرح تیز تیز چل رہے تھے جب وہ اپنے ساتھی ہاشم کی رفتار میں سستی دیکھتے تو

---

۵۱ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سعد بن ابی وقاص کے بھائی تھے۔ ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے بڑے دیندار اور مشہور بہادران حرب میں سے تھے جنگ یرموک میں ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ فارس کا علاقہ جلولا انھیں کے ہاتھوں پر فتح ہوا یہ فتح بہت عظیم الشان فتحیابی تھی اس میں ۱۸ لاکھ مال غنیمت ہاتھ آیا جنگ صفین میں پیادہ فوج کے سردار تھے اس جنگ میں اُن کا پیر کٹ گیا اُنھوں نے بیٹھ کر جنگ کی اور جو پاس آیا موت کے گھاٹ اُترا انھیں کے متعلق ابوالطفیل عامر بن واثلہ نے کہا ہے یا ھاشم الخیر جزیت الجنۃ۔ قاتلت فی اللہ عدو السنۃ۔ اے خیر والے ہاشم خدا تمھیں جنت نصیب کرے تم نے سنت

یک چشم آگے بڑھو۔

ہاشم ہنستے اور رفتار تیز کر دیتے۔ ایک جگہ پہونچ کر علم نصب کرتے جم کر لڑائی ہوتی دشمن کی فوجیں پیچھے ہٹ جاتیں ہاشم علم اُٹھا کر پھر آگے بڑھتے اور دوسرا حملہ کر دیتے عمار خود بھی ہاشم کے پہلو بہ پہلو بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے نوے برس کی عمر تھی ضعف کے مارے ہاتھ کانپتے تھے مگر کیا مجال جو قدم ذرا پیچھے ہٹ جائیں۔ عمرو عاص سے مڈبھیڑ ہوئی اُن پر یہ رجز پڑھتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔

نحن ضربنا کم علی تنزیلہ والیوم نضربکم علی تاویلہ

ضربا یزیل الہام عن مقیلہ ویذھل الخلیل عن خلیلہ

اویرجع الحق الی سبیلہ

ہم نے پہلے تمہیں قرآن کے تنزیل کے بارے میں مارا۔ آج اس کی تاویل کے بارے میں تمہیں مار رہے ہیں ایسی مار جو سر اُڑا دے اور دوست کو دوست سے غافل کر دے یا یہ کہ حق اپنی جگہ آ جائے۔

عمرو عاص کے علم کی طرف اشارہ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہتے۔

خدا کی قسم ہم اس علم والے سے رسول اللہ کی معیت میں تین مرتبہ لڑ چکے ہیں آج چوتھی مرتبہ لڑ رہے ہیں۔" (الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم ص۱۳۲)

جناب عمار نے تابڑ توڑ حملے کئے آندھی کی طرح دشمن کی طرف بڑھتے گئے ہاتھ برابر شمشیر زنی میں مصروف تھے پیغمبر کے تصور اور جنت کے اشتیاق میں ایک بیخودی سی تھی جو ہر چیز سے بے نیاز کئے ہوئے تھی۔ ٹھیک اُسی وقت لشکر شام کے دو آدمی ابن جون سکونی اور ابو الغادیہ فزاری عمار کی طرف بڑھے ابن جون نے نیزہ سے وار کیا پھر دوسرا وار ابو الغادیہ نے کیا جناب عمار زمین پر گرے لبوں پر تبسم تھا اور زبان پر یہ فقرہ۔

"آج میں اپنے پیاروں سے ملوں گا حضرت محمد مصطفےٰ اور اُن کی جماعت سے"

عمار کی شہادت امیر المومنینؑ اور تمام مہاجرین و انصار کے لئے بڑی اندوہناک ثابت ہوئی امیر المومنینؑ اصحاب سمیت عمار کے سرہانے پہونچے سر اپنے زانو پر رکھا اور حسرت آمیز شعر پڑھکر آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا لائے عام اظہار غم کا حکم دیا نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ سے دفن کر دیا۔

شام والوں کو جب عمار کی شہادت معلوم ہوئی تو بہت گھبرائے پیغمبر کی یہ حدیث تقتلہ الفئۃ الباغیۃ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا سب ہی نے سُن رکھی تھی ہر شخص کو یقین تھا کہ عمار کا قاتل باغی ہے جبتک عمار جیتے رہے شام والے عمرو عاص کے اس فریب کا شکار رہے کہ عمار جلد ہی ہم سے آ ملیں گے مگر جب عمار آخر وقت تک علیؑ ہی کی طرف رہے یہاں تک کہ اُن کی حمایت کرتے ہوئے وہ قتل بھی ہو گئے تو اب لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور یقین ہونے لگا

ب ایک بار کرکے معاویہ کا ساتھ چھوڑ دیں مگر معاویہ شام والوں کی فطرت سے اچھی طرح آگاہ تھے وہ ابتک قدم قدم پر انھیں دھوکا دیتے آئے تھے اس موقع پر بھی اُنھوں نے اُن کے ساتھ فریب کیا اور یہ بات مشہور کی کہ۔

"عمار کا قاتل وہ ہے جو انھیں میدان میں لے کر آیا تھا۔"

عمار کی شہادت کے بعد تاب ضبط باقی نہ رہی امیرالمومنینؑ نے اپنے جانبازوں کو جمع کیا دس ہزار کی جمیعت آپکے گرد اکٹھا ہوگئی آپ یہ طے کرکے آگے بڑھے کہ اب قصہ ختم ہی کرکے دم لیں گے محمد ابن حنفیہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا ایک طرف سے مالک اشتر حملہ آور ہوئے دوسری طرف سے آپکے دیگر افسران فوج ٹوٹ پڑے قیامت سی برپا ہوگئی دس ہزار نیزے ایک ساتھ شام والوں کے سینے پر پڑنے لگے۔

دونوں فریق ایک دوسرے کو مارتے کاٹتے رہے صبح سے دوپہر ہوگئی دوپہر سے رات اور رات بھی آدھی گذر گئی مگر اسی طرح گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی دونوں فریق کے جھنڈے ایک دوسرے سے ٹکراتے دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے میں دھنستی گھستی جاتیں ہاتھ برابر چلتے جاتے اور اسکی بھی پرواہ نہتی کہ یہ ہاتھ دوست پر پڑرہے ہیں یا دشمن پر۔ یہ رات جمعہ کی رات تھی اس رات کو جنگ اتنی ہولناک ہوئی کہ صفحۂ تاریخ پر اسکی نظیر نہیں ملتی ایسی قیامت کی جنگ ہوئی کہ نعروں کی گرج اور گھوڑوں کی ٹاپوں اور تلواروں کی جھنکار سے زمین تھرا گئی خونریزی کی کوئی انتہا نہ رہی اسی مناسبت سے اس کا نام لیلۃ الھریر رکھا گیا۔

اب لڑائی کا انجام دھیکر دھیکر قریب آنے لگا معاویہ کی صفیں ہر طرف سے ٹوٹنے لگیں۔ عراق کا لشکر تیزی سے اُن کے لشکر میں دھنستا چلا آرہا تھا سامنے کی ہر رکاوٹ کو شکست و ریخت کرتا ہوا دونوں لشکروں کی درمیانی مسافت تنگ ہوگئی تھی اب نہ تیر چلانے کا موقع تھا نہ نیزہ مارنے کا دونوں لشکر تلوار سے جنگ کرتے کرتے ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو جاتے اور ہاتھ سے ناخن سے دانت سے دشمن کو کاٹتے اور اس وحشیانہ جنگ کے دوران شامی لشکر کے ہر حصے سے فریاد و زاری بلند تھی رو رو کے دہائی دی جاتی تھی۔

معاویہ نے بد حواس ہوکر عمرو عاص سے کہا۔

"عمرو عاص رات ختم ہوتے ہوتے علیؑ ہم لوگوں کا کام تمام کر ڈالیں گے بتاؤ کیا کیا جائے"

عمرو عاص نے سکون بھرے لہجہ میں کہا۔

"تمہارے سپاہی علیؑ کے سپاہیوں کے برابر نہیں اور نہ تم علیؑ جیسے ہو تم زندگی کے بھوکے ہو اور علیؑ موت کے متمنی ہیں۔ عراق والے ڈرتے ہیں کہ کہیں تم جیت نہ جاؤ اور شام والوں کو اطمینان ہے کہ علیؑ فتحیاب بھی ہوگئے تو ہمارے ساتھ برا سلوک نہ کریں گے۔"

معاویہ نے کوئی جواب نہ دیا عمرو عاص کے اس طنز کو خاموشی سے پی گئے انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں تقدیر کیا

ہوئے بولے:

"ہم سب کی جان گئی"

عمرو عاص نے مسکراتے ہوئے معاویہ سے کہا:۔

ایک ایک بات تم ان لوگوں کے سامنے پیش کرو اگر ان لوگوں نے اسے قبول کر لیا تب بھی قبول کیا تب بھی دونوں صورتوں میں پھوٹ پڑ جائے گی ان لوگوں کو کتاب خدا کی طرف بلاؤ۔

معاویہ نے فوراً ہی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جس جس کے پاس قرآن موجود ہے نیزے پر باندھ کر بلند کرے تقریباً ۵۰۰ مصحف نیزوں پر بلند ہو گئے۔ شام کے لشکر میں چیخ پکار مچ گئی سب مل کر دہائی دینے لگے۔

"یہ خدا کی کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔ اگر اہل شام نہ رہے تو مغربی سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا اگر اہل عراق نہ رہے تو مشرقی سرحدوں کی حفاظت کس طرح ممکن ہو گی..... کون روم والوں سے جہاد کرے گا کون ترکوں سے مقابلہ کرے گا کون کفار کے حملوں کو روکے گا......"

اہل عراق نے جب نیزوں پر قرآن بلند دیکھے اور شام والوں کی فریادیں اور کتاب خدا سے فیصلہ کرانے کی التجائیں سنیں تو ان کے ہاتھ پیر پھول گئے حق کا لبادہ اوڑھ کر باطل نے حق کو مغلوب کر لیا۔ چلتے ہوئے ہاتھ رک گئے بڑھتے ہوئے قدم جیسے دفعۃً زمین میں گڑ گئے سناٹا سا سارے لشکر پر طاری ہو گیا عمرو عاص کے اس جادو نے سبھی کو مسحور کر کے ان کے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں ختم کر دیں کئی ہزار آدمی لشکر سے نکل کر آپ کے گرد اکٹھا ہو گئے اور اصرار کرنے لگے کہ معاویہ کی درخواست ضرور مانی جائے سب کی متفقہ آواز تھی۔

"معاویہ نے حق کو قبول کر لیا ہے وہ کتاب خدا کی طرف آپ کو دعوت دیتے ہیں آپ قبول کر لیجئے۔"

سب سے پیش پیش اشعث بن قیس تھا جسے معاویہ نے اپنی ریشہ دوانیوں سے جنگ کے دوران ہی میں ہموار کر لیا تھا اسی نے سب سے پہلے آگ لگائی اور اسی نے آگ کو ہوا دی، اکثر قبائل اس کے تابع تھے اس نے اصرار کرتے ہوئے امیر المومنینؑ سے کہا۔

"آپ شام والوں کی بات مان لیجئے اور کتاب خدا پر اس کا فیصلہ رکھئے آپ کتاب خدا پر عمل کرنے کے ان سے زیادہ حق دار ہیں۔"

امیر المومنینؑ نے اسے دھیما کرتے ہو کہا۔

"اس معاملہ میں جلد بازی مناسب نہیں تحمل سے کام لو۔"

مگر وہ اپنی رائے سے ہٹنے پر تیار نہ ہوا اس نے سپاہیوں میں اپنے خیالات پھیلانے شروع کئے چپ رہنے پر بھی اکتفا نہ کی بلکہ لڑائی روکنے کے لئے اپنی زبان سے سب سے بڑھ کر کام لیا۔

امیر المومنینؑ نے ان لوگوں کو جو اصحاب معاویہ کی فریاد سننے اور ان کی درخواست ماننے پر مصر تھے تنبیہ کرتے

بندگانِ خدا قرآن مجید کا فیصلہ جب کہ میں ... سزاوار ہوں۔ لیکن معاویہ، عمرو بن عاص، ابن ابی معیط،

حبیب بن مسلمہ، ابن ابی سرح نہ دیندار ہیں نہ قرآن ہی سے انھیں کوئی سروکار ہے میں ان کو تم سے زیادہ

جانتا ہوں، لڑکوں میں یہ سب سے بُرے لڑکے تھے اور جوانوں میں بدترین جوان، یہ لوگ جو بات کہتے ہیں وہ ہے

تو سچ لیکن اس سے مراد ان کی جھوٹ ہے ...... جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ دھوکا اور مکر و فریب ہے۔ بندگانِ خدا صرف گھڑی

بھر کے لئے اپنے بازو، اور سر مجھے عاریت دیدو سچ بہت قریب ہے اور ظالموں کی جڑ کٹنے میں تھوڑی ہی دیر

رہ گئی ہے ...."

بہت تھوڑے لوگوں نے رضامندی ظاہر کی مگر اکثریت ہٹ دھرمی ہی پر تلی رہی ایک جماعت نے

آپ کی تائید میں آواز بلند کی۔

ہم لڑیں گے ہم ان شام والوں سے اسی طرح لڑیں گے جس طرح کل لڑ رہے تھے۔

مگر ان کی آوازیں مخالفین کے نعروں میں دب کر رہ گئیں۔

"ہمیں لڑائی نے کھا لیا ہے ہمارے بہت سے آدمی مارے جا چکے ہیں شام والے جس بات کی دعوت

دے رہے ہیں اُسے قبول کر لیجئے ہم لوگ فنا ہونے کے قریب ہیں۔"

آپ کے لشکر کے بارہ ہزار آدمی زرہ بکتر پہنے تلواریں لٹکائے آپ کے پاس آئے ان کی پیشانیاں سجدوں سے

سیاہ ہو گئی تھیں ان لوگوں میں پیش پیش مسعر بن فدکی اور زید بن حصین تھے جو بعد میں خارجی ہو گئے انھوں نے

آپ کو امیر المومنینؑ کہنے کے بجائے آپ کے نام سے پکارا اور کہا:۔

اے علیؑ! کتاب خدا سے فیصلہ کرانے کی بات قبول کر لیجئے جب اللہ کی طرف بلایا بھی جا رہا ہے ورنہ ہم آپ کو قتل

کر ڈالیں گے جس طرح ہم نے عثمان کو قتل کیا خدا کی قسم اگر آپ نے اُن کی بات نہ مانی تو ہم ضرور ہی ایسا کر گذریں گے۔"

آپ نے فرمایا:۔

وائے ہو تم پر کتاب خدا کی طرف دعوت دینے والا پہلا شخص میں ہوں اور کتاب خدا کا فیصلہ قبول کرنے

کے لئے بھی سب سے پہلے تیار ہوں نہ میرے لئے جائز اور نہ میرے مذہب میں اس کی گنجائش ہی ہے کہ میں کتاب خدا

کی طرف بلایا جاؤں اور اُسے قبول نہ کروں ...... میں ان لوگوں سے اسی لئے جنگ کر رہا ہوں تاکہ وہ

احکام الٰہی کی پابندی اختیار کریں یہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے احکام خدا کی نافرمانی کی ہے اس کے عہد کو

توڑا ہے اور کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ لیکن میں تھیں خبردار کر چکا ہوں کہ انھوں نے تمھیں فریب

دیا ہے قرآن پر عمل کرنا ہرگز انھیں مقصود نہیں ......"

امیر المومنینؑ نے لاکھ لاکھ سمجھایا، مگر ان لوگوں کی ضد بڑھتی ہی گئی چیخ چیخ کر کہنے لگے۔

"ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں اور نہ جائیں۔

[illegible]

معاویہ کے خیمہ کے قریب ہو نچ گئے تھے ذرا بلا لیجیے۔

امیرالمومنینؑ نے یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ فساد ہی پہ تلے ہوئے ہیں بادل ناخواستہ یزید بن ہانی کو مالک اشتر کے پاس یہ حکم دیکر روانہ کیا کہ لڑائی بند کردو اور ہمارے پاس واپس آجاؤ۔ مالک نے یہ حکم سنکر ہانی سے کہا۔

"میرے آقا سے جاکر کہو یہ موقع اس کا نہیں کہ ایک منٹ کے لیئے بھی یہاں سے مجھے ہٹائیں مجھے خدا سے امید ہے کہ فتحیابی بخشے گا میری واپسی کے متعلق عجلت نہ فرمائیں"

قاصد نے آکر اشتر کی بات دھرادی اشتر اُس وقت تھے بھی ایسی پوزیشن میں کہ وہاں سے ہٹنا انتہائی نادانی ہوتی فتح کی علامات بالکل واضح ہو چکی تھیں شام والے دہائی دے رہے تھے اور آپ کے سپاہی معاویہ کی سرحد تک جا پہونچے تھے۔ بلوائیوں نے جب قاصد کی زبانی مالک اشتر کا جواب سنا تو اور بھی بگڑ کر کہنے لگے۔

ہمارا خیال ہے کہ آپ ہی نے اُنھیں لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا ہے"۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔

"تم خود ہی انصاف کرو کیا میں نے تمھارے سامنے ہی اپنا قاصد مالک کے پاس نہیں بھیجا تھا۔ کیا میں نے جو کچھ قاصد سے کہا وہ تمھارے سامنے علانیہ نہیں کہا؟"

بلوائیوں نے ہم آواز ہو کر کہا۔

پھر بلائیے ان کو ورنہ ہم انھیں تلواروں سے آپ کو قتل کر ڈالیں گے یا آپکو پکڑ کر دشمن کے حوالے کر دینگے۔

امیرالمومنینؑ نے یزید بن ہانی کو دوبارہ بھیجا کہ جاکر مالک سے کہنا واپس آجاؤ یہاں فتنہ رونما ہو چکا ہے،

اشتر نے قاصد سے پوچھا۔

"کیا یہ سب کچھ قرآن نیزوں پر بلند کرنے کا نتیجہ ہے؟

"ہاں!" ——

"خدا کی قسم جس وقت یہ قرآن بلند کیے گئے تھے اسی وقت میں سمجھ گیا تھا کہ اختلاف رونما ہو کر رہے گا پھر کف افسوس ملتے ہوئے بولے۔

"دیکھتے نہیں کہ ہماری جیت ہو رہی ہے، دشمن اسلحے پھینک پھینک کے بھاگ رہے ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ خدا ہم پر کتنا بڑا فضل کر رہا ہے۔ کیا مناسب ہے کہ ہم اس جیت کو ہاتھ سے جانے دیں اور واپس ہو جائیں؟

یزید نے صورت حال کی خطرناکی کو واضح کرتے ہوئے کہا۔

"کیا چاہتے ہو کہ تم یہاں فتحیابی حاصل کرتے رہو اور وہاں امیرالمومنینؑ قتل یا دشمن کے حوالے کر ڈالے جائیں؟"

... سے جس طرح عثمان کو
قتل کیا تھا یا پکڑ کر دشمن کے حوالے کر دیں گے۔"

اختر سراسیمہ و بدحواس امیرالمومنینؑ کی خدمت میں واپس ہوئے ملال صدمہ کے حالت غیر تھی انھوں نے اس جنگ میں جان لڑا دی تھی ان کے سپاہیوں نے اپنی جانیں دے کر جیت یقینی کر لی تھی مگر یہ ساری جانکاہیاں عمرو عاص کے ایک شعبدہ کے آگے خاک میں مل گئیں جیسے ہی اشتر کی نگاہیں ان لمبی ڈاڑھیوں اور سیاہ پیشانیوں پر پڑیں دانت پیستے ہوئے بولے۔

"اے ذلت و خواری کے عمو اور پست ہمتی کے پتلو! ارے ٹھیک اُس وقت جب تم جیت رہے تھے اور دشمنوں نے یقین کر لیا تھا کہ تم ان پر غالب ہو چکے ہو تم دھوکے میں آ گئے اور قرآن کو نیزوں پر بلند دیکھ کر ہاتھ روک بیٹھے۔ یہ لوگ خدا کی قسم قرآن کے احکام اور پیغمبر کی سنت کب کی چھوڑ چکے ہیں ان لوگوں کو دین سے کوئی بھی سروکار نہیں تم لوگ ہرگز ان کی باتوں میں نہ آؤ۔ تم لوگ تھوڑی دیر کے لئے مجھے مہلت دے دو مجھے پوری امید ہے کہ جیت ہو جائے گی۔

بلوائیوں نے کہا "نہیں یہ ناممکن ہے۔

"بس ایک مرتبہ مجھے گھوڑا دوڑا لینے دو ابھی قصہ ختم ہوا جاتا ہے۔"

"اس صورت میں تمہارے گناہ میں ہم بھی شریک ہو جائیں گے۔"

اشتر نے چاہا کہ دلیل و برہان سے انھیں قائل کریں بولے۔

"اچھا یہ بتاؤ اس جنگ میں جبکہ تمہارے جلیل القدر افراد مارے جا چکے ہیں اور صرف کمینے اوباش باقی بچ رہے ہیں تم لوگ کب حق پر تھے؟۔ کیا اس وقت جبکہ شام والوں سے برسرِ پیکار تھے تو اس وقت تم نے جنگ بند کر کے باطل کو اختیار کر لیا یا اس وقت تم لوگ حق پر ہو؟"

بلوائیوں نے کہا ہم اس وقت حق پر ہیں۔ مالک نے کہا

"تو تمہارے مقتولین جن کے فضل و شرف سے تم انکار نہیں کر سکتے اور جو تم سے بہتر تھے اس صورت میں جہنمی ہوں گے۔"

ان لوگوں نے ہٹ دھرمی کرتے ہوئے کہا۔

"اپنی بحث رہنے دو ہم نے جب جنگ کی تھی تو خدا ہی کے لئے اور اب جنگ سے ہاتھ روک رہے ہیں تو یہ بھی خدا ہی کیلئے ہے ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے تم ہم سے الگ ہی رہو

مالک اشتر غصہ سے بے قابو ہو گئے غضبناک ہو کر بولے۔

"خدا کی قسم تمہیں دھوکا دیا گیا اور تم دھوکا کھا گئے، تم سے لڑائی بند کرنے کو کہا گیا اور تم فوراً تیار ہو گئے۔ اے کالی پیشانیوں والے ہم سمجھتے تھے کہ تمہاری نمازیں دنیا سے بے نیازی اور لقائے الٰہی کے

مالک کی اس تقریر پر ہنگامہ برپا ہو گیا گالم گلوچ سے گزر کر نوبت ہاتھا پائی کی پہونچنے والی تھی کہ امیر المومنینؑ نے دونوں فریق کو روک دیا۔

مالک نے امیر المومنینؑ سے عرض کی "حضور ایک حملہ اور کر لینے دیجئے ابھی قصہ ختم ہوا جاتا ہے۔"

امیر المومنینؑ نے کوئی جواب نہیں دیا آپ گردن جھکائے متفکر خاموش بیٹھے رہے آپ کی نظر اُن بدترین نتائج دعواقب پر تھی جسے ان بلوائیوں نے لڑائی بند کر کے خود ہی اپنے سر لیا تھا کتنی شاندار فتحیابی ہونیوالی تھی اور کتنی شرمناک شکست نصیب ہوئی۔ آپ کو خاموش دیکھ کر بلوائیوں نے سمجھا کہ آپ تحکیم پر راضی ہو گئے زور زور سے چیخنا شروع کیا۔

"امیر المومنینؑ نے حکم بنانا قبول کر لیا ہے، قرآن کے فیصلہ پر آپ راضی ہو گئے۔"

اشعث مجمع سے نکلکر امیر المومنینؑ کے سامنے آیا اور عرض کی۔

"میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اس پر رضامند ہیں کہ شام والوں کی بات مان لی جائے قرآن سے فیصلہ کرانے کو قبول کر لیا جائے۔ امیر المومنینؑ اگر آپ فرمائیں تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور پوچھوں کہ اُن کا منشا کیا ہے۔"

امیر المومنینؑ نے انتہائی تلخی سے فرمایا "تمہارا جی چاہتا ہے تو جاؤ۔"

اشعث معاویہ کی طرف گفتگو کرنے روانہ ہوا اور اُن کے پاس پہونچ کر پوچھا

"معاویہ! تم لوگوں نے یہ قرآن مجید کس غرض سے بلند کرائے ہیں۔

تاکہ ہم اور تم اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں......

"سچ کہتے ہو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔"

معاویہ نے اپنے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"تم اپنی طرف سے ایک شخص منتخب کر دو اور ہم بھی ایک شخص منتخب کریں پھر دونوں سے اس کا حلف لیا جائے کہ وہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کرینگے جو کچھ وہ فیصلہ کریں ہم بخوشی خاطر اس پر راضی ہو جائیں۔"

اشعث شاداں و فرحاں معاویہ کے پاس سے پلٹا بلوائی خوش تھے اور امیر المومنینؑ خاموش اُنھیں جو کچھ کرنا تھا کر گزرے اور امیر المومنینؑ مغلوب ہو کر رہ گئے اب اُن کی قیادت آپ کے ہاتھوں میں نہ تھی بلکہ خود اُن کے ہاتھوں میں تھی جیسا اُن کا دل چاہتا تھا کرتے تھے۔ کسی شخص نے بولنا چاہا۔

.... اے امیر المومنینؑ.....

"آپ نے فرمایا۔

میں کہاں کا امیر المومنین؟ کل تک میں ضرور امیر المومنین تھا لیکن آج امور ہوں پہلے حاکم تھا اب محکوم

ان کی طرف سے بدترین مظاہرہ ہوا۔ آپ کی مرضی کے خلاف پہلے تو لڑائی بند کر کے تحکیم قبول کرنے پر آپ کو مجبور کیا اور جب حکم مقرر کرنے کی نوبت آئی تو کہنے لگے۔

"ہم تو اپنی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کو حکم مقرر کرتے ہیں۔"

امیرالمومنینؑ متحیر رہ گئے، معلوم ہوتا ہے جنگ جمل سے پہلے ابوموسیٰ کا جو طرز عمل تھا وہ ان لوگوں کے ذہنوں سے فراموش ہو چکا تھا آپ نے فرمایا۔

"تم ایک مرتبہ میری نافرمانی کر چکے ہو اب دوبارہ نافرمانی نہ کرو میرے نزدیک ابوموسیٰ ہرگز اسکے لائق نہیں۔"

بلوائیوں نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"ہم تو بس انھیں کو حکم بنائیں گے وہ جس بات سے ہمیں ڈراتے تھے آخر اسی کا ہمیں سامنا کرنا پڑا۔"

آپ نے فرمایا۔

"ابوموسیٰ میرے بھروسہ کے آدمی نہیں اُس شخص نے عین وقت پر میرا ساتھ چھوڑا اور لوگوں کو میری مدد سے روکا پھر جان بچا کر بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ میں نے ہی اُسے امان دی البتہ میں ابن عباس کو حکم مقرر کرتا ہوں۔"

"ہمیں نہ آپ کی پروا ہے نہ ابن عباس کی ہم تو بس ایسے آدمی کو چاہتے ہیں جو آپ اور معاویہ دونوں کے لئے یکساں ہو کسی سے وابستگی نہ رکھتا ہو۔"

امیرالمومنینؑ نے فرمایا

"اچھا اگر تم ابن عباس کو حکم بنانا نہیں چاہتے تو میں اشتر کو تجویز کرتا ہوں"

اشعث نے بپھر کر کہا۔

"یہ ساری آگ تو اشتر ہی کی لگائی ہوئی ہے۔"

امیرالمومنینؑ نے تنگ آ کر فرمایا:۔

"جب مجھے کچھ اختیار ہی نہیں اور تم خود مختار ہو تو تم جانو جو دل میں سماتا ہے کرتے رہو مجھ سے ناحق پوچھتے ہو۔"

ہمارا خیال ہے کہ ابوموسیٰ کو حکم بنانے پر اصرار درآنحالیکہ سب ہی جانتے تھے کہ وہ امیرالمومنینؑ سے برگشتہ ہیں محض اس بنا پر تھا کہ اشعث اور اُس کے حمایتی امیرالمومنینؑ کو حکومت سے معزول کر کے اپنی پسند سے کسی اور کو خلیفہ بنانے کی فکر میں تھے ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں:۔

"میرا سب سے بڑا گمان یہ ہے کہ سازش بس اسی حد تک نہ رہی بلکہ انتہائی خطرناک حد تک تجاوز کر گئی اور وہ حکم کے انتخاب کا معاملہ تھا۔ اشعث اور اُس کے پیرو یمانی لوگوں نے کسی سبب ہی سے اصرار کیا تھا کہ ابوموسیٰ کو حکم مقرر کیا جائے اور ان لوگوں نے علیؑ کو اتنی آزادی نہ دی کہ اپنے بھروسہ اور اطمینان کے کسی آدمی کو

بھی مجبور و بے بس تھے اور حکم منتخب کرنے میں بھی لاچار اور یہ تمام امور اتفاقی طور پر پیش نہیں آئے بلکہ علیؑ کے اصحاب میں اور معاویہ کے اصحاب میں جو افراد دنیا کے بندے تھے اُن کی سوچی سمجھی سازش کے نتیجہ میں پیش آئے۔"

(علی و بنوہ صفحہ ۹۰)

کتنا تعجب انگیز ہے ان بلوائیوں کا طرز عمل کہ معاویہ کے لیئے تو یہ جائز سمجھتے تھے کہ وہ جسے چاہیں اپنی مرضی سے حکم بنائیں مگر اپنے حکمراں کے لیئے روادار نہ تھے پہلے تو مجبور کیا کہ آپ عمرو کو حکم بنانے پر راضی ہو جایئے پھر اُنھیں انتخاب حکم کی آزادی بھی نہ دی بلکہ ایسے شخص کو حکم بنانے کے لیئے پیش کیا جو قریب قریب امیرالمومنینؑ کا دشمن تھا۔ ابوموسیٰ کے آنے پر عمرو عاص بھی معاویہ کی طرف سے اقرارنامہ لکھوانے آئے کاتب نے یہ عبارت لکھی۔

"یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اہل کوفہ اور اُن کے ساتھیوں اور معاویہ بن ابی سفیان نے اہل شام اور اُن کے حامیوں کی طرف سے اتفاق کیا ہے۔ طے پایا ہے کہ ہم دونوں صرف خدا اور اس کے کلام کے فیصلہ کو منظور کریں گے کتاب اللہ شروع سے آخر تک ہمارے درمیان فیصلہ کن ہوگی وہ جس بات کا حکم دے گی ہم اسکی تعمیل کریں گے اور جس بات سے منع کرے گی اس سے رک جائیں گے۔ ابوموسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس اور عمرو عاص حکم مقرر کئے گئے ہیں وہ کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے اگر کوئی بات کتاب اللہ میں نہیں پائیں گے تو سنت عادلہ اور جامعہ کی طرف جس میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہوگا رجوع کریں گے ......

علیؑ اور معاویہ کی طرف سے دونوں حکموں کو ان کی جان و مال کی حفاظت کا پورا اطمینان دلایا جاتا ہے اور وعدہ کیا جاتا ہے کہ ان کے فیصلہ کو نافذ کرنے میں امت اُن کی مدد کریگی۔ انھیں فیصلہ کرنے کے لیئے رمضان تک کی مہلت دی جاتی ہے وہ اپنے فیصلہ کا اعلان کسی ایسے مقام پر کریں گے جو عراق و شام کے وسط میں ہوتا فیصلہ جنگ بند رہیگی فریقین آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں گے آئیں جائیں گے ....." (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰)

مروج الذہب میں اتنا زائد ہے کہ،

"...... دونوں حکم کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کریں گے اگر اس کے خلاف فیصلہ ہو تو درجۂ اعتبار سے ساقط سمجھا جائے گا۔ ابوموسیٰ اور عمرو عاص سے یہ عہد لیا گیا کہ یہ دونوں خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر بلا رو رعایت کسی فریق کے کتاب اللہ کے موافق حق پر فیصلہ کریں گے اُمت مرحومہ کو لڑائی فساد اور جنگ و جدل میں نہ ڈالیں گے ....."

(سیرۃ علویہ شاہ محمد علی حیدر کاکوروی صفحہ ۲۲۳)

اس عہد نامہ پر تمام عراق دونوں طرف کے معززین و اشراف نے دستخط کیئے۔ اس عہد نامہ کی عبارت سے دو باتیں پوری طرح ظاہر ہیں ایک تو یہ کہ معاویہ اور اُن کے ساتھیوں کو حضرت عثمان کی رتی برابر پروا نہ تھی اگر ہوتی تو اس عہد نامہ میں اُن کے قتل کا ضرور ذکر آتا دوسری بات یہ کہ عراق والے اب جنگ سے جی چرانے لگے تھے انھیں اپنی جان پیاری

تھی کیونکہ وہ جو چاہتے تھے وہ پورا ہو چکا تھا عراق والوں کی شاندار فتح ہزیمت میں تبدیل ہو چکی تھی اشعث ہاتھ میں صلحنامہ کی تحریر لیئے ایک ایک کو دکھاتا پھرتا تھا ایک ایک کو پڑھ کر سناتا تھا اُس وقت پورے لشکر کا جیسے وہی لیڈر تھا اُسی کی حکمرانی تھی۔

مگر دفعۃً ہوا بگڑ گئی وہی جم غفیر جو چند گھنٹے پہلے اس کا ہم آواز و ناصر و مددگار تھا اسی سے اب مخالفت کی آوازیں بلند ہونے لگیں جہاں جاتا شور مچ جاتا جس جگہ وہ اقرارنامہ پڑھتا انکار کی صدائیں بلند ہونے لگتیں اب ایک نیا نعرہ سنائی دیا لاحکم الا للہ جہاں جہاں اشعث پہونچا لاحکم الا اللہ کے نعروں سے اس کا استقبال ہوا کئی مرتبہ جھڑپ بھی ہوتے ہوتے رہ گئی جن لوگوں نے قرآن نیزوں پر بلند دیکھ کر لڑائی سے اپنے ہاتھ روک لیئے تھے اور امیر المومنینؑ کو مجبور کیا تھا کہ آپ ضرور کتاب اللہ سے فیصلہ کرانے کی دعوت کو منظور کر لیجئے اُنھیں میں سے بہت سے افراد بگڑ کھڑے ہوئے کہ فیصلہ کیسا اور کس بات کا فیصلہ عمرو عاص اور ابو موسیٰ کو کیا حق ہے فیصلہ کرنے کا ان الحکم الا للہ فیصلہ تو بس اللہ ہی کر سکتا ہے۔

اپنے مقتولین کو سپرد لحد کرنے کے بعد امیر المومنینؑ کوفہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ محزون و مغموم فرط الم سے دل پاش پاش کیونکہ جب آپ کوفہ سے چلے تھے تو مسلمانوں کا شیرازہ متحد تھا سب کے دل مسرتوں سے بھرپور تھے ہمتیں جوان تھیں اور اب واپسی اس عالم میں ہو رہی تھی کہ ہاتھ آئی ہوئی فتحیابی ہزیمت میں تبدیل ہو چکی تھی مسلمانوں پر بدبختی کا تسلط اور اختلاف و سرکشی کا غلبہ تھا گئے تھے تو اپنے امام کی اطاعت و وفاداری کے جذبہ سے سرشار تھے پلٹے تو اپنے امام سے باغی و برگشتہ ہو کر راستہ بھر باہم نزاع و تکرار رہی وہ ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ایک دوسرے پر چڑھے پڑتے بات بات میں تلواریں نیام سے نکل پڑتیں انھیں اس کا بھی لحاظ نہ تھا کہ امام ہم لوگوں کے درمیان موجود ہیں۔ کوفہ تک پہونچتے پہونچتے بری طرح لشکر میں پھوٹ پڑ چکی تھی ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے تھے جو تحکیم کے خلاف تھے یہ کہتے تھے۔

”اے اللہ کے دشمنو! تم نے اللہ کے حکم میں مداہنت کی اور انسانوں کو اپنا حکم بنا لیا“

اسکے جواب میں دوسرے لوگ جنھوں نے تحکیم قبول کر لی تھی کہتے تھے۔

”تم نے ہمارے امام کو چھوڑ دیا اور ہماری جماعت میں تفرقہ پیدا کی“

امیر المومنین محزون و دل ملول باقی لشکر کو لیئے ہوئے کوفہ پہونچے مگر بارہ ہزار خوارج کوفہ پہونچنے سے پہلے ہی مقام حرورا پر پہونچ کر رک گئے آگے جانے سے انکار کر دیا اسی نسبت سے ان خارجیوں کو حروری کہنے لگے۔ ان لوگوں نے شبث بن ربعی کو اپنا سردار مقرر کیا اور امامت نماز عبداللہ بن الکواء کی ذمہ کی اور لائحہ عمل یہ طے پایا کہ جن جن لوگوں نے تحکیم قبول کی ہے وہ سب کافر ہو گئے اُن سے جنگ کیجائے فتحیابی کے بعد شوریٰ کے ذریعہ خلافت کا مسئلہ طے ہو

امیر المومنینؑ کو ان خارجیوں کی طرف سے بڑا قلق و اضطراب لاحق تھا کوفہ سے صفین جاتے وقت ان سے بڑھکر

ان خارجیوں کی طرف روانہ کیا اور تاکید کردی کہ بحث و مباحثہ میں نہ پڑنا جب تک میں نہ آجاؤں، عبداللہ بن عباس نے آکر گفتگو شروع کی مگر نوبت آخر بحث و مباحثہ ہی کی آگئی جس کی امیرالمومنینؑ نے انھیں ممانعت کردی تھی۔

ابن عباس نے آتے ہی سوال کیا۔

" تم لوگ امیرالمومنینؑ کی کس بات پر ناراض ہو؟ "

" اسی بات پر کہ انھوں نے دو آدمیوں کو حَکم مقرر کیا ہے۔"

" دو آدمیوں کو حَکم مقرر کرنے پر تمھیں اعتراض کیوں ہے جبکہ خود خداوند عالم نے اجازت دی ہے۔ "اگر تمھیں میاں بیوی میں جھگڑے کا اندیشہ ہو تو ایک حَکم شوہر کے کنبے میں سے اور ایک بیوی کے کنبہ میں سے مقرر کردو اگر دونوں حَکم چاہیں گے کہ صفائی کرادیں تو اللہ ضرور میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کردے گا۔ (سورۂ نساء آیت نمبر ۳۵)

جب میاں بیوی کے جھگڑے کو دور کرنے کے لیے حَکم مقرر کیے جاسکتے ہیں تو امت محمدیہ کے جھگڑوں کو دور کرنے کیلئے کیوں نہیں مقرر کیے جاسکتے؟"

خوارج نے کہا۔

جس جگہ خداوند عالم نے انسانوں کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے وہاں انھیں خود فیصلہ کرنا چاہیے لیکن جہاں اس نے خود اپنا قطعی حکم بیان کردیا ہے وہاں بندوں کو حق نہیں پہونچتا کہ وہ اس حکم قطعی کے بارے میں غور و فکر کریں خداوند عالم کا زنا کرنے والے کے متعلق حکم ہے کہ سو کوڑے لگائے جائیں، چور کے متعلق حکم ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے یہ قطعی احکام ہیں ان میں بندوں کو غور و فکر کرنے کی اجازت نہیں"

ابن عباس نے اپنی بات پھر دہرائی۔

" خداوند عالم کا ارشاد ہے یحکم بہ ذوا عدل منکم احرام کی حالت میں جو شخص شکار کرے اس کا فیصلہ دو آدمی کریں"

خوارج نے کہا۔

" اچھا اسی آیت سے ہم آپ فیصلہ کرلیں، کیا آپ کے نزدیک عمرو عاص عادل تھے؟ کل جو ہم سے لڑ رہے تھے اور ہمارا خون بہارہے تھے؟ اگر وہ عادل تھے تو یقیناً ہم خطاکار تھے کہ ہم نے ان سے جنگ کی اور اگر عادل نہیں تو ظالم و فاسق کو حکم بنانے کے کیا معنی؟

معاویہ اور ان کے ساتھیوں نے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو کر بغاوت اختیار کی ان کے متعلق خداوند عالم کا ایک ہی حکم ہے کہ یا وہ توبہ کریں یا انھیں قتل کیا جائے ہم نے انھیں پہلے کتاب خدا کی طرف بلایا لیکن انھوں نے انکار کیا اس کے بعد آپ نے معاہدہ کرلیا اور آپ دونوں میں صلح ہوگئی حالانکہ خداوند عالم نے مسلمانوں اور اہل حرب کے درمیان اس وقت سے جب سے کہ آیت برات نازل ہوئی ہے معاہدہ اور صلح کو ناجائز قرار دیا ہے سو اس صورت کے

بحث و تکرار جاری رہی ابن عباس نے جتنی بھی دلیلیں پیش کیں خوارج نے ایک نہیں مانی وہ اسی طرح اپنی کج بحثی پر اڑے رہے اتنے میں امیر المومنین اپنے رفقا کی معیت میں تشریف لائے۔

آپ یزید بن قیس کے خیمہ میں داخل ہوئے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر خوارج کی طرف چلے ابن عباس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:-

"اپنی گفتگو روک دو میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ ان سے بحث و مباحثہ نہ کرنا"

پھر خوارج کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

"تمہارا سردار کون ہے"؟

"ابن الکواء"

امیر المومنینؑ نے ان لوگوں سے پوچھا۔

"کس وجہ سے تم لوگ ہماری مخالفت پر کمربستہ ہوئے"؟

"اس لئے کہ آپ نے صفین کے موقع پر اللہ کے حکم کو چھوڑ کر انسانوں کو حکم بنایا"

امیر المومنینؑ مسکرائے اور فرمایا۔

"میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ بتاؤ جب شام والوں نے نیزوں پر قرآن بلند کئے اور تم نے کہا کہ ہم ان کی یہ بات ضرور مانیں گے کہ کتاب خدا سے فیصلہ کر لیا جائے تو کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں تم لوگوں سے زیادہ ان کو جانتا ہوں اُنھیں دین سے کوئی سروکار نہیں نہ قرآن ہی سے کوئی واسطہ ہے میں بچپن میں بھی ان کے ساتھ رہا اور جوانی میں بھی بچپن میں یہ بدترین بچے تھے اور جوان ہو کر بدترین جوان ہوئے تم اپنے حق و صداقت پر جمے رہو نیزوں پر قرآن کا بلند ہونا سراسر مکر و فریب ہے مگر تم لوگوں نے میری بات ٹھکرا دی اور کہا نہیں ہم اُن کی درخواست ضرور قبول کریں گے یاد کرو میں نے کہا تھا یا نہیں' اور تم نے میری نافرمانی کی تھی یا نہیں۔ پھر جب تم اپنی بات پر جمے رہے کہ کتاب خدا سے ضرور فیصلہ ہونا چاہیئے تو ہم نے دونوں حکموں کے لئے شرط کر دی کہ جس چیز کو قرآن نے زندہ کیا ہے اُسے یہ بھی زندہ کریں اور جس چیز کو قرآن نے مردہ کیا ہے اُسے یہ بھی مردہ کریں۔ لہٰذا اگر ان دونوں نے ایسا فیصلہ دیا جو قرآن کے مطابق ہوا تو ہمیں ماننا ہی پڑے گا اور اگر ان دونوں نے من مانی کی قرآن سے ہٹ کر فیصلہ کیا تو ہم لوگ اس فیصلہ سے بری الذمہ ہیں مانیں گے ہی نہیں۔"

امیر المومنینؑ کی اس تقریر نے خوارج کی بڑی حد تک تشفی کر دی پھر بھی کچھ شکوک و شبہات ابھی باقی تھے انھوں نے نرمی سے پوچھا۔

"ہمیں بتایئے کہ کیا آپ خون کے بارے میں انسانوں کا فیصلہ قبول کر لیں گے"

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جو زبان سے بولا نہیں کرتی اس لیئے ضرورت تھی کہ اس کے لیئے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں ......"

پھر اس فیصلہ کے لیئے مدت مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

"یہ اس لیئے کیا اس عرصہ میں نہ جاننے والا تحقیق کر لے اور جاننے والا اپنے مسلک پر جم جائے اور شاید کہ اللہ اس صلح کی وجہ سے اس امت کے حالات درست کرے ......"

امیرالمومنینؑ کی اس گفتگو کے بعد سب پر خاموشی طاری ہو گئی آپ کو اندازہ ہوا کہ میری باتیں بے اثر نہ رہیں آپ نے شفقت بھرے لہجہ میں کہا:-

"اپنے شہر میں چلو خدا تم پر رحم کرے۔

(سیرت علویہ شاہ محمد علی حیدر کاکوروی ترجمہ نہج البلاغہ مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور الامام علی ابن ابی طالب جلد پنجم وغیرہ)

خوارج کوفہ چلنے پر تیار ہو گئے اور سب کے سب آپ کی معیت میں کوفہ پہونچے۔ لیکن اُن کے خیالات و نظریات ابھی وہی تھے اُنھوں نے کوفہ پہونچ کر وہاں بھی اپنے خیالات و معتقدات کی اشاعت شروع کی بہت سے لوگوں کو انھوں نے اپنا ہمخیال بنا لیا اور روز بروز ان کی جماعت میں اضافہ ہوتا گیا اسی کے ساتھ ان کے اس پروپیگنڈے نے بھی شدت اختیار کی کہ امیرالمومنینؑ تحکیم قبول کرنے پر نادم ہیں اور آپ نے معاذ اللہ اپنے کفر سے توبہ کر لی ہے۔ اب امیرالمومنینؑ کے لیئے ضروری ہو گیا کہ خارجیوں کے اس فتنہ و فساد کو بڑھنے نہ دیں چنانچہ ظہر کی نماز کے وقت آپ نے خطبہ دیا اور اس میں خوارج اور اُن کی ریشہ دوانیوں کا تفصیل سے ذکر کیا جتنی افواہیں گرم تھیں سب کی تردید کی آپ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ میں تحکیم سے پھر گیا ہوں وہ جھوٹا ہے۔"

اس پر مسجد میں ایک ہڑبونگ مچ گیا ہر طرف سے لا حکم الا للہ کے نعرے بلند ہونے لگے ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی لئن اشرکت لیحبطن عملك اگر تم شرک کرو گے تو تمھارے سارے اعمال اکارت جائیں گے امیرالمومنینؑ نے جواب میں یہ آیت پڑھی فاصبران وعد اللہ حق ولا یستخفنك الذین لا یوقنون صبر سے کام لو یقیناً خدا کا وعدہ سچا ہے اور بے یقین لوگ تمھیں غلط فہمی میں نہ ڈالیں اسی وقت سے خوارج کی عداوت آشکار ہو گئی اور وہ کھل کر سامنے آ گئے۔

انھیں دنوں [illegible] معاویہ کا پیغام پہونچا کہ اب حکمین کو اکٹھا ہو کر اپنا فیصلہ دینا چاہیئے۔ امیرالمومنینؑ نے منظور کیا اور چار سو آدمی شریح ابن ہانی کی قیادت میں روانہ کیئے عبداللہ بن عباس کو نگران کار مقرر کیا۔ ابوموسیٰ

[illegible] منتخب ہوئے تھے اسی طرح معاویہ نے عمرو عاص کو چار سو آدمیوں

"تمھارا مقابلہ ایک زباں دراز مگر کوتاہ عقل سے ہے لہٰذا تم زیادہ چالاکی اُن پر نہ صرف کرنا"

(عقد فرید جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

یہ لوگ اپنی اپنی جگہ سے چل کر اذرح[۵۱] یا دومۃ الجندل[۵۲] میں اکٹھا ہوئے کہ وہیں پر حکمین کو اپنا فیصلہ دینا تھا مقررہ تاریخ سے تین دن پہلے عمرو عاص نے ابوموسیٰ سے ربط ضبط بڑھا کر اُن کی خاطر و مدارت و مہمان داری کرنا شروع کی اُن کے لیے ایک خاص مکان کا بندوبست کیا عمدہ عمدہ غذائیں پیش کیں جب یہ یقین ہوگیا کہ پوری طرح قابو میں آچکے ہیں تو اُنھوں نے ابوموسیٰ کی بڑی عزت و توقیر کرتے ہوئے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"ابوموسیٰ! آپ پیغمبرؐ کے اصحاب میں بزرگ و معمر ہیں سب میں باعزت و حرمت ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان کس فتنہ اور عذاب میں پڑ گئے ہیں بحالت موجودہ اس امت کی بقا دشوار معلوم ہوتی ہے۔ شاید اللہ آپ ہی کی وجہ سے بقیہ لوگوں کو محفوظ رکھے آپ کو معلوم ہی ہے کہ ایک جان بچانے کا کس قدر ثواب ہے چہ جائیکہ تمام لوگوں کی جان بچانا"۔

ابوموسیٰ نے پوچھا۔

"تم نے اس کے متعلق کیا تدبیر سوچی ہے"؟

"آپ علیؑ کو معزول کر دیجئے اور میں معاویہ کو معزول کرتا ہوں پھر ہم ایک تیسرا شخص منتخب کر لیں جو اس فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔

"وہ کون؟"

عمرو عاص کو قرائن سے معلوم ہو گیا تھا کہ ابوموسیٰ کا رجحان عبداللہ بن عمر کی طرف ہے (ایک تو اس وجہ سے کہ یہ حضرت عمر کے فرزند تھے دوسرے اس وجہ سے کہ یہ ابوموسیٰ کے داماد تھے)

---

۵۱ اُذرح ایک شہر کا نام ہے جو اطراف شام میں ہے سرزمین حجاز سے قریب اسی شہر میں ابوموسیٰ اور عمرو عاص نے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔ (معجم البلدان جلد ا صفحہ ۱۶۱)

۵۲ دومۃ الجندل ایک جگہ کا نام ہے جو دمشق اور مدینہ نبوی سے سات منزلوں پر واقع ہے ابوعبیدہ سکونی کا قول ہے کہ دومۃ الجندل ایک قلعہ اور گاؤں کا نام ہے جو مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے جبل طے کے قریب۔ پہلے یہی فیصلہ ہوا تھا کہ حکمین دومۃ الجندل میں جمع ہوں لیکن بعد میں یہ اجتماع دومۃ الجندل کے بجائے اذرح میں ہوا (خلفائے محمد عمر ابو النصر)

عبداللہ بن عیسیٰ حفید ابی لیلےٰ کا بیان ہے کہ میں ابوموسیٰ کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف سے گزرا ابوموسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ پیغمبر خداؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اسی جگہ بنی اسرائیل کے دو حکم نے ناانصافانہ فیصلہ کیا تھا اور میری امت میں بھی دو حکم ظالمانہ فیصلہ کریں گے۔" چند ہی دن گزرے ہوں گے ابوموسیٰ اور عمرو عاص نے اپنا تاریخی فیصلہ یہاں سنایا۔

"عبداللہ بن عمر اس کے لئے موزوں ہیں۔"

ابوموسیٰ اس تجویز سے خوش ہوگئے مسرت سے بولے۔

"بے شک خلافت کے لئے وہ مناسب ہیں مگر میں تم پر کیسے اعتبار کروں!

آپ مجھ سے جس طرح چاہیں قسم لے کر اپنا اطمینان کرلیں۔

عمروعاص نے سخت وشدید قسمیں کھائیں ابوموسیٰ کو پوری طرح اطمینان دلایا۔ ابوموسیٰ عمروعاص کی تجویز سے پھولے نہیں سمائے انھوں نے فوراً اپنی رضامندی ظاہر کردی۔ اعلان ہوگیا کہ دونوں حکم ایک بات پر متفق ہیں اور اب فلاں وقت مجمع عام میں اپنا فیصلہ سنادیں گے۔

وہ وقت بھی آگیا جس نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا فیصلہ سننے کے لئے ساری خلقت سمٹ آئی اس مجمع میں وہ بھی تھے جو بصورت وفد عراق وشام سے آئے تھے اور بہت سے تماشائی بھی جنھیں فیصلہ معلوم ہونے کی بے چینی تھی عمروعاص نے ابوموسیٰ کو آگے کیا اور کہا آپ تقریر کیجئے ابوموسیٰ نے کہا پہلے تم تقریر کرو۔

عمروعاص بولے۔ سبحان اللہ آپ بزرگ ترین اصحاب پیغمبر میں سے ہیں بھلا میں آپ پر سبقت کیسے کرسکتا ہوں خدا کی قسم ہرگز یہ نہ ہوگا۔

ابوموسیٰ نے کہا تمھارے دل میں کچھ کھوٹ تو نہیں۔

عمروعاص نے پھر قسمیں کھائیں اور پوری طرح وفاء عہد کا یقین دلایا۔ (عقد فرید ج ۳ ص ۱۱۵)

عبداللہ بن عباس بھی اس سارے تماشے کو دیکھ رہے تھے وہ سمجھ گئے کہ عمروعاص' ابوموسیٰ کو چرکا دینے والے ہیں انھوں نے ابوموسیٰ سے کہا:۔

ابوموسیٰ ہوشیاری سے مجھے یقین ہے کہ عمروعاص تمھارے ساتھ چال چلنے والے ہیں اگر تم دونوں میں کسی بات پر اتفاق ہوگیا ہے تو پہلے عمروعاص کو بولنے دو جب وہ کہہ چکیں تو پھر تم تقریر کرو۔ عمروعاص انتہائی غدار شخص ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ انھوں نے اپنی رضامندی تو تم پر ظاہر کردی ہے لیکن جب تم لوگوں کے سامنے اپنا فیصلہ سنا چکو گے تو یہ تمھاری مخالفت کردیں گے۔ (تاریخ طبری جلد ۶ ص ۳۹)

مگر ابوموسیٰ نے ابن عباس کی گفتگو پر دھیان نہ دیا وہ تقریر کرنے کھڑے ہوگئے حمد وثنائے الٰہی کے بعد بولے۔

"لوگو! ہم نے امت مرحومہ کے معاملہ میں غور کیا اور دونوں اس کی بہتری پر متفق ہوگئے ہیں ہمارے نزدیک علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کرنا اور جس کسی کو لوگ پسند کریں اُسے خلیفہ بنادینا چاہیے ہم نے ان دونوں کو برطرف کردیا ہے اب تم جس کو لائق سمجھو خلیفہ بنالو۔"

جب ابوموسیٰ اپنی تقریر ختم کرچکے تو عمروعاص اُٹھے اور حمد وثنا کے بعد کہنے لگے۔

کو بحال رکھتا ہوں کیونکہ وہ عثمان خلیفہ مقتول کے ولی و وارث اور اُن کے قائم مقام ہونیکے مستحق ہیں"۔

ابو موسیٰ یہ تقریر سنتے ہی بھڑک اُٹھے۔

"یہ کیا؟ خدا تم پر لعنت کرے۔ تمھاری مثال تو بعینہٖ اُس کُتّے کی ہے جس پر اگر بوجھ لادا جائے تو ہانپتا ہے نہ لادا جائے تو بھی ہانپتا ہے"۔

عمرو عاص نے اُنھیں ڈانٹ بتائی۔

"اور آپ اس گدھے جیسے ہیں جس پر کتابیں لادی گئی ہوں۔

(سیرۃ علویہ شاہ محمد علی حیدر کاکوروی۔ الامامۃ و السیاست جلد ۱ ص۱۴۳)

سچ ہے دونوں ہی ویسے تھے جیسے ایک دوسرے کی اُنھوں نے تعریف کی مکر و فریب کے اس شرمناک مظاہرے سے وہ فتنہ و فساد رونما ہوا جس کی تباہکاریوں سے مسلمان ہمیشہ کیلئے ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے اس شرمناک فتنہ کو کھڑا کر کے ابو موسیٰ مکہ کی طرف بھاگ گئے عمرو عاص معاویہ کے پاس آئے اور اُنھیں امیر المومنین کہہ کر خلافت کا سلام کیا۔ (سیرہ علویہ الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم ص۱۱)

ابو موسیٰ کے اس فیصلہ کی خبر جب عام ہوئی اور عراق والوں تک اسکی تفصیل پہونچی تو اُنکے باہمی اختلافات اور زور پکڑ گئے فتنہ فساد پہلے ہی سے برپا تھا اس میں مزید شدت پیدا ہو گئی صورت حال کی پیچیدگی کے بنا پر ضروری تھا کہ ابو موسیٰ اور عمرو عاص کے اس فیصلہ کو روشنی میں لایا جائے اور اس اشتباہی کیفیت کو دور کیا جائے جس سے سب ہی دوچار تھے۔ امیر المومنینؑ نے امام حسن کو تقریر کرنے کا حکم دیا آپ نے بالائے منبر جا کر ارشاد فرمایا۔

"لوگو! تم نے ان دونوں حکموں ابو موسیٰ اور عمرو عاص کے متعلق بہت باتیں کیں یہ دونوں اس لئے حکم بنا کر بھیجے گئے تھے کہ ہوا و ہوس کے مقابلہ میں کتاب الٰہی سے فیصلہ کریں مگر ان دونوں نے کتاب الٰہی کے مقابلہ میں ہوا و ہوس سے فیصلہ کیا ایسا شخص حکم نہیں کہا جا سکتا محکوم علیہ البتہ ہوگا۔ عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری) نے عبد اللہ بن عمر کا نام تجویز کر کے سخت خطا کی۔ اس بارے میں اُن سے تین غلطیاں ہوئیں پہلی غلطی تو یہ کہ اُنھوں نے عبد اللہ بن عمر کا نام تجویز کر کے حضرت عمر کی مخالفت کی حضرت عمر نے تو عبد اللہ کو اپنے بعد خلافت کا اہل نہیں جانا نہ اسی لائق سمجھا کہ ممبران شوریٰ میں وہ بھی رکھے جائیں دوسری غلطی یہ کہ خود عبد اللہ بن عمر اپنے معاملات پر قابو نہیں رکھتے۔ تیسری غلطی یہ کہ عبد اللہ بن عمر کے متعلق مہاجرین و انصار کا اتفاق نہیں تھا حالانکہ ہوتا یہی آیا تھا کہ خلافت کا انتخاب مہاجرین و انصار کی رائے سے ہوتا تھا اور وہ جو طے کر دیتے تھے تمام لوگوں کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ رہ گئی یہ بات کہ حکم بنائے ہی کیوں گئے تو یہ یوں قابل اعتراض نہیں کہ خود پیغمبرؐ نے حکم بنائے آپ نے سعد بن معاذ کو بنی قریظہ میں حکم بنا کر بھیجا اور اُنھوں نے ایسا فیصلہ دیا جس پر خدا راضی ہوا۔ یقیناً اگر وہ حق کے خلاف فیصلہ دیتے

امام حسنؑ نے اپنی اس تقریر میں بڑی جامعیت سے ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جن پر بنیاد تھی تمام اختلافات وفساد کی آپ نے کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا۔ نہ کسی قیل وقال کی گنجائش باقی رکھی آپ نے بتایا کہ فیصلہ کرنے کے لیے جس شخص کا بھی انتخاب ہو اس کا فیصلہ اسی صورت میں قابل قبول ہوگا جب وہ حق کے ساتھ فیصلہ دے ہوا وہوس اور نفسانی خواہشوں کی طرف مائل نہ ہو ابوموسیٰ نے اپنے فیصلہ میں حق کی متابعت نہیں کی بلکہ اپنے جذبات ومیلانات کی اطاعت کی اُنھوں نے عبداللہ بن عمر کا نام محض اسلئے تجویز کیا کہ یہ اُن کے چہیتے تھے حالانکہ اُنھیں عبداللہ بن عمر کو اُن کے باپ عمر بن خطابؓ نے تو خلافت ہی کے لائق سمجھا نہ اسی قابل کہ ممبران شوریٰ میں سے ایک وہ بھی ہوں پھر انتخاب خلیفہ کی بنیادی شرط یہ ہے کہ مہاجرین وانصار بھی اتفاق کریں حالانکہ یہاں مہاجرین انصار ان کا نام بھی زبان پر نہیں لائے۔

اس کے بعد آپ نے خوارج کے اس نظریہ کی تردید کی کہ انسانوں کو حکم بنایا ہی نہیں جاسکتا آپ نے بتایا کہ خود پیغمبرؐ نے سعد بن معاذ کو بنی قریظہ کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لیے حکم مقرر کر کے بھیجا تھا اگر حکم مقرر کرنا ناجائز ہوتا تو پیغمبر کبھی ایسا نہ کرتے۔

اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ پھر فوجیں مرتب ہوں اور شام پر پوری طاقت سے فوج کشی کیجائے امیرالمومنینؑ نے فیصلہ حکمین کی اطلاع پانے کے بعد ہی منبر پر خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

مہربان وتجربہ کار ناصح کی مخالفت کا نتیجہ سوا حسرت وندامت کے اور کچھ نہیں میں نے اس تحکیم کے متعلق اپنی رائے پہلے ہی ظاہر کردی تھی مگر تم نے ہماری ایک نہیں مانی تم مخالفت اور سرکشی پر تُل گئے ......آگاہ ہو کہ دونوں حکموں نے حکم قرآن پس پشت ڈالا اپنی اپنی رائے اور خواہش نفسانی کی پیروی کی پھر اس کے بعد کسی بات پر دونوں متفق بھی نہ ہوئے...... جب ان کا فیصلہ قرآن وسنت کے خلاف ہے تو ایسے فیصلہ سے خدا اور اُس کے رسول دونوں بیزار ہیں اور خدا کے نیک بندے بھی اس سے ناراض ہیں...... تم سب اہل شام سے لڑنے کے لیے تیار ہوجاؤ اور سامان سفر پھر درست کرلو۔ دوشنبہ کی صبح کو لشکر پوری طرح تیار ہو کر شام کی جانب روانہ ہوجائے۔ (الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم صـ۱۱۴ سیرۃ علویہ وغیرہ)

امیرالمومنینؑ نے روانگی کی تیاریاں کرنا شروع کردیں لوگوں نے بھی پوری آمادگی ظاہر کی خوارج کے متعلق توقع تھی کہ وہ بھی اس جنگ میں پورے جوش وخروش سے کام لیں گے یہ لوگ چونکہ تحکیم کے خلاف تھے اسلئے یہ توقع بیجا بھی نہیں تھی مگر ان لوگوں نے بجائے ساتھ دینے کے فتنہ فساد پھیلانا شروع کردیا، ان لوگوں نے کوفہ سے منتقل ہو کر نہروان میں سکونت اختیار کرلی تھی اور وہاں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا جس کسی مسلمان کو پاتے قتل کردیتے جو قافلہ ادھر سے گزرتا لوٹ لیا جاتا۔ پیغمبر خدا کے ایک جلیل القدر صحابی عبداللہ بن خباب

"کون ہو تم؟"

"میں ایک مردِ مومن ہوں"

"علی ابن ابی طالبؑ کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟"

"وہ امیر المومنینؑ اور خدا و رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے مسلمان ہیں"

"تمھارا نام کیا ہے؟"

"میں عبداللہ ہوں خباب بن الارت صحابی رسول اللہؐ کا فرزند ہوں"

"کیا ہم نے تمھیں ڈرا دیا ہے؟"

"ہاں"

"ڈرو نہیں .... ہم سے اپنے باپ کی بیان کی ہوئی کوئی حدیث بیان کرو جسے انھوں نے رسول اللہؐ سے سنا ہو شاید ہمیں اس سے فائدہ ہو۔

"میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہؐ کو ارشاد فرماتے سنا کہ عنقریب ایسا فتنہ و فساد ہوگا جس میں انسان کا دل مردہ ہو جائے گا۔ جس طرح اس کا بدن مردہ ہو جاتا ہے صبح کے وقت با ایمان ہوگا شام ہوتے ہوتے کافر ہو جائے گا۔

"ہم تم سے یہی حدیث سننا چاہتے تھے اچھا یہ بتاؤ تحکیم قبول کرنے اور فیصلہ حکمین کے بعد علیؑ کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟"

"علیؑ تمھارے مقابلہ میں کتاب اللہ کو زیادہ سمجھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں"

خوارج نے کہا یہی سننے کے لیے ہم نے تم سے پوچھا تھا خدا کی قسم ہم تمھیں اس طرح قتل کریں گے جس طرح کسی کو قتل نہ کیا ہوگا۔ یہ کہہ کر اُن کی مشکیں کس لیں اور اُن کو اُن کی بیوی سمیت جو حاملہ تھیں کھجور کے درخت کے نیچے لائے وہ درخت پختہ کھجوروں سے لدا ہوا تھا اتفاق سے ایک دانہ اوپر سے گرا جس کو ایک خارجی نے اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ اُس پر دوسرا خارجی بولا۔

"تم نے ناجائز کھایا!"

اُس خارجی نے اُسی وقت منہ سے نکال کر پھینک دیا۔ ادھر سے ایک سور گزرا جو کسی ذمی کا تھا ایک خارجی نے تلوار کھینچ کر اس سور کو مار ڈالا خوارج نے کہا۔

"یہ زمین میں فساد پھیلانا ہے"

وہ خارجی اُس پر نادم ہوا اور مالک کو تلاش کر کے دے دلا کر راضی کر لیا۔ عبداللہ یہ حرکتیں دیکھ رہے

یہ جو کچھ میں نے دیکھا اگر یہ خلاف شرع ہے تو مجھے تم سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں میں اسلام میں کسی بدعت کا مرتکب نہیں ہوا جو میرے خون کو مباح کر دے، تم لوگوں نے خود بھی مجھے اطمینان دلایا ہے اور اپنی زبان سے کہہ چکے ہو کہ ڈرو نہیں"

خوارج نے اُن کی باتوں پر دھیان نہ دیا نہر کے کنارے لائے اُسی سور پر انھیں لٹایا جسے تھوڑی دیر پہلے مار چکے تھے اور ذبح کر ڈالا۔ پھر اُن کی بیوی کی طرف مڑے وہ خوف سے کانپ رہی تھی اُس نے گڑگڑا کر کہا بھی "میں عورت ذات ہوں خدا سے ڈرو" مگر ان خارجیوں نے اس کا پیٹ چاک کر کے مار ڈالا۔ ساتھ میں قبیلہ بنی طے کی تین عورتیں تھیں انھیں بھی قتل کیا ام سنان صیداویہ کو بھی مار ڈالا جسے پیغمبرؐ کی صحبت کا شرف حاصل تھا اسی پر بس نہیں ہوئی اُن کی جرأتیں اتنی بڑھیں کہ جو بھی مل جاتا اُسے لوٹ لیتے، قتل کر ڈالتے اس پاس کی جتنی آبادیاں تھیں سبھی کی جان عذاب میں تھی۔

امیر المومنینؑ شام کی طرف روانہ ہی ہونے والے تھے کہ ان واقعات کی آپ کو خبر ملی آپ نے حریث بن مرہ عبدی کو بغرض تحقیق حال روانہ کیا لیکن خارجیوں نے اُن کو بھی قتل کر دیا جب قاصد کے قتل کی خبر لشکر میں پہونچی تو لشکر والوں نے متفق ہو کر عرض کیا۔

"امیر المومنینؑ اگر ہم نے ان خارجیوں کو چھوڑ دیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے پیچھے ہمارے اہل و عیال پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دیں اور ہمارے مال و اسباب لوٹ لیں ہمیں پہلے ان کا سر کچلنا چاہیئے جب ہم ان سے فارغ ہو جائیں گے تب شام چلیں گے"

امیر المومنینؑ نے اس رائے کو مناسب سمجھا اور اندازہ کیا کہ خارجیوں کا خطرہ معاویہ کے خطرے سے کہیں زیادہ سخت و شدید ہے معاویہ تو دور تھے یہ سر ہی پر تھے آپ ہی کے علاقہ میں اگر آپ شام کی طرف معاویہ سے جنگ کے لئے جاتے ہیں تو یقینی ہے کہ یہ بہت زیادہ نقصان پہونچائیں کیونکہ یہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر اور ان کے قتل و غارت کو مباح سمجھتے تھے۔ آپ نے لشکر کو پہلے انھیں کی طرف چلنے کا حکم دیا وہاں پہونچ کر آپ نے اُن سے تھوڑے فاصلہ پر قیام کیا اور قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ:-

عبداللہ بن خباب اور حریث بن مرہ کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دو ہم تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

خوارج نے جواب میں کہلا بھیجا

"ہم نے انھیں قتل کیا ہے اور ہم سب ان کا اور تمہارا خون بہانا حلال سمجھتے ہیں"

آپ نے اپنے اصحاب میں سے کئی اشخاص کو سمجھانے بجھانے کے لئے روانہ کیا سب ناکام واپس آئے آخر آپ خود اُن کے مقابل تشریف لائے اور فرمایا:-

اے لوگو! یاد رکھو میرا کہنا مانو ایسا نہ ہو کہ کل لوگ تم پر لعنت کریں اور تم اس نہر کے کنارے مقتول ہو تمہاری

ہے: ان لوگوں کو دین سے کوئی سروکار ہے نہ قرآن سے کوئی تعلق میں تم سے زیادہ ان کو جانتا ہوں میں نے انھیں بچپن میں بھی دیکھا اور جوانی میں بھی بچپن میں یہ بدترین بچے تھے اور جوانی میں بھی بدترین جوان یہ سب کے سب مکار و فریبی ہیں تم ان کی بات مان کر احتیاط و دور اندیشی سے دور ہو جاؤ گے مگر تم لوگوں نے میری نافرمانی کی اور مجھے مجبور کیا کہ تحکیم کو ضرور ہی قبول کر لوں بچار و ناچار مجھے قبول کرنا ہی پڑا پھر بھی میں نے یہ شرط کر دی اور دونوں حکموں سے قول و قرار لے لیا کہ وہ اسی چیز کو زندہ کریں گے جسے قرآن نے زندہ کیا اور اس چیز کو مردہ کریں گے جسے قرآن نے مردہ کیا ہے مگر ان دونوں حکموں نے بدعہدی کی اپنی خواہش نفسانی کے مطابق فیصلہ کیا اس لیئے ہم نے اُن کے فیصلہ کو ٹھکرا دیا۔ ہم اپنی پہلی ہی بات پر قائم ہیں تم تہارے کیسی خبریں تمہارے متعلق سننے میں آرہی ہیں اور کیوں فتنہ و فساد پر تم لوگ تلے ہوئے ہو؟"

خوارج نے کہا:۔

"ہم نے حکم مقرر کر کے خطا کی ہم کافر ہو گئے تھے ہم نے اپنے کفر سے توبہ کی اگر آپ بھی اپنے کفر کا اقرار اور ہماری طرح توبہ کیجئے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اگر آپ کو توبہ سے انکار ہے تو ہم آپ سے لڑیں گے"

امیر المومنین ؑ نے فرمایا:۔

"افسوس تمھاری عقلوں کو کیا ہو گیا۔ خداوند عالم پر ایمان لانے۔ ہجرت کرنے اور پیغمبرؐ کی معیت میں جہاد کرنے کے بعد کیسے اپنے کافر ہونے کا اقرار کر لوں۔ وائے ہو تم پر اگر لوگوں نے دو حکم مقرر کیئے اور کہا کہ ٹھیک ٹھیک سوچ سمجھ کر ایسی راہ نکالو جس میں عوام کی بھلائی ہو تو اسکی وجہ سے ہم پر خروج اور ہم سے جنگ کرنا تمھارے لیئے جائز کیسے ہو جائے گا۔ کیا تمھارے لیئے جائز ہے کہ تم اپنے کاندھوں پر تلواریں لے لو اور لوگوں کو مارتے اور اُن کا خون بہاتے پھرو" (الامامت والسیاست جلد ۱ ص ۱۵۵)

خوارج نے جب دیکھا کہ امیر المومنین ؑ سے بحث کا یارا انہیں تو ایک نے دوسرے سے کہا:۔

ان سے بحث نہ کرو، لڑائی کی تیاری کرو، چلو جنت کی طرف چلو۔

مجبوراً امیر المومنین ؑ نے بھی لڑائی کی تیاریاں شروع کیں مگر آپ نے اپنے سپاہیوں کو تاکید کر دی کہ خوارج جب تک حملہ نہ کریں تم بھی اپنے ہاتھ روکے رہنا خوارج نے اپنی پوری طاقت سمیٹ کر امیر المومنین ؑ کے لشکر پر حملہ کیا زبان پر ہر ایک کے یہ نعرہ تھا لاحکم الا للہ امیر المومنین ؑ کا لشکر دو حصوں میں بٹ گیا ایک حصہ خوارج کے دائیں تھا اور دوسرا بائیں دونوں حصوں نے خوارج کی پوری جمعیت کو تیروں کی باڑھ پر دھر لیا اور چند ہی لمحوں میں تمام خوارج ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اُترے صرف ۹ خارجیوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔

جنگ ختم ہونے کے بعد امیر المومنین ؑ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ مقتولین میں ذی الثدیہ[1] کو تلاش کرو اصحاب نے

---

[1] انس صحابی پیغمبرؐ سے مروی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ کے زمانہ میں ایک شخص تھا جسکی عبادت پر ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوتی تھی

بہت ڈھونڈھا مگر اسکی لاش نہ ملی امیرالمومنینؑ بہت مضطرب ہوئے اور فرمایا۔

"قسم بخدا نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا نہ خدا نے مجھے کبھی جھوٹا کیا جاؤ پھر ڈھونڈو مقتولین میں وہ ضرور ہوگا مخبر صادق کی خبر غلط نہیں ہو سکتی۔"

اصحاب پھر تلاش میں نکلے اتفاق سے ایک شخص کو لاش مل گئی وہ خوش ہوکر چلا اٹھا امیرالمومنینؑ وہ شخص مل گیا امیرالمومنینؑ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا میں نے پیغمبرؐ کی طرف کبھی جھوٹی بات منسوب نہیں کی۔"

اس ذی الثدیہ کا ایک ہاتھ ناقص تھا نہ اس میں کہنی تھی نہ کلائی پنجہ۔ بجائے کہنی کے ایک گوشت کا ٹکڑا عورت کے پستان کی شکل کا تھا ایک گھنڈی بشکل پستان اس پر لگی ہوئی تھی جس پر چند بال تھے گوشت کا وہ ٹکڑا کھینچنے سے ربڑ کی طرح بڑھ کر دوسرے ہاتھ کے برابر ہو جاتا چھوڑ دینے سے پھر مونڈھے کے برابر آجاتا۔

خاتمہ جنگ پر امیرالمومنینؑ نے اسلحہ جو ملے جو لشکر خوارج میں ہاتھ لگے اپنے اصحاب میں تقسیم کرا دیئے اور مال و متاع جتنا لادہ اُن خارجیوں کے ورثہ کو پلٹا دیا (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۳۸۵ وغیرہ)

خوارج کا فتنہ فرو ہو گیا اور اُن کے بڑے بڑے سرغنے موت کے گھاٹ اترے مگر خوارج کی یہ جنگ اپنے بعد کے لیے بہت سی مصیبتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس طرح صفین کا خاتمہ بہت سے ہولناک مصائب و آلام کا باعث ہوا۔ ان دونوں لڑائیوں کے نتیجہ میں امیرالمومنینؑ کی قوت گھٹتی گئی ساتھیوں کی ہمتیں پست اور اُن کے ارادے کمزور پڑتے گئے امیرالمومنینؑ جتنے دن زندہ رہے اپنے ہمراہیوں کی بے وفائی سے نالاں اور اپنی زندگی سے بیزار رہے انھیں مصائب کا آگے چل کر امام حسنؑ کو بھی سامنا کرنا پڑا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان نتائج پر بھی روشنی ڈالتے چلیں جو جنگ صفین و نہروان کے سبب رونما ہوئے۔

(بقیہ صفحہ ۱۵۷)

سے عرض کیا یا رسول اللہ یہی وہ شخص ہے آنحضرتؐ نے اسے دیکھا اور دیکھ کر فرمایا تم لوگ مجھ سے ایک ایسے شخص کے متعلق گفتگو کر رہے ہو جس کے چہرے سے شیطان نمایاں ہے وہ شخص آیا اور آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا مگر آپ کو سلام نہیں کیا رسول اللہ نے اُس شخص سے فرمایا تم ہی نے لوگوں کے مجمع میں یہ بات کہی تھی کہ مجھ سے کوئی افضل ہے نہ بہتر اُس نے کہا جی ہاں۔ پھر وہ شخص گیا اور جا کر نماز میں مشغول ہو گیا۔ رسول اللہ نے فرمایا کون شخص ہے جو جا کر اسے قتل کر ڈالے حضرت ابوبکر نے کہا میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں وہ گئے دیکھا کہ وہ شخص نماز میں مشغول ہے حضرت ابوبکر نے کہا سبحان اللہ نماز گزار شخص کو کیونکر میں قتل کر سکتا ہوں۔ رسول اللہ نماز گزاروں کے قتل سے منع بھی فرما چکے ہیں وہ واپس آئے رسول اللہ نے پوچھا کہو کیا کیا ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ اس کا قتل کرنا مجھے گوارا نہ ہوا آنحضرت نے پھر اپنے اصحاب سے فرمایا تم میں کون ایسا ہے جو جا کر اس شخص کو قتل کر دے ابکی حضرت عمر تیار ہوئے وہ گئے دیکھا کہ وہ شخص اپنی پیشانی خاک پر رکھے ہوئے ہے حضرت عمر نے دل میں سوچا کہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں جب انھوں نے اُس کو قتل کرنا مناسب نہیں سمجھا تو میں کیسے قتل کر سکتا ہوں وہ بھی واپس آئے رسول اللہ نے پوچھا کیا کیا حضرت عمر نے کہا میں نے دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی خاک پر رکھے ہے مجھے گوارا نہ ہوا کہ اُسے قتل کروں رسول اللہ نے پھر فرمایا کہ کون ہے جو اُسے جا کر قتل کرے

امیر المومنینؑ کو دونوں لڑائیوں کے اختتام پر لشکر والوں کی سرکشی، باہمی اختلاف، پست ہمتی اور لڑائی سے گریز کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ تمام باتیں ایک تو ان مقتولین کی وجہ سے رونما ہوئیں جو آپ کے لشکر میں ہلاک ہوئے جنگ جمل میں آپ کے بہت سے سپاہی مقتول ہوئے جنگ صفین تقریباً ۳ مہینے برپا رہی اور اس ۳ مہینے میں ہزاروں افراد کام آئے۔ خوارج بھی کوئی غیر نہ تھے نہ باہر سے آئے آپ ہی کے لشکر کے سپاہی تھے جو گمراہ ہو کر لڑنے مرنے پر تیار ہوئے اور نہروان میں اُن کی پوری جمعیت موت کے گھاٹ اُتری۔ ان مقتولین کے بہت سے اعزہ و رشتہ دار ہم خاندان وہم قبیلہ آپ کے لشکر میں تھے۔ ایک خاندان ایک گھرانے کے متعدد افراد جب ہلاک ہو جائیں تو خاندان کے باقی افراد کا محزون واندوہگیں ہونا فطری بات ہے کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں صف ماتم نہ بچھی ہو اور دو چار آدمی قتل نہ ہوئے ہوں

دوسرا سبب اس سرکشی و تمرد کا معاویہ کا جوڑ توڑ اور رشوت ستانیاں تھیں جس نے عراق والوں کو دنیا کی محبت میں مبتلا کر کے اُن کی نیتیں فاسد کر دی تھیں پیغمبرؐ کے انتقال کے بعد ۲۵ برس میں مسلمانوں کی فطرتیں اسقدر زنگ آلود ہو گئی تھیں کہ اُن میں حق کی حمایت کا وہ جوش وخروش ہی باقی نہ رہا تھا رسول اللہ کی زندگی میں مسلمان اُسی وقت تلوار اُٹھاتے تھے جب دشمن اُن پر حملہ آور ہوتا تھا کفار ومشرکین پہل کر بیٹھتے تھے، پیغمبرؐ کے انتقال کے بعد پرائے ملکوں پر جتنی چڑھائیاں ہوئیں وہ صرف توسیع مملکت اور دنیا بھر کے مال کو لوٹ کر اپنے گھروں میں لا ڈالنے کے لئے ہوئیں جب تک اُن کا گھر بھرتا رہا حاکم وقت کے دست وباز و بنے رہے اور جب حکومت کی طرف سے کمی ہونے لگی اور حضرت عثمان نے صرف اپنے عزیزوں کے گھر بھرنے شروع کئے تو وہی تلواریں ان کے مقابلہ میں کھنچ گئیں اور اب امیر المومنینؑ کی نصرت حمایت میں اُن کی تساہلی بھی اسی بناء پر تھی کہ اُن کی امیدیں بر نہ آئیں وہ توقعات پورے نہ ہوئے جو حضرت عثمان کی ہلاکت سے اُنھوں نے قائم کر رکھے تھے۔

معاویہ لوگوں کی دکھتی ہوئی رگ سے واقف تھے لہذا اُنھوں نے کوفہ والوں کو اُن کے گھر بیٹھے ہی مال ودولت سے مالا مال کر دیا کہ جب پیٹ بھرا رہے گا تو خواہ مخواہ آرام کی سُوجھے گی۔ معاویہ جنگ صفین میں ایک تجربہ کر چکے تھے شام کے بھرے ہوئے خزانے اور اُن کی تدبیروں نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا تھا اگر خطرہ ابھی برطرف نہیں ہوا تھا۔ لہذا وہی تجربہ پھر کیوں نہیں کرتے جن لوگوں کو پہلے آلۂ کار بنایا گیا تھا وہ لوگ اب بھی علیؑ کے لشکر میں موجود تھے اور امیر المومنینؑ سے کٹ کر اسی لیے شام نہ گئے تاکہ امیر المومنینؑ کی تیاریوں پر نظر رکھیں اور اپنی تدبیروں سے اُن کو بیکار بناتے رہیں۔

فیصلۂ تحکیم کے بعد شام کی طرف روانگی کی پوری تیاری ہو چکی تھی لیکن ان لوگوں نے اپنی چالبازیوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۸)

مگر وہاں پہونچنے پر معلوم ہوا کہ وہ شخص جا چکا ہے آکر رسولؐ کو خبر دی آں حضرت نے فرمایا اگر یہ شخص آج قتل کر دیا گیا ہوتا تو پھر

ہوگئی تو اب تھکن اور اسلحوں کے ختم ہو جانے کا عذر کر کے ایسی صورت پیدا کر دی کہ پھر شام جانے کی نوبت نہ آئی۔ امیر المومنینؑ کے یہ کہنے پر کہ خوارج کا قصہ ختم ہو چکا اب تم فوراً شام کی طرف چل پڑو لشکر والوں نے کہا:۔

"امیر المومنینؑ ہمارے تیر ختم ہو گئے تلواریں کند ہو گئیں، نیزوں کی سنانیں بیکار ہو گئیں آپ فی الحال کوفہ واپس چلیں تاکہ کسل رفع ہو جائے اور تازہ اسلحے بھی فراہم ہو جائیں۔ بہت ممکن ہے کہ اور لوگ بھی ہمارے ساتھ ہو جائیں اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری قوت زیادہ ہو گی۔"

امیر المومنینؑ نے بہت کوشش کی کوفہ واپس جانے کے بجائے شام ہی کی طرف لشکر والوں کے قدم اٹھیں مگر لشکر والے تیار نہ ہوئے ایک ایک کر کے کھسکتے گئے کوئی کوفہ چلا گیا کوئی آس پاس کی آبادیوں میں جہاں اس کے اہل وعیال تھے، ساری چھاؤنی خالی ہو گئی جو لوگ چلے گئے تھے پھر واپس نہ ہوئے جو باقی رہ گئے تھے وہ جانے کے لئے بیتاب تھے امیر المومنینؑ کے پاس صرف گنتی کے چند رفقا وانصار اور سرداران فوج رہ گئے مجبوراً امیر المومنینؑ بھی کوفہ واپس ہوئے، یہاں آنے کے بعد بھی آپ برابر کبھی نرمی سے کبھی سختی سے لوگوں کو دشمن سے جنگ کی ترغیب دیتے رہے مگر روانگی تو الگ رہی روانگی کا ارادہ تک بھی انھوں نے ظاہر نہ کیا۔

(۲) سچے بہی خواہوں کا فقدان

ان لڑائیوں کے نتیجہ میں امیر المومنینؑ کو سب سے بڑا نقصان یہ پہونچا کہ آپ کے بہت سے مخلص، بہی خواہ اصحاب باقی نہ رہے، وہ جلیل القدر نمودار اصحاب جن کی راست کرداری وہ وفا شعاری پر آپ کو بھروسہ تھا جن کے مشورے ہمدردی پر مبنی ہوتے جن کی رائیں مخلصانہ ہوتیں، مہاجرین وانصار کے منتخب روزگار افراد جنھوں نے دین کی حفاظت وبقا کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا جن کی شاندار خدمات نے دین کی بنیادیں مستحکم کیں اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو آپ کے لشکر میں ایسا ہولناک تفرقہ ہی نہ پڑتا جس نے جنگ کی بساط الٹ کر رکھ دی، ان مجسمۂ صدق ووفا صحابیوں کو امیر المومنینؑ ہمیشہ یاد کرتے رہے۔ ان کی وفاداری اور اخلاص یاد کر کے آپ کی آنکھیں آنسو بہانے لگتیں اور ان کی غیر موجودگی سے دل پر چوٹ سی لگتی۔ منبر پر ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ان اصحاب کا ذکر آگیا آپ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"......... بھلا ہمارے بھائی بندوں کو جن کے خون صفین میں بہائے گئے اس سے کیا نقصان پہونچا کہ آج وہ زندہ موجود نہیں (یہی ناکہ) اگر وہ ہوتے تو تلخ گھونٹوں کو گوارا کرتے اور گدلا پانی پیتے خدا کی قسم وہ خدا کے حضور میں پہونچ گئے اس نے ان کو پورا پورا اجر دیا اور خوف وہراس کے بعد انھیں امن وچین والے گھر میں اتارا۔ کہاں ہیں وہ میرے بھائی کہ جو سیدھی راہ پہ چلتے رہے اور حق پر گزر گئے۔ کہاں ہیں عمار اور کہاں ہیں ابن تیہان[1]

---

[1] مالک ابن تیہان بن مالک اوسی۔ یہ بزرگ مدینہ کے ان چھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے سب سے پہلے پیغمبرؐ سے مکہ میں ملاقات کی تھی

[illegible]

اس کے بعد حضرت نے ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور دیر تک رویا کئے۔ پھر فرمایا۔

"...... آہ میرے وہ بھائی کہ جنھوں نے قرآن کو پڑھا تو اُسے مضبوط کیا۔ اپنے فرائض میں غور و فکر کیا تو انھیں ادا کئے۔ سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ جہاد کے لئے انھیں بلایا گیا تو اُنھوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر کامل یقین کے ساتھ بھروسہ کیا تو اسکی پیروی بھی کی ......"

(ترجمہ نہج البلاغہ مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

اس خطبہ کا ایک ایک حرف شاہد ہے کہ ان منتخب روزگار رفیقوں کی موت کا کتنا گہرا صدمہ تھا آپکے دل پر۔ ان باوفا اصحاب کے گذر جانے کے بعد جو آپ کی نفسیاتی کیفیت سے واقف اور آپ ہی جیسا انداز فکر رکھتے تھے جینے کی کوئی خواہش آپ کے دل میں باقی نہ تھی۔ جنگ صفین میں ان مخلصین کی شہادت کے بعد امام بے یار و مددگار رہ گئے۔ اپنی اتنی بڑی جمعیت میں کوئی بھی ایسا آپ کو نظر نہیں آتا تھا جسے اپنا دست و بازو سمجھیں اور اپنے مشن کی تبلیغ اور مقصد کی اشاعت میں بھروسہ کے لائق جانیں۔ معاویہ کی حالت اس سے جداگانہ تھی اس میں شک نہیں کہ اُن کے سپاہی زیادہ تعداد میں مقتول ہوئے مگر اُن کے خاص افراد بھی محفوظ و سلامت رہے اُنھیں کوئی گزند نہ پہونچا۔ امیر المومنینؑ کے رفقا حق کی حمایت کے جذبہ میں بے چین ہو ہو کر دشمن پر حملہ کرتے اُنھیں بس یہ فکر تھی کہ باطل کا قلع قمع ہو جائے جان کی اُنھیں پروا نہ تھی برخلاف معاویہ کے ساتھیوں کے کہ وہ عوام الناس کو جنگ کی آگ میں جھونک کر اپنی جان کی حفاظت کیا کرتے۔ یہ ظاہر ہے کہ حق پر چلنے والے ہمیشہ کم تعداد میں رہے باطل پرستوں کی تعداد اُن کے مقابلہ میں کہیں زیادہ رہی۔ معاویہ نے اپنے ارد گرد ان تمام افراد کو اکٹھا کر لیا تھا جنھیں دین کی کوئی رغبت نہیں تھی البتہ دنیا ہر چیز

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷)

ایک قول یہ ہو کہ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے ہمراہ شریک ہوئے اور اسکے کچھ ہی دنوں بعد انتقال کیا۔ اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۷ استیعاب میں ہے کہ مالک بن تیہان جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے ہمراہ شریک ہوئے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ امیر المومنینؑ کی لفظیں بھی اسی کی مؤید ہیں۔

سلہ ذو الشہادتین یعنی خزیمہ بن ثابت بن فاکہ انصاری اوسی انکی کنیت ابو عمارہ تھی۔ پیغمبرؐ نے ان کی اکیلی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے سوار بن قیس محاربی سے ایک گھوڑا خریدا۔ ابن قیس نے بعد میں انکار کر دیا کہ آپنے نہیں خریدا تھا۔ خزیمہ بن ثابت نے پیغمبرؐ کی تصدیق کی اور خریدنے کی گواہی دی۔ آں حضرتؐ نے پوچھا تم اُس وقت موجود بھی نہ تھے تم نے کیسے گواہی دی؟ خزیمہ نے کہا حضورؐ جب ہم آپ کی لائی ہوئی باتوں کو سچ سمجھے اور یقین کیا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں حق فرماتے ہیں آپ اپنے دعوائے نبوت میں سچے ہیں تو پھر گھوڑے کی خریدے متعلق آپکے دعوے کو سچا کیوں نہ سمجھتے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا خزیمہ جس کے حق میں یا جسکے خلاف گواہی دیدیں وہ کافی ہوگی دوسرے گواہ کی حاجت نہیں۔ جنگ بدر و احد اور تمام غزوات میں پیغمبرؐ کے شریک رہے۔ جنگ جمل و صفین ہمیں موجود تھے

[illegible]

...

(۴۳) مملکت اسلامیہ پر معاویہ کی غارتگری۔

معاویہ نے دیکھا کہ عراق میں علیؑ کی حکومت کا معاملہ دگرگوں ہے اُن کے ساتھی ٹوٹتے جا رہے ہیں اُن میں پست ہمتی آ چکی ہے وہ کمزور ہو چکے ہیں سرکشی اتنی پیدا ہو چکی ہے کہ علیؑ کا قابو اُن پر باقی نہ رہا اُنھوں نے آپ کے شہروں پر یکے بعد دیگرے چھاپے مارنے شروع کئے ایک بہت بڑا لشکر مصر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ مصر پر ہمیشہ ہی سے عمرو عاص کے دانت رہے ہیں اور اسی کی حکومت کے وعدہ پر اُنھوں نے معاویہ کا ساتھ دینا منظور کیا تھا۔ معاویہ نے انھیں کی قیادت میں لشکر روانہ کیا۔ عمرو عاص دھوکہ فریب سے کام لے کر مصر میں داخل ہو گئے محمد ابن ابی بکر کو جو حضرت امیرالمومنینؑ کی طرف سے وہاں کے گورنر تھے دردناک طریقہ پر مار ڈالا امیرالمومنینؑ کے ساتھی سُستی و کاہلی ہی میں پڑے رہے اور وہاں پورا علاقہ مصر کا دشمن کے قبضہ میں چلا گیا۔ اُنھوں نے امیرالمومنینؑ کی باتوں پر توجہ دی نہ دشمن سے مقابلہ کے لئے گھر سے نکلنا گوارا کیا۔ دوسرا لشکر معاویہ نے بسر[1] بن ارطاۃ کی سرکردگی میں حجاز و یمن کی طرف بھیجا۔ بسر مدینہ پہونچا جہاں کے حاکم اُس وقت ابو ایوب انصاری تھے۔ تاب مقاومت نہ پاکر وہ مدینہ سے رخصت ہو گئے۔ بسر مدینہ میں داخل ہوا لوگوں کے مجمع میں تقریر کی اُنھیں خوب گالیاں دیں کہا۔

"میں تمھیں اتنی دردناک اذیتیں پہونچاؤں گا کہ مومنین کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں"۔

اس کے بعد اُس نے بہت سے مکانات میں آگ لگوا دی پھر وہاں سے مکہ پہونچا وہاں کے عامل قثم بن عباس تھے وہ بھی وہاں سے نکل بھاگے بسر نے مکہ میں داخل ہو کر مکہ والوں کو خوب گالیاں دیں اور زجر و توبیخ کی۔ وہاں سے یمن پہنچا جہاں کے گورنر عبیداللہ بن عباس تھے یہ بھی تاب مقاومت نہ پاکر یمن سے کوفہ چلے گئے بسر نے یمن میں داخل ہو کر لوگوں سے زبردستی معاویہ کی بیعت لی۔ عبیداللہ بن عباس کے دو کمسن بچوں کو ڈھونڈھا جنھیں وہ چھوڑ گئے تھے جب مل گئے تو حلال کر ڈالا۔ (تاریخ ابوالفداء جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

امیرالمومنینؑ کو جب اسکی تباہ کاریوں کی اطلاع ملی تو آپ نے اسکی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر کوفہ والوں کی بے حسی ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی آپ نے اُن کی سُستی و کاہلی اور نافرمانی سے دل تنگ ہو کر فرمایا۔

"مجھے خبر دی گئی ہے کہ بسر یمن پر چھا گیا ہے۔ بخدا میں تو اب ان لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ عنقریب سلطنت و دولت کو تم سے ہتیا لیں گے۔ اس لئے کہ وہ (مرکز) باطل پر متحد و یکجا ہیں اور تم اپنے (مرکز) حق سے پراگندہ و منتشر ہو۔ تم امر حق میں اپنے امام کے نافرمان اور وہ باطل میں بھی اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار

---

[1] یہ اتنا بڑا ظالم و جفاکار انسان تھا کہ روئے زمین پر اس سے بڑھ کر ظالم نہیں گذرا اُس نے عبیداللہ بن عباس کے دو کمسن بچوں کو حلال کر ڈالا تھا۔ ان کی کمسنی کی پروانہ کی نہ رسول اللہ سے رشتہ داری کا لحاظ کیا۔ قبیلہ ہمدان پر چھاپہ مارا مردوں کو قتل کیا عورتوں کو لونڈیاں

ہیں وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کے ساتھ امانت داری کے فرض کو پورا کرتے ہیں اور تم خیانت کرنے سے نہیں چوکتے وہ اپنے شہروں میں امن بحال رکھتے ہیں اور تم شورشیں برپا کرتے ہو میں اگر تم میں سے کسی کو لکڑی کے ایک پیالہ کا بھی امین بناؤں تو یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اُس کے کنڈے کو توڑ کر لیجائے گا۔

اے اللہ وہ مجھ سے دل تنگ ہو چکے ہیں اور میں اُن سے، وہ مجھ سے اُکتا چکے ہیں اور میں اُن سے۔ مجھے اُن کے بدلے میں اچھے لوگ عطا کر اور میرے بدلہ میں اُنھیں کوئی بُرا حاکم دے۔ خدا اُن کے دلوں کو اسی طرح (اپنے غضب سے) پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھول دیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ تمھارے بجائے میرے پاس بنی فراس بن غنم کے ایک ہی ہزار سوار ہوتے ایسے (جن کا وصف شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ)

اگر تم کسی موقع پر انھیں پکارو تو تمھارے پاس ایسے سوار پہونچیں جو تیز روی میں گرمیوں کے ابر کے مانند ہیں۔"

(ترجمہ نہج البلاغہ مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

امیر المومنینؑ کی ان لفظوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ لشکر والوں میں کتنا فساد پھیل چکا تھا ان کی نیتوں میں کتنا فتور آ چکا تھا معمولی دیانتداری بھی اُن کے اندر باقی نہ رہ گئی تھی۔ ان حالات میں اگر امام حسنؑ خلافت ٹھکرا کر عوام الناس اور معاویہ کے درمیان سے ہٹ گئے ہوں تو کونسے تعجب کی بات ہے ایسے عوام الناس جنھیں حق کا پاس و لحاظ تو الگ رہا اپنی عزت و آبرو کی بھی پروا نہ رہی جو دشمن کو اپنے گھر میں گھستے دیکھیں اور روک ٹوک نہ کریں وہ یقیناً اس قابل ہیں کہ ہوس کے بھیڑیوں کا لقمہ بن جائیں۔

معاویہ نے اتنے ہی پر بس نہ کی بلکہ ایک لشکر جرار سفیان بن عوف کی قیادت میں روانہ کیا کہ خود عراق والوں پر اُن کے علاقہ کے بیچوں بیچ اور اُن کے گھر میں گھس کر حملہ کرے ابو سفیان پہلے ہیت پہونچا وہاں سے انبار آیا جتوں کو تہ تیغ کیا جتنا مال و اسباب ملا سب لوٹ کر چل دیا۔ امیر المومنینؑ کو جب اس ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کی خبر ملی تو آپ کے حزن و اندوہ کی انتہا نہ رہی آپ دیکھتے کہ ایک طرف باطل ہے جسکی قوت و طاقت دن بدن بڑھتی جاتی ہے اُسکو فنا کرنا کیسا مقاومت کی تاب بھی نہیں دوسری طرف اپنے اصحاب ہیں جن کے دل خوف و ہراس سے مملو اور جو ذلت و بزدلی کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ نے ایک دن انتہائی رنج و الم سے بھری ہوئی تقریر کی جس کے لفظ لفظ سے صدمہ و ملال، غیظ و غضب اور اپنے ساتھیوں سے ناامیدی مترشح تھی آپ نے فرمایا۔

".........میں نے اس قوم سے لڑنے کے لئے رات بھی دن بھی علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی تمھیں للکارا اور تم سے کہا کہ قبل اسکے کہ وہ جنگ کے لئے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو خدا کی قسم جن افراد قوم پر اُن کے حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے۔ یہاں تک کہ تم پر غارتگریاں ہوئیں اور تمھارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ اس

ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھر میں گھس جاتا تھا اور اُن کے پیروں سے کڑے ہاتھوں سے کنگن اور گلوبند اور گوشوارے اُتار لیتا تھا اور اُن کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا سوائے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے صبر سے کام لیں خوشامد کریں اس سے رحم کی التجا کریں پھر وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے نہ کسی کے زخم آیا نہ کسی کا خون بہا اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج وملال سے مرجائے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

العجب ثم العجب خدا کی قسم ان لوگوں کا باطل پر ایکا کرلینا اور تمھاری جمعیت کا حق سے منتشر ہونا دل کو مردہ کردیتا ہے اور رنج واندوہ بڑھادیتا ہے، تمھارا برا ہو تم غم وحزن میں مبتلا رہو۔ تم تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو۔ تمھیں ہلاک وتاراج کیا جارہا ہے مگر تمھارے قدم حملے کے لئے نہیں اُٹھتے وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں تم جنگ سے جی چراتے ہو۔ اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو۔ اگر گرمیوں میں تمھیں اُن کی طرف بڑھنے کے لئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ انتہائی گرمی کا زمانہ ہے اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے اور اگر سردیوں میں چلنے کے لئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی کا موسم گذر جائے یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کی باتیں ہیں۔ جب تم سردی اور گرمی سے اسطرح بھاگتے ہو تو پھر خدا کی قسم تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھاگو گے۔ اے مردوں کی شکل وصورت والے نامردو تمھاری عقلیں بچوں کی سی اور تمھاری سمجھ حجلہ نشین عورتوں کی مانند ہے۔ میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا نہ تم سے جان پہچان ہوتی ایسی شناسائی جو ندامت کا سبب اور رنج واندوہ کا باعث بنی ہے اللہ تمھیں مارے۔ تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینے کو غیظ وغضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے غم وحزن کے جرعے پے در پے پلائے نافرمانی کرکے میری تدبیر ورائے کو تباہ کردیا۔" (ترجمہ نہج البلاغہ مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

امیر المومنینؑ کی اس قسم کی تقریریں بعض غیرتمندوں کی غیرت وحمیت کے لئے تازیانہ ضرور ثابت ہوتیں وہ دشمن سے لڑنے بھڑنے کے لئے نکل پڑتے کبھی ایسا ہوتا کہ یہ لوگ وقت پر پہونچ جاتے اور دشمن کو بھاگنے پر مجبور کردیتے کبھی بعد میں پہونچتے جبکہ دشمن اپنا کام کرکے چلا گیا ہوتا۔ لیکن اتنی سی بات سے ہونے والا کیا تھا ضرورت تھی پوری طاقت سے دشمن پر حملہ کرکے اُسکی ایسی سرکوبی کردی جائے کہ قصہ ہی پاک ہو مگر یہاں جیسے عراق والوں میں جان ہی باقی نہ رہی تھی۔ معاویہ روز بروز طاقتور ہوتے جارہے تھے اب اُن کی نظریں عراق پر تھیں اور تمنا تھی کہ کسی طرح علیؑ کو ختم کرکے اپنی راہ کا کانٹا ہمیشہ کیلئے دور کردیں اُنھوں نے ناگہانی اور مسلسل حملوں کا پروگرام بنایا اور اپنے دشمن علیؑ کو اس پر مجبور کردیا کہ وہ صرف دفاع کرتے رہیں جس سے نہ شر کا ازالہ ممکن تھا نہ خرابی کی درستی ممکن تھی۔"

(۴) فتنہ خریت

نہیں ہوا تھا نہ اُن کے نظریات و معتقدات نیست و نابود ہوئے تھے۔ خوارج کی ایک جماعت تو وہ تھی جو علانیہ باغی ہو چکی تھی اور انھیں کی اکثریت نہروان میں تہ تیغ ہوئی لیکن بہت سے ایسے تھے کہ جن کے عقائد و خیالات تو وہی تھے جو خارجیوں کے تھے مگر انھوں نے ازراہ مصلحت علانیہ بغاوت نہ کی بلکہ کوفہ والوں میں گھلے ملے رہے اور اپنے اُن بھائیوں کی آتش انتقام چھپائے جو نہروان میں مقتول ہوئے۔ یہ لوگ سازشیں کرتے لوگوں میں اپنے نظریات و عقائد کی تبلیغ کرتے اور جب بھی موقع ملتا کچھ جمعیت فراہم ہو جاتی جا بجا علم بغاوت بلند کر دیتے۔

امیر المومنینؑ کی زندگی اُس وقت دو حالتوں سے گزر رہی تھی اور کوئی حالت دوسری حالت سے کم جانکاہ نہ تھی ایک اندرونی شورشیں جن کا سلسلہ ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا ایک لڑائی ختم ہوتی تو دوسری لڑائی چھڑ جاتی۔ دوسرے معاویہ کی لوٹ مار اور حدود مملکت پر جا بجا ڈاکے۔ اس کا بھی سلسلہ ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ امیر المومنینؑ ایک رخنہ پُر کرتے تو دوسرا رخنہ پیدا ہو جاتا اور آپ کے اصحاب بُری طرح ہمت ہارے آرام و چین کی زندگی گزار رہے تھے۔ اُن کی بار بڑھ گئی، اُن کی شوکت زائل ہو چکی تھی اور دور دراز تک کا دشمن اُن کے متعلق لالچ کرنے لگا تھا اور گھر کا دشمن یعنی خوارج اُنھیں زیر کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے ان خوارج اور شام والوں میں لاشعوری طور پر خفیہ عہد و پیمان ہو چکا تھا اور اس عہد و پیمان کی بنیاد اس بات پر تھی کہ جتنا ہو سکے علیؑ کو دق کیا جائے اور اُن کی حکومت میں ہر ممکن دشواری پیدا کر دی جائے۔" (الفتنۃ الکبریٰ ڈاکٹر طٰہٰ حسین جلد دوم)

گیارہویں فصل

امیر المومنینؑ کی شہادت

جس زمانہ میں امیر المومنینؑ کی زندگی ان تلخیوں میں کٹ رہی تھی اور آپ سخت ترین آلام و مصائب سے دوچار تھے خوارج کی ایک جماعت مکہ معظمہ میں اکٹھا ہوئی۔ جنگ نہروان میں اُن کے دوست احباب قتل ہوئے اُن کا آپس میں تذکرہ کیا اور کہا کہ ان کا خون تین شخصوں پر ہے۔ علیؑ۔ معاویہ۔ اور عمرو عاص۔ لہٰذا ان تینوں کو ان کے انتقام میں قتل کر ڈالنا ضروری ہے عبد الرحمان بن ملجم حمیری نے کہا میں علیؑ ابن ابی طالبؑ

وقت کی تعیین بھی کی۔ یہ وقت صبح کی نماز کا تھا یہ قول و قرار عہد و پیمان کرکے اپنے اپنے معینہ سمت روانہ ہو گئے۔

ابن ملجم کوفہ پہونچا اور ابن عم زاد بھن قطام کے یہاں آیا جس پر عرصہ سے فریفتہ و شیدا تھا اس قطام کے بھائی اور باپ جنگ نہروان میں قتل ہوئے تھے اسی دن سے غم و غصہ کی آگ اُس کے سینہ میں فروزاں تھی پھر عقائد بھی اُنکے انھیں خارجیوں جیسے تھے۔ ابن ملجم نے اسکے یہاں پہونچ کر نکاح کا پیغام دیا۔ قطام نے کہا میں اسی شخص کے ساتھ نکاح کروں گی جو میرے سینہ کی آگ ٹھنڈی کردے اور میری مراد پوری کرے۔ ابن ملجم نے کہا تم جو بھی مہر مانگو گی میں اُسے پورا کروں گا۔ قطام نے کہا میرا مہر یہ ہے ۳ ہزار درہم۔ ایک مطربہ لونڈی اور علیؑ کا سر۔ ابن ملجم نے کہا اور جو چیزیں تم نے طلب کی ہیں وہ تو میں ابھی حاضر کرسکتا ہوں مگر علیؑ کا قتل مشکل ہے قطام کہنے لگی علیؑ کا قتل کرنا کیا مشکل ہے۔ اگر تم نے انھیں قتل کر ڈالا تو میرا کلیجہ ٹھنڈا کردوگے اور تمھاری زندگی خوشگوار ہوگی اور اگر ہلاک ہوگئے تو خدا کے یہاں تمکو بے حساب ثواب ملے گا۔ اور جو کچھ دنیا میں حاصل کرنا چاہتے ہو اس سے بہتر اور افضل وہاں ملجائے گا۔ ابن ملجم نے جب دیکھا کہ قطام کا واقعی یہی منشا ہے تو کہا میں اسی قصد کو لیکر آیا ہوں۔

رمضان المبارک کا مہینہ آنے پر امیر المومنینؑ کا یہ احساس ترقی کرگیا کہ اسی مہینہ میں بارگاہ احدیت میں مجھے حاضر ہونا ہے۔ آپ امام حسنؑ و امام حسینؑ اور بھتیجے اور داماد عبداللہ بن جعفر کے یہاں باری باری سے افطار کرتے غذا تین لقموں سے زیادہ نہ ہوتی اور اس قلت غذا کا سبب یہ بیان فرماتے کہ:۔

"میں چاہتا ہوں کہ جب میری موت آئے تو میں خالی شکم ہوں"۔ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۸)

جس شب کی صبح کو آپ زخمی ہوئے وہ ساری شب بے چینی میں کٹی صحن مکان میں بار بار ٹہلتے چہرا اترا ہوا اور جسم مبارک بید کی طرح لرزاں تھا ستاروں کی طرف بار بار نظر جاتی اور جوں جوں وقت گزرتا جاتا قلق و اضطراب ترقی کرتا جاتا اس شب میں جو عظیم ترین سانحہ پیش آنے والا تھا اُس کی پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا۔

"مجھ سے جھوٹ نہیں کہا گیا۔ مجھے غلط نہیں بتایا گیا۔ یہی وہ رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے"

(صواعق محرقہ ص ۸۰)

یہ پوری رات اندوہ و قلق میں گزری۔ آپ اپنے پروردگار سے استغفار کرتے کلام مجید کی آیتیں تلاوت کرتے کچھ رات تھی کہ امیر المومنینؑ نے وضو کرکے مسجد کی راہ لی گھر میں بطیں پلی ہوئی تھیں اُنھوں نے آپ کو جاتے دیکھ کر چیخنا شروع کیا آپ نے فرمایا:۔

"یہ چیخنے والیاں ہیں ان کے عقب میں رونے والیوں کی آوازیں بلند ہوں گی" (مروج الذہب جلد ۲ ص ۱۹۱)

رات ہے، امیر المومنینؑ کو جاتے دیکھ امام حسنؑ نے گھبرا کے پوچھا۔

"یہ آپ اس وقت کیوں تشریف لے جا رہے ہیں؟"

"میں نے اس شب ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے بہت سراسیمہ کردیا ہے"

میں نے دیکھا کہ جبرئیل آسمان سے اترے وہ ابوقبیس پر اترے اس سے دو پتھر اٹھائے اور انھیں لے کر
کعبہ کی طرف گئے دونوں پتھروں کو ٹکرایا اور وہ سُرمہ بن گئے مکہ مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہیں بچا جہاں اس خاک کا کچھ حصّہ نہ پہونچا ہو۔"

"بابا اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟"

"اگر میرا خواب سچّا ہے تو میں قتل ہوں گا اور مکہ و مدینہ میں کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جہاں میرا غم نہ پہونچے۔"

امام حسنؑ بے چین ہو گئے، رقت بھری آواز سے پوچھا:۔

"یہ واقعہ کب ہوگا؟"

امیرالمومنینؑ نے فرمایا "خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے "بیشک خدا ہی کے پاس قیامت (کے آنے) کا علم ہے اور وہی پانی برساتا ہے اور جو کچھ عورتوں کے پیٹ میں (نر و مادہ ہے) جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ خود کل کیا کرے گا اور کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا بے شک خدا سب باتوں سے آگاہ اور خبردار ہے (سورۂ لقمان آیت نمبر ۳۴) لیکن مجھ سے میرے حبیب پیغمبرِ خدا نے بتایا تھا کہ یہ واقعہ ماہِ مبارک کے عشرۂ آخر میں ہوگا اور مجھے عبدالرحمان بن ملجم قتل کرے گا۔"

"جب آپ یہ جانتے ہیں تو اُسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے؟"

"جرم کے قبل قصاص جائز نہیں اور جرم اُس سے اب تک سرزد نہیں ہوا۔"

امیرالمومنینؑ نے قسمیں دے کر امام حسنؑ کو بسترِ استراحت پر واپس کیا اور خود مسجد کی طرف روانہ ہوئے (استیعاب) ابن عبد البر میں ہے کہ امام حسنؑ بھی ساتھ ہی گئے آپ سے جدا نہ ہوئے تھے (مسجد میں پہونچ کر آپ نے وہاں سوئے ہوئے لوگوں کو نماز کے لئے بیدار کیا اس سے فارغ ہو کر آپ نے نماز شروع کی۔ ایک رکعت پڑھ کر پہلے سجدہ سے سَر اٹھایا ہی تھا کہ ابن ملجمؑ نے تلوار کا وار کیا سرِ اقدس پیشانی تک شگافتہ ہو گیا زخم کھاتے ہی آپ کی زبان سے نکلا۔

فزت برب الکعبہ — خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

خاک پر گرتے ہوئے پکارے:۔

قتلنی ابن الیھودیہ عبد الرحمان بن — یہودیہ کے بیٹے عبدالرحمان بن ملجم نے مجھے قتل کر ڈالا بھاگ کر

سلہ ابن ملجم کے ساتھ دو شخص اور بھی شریک تھے ایک شبیب بن بجیرہ دوسرا مجاشع بن وردان یہ تینوں قطام کے پاس آئے جو کوفہ کی مسجدِ اعظم کے پاس خیمہ ڈالے حالتِ اعتکاف میں مقیم تھی، قطام نے تینوں کے بازو پر ریشمی کپڑا باندھا اور دعا دے کر رخصت کیا یہ تینوں اپنی تلواریں لے کر اس دروازے کے سامنے آکر بیٹھے جس سے گزر کر امیرالمومنینؑ مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ اشعث ابن قیس کو ان تینوں کی سازش کا پہلے ہی سے علم تھا رات بھر ابن ملجم اشعث بن قیس کندی سے مسجد میں باتیں کرتا رہا حجر ابن عدی نے اشعث کو ابن ملجم سے کہتے سنا۔ بھاگو بھاگو صبح نے تمہیں رسوا کر دیا ہے ابن ملجم سے پہلے شبیب نے تلوار کا وار کیا وہ وار خالی گیا اور تلوار دروازہ مسجد پر پڑی اسکے بعد

ملجم قد يقول لكم ... جانے نہ پائے۔

جیسے ہی شور بلند ہوا ہر طبقہ کے لوگ روتے چلّاتے مسجد کی طرف دوڑے آگے آگے فرزندان امیرالمومنینؑ تھے۔ مسجد میں پہونچکر یہ منظر دکھائی دیا کہ امام اپنے مصلے پر خون میں غلطاں پڑے ہیں جعدہ ابن ہبیرہ[1] (امیرالمومنینؑ کے بھانجے) اور دوسرے لوگ حلقہ کیئے ہوئے آپ کو نماز کے لیئے کھڑا کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو طاقت نہیں ملتی۔ امیرالمومنینؑ کی نظریں جب امام حسنؑ پر پڑیں تو آپنے انھیں نماز پڑھانے کا حکم دیا اور خود بیٹھ کر نماز تمام کی (مطالب السئول فی مناقب آل الرسول ص۶۳) امام حسنؑ نے نماز سے فارغ ہو کر باپ کا سر آغوش میں رکھ لیا آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپنے پوچھا۔

"یہ کس نے آپ کو زخمی کیا؟"

"یہودیہ کے بیٹے عبدالرحمان بن ملجم نے۔"

"وہ گیا کدھر؟"

"اس کے تلاش میں کسی کو جانے کی ضرورت نہیں وہ ابھی اس دروازہ سے آیا چاہتا ہے۔"

یہ کہہ کر آپنے باب کندہ کی طرف اشارہ کیا لوگوں کی نظریں اُٹھ گئیں تھوڑی ہی دیر میں شور بلند ہوا اور ابن ملجم گرفتار ہو کر سامنے لایا گیا۔ امام حسنؑ نے فرمایا۔

"تم نے امیرالمومنینؑ کو قتل کیا۔ اُن کے احسانات کا یہی بدلہ ہے اُنھوں نے تمھیں پناہ دی تم پر عنایتیں کیں اور تم نے ان سب باتوں کا یہ صلہ دیا؟"

پھر امیرالمومنینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"بابا یہ دشمن خدا ابن ملجم گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

امیرالمومنینؑ نے آنکھیں کھول دیں اُسے دیکھ کر فرمایا۔

"تو نے بڑا ہولناک جرم کیا کیا میں نے تجھ پر مہربانی نہیں کی داد و دہش میں تجھے دوسروں پر ترجیح نہیں دی پھر یہ سلوک تو نے میرے ساتھ کیوں کیا؟"

پھر آپنے امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔

"بیٹا اپنے قیدی کے ساتھ شفقت و رحم دلی سے پیش آنا اس پر سختی نہ کرنا۔"

امام حسنؑ نے کہا۔

بابا اس شخص نے آپ کو قتل اور ہمیں مبتلائے مصیبت کیا اور آپ اسکے ساتھ نرمی کا سلوک کرنیکا حکم دیتے ہیں

---

[1] جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی۔ یہ امیرالمومنینؑ کے بھانجے اور ام ہانی دختر ابی طالبؑ کے فرزند تھے پیغمبرؐ کی صحبت میں رہے ابن معین کا قول ہے کہ انھوں نے پیغمبرؐ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ عجلی کہتے ہیں کہ یہ تابعی تھے خلاصہ تہذیب الکمال ص۵۳ استیعاب میں ہے کہ یہ جعدہ مرد فقیہ تھے امیرالمومنینؑ نے انھیں خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا [2] علامہ مسعودی و دیار بکری وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابن ملجم حضرتؑ کو

[illegible]

اس سے قصاص لینا اور قتل کر ڈالنا اور خبردار اس کا مثلہ نہ کرنا۔ اگر میں بچ گیا تو جو مناسب سمجھوں گا کروں گا۔ میں درگذر کرنے کا مالک ہوں ہم اہلبیتؑ اپنے خطا کار سے عفو و کرم ہی سے پیش آتے ہیں۔

جب آفتاب نکل آیا تو آپ گھر میں لائے گئے لوگ آپ کے پیچھے پیچھے ڈاڑھیں مارتے ہوئے دروازہ تک آئے فرطِ الم سے امام حسنؑ کا کلیجہ پاش پاش تھا بستر پر لٹانے کے بعد آپ نے فریاد کی۔

بابا آپ کے بعد کون ہمارا سہارا ہوگا، آپ کی مصیبت ہمارے لئے ویسی ہی ہے جیسی رسول اللہ کی مصیبت تھی۔

امیرالمومنینؑ نے تسلّی دیتے ہوئے فرمایا۔

"بیٹا خدا تمہارے دل کو صبر دے اور تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے اجر کو بڑھائے اتنا ہی جتنا میری مصیبت تم لوگوں کے لئے زیادہ ہے۔"

کوفہ میں جتنے اطبا تھے سب کو علاج کے لئے امام حسنؑ نے اکٹھا کیا۔ اثیر بن عمرو سکونی ماہر طبیب اور فن جراحت میں ید طولیٰ رکھتا تھا اس نے بکری کا پھیپھڑا منگا کر اس سے ایک رگ تلاش کر کے نکالی اور زخم میں داخل کی پھر اس رگ کو نکال کر دیکھا تو اس میں مغز دماغ آلودہ تھا اس نے سر پیٹ لیا اور عرض کیا۔

"امیرالمومنینؑ جو وصیت کرنا ہو کر لیں آپ جانبر نہ ہوں گے۔" (استیعاب مقاتل الطالبین وغیرہ)

رفتہ رفتہ امیرالمومنینؑ کے جسم کا سارا خون زہر آلودہ ہو گیا چہرہ پر زردی کھنڈ گئی ہر وقت غشی طاری رہنے لگی امیرالمومنینؑ کو اس عالم میں دیکھ کر امام حسنؑ کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔

ایک مرتبہ امیرالمومنینؑ نے غش سے آنکھیں کھولیں فرزند کو روتے دیکھ کر بےچین ہو گئے فرمایا۔

"بیٹا یہ رونا کیسا۔ آج کے بعد تمہارے باپ کو نہ پھر کوئی خوف ہے نہ گھبراہٹ بیٹا رو و نہیں بیٹا تمہاری شہادت زہر سے ہوگی اور تمہارا بھائی حسینؑ تلوار سے شہید ہوگا۔"

پھر آپ نے اپنے فرزندوں کو بٹھا کر وصیت فرمائی پہلے امام حسنؑ و امام حسینؑ کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب فرمایا پھر دیگر فرزندوں اور عام مسلمانوں کو۔

"میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ اور اس امر کی کبھی دنیا کی طرف رُخ نہ کرنا اگرچہ وہ تمہارا پیچھا ہی کرے۔ جو چیز تم سے روک دی جائے اُس پر افسوس کرنا اور جو چیز تم سے الگ کر دی جائے اُس پر رونا نہیں۔ جب بولو حق ہی بولنا، یتیموں پر رحم کھانا بے کس اور پریشان حال لوگوں کی فریاد رسی کرنا آخرت کے سامان میں مشغول رہنا، ظالم کے دشمن ہو جانا اور ہمیشہ مظلوم کی حمایت کرتے رہنا۔

میں تم دونوں کو، اپنے تمام فرزندوں کو اور ہر اس شخص کو جس تک میری یہ نصیحتیں پہونچیں وصیت کرتا ہوں کہ

[illegible]

ضائع نہ ہونے پائیں۔ اپنے پڑوسیوں کا لحاظ کرنا کیونکہ وہ تمہارے نبی کی وصیت ہیں۔ رسول خدا برابر انکے متعلق وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا شاید حضرت ان لوگوں کو ہماری میراث میں بھی شریک کر دیں گے۔ قرآن مجید کے مطابق ہی برابر چلتے رہنا ایسا نہ ہو کہ اس پر عمل کرنے میں تمہارے غیر لوگ تم سے بڑھ جائیں۔ نماز کے پابند رہنا اور جب تک زندہ رہو اس میں کوئی خلل نہ ہونے دینا کیونکہ وہ گھر چھوڑ دیا جائے گا تو اس کی نگرانی نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان اور زبان سے جہاد کرتے رہنا اور دہش برابر کرتے رہنا اس کا سلسلہ رکنے نہ پائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑنا ورنہ تمہارے برے لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے پھر تم دعائیں کرو گے مگر وہ قبول نہیں ہونگی۔۔۔۔۔۔

پھر آپ نے اپنے فرزندوں اور عزیزوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

میں تم کو مسلمانوں میں خونریزی کے لئے نہیں چھوڑتا تاکہ بعد کو تم یہ کہو کہ امیر المومنینؑ مارے گئے، بجز قاتل کے اور کسی کو نہ مارنا۔ دیکھو اگر اس ضرب سے میں مر جاؤں تو ایک ضرب میں تم بھی اس کو مارنا ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا میں نے آں حضرتؐ سے سنا ہے کہ خبردار کسی کا مثلہ نہ کرنا چاہے وہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔

(شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ جلد ۳ ص ۸۵)

پھر امام حسنؑ کو معالم اور شعائر اسلام کے متعلق تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

بیٹا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنا وقت پر نماز قائم کرنا زکوٰۃ کو اس کے وقت اور محل پر ادا کرتے رہنا اور باقاعدہ وضو کرنا کیونکہ بغیر طہارت کے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔ تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ غلطی کرنے والوں کی خطاؤں کو معاف کرنا غصہ پی جانا۔ صلہ رحم کرتے رہنا۔

۱۹ کا دن گزر کر جب شب ماہ مبارک آئی تو عیادت و مزاج پرسی کے لئے کوفہ کی ساری آبادی دولتسرا پر سمٹ آئی امام نے اجازت دی اور مجمع اندر آیا آپ نے انھیں وعظ و نصیحت کی اور فرمایا جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو ایسا نہ ہو کہ ہمارے بعد تمھیں افسوس ہو کہ آج علیؑ ہوتے تو ان سے یہ مسئلہ دریافت کرتے۔

حالت لمحہ بہ لمحہ گرتی گئی اور آخر وہ قیامت کی گھڑی آ گئی جس میں داعی اجل کو لبیک کہنا تھا آپ نے امام حسنؑ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنے بعد امت اسلامیہ کے لئے مرکز قرار دیا۔

شیعوں کا اس پر اتفاق ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے بعد کے لئے امام حسنؑ کو اس امت کی زمام قیادت سپرد کی اور اپنا خلیفہ نامزد کیا۔ ثقۃ الاسلام کلینی رح لکھتے ہیں:۔

"امیر المومنینؑ نے وقت وفات امام حسنؑ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور امام حسینؑ، محمد بن حنفیہ اور اپنے تمام فرزندوں کو گواہ قرار دیا اور اپنی کتابیں اور اسلحے ان کے حوالے کر کے ارشاد فرمایا:۔

حوالے کردوں جس طرح پیغمبر نے مجھے اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنے تمام لوازم میرے حوالے کئے تھے۔ (اصول کافی ص...)

عقد فرید، روضۃ الاحباب، حبیب السیر، وسیلۃ النجات، نزل الابرار اور سر الجلیل مولوی عبد العزیز دہلوی میں بھی یہی ہے کہ حضرت علیؑ نے بوقت وفات امام حسنؑ کو اپنا جانشین کیا تھا۔ (تاریخ اسلام ڈاکٹر ذاکر حسین باب چہارم)

بعض علمائے اہلسنت کا خیال ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے بعد کے لیے کسی کو نامزد نہیں کیا۔ ان لوگوں نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ سے جب پوچھا گیا کہ ہم آپ کے بعد امام حسنؑ کی بیعت کرلیں؟ تو آپ نے فرمایا میں نہ تمھیں حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں تم خود سمجھ دار ہو (مروج الذہب جلد ۲ ص ۱۹۲، تاریخ العرب ص ۷۷، تاریخ ابی الفداء وغیرہ)

یہ قول حقیقت سے انتہائی دور ہے کیونکہ امیر المومنینؑ، امام حسنؑ کی عظمت و جلالت کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتے تھے وہ سیّد شباب اہل الجنۃ تھے پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ میرے فرزند سردار ہیں چاہے حکومت کے لیے کھڑا ہو یا بیٹھ رہے۔ وہ ہر نقص و خرابی سے پاک و صاف تھے جیسا کہ آیت تطہیر بتاتی ہے۔ اس وقت عالم اسلامی میں وجاہت و علوئے منزلت میں امام حسنؑ سے بڑھ کر کوئی تھا بھی نہیں۔ خلافت کے لیے جن باتوں کی شرط ہے خلیفہ میں جن باتوں کا ہونا ضروری ہے جیسے علم و تقوی سیاست و تدبر وغیرہ یہ تمام باتیں بہ تمام و کمال امام حسنؑ میں موجود تھیں لہٰذا کیونکر ممکن تھا کہ امیر المومنینؑ لوگوں کو ان کی بیعت اور ان کی پیروی کرنے کی تاکید نہ کرتے۔ امیر المومنینؑ کے متعلق دنیا جانتی ہے کہ آپ حق کے قائم کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے لہٰذا اب آپ اپنے بعد ملت اسلامیہ کو بغیر قائد و نگراں کے کیسے چھوڑ سکتے تھے کہ وہ جدھر چاہیں بھٹکتے پھریں کوئی ان کی رہبری کرنے والا نہ ہو۔

دو تہائی رات گزرنے کے بعد شب بست و یکم میں دفعتہً حالت متغیر ہوئی کلمۂ لاالٰہ الاّ اللہ زبان پر جاری ہوا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

امام حسنؑ و حسینؑ نے غسل دیا محمد بن حنفیہ پانی ڈالتے جاتے تھے کفن پہنا کر اس کافور سے حنوط کیا گیا جو پیغمبرؐ کے حنوط سے بچ رہا تھا اور اسی شب کوفہ کی پشت پر نجف میں آپ کی میت سپرد خاک کر دی گئی۔

دوسرے دن صبح کو آپ نے ابن ملجم کو طلب کیا اس نے سامنے آکر پوچھا۔

آپ کے پدر بزرگوار نے آپ کو کیا حکم دیا تھا۔

مجھے حکم دیا تھا کہ سوا قاتل کے کسی دوسرے کو قتل نہ کرو تمھیں شکم سیر کردوں، سونے کے لیے اچھا بستر دوں، اگر آپ زندہ رہتے تو آپ کو اختیار تھا معاف کرتے یا قصاص لیتے مرجانے کی صورت میں مجھے حکم ہے کہ تمھیں بھی قتل کر ڈالوں۔

ابن ملجم نے دہشت زدہ ہو کر کہا۔

آپ کے پدر بزرگوار نے ہمیشہ حق ہی کہا اور غضب و رضامندی دونوں حالتوں میں حق ہی فیصلہ کیا۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ امیر المومنینؑ کی وصیت کے برخلاف قتل سے پہلے قاتل کا مثلہ بھی کیا گیا لیکن یہ قول واقعیت سے انتہائی دور اور خانوادہ رسولؐ پر صریحی بہتان ہے، امیر المومنینؑ نے شہادت سے پہلے بار بار تاکید کی تھی کہ قاتل کا ہرگز مثلہ نہ کیا جائے پیغمبر خداؐ سے بھی صریحی ممانعت مذکور ہے کہ مثلہ کرنا حرام ہے چاہے کاٹنے والے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔ امام حسنؑ جو رسولؐ کے نواسے اور آپ کی آغوش کے پروردہ تھے اپنے نانا کی شریعت سے روگردانی کیونکر کرسکتے تھے؟ علامہ طبری۔ ابن اثیر، ابو الفرج اصفہانی نے صاف صاف صراحت کی ہے کہ قاتل کا مثلہ کیا ہی نہیں گیا۔ (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۸۶، تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۷۱، مقاتل الطالبین صفحہ ۱۶)

جن مورخین نے قاتل کے مثلہ کیے جانے کو لکھا ہے ان میں خود اتفاق نہیں کہ مثلہ کس کے ہاتھوں انجام پایا۔ صاحب ریاض نضرہ لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ اور محمد بن حنفیہ نے ملکر ہاتھ پیر کاٹے امام حسنؑ نے انھیں روکا مگر وہ مانے نہیں ابو الفدا لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر نے مثلہ کیا۔ (تاریخ ابی الفدا جلد ا صفحہ ۱۸۹) ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ خود امام حسنؑ نے مثلہ کیا یہ اتنے اختلافات ظاہر ہے کہ اصل صدور واقعہ ہی کو مشکوک بنا دیتے ہیں

ڈاکٹر طہ حسین لکھتے ہیں:۔

"پایۂ ثبوت کو پہونچی ہوئی بات ہے کہ امیر المومنینؑ کے ورثہ نے قاتل کے متعلق آپ کی وصیت کی تعمیل نہیں کی۔ امیر المومنینؑ نے حکم دیا تھا کہ صرف ایک وار کر کے قاتل کا خاتمہ کر دینا زیادتی سے کام نہ لینا لیکن ان لوگوں نے قاتل کا بری طرح مثلہ کیا اور جب وہ مرگیا تو اُسے آگ میں جلا دیا۔ (الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم)

ہمیں انتہائی حیرت ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے حق و انصاف اور غیر جانبداری کے ادعا کے باوجود حق و انصاف سے کام نہیں لیا واقعہ یہ ہے کہ قاتل کا مثلہ کیا ہی نہیں گیا اور اسکا بہترین ثبوت مورخین کے دُہرے اختلافات ہیں پہلا اختلاف یہ کہ قاتل کا مثلہ کیا بھی گیا یا نہیں اکثر کا قول ہے کہ مثلہ نہیں ہوا۔ دوسرا اختلاف یہ کہ اگر مثلہ کیا گیا تو کس نے کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسکا خیال نہ کیا کہ امیر المومنینؑ کے ورثہ عام مسلمان نہ تھے بلکہ حسنؑ و حسینؑ ایسے فرزندان رسولؐ تھے جن کے متعلق تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے نانا کی شریعت سے اُن کے احکام و ارشادات سے بال برابر بھی منحرف ہوئے ہوں۔

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد مسند خلافت نے امام حسنؑ کے قدموں سے عزت و زینت پائی۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں خلافت آپ تک پہونچی اور اس قدر تباہ و برباد ہو کر جتنی ابھی تک برباد نہ ہوئی تھی ورنہ کسی سابق خلیفہ کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا کیفیت یہ تھی کہ تمام مقبوضہ ممالک معاویہ کی تباہ کاریوں کی زد میں تھے معاویہ کی طاقت کئی گنی مضبوط اور اُن کی فتنہ سامانیاں تہلکے کے عروج پر تھیں، اُن کے پاس تمام افراد ایسے سمٹ آئے تھے جو دنیا کے بندے اور دین سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیے لوگ ٹوٹ ٹوٹ کر معاویہ کے ارد گرد مجتمع ہو رہے

جوڑ توڑ اور داد و دہش جیسے ہتھکنڈے … انھوں نے تمام ہتھکنڈوں سے کام لے کر کوشش کی کہ امام حسنؑ کی حکومت کا تختہ اُلٹ جائے خلافت نبوی ستیاناس ہو دین محمدی کے بجائے ابوسفیانی مذہب رائج اور حق کے بجائے باطل کا عروج ہو۔ معاویہ کے خطروں کے علاوہ امام حسنؑ کے سامنے ایک دوسرا خطرہ خارجیوں کا تھا جنھوں نے خود آپ کے حدود مملکت میں خلفشار برپا کر رکھا تھا غور سے دیکھا جائے تو اُن کا معاملہ معاویہ سے بھی زیادہ خطرناک اور تباہ کن تھا معاویہ خارجی دشمن تھے اور یہ باطنی دشمن آپ کے حدود مملکت ہی میں رہ کر انھوں نے اپنے نظریات و عقائد کے ذریعہ ہزاروں سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر دیا اور یہ لوگ ہر آنے والی حکومت کے لئے مستقل دردِ سر بنے رہے۔ غرضکہ یہ دو سخت و شدید خطرے تھے جن کا تخت خلافت پر بیٹھتے ہی امام حسنؑ کو سامنا کرنا پڑا اور صرف آپ ہی اس میں مبتلا نہ ہوئے بلکہ سارا نظام حکومت اسلامی اور خلافت راشدہ ان خطروں کی زد میں آکر تباہ و برباد ہو گیا۔

دوسرا باب ۲

بیعتِ خلافت

خلافت اسلامیہ عدل خداوندی کی ایک صورت اور نعمات الٰہی کا ایک عنوان ہے جس سے نظام حیات مستحکم اور انفرادی و اجتماعی زندگی کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں جن کے ذریعہ انسان بدبختی و نکبت سے محفوظ اور خوشحالی و نیکبختی سے مالامال ہوتا ہے۔

یہ خلافت اسلامیہ وہ بلند ترین منصب ہے جس کا مستحق بس وہی ہو سکتا ہے جو عدل کا مجسمہ، مواسات کا سرچشمہ اور تمام امت کے لئے بمنزلہ مہربان باپ کے ہو۔ جو نیکوکاروں کے حقوق کا نگراں اور کج نہادوں کی کجی دور کرنے والا ہو۔ ضعیفوں پر شفیق، فقرا و مساکین کا دردمند ہو۔ ہوا و ہوس کا اسکے دل میں گذر نہ ہو نہ حکومت و اقتدار اسے آپے سے باہر کرے۔ اسکی حکومت میں نہ تو جبر و تشدد ہو نہ دل میں انانیت کا جذبہ اور رعایا سے برتری کا احساس بلکہ وہ اپنے کو انھیں جیسی ایک فرد سمجھے اُن میں عدل کو قائم کرے نیکیوں کی انھیں ترغیب دلائے اور برائیوں کی پوری طرح روک تھام کرے ظالم سے مظلوم کا حق وصول کرے خواہ ظالم کتنا ہی ذی اثر اور طاقتور کیوں نہ ہو اور اسکی حکومت

سے پاک ہو جناب ابراہیمؑ کے واقعہ میں خداوند عالم نے اس منصب امامت و خلافت کی رفعت و شان کو پوری طرح واضح فرمایا ہے جناب ابراہیمؑ سے ارشاد ہوا انی جاعلک للناس اماما ابراہیمؑ میں تمہیں آدمیوں کا امام بنانے والا ہوں جناب ابراہیمؑ نے عرض کی ومن ذریتی پالنے والے میری اولاد کو بھی ارشاد ہوا لاینال عھدی الظلمین میرا عہد ظالموں کو نہ پہونچے گا۔ عہد سے مراد یہاں امامت و خلافت ہی ہے قدرت نے صریحی لفظوں میں بتا دیا ہے کہ ظالم شخص امام نہیں ہو سکتا اور بھلا امت کا والی و نگراں ایسا شخص ہو بھی کب سکتا ہے جو خود اپنے نفس پر ظلم کرے جرائم کا مرتکب ہو کر دوسروں پر ظلم کرے اُن کے حقوق و اموال غصب کر کے انکو ذلت و اذیت پہونچائے یہ ایسی واضح حقیقت ہے جسے معمولی سمجھ کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ ہم بجائے اپنی طرف سے کچھ کہنے کے حکیم اسلام امیرالمومنینؑ کی لفظیں پیش کرتے ہیں۔ امام و خلیفہ کون ہو سکتا ہے اور کیسے ہونا چاہئے اور کیا صفات ہیں اس کے امیرالمومنینؑ اپنے ایک خطبہ میں اسکے متعلق فرماتے ہیں۔

"تمھیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے انھیں گمراہ کرے گا اور د کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ میں رشوت لینے والا کہ وہ (دوسروں کے) حقوق کو رائگاں کر دے گا۔ اور انھیں انجام تک نہ پہونچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ امت کو تباہ کر دے گا" (ترجمہ نہج البلاغہ جلد دوم مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

پس امیرالمومنینؑ کی اس وضاحت کی بنا پر امام کے لئے ضروری ہے کہ داد و دہش اسکی فطرت میں داخل ہو، امت کی تمام ضروریات سے واقف اور کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی نہ مرعوب ہونے والا ہو۔ اس کے کاموں میں رشوت کا دخل نہ ہو اسکی وجہ سے خدا کے حدود معطل اور سنت پیغمبر پر کوئی آنچ نہ آئے۔ اگر ایسے صفات اور ایسی صلاحیتیں امام میں نہ پائی گئیں تو سارے معاملات غارت ہو کر رہ جائینگے اور امت ایسی محنت و مصیبت میں مبتلا ہو گی جس کی ہولناکیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں نہ تو مملکت میں امن ہی باقی رہے گا نہ کسی دل کو اطمینان و سکون ہی نصیب ہو گا۔

خلیفہ میں جیسی نفس کی بلندی، اخلاق کی پاکیزگی، ایمان باللہ اور نیکیوں سے وابستگی ہونی چاہئیے وہ سوا اہلبیتؑ کے کسی میں پائی ہی نہ گئی۔ کیونکہ بچپن سے لے کر موت کے وقت تک اُن سے کوئی بات بھی ایسی دیکھنے میں نہ آئی جسے ظلم سے تعبیر کیا جا سکے نہ اُن کا کوئی عمل اپنے نانا کی شریعت کے مخالف ہوا، بلکہ یہ عدل کے واضح نمونے اور امت اسلامیہ کے لئے تمام بھلائیوں کا مصدر رہے۔ مملکت اسلامیہ میں جتنی بھی اصلاحی تحریکیں پھیلیں وہ سب انھیں کے تعلیمات کا نتیجہ تھیں۔ اور اس کا سبب یہی ہے کہ پیغمبر اسلام جتنے احکام و تعلیمات، خیر و برکت رحمت و ہدایت

وہ روشن حروف میں تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں جس طرح تاریخ اکابر اسلام اور مصلحین امت کے تذکرے میں سب سے پہلے ان کا ذکر کرنے پر مجبور ہوئی اُسی طرح اُن کی اسلامی خدمات کو بھی تاریخ نے سب سے زیادہ گراں قدر لفظوں میں ذکر کیا ہے۔ امیر المومنینؑ نے کیا اچھی توصیف کی ہے ان اہلبیتؑ کی۔

"وہ علم کے لئے باعث حیات اور جہالت کے لئے سبب مرگ ہیں۔ ان کا حلم ان کے علم کا اور اُن کا ظاہر اُن کے باطن کا اور اُن کی خاموشی اُن کے کلام کی حکمتوں کا پتہ دیتی ہے، وہ نہ حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں وہ اسلام کے ستون اور بچاؤ کا ٹھکانا ہیں اُن کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اور اسکی زبان جڑ سے کٹ گئی اُنھوں نے دین کو دین سمجھ کر اور اس پر عمل کرکے اُسے پہچانا ہے نہ صرف نقل وسماعت سے اُسے جانا ہے۔ یوں تو علم کے راوی بہت ہیں مگر اُس پر عمل پیرا ہو کر اس کی نگہداشت کرنے والے کم ہیں۔" (ترجمہ نہج البلاغہ مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

بلا شبہ یہ اہل بیت کامل انسانیت کے اعلیٰ نمونے تہذیب و پاکیزگی اور فضائل و کمالات کے بہترین مجسمے تھے، لوگوں کی اصلاح و درستی کے طریقوں سے بخوبی واقف سماج کی خرابیوں کو دُور کرنے اور لوگوں کو نیکیوں کی طرف مائل کرنے کے سلیقہ سے سب سے زیادہ آشنا تھے، اسی وجہ سے خلافت اسلامیہ ان کا خصوصی حق تھا اور اس میں اُن کا کوئی شریک نہ تھا۔ پیغمبر خدا اس کی صراحت نہ بھی فرما جاتے کہ ہمارے بعد ہمارے اہلبیتؑ منصب خلافت کے سب سے زیادہ سزاوار ہیں تب بھی وہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں اور سماجی اور ملی خدمات جلیلہ کے سبب اس منصب رفیع کے سب سے زیادہ مستحق تھے چہ جائیکہ پیغمبر خدا اُٹھتے بیٹھتے ہر موقع و محل پر اسکی صراحت بھی کر چکے ہیں کہ خلافت اہلبیتؑ کا خصوصی حق ہے اس میں اُن کا کوئی شریک و سہیم نہیں اس باب میں پیغمبر خدا کی حد تواتر تک پہونچی ہوئی اتنی حدیثیں موجود ہیں جن سے کتب احادیث وسنن مملو اور جن کا شمار نا ممکن ہے۔

جیسے پیغمبر خدا کی یہ حدیث کہ لایزال ھذا الدین قائماً حتی تقوم الساعۃ ویکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش یہ دین قیامت تک باقی رہے گا اور مسلمانوں پر بارہ خلیفہ ہوں گے سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ یکون بعدی اثنا عشر امیر میرے بعد بارہ امیر ہوں گے کلھم من قریش سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ اسی طرح کی اور بے شمار حدیثیں جو صاف صاف بتاتی ہیں کہ خلافت بس انھیں اہل بیت میں منحصر ہے۔ یہ حدیثیں اُن حدیثوں کے علاوہ ہیں جن میں پیغمبر خدا نے مسلمانوں کو اہل بیتؑ کی اطاعت اور اُن سے متمسک ہونے کی تاکید کی ہے جیسے حدیث ثقلین جس میں پیغمبر خدا نے اہل بیتؑ کو کتاب خدا کے برابر واجب الاتباع قرار دیا ہے۔ نیز وہ حدیثیں جو بتاتی ہیں کہ اہل بیت پیغمبر ہر

کی تبلیغ پر امین قرار دیا امام حسنؑ بھی ہیں جو پیغمبرؐ کے نواسے اور آپ کے جگر گوشہ اور سب سے بڑھ کر آپ کو محبوب تھے۔ مزید براں امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ سزاوار بھی تھے کیونکہ امیر المومنینؑ کے بعد آپ کی ہمہ گیر صلاحیت واستعداد میں کوئی آپ کا مقابل نہ تھا اور نہ آپ کے علاوہ پیغمبر خداؐ کے اخلاق کا کوئی نمونہ تھا وہ پیغمبر خدا جنھوں نے بنیاد رکھی اخلاق کی۔

امام حسنؑ کے علاوہ مسند خلافت کی زینت کسی اور سے ممکن نہ تھی۔ مسلمانوں کی خوش بختی وسعادت تھی کہ امیر المومنینؑ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند کی بیعت کی اور اپنے امور معاملات کی نگرانی آپ کے ہاتھوں میں سپرد کرنا طے کیا۔ ۲۱ ماہ صیام کی صبح کو کوفہ کی مسجد اعظم میں اژدہام تھا، کوفہ کی ساری آبادی آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لئے بےچین تھی۔ اکابرین اور بنی ہاشم کے سربرآوردہ افراد مہاجرین وانصار کے بقیہ اصحاب پیغمبرؐ آپ کا حلقہ کئے ہوئے تھے۔ سب کی نظریں آپ کے چہرے پر جمی ہوئی اور سب کے دل آپ کی محبت و عقیدت سے سرشار تھے آپ بالائے منبر تشریف لے گئے حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات پر اپنے تاثرات اور حضرت کے فضائل ومحاسن بیان کرنا شروع کئے۔ ارشاد فرمایا۔

"اس رات میں اس شخص نے وفات پائی ہے جس پر عمل میں نہ اگلے سبقت لیجا سکے نہ آخرت والے سبقت لیجا سکتے ہیں وہ رسول اللہ کے ساتھ جہاد کرتے اور اپنی جان کو سپر بنا کر آپ کی حفاظت کرتے تھے پیغمبر خدا اپنا علم دے کر آپ کو میدان میں بھیجتے جبرئیل آپ کے دائیں ہو جاتے اور میکائیل بائیں آپ اس وقت تک پلٹے نہیں جب تک خدا آپ کے ہاتھ پر فتح نہ عنایت کر دیتا۔ آج کی شب میں آپ نے انتقال کیا جس شب عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور یوشع بن نون وصی جناب موسیٰ نے انتقال کیا۔ آپ نے نہ سونا چھوڑا نہ چاندی۔ صرف سات سو درہم چھوڑے ہیں جو آپ کے مشاہرہ سے بچ گئے تھے اور آپ کا ارادہ تھا کہ اس سے ایک خادم کا بندوبست اپنے گھر والوں کے لئے کریں ....

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۹ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۶ مقاتل الطالبین وغیرہ)

امیر المومنینؑ کی صورت امام حسنؑ کی آنکھوں میں پھر گئی گلا رندھ گیا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آپ کے رونے پر سارے مجمع میں گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی کچھ دیر کے بعد آپ نے پھر تقریر شروع کی اور فرمایا۔

...... لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہی ہے جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسنؑ بن علیؑ ہوں میں پیغمبرؐ کا فرزند ہوں میں وصی کا بیٹا ہوں۔ میں بشیر ونذیر اور حضرت خاتم النبیینؐ کا لخت جگر ہوں۔ میں سراج منیر کا فرزند ہوں میں اس گھرانے سے ہوں جہاں جبرئیل آتے جاتے۔ میں ان اہلبیتؑ سے ہوں جن سے خدا نے کثافت کو دور کیا اور یوں پاک کیا جو پاک کرنے کا حق ہے۔ میں ان اہلبیتؑ

جس نے ایک نیکی کی ہم اُسکی نیکی میں اضافہ کریں گے" یہ نیکی ہم اہلبیتؑ کی محبت ہی ہے۔"

امام حسنؑ نے جس بلیغانہ انداز سے مختصر لفظوں میں امیر المومنینؑ کی غیر معمولی صلاحیتوں اور گراں قدر ملّی خدمات اور دینی کارناموں کو خراج عقیدت ادا کیا ہے اسکی تعریف میں لفظین قاصر ہیں فھو لم یسبقہ الاولون بعمل ولا یدرکہ الآخرون بعمل جس پر نہ اگلے عمل میں سبقت لیجا سکے اور نہ پچھلے اسکے عمل تک پہونچ سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جب سے دنیا عالم وجود میں آئی آج تک کوئی ایسی ذات نہیں گذری جو امیر المومنینؑ کے مقابل لائی جا سکے۔ نہ رہنمایان عالم اور مصلحین امم میں کوئی ایسی فرد ملتی ہے جو خدمات ملّی و دینی، علوم و کمالات اور کردار و خلاق میں آپ پر فوقیت رکھتی ہو۔

پھر آپ نے اپنی تقریر میں اس شب کی عظمت و جلالت بیان فرمائی جس شب میں امیر المومنینؑ نے اس دنیا سے انتقال فرمایا ہے۔ جس شب میں حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اُٹھائے گئے اور یوشع بن نون وصی موسیٰ نے انتقال فرمایا اسی اکیسویں ماہ صیام کی شب کو قدرت نے امیر المومنینؑ کو اپنے جوار رحمت میں طلب کرنے کے لئے منتخب کیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے امیر المومنینؑ کی دنیا سے بے نیازی اور زہد و ورع کا تذکرہ کیا۔ امیر المومنینؑ نے دنیا سے اس حال میں انتقال کیا کہ اپنے بعد کوئی چیز نہیں چھوڑی سوا سات سو درہموں کے اور وہ بھی آپ کی تنخواہ سے ایک غلام کی خرید کے لئے بچائے گئے تھے، اگر آپ چاہتے تو عالیشان محلات کھڑے کر سکتے تھے حریر و دیباج کے لباس ہائے فاخرہ پہنتے و کبھی رکھی روٹیوں کے علاوہ لذیذ سے لذیذ غذائیں نوش فرماتے سیکڑوں ہزاروں غلاموں کنیزوں کی فوج آپکے پاس ہوتی مگر آپنے دنیاوی زیب و زینت اور لذائذ و نعمات کا کبھی خیال بھی نہ کیا۔ آپ مملکت اسلامیہ کے مطلق العنان حاکم تھے آپکی حکومت کا سلسلہ مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا تھا چاہتے تو خود بھی عیش میں زندگی بسر کرتے اور اپنے بعد کی سات پشتوں کی عیش و عشرت کا بھی سامان کر جاتے مگر آپ نے اپنے مقررہ وظیفہ سے ایک پیسہ بھی فاضل لینا حرام سمجھا اور نظیر قائم کر گئے کہ اسلامی تخت حکومت پر بیٹھنے والوں کو ایسے کردار کا مالک ہونا چاہیئے۔

سب کے آخر میں امام حسنؑ نے اپنی بیعت کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور انتہائی مناسب عنوان سے۔ مجمع عام سے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ میں داعی الی اللہ کا فرزند اور سراج منیر کا دلبند ہوں، میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے خداوند عالم نے ہر کثافت اور تمام خرافات کو دُور کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے بڑھ کر خلافت کا اور کون سزاوار ہو سکتا ہے جس میں یہ کمالات۔ فضائل سمٹ کر آگئے ہیں۔

امام حسنؑ کی یہ تقریر جیسے ہی پوری ہوئی عبید اللہ بن عباس نے بیعت کی تحریک کرتے ہوئے مجمع سے کہا۔

"لوگو! یہ تمہارے پیغمبرؐ کے نواسے اور تمہارے امام کے وصی و جانشین ہیں انکی بیعت کرو"

تمام مجمع نے اس دعوت پر لبیک کہی ہر ایک نے اطاعت و فرمانبرداری کا یہ کہتے ہوئے اقرار کیا کہ

سب سے پہلے امیر المومنین کی افواج کے بیدار مغز سپہ سالار اور مشہور مرد آہن قیس بن سعد انصاری نے بیعت کی اور جوش شجاعت اور شوق جہاد سے بیچین ہو کر بولے۔

"اپنا ہاتھ بڑھایئے میں خدا کی کتاب، پیغمبر کی سنت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں اور اس بات پر کہ ان لوگوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے مسلمانوں کا خون مباح سمجھ رکھا ہے"

امام حسن نے نرمی اور ملائمت سے فرمایا

"خدا کی کتاب اور پیغمبر کی سنت پر، انھیں دونوں باتوں میں تمام شرطیں آگئیں"

(تاریخ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۰، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۶۹)

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جب کوئی جماعت آپ کی بیعت کرنے کے لئے سامنے آتی امام حسن اس سے فرماتے تھے

"تم لوگ ہماری اس بات پر بیعت کرو کہ تم میری بات سنو گے اور میرے احکام کی اطاعت کرو گے اور جس سے میں لڑوں گا تم بھی لڑو گے اور جس سے میں صلح کروں گا تم بھی صلح کرو گے"

جب لوگوں نے یہ شرط سنی تو بیعت میں تامل کیا اور اپنے ہاتھ روک لئے۔ امام حسین کی طرف لپکے یہ کہتے ہوئے

"آپ اپنا ہاتھ پھیلایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں انھیں شرطوں پر جن شرطوں پر آپ کے پدر بزرگوار کی بیعت کی تھی اور اس بات پر کہ شام کے گمراہوں سے جنگ کی جائے گی"

امام حسین نے یہ کہتے ہوئے انھیں ٹھکرا دیا کہ

"خدا کی پناہ اس سے کہ امام حسن کے جیتے جی میں تمہاری بیعت قبول کروں"

جب امام حسین نے لوگوں کی درخواست ٹھکرا دی تو وہ امام حسن کی طرف متوجہ ہوئے اور بادل ناخواستہ آپ کی بیعت کی" (امامۃ وسیاستہ جلد ا ص ۱۷۰)

یہ قول بالکل بعید از قیاس ہے اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ امام حسن کا رجحان شروع ہی سے صلح کی طرف تھا حالانکہ یہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے جنگ وجہاد پر امام حسن کا عزم مصمم تھا اور دشمن سے مصالحت کا آپ کو اس وقت تک خیال بھی نہ تھا جیسا کہ ہم آگے چل کر ذکر کریں گے

اگر یہ روایت صحیح بھی مان لی جائے تو امام حسن نے یہ بات خوارج سے کہی ہوگی جن کی دلی تمنا تھی کہ عراق کے لوگوں میں فتنہ وفساد برپا رہے جو لوگوں میں امام حسن کے ارادہ جہاد سے خوف وہراس پھیلانا چاہتے تھے۔ انھیں خوارج نے یہ شرط اپنی طرف سے لگائی ہوگی اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان خوارج نے شروع میں نئے خلیفہ (امام حسن) کی بیعت کرنے میں ہچکچاہٹ سے کام لیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ انھیں نئے خلیفہ پر بھروسہ ہی نہ تھا۔ غرضکہ یہ بات آپ نے خوارج سے کہی ہو تو کہی ہو شیعیان امیر المومنین سے نہ کہی ہوگی جن کے دل ایمان

معصوم کو بھی شامل ہے دونوں پہلو اس میں موجود ہیں صلح اس سے جو حلقۂ اطاعت میں داخل ہو اور جنگ اس سے جو حلقہ اطاعت سے باہر ہو چاہے وہ خوارج ہوں یا شام والے لیکن یہ بات خوارج کو پسند نہ آئی اُن کا منشا یہ تھا کہ صرف شام والوں سے جنگ کی جائے کسی اور سے نہیں

اب ہم اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) قبول خلافت

بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ امام حسن نے خلافت قبول ہی کیوں کی جبکہ حالات نامساعد تھے۔ مملکت اسلامیہ میں فتنہ وانتشار برپا تھا لوگوں کی طبیعتیں متغیر ہو چکی تھیں افراتفری کا عالم تھا تو امام حسن کے لئے مناسب یہی تھا کہ آپ خلافت قبول کرنے میں جلدبازی سے کام نہ لیتے۔ اس سوال کے جواب میں کہا جا سکتا ہے

پہلی وجہ:- تو یہ ہے کہ جس طرح لوگوں پر مذہبی ودینی لحاظ سے واجب ہے کہ امام منصوص علیہ (جس کی امامت کی تعیین پیغمبر نے یا قبل کے امام نے کردی ہو) کی اطاعت کریں اسی طرح امام پر واجب ہے کہ جب مددگاروں کی موجودگی کے سبب حجت قائم ہو جائے تو لوگوں کی بیعت ضرور قبول کرلیں۔

یہ امر کہ حجت قائم ہو گئی تھی اسی سے ظاہر ہے کہ امیرالمومنین کی شہادت کے بعد سوا شام کے علاقہ کے تمام ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں نے امام حسن کی بیعت قبول کی اور جب بیعت کرنے والے موجود تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ خلافت قبول کرنے سے انکار کرتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ امام حسن کی شخصیت اس وقت کے اکابر مسلمین میں سب سے نمایاں شخصیت تھی، آپ پیغمبر کے نواسہ تھے، علوم وکمالات میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے اس امتیازی شان کے رکھتے ہوئے اگر آپ چاہتے بھی کہ خلافت سے بےتعلق رہیں تو اس وقت کے مسلمان آپ کو بےتعلق نہ رہنے دیتے۔ مجبور ہوتے کہ آپ کی منت سماجت کریں کہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور امام حسن کے لئے بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا کہ آپ ان کی درخواست قبول کریں جیسا کہ امام حسینؑ اپنے زمانہ میں کھڑے ہونے پر مجبور ہوئے۔ کوئی شبہ نہیں اس میں کہ اگر امام حسن مسند خلافت پر بیٹھنا قبول نہ کرتے اور مسلمانوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیتے تو مسلمان ایسی تباہی میں پڑتے جس کا ٹھکانا نہ ہوتا۔ پھر ایسی صورت میں جبکہ بیعت کرنے والے موجود تھے لشکر قبضہ میں تھا نصرت و مدد کرنے والے ساتھ تھے بیعت نہ قبول کر کے آپ خدا کو کیا جواب دیتے کہ حمایت کرنے والوں کے موجود ہوتے بھی آپ نے حق کی طرفداری اور باطل کے استیصال کی کوشش کیوں نہ کی۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر امام حسن خلافت نہ بھی قبول کرتے اور لوگ آپ کو چھوڑ بھی دیتے تب بھی معاویہ اور اُن کے حامی آپ کو ہرگز نہ چھوڑتے۔ یہ لوگ آپ کو ہمیشہ خوف وہراس کی نظروں سے دیکھتے تھے کیونکہ

حفاظت تھی ان تمام لوگوں کی توقعات اگر کسی سے پورے ہو سکتے تھے تو آپ ہی سے۔ صلح کے بعد امام حسن کے پاس لوگوں کا آنا اپنی خدمات پیش کرنا اور اموی حکام سے جنگ پر آمادگی ظاہر کرنا تاکہ چھینا ہوا حق واپس آجائے یہ ثبوت ہے کہ مسلمانوں میں بے چینی عام تھی۔ بنی اُمیہ کسی طرح یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ امام حسن موجود رہیں اور لوگ آپ کا سہارا لیتے رہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ امام حسن زہر سے شہید کئے گئے آخر کیا وجہ تھی آپ کو شہید کرنے کی؟ آپ نے تو حکومت حوالہ کر کے ان لوگوں سے صلح کر لی تھی۔ وجہ یہی تھی کہ ان لوگوں کو اپنی حکومت کے متعلق آپ سے خوف لاحق تھا اور سمجھتے تھے کہ جب تک آپ زندہ ہیں لوگوں کے دل آپ ہی کی طرف مائل رہیں گے ہماری طرف متوجہ نہ ہوں گے۔ یہ سب باتیں اس وقت کی ہیں جب صلح ہو چکی تھی اور آپ کے ساتھی دو حصوں میں بٹ چکے تھے ایک تو وہ جو اب بھی آپ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے دوسرے وہ جنھیں آپ کی صلح انتہائی ناگوار گذری تھی۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب صلح ہونے اور خلافت سے دست بردار ہو جانے کے بعد لوگوں کی گرویدگی اتنی باقی تھی اور اس درجہ عوام الناس کے قلوب آپ کی طرف مائل تھے تو اگر آپ ابتدا ہی میں بیعت قبول کرنے سے انکار کر دیتے اور آپ کی بیعت کرنے کا جذبہ اور آپ کی اطاعت کا جوش و خروش مسلمانوں کے دل میں جوں کا توں موجود رہتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ حکومت کے مخالفین کی اُمیدوں کا مرکز ہوتے ہوئے بھی آپ زندہ چھوڑ دیئے جاتے؟ کیا امیر المومنین کی شہادت کے بعد فوراً آپ کا بھی خاتمہ نہ کر دیا جاتا، پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ امام حسن نے خلافت قبول کر کے جلد بازی سے کام لیا۔

رہ گئے وہ ہنگامے جن کی بنا پر اعتراض کیا جاتا ہے اور کہنے والے کہتے ہیں کہ آپ کو خلافت قبول کرنے میں جلدی نہ کرنا چاہیئے تھی وہ کوفہ کے دشمنوں کے منصوبے تھے جن پر وہ پہلے سے عمل پیرا تھے۔ یہ چیز شروع شروع میں مسند نشین خلافت ہونے کے وقت امام حسن کے لئے مضر نہ تھی جبکہ اکثریت اس وقت آپ کی طرفدار تھی۔ پھر کون سا خلیفہ یا سردار ایسا ہوا ہے جس کے تھوڑے بہت دشمن نہ ہوں۔

لہٰذا ان مختلف وجوہ و اسباب سے بہتر یہی تھا کہ آپ خلافت ضرور قبول کر لیتے۔ بلکہ ضرورت وقت مصلحت عامہ اور احقاق حق کی بنا پر واجب و لازم تھا اور اس سے گریز کی قطعی گنجائش نہ تھی۔

(۲) بیعت عام

تمام اسلامی ممالک کے مسلمانوں نے متفقہ طور پر آپ کی اطاعت و وفاداری کا عہد و پیمان کیا صرف کوفہ کے ۴۲ ہزار مسلمانوں نے اطاعت و وفاداری کی شرط کے ساتھ بیعت کی اسی طرح بصرہ، مدائن اور عراق کے تمام شہروں کے مسلمانوں نے بیعت کی۔ ایران کے لوگوں نے زیاد کے ہاتھوں پر بیعت کی جو اس وقت امیر المومنین کی طرف سے خراسان کا حاکم تھا۔ اہل حجاز و یمن نے جاریہ بن قدامہ کے ہاتھوں پر آپ کی بیعت

[illegible] معاویہ اور شام والوں کے سوا کسی نے بھی آپ کی بیعت سے گریز نہ کی
اور وہ امیر المومنین کی بیعت سے بھی گریز کر چکے تھے۔ غرضکہ امام حسن کی بیعت بھی اسی طرح اجماعی و اتفاقی حیثیت سے ہوئی جس طرح امیر المومنین کی ہوئی تھی۔

(۳) سلطنت کا استحکام

بیعت سے فراغت حاصل کر کے آپ سلطنت کے استحکام کی طرف متوجہ ہوئے ہر شہر و صوبہ کیلئے عمال مقرر کئے اور ہر عہدہ ایسے مومنین کے حوالے کیا جو تجربہ کار و دیندار عدل گستر سرخرو اور ذی وجاہت تھے حکام و عمال کو فرامین لکھے (ارشاد ص۱۶۷) فوجیوں کی تنخواہوں میں دس ہزار کا اضافہ کیا امیر المومنین بھی جنگ جمل میں ایسا ہی کر چکے تھے (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۱۰)
یہ آپ کا پہلا کارنامہ تھا کہ آپ نے حسن سلوک و فیاضی سے کام لیکر اہل لشکر کو خرید لیا اُن کے دل بھی آپ کی طرف ہو گئے اور تلواریں بھی ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں احبوہ اشد من حبھم ابیہ لشکر والوں نے آپ کے پدر بزرگوار امیر المومنین سے بڑھ کر آپ سے محبت کی (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۱۱)

بیعت ہونے کے بعد آپ نے جو افتتاحی تقریر فرمائی ہے وہ تاریخ کی ایک قیمتی یادگار ہے۔ اس تقریر میں آپ نے اہل بیت کے فضائل اور خلافت کے تنہا حقدار ہونے کی صراحت فرمائی اور فضا کے تکدر اور اُن خطرات کی طرف توجہ دلائی جو عالم اسلامی پر سایہ فگن تھے۔ آپ کی تقریر کے بعض فقرے یہ ہیں۔

"ہم خدا کی غالب رہنے والی جماعت ہیں پیغمبر کی عترت، آپ کے قریبی رشتہ دار آپ کے طیب و طاہر اہل بیت اور ان دو گراں قدر چیزوں میں سے ایک ہیں جنھیں رسول اللہ اپنے بعد اپنی اُمت میں چھوڑ گئے ہیں۔ ہم اس کتاب الہی کے ہمسر و مقابل ہیں جس میں خداوند عالم نے ہر چیز کی تفصیل ودیعت فرمائی ہے جس کے آس پاس باطل کا گذر نہیں اس کی تفسیر میں ہم ہی قابل اعتماد ہیں ہم اس کی تاویل میں ظن و تخمین سے کام نہیں لیتے بلکہ اس کے حقائق کو یقینی طور پر جانتے ہیں۔ تم لوگ ہماری اطاعت کرو کہ ہماری اطاعت فرض ہے کیونکہ ہماری اطاعت خدا و رسول کی اطاعت سے وابستہ ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور رسول اور صاحبان امر

"...... میں تمھیں آگاہ کرتا ہوں کہ خبردار شیطان کی آوازوں پر کان نہ دھرنا وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے اگر تم ایسا کرو گے تو تم شیطان کے انھیں پیرووں جیسے ہوگے جن سے شیطان نے کہا تھا کہ "آج کے دن تم پر کوئی غالب نہ ہوگا میں جو تمھارے ساتھ ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں برسرپیکار ہوئیں تو وہ اُلٹے پیروں پیچھے بھاگ نکلا اور کہا۔ "اب مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ......

تم لوگ عنقریب نیزوں کی یورش تلواروں کی کاٹ گرزوں کے وار اور تیروں کے نشانے دیکھو گے کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جب تک کہ وہ پہلے سے ایمان نہ لاچکا ہو اور ایمان لانے کے بعد نیک کام بھی کئے ہوں"

(اس خطبہ کو ہشام بن حسان نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بیعت کے بعد آپ نے جو تقریر فرمائی یہ اس کا کچھ حصہ ہے بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۹۱ تاریخ مسعودی)

تاریخی لغزشیں

بعض مورخین اور آج کل کے مصنفین سے امام حسن کی بیعت کے متعلق بہت کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ہوسکتا ہے کہ تلاش و جستجو کی کمی کی وجہ سے ایسا ہوا ہو، ضروری ہے کہ ہم ان کی وضاحت کرتے چلیں۔

۱ــــ مسعودی

مسعودی نے لکھا ہے کہ امام حسن کی بیعت امیرالمومنین کی شہادت کے دو دن بعد ہوئی۔ (التنبیہ والاشراف ص ۲۶۱) یہ قول اجماع مورخین کے خلاف ہے مورخین کا اتفاق ہے کہ جس شب میں امیرالمومنین کا جسد اقدس سپرد لحد کیا گیا اسی کی صبح کو بیعت ہوئی۔

۲ــــ فرید وجدی

استاذ محمد فرید وجدی لکھتے ہیں کہ امیرالمومنین کی وفات سے پہلے امام حسن کی بیعت ہوئی آپ کی بیعت مکمل ہونے کے بعد امیرالمومنین نے انتقال کیا (دائرۃ المعارف جلد ۳ ص ۴۴۳)

یہ قول بھی اجماع مورخین کے بالکل خلاف ہے کیونکہ مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ کی بیعت امیرالمومنین کی وفات کے فوراً بعد ہوئی کسی بھی مورخ نے نہیں لکھا کہ امیرالمومنین کی زندگی میں امام حسن کی بیعت ہوئی۔

۳ــــ خضری

استاذ خضری امام حسن کی بیعت کے متعلق لکھتے ہیں۔

"امام حسن نے اپنی بیعت پر نظر کی دیکھا کہ وہ آپ کے پدر بزرگوار کی بیعت جیسی نہیں کیونکہ وہ

...کیوں ہی پر آپ کی بیعت منحصر ہوئی حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ امام حسن کے عمال تمام اسلامی ممالک میں تھے اور ان عمال نے اپنے اپنے شہر و صوبہ کے تمام مسلمانوں سے امام حسن کی بیعت لی سوا شام اور اس کے ملحقات کے کوئی ایسی جگہ باقی نہ رہی جہاں کے مسلمانوں نے آپ کی بیعت نہ کی ہو اور آپ کی اطاعت و وفاداری کا عہد و پیمان نہ کیا ہو۔ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ خضری نے اپنی اکثر بحثوں میں غلطیاں کی ہیں ہم نے اُن کی اکثر کتابیں دیکھیں خصوصاً اُن کے وہ مولفات جو خلافت اسلامیہ یا خلفاء سے متعلق ہیں ان تمام کتابوں میں انھوں نے بدترین تعصب سے کام لیا ہے۔

۴ ـــــ ڈاکٹر طٰہٰ حسین

ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں

"امام حسن نے خود اپنے کو پیش نہیں کیا اور نہ بیعت کی خواہش کی۔ اس بیعت کی دعوت قیس بن سعد بن عبادہ نے دی جس پر سارے مجمع میں گریہ و زاری کی آواز بلند ہوئی اور سب نے بیعت کرنا قبول کیا۔ اور امام حسن بیعت کے لئے بلائے گئے۔" (علی و بنوہ ص۱۹۵)

ڈاکٹر صاحب کی یہ تحریر حقیقت کے بالکل مغائر ہے۔ یہ کہنا کہ امام حسن نے اپنے کو پیش نہیں کیا نہ بیعت کی خواہش کی اسے امام حسن کے وہ فقرات غلط ثابت کرتے ہیں جو آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے سانحہ ارتحال پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمائے تھے اس تقریر میں آپ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا تھا اور اپنی اطاعت کی دعوت دی تھی وہ یوں کہ آپ نے اپنے ذاتی اور نسبی فضائل و خصوصیات ذکر کئے تھے اور یہ بہت ہی شائستہ عنوان سے اپنی طرف لوگوں کو دعوت دینا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ اس بیعت کی دعوت قیس بن سعد بن عبادہ نے دی الخ اس سے ظاہری طور پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امام حسن وہاں موجود نہ تھے قیس نے آپ کی عدم موجودگی میں لوگوں سے آپ کی بیعت کی تحریک کی۔ یہ صریحی غلط فہمی ہے قیس نے آپ کی بیعت کی تحریک ضرور کی تھی مگر اس وقت جب امام حسن کوفہ کی مسجد جامع میں اپنی تقریر ختم کر چکے تھے اور ابھی منبر ہی پر تشریف فرما تھے اس وقت قیس بن سعد یا عبید اللہ بن عباس نے آپ کی بیعت کی تحریک کی۔

ڈاکٹر صاحب کی کتاب دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ انھوں نے امام حسن کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس میں زیادہ حصہ تحقیق سے خالی صحت سے بعید اور انتہائی غلط ملط ہے ہم عنقریب ان کی کتاب کی عبارتیں ذکر کریں گے اور دکھائیں گے کہ کیسی کیسی فاش غلطیاں واقعات کے بیان اور ان سے نتائج کے اخذ کرنے میں کی ہیں خصوصاً امام حسن کے متعلق۔

دوسری فصل

کوفہ کی حالت

کوفہ فتح عراق کے فوراً ہی بعد ۱۷ھ میں مسلمانوں نے آباد کیا۔ اس کی آبادی دفعۃً اس وقت بہت بڑھ گئی جب امیر المومنین نے مدینہ کے بجائے کوفہ کو دار السلطنت قرار دیا جنگ جمل کے بعد ۳۶ھ میں آپ ۱۲ رجب کو کوفہ میں تشریف لائے تھے دار السلطنت کی اس منتقلی کا سبب یہ تھا کہ حجاز کے مقامات غیر محفوظ اور رسل و رسائل کے ذریعے محدود تھے کوفہ اور اس کے مضافات اپنی ضروریات میں مکتفی تھے پھر عسکری حیثیت سے بھی اس جگہ کو بہت اہمیت حاصل تھی۔

امیر المومنین کے کوفہ آنے کے بعد دور دور ممالک کے مسلمان ٹوٹ پڑے یمن و حجاز کے بہت سے قبیلے یہاں آکر آباد ہوئے پھر مدائن اور ایران کے لوگ بھی بکثرت آئے۔ بہت بڑی منڈی قائم ہوگئی بازار کھل گئے، علمی درسگاہیں بنیں کوفہ کے ارد گرد باغات چھوٹے چھوٹے قریے اور آبادیاں بن گئیں۔ اور یہ بہت طویل عرصہ تک تاریخ و ادب کا گہوارہ علوم و فنون کا مرکز رہا ہاشمی حکومت ہونے کی وجہ سے یہاں شیعیت کو کافی فروغ ہوا۔ علی و اولاد علی کی محبت و حمایت کا جذبہ عام تھا اور یہ کیفیت بعد میں بھی قائم رہی البتہ چونکہ ہر قسم کے افراد یہاں آباد تھے اس لئے دشمنوں کی بھی کمی نہ تھی۔

امام حسن کی بیعت کوفہ میں اتفاقی حیثیت سے ہوئی، کوفہ میں اگرچہ اس وقت مختلف نظریے اور عقیدہ کے افراد تھے اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ کسی مسئلہ پر بھی مکتب خیال کے افراد متفق ہوتے ہوں پھر بھی آپ کی بیعت اتفاقی تھی اور سب نے متفقہ طور پر آپ کی اطاعت و وفاداری کا اقرار کیا تھا۔

امام حسن جب سے کوفہ تشریف لائے تھے اس وقت سے آپ نے ایسے بہترین اسلوب سے اپنی زندگی گذاری کہ ہر شخص کے دل میں آپ کی محبت و عزت تھی بھی آپ کو امیدوں کا مرکز قرار دیئے ہوئے تھے آپ نے اس شہر کو کریمانہ اطوار پاکیزہ اخلاق سے خرید لیا تھا۔ آپ کی داد و دہش، حسن خلق، علمی جلالت، بردباری، اصابت رائے، زہد و عبادت، اس درجہ کی تھی کہ بھی آپ کا کلمہ پڑھتے تھے اور اسی وجہ سے مختلف نظریات و خیالات کے لوگوں نے خوشی خاطر آپ کی بیعت کی۔

غرضکہ جیسی امید تھی ویسے ہی جوش و خروش سے آپ کی بیعت ہوئی مگر قضا و قدر کے احکام نہ تو کسی کی خواہش پر مبنی ہوتے ہیں نہ قیاس کے مطابق۔ کوفہ کی سیاسی فضا اب تک انتہائی مکدر تھی اس کی وجہ وہی جمل و صفین اور نہروان کی لڑائیاں تھیں۔ کوفہ کے بہت سے لوگ ان لڑائیوں میں قتل ہوئے تھے ان کے اعزہ اپنے مقتولین کے صدمات کو بھولے نہیں تھے۔ ان لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو کہ ہم اپنے مقتولین کا انتقام لے لیتے۔ یہ لوگ مقصد برآری کے لئے امکانی کوششیں اٹھا نہیں رکھتے تھے کچھ لوگوں کی نیتیں تو ٹھیک تھیں کچھ لوگ فاسد ارادے دل میں چھپائے ہوئے تھے۔

یہ دونوں قسم کے لوگ امام حسن سے اس وقت تک بہت خوش رہے جب تک آپ نے

… یہ خیال تھا کہ امام حسن چونکہ حلم و مروت کا مجسمہ ہیں اس لیے
اُن کی بیعت کر کے اپنے مقاصد آسانی سے پورے کئے جا سکتے ہیں۔ وہ برابر سنتے آئے تھے کہ آپ پیغمبر خدا کے اخلاق کی زندہ تصویر ہیں۔ صحابہ کی بیان کی ہوئی یہ حدیث بھی اُن کے کانوں میں برابر گونجتی رہتی تھی کہ امام حسن اخلاق و کردار میں تمام اہلبیت میں سب سے زیادہ پیغمبر سے مشابہ ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے خلق کو بالکل غلط سمجھا تھا لیکن اسی غلط فہمی کی بنا پر ان لوگوں نے بھی جو نظریات و معتقدات میں امام حسن سے اتفاق نہیں رکھتے تھے اسی طرح خوشی خاطر بیعت کی جس طرح خالص الایمان مومنین نے کی لیکن جلد ہی ان لوگوں کو اندازہ ہوگیا کہ ہم نے جسے موم کی طرح نرم سمجھا تھا وہ مسند خلافت پر آنے کے بعد اب فولاد سے بھی زیادہ سخت ہے حتیٰ کہ آپ کے قریبی اعزہ نزدیکی رشتہ دار اور پاس کے ہر وقت اُٹھنے بیٹھنے والے بھی اس پر قادر نہیں کہ آپ کے ارادوں میں تبدیلی کرلیں یا آپ کے لائحہ عمل میں ترمیم کرسکیں اس بنا پر کوئی تعجب نہیں کہ رفتہ رفتہ آپ کی مخالفت کے جذبات خودغرض افراد کے دلوں میں پیدا ہونے لگے ہوں اور یہ بھی حیرت انگیز نہیں کہ آہستہ آہستہ انھوں نے امام حسن کے ساتھ بھی ویسی ہی روش اختیار کی ہو جیسی اس سے پہلے امیرالمومنین کے ساتھ ان لوگوں کی روش تھی جس نے امیرالمومنین کا کلیجہ چھلنی اور آپ کی زندگی تلخ بنا دی تھی۔ اس خلیج کو ان لوگوں نے اور زیادہ وسعت دی جو دنیا کے بندے اور حرص دہوس کے غلام تھے جن کی اُمیدوں کا مرکز کوفہ نہیں بلکہ شام کا شہر دمشق تھا ان لوگوں کو امیرالمومنین کے کوفہ آجانے اور معاویہ کی سرکشی اور شام کی حکومت پر جمے رہنے سے خوب ہاتھ رنگنے کا موقع ملا امیرالمومنین کے حدود مملکت میں رہنے کی وجہ سے انھیں وہ حقوق و مراعات بھی حاصل تھے جو دوسروں کے لئے تھے پھر شام سے بھی انعام واکرام کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

یہ اتنے اقسام کے لوگ کوفہ میں اس وقت تھے جب وقت امام حسن کی بیعت ہوئی۔ اب ہم ہر ایک کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

ا —— اموی گروہ

اس کے سربرآوردہ افراد یہ تھے عمرو بن حریث عمارہ بن ولید بن عقبہ، حجر بن عمرو۔ عمر بن سعد بن ابی وقاص۔ ابوبردہ بن ابی موسیٰ اشعری، اسماعیل و اسحاق فرزندان طلحہ بن عبیداللہ اور انھیں جیسے دوسرے لوگ۔ اس جماعت میں بہت سے ایسے افراد تھے جنھیں بڑا جاہ و اقتدار حاصل تھا بہت سے لوگ ان کے زیر اثر تھے۔ امام حسن کے معاملہ میں ان کی خفیہ تحریکوں اور سازشی کارروائیوں کا زبردست حصہ تھا۔

"ان لوگوں نے خفیہ طور پر معاویہ کو لکھا کہ ہم دل سے آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں ان لوگوں نے معاویہ کو ترغیب دلائی کہ جلد عراق کی طرف آیئے۔ ان لوگوں نے عہد و پیمان کیا کہ ہم امام حسن کو معاویہ کے حوالے

کرتے اور وہاں سے طرح طرح کے انعام واکرام حاصل کرتے۔" (حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص۱۴۲)

"معاویہ نے عمرو بن حریث، اشعث بن قیس، حجار بن ابجر، شبث بن ربعی ہر ایک کے پاس خفیہ پیام بھیجے اور ہر ایک کے ساتھ اپنا ایک جاسوس بھی کر دیا پیغام یہ تھا کہ اگر تم نے امام حسن کو قتل کر دیا تو تمھیں ایک لاکھ درہم دوں گا، شام کے کسی دستہ فوج کا سردار مقرر کر دوں گا۔ اور اپنی کسی لڑکی سے تمھارا نکاح بھی کر دوں گا امام حسن کو بھی اس کی خبر ہو گئی اس وقت سے آپ نے زرہ بکتر پہننا شروع کیا اتنی احتیاط برتنے لگے کہ نماز بھی پڑھتے تو زرہ بکتر پہنے ہوئے ایک شخص نے حالت نماز میں آپ پر تیر چلایا مگر آپ محفوظ رہے (علل الشرائع ص۸۴)

انھیں مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ کتنے افراد سازش میں مبتلا رہتے اور معاویہ کا جادو کتنوں پر چل چکا تھا۔

ان سازشی لوگوں کو مزید تقویت خوارج سے ملی جو واقعہ تحکیم کے بعد ہی سے ہاشمی سلطنت کا تختہ الٹنے کی فکر میں تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان سازشی کارروائیوں میں اشعث بن قیس اور شبث بن ربعی بھی شریک تھے جو کوفہ کے خوارج کے راس و رئیس تھے۔

۲ — خوارج

یہ لوگ واقعہ تحکیم کے بعد جس طرح معاویہ کے دشمن تھے اسی طرح امیرالمومنین کے بھی دشمن تھے کوفہ میں ان خوارج کے سردار عبداللہ بن وہب راسبی، شبث بن ربعی، عبداللہ بن الکوا، اشعث بن قیس اور شمر بن ذی الجوشن ایسے افراد تھے کوفہ کے دیگر باشندوں کی بہ نسبت ان خوارج کو بہت جلدی تھی کہ شام والوں سے فوراً لڑائی چھیڑ دینا چاہیے۔ بیعت کے دن ہی سے ان کا اصرار تھا چنانچہ ان لوگوں نے بیعت کرتے وقت امام حسن سے یہ شرط بھی کی تھی کہ ہم آپ سے اس بات پر بیعت کر رہے ہیں کہ آپ شام کے گمراہوں سے جنگ کریں گے امام حسن نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ نہیں ہماری اطاعت و فرمانبرداری پر بیعت کرو میں جس سے لڑوں تم کو بھی لڑنا ہو گا اور جس سے صلح کر دوں تم کو بھی صلح کرنی ہوگی۔ یہ لوگ امام حسین کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اپنا ہاتھ پھیلائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں انھیں شرائط پر جن شرائط پر آپ کے پدر بزرگوار کی بیعت کی تھی اور اس شرط پر کہ آپ شام کے گمراہوں سے جنگ کریں گے امام حسین نے انکار کر دیا اور کہا کہ امام حسن کے رہتے ہوئے میں بیعت قبول کرنے والا نہیں ان خوارج نے چار و ناچار امام حسن کی بیعت کی۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۱۵۰)

ان خوارج نے امام حسن کی بیعت کرنے میں جو شرط پیش کی تھی اور شام والوں سے جنگ کے لئے اصرار

خوارج ہر ہر قدم پر آپ کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوئے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان خوارج کے دو سردار شبث بن ربعی اور اشعث بن قیس اموی سازش میں بھی بڑی سرگرمی سے شریک تھے۔

خوارج اپنے عقائد کی تبلیغ اور خروج کی تحریک میں ایسے موثر اور ہولناک طریقوں سے کام لیتے تھے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ ڈانواڈول ہو جاتے اور یہی وجہ ہے کہ نہروان میں تہس نہس ہونے کے بعد بھی ان کی جماعت پھیلتی رہی۔

زیاد بن ابیہ خوارج کی تحریک کے متعلق کہتا ہے "خشک لکڑی کو آگ اتنی جلدی نہ پکڑتی ہوگی جتنی جلدی ان خارجیوں کی بات دل میں اتر جاتی ہے"

مغیرہ بن شعبہ کہا کرتے "یہ خوارج اگر کسی شہر میں دو دن بھی ٹک گئے تو ان سے جو بھی ملا اسے بگاڑ کر رکھ دیا (طبری جلد ۶ ص ۱۰۹)

خارجی جھوٹ کہتے اور یقین رکھتے کہ حق کہتے ہیں ناپسندیدہ سے ناپسندیدہ حرکتیں کرتے اور سمجھتے کہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

۳ ــــــ شکاکون

شکاکون وہ لوگ تھے جو خوارج میں تو نہ شامل تھے لیکن ان کی تحریکوں سے پوری طرح متاثر تھے یہ مذبذب و متردد افراد تھے نہ ادھر کے نہ ادھر کے۔

جناب سید مرتضیٰ رح نے امالی جلد ۳ ص ۹۳ میں ان لوگوں کو کافر قرار دیا ہے غالباً اسی وجہ سے کہ یہ لوگ اصل عقائد مذہبی میں شک و شبہ رکھتے تھے کسی بات کا انھیں یقین ہی نہ تھا۔ یہ کوفہ کے عوام الناس کی ایک جماعت تھی جو اگرچہ نہ نیکی کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے نہ بدی کرنے کی انھیں قدرت حاصل تھی لیکن ان کا وجود بہرحال امام حسن کے لئے وبال جان تھا یہ فسادیوں کے لئے کھلونے تھے فائدہ تو ان سے کچھ نہ ہوتا نقصانات بیشمار ہو جاتے۔

۴ ــــــ الحمراء

یہ کوفہ کے ہتھیار بند لوگ تھے ان کی تعداد بقول طبری ۲۰ ہزار تھی۔ کوفہ کی تقسیم کے وقت یہ اس ساتویں حصہ میں تھے جس میں ان کے حلیف بنی عبدالقیس رہتے تھے۔ یہ لوگ بنی عبدالقیس سے نہ تھے بلکہ عرب ہی نہ تھے یہ مال غنیمت میں ہاتھ آئے ہوئے غلام تھے غالباً ان میں سے اکثر ان ایرانی لونڈیوں کی اولاد تھے جو عین التمر اور جلولا کی جنگ میں ہاتھ آئی تھیں۔ یہ سنہ ۴۱ھ میں بھی ہتھیار بند تھے امام حسن کے دور ابتلا میں اور سنہ ۶۱ھ میں بھی جبکہ واقعہ کربلا پیش آیا۔ اسی سے ان کی حقیقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ حمراء زیاد بن ابیہ کی پولیس تھے اور زیاد نے سنہ ۵۱ھ اور اس کے بعد شیعیان امیرالمومنین پر جو مظالم

ان تمام اقسام کے لوگوں کے علاوہ ایک جماعت امام حسن کے شیعوں کی بھی تھی ان کی تعداد بھی کوفہ میں کم نہیں تھی انھیں شیعوں میں اکابر انصار و مہاجرین تھے جو امیرالمومنین کے ساتھ کوفہ آرہے تھے۔ ان شیعوں نے امام حسن کی بیعت کے بعد ہر موقع و ہر محل پر اپنے اخلاص و وفاداری کا ثبوت پیش کیا۔ اگر کوفہ کے دوسرے باشندوں سے جو امام حسن کے خلاف سازشی کارروائیوں میں منہمک تھے۔ یہ لوگ محفوظ ہوتے تو معاویہ کا قلع قمع کرنے کے لئے یہی کافی تھے۔ اس جماعت میں ایسی زندگی کی حرارت اور ایسی صلاحیت و قابلیت تھی جس کا انکار ہی نہیں کیا جاسکتا یہ ہر پیچیدگی کو سمجھنے اور سلجھانے پر قادر تھے کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے قیس بن سعد بن عبادہ کا حجر بن عدی کندی کا عمرو بن حمق خزاعی، سعید بن قیس ہمدانی حبیب ابن مظاہر اسدی عدی بن حاتم طائی مسیب بن نجبہ زیاد بن صعصعہ اور انھیں جیسے دیگر خالص الایمان مومنین کا مگر اس کو کیا جائے کہ کرایہ کے سازشی ہاتھ سرگرمی سے جڑ کھودنے اور ان مخلص مومنین کو زیر کرنے میں مصروف تھے۔

تیسری فصل
سرد جنگ

معاویہ کو جب امام حسنؑ کے مسند نشین خلافت ہونے کی اطلاعیں ملیں تو اُن کے رنج و اندوہ کا ٹھکانا نہ رہا۔ کیونکہ انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں امام حسن کی بڑی عزت ہے وہ پیغمبر کے نواسے اور ہر ایک سے بڑھ کر آپ کے چہیتے ہیں۔ پیغمبر کے ارشادات امام حسن کی اہمیت و جلالت کے متعلق بچہ بچہ کو معلوم ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں ہمیں کوئی خاطر ہی میں نہ لائے گا فرزند رسول اور ہندہ جگر خوارہ کے بیٹے کا مقابلہ ہی کیا؟

پھر معاویہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ امام حسن اپنے نانا کی شریعت اور ان کی سیرۃ سے سر مو تجاوز کرنے والے نہیں۔ اور شریعت نبوی کا قطعی حکم ہے کہ بغاوت کرنے والے سے جنگ کی جائے اور اسے ہمیشہ کے لئے کچل دیا جائے۔ معاویہ باغیوں کے سرغنہ اور اُن کے راس و رئیس تھے اس بنا پر یقینی تھا کہ امام حسن معاویہ کی سرکوبی کے لئے امکانی کوشش اور ان کے قلع قمع کرنے کے لئے انتہائی اقدام کریں۔ اُن کے حزن و اندوہ میں اس خیال نے اور اضافہ کر دیا کہ امام حسن کی شخصیت ایسی پاک و صاف ہے کہ آپ پر کوئی اتہام لگانا بھی

کر رہے تھے کسی کو اندر جانے نہیں دیتے تھے۔ آپ کے اخلاق و کردار پر کسی قسم کی نکتہ چینی بھی ممکن نہ تھی کہ آپ ہر عیب و نقص سے اسی طرح پاک و صاف تھے جس طرح معاویہ ہر حسن و خوبی سے خالی!

معاویہ نے آپ کی خلافت کی خبریں سنتے ہی اپنے مخصوص رفیقوں کو طلب کیا، اُن سے صورت حال بیان کی اور بتایا کہ اگر فوری تدابیر کام میں نہ لائی گئیں تو ہماری تباہی یقینی ہے بہت کچھ غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد دو باتیں طے ہوئیں اور قرار پایا کہ انھیں فوراً عمل میں لانا چاہیے۔

پہلی یہ کہ امام حسن۔ کے مقبوضہ ممالک میں جاسوس بھیجے جائیں خصوصاً بصرہ و کوفہ میں۔ یہ جاسوس وہاں کی تفصیلی خبریں حاصل کریں اور اندازہ لگائیں کہ عام رجحان کیا ہے۔ لوگ امام حسن سے کتنا خلوص رکھتے ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ جاسوس وہاں کے لوگوں میں خوف و دہشت پھیلائیں معاویہ کی فوجی طاقت اور امام حسن کی کمزوری کا پروپاگنڈہ کریں۔

دوسری یہ کہ امام حسن کی مملکت میں جتنے ذمہ دار سربرآوردہ افراد ہیں اُن سے خفیہ طور پر خط و کتابت کی جائے۔ انھیں زیادہ سے زیادہ تحفے تحائف درہم و دینار بھیجے جائیں اور لالچ دلایا جائے کہ اگر یہ لوگ امام حسن کو چھوڑ کر معاویہ سے آملیں تو انھیں بڑی بڑی جاگیریں اور بڑے بڑے عہدے فوج اور حکومت میں دیئے جائیں گے۔

دوسری بات آئندہ کے لئے اُٹھا رکھی گئی پہلی پر فوراً عمل کرنا طے ہوا۔ معاویہ نے اُسی وقت دو شاطر آدمیوں کو بلایا جو اپنے فن میں ماہر تھے اور معاویہ کو اُن کی جاسوسی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ تھا۔ ایک شخص قبیلہ حمیر سے تھا اسے کوفہ روانہ کیا دوسرا جو بنی قین سے تھا اُسے بصرہ بھیجا۔

حمیری اور قینی نے بصرہ و کوفہ پہونچ کر مقررہ پروگرام کے مطابق کام شروع کر دیا لیکن جلد ہی اُن کا راز فاش ہو گیا اور محلہ کی پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ حمیری شخص گرفتار کر کے امام حسن کے پاس لایا گیا آپ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ قینی بصرہ میں عبداللہ بن عباس کے ہاتھ لگا اور اُنھوں نے بھی اسے فوراً قتل کر دیا۔

معاویہ کی اس حرکت پر امام حسن نے انھیں ایک سخت خط لکھ کر روانہ کیا جس میں دھمکی بھی تھی اور اُن کی اس سرکشی اور جسارت پر سرزنش بھی آپ نے لکھا تھا۔

"اما بعد تم نے میرے یہاں جاسوسی کرنے کے لئے آدمی بھیجے معلوم ہوتا ہے تمھیں جنگ کی بڑی خواہش ہے خدا نے چاہا تو تم جلد ہی اس کا سامنا کرو گے۔ مجھے یہ بھی معلوم

معاویہ یہ خط پڑھ کر بہت خفیف ہوئے۔ جاسوس پکڑے جا چکے تھے زیادتی ثابت تھی اس سے تو انکار ناممکن تھا البتہ امیر المومنین کی شہادت پر خوش ہونے سے مُکر گئے اُنھوں نے جواب میں لکھا۔

"..... اما بعد آپ کا خط ملا جو آپ نے لکھا ہے میں سمجھا۔ جو حادثہ واقع ہوا ہے اس کا بھی علم ہو چکا ہے۔ میں اس حادثہ پر نہ خوش ہوا نہ رنجیدہ، نہ مسرت کا اظہار کیا نہ ہمدردی کی۔"

عبداللہ بن عباس نے بھی بصرہ سے معاویہ کو ایسا ہی سخت خط لکھا اور اس کا جواب بھی معاویہ نے ویسا ہی دیا جیسا امام حسن کو لکھا تھا۔ دونوں میں انھوں نے امیر المومنین کی شہادت پر اظہارِ فرح و سرور سے فقط انکار کیا تھا۔

پھر امام حسن نے معاویہ کو دوسرا خط لکھا جس میں آپ نے بیعت و اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ یہ خط آپ نے دو معتبر اور دیندار شخصوں کے ہمراہ روانہ کیا ایک حارث بن[1] سوید تمیمی تھے دوسرے جندب[2] ازدی۔ خط کا مفہوم یہ تھا۔

"خدا کے بندے امیر المومنین حسن کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام۔

اما بعد خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو دو عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اُن کے ذریعہ حق کو غالب اور شرک کو زائل کیا۔ ان کی وجہ سے عرب والوں کو عموماً اور قریش والوں کو خصوصاً عزت بخشی چنانچہ ارشاد فرمایا وانه لذکر لك ولقومك یہ قرآن تمھارے لئے اور تمھاری قوم کے لئے نصیحت ہے۔ جب آنحضرت نے اس عالم فانی سے انتقال کیا تو عرب والوں نے نزاع کی کہ آپ کے بعد حاکم کون ہو۔ قریش نے کہا کہ ہم پیغمبر کے

---

[1] حارث بن سوید تمیمی کوفہ کے رہنے والے تھے کنیت ابو عائشہ تھی۔ بہت سے ثقہ اصحاب پیغمبر سے حدیثیں سنیں اور روایت کیں جیسے امیر المومنین۔ عبداللہ بن مسعود۔ خود اُن سے بھی معتبر اور ثقہ لوگوں نے روایت کی ہے۔ راویوں نے ان کی بڑی عظمت ظاہر کی ہے۔ ابن معین لکھتے ہیں کہ یہ ثقہ تھے۔ دوسرے علماء کا بیان ہے کہ یہ بہترین اسناد والے تھے۔ انھوں نے حضرت علی سے روایت کی۔ اور بہت سی باتیں علماء نے ان کی مدح و ثنا میں لکھی ہیں ان کی فضیلت اسی سے ظاہر ہے کہ امام حسن نے انھیں قابل اعتماد سمجھا اور معاویہ کے پاس اپنا خط دے کر انھیں روانہ کیا۔ عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے آخری دنوں میں انتقال کیا (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۴۳)

[2] جندب ازدی کی کنیت ابو عبداللہ تھی یہ پیغمبر کے صحابی تھے آپ کی حدیثیں انھوں نے روایت کی ہیں۔ دوسرے صحابہ سے بھی انھوں نے حدیثیں سنیں اور روایت کیں۔ جیسے امیر المومنین، سلمان فارسی وغیرہ۔ ابن حبان نے اُنھیں ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے۔ آخر زمانہ معاویہ میں انتقال کیا۔

ہم خاندان اور اُن کے عزیز رشتہ دار ہیں لہذا پیغمبر کی حکومت کے بارے میں تم ہم سے جھگڑا نہ کرو۔ عرب والوں کو اُن کی بات ماننی پڑی اور اُنھوں نے تسلیم کیا کہ یہ حکومت قریش ہی کا حق ہے۔ لیکن اسی بات کو جب ہم نے قریش والوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ ہم تم سے زیادہ پیغمبر کے قریبی عزیز ہیں تو انھوں نے انکار کیا۔ افسوس کہ قریش نے کچھ بھی انصاف سے کام نہ لیا حالانکہ انھیں دین میں فضیلت اور اسلام میں سابقیت حاصل تھی۔ کوئی شک نہیں کہ حکومت کے لئے تمھارا بھی ہم سے جھگڑنا ایسا ہی ہے کوئی حق بھی تمھارا ایسا نہیں جسے دنیا جانتی ہو نہ اسلام میں تمھارا کوئی اچھا اثر ہی ہے۔ خدا ہی کی طرف بازگشت ہے۔ ہم خدا کے کرم سے ملتجی ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز دے کر آخرت میں اس سے محروم نہ کرے۔

امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی وفات کے بعد مسلمانوں نے ہمیں اپنا حاکم مقرر کیا ہے۔ لہذا معاویہ تم خدا سے ڈرو۔ اور امت محمدیہ کی بہبودی کے پیش نظر ایسا طرز عمل اختیار کرو جس سے اس کا خون رائگان نہ ہو اور اس کے معاملات استوار ہوں۔"

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۹)

یہی خط قدرے تفصیل سے بھی مروی ہے اس کی افادیت کے پیش نظر اُسے بھی نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"امیر المومنین حسن بن علی کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام۔ اما بعد خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفےٰؐ کو سارے عالموں کے لئے رحمت تمام مومنین کے لئے احسان، اور تمام خلائق کے لئے نبی بنا کر مبعوث کیا تاکہ جو زندہ ہو اُسے عذاب سے ڈرائیں اور کافروں پر عذاب کا قول ثابت ہو جائے۔ آنحضرت نے خدا کے پیام پہونچائے، اس کے احکام کی تبلیغ کی، آپ نے نہ کوئی کوتاہی برتی نہ سستی سے کام لیا یہاں تک کہ خداوند عالم نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا بعد اس کے کہ خداوند عالم نے آپ کے ذریعہ حق کو غالب شرک کو ملیا میٹ کر دیا۔ خداوند عالم نے آپ کی وجہ سے قریش والوں کو خصوصی شرف بخشا چنانچہ ارشاد فرمایا یہ قرآن تمھارے لئے اور تمھاری قوم کے لئے نصیحت ہے۔ جب آپ کی رحلت ہو گئی تو عرب والوں نے آپ کی حکومت کے متعلق جھگڑا کیا۔ قریش نے کہا ہم پیغمبر کے ہم قبیلہ وہم خاندان اور آپ کے رشتہ دار ہیں۔ تمھارے

یہی دلیل پیش کی جو انھوں نے عرب والوں کے مقابلے میں پیش کی تھی۔ مگر اس مرتبہ قریش نے ہمارے ساتھ ویسا انصاف نہ کیا جیسا خود اُن کے ساتھ عرب والے کر چکے تھے۔ قریش والوں نے یہ حکومت عرب والوں سے انصاف کے نام پر اور دلیل پیش کر کے حاصل کی تھی لیکن جب ہم نے یہی دلیل اُن کے سامنے پیش کی اور انصاف کا اُن سے مطالبہ کیا تو انھوں نے ہمیں حکومت سے دور کر دیا ہم سے عداوت و دشمنی برت کر ہم پر ظلم کر کے حاکم بن بیٹھے خدا ہی آخری ٹھکانہ ہے اور وہی ولی و نصیر ہے۔

ہمیں اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ کیسے خلافت ہتھیانے والوں نے ہمارا حق چھین لیا اور ہماری حکومت پر قابض ہو گئے پھر بھی ہم نے اُن سے کوئی جھگڑا نہ کیا نہ لڑائی مول لی دین اسلام کا خیال کرتے ہوئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ منافقین اور دشمنان اسلام کو موقع مل جائے اسلام کو گزند پہونچانے کا۔ یا جیسا کہ اُن کی دیرینہ خواہش ہے وہ اسلام کو بگاڑ کر رکھدیں —— آج کے دن تعجب کرنے والوں کو تم پر تعجب کرنا چاہیئے کہ تم بھی اس چیز کو ہتھیانا چاہتے ہو جس کے تم قطعی سزاوار نہیں۔ نہ تو تمھیں دین میں کوئی فضیلت حاصل ہے نہ اسلام کی تم نے قابل ستائش کوئی خدمت کی ہے۔ تم دشمنان اسلام کی اولاد اور اس شخص کے فرزند ہو جو قریش میں سب سے زیادہ پیغمبر اور کتاب خدا کا دشمن تھا۔ اللہ ہی تم سے سمجھے گا عنقریب تم اس کی خدمت میں حاضر ہو گے۔ اور اس وقت تمھیں پتہ چلے گا کہ آخرت کی خوبی کس کے لئے مخصوص ہے۔ خدا کی قسم تم تھوڑے ہی دن میں اپنے پروردگار کا سامنا کرو گے وہ تمھارے کرتوتوں کی تمھیں جزا دے گا۔ خداوند عالم اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

امیرالمومنین علی ابن ابیطالب انتقال فرما گئے خدا کی رحمت ہو اُن پر اُس دن جس دن اُنھوں نے اپنی جان جہاں آفریں کو سپرد کی اور اس دن جس دن خداوند عالم نے اسلام کے ذریعہ اُن پر احسان کیا اور اُس دن جس دن وہ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے مجھے حاکم بنایا ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس زوال پذیر دنیا میں ایسی چیز مجھے نہ دے جس سے آخرت میں محروم کر دے۔ تم کو یہ خط لکھنے پر مجھے اس جذبہ نے مجبور کیا ہے کہ میں تمھارے بارے میں خداوند عالم کے نزدیک اپنا عذر پیش کر سکوں اگر تم نے بات مان لی تو گراں قدر حصہ کے حقدار ہو گے مسلمانوں کی بہتری ہو گی۔ باطل میں

آپ کی طرف ... ہیں تم سے زیادہ اس خلافت وحکومت کا مستحق ہوں خدا کے نزدیک
بھی اور ہر خدا کی طرف رجوع کرنے اور حدود کی حفاظت کرنے والے کے نزدیک اور ہر اُس
شخص کے نزدیک جس کے پاس خداوند عالم کی طرف رجوع کرنے والا دل ہو۔ خدا سے ڈرو
بغاوت ترک کرو اور مسلمانوں کو خوں ریزی سے محفوظ رکھو اب تک جتنا تم مسلمانوں کا خون
بہا چکے ہو وہی بہت ہے اس سے زیادہ خوں ریزی کا بار اگر تم لیکر خدا سے ملے تو یہ تمھارے
لیے کوئی بھلائی کی بات نہ ہوگی حلقہ اطاعت میں داخل ہو جاؤ اور حکومت کے بارے میں
اس شخص سے نزاع نہ کرو جو اس کا اہل اور تم سے زیادہ سزاوار ہے تاکہ خداوند عالم عداوت
وعناد کی آگ کو فرو کرے، مسلمان متحد اور اُن کے باہمی اختلافات برطرف ہوں۔ اگر تم نے
انکار کیا اور اپنی گمراہی پر مصر رہے تو میں مسلمانوں کی جمعیت لے کر تمھاری طرف چل کھڑا ہوں گا
اور تمھارے معاملہ میں خدا کو حکم بناؤں گا وہی ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہ بہترین
فیصلہ کرنے والا ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۲)

ان دونوں مکتوبات میں امام حسن نے اپنے شعور و احساسات خلافت اسلامیہ کے متعلق واضح کیے ہیں کہ خلافت ہے کیا اور کون اس منصب جلیل کا اہل ہے۔ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ شرعاً یہ خلافت محض اہلبیت کا حق ہے۔ (جیسا کہ حقیقتہً ہے بھی) اس میں ان کا کوئی شریک نہیں اہل بیت کے علاوہ جو بھی کرسی خلافت پر متمکن ہوا اس نے پرایا حق غصب کیا اور دوسرے کا لباس پہنا۔ اس نظریہ میں امام حسن منفرد نہ تھے آپ سے پہلے آپ کے پدر بزرگوار کا بھی یہی نظریہ تھا آپ نے بارہا اپنے حق کے لٹنے کی فریاد کی آپ کا مشہور خطبہ شقشقیہ اس کی واضح مثال ہے جس میں آپ نے اپنے حق کے غصب ہونے پر فریاد کی ہے اور اپنے حزن و اندوہ کا اظہار فرمایا ہے — امام حسن نے اپنے نظریہ کے ثبوت میں ٹھیک وہی دلیل پیش فرمائی ہے جو قریش نے جملہ اہل عرب کے مقابلہ میں اپنی احقیت خلافت کے متعلق پیش کی تھی۔ قریش نے کہا تھا کہ ہم دوسروں کی بہ نسبت پیغمبر کے قریبی رشتہ دار ہیں تو اگر استحقاق خلافت کا معیار پیغمبر سے قرابت ہی ہے تو اہل بیت قریب ترین رشتہ دار تھے پیغمبر کے یہ آپ کی اولاد آپ کے لخت جگر اور آپ کی آغوش کے پروردہ تھے۔ لہذا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ عرب والے اس قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے تو قریش کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو جائیں مگر قریش اہل بیت کے مقابلہ میں دستبردار نہ ہوں۔ اس کی بس ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے اور وہ حسد ہے۔ حسد انسان کو بڑا انصافی پر آمادہ کر سکتا ہے۔ حسد کے علاوہ ان لوگوں پر دنیا کی محبت اور جاہ واقتدار کی ہوس بھی غالب تھی جو ہر گناہ کی جڑ ہے۔ اسی چیز نے انھیں جرأت دلائی کہ وہ اپنے پیغمبر کی ذریت پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائیں اور اس عہدہ ومنصب سے انھیں محروم کر دیں جس پر قدرت نے انھیں فائز کیا تھا۔

اس کو دور کرتے ہوئے اتمام حق کرنا چاہتے ہیں کہ ... مسلمانوں کی یکجہتی پر چھا جائے

اور ایک دوسرے سے برسرِ پیکار نہ ہو جائیں اور منافقوں کو اس کا موقع نہ مل جائے کہ وہ اسلام کو تباہ و برباد کردیں جس کی تاک میں وہ شروع ہی سے تھے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے معاویہ کی نزاع کے متعلق اپنی حیرت وتعجب کا اظہار کیا ہے معاویہ اسلام کے بدترین دشمن اور باغی کے بیٹے تھے پھر انھیں دین میں کوئی فضیلت بھی حاصل نہ تھی نہ اُن کے اسلام میں کوئی خوبی تھی، اُن کے یا اُن کے خاندان کے سماجی یا مذہبی خدمات بھی ایسے نہیں تھے جس کی وجہ سے وہ خلافت اسلامیہ کے سزاوار ہوتے۔

آگے چل کر آپ نے اپنی بیعت کا ذکر کیا ہے کہ امیرالمومنین کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں نے میری بیعت اور اطاعت پر اتفاق کرلیا ہے سوا معاویہ کے آپ نے معاویہ کو دعوت دی کہ وہ بھی اس حلقہ بیعت میں داخل ہوجائیں۔

معاویہ سے اس خط کا جواب ہی کیا ممکن تھا انھوں نے اسی مکر و فریب اور ہیر پھیر سے کام لیا جس میں انھیں پوری مہارت حاصل تھی انھوں نے لکھا۔

"اما بعد آپ نے پیغمبر خدا کا جو ذکر کیا اسے میں سمجھا وہ اولین و آخرین سب پر فضیلت رکھتے ہیں، آپ کی رحلت کے بعد خلافت کے متعلق مسلمانوں کی نزاع کا جو آپ نے ذکر کیا ہے تو یہ صریحی تہمت ہے ابوبکر و عمر، ابو عبیدہ اور نیکوکار مہاجرین پر، یہ بات آپ کے لئے میں مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں جب خلافت کے متعلق باہم نزاع ہوئی تو انھوں نے دیکھا کہ قریش اس خلافت کے زیادہ سزاوار ہیں۔ چنانچہ قریش، انصار اور صاحب فضیلت و دیندار مسلمانوں نے بہتر سمجھا کہ قریش میں سے ایسے شخص کو حاکم بنائیں جو تمام قریش میں سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ اُن کا خیال کرنے والا اور حکومت پر سب سے زیادہ قوت رکھنے والا ہو چنانچہ انھوں نے ابوبکر کو منتخب کیا اور اس معاملہ میں وہ کوتاہی کے مرتکب نہ ہوئے اگر ابوبکر کے علاوہ انھیں کسی دوسرے شخص کا علم ہوتا جو اُن کی جگہ لے سکے اور اسلام کی حفاظت پر قادر ہو تو وہ ہرگز ابوبکر کی طرف توجہ نہ کرتے۔ آج کے دن میرا اور آپ کا وہی حال ہے جو پیغمبر کے انتقال کے وقت ان لوگوں کا تھا۔ اگر میں جانتا کہ آپ رعیت کے معاملات پر زیادہ قابو رکھ سکتے ہیں اور مسلمانوں کی حفاظت پر زیادہ قادر ہیں، سیاست میں ماہر اور دشمن سے نپٹنے کی بھی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور مال خراج و غنیمت جمع کرنے کی زیادہ قدرت حاصل ہے تو میں آپ کے پدر بزرگوار کے بعد آپ ہی کو خلیفہ تسلیم کرلیتا۔ مگر آپ کے باپ نے عثمان کے خلاف سرگرمی دکھائی یہاں تک کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے خداوند عالم نے ان کے

اس کو واضح کرتے ہوئے امام حسن فرماتے ہیں کہ محض اس خوف سے کہ کہیں مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے اور ایک دوسرے سے برسرپیکار نہ ہو جائیں اور منافقوں کو اس کا موقع نہ مل جائے کہ وہ اسلام کو تباہ و برباد کر دیں جس کی تاک میں وہ شروع ہی سے تھے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے معاویہ کی نزاع کے متعلق اپنی حیرت و تعجب کا اظہار کیا ہے معاویہ اسلام کے بدترین دشمن اور باغی کے بیٹے تھے پھر انھیں دین میں کوئی فضیلت بھی حاصل نہ تھی نہ اُن کے اسلام میں کوئی خوبی تھی۔ اُن کے یا اُن کے خاندان کے سماجی یا مذہبی خدمات بھی ایسے نہیں تھے جس کی وجہ سے وہ خلافت اسلامیہ کے سزاوار ہوتے۔

آگے چل کر آپ نے اپنی بیعت کا ذکر کیا ہے کہ امیرالمومنین کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں نے میری بیعت اور اطاعت پر اتفاق کر لیا ہے سوا معاویہ کے آپ نے معاویہ کو دعوت دی کہ وہ بھی اس حلقہ بیعت میں داخل ہو جائیں۔

معاویہ سے اس خط کا جواب ہی کیا ممکن تھا انھوں نے اسی مکر و فریب اور ہیر پھیر سے کام لیا جس میں انھیں پوری مہارت حاصل تھی انھوں نے لکھا۔

"اما بعد آپ نے پیغمبر خدا کا جو ذکر کیا اسے میں سمجھا وہ اولین و آخرین سب پر فضیلت رکھتے ہیں۔ آپ کی رحلت کے بعد خلافت کے متعلق مسلمانوں کی نزاع کا جو آپ نے ذکر کیا ہے تو یہ صریحی تہمت ہے ابوبکر و عمر ابوعبیدہ اور نیکوکار مہاجرین پر۔ یہ بات آپ کے لئے میں مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں جب خلافت کے متعلق باہم نزاع ہوئی تو انھوں نے دیکھا کہ قریش اس خلافت کے زیادہ سزاوار ہیں۔ چنانچہ قریش، انصار اور صاحب فضیلت و دیندار مسلمانوں نے بہتر سمجھا کہ قریش میں سے ایسے شخص کو حاکم بنائیں جو تمام قریش میں سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ اُن کا خیال کرنے والا اور حکومت پر سب سے زیادہ قوت رکھنے والا ہو چنانچہ اُنھوں نے ابوبکر کو منتخب کیا اور اس معاملہ میں وہ کوتاہی کے مرتکب نہ ہوئے اگر ابوبکر کے علاوہ انھیں کسی دوسرے شخص کا علم ہوتا جو اُن کی جگہ لے سکے اور اسلام کی حفاظت پر قادر ہو تو وہ ہرگز ابوبکر کی طرف توجہ نہ کرتے۔ آج کے دن میرا اور آپ کا وہی حال ہے جو پیغمبر کے انتقال کے وقت ان لوگوں کا تھا۔ اگر میں جانتا کہ آپ رعیت کے معاملات پر زیادہ قابو رکھ سکتے ہیں اور مسلمانوں کی حفاظت پر زیادہ قادر ہیں سیاست میں ماہر اور دشمن سے نپٹنے کی بھی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور مال خراج و غنیمت جمع کرنے کی زیادہ قدرت حاصل ہے تو میں آپ کے پدر بزرگوار کے بعد آپ ہی کو خلیفہ تسلیم کر لیتا۔ مگر آپ کے باپ نے عثمان کے خلاف سرگرمی دکھائی یہاں تک کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے خداوند عالم نے ان کے

منکر نہیں تھے اور نہ اسی سے ناواقف کہ اسلام اور مسلمانوں میں آپ لوگوں کی کیا قدر و منزلت ہے۔ مسلمانوں نے مناسب سمجھا کہ وہ اس خلافت کو قریش کے لئے چھوڑ دیں کیونکہ وہ پیغمبر سے قریبی تعلق رکھتے تھے اور قریش کے نیکوکار افراد اور انصار اور دوسرے مسلمانوں نے بہتر سمجھا کہ قریش میں سے اس شخص کو خلیفہ بنائیں جو سب سے پہلے اسلام لایا جو اللہ سے زیادہ واقف اور اس سے زیادہ محبت کرنے والا ہو۔ خدا کی حکومت پر اسے زیادہ قدرت حاصل ہو چنانچہ انھوں نے ابوبکر کو منتخب کیا۔ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کا تھا جو دیندار اور صاحبان فضیلت تھے اور مسلمانوں کی بہبودی پر جن کی پوری نگاہ تھی۔ اس بات نے آپ لوگوں کے سینوں میں غم و غصہ پیدا کیا اور آپ نے انھیں متہم کیا حالانکہ وہ قابل تہمت نہ تھے اور نہ انھوں نے جو کچھ کیا غلط کیا۔ اگر مسلمان آپ لوگوں میں کسی کو ایسا پاتے جو ابوبکر کی جگہ پُر کرسکتا اور جتنا ابوبکر اسلام کی حفاظت پر قادر تھے اتنی ہی اسے بھی قدرت حاصل ہوتی تو مسلمان آپ لوگوں کو چھوڑ کر کبھی ابوبکر کو خلیفہ نہ بناتے۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ اسی (ابوبکر کو خلیفہ بنانے) میں اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبودی ہے خدا انھیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عنایت کرے۔ آپ نے جس امر کی مجھے دعوت دی ہے وہ بھی میں سمجھا میرا اور آپ کا حال ٹھیک وہی ہے جو وقت وفات پیغمبر آپ لوگوں اور ابوبکر کا تھا۔ اگر میں یہ جانتا ہوتا کہ آپ مجھ سے زیادہ رعیت کے نگران اُمت کے محافظ سیاست میں ماہر جمع اموال پر قادر دشمن کے مقابلہ میں چالاک ہیں تو یقیناً میں آپ کی بات قبول کرلیتا اور آپ کو خلافت کا سزاوار سمجھتا لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کی بہ نسبت زیادہ طولانی مدت سے حکومت کر رہا ہوں تجربہ کے لحاظ سے آپ پر فوقیت رکھتا ہوں پھر آپ سے سن میں کافی بڑا بھی ہوں لہذا آپ زیادہ سزاوار ہیں کہ میری بیعت کریں بہ نسبت اس کے کہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ میرے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو جائیے میرے بعد یہ حکومت آپ ہی کی ہوگی۔ عراق کے بیت المال میں جتنا بھی مال ہو وہ سب آپ کا ہے جہاں چاہیے لیجائیے پھر عراق کے جس علاقہ کا خراج چاہیے اپنے گذران کے لئے لیجئے۔ آپ ہی کا آدمی ہر سال وصول کیا کریگا اور آپ کے پاس پہونچائے گا۔ آپ کے ساتھ کوئی نامناسب برتاؤ نہ ہوگا نہ آپ کے بغیر معاملات سرانجام دیئے جائیں گے۔ نہ طاعت الہی کے کسی کام میں آپ کی نافرمانی

دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ والسلام۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۳)

معاویہ کا یہ خط دونوں روایتوں کی بنا پر صریحی کذب و افترا بدترین مکر و فریب کا مجموعہ اور بقول ڈاکٹر احمد رفاعی (مصر) اُن کے سیاسی مغالطات پر مشتمل ہے ضروری ہے کہ ان کے بعض فقروں پر ہم روشنی ڈالتے چلیں تاکہ اُن کی سیاسی بازی گری کا اندازہ ہو سکے اور معلوم ہو کہ وہ باطل میں کتنے غرق اور حق کے کیسے شدید دشمن تھے۔

معاویہ کا یہ فقرہ "آپ نے ابوبکر و عمر اور ابو عبیدہ پر تہمت لگائی ہے۔ الخ" یہ کھلا ہوا فریب ہے امام حسن نے اپنے مکتوب کے ابتدا ہی میں واضح کر دیا تھا کہ خلافت اہل بیت کا خصوصی حق ہے اس میں اُن کا کوئی شریک نہیں اور قریش نے اُن سے خلافت غصب کر لی۔ آپ کا یہ دعویٰ دلیل سے خالی نہ تھا بلکہ آپ نے ایسی دلیل پیش کی ہے جس سے انکار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے لکھا تھا کہ قریش والوں کے نزدیک خلافت کے استحقاق کا معیار پیغمبر کی قرابت تھی اسی معیار کو انھوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش کیا اور اسی قرابت کی وجہ سے وہ مسلمانوں پر حاکم بن بیٹھے۔ تو یہی قرابت اور پیغمبر سے رشتہ داری اہل بیت پیغمبر میں بدرجہ اتم و اکمل موجود تھی اہل بیت، پیغمبر کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے ان کے رہتے ہوئے کیا وجہ ہے کہ دوسرے لوگ جنھیں اگر لگاؤ تھا بھی پیغمبر سے تو دور دراز کا وہ خلیفہ ہو گئے۔ امام حسن نے سیدھی سی بات کہی تھی جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا لہذا آپ پر بدگمانی کرنے اور تہمت لگانے کا الزام کیونکر جائز ہے؟ ہاں جو حق بات کہے اور اپنے حق کا مطالبہ کرے معاویہ کی زبان میں بدگمانی و بدسلوکی کرنے والا بھی کچھ ہو سکتا ہے۔

یہ فقرہ بھی صریحی فریب ہے کہ "مسلمانوں میں جب مسئلہ خلافت میں اختلاف ہوا تو وہ آپ لوگوں کی فضیلت و سابقیت اور پیغمبر کی قرابت سے منکر نہیں تھے" کیونکہ مسلمانوں نے یقیناً اہل بیت کی قدر و منزلت نہ جانی اُن کی صلاحیتوں سے انکار کیا اور ان کی سابقیت اور پیغمبر سے قرابت کا ذرہ برابر پاس و لحاظ نہ کیا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اہل بیت ہر عہدہ و منصب سے محروم رکھے گئے۔ دشمنان اہلبیت و معاندین اسلام، بنی امیہ اور ابو سفیان کی اولاد کے لئے جو آزاد کردہ تھے پیغمبر کے عہدہ و مناصب تھے جاگیریں تھیں مگر اہلبیت کا حق کسی میں نہ تھا وہ کسی عہدہ و منصب کے لائق نہ تھے۔

کتنا تعجب خیز ہے معاویہ کا یہ فقرہ کہ "اگر میں یہ جانتا ہوتا کہ آپ مجھ سے زیادہ رعیت کے نگراں امت کے محافظ ہیں۔ الخ" معاویہ نے اُمت کی کیا حفاظت کی کیا اکابر مسلمین، جیسے حجر بن عدی وغیرہ

[illegible]

اس سے زیادہ معاویہ کا یہ فقرہ حیرتناک ہے کہ "آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے طولانی مدت سے حکومت کر رہا ہوں آپ سے سن میں بھی کافی بڑا ہوں" گیا زیادہ مدت تک حکومت کرنے اور سن میں بڑا ہونے سے کوئی شخص خلافت کا مستحق ہو جاتا ہے؟ ٹھیک ہے جب دلیل وثبوت سے دامن خالی ہوتا ہے تو آدمی ایسے ہی خرافات پر اُتر آتا ہے۔

معاویہ نے اس کے بعد امام حسن کو دوسرا خط لکھا جس میں آپ کو خبردار کیا تھا کہ ہماری مخالفت نہ کیجئے اور طمع دلائی تھی کہ اگر آپ خلافت سے دست کش ہو جائیں تو ہمارے بعد آپ ہی خلیفہ ہوں گے اس خط کا مفہوم یہ تھا۔

"امابعد خدا اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے حکم کی بازپُرس کرنے والا کوئی نہیں، وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے، آپ خبردار رہیے کہ کہیں آپ کی موت معمولی لوگوں کے ہاتھوں نہ ہو جائے، اس سے آپ اطمینان رکھئے کہ آپ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ اگر آپ خلافت سے دست کش ہو گئے ہمارے حلقۂ اطاعت میں آ گئے تو میں نے آپ سے جو وعدے کئے ہیں انھیں پورا کروں گا اور آپ جو شرطیں پیش کریں گے انھیں منظور کروں گا اور ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اعشی بنی قیس بن ثعلبہ نے کہا ہے۔

"اگر کوئی شخص کوئی امانت تمھارے حوالے کرے تو جب وہ امانت مانگی جائے تو اسے واپس کر دو۔ تمھیں وفا عہد کرنے والا کہا جائے گا اور اگر تمھارا دوست مالدار ہو تو اس پر حسد نہ کرو اور اگر نادار ہو تو اس پر جفا نہ کرو"

ظن غالب ہے کہ معاویہ نے یہ خط جو تہدید و وعید پر مشتمل ہے اس وقت امام حسنؑ کے پاس بھیجا جب وہ عراقی لشکر کے سرداروں کو اپنی طرف پوری طرح ملا چکے تھے اور ان سرداروں نے وعدہ کر لیا تھا کہ جو آپ کہیں گے ہم اسے پورا کریں گے، اس قسم کی لفظیں استعمال کرنا اُن کے لئے تبھی ممکن تھا جب عراق کے سرداروں پر انھیں پورا پورا بھروسہ ہو چکا ہو اور امام حسن کی طرف سے بالکل مایوسی ہو گئی ہو۔ امام حسن نے معاویہ کی ان دھمکیوں کی پروا نہ کی بلکہ ایسا جواب دیا جس کے لفظ لفظ سے اپنے موقف کی مضبوطی اور محکم عزم نبرد نمایاں تھا اس خط کو پڑھنے کے بعد معاویہ کو یقین ہو گیا کہ ہماری چالیں ناکام رہیں کوئی فریب کارگر نہ ہوا امام حسن جنگ وجہاد پر عزم مصمم رکھتے ہیں اسی وقت سے انھوں نے لڑائی کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں۔

چوتھی فصل

اعلان جنگ

جب معاویہ کے سب سیاسی داؤں پیچ اکارت گئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ ہمارے مکر و فریب کوئی فائدہ نہ دیں گے تو انھوں نے سوچا کہ اب ہماری کامیابی اسی بات پر منحصر ہے کہ فوراً اعلان جنگ کر دیا جائے اور ہم لشکر لے کر عراق کی طرف چل کھڑے ہوں، غالباً انھوں نے جنگ میں عجلت چند خاص وجہوں سے کی۔

پہلی وجہ یہ تھی کہ وہ عراق کے سربرآوردہ لوگوں، عراقی لشکر کے سرداروں اور رؤسار قبائل سے پوری ساز باز کر چکے تھے۔ مال و دولت پہونچا کر عہدہ و مناصب اور جاگیروں کے وعدے کر کے ان کے دین و ایمان اور قلب و ضمیر کا سودا کر لیا تھا اور اُن سبھوں نے انھیں پورا اطمینان دلایا تھا کہ آپ جو چاہیں گے وہی ہو گا اس کا ثبوت معاویہ کا آخری خط ہے جو انھوں نے امام حسن کے نام بھیجا جسے ہم قبل میں درج کر آئے ہیں اور اُن کا وہ خط ہے جو انھوں نے اپنے عمال و حکام کو بھیجا تھا اور مدد کے لئے فوراً پہونچنے کی تاکید کی تھی۔ یہ خط ہم آگے چل کر نقل کریں گے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ انھیں پوری طرح معلوم ہو چکا تھا کہ عراق کے لشکر میں پھوٹ پڑ چکی ہے سپاہیوں کی ہمتیں جواب دے گئی ہیں وہ نئے خلیفہ کی باتوں پر کان نہیں دھرتے نہ اس کے کسی حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ انھیں اُن داخلی خطرات کا بھی علم تھا جس میں عراق والے مبتلا تھے اور شام کا علاقہ محفوظ تھا اور وہ داخلی خطرہ خوارج کی تحریک تھی جس کی بنیاد ہی اس پر تھی کہ ہر برسرِ اقتدار حکومت کی مخالفت کی جائے۔

چوتھی وجہ امیر المومنین کی شہادت تھی۔ امیر المومنین کے انتقال کے بعد عراق والے اپنا ایسا عدیم المثال قائد اور بے نظیر حاکم کھو چکے تھے جس کی ذات سے آفات و شدائد میں دلوں کو تقویت رہتی اور جو تمام سختیوں میں اُن کا سہارا تھا۔

ہمارے خیال میں یہی اسباب تھے جن کی بنا پر معاویہ فوراً لڑائی چھیڑنے پر آمادہ ہو گئے کیونکہ اگر عراق مذکورہ بالا تباہیوں سے دوچار نہ ہوتا جن کی وجہ سے عراق والوں کے شعور و احساس ختم

... اور وقتی طور پر معاہدہ کر لیتے اس وقت تک کے لئے جب تک کہ وہ اپنی پوری طاقت مجتمع نہ کرلیں جیسا کہ انھوں نے بہت ہی دب کر اور انتہائی شرمناک طریقہ سے شہنشاہ روم سے معاہدہ کر لیا تھا۔

اُن کے یہ فقرے تاریخ کے صفحات پر آج بھی موجود ہیں جو انھوں نے جنگ صفین میں عراق کی فوجوں کو ہتھیلی پر سر لئے لڑتے دیکھ کر کہا تھا ماذکرت عیونھم تحت المغافر بصفین الالیس عقلی میں جب بھی خود کے نیچے عراق والوں کی چمکتی ہوئی آنکھوں کو یاد کرتا ہوں تو میرے حواس جاتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ اور انھوں نے عراق والوں کے متعلق کہا تھا ان قلوبھم جمیعا کقلب رجل واحد اُن سب کا دل جیسے ایک شخص کا دل ہے۔ اگر آپس کی پھوٹ نہ ہوتی جس نے عراق کو کھا لیا تو ہرگز معاویہ کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ لڑائی میں جلدی کریں۔ انھیں مذکورہ بالا اسباب نے اُن کے لئے مناسب موقع فراہم کر دیا اور اس میں وہ پوری طرح کامیاب بھی رہے۔

معاویہ نے اپنے تمام عمال کو خطوط بھیجے جن کا ایک ہی مضمون تھا ان خطوط میں انھوں نے تاکید کی تھی کہ امام حسن سے لڑنے کے لئے فوراً پہونچو اور لڑائی کی پوری تیاریاں کر کے مجھ سے آملو۔ اس خط کا مفہوم یہ تھا۔

"بندۂ خدا معاویہ امیر المومنین کی طرف سے فلاں ابن فلاں اور وہاں کے مسلمانوں کے نام۔ اما بعد خدا کا شکر جس نے تمھارے دشمن اور تمھارے خلیفہ کے قاتلوں سے تمھاری کفایت کی۔ خداوند عالم نے اپنے لطف و کرم سے علی ابن ابیطالب کے لئے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ معین کیا جس نے انھیں ناگہانی طور پر ہلاک کر دیا اب ان کے ساتھی باہم متفرق اور ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ان کے معززین اور سرداروں کے خط ہمارے پاس آئے جن میں انھوں نے اپنے لئے اپنے قوم و قبیلہ کے لئے ہم سے امان مانگی ہے۔ جب میرا یہ خط تمھیں ملے تو اپنے لشکر اور ساز و سامان کے ساتھ میری طرف چل پڑو۔ خدا کے فضل سے تم نے اپنا انتقام لے لیا ہے۔ اور اپنی آرزو حاصل کرلی ہے۔ خدا نے بغاوت والوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ صـ۱۳)

جب معاویہ کے پاس بہت بڑا لشکر اکٹھا ہو گیا اور دنیا کے بندے ایک ایک کر کے سمٹ آئے تو وہ انھیں لیکر عراق کی طرف چل کھڑے ہوئے اور اس لشکر کی کمان انھوں نے خود اپنے ہاتھ میں رکھی۔ دمشق میں

اس سے زیادہ تعداد بھی لکھی ہے۔ بہر حال جو بھی تعداد ہو ان کا ایک ایک سپاہی اُن کا طاعت گذار و فرمانبردار اور اُن کی خواہشوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے پر سرگرمی سے آمادہ تھا۔

منزلیں طے کرتے ہوئے وہ اپنے لشکر کو لے کر منبج[1] کے پل تک پہونچے یہ جب عراق والوں کو اُن کی روانگی اور جسر منبج تک پہونچ جانے کی خبریں ملیں تو وہ بیحد خوفزدہ ہوئے اُن کے دل پر ہراس و دہشت نے غلبہ کر لیا۔ امام حسنؑ کو جب معاویہ کی آمد کی خبر ملی تو آپ نے اپنے کسی صحابی کو حکم دیا کہ نماز جماعت کا اعلان کریں مطلب یہ تھا کہ کوفہ کی ساری آبادی مجتمع ہو جائے تھوڑی ہی دیر میں سب اکٹھا ہو گئے بعد نماز آپ منبر پر تشریف لے گئے حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپ نے یہ تقریر کی۔

"اما بعد خداوند عالم نے لوگوں پر جہاد فرض کیا ہے اور اس کا نام "شاق" رکھا ہے پھر صاحبانِ جہاد سے فرمایا: "صبر کرو خدا صابروں کے ساتھ ہے لوگو تم اپنے مراد کو اُس وقت تک پہونچ نہیں سکتے جب تک تم ایسی بات پر صبر نہ کرو جو تمھیں شاق گذرتی ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ قریب پہونچ چکے ہیں ہمارا خود ارادہ اُن کی طرف روانہ ہونے کا تھا مگر وہ پہلے چل پڑے۔ خدا تم لوگوں پر رحم کرے تم لوگ نخیلہ[2] کی فوجی چھاؤنی کی طرف چل کھڑے ہو۔" (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۳)

مورخین لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ کی تقریر ختم ہونے پر مجمع میں سناٹا چھا گیا سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں چہروں پر زردی چھا گئی معلوم ہوتا تھا جیسے سب کے دم نکل گئے ہوں کسی نے بھی آپ کی بات کا جواب نہیں دیا یہ ساری باتیں شام والوں کے ڈر اور اپنی جان کی محبت اور عافیت کی چاہت میں تھیں، یہ ابتدا اور آغاز عمل تھا اہل عراق کا ان سے شروع ہی میں ایسی پست ہمتی۔ بزدلی! اور جنگ سے جی چرانے کے مظاہرے ہوئے جو انتہائی خطرناک اور مایوس کن تھے۔

جب عدی[3] بن حاتم امیر المومنینؑ کے جاں نثار صحابی نے مجمع کا یہ سکوت اور امام کی آواز صدا بصحرا ہوتے

---

[1] جسر منبج ایک قدیم شہر ہے اس کے اور حلب کے درمیان دو دن کی مسافت ہے، سب سے پہلے اسے کسریٰ نے آباد کیا تھا معجم البلدان جلد ۸ ص ۱۶۹

[2] نخیلہ کوفہ سے قریب ایک موضع ہے شام کی سمت، یہیں معاویہ اور خوارج میں جنگ ہوئی تھی معجم البلدان جلد ۸ ص ۲۷۶

[3] عدی بن حاتم۔ ان کا باپ حاتم عرب کا مشہور سخی گذرا ہے جس کی سخاوت ضرب المثل ہے، عدی کی کنیت ابو طریف تھی، یہ پہلے نصرانی مذہب کے تھے ۹ھ میں پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے ان کے اسلام لانے کا ایک دلچسپ واقعہ ہے جسے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ذکر کیا ہے۔ عدی نے پیغمبرؐ سے بہت سی حدیثیں سنیں اور

دیکھی تو وہ غیرت سے جوش کرو کس کے بولے۔

"میں عدی بن حاتم ہوں۔ سبحان اللہ! یہ کتنی شرمناک تم لوگوں کی حالت ہے ارے تم اپنے امام اور اپنے پیغمبر کے نواسہ کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ اس شہر کے وہ جوشیلے معززین کہاں ہیں جو اپنی آتش فشانی میں مشہور ہیں، اس وقت جب وقت پڑا ہے تو لومڑی کی طرح دم دبا بیٹھے کیا تمھیں خدا کا خوف نہیں تم میں غیرت و حمیت باقی نہیں رہی ......"

پھر وہ امام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا

"خدا آپ کا بھلا کرے اور ہر ناپسندیدہ بات سے آپ کو محفوظ رکھے۔ اور ایسی باتوں کی توفیق مرحمت فرمائے جس کا آغاز و انجام اچھا ہو۔ ہم نے آپ کی بات سنی آپ کے حکم تک پہونچے جو آپ حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے ......"

پھر مجمع کی طرف مڑکر بولے

"میں چھاؤنی کی طرف جا رہا ہوں جسے آنا ہو وہ جلد پہونچے"

یہ کہکر وہ مسجد سے چل کھڑے ہوئے اُن کا گھوڑا مسجد کے دروازہ پر کھڑا تھا اس پر سوار ہو کر نخیلہ روانہ ہو گئے مگر وہ تنہا ہی گئے کسی نے بھی ساتھ نہ دیا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صفحہ ۱۴)

اسی طرح قیس بن سعد بن عبادہ، معقل[1] بن قیس ریاحی، زیاد بن صعصعہ تمیمی وغیرہ کے دل میں بھی

(بقیہ صفحہ ۲۰۱) ایک مرتبہ یہ حضرت عمر کے پاس آئے دیکھا کہ وہ ملتفت نہیں ہوتے تکبر سے کام لے رہے ہیں عدی نے پوچھا آپ مجھے پہچانتے ہیں حضرت عمر نے کہا ہاں کیوں نہیں! خداوند عالم نے تمھیں بڑی اچھی پہچان کے ساتھ عزت بخشی ہے میں خدا کی قسم تمھیں پہچانتا ہوں تم اس وقت اسلام لائے جب دوسرے کافر تھے تم نے اس وقت پہچانا جب دوسرے نہیں پہچانتے تھے تم نے اس وقت وفاداری کی جب دوسروں نے غداری کی تم اس وقت متوجہ ہوئے جب دوسرے منہ پھرائے ہوئے تھے عدی نے کہا بس! بس! کافی ہے۔ عراق کی فتح اور اس کی لڑائیوں میں نیز جنگ قادسیہ و جنگ نہروان وغیرہ بھی میں شریک رہے۔ ان کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے حاتم کی دیگیں ان سے عاریت مانگیں عدی نے ان دیگوں کو کھانے کی چیزوں سے بھر اور بھیجدیا اشعث نے کہلایا ہم خالی دیگیں چاہتے تھے عدی نے کہلا بھیجا ہم خالی دیگیں کسی کو نہیں دیتے۔ یہ حضرت عثمان کے مخالفین میں سے تھے امیر المومنینؑ کی معیت میں جنگ جمل میں شریک ہوئے اس میں ایک آنکھ جاتی رہی صفین میں انھوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ۶۷ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں کوفہ یا قرقیسیا میں انتقال کیا اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۲ استیعاب تہذیب التہذیب وغیرہ

[1] معقل بن قیس ریاحی۔ پیغمبر کی زیارت سے مشرف تھے، جنگ جمل میں امیر المومنینؑ کی فوج کے سردار اور آپ کی

جمع نے اس سکوت کو دیکھ کر غیظ و غضب کی لہریں اٹھیں ان سب نے مجمع کی اس پست ہمتی کو برا بھلا کہا اور دشمن سے جنگ کرنے کی ترغیب دلائی پھر امام کی طرف متوجہ ہو کر عدی ابن حاتم کی طرح اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ امام نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور مدح و ستائش بھری یہ لفظیں کہیں

"میں تمھارا خلوص نیت وفاداری و خیر خواہی پہلے ہی سے جانتا ہوں خدا تمھیں جزائے خیر عنایت کرے"

امام حسنؑ بھی معاویہ سے مقابلہ کے لئے فوراً چل کھڑے ہوئے آپ نے کوفہ میں مغیرہ[1] بن نوفل بن حرث کو اپنا قائم مقام بنایا اور تاکید کی کہ لوگوں کو جنگ پر آمادہ کر کے نخیلہ کی طرف روانہ کرنا۔ منزلیں طے کرتے ہوئے اپنے لشکر کو لئے (جس کی کیفیت ہم آگے چل کر بیان کریں گے) آپ نخیلہ پہونچے اور وہاں قیام کر کے لشکر کی ترتیب و انتظام میں مشغول رہے۔ الخرائج والجرائح ص۲۲۸ میں مذکور ہے کہ امام حسنؑ کے ساتھ کچھ لوگ گئے اور بہت سے لوگ گھر میں بیٹھے رہے وعدہ کر کے غداری کی جیسا کہ اس سے پہلے امیر المومنینؑ کے ساتھ غداری کر چکے تھے امام حسنؑ دس دن تک نخیلہ میں ٹھہرے مشکل سے چار ہزار آدمی آئے آپ کوفہ واپس ہوئے وہاں پہونچکر آپ نے تقریر کی اور کہا تم نے مجھے دھوکا دیا جیسا کہ مجھ سے پہلے میرے باپ کے ساتھ دھوکا کر چکے ہو۔ پھر نخیلہ سے چل کر آپ دیر عبد الرحمان پہونچے وہاں تین دن ٹھہرے تاکہ لشکر کے وہ سپاہی جو پیچھے چھوٹ گئے ہیں آپ سے آملیں۔ آپ نے مناسب سمجھا کہ ہراول دستہ کو آگے روانہ کر دیں تاکہ وہ دشمن کی حالت کا اندازہ لگائے اور آگے بڑھنے سے روکے رہے۔ ہراول دستہ میں آپ نے اپنے آزمودہ کار بہادر صحابیوں کو رکھا۔ یہ دستہ فوج بارہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ اس لشکر کا سردار عبید اللہ بن عباس کو مقرر کیا ہراول دستہ کی روانگی سے پہلے آپ نے عبید اللہ بن عباس کو بلا کر یہ نصیحت فرمائی۔

"فرزند عم! میں تمھیں بارہ ہزار شہسواران عرب اور قاریان شہر کی جمعیت کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں۔ انھیں لے کر جاؤ ان سے نرمی کا برتاؤ کرنا خندہ جبینی سے پیش آنا۔ خاکساری برتنا اور انھیں اپنی بارگاہ سے قریب کرنا کیونکہ یہ امیر المومنینؑ کے بقیہ اصحاب ہیں۔ تم انھیں لے کر فرات کے کنارے پہونچو۔ پھر وہاں سے آگے بڑھو یہاں تک کہ معاویہ کے مقابل پہونچ جاؤ جب مڈبھیڑ ہو جائے تو انھیں اس وقت تک روکے رکھو جب تک میں نہ آجاؤں میں تمھارے پیچھے پہونچ رہا ہوں مجھے روزانہ کی خبریں بھیجتے رہنا اور دیکھو ہر معاملہ میں ان دو شخصوں

---

[1] مغیرہ بن نوفل بن حرث بن عبد المطلب ہاشمی۔ ہجرت سے پہلے مکہ میں پیدا ہوئے بعض لوگوں کا قول ہے کہ پیغمبر کی رحلت کے وقت ان کی عمر صرف ۶ برس کی تھی۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں قاضی تھے۔ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ

توجب تک وہ پہل نہ کریں تم جنگ نہ چھیڑنا۔ ہاں جب وہ لڑائی چھیڑ دیں تو تم بھی لڑنا اگر تم مارے جاؤ تو تمھارے بعد قیس بن سعد سپہ سالار لشکر ہوں گے اُن کے مارے جانے پر سعید بن قیس ہوں گے۔"

امام حسنؑ کی یہ وصیت فنون حرب سے آپ کی مکمل واقفیت اور انتظامی معاملات میں آپ کی ماہرانہ صلاحیتوں کی آئینہ دار ہے لشکر والوں کو شفقت و مہربانی کی وصیت کرنا ان کی مدح و ستائش اور سپہ سالار کو تاکید کہ وہ مشورہ لیتے رہیں یہ سب اسی لئے تھا کہ حکومت سے لشکر کی وفاداری و محبت اور اخلاص میں اضافہ ہو۔ جس حکومت کے فوجیوں میں خلوص ہوگا اور جس کے سپاہی اپنے حاکم کے احکام پر ایمان رکھیں گے تو یقیناً اُس حکومت کی بنیادیں مضبوط ہوں گی نہ داخلی شر و فساد کا خطرہ لاحق ہوگا نہ باہر کے کسی دشمن کو ہمت ہوگی کہ اس حکومت کو میلی نظروں سے دیکھ سکے۔

آپ نے عبیداللہ بن عباس کو یہ حکم دیا کہ جب تک وہ پہل نہ کریں تم لڑائی کی ابتدا نہ کرنا یہ بالکل اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔ انھیں لوگوں سے جنگ اسلام میں جائز قرار دی گئی ہے جو زیادتی کریں پیغمبر کے زمانہ میں مسلمانوں کا یہی طریقہ تھا کہ وہ انھیں لوگوں سے لڑتے جو اُن سے برسر پیکار ہوتے وہ خداوند عالم کے اس حکم کی پوری پوری پابندی کرتے کہ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ظاہر ہے کہ امام حسنؑ سے بڑھ کر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے،

عبیداللہ کو قیس بن سعد اور سعید بن قیس سے رائے مشورہ لیتے رہنے کی تاکید اور عبیداللہ کے مرنے کے بعد سعید بن قیس کی نامزدگی بھی آپ کے تدبر اور فراست کی بہترین مثال ہے امام حسنؑ کے لشکر میں، شجاعت و بہادری، ایمان میں پختگی، اسلام کی محبت و غیرت معاویہ کی سرکوبی کا جوش و ولولہ جیسا ان دونوں بہادروں میں تھا ویسا کسی دوسرے میں نہیں اب ہم چند ضروری پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ عبیداللہ بن عباس کا تقرر

بہت سے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آخر کیا وجہ تھی جو امام حسنؑ نے عبیداللہ بن عباس کو ہراول دستہ کا سپہ سالار مقرر کیا جبکہ آپ کے لشکر میں کئی آدمی ایسے بھی تھے جو ان سے زیادہ پختہ ایمان محکم عقیدہ اور زبردست اخلاص کے مالک تھے جیسے قیس بن سعد بن عبادہ۔ اور سعید بن قیس اور انھیں جیسے دیگر

چنانچہ ... امام حسن ... عبید اللہ ابن عباس کو سپہ سالار مقرر کرکے ان پر پابندی بھی لگا دی تھی کہ تم قیس بن سعد اور سعید بن قیس سے ہر معاملہ میں رائے مشورہ لیتے رہنا جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں لہذا یہ تو کہا ہی نہیں جا سکتا کہ آپ نے عبید اللہ کو مقرر کر کے خواہ مخواہ کی ترجیح دی۔ اس طرح لشکر کی کمان تین شخصوں کے ہاتھ میں تھی۔ جو کچھ ہوتا تھا تینوں کے رائے مشورہ سے ہوتا تھا یہ تینوں آپ کی فوج میں سب سے زیادہ ہوشیار و تجربہ کار اور بھروسہ کے آدمی تھے۔ قیس ابن سعد یا سعید بن قیس کو آپ نے اس لئے سردار مقرر نہ کیا کہ ان کے ٹکر کے لوگوں کو یہ چیز کھل جاتی جیسے ابو ایوب انصاری، حجر بن عدی، عدی بن حاتم طائی ایسے افراد۔ یہ سب کے سب انتہائی دیندار اور مخلص مومنین تھے ان کی شجاعت و مردانگی شہرہ آفاق تھی اور سب کے سب امیر المومنینؑ کے اور امام حسنؑ کے مخلص جان نثار تھے۔ اسی وجہ سے امام حسن نے عبید اللہ بن عباس کو جو پیغمبر خدا اور امیر المومنینؑ کے چچا زاد بھائی تھے مقرر کیا اور انہیں تاکید کر دی کہ قیس اور سعید سے مشورہ لیتے رہنا اس طرح اس جنگ و رقابت کی نوبت نہ آنے دی جو کسی دوسرے کو مقرر کرنے میں ہوتی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے مناسب یہی تھا کہ امام حسنؑ کی فوج کا سردار ہاشمی ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوفہ والوں پر اس وقت جو پست ہمتی طاری تھی اور جس شرمناک طریقہ پر وہ حق کی حمایت سے گریزاں اور امام حسنؑ کی مدد سے جی چرا رہے تھے اس سے بہت سے لوگوں کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ امام حسنؑ معاویہ کے مقابلہ میں ناکام رہیں گے۔ اس لئے امام حسنؑ کے لئے ضروری و لازمی تھا کہ ہر ایسی ممکن تدابیر کام میں لائیں جس سے اس وقت یا آئندہ چل کر کسی کو آپ پر اعتراض یا نکتہ چینی کرنے کا موقع نہ ملے۔ اگر عبید اللہ بن عباس کی جگہ آپ کسی دوسرے کو سپہ سالار مقرر کرتے اور وہ بھی اسی طرح بے وفائی کرتا جس طرح عبید اللہ نے کی تو کہنے والے یہی کہتے کہ امام حسنؑ نے غیر شخص کو اپنے خاندان سے باہر کے آدمی کو سردار مقرر کر کے بڑی غلطی کی آپ کو چاہیے تھا کہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو مقرر کرتے وہ ہرگز اس طرح بے وفائی نہ کرتا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عبید اللہ بن عباس سے بڑھ کر معاویہ کے خون کا پیاسا اور اُن کا جانی دشمن کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا نہ قیس بن سعد نہ سعید بن قیس۔ معاویہ کے ایک افسر فوج بسر بن ارطاۃ نے جب یمن پر تاخت کی تھی اور عبید اللہ تاب مقاومت نہ پا کر یمن سے رخصت ہو گئے تھے تو اس بسر نے ان کے دو کمسن چاند سے بچوں کو پکڑ کر حلال کر ڈالا تھا۔ کون ایسا باپ ہو گا جس کے کمسن بچے اس طرح حلال کر ڈالے جائیں اور باپ کے دل میں قاتل سے انتقام لینے کا جذبہ نہ ہو۔ اسی بنا پر مصلحت یہی تھی کہ عبید اللہ بن عباس سردار فوج مقرر ہوں جن کے متعلق قطعی امید یہ تھی کہ بیٹوں ہی کے انتقام

امام حسنؑ کے لشکر کی تعداد کتنی تھی اس میں مورخین کے درمیان شدید اختلاف ہے۔

علامہ ابن ابی الحدید نے صرف یہ لکھا ہے کہ امام حسنؑ ایک بہت بڑے لشکر کے ہمراہ نکلے مگر انھوں نے لشکر کی تعداد نہیں لکھی صرف ہراول دستہ جس کے سپہ سالار عبیداللہ بن عباس تھے کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی تعداد بارہ ہزار تھی جس میں عرب کے مشہور شہسوار اور کوفہ کے قاریان قرآن تھے۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۱۴)

علامہ طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام حسنؑ کا لشکر ۴۰ ہزار تھا (تاریخ طبری جلد ۶ ص۹۲)

امام حسنؑ اور آپ کے بعض صحابہ میں صلح کے مسئلہ پر جو گفتگو ہوئی تھی اس کی نقلوں سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ کا لشکر ایک لاکھ کی تعداد میں تھا۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ جب امام حسنؑ اور معاویہ میں صلح ہوگئی اور معاویہ شام چلے گئے تھے تو سلیمان بن صرد امام حسنؑ کے پاس آئے یہ عراق کے سربرآوردہ اور معززین میں سے تھے انھوں نے امام حسنؑ سے کہا۔

"ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی یہ معلوم کرکے کہ آپ نے معاویہ سے صلح کرلی حالانکہ آپ کے ساتھ عراق کے ایک لاکھ سوار تھے (امامۃ وسیاسۃ جلد ۱ ص۱۵۱)

اسی طرح بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۰ ہزار یا ۷۰ ہزار کا لشکر تھا۔ اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔ مگر ہمارا خیال ہے کہ آپ کا لشکر ۴۰ ہزار کے لگ بھگ تھا۔ اس کا ثبوت صحابی امیر المومنینؑ نوف بکالی کی وہ حدیث ہے جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ جب امیرالمومنینؑ نے اپنی وفات سے چند ہفتے پیشتر معاویہ پر دوبارہ فوج کشی کا ارادہ کیا تو آپ نے دس ہزار سپاہیوں کے دستہ پر امام حسینؑ کو سردار مقرر کیا دس ہزار کے لشکر پر ابوایوب انصاری کو۔ دس ہزار پر قیس بن سعد کو اور دیگر افراد کو مختلف تعداد کے دستوں پر آپ صفین پر دوبارہ چڑھائی کرنے کا تہیہ کرچکے تھے مگر جمعہ آتے آتے ابن ملجم نے تلوار سے آپ کو شہید کردیا۔

شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ جلد ۲ ص۱۳۲

یہ حدیث بتاتی ہے کہ معاویہ پر دوبارہ چڑھائی کرنے کے لئے ایک مسلح فوج تیار کی جاچکی تھی۔ اس لشکر کے تین سرداروں کا نام بھی مذکور ہے، ہر سردار دس دس ہزار کے دستہ کا افسر تھا، باقی سرداروں کے نام اور اُن کے دستہ فوج کی تعداد مذکور نہیں۔ کم سے کم یہ بات یقینی ہے کہ ۳۰ ہزار کے علاوہ جو فوج تھی وہ دس ہزار سے زیادہ ہی رہی ہوگی۔ اس طرح چالیس ہزار سے زیادہ کی تعداد اس لشکر کی ہوتی ہے۔ اوران تمام لشکریوں نے امام حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور آپ کی معیت میں معاویہ سے لڑنے کے لئے نکلے تھے اس کی تائید مورخ ابوالفداء کے اس فقرہ سے بھی ہوتی ہے کہ "امام حسنؑ معاویہ سے لڑنے پر تیار ہوئے

علامہ ابن اثیر کا قول بھی اسی کا موید ہے وہ لکھتے ہیں۔

"امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے ہاتھوں پر آپ کے لشکر کے ۴۰ ہزار آدمیوں نے مرنے پر بیعت کی۔ آپ روانگی کی تیاریاں ہی کر رہے تھے کہ آپ کی شہادت ہو گئی جب آپ کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے آپ کے فرزند امام حسنؑ کی بیعت کی۔ انھیں معلوم ہوا کہ معاویہ شام والوں کو لیکر آپ کی طرف آرہے ہیں آپ نے اور اس لشکر نے بھی روانگی کی تیاری کی جس نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی آپ کوفہ سے معاویہ سے لڑنے چل کھڑے ہوئے" (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۱)

مسیب بن نجبہ کی وہ گفتگو بھی اس کا ثبوت ہے جو صلح کے مسئلہ پر ان میں اور امام حسنؑ میں ہوئی تھی۔

"ہماری حیرت ختم نہیں ہوتی یہ سوچ کر کہ آپ نے معاویہ سے صلح کر لی حالانکہ آپ کے ہمراہ ۴۰ ہزار سپاہی تھے" (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۶)

ان تمام حد تواتر تک پہونچی ہوئی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ لشکر کی تعداد ۴۰ ہزار تھی یہی ہمارا مسلک بھی ہے۔ البتہ علامہ راضی آل یاسین مصنف صلح الحسن نے ان تمام روایات کی تنقید کی ہے اور بہت کچھ بحث و مباحثہ کے بعد اپنا خیال یہ ظاہر کیا ہے کہ آپ کا لشکر ۲۰ ہزار یا اس سے کچھ زائد تھا۔ بہر حال لشکر ۲۰ ہزار کا رہا ہو یا ۴۰ ہزار کا یا اس سے بھی زیادہ یہ کوئی اہم بات نہیں اس لئے کہ لشکر چاہے کتنی ہی بڑی تعداد کا ہو اگر لشکر والے متفق و متحد نہ ہوں ان کے نظریات و خیالات میں اختلاف ہو تو سوا ہزیمت و پسپائی کے اس لشکر کے نصیب میں اور کچھ نہیں۔ اس لئے کہ لشکر کی فتحیابی کا دار و مدار ہمیشہ سے اس بات پر ہے کہ لشکر والوں میں اخلاص ہو باہم متحد و متفق ہوں ان کے نظریات معتقدات ایک ہوں اپنی حکومت پر وہ پورا پورا اعتقاد رکھتے ہوں جب دل ایک ہوں گے تبھی وہ ایک ہو کر دشمن سے مقابل ہوں گے فتحیابی کا معیار لشکر کی کثرت نہیں۔ بہت سی جماعتیں ایسی گذری ہیں جن کی تعداد تھوڑی تھی مگر چونکہ ان میں اتحاد و اتفاق تھا ان کے نظریات و معتقدات ایک تھے خواہ حق خواہ باطل اور انھوں نے اپنے سے بہت بڑی جمعیت کو شکست فاش دے دی۔ عراقی لشکر کی تعداد چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ رہی ہو مگر حقیقت ہے کہ ان میں پھوٹ پڑ چکی تھی ان میں شدید اختلافات رونما ہو چکے تھے لہذا اس صورت میں اگر ان کی تعداد زیادہ بھی ہوتی تو کیا فائدہ ہوتا اور وہ دشمن کے مقابلہ میں کیونکر فتحیاب ہوتا جہاں اتحاد و اتفاق تھا اور سب ایک ہی نظریہ و عقیدہ کے حامل تھے۔

۳۔ لشکر والوں کی کیفیت

خلوص ہو اور جب سپاہیوں کے دل میں کھوٹ ہو گی وہ ملک کے دل میں خلش رکھتے ہوں گے انھیں اس کی تاک ہو گی کہ کب موقع ملے اور کب ہم اس حکومت کا تختہ اُلٹ دیں اور غنیم کو موقع دیدیں کہ وہ قبضہ کرے تو ظاہر ہے کہ اگر ایسا لشکر میدان جنگ میں جائے بھی تو کبھی فتحیاب نہ ہو گا۔ عراقی لشکر جو امام حسنؑ کی بیعت میں معاویہ سے لڑنے نکلا تھا اس کی بالکل یہی کیفیت تھی وہ فتنہ میں غرق اور دنیا کے بندے تھے اُن کا خطرہ باہر کے خطروں سے بھی زیادہ ہولناک تھا۔

شیخ مفید رحؒ نے امام حسنؑ کے اس لشکر کا بڑی عمدگی سے نقشہ کھینچا ہے اور کئی قسموں پر تقسیم کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"امام حسنؑ نے جہاد پر لوگوں کو اُبھارا لیکن لوگوں نے سُستی کی۔ پھر وہ لوگ تیار ہو کر روانہ ہوئے جانے والوں میں کئی قسم کے اشخاص تھے کچھ تو آپ کے اور آپ کے پدر بزرگوار کے شیعہ تھے کچھ خوارج تھے جو ہر قیمت پر معاویہ سے جنگ کے خواہاں تھے کچھ فتنہ پرور اور مال غنیمت کے لالچی تھے، کچھ مذبذب و متردد افراد تھے۔ کچھ روسا قبائل کے پیرو اور حوالی موالی جن کا نہ کوئی دین تھا نہ نظریہ و عقیدہ[1]۔"

شیخ مفید رحؒ نے ثابت کیا ہے کہ امام حسنؑ کا لشکر جنگ سے گریزاں اور عافیت کا خواہاں تھا اس کی دلی تمنا تھی کہ کسی طرح جنگ کی نوبت نہ آئے آپ نے لشکر کی تقسیم کر کے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ سارے سپاہی ایک دوسرے سے مختلف نظریات کے حامل تھے۔ ان کی تقسیم حسب ذیل تھی۔

شیعہ ۔ یہ بہت تھوڑی تعداد میں تھے اگر ان کی تعداد زیادہ ہوتی تو نہ امیرالمومنینؑ تحکیم پر مجبور ہوتے نہ امام حسنؑ معاویہ سے صلح پر۔ یہ جماعت اپنے خیالات و نظریات شعور و احساس، ایمان و اعتقاد میں دیگر جماعتوں کی مخالف تھی ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ امام معصوم ہوتا ہے وہ جنگ کرے یا صلح بہر حال اس کا ہر کام عامۃ الناس کی بھلائی کے لئے ہو گا۔

خوارج ۔ آپؑ کے لشکر میں خاصی تعداد میں تھے۔ انھیں امام حسنؑ سے کوئی خلوص نہ تھا انھیں تو محض اس سے غرض تھی کہ معاویہ کا قلع قمع ہو جائے۔ ان کے نزدیک امام حسنؑ اور معاویہ دونوں مسند خلافت کے غاصب تھے۔ انھیں معاویہ سے جنگ کی جلدی اس بنا پر تھی کہ وہ دیکھتے تھے کہ معاویہ کا لشکر اور اُن کے حامیوں کی تعداد خوارج سے زیادہ ہے وہ چاہتے تھے کہ امام حسنؑ کے لشکر کے ساتھ مل کر پہلے

---

[1] ارشاد شیخ مفید رح ص ۱۶۹۔ اسی مفہوم کی عبارت دیگر علماء نے بھی لکھی ہے۔ دیکھئے ابن صباغ مالکی کی فصول

... کیونکہ ان کے پدر بزرگوار کو وہ دھوکے
سے شہید کر چکے تھے [1]

حرص و ہوس کے بندے:- امام حسن کے لشکر میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی تھی جنھیں نہ روحانی اقدار پر اعتقاد تھا نہ کسی فضیلت و کمال کی ان کے نظروں میں وقعت تھی وہ تو محض ہنگامہ پسند اور لالچی افراد تھے ان کی نظروں میں اگر کسی چیز کی اہمیت تھی تو صرف مال دنیا کی۔ ان کی نظر اس پر تھی کہ کس جماعت کو شکست ہوتی ہے اور کسے فتح جدھر فتح نظر آئے گی ادھر جا کر مل جائیں گے۔

مذبذبین:- یہ لوگ وہ تھے جو خوارج کی تحریک سے بھی متاثر تھے اور اموی پروپاگنڈوں سے بھی۔ انھیں اہلبیت کی حیثیت ہی کا صحیح اندازہ نہ تھا اگر جنگ کی آگ بھڑکتی تو ایمان کے فقدان کی وجہ سے امام حسن کو ان سے ذرا بھی مدد نہ ملتی۔

سرداران قبائل کے حوالی موالی:- ان کی تعداد بہت زیادہ تھی یہ اپنے سرداران قبائل کے اندھے مقلد تھے خود سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے نہ انھیں کسی فرض کا شعور و احساس ہی تھا۔ انھیں لوگوں کو عوام الناس کہا جاتا ہے۔ عراق کے عوام الناس کسی نہ کسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور اکثر قبیلوں کے سرداروں نے معاویہ سے ساز باز اور خفیہ خط و کتابت کر رکھی تھی جیسے قیس بن اشعث، عمرو بن حجاج، حجار بن ابجر اور انھیں جیسے دیگر اوباش افراد جو آگے چل کر حضرت سید الشہدا کے قتل میں شریک ہوئے۔

---

[1] خوارج کے متعلق جناب شیخ مفیدؒ کا یہ فقرہ النهد کا ادا یو ثرون قتال معاویة بکل حیلة خوارج بہر صورت معاویہ سے جنگ کے خواہاں تھے ذرا محل تامل ہے۔ امام حسن کی بیعت میں خوارج کے جانے کی یہ توجیہ نہ تو پوری طرح قابل تسلیم ہی ہے نہ بالکل لائق انکار ہی۔ ہو سکتا ہے کہ امام حسن کے ساتھ اُن کے نکلنے کی ایک یہ وجہ بھی رہی ہو لیکن اسی کے ساتھ دوسرے اغراض بھی ہو سکتے ہیں۔ خوارج کا جو برتاؤ امیر المومنین اور خود امام حسن کے ساتھ رہا اس کی بنا پر ہم ان کے متعلق حسن ظن کا شکار نہیں ہو سکتے۔ نہروان کے واقعات انھیں انتہائی مشکوک قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ امام حسن کے ساتھ ان کے نکلنے کی غرض یہ تھی کہ وہ معاویہ سے جنگ کے خواہاں تھے اور امام حسن کو کوئی نقصان پہونچانا انھیں مقصود نہ تھا تو سوال ہوتا ہے کہ آج تک ان کا طرز عمل معاویہ کے ساتھ کیسا رہا جس طرح انھوں نے امیر المومنین کے خلاف جا بجا علم بغاوت بلند کیا کئی کئی لڑائیاں لڑیں معاویہ پر بھی کبھی حملہ آور کیوں نہ ہوئے؟ حقیقت یہ ہے کہ خوارج کے دل پر نہروان کے مقتولین کا گہرا داغ تھا۔ آتش انتقام ان کے دلوں میں پوری طرح مشتعل تھی وہ مخفی طور پر پوری سرگرمی سے کوشاں تھے کہ کسی طرح عراق کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بج جائے اسی بنا پر ہمیں یقین ہے کہ وہ امام حسن کے ساتھ کسی اچھی نیت سے نہیں نکلے تھے۔ جنگ نہروان میں تباہ و برباد ہونے کے بعد خوارج میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ پھر کھل کر سامنے آئیں اور ایک مرتبہ پھر اسی تباہی کو مول لیں اسی وجہ سے انھوں نے یہ ترکیب سوچی کہ اس وقت اطاعت و خلوص ظاہر کر کے لشکر میں شمولیت اختیار کی جائے وفادار سپاہی بن کر آپ کے ساتھ چلا جائے اور جیسے

کل باشندے جو لشکر میں شامل تھے وہ بھی جو لشکر میں نہ تھے وہ بھی کبھی ان اقسام میں سے کسی نہ کسی ایک میں شامل تھے ان لوگوں میں سے اکثر افراد پر امن کی حالت میں بھی بھروسہ کرنا ناممکن تھا چہ جائیکہ جنگ کی حالت میں

شکوک و شبہات

امام حسن کے لشکر کی اس کیفیت پر نظر کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام حسن نے اتنے اقسام کے لوگوں کو اپنے لشکر میں جگہ ہی کیوں دی آپ نے خلیفہ ہوتے ہی لشکر کی صفائی کی کوشش کیوں نہ کی جیسا کہ عموماً سرداران لشکر کا دستور ہے کہ جس کسی افسر یا سپاہی پر ذرا بھی شک و شبہ ہوا اسے موت کی سزا دیدی یا کم سے کم اسے نکال باہر ہی کیا ـــــ اس کا

پہلا جواب یہ ہے کہ اسلام نے جس طرح سماج اور معاشرہ میں طبقہ واریت کو ختم کیا ہے سب مسلمان ایک ہیں سب کے حقوق یکساں ہیں خواہ کوئی شریف ہو یا رذیل دولتمند ہو یا نادار، اسی طرح جہاد میں بھی طبقہ واریت کو روا نہیں رکھا حاکم وقت اور سپہ سالار فوج کا فریضہ ہے کہ فوجی بھرتی میں کسی قسم کی تفریق یا امتیاز نہ برتے بلکہ جو مسلمان بھی فوجی خدمت کے لئے اپنے کو پیش کرے اور وہ اسلحے کے استعمال پر قادر ہو اسے منظور کرے امام حسن کے لشکر میں جتنے قسم کے افراد شریک ہوئے وہ سب کے سب مدعی اسلام تھے اور اسلحے کے استعمال پر قادر لہٰذا اسلامی قوانین کی رو سے ان لوگوں کو فوج میں شریک کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خود حضرت سرور کائنات اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو بھی اسی قسم کے لشکر کا سامنا کرنا پڑا اور کوئی روایت نہیں بتاتی کہ ان حضرات نے اس قسم کے افراد کو فوج میں لینے سے انکار کیا ہو یا لینے کے بعد نکال باہر کیا ہو۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ پیغمبر خدا اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب دونوں کو اپنے اپنے وقت میں ان عناصر کی موجودگی کے نقصانات جھیلنے پڑے۔

جنگ حنین کے متعلق تاریخ کی لفظیں ہیں رای بعض المسلمین کثرۃ جیشھم فاعجبتھم کثرتھم وقالوا سوف لا تغلب من قلۃ ولکن جیش المسلمین کان خلیطا وبینھم الکثیرون من جاء للغنیمۃ بعض مسلمان اپنے لشکر کی کثرت دیکھ کر مغرور ہو گئے اور کہا ہم مغلوب نہ ہوں گے۔ مگر مسلمانوں کا لشکر مخلوط تھا ہر قسم کے لوگ تھے بہت سے ایسے تھے جو صرف مال غنیمت کی لالچ میں آئے تھے۔

غزوہ بنی مصطلق کے واقعات بھی کچھ اسی قسم کے تھے۔ امیر المومنین کی لڑائیوں کے متعلق مورخین لکھتے ہیں حضرت علی کا لشکر گوناگوں اقسام کے لوگوں اور مختلف قبائل کے لوگوں پر مشتمل تھا ایسا لشکر نافرمان اور الٹا کام کرنے والا ہوتا ہے نہ کوئی بات سنتا ہے نہ خیر خواہی کے جذبہ سے کوئی کام کرتا ہے۔

... بات بات میں مخالفت کرتا اور میں انتہائی مطیع و فرمانبردار لشکر میں تھا شاید ہی ایسا موقع آتا ہو کہ کوئی میرے حکم کی مخالفت کرے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی طریقوں کے سختی سے پابند ہونے کی وجہ سے امام حسن اپنی حرکت و سکون دونوں میں مجبور تھے اُن کا جو قدم بھی اُٹھتا شریعت کے حدود کے اندر ہی اُٹھتا لیکن اُن کے دشمن پر کسی قسم کی پابندی نہ تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام کی تاریخ کسی اور طرح سے لکھی گئی ہوتی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ سلاطین اور سپہ سالار لشکر، موت کی سزا دے کر، برطرف کر کے یا ملک سے باہر نکال کر جس طرح اپنے لشکر کو خراب عناصر سے پاک کرتے ہیں امام حسن کو ایسا کرنے کا موقع ہی نہ تھا اگر آپ ایسا کرتے تو جتنے دن آپ کی حکومت رہی اتنے دن بھی نہ رہنے پاتی فوراً ہی آپ کی سلطنت کا تختہ اُلٹ جاتا اور آدھے سے زیادہ لشکر آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیتا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ خود آپ کے لشکر میں آگ بھڑک اُٹھتی اور یہ مقدس جہاد خانہ جنگی سے مبدل ہو کر رہ جاتا۔ اس صورت میں معاویہ کی دلی تمنا پوری ہوتی وہ تو چاہتے ہی یہ تھے کہ امام حسن کا لشکر آپ ہی کے خلاف صف بستہ ہو جائے۔

ایک بات اور بھی ہے۔

امام حسن کو جتنا مختصر وقت ملا اتنے مختصر وقت میں لشکر کی اصلاح اور ایک ہی نظریہ و عقیدہ کے لوگوں پر مشتمل فوج کی فراہمی کسی انسان کے لئے ممکن ہی نہیں اس لئے کہ اخلاق و کردار کی اصلاح گھنٹوں یا دنوں میں نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ ہاں ایک صورت میں یہ بات ممکن تھی امام حسن بھی اسی طرح خزانوں کے منھ کھول دیتے وہی ہتھکنڈے استعمال کرتے جو معاویہ استعمال کرتے آرہے تھے لیکن یہ بیماری کا بیماری سے علاج کرنا ہوتا۔

تاریخی لغزشیں

اس موقع پر مورخین کی چند لغزشوں کی طرف متوجہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱ــــ حاکم نیشاپوری

علامہ حاکم نیشاپوری نے روایت کی ہے کہ امام حسن نے ہراول دستہ کا سردار اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفر کو مقرر کیا اور انھیں دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۷۴)

امام حاکم اپنے اس قول میں منفرد ہیں۔ دوسرا کوئی بھی اس کا قائل نہیں مورخین کا اجماع و اتفاق ہے اس پر کہ ہراول دستہ کے سردار عبیداللہ بن عباس یا قیس بن سعد تھے اور کوئی نہیں نیز یہ کہ لشکر بارہ ہزار کا تھا نہ کہ دس ہزار کا

[illegible] امام حسن نے آپ پدر بزرگوار کی وفات کے ۱۸ دن بعد معاویہ سے جنگ کی
تیاری کی۔ (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

یہ قول بھی صحت سے بعید ہے کیونکہ امام حسن نے پہلے معاویہ کو بیعت کے لئے خطوط لکھے طرفین سے کئی خط آئے گئے جس میں دو تین مہینہ کا عرصہ ضرور لگا ہوگا پھر جب ان کی طرف سے بالکل مایوسی ہوگئی تب آپ جہاد پر کمربستہ ہوئے اور وہ بھی اس وقت جب یہ پتہ چلا کہ معاویہ لشکر جرار کے ساتھ چڑھ دوڑے ہیں اور حملہ کیا ہی چاہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ علامہ یعقوبی کا مطلب یہ ہو کہ امیرالمومنین کی وفات کے ۱۸ دن بعد امام حسن اور معاویہ میں خط وکتابت کا آغاز ہوا۔

۳ ـــــ ابن کثیر

ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں۔ امام حسن کی نیت کسی سے لڑنے کی نہ تھی لیکن آپ کے ساتھی آپ کی رائے پر غالب آگئے۔ بڑا عظیم الشان اجتماع ہوا جیسا کہ آج تک نہ ہوا تھا امام حسن نے ہراول دستہ کا سردار قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کیا (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴)

یہ قول بھی صحت سے انتہائی بے تعلق ہے اس لئے کہ اگر امام حسن جہاد کا عزم مصمم نہ رکھتے ہوتے تو آپ معاویہ کو ایسے خطوط نہ لکھتے جس میں آپ نے انھیں سرزنش کی تھی اور لکھا تھا کہ اگر تم نے بیعت نہ کی تو ہم مسلمانوں کی جمعیت سے کر تم پر چڑھائی کریں گے۔ اگر ارادہ جنگ نہ ہوتا تو آپ بالائے منبر عوام الناس کو دعوت جہاد اور لڑائی کی ترغیب نہ دیتے جسے ہم گذشتہ صفحات میں تفصیل سے ذکر کرچکے ہیں۔ تمام مورخین کا یہ لکھنا کہ لوگوں نے سستی وکاہلی کا مظاہرہ کیا آپ کی دعوت پر اُٹھے نہیں، جہاد کی تحریک پر وہ لوگ خاموش رہے۔ ثبوت ہے کہ امام حسن خود اپنی جگہ جہاد کا قصد مصمم رکھتے تھے۔

۴ ـــــ طٰہٰ حسین

ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں "بیعت کے بعد امام حسن دو مہینہ ٹھہرے رہے نہ لڑائی کا نام لیتے نہ اس پر آمادگی ظاہر کرتے۔ یہاں تک کہ قیس بن سعد، عبیداللہ بن عباس وغیرہ مصر ہوئے۔ عبداللہ بن عباس نے بھی مکہ سے ایک خط لکھا جس میں آپ پر زور دیا تھا کہ معاویہ سے ضرور لڑائی چھیڑ دی جائے اور اصرار کیا تھا کہ جس طرح امیرالمومنین ان کا قلع قمع کرنے کا عزم مصمم کئے ہوئے تھے آپ بھی اسی عزم مصمم کے ساتھ تیار ہو جائے (علی وبنوہ صفحہ ۱۹۵)

غالباً ڈاکٹر طٰہٰ حسین ابن کثیر کے قول پر بھروسہ کرکے یہ فقرہ لکھ گئے ہیں یہ بھی صحت سے اسی طرح بعید ہے جیسا کہ ابن کثیر کا قول غلط تھا۔

ڈاکٹر صاحب کے اس فقرہ کی کہ "امام حسن نے دو مہینہ تک نہ لڑائی کا نام لیا نہ اس پر آمادگی ظاہر کی" تردید امام حسن کے ان خطوط سے ہو جاتی ہے جنھیں ہم اوپر نقل کرچکے ہیں۔ امام حسن کے خط میں ایک فقرہ یہ بھی تھا

کرنے والا ہے" ارادہ جہاد کی پختگی اور محکم عزم نبرد کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا پھر امام حسن کے لئے جائز بھی کیونکر ہوسکتا تھا کہ وہ معاویہ کی طرف سے چشم پوشی کرلیں اور اُن سے لڑائی پر تیار نہ ہوں جبکہ خداوند عالم کا صریحی حکم ہے کہ باغیوں کی سرکوبی کی جائے اور اس وقت تک ان سے لڑائی جاری رکھی جائے جب تک وہ بغاوت سے باز نہ آجائیں ارشاد الٰہی ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئی الی امر اللہ باغی جماعت سے اس وقت تک لڑو جب تک وہ حکم خدا کی طرف پلٹ نہ آئے پیغمبر کی حدیث ہے جو شخص اپنی طرف یا کسی دوسرے کی طرف لوگوں کو دعوت دے حالانکہ لوگوں کا امام موجود ہو تو اس پر خدا کی لعنت تم لوگ اس شخص کو قتل کر ڈالو۔

غرضکہ شریعت اسلامیہ نے باغیوں اور سرکشوں سے جنگ واجب قرار دے دی ہے اور معاویہ ان باغیوں کے سرغنہ تھے اور امام حسن سے بڑھ کر احکام شریعت پر عمل کرنے کا مستحق اور کون ہوسکتا ہے

ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ کہ قیس بن سعد اور عبید اللہ بن عباس نے امام حسن سے اصرار کیا کہ آپ لڑائی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے" یہ بھی غلط ہے کیونکہ ہم شروع میں ذکر کرچکے ہیں کہ امام حسن کو جیسے ہی یہ خبر ملی کہ معاویہ لشکر لیکر قریب آگئے ہیں آپ بھی چل کھڑے ہوئے کسی دوسرے نے آپ سے چلنے پر اصرار نہ کیا بلکہ وہ وقت ہی ایسا تھا کہ امام حسن کو نکلنا ضروری تھا اگر آپ لشکر لیکر معاویہ سے لڑنے کے لئے نہ چل کھڑے ہوتے تو وہ یقیناً کوفہ پہونچ جاتے اور اس وقت کیفیت کچھ دوسری ہوتی۔ یہ ہر شخص جانتا ہے دشمن کا دفاع جس صورت سے بھی ہو واجب و لازم ہے اس سے گریز کی کوئی صورت نہیں لہٰذا امام حسن کیونکر اس سے پہلو تہی کرسکتے تھے!

پانچویں فصل

مدائن میں

تاریخ کے صفحات پر بہت سے ایسے اندوہناک حادثے ملتے ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ خون اور دل پارہ پارہ ہوجاتا ہے کیونکہ یہ حادثے اپنے بعد ایسے جانکاہ اثرات چھوڑ گئے جو آنے والی نسلوں کو ہمیشہ خون کے آنسو رلاتے رہیں گے اپنی ہولناکیوں کے لحاظ سے عظیم ترین مصیبت یہ ہے کہ ایک مصلح کامل اور مفسد و جابر کے درمیان تصادم ہو مصلح جس کی تمنا محض معاشرہ کی اصلاح اور انسانیت کی فوز و فلاح ہوتی ہے ناکام رہتا ہے اور ظالم و دشمن انسانیت

کے لئے اپنی تمام طاقت صرف کردی تڈھبیڑ ہوئی۔

معاویہ کامیاب رہے اُن کی کامیابی اس جماعت کی کامیابی تھی جو شروع سے اسلام کی دشمن اور اس کو ملیامیٹ کر دینے کے درپے تھی۔ اور امام حسن ناکام رہے اور آپ کی ناکامی اسلام کی ہزیمت اور حقیقی ڈیموکریسی کی ناکامی تھی۔

معاویہ کی کامیابی اور امام حسن کے ناکام رہنے کے بہت سے وجوہ و اسباب ہیں۔ اہم ترین اسباب وہ تلخ واقعات ہیں جو مدائن میں پیش آئے جہاں امام حسن کا لشکر مقیم تھا اور وہ اندوہناک حالات ہیں جو مسکن[1] میں رونما ہوئے جہاں ہراول دستہ پڑاؤ ڈالے تھا۔ ان دونوں مقامات پر پیش آنے والے حادثات سے آپ سخت ترین مصائب سے دوچار ہوئے اور ایسے صنعظ میں آپ کی جان پڑ گئی کہ سوا صلح کے کوئی چارہ باقی نہ رہ گیا۔ ہمیں پہلے ہراول دستہ کے حالات پھر خود امام حسن کے لشکر کا جو مدائن میں مقیم تھا جائزہ لینا چاہیے تاکہ یہ حقیقت واضح ہو سکے کہ امام حسن صلح کرنے پر کتنے مجبور اور آپ کا یہ اقدام حالات کی بنا پر کتنا ناگزیر تھا پہلے ہم ہراول دستہ کا ذکر کرتے ہیں۔

عبید اللہ بن عباس ہراول دستہ کے سپہ سالار ہو کر منزلیں طے کرتے ہوئے مسبنور پہونچے وہاں سے چل کر مقام شاہی[2] پر آئے، پھر فرات کے کنارے کنارے چل کر مسکن تک پہونچے اور وہاں پہونچکر معاویہ کے آمنے سامنے ڈیرا ڈال دیا۔ امام حسن حمام عمر سے ہوتے ہوئے دیر کعب آئے وہاں سے مظلم ساباط پہونچے اور یہاں پہونچ کر آپ فروکش ہو گئے۔ معاویہ کو جب آپ کے مظلم ساباط پہونچنے اور عبید اللہ کے مسکن پہونچکر پڑاؤ ڈالنے کی خبریں ملیں تو انھوں نے مکر و فریب کی چالوں سے عبید اللہ کے رسالہ کو بگاڑنے کی ٹھانی پہلی چال یہ چلے کہ انھوں نے اپنے جاسوس بھیجے ان جاسوسوں نے ہراول دستہ کے سپاہیوں میں خوف و ہراس پھیلانا شروع کیا اور گھوم پھر کر ان کی ٹولیوں میں یہ پروپاگنڈ کیا کہ امام حسن معاویہ سے صلح کے لئے خط و کتابت کر رہے ہیں تم لوگ کیوں اپنی جانیں دے رہے ہو۔ ان جھوٹی خبروں نے سپاہیوں کے دل میں اتنی دہشت و سراسیگی پیدا کر دی جس کا اندازہ ہی ممکن نہیں اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ اس ہراول دستہ میں جو افسران فوج، عراق کے سربرآوردہ افراد اور روسا رقبائل تھے انھیں مال و زر عہدہ و منصب اور جاگیر کا لالچ دیکر اپنی طرف مائل کر لیا۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کی بڑی تعداد عبید اللہ کے پاس سے کھسک کر معاویہ سے جا ملی۔ عبید اللہ بن عباس نے ان لوگوں کی خبریں تفصیل سے امام حسن کو لکھ بھیجیں (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۸)

---

[1] مسکن یہ نہر دجیل پر اوانا سے قریب ایک موضع ہے یہیں ۷۲ھ میں عبد الملک بن مروان اور مصعب بن زبیر میں فیصلہ کن جنگ ہوئی مصعب اور ابراہیم بن مالک اشتر مقتول ہوئے اور یہیں ان کی قبریں بنیں جو کہ ج بھی مشہور ہیں (معجم البلدان جلد ۸ ص۴۵)

جب معاویہ نے دیکھا کہ ہمارا داؤں کامیاب رہا، عراق کے معززین و اشراف ہمارے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس چکے ہیں تو ان کی ہمت اور بڑھی انھیں یقین ہو گیا کہ جیت ہماری ہی ہوگی انھوں نے اس تجربہ کے بعد پہلے سے زائد سرگرمی و مستعدی سے امام حسن کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی تدبیریں اختیار کیں۔ انھیں اپنے جوڑ توڑ داؤں پیچ پر پورا بھروسہ تھا۔ اور یقین تھا کہ پیسہ سے ہر کام ہو سکتا ہے اب انھوں نے عبیداللہ بن عباس پر کمند ڈالی اور آخر کار وہ بھی شکار ہوئے۔ اپنی حمیت و غیرت بالائے طاق رکھ کر قرابت و رشتہ داری کو دفن کر کے معاویہ سے جا ملے۔ معاویہ نے عبیداللہ بن عباس کو جو خط لکھا تھا اس کا مفہوم یہ ہے۔

"حسن نے مجھے صلح کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ حکومت ہمارے حوالہ کرنے والے ہیں اگر تم اس وقت میرے حلقہ اطاعت میں آجاؤ تو تمھاری سرداری باقی رہے گی ورنہ مطیع بن کر تمھیں اس میں داخل ہونا پڑے گا اگر تم میری بات مان لو تو میں دس لاکھ درہم تمھیں دوں گا ۵ لاکھ تو ابھی فوراً اور ۵ لاکھ کوفہ پہونچ کر (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۵)

معاویہ نے اپنے اس فقرہ میں کہ امام حسن نے مجھے صلح کے بارے میں لکھا ہے کذب و بہتان اور مکر و فریب کی انتہا کر دی۔ امام حسن نے کب ان سے صلح کی خط و کتابت کی ہم امام حسن کے خطوط گذشتہ صفحات میں درج کر چکے ہیں آپ کے ہر خط میں معاویہ کو جنگ کی دھمکی دی گئی تھی پھر اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آپ لشکر لے کر چل بھی پڑے تھے۔ اسی طرح معاویہ کا یہ فقرہ بھی مکر و فریب کی بدترین مثال ہے کہ اگر تم اس وقت میرے حلقۂ طاعت میں آجاؤ تو تمھاری سرداری باقی رہے گی ورنہ آخر ایک دن تم میرے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گے ہی اور اس وقت تمھاری حیثیت تابعداری کی ہوگی۔ معاویہ کا یہ فقرہ عبیداللہ کے دل پر کاری وار ثابت ہوا رہی سہی کمی دس لاکھ درہم کے وعدہ نے پوری کر دی اتنی بڑی رقم انھوں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی اور نہ امیر المومنین یا امام حسن کی حکومت میں اس رقم خطیر کا ایک حصہ بھی انھیں نصیب ہوا ہوگا۔

معاویہ کا یہ خط پاکر عبیداللہ بن عباس پر تولنے لگے۔ ایمان و عقیدہ میں نہ تو ان کے پختگی ہی تھی اور نہ غیرت و حمیت ہی والے تھے ان کی نظروں میں تو تین باتیں تھیں جن کا معاویہ نے اپنے خط میں انھیں یقین دلایا تھا۔

(۱) امام حسن کی صلح کے متعلق معاویہ سے خط و کتابت — جیسا کہ معاویہ نے دعویٰ کیا تھا۔

(۲) معاویہ کی اطاعت میں داخل ہو جانا اس طرح کہ سرداری باقی رہے۔

(۳) دس لاکھ درہم۔

بالآخر انھوں نے امام حسن کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ کے پاس چلا جانا طے کر لیا اُن کی نظر اس مال و زر پر تھی جو بڑے بڑوں کی گردن جھکا دیتا ہے۔ ان کے تصور میں معاویہ کی دنیا اور اس کی نعمتیں اور لذتیں تھیں

معاویہ کا یہ پہلا کام عبید اللہ بن عباس کو توڑ لینا اُن کی کامیابی کا پہلا زینہ تھا ظاہر ہے کہ جس لشکر کا سردار ہی ٹوٹ کر غنیم سے جا ملے اور تنہا نہیں بلکہ اپنے ساتھ لشکر کی دو تہائی تعداد بھی لیجائے اس لشکر کی شکستہ خاطری کا کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے عبید اللہ نے یہ ذلیل حرکت کر کے دوسروں کی جھجک بھی توڑ دی۔ اور غداری کا دروازہ پاٹوں پاٹ کھل گیا۔

جب صبح ہوئی اور سپاہیوں نے نماز کی تیاری کی تو دیکھا کہ عبید اللہ بن عباس لاپتہ ہیں۔ جب یقین ہو گیا کہ اب وہ امام حسن کے لشکر میں نہیں بلکہ معاویہ کے کیمپ میں فروکش ہیں تو ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ سارے لشکر پر بدحواسی طاری ہو گئی۔ قیس بن سعد نے بڑھ کر لوگوں کو سنبھالا۔ صبح کی نماز جماعت سے پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر یہ تقریر کی۔

"یہ شخص عبید اللہ! ان کے باپ عباس! ان کے بھائی عبد اللہ بن عباس تینوں نے کسی دن بھی کوئی نیک کام نہیں کیا۔ ان کے باپ عباس جو رسول کے چچا تھے رسول سے لڑنے کے لئے بدر میں آئے اور ابوالیسر[5] کعب بن عمرو انصاری انھیں گرفتار کر کے رسول اللہ کے پاس لائے رسول اللہ نے ان سے فدیہ وصول کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ ان کے بھائی عبد اللہ کو حضرت علی ابن ابیطالب نے بصرہ کا حاکم مقرر کیا انھوں نے حضرت علی اور مسلمانوں کے مال میں سرقہ کیا اس مال سے انھوں نے لونڈیاں خریدیں اور مدعی ہوئے کہ یہ سب مباح ہے۔ اس شخص عبید اللہ کو حضرت امیر المومنین نے یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو یہ شخص بُسر کے مقابلہ میں خود بھاگ نکلا اور اپنے لڑکوں کو چھوڑ گیا اور وہ لڑکے مارے گئے۔ اب اسی عبید اللہ نے جو حرکت کی ہے وہ تمھاری نظروں کے سامنے ہے۔"

---

[5] ابوالیسر کا نام کعب بن عمرو انصاری سلمی ہے۔ جنگ بدر میں پیغمبر کے ہمراہ تھے انھیں نے جنگ بدر میں عباس کو گرفتار کیا۔ اور انھیں نے بروز بدر مشرکین کا علم ابی عزیز بن عمیر سے چھینا۔ جنگ صفین میں امیر المومنین کے ہمراہ تھے اکابر مدینہ میں شمار کئے جاتے ہیں ۵۵ھ میں ان کا مدینہ میں انتقال ہوا استیعاب جلد ۴ ص ۲۱۵ تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۴۲۳ پر مرقوم ہے کہ ابوالیسر آخری بدری صحابی ہیں جن کا انتقال سب کے آخر میں ہوا۔ حضرت علی کے ہمراہ تمام لڑائیوں میں شریک رہے وقت وفات اُن کی عمر ۱۲۰ سال کی تھی۔ مسند احمد کی ایک حدیث ہے کہ پیغمبر نے انھیں کسی کام سے بھیجا جب واپس آئے تو پیغمبر نے انھیں دیکھ کر کہا "خداوندا ہمیں ان سے مستفید ہونا نصیب کر" تو یہ تمام صحابہ کے بعد مرے جب ابوالیسر اس حدیث کو بیان کرتے تو زار و قطار روتے اور کہتے کہ لوگوں نے میری زندگی سے فائدہ اُٹھایا اور میں سب کا

قیس کی یہ تقریر سپاہیوں کے لئے بڑی ڈھارس کا سبب ہوئی اُن کی گرتی ہوئی ہمت بحال اور گئے ہوئے حواس واپس آگئے انھیں قیس کی لفظوں میں وزن محسوس ہوا سب نے ہم آواز ہوکر ان کی تائید کی اور کہا

الحمد للہ الذی اخرجہ من بیننا خدا کا شکر جس نے انھیں ہم سے نکال باہر کیا

(مقاتل الطالبین ص۳۵)

قیس نے لشکر کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ امام حسن اس کی صراحت بھی فرما چکے تھے کہ عبید اللہ کے بعد لشکر کے سپہ سالار قیس ہوں گے۔ پھر تمام سپاہیوں کی بھی یہی خواہش تھی۔ فوج کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیکر قیس نے امام حسن کو خط لکھا جس میں اس ہولناک حادثہ کی اطلاع اور عبید اللہ کی شرمناک غداری سے جو خطرناک صورت رونما ہوتی تھی اس کی وضاحت تھی۔

"آپ کے سپاہی مسکن کے مقابل ایک گاؤں جس کا نام جوبیہ ہے معاویہ کے مقابل صف آرا ہوئے۔ معاویہ نے عبید اللہ سے خط و کتابت کی اور انھیں ترغیب دلائی کہ تم میری طرف آجاؤ میں تمھیں دس لاکھ درہم دوں گا نصف رقم تو فوراً مل جائے گی اور نصف کوفہ پہونچنے پر۔ عبید اللہ رات ہی رات اپنے خاص خاص آدمیوں کو لیکر معاویہ سے جا ملے۔ صبح ہوئی تو آپ کا لشکر بے سردار کے تھا۔ قیس بن سعد نے نماز پڑھائی اور لشکر کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی (ارشاد ص۱۷۱)

جب یہ خبر امام حسن کے لشکر میں پہونچی تو سپاہیوں کی بدحواسی کا ٹھکانا نہیں رہا۔ ہر ایک کے دل سینوں سے نکلے پڑتے تھے عبید اللہ کی اس شرمناک غداری اور ٹوٹ کر معاویہ کی طرف مل جانے سے معاویہ کو راستہ مل گیا کہ وہ یہی داؤں پورے لشکر عراق پر کریں۔ اس بچے کھچے لشکر پر بھی جو قیس کی زیر کمان مسکن میں مقیم تھا اور اس پر بھی جو امام حسن کے ساتھ مدائن میں تھا۔ انھوں نے دونوں لشکروں میں اپنے خفیہ آدمی بھیجے کہ بھیانک خبریں مشہور کر کے جتنا ہو سکے انھیں دہشت زدہ کریں۔ ان جاسوسوں نے کئی کئی طرح کے پروپگنڈے دونوں لشکروں میں کئے مثلاً

ا۔ امام حسن کے لشکر میں جو مدائن میں مقیم تھا یہ خبر مشہور کی کہ قیس بن سعد نے معاویہ سے صلح کرلی اور اُن کے پاس چلے گئے

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۱۴)

لشکر والوں نے اس خبر کو حرف بحرف صحیح تسلیم کرلیا کیونکہ جب عبید اللہ بن عباس امام حسن کے قریبی رشتہ دار اور آپ کے مخصوص ساتھی آپ کا ساتھ چھوڑ کر غداری کر کے معاویہ کے پاس جا سکتے تھے تو قیس بن سعد پھر بھی غیر تھے اُن سے غداری کیا بعید تھی۔

ب۔ ہراول دستہ میں جو مسکن میں مقیم تھا یہ پروپگنڈہ کیا کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح اور اُن کی بات مان لی ہے

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص۱۹۱)

پیش جس کی تصویر کشی ناممکن ہے۔ ہراول دستہ جسے اصل لشکر سے وہی نسبت ہوتی ہے جو سر کو سارے بدن سے جن آفات و مصائب کا شکار ہوا اور اس کے اندر جو ہولناک فتنے اور غداری کے مظاہرے ہوئے ان کا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے۔

(۱) بہت سے ذی اثر و اقتدار معززین و اشراف اور سرداران قبائل آپ کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ سے ملتے گئے عبیداللہ کی غداری کے پہلے بھی بہت سے گئے اور بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا

(۲) سپہ سالار لشکر عبیداللہ بن عباس نے ایسی شرمناک غداری کی جو قیامت تک اُن کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ رہے گی۔

(۳) عبیداللہ کے ساتھ آٹھ ہزار سپاہی بھی معاویہ سے جا ملے جیسا کہ یعقوبی کی روایت بتاتی ہے یہ لوگ روساء قبائل کے پیرو اور مال و دولت کے لالچی تھے جس لشکر کی دو تہائی تعداد ساتھ چھوڑ کر غنیم سے جا ملے اس لشکر میں دم ہی کیا باقی رہ جائے گا۔

(۴) جھوٹی خبروں سے سپاہیوں کی دہشت و بدحواسی۔ خواہ ہراول دستہ کے سپاہی ہوں یا امام حسن کے لشکر کے۔

یہ اتنی مصیبتیں تھیں جن کا ہراول دستہ کو سامنا کرنا پڑا ان تمام باتوں نے اس دستہ فوج کی جان نکال لی اور اُن کی فوجی اسپرٹ خاک میں ملا دی۔ اب نہ سپاہیوں میں سکت باقی تھی نہ اموی لشکر کی مدافعت کی قوت تھی جس کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور جو اپنے قائد کا ہر طرح مطیع و فرمانبردار بھی تھا۔

اب جبکہ ہراول دستہ اتنے آفات و مصائب کا شکار ہو چکا ہو اس کا شیرازہ اتنے بُرے طریقہ پر درہم برہم ہوا ہو اس کے متعلق یہ تصور کرنا کہ وہ معاویہ سے ٹکر لینے اور اُن کی سرکوبی کی پوری طاقت رکھتا تھا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ تو ہراول دستہ کا حال تھا اب ذرا ہمیں اس لشکر پر بھی نظر کرنا چاہیے جو امام حسن کی قیادت میں مدائن میں مقیم تھا اس میں کیسے کیسے فتنے رونما ہوئے اور معاویہ کیسے کیسے داؤں اس لشکر پر چلے اور اس لشکر کے سرداروں نے امام کے ساتھ کیسی کیسی غداریاں کیں۔

۱۔ جنگ کی ناگواری

معاویہ نے امام حسن کے لشکر کو بگاڑنے اور برگشتہ کرنے کے لئے پہلی حرکت یہ کی کہ عبداللہ بن عامر کو بھیجا کہ جا کر عراق والوں میں جتنی دہشت ہو سکے پھیلائے اور ایسی ترکیب کرے کہ سب دہل کر رہ جائیں عبداللہ مدائن پہونچا جہاں امام حسن کا لشکر مقیم تھا اس نے پکار کر کہا۔

"عراق والو! میں لڑنے کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو معاویہ کا ہراول ہوں۔ معاویہ شام کا لشکر جرار لیکر انبار پہونچ چکے ہیں تم لوگ امام حسن سے میرا سلام کہو اور کہو کہ میں آپ کو خدا کا

۲۔ سربرآوردہ افراد کو رشوت

رشوت پہلے ہی شہری آزادی کے لئے مہلک مرض رہی ہے اور آج بھی ہے فسطائی حکومتوں نے عوام الناس کو اپنا غلام بنانے اور اُن کے ملک کی دولت اور پیداوار ہتھیانے کے لئے ہمیشہ اس رشوت سے کام لیا۔ ہاشمی حکومت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑنے کے لئے اُنھوں نے اس رشوت کے ذریعہ لوگوں کے جسم ہی نہیں خریدے بلکہ اُن کے ضمیر اور عقیدہ و نظریات تک اپنا لئے۔ انھوں نے اس مقصد کے لئے ہر جائز و ناجائز وسیلہ سے کام لیا اُن کا عقیدہ ہمیشہ یہ رہا کہ اپنا کام نکلنا چاہیے خواہ جائز صورت سے ہو یا ناجائز صورت سے۔ ذلیل سے ذلیل اور اوچھی سے اوچھی حرکت ان کے لئے انتہائی پسندیدہ تھی بشرطیکہ وہ اپنے ارادوں میں معین ہو۔ معاویہ نے عراقی لشکر کے سرداروں اور عراق کے سربرآوردہ افراد کو کئی کئی طرح کی رشوتیں دیں مثلاً۔

۱۔ بڑے بڑے عہدہ و مناصب دئیے جیسے کسی صوبہ یا ضلع کی حکومت یا کسی لشکر کی سپہ سالاری۔

۲۔ خطیر و کثیر رقمیں لاکھ دو لاکھ یا اس سے بھی زیادہ۔

۳۔ اپنی کسی لڑکی سے شادی کا وعدہ۔ یہ طریقہ تمام طریقوں سے زیادہ رکیک و ذلیل تھا۔

رشوت کی ان صورتوں سے عراق کے معززین اور سربرآوردہ افراد کی نفسیاتی کیفیت کو سمجھنے میں معاویہ کو بڑی مدد ملی۔ جن لوگوں کے متعلق اندازہ ہوا کہ وہ روپیہ کے لالچی ہیں انھیں زر و مال سے خریدا جن لوگوں کے متعلق اندازہ ہوا کہ وہ روپیہ پیسہ کے بھوکے نہیں انھیں جاہ و اقتدار سے مطلب ہے تو انھیں بڑے بڑے عہدے دئیے۔ جو لوگ ان دونوں چیزوں کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے بلکہ انھیں معاویہ سے رشتہ اور اُن کا تقرب پسند تھا اُنھیں اپنی کسی دختر سے شادی کی لالچ دلائی۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

معاویہ نے عمرو بن حریث[۱]، اشعث بن قیس۔ حجار بن ابجر ہر ایک کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور

---

[۱] عمرو بن حریث بن عثمان قرشی مخزومی۔ کوفہ کا رہنے والا تھا وقت وفات پیغمبر اس کی عمر بارہ سال کی تھی پیغمبر کے آزاد کردہ کمسنوں میں سے تھا زیادہ اور اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے کوفہ کا حاکم بھی رہا ۸۵ھ یا ۹۸ھ میں مرا (تہذیب التہذیب جلد ۷، صـ ۱۷)

[۲] حجار بن ابجر کا باپ نصرانی تھا۔ حجار نے اپنے باپ سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ لوگ دین اسلام اختیار کر کے بڑی عزت حاصل کر رہے ہیں میں بھی اس دین میں داخل ہو جانا چاہتا ہوں اس کے باپ نے کہا کہ اتنے دن ٹھہر و کہ میں تمہیں لے کر

انھیں مع دلائی کہ اگر تم نے حسن کو قتل کر ڈالا تو میں کسی لشکر کا سردار بنا دوں گا یا اپنی کسی لڑکی سے شادی کر دوں گا یا ایک لاکھ درہم نقد دوں گا۔ امام حسن کو بھی یہ خبر مل گئی اور اس وقت سے آپ نے زرہ بکتر پہننی شروع کی۔ نماز بھی آپ پڑھتے تھے تو زرہ پہنے ہوئے (علل الشرائع ص۸۴)

۳ — رشوت کا اثر

دولت کے بھوکے افراد پر جنھیں دین کے مقابلہ میں دنیا پیاری تھی یہ داؤں پوری طرح کامیاب رہا وہ ٹوٹ ٹوٹ کر معاویہ کے پاس پہونچ گئے۔ بہت سے معززین و اشراف نے معاویہ کو مسلسل خطوط لکھے کہ جب آپ کہیں ہم امام حسن کا قصہ پاک کر دیں گے۔ دو طرح کے مضمون ان خطوں میں تھے۔

(۱) امام حسن کو پوشیدہ یا علانیہ پکڑ کر معاویہ کے پاس پہونچا دینا۔

(۲) جب معاویہ کہیں امام حسن کو ہلاک کر دینا۔

معاویہ نے یہ سارے خطوط اکٹھا کر کے امام حسن کے پاس بھیج دیئے کہ دیکھئے آپ کے لشکر والوں کی یہ کیفیت ہے اور یہ اُن کی وفاداری کا عالم ہے۔ امام حسن کو پہلے ہی اپنے سپاہیوں کے متعلق کوئی خوش فہمی نہ تھی ان خطوط کو دیکھ کر آپ کو یقین ہو گیا کہ سب کی نیتیں خراب ہو چکی ہیں ان میں کوئی بھی بھروسہ کے قابل نہیں۔

رشوت کا مرض ایسا متعدی ثابت ہوا کہ بہتیرے اس کا شکار ہوئے، نوبت یہاں تک آپہونچی کہ امام حسن نے کندہ کے ایک شخص کو چار ہزار سپاہیوں پر افسر مقرر کر کے روانہ کیا اور تاکید کی کہ انبار پہونچ کر کیمپ کرو اور جب تک میرا حکم نہ پہونچے کوئی اقدام نہ کرنا جب وہ شخص انبار پہونچا اور معاویہ کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کے پاس خط دے کر ایک قاصد روانہ کیا خط میں لکھا تھا۔

"اگر تم میرے پاس آجاؤ تو میں شام یا جزیرہ کے کسی علاقہ کا تمھیں حاکم بنا دوں گا۔"

ساتھ ہی ساتھ ۵ لاکھ درہم بھی بھیجے۔ اس کندی نے درہم اپنے قبضہ میں کئے اور اپنے حوالی موالی کے ساتھ جو دو سو کی تعداد میں تھے معاویہ سے جا ملا۔ امام حسن کو اس خبر سے بڑا رنج پہونچا آپ نے غم و غصہ میں بھری ہوئی یہ تقریر کی۔

"یہ کندی معاویہ کی طرف چل دیا۔ میرے ساتھ بھی غداری کی اور تمھارے ساتھ بھی میں

(بقیہ صفحہ ۲۱۹) تم بھی کیوں نہیں اس کی گواہی دیتے اس نے کہا میں قبر میں پیر لٹکائے ہوں فائدہ ہی کیا۔ مرزبانی معجم الشعرا میں لکھتے ہیں کہ ابجر امیرالمومنین کی شہادت سے چند دن پہلے حالت نصرانیت میں مرا۔ عیسائیوں نے اس کے جنازہ کی مشایعت کی حجار مسلمانوں کے ساتھ دوسری طرف چل رہا تھا (اصابہ جلد ۱ ص۲۰۲) اکثر کتابوں میں ہے کہ امام حسین کو خط بھیج کر کوفہ بلانے

بارہا تم لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ تم میں وفا باقی نہیں رہی تم دنیا کے بندے ہو میں اب دوسرا آدمی بھیج رہا ہوں اور یہ یقین رکھتا ہوں کہ یہ بھی وہی کرے گا جو کندی نے کیا نہ تو وہ میرے متعلق خدا کا لحاظ کرے گا اور نہ تمھارے متعلق"

امام حسن نے ایک دوسرے آدمی کو جو قبیلہ مراد سے تھا نامزد کیا اور اسے مجمع میں پیش کر کے پوری طرح تاکید کی کہ دیکھو خبردار تم غداری نہ کرنا اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی لوگوں کو جتا دیا کہ یہ بھی ویسا ہی کرے گا۔ اس شخص نے سخت و شدید قسمیں کھائیں قول و قرار کئے کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ امام حسن نے پھر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"ضرور یہی ایسا ہوگا"

وہ شخص انبار پہونچا جب معاویہ کو اس کے آنے کی خبر ملی تو انھوں نے اس کے پاس بھی قاصد بھیجا اور خط میں ویسا ہی مضمون لکھا جیسا کندی کو لکھ چکے تھے اور ساتھ ہی ۵ لاکھ درہم بھی بھیج دیئے اور وعدہ کیا کہ جس جگہ کا کہوگے حاکم مقرر کر دوں گا اس شخص نے امام حسن کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ کی راہ لی اور جتنے عہد و پیمان کئے تھے سبھی پس پشت ڈال دیئے۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ ص۱۱۱)

یہ خیانت و غداری انھیں دونوں شخصوں تک محدود نہ رہی بلکہ اس بلا میں بے شمار افراد مبتلا ہوئے۔

۴ — لوٹ

عراقی سپاہی بڑی پستی میں گر گئے، اُن کے قلب و ضمیر پر ایسی تاریکی چھا گئی کہ عزت و شرافت اور انسانیت سبھی جاتی رہی۔ جو شخص انتہائی پستی میں گر چکا ہو بڑے سے بڑا جرم بھی اس سے ممکن ہے۔ عراق والوں کی دنائت اور کمینگی کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کو لوٹنے لگے اتنا ہی نہیں بلکہ انھوں نے امام حسن کے مال و متاع پر بھی ہاتھ دراز کیا اور جو ہاتھ لگا لوٹ لیا۔ غالبًا اس قسم کے جرائم میں خوارج کا ہاتھ زیادہ تھا ان کا نظریہ ہی یہ تھا کہ جو شخص بھی ہمارا ہم عقیدہ نہیں اس کی جان بھی مباح ہے اور مال بھی لوٹ کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔

۱۔ ایک تو اس وقت جب معاویہ نے اپنے جاسوس امام حسن کے لشکر میں یہ پروپاگنڈہ کرنے کے لئے بھیجے کہ قیس بن سعد مار ڈالے گئے، جب آپ کے سپاہیوں نے یہ خبر سنی تو ایک دوسرے پر ہاتھ صاف کرنے لگے امام حسن کا خیمہ تک لوٹ لے گئے۔ بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرش لوٹ لیا جس پر آپ بیٹھے تھے وہ ردا چھین لی جو آپ کے جسم پر تھی۔ (بحار الانوار، اعیان الشیعہ، تاریخ یعقوبی)

۲۔ دوسرے اس وقت جب معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ اور عبد الرحمان بن حکم کو امام حسن کے پاس صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ دونوں جب گفتگو کر کے واپس جانے لگے تو محض فساد پھیلانے کی غرض سے صفوف لشکر میں پھر کر

سامان مال واسباب لوٹ لیا (بحار الانوار و شرح ابن ابی الحدید)

۵ ــــ تکفیر

عراق والوں کے دل و دماغ، اخلاق و کردار فہم و تدبر ہر ہی چیز پر مہر لگ چکی تھی اُن کی شورہ پشتی اتنی بڑھی اور اتنا حد سے بڑھ گئے کہ بعضوں نے امام حسن کے کافر ہو جانے کا فتویٰ بھی صادر کر دیا۔ جراح بن سنان نے جس نے امام حسن کو قتل کر ڈالنے کی کوشش کی تھی آپ سے کہا۔

"حسن! آپ ویسے ہی کافر ہو گئے ہیں جیسے آپ سے پہلے آپ کے پدر بزرگوار کافر ہو گئے تھے۔"

جو مجمع پیغمبر کے نواسہ کو کافر قرار دے سکتا ہو وہ اگر امام حسن کا ساتھ چھوڑ دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں غالباً اس جرم کے مرتکب خوارج ہی رہے ہوں گے کیونکہ یہ حرکت انھیں سے ممکن ہو سکتی ہے۔

۶ ــــ ناگہانی حملہ

امام حسن کی ابتلا و آزمائش اسی حد پر آکر ختم نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے زیادہ سخت و شدید ہو گئی خارجیوں اور رشوت لئے ہوئے افراد نے تین مرتبہ کوشش کی کہ آپ کو اچانک قتل کر ڈالیں۔

۱ ــ آپ نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص نے تیر چلا دیا مگر آپ کو کوئی گزند نہیں پہونچا۔

۲ ــ جراح بن سنان نے امام حسن کے ران پر نیزہ کا وار کیا۔ واقعہ کی تفصیل شیخ مفیدؒ نے یوں لکھی ہے کہ "امام حسن نے ایک مرتبہ چاہا کہ اپنے ساتھیوں کو آزمائیں اور دیکھیں کہ کتنی اطاعت ان میں ہے۔ آپ نے منادی کو نماز کے اعلان کا حکم دیا جب سب اکٹھا ہو گئے تو آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اما بعد خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے خلق خدا کا سب سے بڑھ کر ہمدرد و بہی خواہ ہوں گا۔ میں نے کبھی کسی مسلمان سے کینہ نہیں رکھا نہ کسی کے ساتھ بدسلوکی کا ارادہ کیا نہ ناگہانی طور پر کسی کو صدمہ پہونچایا۔ جماعت میں رہ کر ناگوار بات کا سامنا کرنا بہتر ہے اس پسندیدہ بات سے جو متفرق ہو کر نصیب ہو۔ تم میں سے کسی نے اپنی ایسی بھلائی نہ سوچی ہو گی جیسا کہ میں سوچنے والا ہوں۔ تم میری نافرمانی نہ کرنا نہ میری رائے کو ٹھکرانا۔ خداوند عالم مجھے معاف کرے اور تمھیں بھی۔ مجھے اور تمھیں ایسی بات کی طرف ہدایت کرے جس میں باہمی محبت و رضامندی ہو۔"

اس تقریر کو سن کر لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور پوچھنے لگے کہ امام حسن کا نشا کیا ہے ایک نے بڑھ کر کہا۔ "خدا کی قسم امام حسن معاویہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں آپ کا ارادہ ہے کہ حکومت اُن کے حوالہ کر دیں۔"

جب یہ فقرہ لوگوں نے سنا تو چیخ کر کہنے لگے۔

"یہ شخص کافر ہو گیا۔"

یہ لوگ امام کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے جتنی چیزیں تھیں لوٹ لیں یہاں تک کہ آپ کے قدموں کے نیچے سے مصلیٰ تک

گھوڑا منگایا اس پر تشریف فرما ہوئے آپ کے مخصوص اصحاب اور جان نثاروں نے آپ کو اپنے حلقہ میں لیا امام نے کسی سے کہا کہ ربیعہ وہمدان والوں کو آواز دو۔ ان لوگوں نے فوراً پہونچ کر امام کے گرداگرد اپنی چار دیواری قائم کردی اور لوگوں کو دور ہٹا دیا آپ مجمع کے ہمراہ روانہ ہوئے لیکن اس مجمع میں بہت سے ایسے بھی شامل ہوگئے جو آپ کے شیعہ نہ تھے جب آپ مظلم ساباط پہونچے تو ابنی اسد کے ایک شخص جراح بن سنان نے مجمع سے باہر نکل کر آپ کی سواری کی لگام پکڑلی اس کے ہاتھ میں ایک اسلحہ تھا اس نے کہا

"اللہ اکبر! اے حسن آپ نے اسی طرح شرک کیا جس طرح پہلے آپ کے باپ کر چکے ہیں"

پھر اس نے اسی اسلحہ سے آپ کی ران پر مارا امام اس سے لپٹ پڑے اور دونوں زمین پر گرے امام حسن کے ایک محب عبداللہ بن خطل طائی نے جراح کے ہاتھ سے وہ ہتھیار چھینا اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیا ایک دوسرے شخص ظبیان بن عمارہ نے بڑھ کر اس کی ناک کاٹ لی۔ امام حسن زخمی حالت میں پلنگ پر لٹا کر مدائن لائے گئے اور وہاں علاج معالجہ کی تدبیریں کی گئیں (ارشاد شیخ مفید ص۱۷۰)

۳۔ نماز کی حالت میں ایک شخص نے آپ پر خنجر سے وار کیا۔

ان تمام حادثوں کے بعد امام حسن پر ان وحشی اور بدو عربوں کی نیت پوری طرح آشکار ہوگئی آپ کو یقین ہوگیا کہ ان لوگوں سے کوئی بعید نہیں کہ یہ لوگ قید کر کے مجھے معاویہ کے حوالہ کردیں یا دھوکہ سے مار ڈالیں اور آپ کا خون یوں ہی رائگاں جائے آپ کی جان بھی چلی جائے اور اُمت والوں کو کوئی فائدہ بھی نہ حاصل ہو

۷ —— نازک صورت حال

ان تمام آفات ومصائب کے مقابل امام حسن کا طرز عمل ایک بیدار مغز مدبر اور بحیر العقول دانشمند کا رہا۔ فوجوں میں ایسا انقلاب عظیم ہوجانے کے بعد بھی یہ آپ ہی کا حسن تدبر اور پیچیدگیوں سے نپٹنے کی غیر معمولی صلاحیت تھی کہ آپ نے لشکر کے نمودار افراد اور معززین کو اکٹھا کیا اور انھیں متنبہ کیا کہ معاویہ کی طرفداری اختیار کرنے کے کتنے تلخ نتائج رونما ہوں گے اور کتنی ہولناک تباہیوں سے تمھیں دوچار ہونا پڑے گا۔ آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا

"وائے ہو تم لوگوں پر۔ خدا کی قسم معاویہ نے مجھے قتل کرنے کے لئے تم لوگوں سے جتنے بھی قول وقرار کئے ہیں ایک بھی پورا نہ کریں گے میرا خیال ہے کہ اگر میں اپنا ہاتھ معاویہ کے ہاتھ میں دیدوں اور اُن سے مصالحت کرلوں تو وہ مجھے میرے نانا کے دین پر بھی نہ رہنے دیں گے۔ میں خداوند عالم کی تنہا عبادت کرنے پر پوری طرح قدرت رکھتا ہوں۔ لیکن میری نگاہیں تو تم لوگوں کی اولاد پر ہے مجھے یہ منظر دکھائی دے رہا ہے کہ تمھارے بیٹے ان کے بیٹوں کے دروازہ پر کھانے پانی کی بھیک مانگ رہے ہیں لیکن ...

نازک سے نازک تر ہوتے گئے آزمائش بڑھتی گئی فتنہ و فساد شدید ہوتا گیا۔ امام زخم کے علاج معالجہ میں مصروف تھے افسران فوج نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اس عرصہ میں انھوں نے معاویہ سے رشتہ اور مضبوط کر لیا۔ ایسا نہ تھا کہ امام بے خبر رہے ہوں آپ کو ان تمام سازشوں کی خبر ہوتی رہی اور یقین ہو گیا کہ یہ لوگ غداری اور دشمن سے مل جانے پر پوری طرح تیار اور ہمارے علانیہ دشمن ہو چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی پوزیشن اس وقت ایسی شدید نازک ہو چکی تھی کہ اس کے تصور ہی سے دل کانپ جاتے ہیں۔ اور عقل جواب دیجاتی ہے معاویہ پر نظر کرتے تو دیکھتے کہ دین و شریعت کی رو سے ان سے لڑنا بہر حال لازمی ہے اور جب لشکر کے انقلابات اور سرداران لشکر کی غداری۔ ناگہانی طور پر ہلاک کرنے کی سازشوں پر نظر جاتی تو دل بیٹھ جاتا اور اُن کی اصلاح سے ناامید ہو جاتے پھر بھی آپ نے چاہا کہ ذرا ایک مرتبہ آزما کر دیکھیں کہ لڑائی چھیڑنے کی صورت میں ان کا کیا طرز عمل رہے گا آپ نے منادی کے ذریعہ لوگوں کو ایک جگہ جمع ہونے کی دعوت دی جب سب اکٹھا ہو گئے تو آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا

"لوگو! معاویہ نے ہمیں ایک ایسے امر کی دعوت دی ہے جس میں نہ عزت ہے نہ برابری اگر تم مرنے پر تیار ہو تو ہم ان کی بات ٹھکرا دیں اور تلوار کی دھار پر فیصلہ چھوڑیں اور اگر تمھیں زندگی پیاری ہے تو ہم ان کی بات قبول کر لیں اور خوشی خاطر اس پر تیار ہو جائیں۔

امام حسن کی یہ تقریر جیسے ہی ختم ہوئی ہر طرف سے یہ شور بلند ہوا۔

"ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں، ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں"

(حماۃ الاسلام جلد ۱ ص ۱۲۳ المجتنیٰ ابن درید ص ۳۶)

اس صورت حال کو دیکھ کر آپ کو اندازہ ہوا کہ اگر ہم معاویہ سے لڑتے ہیں تو کٹے ہوئے ہاتھ سے لڑیں گے۔ نہ کوئی ناصر ہو گا نہ مددگار نہ کوئی مضبوط سہارا ہی ہو گا جس پر بھروسہ کیا جائے۔ سرداران لشکر نے جو شرمناک منصوبے بنائے تھے کہ آپ کو اسیر کر کے معاویہ کے حوالہ کر دیں یا دھوکے سے آپ کو قتل کر ڈالیں یہ بھی آپ کے پیش نظر تھے ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے آپ نے محسوس کیا کہ اب وہ منزل آگئی ہے کہ جتنا جلد ہو سکے معاویہ سے صلح کر لی جائے۔

امام حسن کتنا دل تنگ ہو چکے تھے اور کوفہ کے وحشی اور اوباش لوگوں سے کتنی آشفتہ خاطری پیدا ہو چکی تھی اس کے متعلق یزید بن وہب جہنی راوی ہے کہ امام حسن کے نیزے سے زخمی ہونے کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

فرزند رسول! لوگ بڑی حیرت میں پڑے ہوئے ہیں۔

امام نے غم و غصہ بھرے لہجہ میں فرمایا

ایسا قول و قرار لے لوں جس کے ذریعہ اپنی جان بھی محفوظ رکھوں اور گھر والوں اور عزیزوں کی طرف سے بھی مطمئن ہو جاؤں تو یہ کہیں بہتر ہے اس بات سے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں۔ اس طرح میرے گھر والے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اگر میں معاویہ سے جنگ کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو یہ لوگ میری گردن پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیں گے۔ ان سے صلح کر لینا اس طرح کہ میری عزت باقی رہے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ مجھے قید کر کے معاویہ قتل کر ڈالیں یا مجھ پر احسان دھر کر مجھے جیتا چھوڑ دیں اس صورت میں بنی ہاشم کے لئے یہ قیامت تک کلنگ کا ٹیکہ ہو جائے گا۔ معاویہ برابر احسان جتاتے رہیں گے اور اُن کی نسل ہمارے زندوں اور مردوں پر احسان جتاتی رہے گی۔

امام حسن کی یہ لفظیں بتاتی ہیں کہ آپ کو مدائن میں کیسے جانکاہ مصائب اور ہولناک فتنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حادثوں کے بعد آپ مجبور ہوئے کہ معاویہ سے جنگ کے ہر پہلو کا جائزہ لیں۔ اس مستقبل پر نظر کریں جو نہایت ہی تاریک تھا۔ اس انتشار اور عوام کی اضطرابی کیفیت کو پیش نظر رکھیں جس کا انجام سوا اس کے کچھ نہ تھا کہ آپ کی حکومت اور آپ کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے، بلکہ اسلام ہی نیست و نابود ہو جائے۔ اس لئے کہ ذریت پیغمبر اور خالص الایمان مومنین کی وہ تھوڑی سی تعداد جو آپ کے لشکر میں تھی جو دین اسلام کے حاملین اور امیر المومنین کے بچے کھچے اصحاب و تلامذہ تھے اگر یہ لوگ لڑائی میں مارے جاتے تو اسلام کی تعلیمات ختم اور اس کی بنیادیں منہدم ہو جاتیں کیونکہ یہی لوگ اسلامی تعلیمات کے مبلغ اور اس کے احکام و فرائض کے معلم تھے۔ مزید برآں اگر یہ لوگ اپنی جانوں کی قربانی پیش بھی کر دیتے تو ان کی قربانی سے اسلام کو کوئی فائدہ نہ پہونچتا۔ معاویہ ان کو ہلاک کرنے کے بعد یہی کہتے کہ یہ لوگ مجرم تھے ان کی وجہ سے امن و امان درہم و برہم تھا۔ خلقت کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کا قصہ پاک کر دیا جائے۔ اس صورت میں تاریخ بھی کسی اور طرح لکھی گئی ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ بڑی سخت منزل اور ہوش و حواس کھو دینے والا محل تھا۔ اس کٹھن منزل سے نکلنے کے لئے بڑی سوجھ بوجھ اور دور اندیشی کی ضرورت تھی۔ امام حسن نے دیکھا کہ مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ معاویہ سے صلح کر لی جائے اور صلح کر کے وہ اسباب پیدا کر دیئے جائیں جس سے اُن کی حکومت خود ہی شکست و ریخت ہو جائے۔ لوگوں پر اُن کی حقیقت واضح اور اُن کے اصلی خد و خال نمایاں ہو جائیں۔ معلوم ہو جائے کہ شام کا دربار کیسے کیسے جرائم کا مرکز ہے۔ امام حسن نے صلح کر لی اور یہ صلح عقلی حیثیت سے بھی ضروری تھی اور مذہبی حیثیت سے بھی اور نزاکت حالات کی بنا پر بھی۔ اس ضروری ہونے کی سب سے بڑی دلیل وہ آفات و مصائب ہیں جن کا آپ کو مدائن میں سامنا کرنا پڑا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں جنھیں ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔

چوتھا باب

اسباب صلح

معاویہ سے امام حسن کے صلح کر لینے کے متعلق بہت سے اقوال وخیالات ہیں ان اقوال وخیالات کی بنا پر آپ کی صلح کے متعلق دو نظریے معلوم ہوتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ہر لحاظ سے مغائر ہیں۔

پہلا نظریہ - یہ ہے کہ امام حسن کا طرز عمل بالکل صحیح تھا اور آپ اس میں پوری طرح موفق تھے یہ طرز عمل کیونکر صحیح تھا اس کی دو توجیہیں کی جاتی ہیں بعض علماء نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ امام حسن امام تھے اور امام خطا سے معصوم ہوا کرتا ہے لہذا وہی کام کریگا جس میں تمام امت کی عمومی طور پر بھلائی ہوگی۔ ہم اس باب کے آخر میں اُن حضرات کے نام ذکر کریں گے جنھوں نے یہ توجیہ کی ہے۔ دوسرے علماء نے اس کی توجیہ میں ان اندوہناک حالات اور مصائب ومشکلات پر زور دیا ہے جس سے امام حسن دوچار تھے۔ لشکر کی سستی وکاہلی۔ جنگ سے ان کا جی چرانا اپنے ملک کے سر برآوردہ افراد کی خیانت وغداری اور اسی قسم کے دوسرے اسباب۔

دوسرا نظریہ - یہ ہے کہ امام حسن کمزور ارادہ کے تھے۔ آپ کو سیاست نہ آتی تھی انتظام مملکت سے بھی قاصر تھے۔ عقل کا تقاضہ یہ تھا کہ آپ، معاویہ سے جنگ کرتے جیت جاتے تو سبحان اللہ ورنہ آپ حق وصداقت کی راہ میں درجہ شہادت پر فائز ہوتے یہی بنی ہاشم کا شعار بھی تھا اور یہی مصلحین ومخلصین کی غرض وغایت بھی ہوا کرتی ہے۔

یہ نظریہ محض ظاہری حالات پر مبنی ہے حق وصداقت سے اسے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ نظریہ رکھنے والوں نے نہ تو ان حالات کو پیش نظر رکھا جن سے امام حسن دوچار تھے نہ اس وقت کے لوگوں کی نفسیات پر غور کیا جن کے اخلاق وکردار بھی تباہ وبرباد ہو چکے تھے عقائد وخیالات بھی اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی یہی وجہ ہے کہ یہ نظریہ بالکل سطحی تحقیق سے خالی اور حق وصداقت سے کوسوں دور ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کے نام بھی ذکر کرتے چلیں جو اس رائے کے حامی اور اس مہمل نظریہ کے مؤید ہیں۔

ا۔ صفدی

صفدی لامیۃ العجم کے اس شعر

حب السلامة يثني عزم صاحبه   عن المعالي ويغري المرء بالكسل

سلامتی کی چاہت انسان کو بلند مقاصد سے روک دیتی ہے اور سستی وکاہلی کی ترغیب دلاتی ہے

"بہت سے جلیل القدر بزرگوں اور علم و منصب میں فوقیت رکھنے والوں نے گمنامی میں رہنا پسند کیا اپنے عہدے چھوڑ دیے اور گوشہ نشین ہو کر بیٹھ رہے"

پھر صفدی نے ان لوگوں کے نام گنائے ہیں جنھوں نے گمنام رہنا پسند کیا اور خلافت سے دست بردار ہو گئے اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"اور یہ حسن ابن علی ابن ابیطالب، انھوں نے معاویہ سے کہا میں قرضدار ہوں میرا قرضہ ادا کر دو پھر خلافت تمھاری ہے۔ معاویہ نے قرضہ ادا کر دیا اور امام حسن نے خلافت چھوڑ دی۔

(شرح لامیۃ العجم جلد ۲ ص۲۷ صفدی کا یہ قول انتہائی احمقانہ ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ امام حسن نے خلافت بیچ دی تھی نعوذ باللہ من ذالک)

۲ --- ڈاکٹر فلپ حتی

پروفیسر فلپ حتی لکھتے ہیں۔

"معاویہ کی حکومت کے آغاز میں ایک دوسری تحریک اٹھی جسے اس زمانہ میں بڑی اہمیت حاصل تھی اور وہ یہ کہ اہل عراق نے حسن بن علی کے خلیفہ شرعی ہونے کا اعلان کیا۔ اس کی ایک منطقی بنا د بھی تھی، کیونکہ حسن، علی و فاطمہ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے وہ فاطمہ جو پیغمبر کی اکلوتی بیٹی اور آپ کی رحلت کے بعد آپ کی واحد یادگار تھیں لیکن حسن عیش و عشرت راحت و آرام کی طرف مائل تھے حکومت اور انتظامی معاملات سے انھیں دلچسپی نہ تھی وہ اس منصب کے سزاوار نہ تھے وہ سالانہ وظیفہ پر اکتفا کرتے ہوئے خلافت سے دست کش ہو گئے" (العرب ص۸۲)

۳ --- علامہ علائلی

استاذ علائلی لکھتے ہیں۔

"لیکن حسن بن علی! قدرت رکھتے تھے اس بات پر کہ بکھری ہوئی جماعتوں کو اکٹھا کریں اور ان میں عزم و ارادہ کی روح پھونکیں جیسا کہ آہنی عزم و ارادہ والے لیڈروں کو کرتے دیکھا گیا ہے، جیسے نپولین جس نے ایک ایسی قوم کی قیادت ہاتھ میں لی جو خانہ جنگیوں سے اسی طرح ہلکان ہو چکی تھی جس طرح عرب والے ہلکان ہو چکے تھے ...... الخ حلقہ ثانیہ من حیاۃ الحسین ص۲۸۳

۴ --- مستشرق ڈوایٹ ام ڈونلڈسن

یہ ملوکیت کا دلدادہ مستشرق لکھتا ہے۔

"واقعات بتاتے ہیں کہ حسن میں اس بات کی قوت و طاقت بھی کم تھی کہ عوام کی کامیابی کے ساتھ قیادت کر سکے، اور عقلی قابلیت بھی رکھ

۵ ـــــ لامنس

یہ بدنفس مستشرق جس نے ذرہ برابر بھی اسلام کو نہیں سمجھا لکھتا ہے

"علی کی شہادت کے بعد حسن کی بیعت ہوئی۔ ان کے اعوان و انصار نے چاہا کہ شام والوں سے دوبارہ لڑائی پر آمادہ کریں مگر حسن معاویہ سے سمجھوتہ کے خواہشمند تھے نوبت اس کی آگئی کہ عراق والے اپنے امام (حسن) کی ایذا رسانی کے درپے ہو گئے۔ اسی وقت سے حسن کو بس ایک ہی فکر رہنے لگی کہ جس طرح بھی ہو بنی امیہ سے میل کر لیا جائے۔ معاویہ نے انھیں پیشکش کی کہ خلافت چھوڑ دیجئے اور اس کے بدلہ میں جو چاہے لے لیجئے۔ حسن نے صرف ۲۰ لاکھ درہم ہی پر اکتفا نہ کی جو انھوں نے اپنے بھائی حسین کے گذارہ کے لئے مانگے تھے بلکہ مزید ۵۰ لاکھ درہم بھی طلب کئے۔ معاویہ نے وہ سب کچھ دیا جو حسن نے مانگا یہاں تک کہ حسن نے علانیہ ندامت ظاہر کی کہ کیوں نہیں ہم نے اس سے زائد مانگا۔ عراق والوں کو ناراض کر کے حسن مدینہ چلے گئے تاکہ وہیں گوشہ نشین ہو کر زندگی بسر کریں" لہ

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۷ صفحہ ۴۰۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۲ پر) حملے کئے ہیں اور بہت سی بے سروپا باتیں شیعوں کی طرف منسوب کی ہیں محض مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنے اور شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے۔ اکثر علماء شیعہ نے اپنے رسائل و مقالات میں اس کی دسیسہ کاریاں واضح کی ہیں یوں تو اس کی تمام مولفات ہی کذب و افتراء کا مجموعہ ہیں مگر عقیدۃ الشیعہ میں اس نے تدلیس و تلبیس افتراء و بہتان تراشی کی انتہا کر دی ہے استاذ عبد الہادی نے رسالہ البیان کے سید الشہداء نمبر جلد دوم ص ۳۵-۳۹ میں اس مستشرق کی خباثت اور اسلام دشمنی سے تفصیلی بحث کی ہے۔

لہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۷ صفحہ ۴۰۰۔ اس انگریزی مورخ نے اکثر واقعات انتہائی مسخ کر کے لکھے ہیں۔ اسلامی واقعات اس طرح توڑ مروڑ کر بیان کئے ہیں کہ اسلام اور اکابر اسلام کی صورت بہت گھناؤنی نظر آتی ہے قدم قدم پر اس نے مسلمانوں اور اُن کے دین و مذہب کا مذاق اُڑایا ہے طعن و تشنیع اور اعتراضات وارد کئے ہیں خصوصیت کے ساتھ فرقہ شیعہ کے اماموں اور اُن کے بزرگان دین کے متعلق ہرزہ سرائیاں کی ہیں اس کی تمام کتابیں دیکھ جائیے معلوم ہو گا کہ اس نے ایک خاص نقطہ نظر رکھتے ہوئے یہ کتابیں لکھی ہیں اور وہ نقطہ نظر یہی ہے کہ جتنا ہو سکے فرقہ امامیہ کو ذلیل و خوار کر کے دکھایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنے بھی یورپین مورخین ہیں سبھی کا یہ حال ہے کسی کو بحث و تحقیق سے واسطہ نہیں رہا ان کی ہر ہر سطر اُن کے بدترین تعصب کی بھی گواہ ہے اور اُن کی انتہائی جہالت اور فہم و تدبر کے فقدان کی بھی یورپ زدہ افراد جو مستشرقین یورپ کی تحریریں آمنا و صدقنا کہہ کر قبول کرتے ہیں کی عبرت کے لئے اس واقعہ کا ذکر غالباً نامناسب نہ ہو گا کہ یورپ کا ایک مستشرق فارسی زبان کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایران کی سیاحت کے لئے آیا ارادہ یہ تھا کہ ایران میں گھوم پھر کر وہاں کے رسم و رواج کی

حقیقت یہ ہے کہ امام حسن کی صلح پر اعتراض کرنے والوں نے آزادیٔ فکر سے کام نہیں لیا نہ انھوں نے کوئی ایسی دلیل پیش کی ہے جو ہر پہلو سے صحیح ہو۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انھیں وہ حالات معلوم نہ ہو سکے جن کا امام کو سامنا کرنا پڑا نہ وہ اسباب ہی سمجھ سکے جن کی بنا پر آپ مجبور ہوئے اپنے دشمن سے صلح کرنے پر کسی عظیم و جلیل الشان شخصیت کی تصویر کشی کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر پہلو کو اپنے نظر کے سامنے رکھ کر تصویر کشی کرے اسی طریقہ سے وہ صحیح نتیجہ تک پہونچ سکتا ہے۔ ہم یہاں ذرا تفصیل سے اُن اسباب و عوامل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کی بنا پر امام حسن کے لئے ضروری ہوا کہ آپ اپنے دشمن سے صلح کر لیں بعض باتوں کا جنھیں ہم گذشتہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں اعادہ ناگزیر ہے۔ یہ اعادہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

پہلی فصل

ناکارہ لشکر

سلطنت کے لئے مہیب ترین خطرہ بلکہ تباہی کا پیش خیمہ فوج کی خرابی، بات بات میں فوجیوں کے اختلاف کرنے کی عادت اور اپنے آقا کی نافرمانی ہے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو سلطنت کی بنیادوں کو متزلزل اور اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ عراق کے پورے لشکر میں یہ تمام خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں ان میں ایسی شدید پھوٹ پڑ چکی تھی اور اُن کا شیرازہ ایسا درہم و برہم ہو چکا تھا کہ شاید ہی دنیا کی کسی قوم و ملت یا کسی ملک کے باشندوں میں ایسا حادثہ رونما ہوا ہو۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان اسباب و علل کا پتہ چلائیں جن کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۸) ایک دن دو مزدور دیکھے جن کے سر پر ظروف اور قیمتی اسباب لدے تھے آگے آگے ڈھول تاشے اور شہنائیاں تھیں اس نے کسی ایرانی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے بتایا کہ یہ عروس کے جہیز کی چیزیں ہیں اس نے پوچھا شوہر کا کیا نام ہے اس ایرانی نے جواب دیا "نمیدانم" (نہیں معلوم)۔ شام کو اس مستشرق نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک عورت کو سڑک پر پیٹ رہا ہے کسی ایرانی سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے ایرانی نے بتایا کہ یہ مرد اس عورت کا شوہر ہے کسی بات پر ناراض ہو کر مار رہا ہے اس نے پوچھا اس شوہر کا کیا نام ہے اس ایرانی نے کہا "نمیدانم"۔ اس مستشرق نے سمجھا کہ آدمی کا نام "نمیدانم" ہے اور یہ بیوی وہی ہے جسے صبح کو جہیز کے سامان کے ساتھ جاتے دیکھا تھا۔ اس نے اپنی کتاب تاریخ ایران میں لکھا کہ میں نے ایران کے شہر میں ایک دلہن کو دیکھا کہ صبح کو اس کی شادی ہوئی اور شام کو اس کے شوہر نے بھرے بازار میں زد و کوب کیا اور اس شوہر کا نام "نمیدانم" تھا۔ یہ ظاہری واقعات میں مستشرقین کے فہم و شعور کا

کے متعدد اسباب تھے۔ ہم انھیں تفصیل سے ذکر کرتے ہیں اگرچہ ہم بعض اسباب پہلے بھی بیان کر چکے ہیں لیکن یہاں اُن کی تکرار اور مزید تفصیل خالی از فائدہ نہ ہوگی۔

۱۔۔۔ جماعت بندی

جس ملک کے باشندوں میں بہت سی جماعتیں ہوں گی اور اکثر جماعتوں کو جمہور کی بھلائی اور عوام کی فلاح و بہبود سے دلچسپی نہ ہوگی تو یہ جماعتیں حکومت کے لئے وبال اور اس کے استحکام و استقلال کے لئے انتہائی تباہکن ہوں گی۔ جس حکومت کو بھی ایسی پارٹیوں کا سامنا کرنا پڑا جنھیں حکومت سے پرخاش اور غنیم سے ہمدردی رہی وہ حکومت تباہ و برباد ہوئی۔ اس وقت عراق کے اندر تین جماعتیں موجود تھیں صرف ایک جماعت تو ہاشمی حکومت کی ہمدرد و طرفدار تھی یعنی علوی جماعت، باقی دو جماعتیں اس کی مخالف تھیں اور ان دونوں جماعتوں نے اپنی اپنی جگہ اس حکومت کو ختم کر دینے کی انتہائی کوشش کی۔ وہ جماعتیں یہ تھیں۔

۱۔۔۔ علوی جماعت

یہ جماعت عقائد و نظریات کے لحاظ سے پختہ عقل و شعور کے لحاظ سے مکمل اور تجربہ کار دیندار جماعت تھی۔ اس جماعت کے رہنما، امیر المومنین کے شاگرد اور آپ کی صحبت کا فیض اُٹھائے ہوئے افراد تھے۔ ان لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ خلافت اسلامیہ علی اور اولاد علی کا حق شرعی ہے۔ اس حق میں کوئی دوسرا اُن کا شریک نہیں۔ یہ لوگ قیس بن سعد سعید بن قیس۔ عدی بن حاتم طائی۔ حجر بن عدی، رشید ہجری مسلم بن عوسجہ، حبیب ابن مظاہر ایسے افراد تھے۔ جو اکابر مومنین و صالحین تھے جنھیں اسلامی تعلیمات نے مہذب بنا دیا تھا اور روحانیت نے جن کے نفوس کو جلا کر کے تابناک کر دیا تھا۔ یہ لوگ تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے۔ اور یہ دستور بھی ہے کہ مہذب و ترقی یافتہ افراد ہر قوم و نسل میں تھوڑی تعداد میں رہا کئے ہیں اگر یہ لوگ زیادہ ہوتے تو امام کبھی بھی صلح پر مجبور نہ ہوتے۔

۲۔۔۔ اموی جماعت

یہ اونچے گھرانے والے معززین و اشراف اور سربرآوردہ افراد تھے جنھوں نے ہمیشہ عوام کے مقابلہ میں سرمایہ داروں کا ساتھ دیا۔ سرمایہ دار کی خیرخواہی میں انھیں عوام کے نقصان کی کبھی پروا نہ رہی۔ ہولناک سے ہولناک جرائم ان کے لئے معمولی بات تھی۔ یہ ذلیل طبقہ جو عزت و شرف کا دعویدار تھا اور یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ عزت و بزرگی محض مال و دولت اور حکمران جماعت کی خوشامد و چاپلوسی میں منحصر ہے چاہے وہ حکمران جماعت جور و تشدد سرکشی و بغاوت کا مجسمہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طبقہ نے معاویہ سے خط و کتابت کی اور وعدہ کیا تھا کہ

درہم و دینار سے ان لوگوں کے گھر بھر دیئے تھے اور بڑے بڑے عہدوں اور اپنی لڑکیوں سے شادی کرنے کے وعدے اور امیدیں دلا رکھی تھیں۔ یہ لوگ عمرو بن سعد، قیس ابن اشعث، عمرو بن حریث، حجار بن ابجر اور عمرو بن حجاج ایسے افراد تھے۔ اہل عراق میں ان لوگوں کو بڑی خطرناک اہمیت حاصل تھی۔ ان لوگوں نے پہلا کام یہ کیا کہ معاویہ کے لئے جاسوسی کی۔ جب بھی اہل عراق یا عراقی لشکر میں کوئی حرکت یا کوئی فکر پیدا ہوئی ان لوگوں نے پوری تفصیل معاویہ کو لکھ بھیجی دوسری بات یہ کہ یہ لوگ معاویہ اور بقیہ نمودار افراد کے درمیان واسطہ اور ذریعہ بنے ہوئے تھے بڑے بڑے لوگوں کو توڑ کر معاویہ کے لشکر میں شامل کرتے۔ تیسرے یہ کہ عراقی لشکر میں معاویہ کی قوت اور امام حسن کے ضعف کا پروپاگنڈہ کر کے دہشت و ہراس پھیلاتے۔

۳ —— خوارج کی جماعت

اس جماعت کا نظریہ یہ تھا کہ ہر موجودہ نظام سے بغاوت اور ہر خلیفہ سے جنگ واجب ہے اس جماعت کے عقائد و نظریات عراق میں خوب پھیلے کیونکہ یہ لوگ ہر ظالم حکومت کے دشمن تھے وہ لوگ جو عرب کے رہنے والے نہیں تھے بلکہ باہر سے آئے ہوئے تھے وہ ان کے افکار و خیالات سے کافی متاثر ہوئے کیونکہ ان خوارج کے نزدیک خلیفہ کے لئے عربی ہونا ضروری نہ تھا بلکہ غیر عرب بھی خلیفہ ہو سکتا تھا۔ ان خارجیوں کے مبلغ اور داعی انتہائی دلکش انداز سے ان کے نظریات و عقائد کی تبلیغ کرتے اور اپنی تقریروں سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتے۔ ان کے متعلق زیاد بن ابیہ کا یہ فقرہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں کہ "آگ لکڑی کو اتنا جلد نہ پکڑتی ہوگی جتنا جلد ان خوارج کی بات دل میں اُتر جاتی ہے" مغیرہ بن شعبہ کہا کرتے "یہ خوارج کسی جگہ دو دن بھی اگر ٹھہر گئے تو وہاں کے لوگوں کو خراب کر ڈالا" ان لوگوں نے خوشنما پیرایے میں اپنے عقیدہ لاحکم الا اللہ کی تشہیر کر کے سادہ لوح افراد کو مسخر کر لیا تھا۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ ہر وہ خلیفہ جو ہمارا ہم مسلک وہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے اور اس سے جنگ مقدس جہاد ہے جس میں شریک ہونا اور اس کے لئے ہر مالی و جانی ایثار واجب و لازم، ہاشمی حکومت سے انھیں خصوصی طور پر کد تھی کیونکہ اس حکومت کے ہاتھوں بہت سے جانکاہ صدمے اُٹھانے پڑے اور نہروان میں ان کے بڑے بڑے پیشوا اور مقدس افراد موت کے گھاٹ اُترے تھے۔

عراقی لشکر میں اس جماعت کی بہت بڑی تعداد تھی بلکہ بعض کتابوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ لشکر میں اکثریت خوارج ہی کی تھی۔ (اعیان الشیعہ جلد ۴ ص ۴۲)

یہ اتنی جماعتیں تھیں اس وقت عراق میں ان تمام جماعتوں میں سوا ایک علوی جماعت کے کوئی جماعت بھی ہاشمی حکومت کی خیرخواہ نہ تھی اور وہ ایک اکیلی جماعت بالکل بے بس و مجبور تھی نہ حالات کی

ممکن ہو جائے وہی امام ہے چاہے وہ جس صورت سے بھی ممکن ہو۔ گویا معاویہ اس جماعت کے نزدیک امامت کے معاملے میں برابر تھے اگرچہ علی معاویہ سے دین کے لئے لڑ رہے تھے اور معاویہ دنیا کے لئے علی سے برسرپیکار تھے۔ اس اختلاف وافتراق اور عراقی لشکر میں اتنی پراگندگی وانتشار کے ہوتے ہوئے عراقی حکومت کے متعلق کامیابی اور حریف پر غالب آنے کی توقع خیال خام نہیں تو اور کیا ہے

ب لشکر کی تھکن

اہل کوفہ کی فطرت ہی میں ضعف واضمحلال اور تھکن داخل رہی ہے۔ فطری اضمحلال تو تھا ہی دو باتوں نے اُن کی پژمردگی اور بڑھا دی تھی۔

۱ ـــ متواتر لڑائیاں

یہ متواتر لڑائیاں بھی کوفہ والوں کے ضعف واضمحلال کا بہت بڑا سبب بنیں، اگلی حکومتیں ہمیشہ انھیں فتوحات میں استعمال کرتی رہیں جس کی وجہ سے یہ پہلے ہی سے کمزور تھے پھر صفین ونہروان کی لڑائیوں نے انھیں کافی ضعف پہونچایا۔ بہت بڑی تعداد ان کی ان لڑائیوں میں مقتول ہوئی لشکر میں ہر مقتول کے کئی کئی عزیز رشتہ دار تھے اپنے مقتولین کی ہلاکت پر ان کا حزن واندوہ ناگزیر تھا یہی حزن واندوہ آگے بڑھ کر ان کی تھکن کا موجب ہوا وہ جنگ کو ناپسند عافیت وسلامتی کو جی جان سے پسند کرنے لگے۔

۲ ـــ مال غنیمت سے محرومی

عراقی لشکر کو جمل وصفین دونوں لڑائیوں میں سے کسی لڑائی میں بھی مال وزر ہاتھ نہیں لگا بلکہ اُلٹا اپنا ہی نقصان ہوا۔ جان کا بھی اور مال کا بھی۔ حکومت کے خزانہ سے جو رقم ملجاتی اس کا زیادہ حصہ لڑائی کے ساز وسامان میں خرچ ہو جاتا، انھیں اتنا ملتا ہی نہیں کہ لڑائی میں جانے کا ولولہ پیدا ہو۔

یہ طے شدہ بات ہے کہ لڑائی کے معرکوں میں انسان یا تو جذبہ دینی اور مذہبی شعور واحساس کے تحت شریک ہوتا ہے یا مال غنیمت کی لالچ میں۔ یہاں دونوں چیزیں مفقود تھیں۔ دینی جذبہ بھی نہ تھا اور مال غنیمت ملنے کی امید بھی نہ تھی۔ بصرہ میں انھیں تجربہ ہو چکا تھا کہ جب امیر المومنین کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور حضرت عائشہ کا لشکر بے حد وحساب مال واسباب چھوڑ کر بھاگ نکلا تو امیر المومنین نے کسی کو بھی مال غنیمت لینے نہیں دیا بلکہ سب مسجد میں جمع کرا کے منادی کرا دی کہ ہر شخص اپنی اپنی چیزیں پہچان کر لیجائے۔ یہ سیرت تھی امیر المومنین کی۔ امام حسن انھیں کے فرزند تھے کوفہ والوں کو یقین تھا کہ وہ اپنے باپ کی روش سے بال برابر بھی تجاوز نہ کریں گے۔ اگر معاویہ اور امام حسن میں جنگ چھڑتی ہے اور ہم لوگ جیت بھی جاتے ہیں تو مال غنیمت سے قطعی محروم رہیں گے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں عراق والوں کے دل میں

آسکتا۔ یہی وجہ تھی کہ عراق والے بری طرح جنگ سے جی چرانے لگے تھے انھیں عافیت ہی پسند تھی ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں کہ تحکیم کے بعد معاویہ نے امیرالمومنین کے حدود مملکت پر جا بجا چھاپے مارنے شروع کر دیئے تھے۔ عراق والے لٹتے پٹتے ان کی عزت و آبرو برباد ہوتی مگر وہ دشمن کو گھر سے باہر نکالنے کے لئے بھی کھڑے نہ ہوتے۔ انھیں راحت و آرام ہر چیز سے بڑھ کر محبوب اور نقل و حرکت انتہا سے زیادہ ناگوار تھی ان کی مستقل سستی و کاہلی سے امیرالمومنین کی جان ضیق میں آگئی مسلسل نافرمانیوں سے کلیجہ میں ناسور پڑ گئے آپ انھیں حکم دیتے وہ سنتے نہیں بلاتے وہ آتے نہیں آپ اتنا دل تنگ ہوئے کہ موت کی دعائیں مانگنے لگے بارہا آپ نے تضرع و زاری سے خدا سے دعا مانگی کہ ہمیں ان لوگوں سے دور کر کے اپنے جوار رحمت میں بلا لے آپ دیکھتے کہ ان لوگوں کو نہ مذہبی جذبات ہی حرکت میں لاتے ہیں نہ انسانی شعور و احساس ہی۔ وہ غیرت و حمیت حق کی طرفداری اور باطل کی مخالفت کا جذبہ بھی باقی نہیں رہا جو ہر شریف اور آزاد قوم میں عموماً پایا جاتا ہے۔ خود امیرالمومنین عراق والوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

"تمھیں مناتے مناتے میں تھک گیا۔ کیا آخرت کے عوض زندگانی دنیا تمھیں پسندیدہ ہے عزت کے بدلے ذلت پیاری ہے۔ جب میں تمھیں جہاد کی طرف دیتا ہوں تو تمھاری آنکھیں ایسے گردش کرنے لگتی ہیں جیسے تمھارے احتضار کی گھڑیاں ہوں جیسے نشہ میں بدمست ہو ....."

اسی سلسلہ میں آپ ان کی سستی و کاہلی اور جنگ سے جی چرانے اور لڑائی سے بھاگنے کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"..... تم ایسا سہارا نہیں جس کا بھروسہ کیا جائے خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ اگر لڑائی چھڑ جائے اور موت کا بازار گرم ہو تو تم علی ابن ابیطالب کو چھوڑ کر یوں بھاگو گے جیسے تن سے سر جدا ہوتے ہیں ......"

ایک اور خطبہ میں آپ اُن کی پست ہمتی اور جنگ سے فرار کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"..... میں نے انھیں علانیہ اور مخفی ہر طرح بلایا کئی مرتبہ تحریک کی بعض با دل ناخواستہ آئے بعضوں نے جھوٹے بہانے کئے بہت سے جان چرا کر بیٹھ رہے میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ جلد ہی ان سے چھٹکارا عنایت کرے۔ خدا کی قسم اگر دشمن سے ڈبھیڑ کے وقت مجھے شہادت کی طمع نہ ہوتی تو ایک دن بھی ان لوگوں کے ساتھ مجھے رہنا گوارا نہ ہوتا ....." (ترجمہ نہج البلاغہ)

اہل عراق کے اخلاق و کردار کی تباہی اور ان کی بے اعتباری کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"..... خدا کی قسم مبتلائے فریب وہ ہے جسے تم فریب میں ڈالو تمھارے ذریعہ جس نے کامیابی حاصل کی وہ بری طرح ناکام رہا جس نے تمھارے ذریعہ تیر اندازی کی اُس نے بے پھل کا تیر

کی شمع باقی رہ گئی ہے نہ تمھارے ذریعہ دشمن کو دھمکی دے سکتا ہوں۔ یہ کیا حال تمھارا ہو گیا ہے۔
تمھاری دوا کیا ہے؟ کیا علاج ہے تمھارا۔" (نہج البلاغہ جلد ا ص)

نہج البلاغہ کا مطالعہ کرنے کے بعد کوفہ والوں سے امیرالمومنین کی برداشتہ خاطری، ناامیدی، اور حزن و اندوہ کا بہت کچھ اندازہ ہوجاتا ہے، کوفہ والوں کی آپس کی پھوٹ، لڑائی سے گریز اور سستی و کاہلی نے آپ کا کلیجہ خون کر کر رکھا تھا یہی سب باتیں اُن کی بعد میں بھی باقی رہیں اور ان کا بدترین مظاہرہ مدائن میں ہوا جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب امام حسن نے وہ تقریر فرمائی جسے ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں جس میں آپ نے ان کی سستی و کاہلی کے اسباب کی تشریح کی تھی اور آخر میں فرمایا تھا کہ معاویہ نے ہم سے صلح اور ملاپ کی خواہش کی ہے اگر تم لوگ مرنے پر تیار ہو تو ہم اِن کی بات ٹھکرا دیں اور تلوار پر فیصلہ چھوڑ دیں اور اگر تمھیں زندگی پیاری ہے تو ان کی بات قبول کر لیں۔"

یہ فقرہ حضرت کا سنتے ہی ہر طرف سے یہ شور بلند ہوا "ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں" صلح پر اُن کی رضامندی سب سے بڑا ثبوت اس کا ہے کہ وہ جنگ سے تھک چکے تھے موت ناگوار تھی وہ عافیت کے خواہاں تھے۔

ج قابل اعتماد لوگوں کی کمی

عراقی لشکر کے انحطاط و زوال کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ بھروسہ کے قابل لوگ ایک ایک کر کے ختم ہو چکے تھے وہ مثالی شخصیتیں اور جلیل القدر ہستیاں جو اہل بیت کی رتبہ شناس تھیں جنھیں اہلبیت کی مکمل معرفت تھی جو اہلبیت سے محبت و خلوص رکھنے اور اُن کی تعظیم و احترام کرنے میں مشہور تھے وہ موت کی آغوش میں جا سوئے تھے۔ اسلامی سوسائٹی میں یہ لوگ بڑی عزت کے مالک تھے کیونکہ یہ سب کے سب پیغمبر کے اکابر صحابہ تھے ان لوگوں نے اسلام کی خدمت اور اس کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے احکام و نواہی کی ترویج میں اپنی زندگی ختم کر دی تھی، اس طبقہ کے لوگوں کو عراقی لشکر کی تنظیم اور شیرازہ بندی میں زبردست دخل حاصل تھی پورا لشکر ان لوگوں کا مطیع و فرمانبردار تھا یہ لوگ جدھر لیجانا چاہتے آنکھ بند کر کے سارا مجمع ان کے پیچھے چل پڑتا جیسے عظیم المرتبت صحابی پیغمبر عمار یاسر۔ مرد آہن ہاشم مرقال، ثابت بن قیس۔ ذوالشہادتین اور انھیں جیسے دیگر افراد جو سابقین اسلام اور اسلامی غزوات کے ہیرو تھے ان تمام لوگوں کو صفین کی لڑائی موت کی آغوش میں سلا چکی تھی مورخین و محدثین نے شمار کر کے بتایا ہے کہ جنگ صفین میں ۶۳ صحابی ایسے شہید ہوئے جو جنگ بدر میں شرکت کا شرف رکھتے تھے ان کے علاوہ اور بہت سے اکابر صحابہ صفین اور نہروان کی لڑائیوں کی نذر ہوئے اگر امام حسن کے لشکر میں قیس بن سعد، سعید بن قیس ہمدانی ایسے تھوڑے سے

معاویہ کی طرف سے صلح کی درخواست اور خوں ریزی بند ہونے کی اپیل بھی عراقیوں کی ہمت پست کرنے کا بہت بڑا سبب ہوئی۔ سیدھے سادے اور سادہ لوح افراد کے لئے یہ درخواست بڑی پسندیدہ اور دل آویز تھی۔ انھوں نے اسے دل سے قبول کیا اور بُری طرح مبتلائے فریب ہوئے معاویہ نے اہل عراق کی نفسیات کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا انھیں اچھی طرح واقفیت ہو چکی تھی کہ عراق والوں کے میلانات کیا ہیں، کن باتوں سے اُن میں ہیجان پیدا ہوتا ہے وہ غضبناک ہوتے ہیں اور کن چیزوں کے ذریعہ انھیں ٹھنڈا اور راضی کیا جا سکتا ہے یہ ساری واقفیت انھیں صفین کی لڑائی اور نیزوں پر قرآن بلند کرنے کے ذریعہ ہوئی تھی۔ صفین میں جیسے ہی نیزوں پر قرآن بلند کئے گئے اور دہائی دی گئی کہ آؤ قرآن سے فیصلہ کرا لیا جائے عراق والوں نے اپنی تلواریں نیاموں میں کرلیں۔ معایہ کی آواز پر لبیک کہی اور یقین کرلیا کہ معاویہ واقعی دل سے چاہتے ہیں کہ قرآن سے فیصلہ ہو جائے۔ معاویہ نے یہی ساری باتیں مدائن میں کیں اور بالکل اسی طرح کامیاب رہے جس طرح صفین میں کامیاب رہے تھے۔ انھوں نے اپنے آدمیوں کو تاکید کی کہ صلح واتحاد کی آواز اُٹھاؤ لوگوں کو عافیت پر مائل اور جنگ سے بیزار کرو اور یہ یاد دلاؤ کہ روم اور دیگر ممالک کے دشمن سر پر کھڑے ہیں۔ معاویہ کے آدمیوں نے سخت لہجے لہجہ میں نہیں بلکہ بڑے خلیقانہ انداز میں لشکر عراق میں یہ باتیں کہیں جن سے ایک تو عراق کے سادہ لوحوں کا متاثر ہونا لازمی تھا پھر یہ تمام باتیں خود ان کی دل کی مرادیں اور ان کی مرضی کے عین مطابق تھیں کیونکہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے اُن کے اعصاب بےحد متاثر اور اُن کی ہمتیں بالکل جواب دے چکی تھیں لڑائی کی باتوں سے اُن کا دم اُلجھتا تھا اور امن وعافیت کی باتوں میں دلچسپی ہوتی تھی۔

عبیداللہ بن عباس کی خیانت

عبیداللہ بن عباس کی خیانت وغداری بھی اہل عراق کی پست ہمتی اور پراگندگی کا سبب ہوئی انھوں نے غداری کرکے ہراول دستہ اور امام حسن کے لشکر والوں کو ایسا کاری زخم لگایا جس سے سنبھلنا ناممکن تھا معاویہ سے مل کر انھوں نے غداری کا دروازہ کھول دیا اور دوسروں کے لئے گنجائش پیدا کردی کہ وہ بھی معاویہ سے جا ملیں۔ کھوٹے ضمیر اور مضطرب قلب و دماغ کے لوگوں کو غداری وخیانت کرنے اور لوگوں کے سامنے اپنی معذوری ظاہر کرنے کی راہ مل گئی کہ جب امام حسن کے قریبی عزیز معاویہ سے مل گئے تو اگر ہم ان کے پاس چلے گئے تو کیا گناہ کیا؟ جب اپنے ہی بے وفائی کریں تو غیر پھر بھی غیر ہیں عبیداللہ بن عباس کی اس حرکت سے امام حسن کو انتہائی صدمہ پہونچا اور آپ نے مجمع عام میں اس کی شکایت کی شکایت ہونی بھی چاہیئے کہ عبیداللہ نے نہ تو قریبی رشتہ داری کا لحاظ کیا نہ امام برحق کے حقوق کا پاس کیا

دیکھ کر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس زمانہ کی ساری سلطنت ہی کا سلسلہ ہوئی تھی اور ہر شخص فسق و

فجور میں ڈوبا ہوا تھا۔

و معاویہ کی دولت

مال و زر قدیم و جدید ہر زمانہ میں سیاست کا محور رہا، ہر لڑائی، صلح، اختلاف کا اصلی سبب یہی مال تھا اور ان سب کا محرک یہی دولت تھی اسی مال کے ذریعہ آدمی خریدے اور وطن بیچے جاتے ہیں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب کی جاتی ہے اور اسی کے لئے بڑے بڑے بہادروں کی رال ٹپکتی ہے۔

معاویہ کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ اپنے اقتدار کی مضبوطی اور اپنے حریف کا خاتمہ اسی صورت سے ممکن ہے کہ نمودار اور ذی وجاہت لوگوں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر خرید لیا جائے اس وقت عراق والے مال و دولت کی محبت میں بری طرح مٹے ہوئے تھے یہاں تک کہ کسی لڑائی میں کہنے والے نے کہا بھی تھا کہ "جو ہمیں روپے دے گا ہم اسی کی طرف سے لڑیں گے" ایسی ہی کسی لڑائی میں کسی مرنے والے کی ہجو کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے۔

ولا فی سبیل اللہ لاقی حمامہ | ابوکم ولکن فی سبیل الدراھم

تمہارا باپ خدا کی راہ میں نہیں مرا بلکہ درہم کی راہ میں اس نے جان دی ہے

(طبری جلد ۲ ص۱۹)

عراقی لشکر کی پراگندگی اور اُن کے درہم و برہم ہو جانے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ معاویہ نے نمودار اور سربرآوردہ شخصیتوں کے قلب و ضمیر بڑی سے بڑی قیمت دے کر خرید لئے تھے انھوں نے داد و دہش میں فضول خرچی کی انتہا کر دی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب ان کے غلام بن گئے اور اُن کے اشاروں پر کام کرنے لگے۔ معاویہ نے یہ خطرناک ہتھیار امیرالمومنین کے زمانہ میں بھی استعمال کیا تھا اور آپ کے پورے لشکر کو غارت کر دیا تھا امام زین العابدینؑ کا فقرہ ہے کہ معاویہ اپنے سونے کے ذریعہ علی سے لڑتے تھے حقیقت بھی یہی ہے کہ معاویہ نے اسی چمکتے ہوئے سونے کے ذریعہ امیرالمومنین سے بھی جنگ کی اور امام حسن سے بھی ورنہ اُن میں کوئی بات بھی تو ایسی نہ تھی جس کی وجہ سے کرسی خلافت پر بیٹھنے کا خواب دیکھ سکتے۔

عراق والوں کی خرابی۔ مال و زر کی ہوس اور معاویہ کی دولت پر جان دینے کی نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ امام حسن جب زخمی ہو کر مدائن میں سعد بن مسعود ثقفی کے گھر میں مہمان ہوئے جو امیرالمومنین کی طرف سے مدائن کے حاکم تھے اور امام حسن نے بھی حکومت پر برقرار رکھا تھا تو ایک دن اُن کے کسی بھتیجے نے کہا۔

"چچا جان آپ کو مالداری اور عزت کی خواہش ہے؟

سعد نے پوچھا وہ کیسے

... ہو رہا تھا کہ ناس ہو میں پیغمبر کے نواسہ کے ساتھ یہ سلوک کروں انھیں پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دوں؟

یہ ایک اکیلے شخص کی کیفیت نہ تھی بلکہ اس وقت کے سبھی لوگوں کے یہی شعور و احساسات تھے سبھی کے نفوس میں دنیا کی محبت اور خیانت و غداری شکن تھی۔ ایسی غداری کی فضا میں امام حسن دشمن سے کس برتے پر لڑائی لڑتے۔

ز۔ جھوٹے پروپاگنڈے

عراقی لشکر کے خراب و خستہ اور درہم و برہم ہونے کا ایک سبب وہ افواہیں بھی تھیں جو معاویہ کے آدمیوں نے مدائن اور مسکن میں پھیلائی تھیں۔ مدائن میں تو یہ پروپاگنڈہ کیا گیا تھا کہ قیس بن سعد مار ڈالے گئے یا قیس نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور مسکن میں یہ خبر اڑائی گئی کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اسی قسم کی اور دوسری افواہیں جن کی وجہ سے امام حسن کا لشکر بالکل ہی ہمت چھوڑ بیٹھا۔

سب سے زبردست چال جس کی وجہ سے عراق والوں میں زلزلہ پڑ گیا اور وہ ہوش و حواس کھو بیٹھے یہ تھی کہ معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمان بن حکم کو امام حسن کے پاس صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بھیجا واپس جانے کے وقت ان لوگوں نے ہر ایک سے یہ کہنا شروع کیا کہ امام حسن نے صلح کی تجویز منظور کر لی ہے۔ اس خبر کو سنتے ہی آپ ہی کے لشکر کے کچھ لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور آپ کی اہانت کے مرتکب ہوئے۔ کچھ حد ہے اس بدبختی و شقاوت کی کہ اڑانے والوں نے جو خبر بھی اڑا دی اسے ان لوگوں نے دل و جان سے یقین کر لیا۔ کیا یہ جھوٹی خبریں سننے کے بعد ضروری نہیں تھا کہ معززین و سربرآوردہ افراد آپ کے پاس آکر دریافت کرتے کہ واقعہ کیا ہے؟ یہ بات جو مشہور کی گئی ہے سچی ہے یا جھوٹی۔ کیا اپنے امام اور خلیفہ کی اہانت اور بے حرمتی دیکھ کر ان معززین دلسوز دار افراد کا فریضہ نہ تھا کہ وہ سپاہیوں کو قابو میں لاتے اور ان کے ہیجان کو دور کرنے کی کوشش کرتے

جس قوم کی یہ نفسیاتی صورت ہو اور جو اتنی پستی میں گر چکی ہو اسے ہوس کے دو رندوں کا شکار اور کارزار حیات میں ناکام رہنا ہی چاہئے ایسی قوم نہ کبھی بھلائی پا سکتی ہے نہ عزت

عراقی لشکر کی پراگندگی، سستی و کاہلی، خلوص کے فقدان، اور ان کے خراب و خوار ہو جانے کے یہ اسباب تھے ہمارے خیال میں۔ یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ لشکر جو سلطنت کا قلب و دماغ ہوتا ہے، اس کی مضبوط دیوار، آہنی زرہ، اور واحد مددگار ہوتا ہے، جب وہی ایسی تباہی و بربادی اور فتنہ و فساد سے دوچار ہو تو اس سلطنت کا نگراں ایک اکیلا کیا کر سکتا ہے، کیسے وہ بغاوت و سرکشی کا سد باب کرے گا کیسے اپنی حکومت کے استقلال کی حفاظت کرے گا ...

دوسری فصل

دشمن کی طاقت

دوسرا سبب جس نے امام حسن کو اپنے دشمن سے مصالحت کر لینے پر آمادہ کیا وہ دشمن کی زبردست فوجی قوت اور دیگر طاقتیں تھیں جن سے مقابلہ کرنا آپ کے لئے ممکن نہ تھا ضروری ہے کہ ہم یہاں ان قوتوں کو بھی ذکر کر دیں جو معاویہ کو میسر تھیں امام حسن کو نہیں۔

۱ اندھی فرمانبرداری

شامیوں کے دل میں معاویہ نے اپنی محبت سمو دی تھی، ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں پر قابض ہو گئے تھے، برسوں کے تجربہ نے انھیں بتا دیا تھا کہ شامیوں کے میلانات کیا ہیں کون سی چیزیں انھیں دل سے پسند ہیں، وہ انھیں کے ڈھنگ پر چلے اور انھیں کے رنگ میں اپنے کو رنگ لیا۔ جس کی وجہ سے انھوں نے شامیوں کو اپنا غلام بنا لیا اور شام والے ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے۔ انھوں نے شامیوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ ابوبکر و عمر اور عثمان کے بعد ہم ہی حاکم اور حجت خدا ہیں اور بنی اُمیہ ہی پیغمبر اسلام کے جائز وارث ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے مسعودی کی یہ روایت کافی ہے کہ جب بنی عباس کے پہلے خلیفہ ابوالعباس السفاح نے شام فتح کر لیا تو وہاں کے معززین و اشراف کی ایک جماعت نے اس کے پاس آکر قسم کھا کر کہا کہ جب تک یہ خلافت بنی عباس تک نہ پہونچی تھی ہم یہی یقین رکھتے تھے کہ بنی امیہ ہی فقط پیغمبر کے رشتہ دار ہیں اور آنحضرت کے اہلبیت، اور آپ کے جائز وارث ہیں۔

اہل شام کے اس یقین و اعتقاد کی وجہ وہی جھوٹے پروپاگنڈے اور من گھڑت روایتیں تھیں جسے کرایہ کے راویوں نے گڑھ کر عوام میں شہرت دی تھی کہ معاویہ پیغمبر کے وارث ہیں وہ سب سے زیادہ پیغمبر کے قریبی رشتہ دار ہیں، ان کرایہ کے راویوں نے معاویہ اور بنی اُمیہ کے اوصاف و فضائل میں نت نئی حدیثیں بنائیں یہاں تک کہ انھیں مصلحین و مقدسین کی صف اول میں قرار دیا۔ ان سب کے نتیجہ میں شام والوں کے نزدیک معاویہ کی اطاعت و فرمانبرداری ان کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کی تصدیق، اور اُن کے ہر فعل کو صحیح قرار دینا ضروریات دین میں سے ہو گیا۔ بلکہ معاویہ اور بنی امیہ کے متعلق اُن کے اعتقادات اس سے بھی زیادہ تھے پروفیسر فان فلوتن لکھتے ہیں۔

اموی جماعت کی نظروں میں معاویہ خلیفۃ اللہ تھے جس طرح اُن کا بیٹا یزید امام المسلمین تھا عبدالملک امام الاسلام اور خدا کا امین تھا۔" (السیادۃ العربیہ ص۶)

شام والوں کی اطاعت و محبت اس درجہ پر پہونچی کہ معاویہ اور اُن کے عمال اُنھیں جدھر چاہتے لیجاتے کسی کو بھی استفسار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ امیر المؤمنین تمنا کیا کرتے کہ معاویہ اپنے یہاں کا ایک آدمی دے کر عراق سے دس آدمی لے لیتے۔ معاویہ نے شام والوں کی اندھی اطاعت کے بدولت جو چاہا پایا اور جس کام کا ارادہ کیا پورا ہوا۔

ب سادہ لوحی

زمانہ کی ستم ظریفی کہ معاویہ کو ایک ایسی قوم پر تسلط و اقتدار نصیب ہوگیا جو سادہ مزاجی غفلت اور حماقت میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ تاریخ کے اوراق پر اُن کی حماقتوں کی اکثر داستانیں محفوظ ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ کوفہ کا ایک شخص صفین سے واپسی میں اونٹ پر سوار دمشق پہونچا۔ دمشق کا ایک شخص اس کے پیچھے پڑ گیا کہ یہ اونٹنی میری ہے جو تم نے صفین میں مجھ سے چھینی تھی جھگڑا یہاں تک بڑھا کہ معاویہ کے پاس مقدمہ پہونچا دمشقی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ۵۰ گواہ لا کر کھڑے کر دیئے سب نے گواہی دی کہ یہ اونٹنی اسی دمشقی کی ہے۔ معاویہ نے اس کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا اور کوفی کو حکم دیا کہ تم یہ اونٹ فوراً اس کے حوالہ کر دو۔ کوفی نے حیران ہو کر معاویہ سے کہا۔

"خدا آپ کا بھلا کرے یہ اونٹنی نہیں اونٹ ہے۔"

معاویہ نے کہا اب تو جو فیصلہ ہونا تھا ہو چکا۔ جب مجمع برطرف ہوگیا تو معاویہ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ کوفی کو ہمارے پاس لاؤ جب وہ آیا تو پوچھا کہ تمھارا اونٹ کتنے داموں کا تھا اس نے قیمت بتائی معاویہ نے دوگنی قیمت ادا کر دی مزید انعام و اکرام سے بھی نوازا اور کہا۔

"جا کر علی سے کہدینا کہ میں آپ کا مقابلہ ایک لاکھ ایسے آدمیوں سے کروں گا جنھیں اونٹ اونٹنی میں بھی تمیز نہیں" (مروج الذہب جلد ۲ ص۳۳۲)

۵۰ آدمی ایسے تھے جنھیں اونٹ اور اونٹنی میں تمیز نہ تھی اسی سے ظاہر ہے کہ شامیوں کی اکثریت ہی اس رنگ کی تھی انھیں محسوسات میں بھی تمیز نہ تھی بلکہ نور و ظلمت تک کی پہچان نہ تھی چوپائے مویشی، جنھیں سوچنے کی صلاحیت ہوتی ہے نہ سمجھنے کی۔

ان کی سادہ لوحی کا سب سے بڑا ثبوت جناب عمار کا واقعہ ہے جب عمار کی شہادت ہوئی تو حدیث پیغمبر "عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا" کی بنا پر شامیوں میں بڑا خلفشار رہا معاویہ نے یہ رنگ دیکھ کر کہا کہ عمار کا

سمجھنے کی صلاحیت بالکل مفقود تھی۔

یہ بدیہی بات ہے کہ جس سلطنت کو ایسا فرمانبردار اور اندھی طاعت کرنے والا لشکر میسر ہوگا وہ اپنے تمام مقاصد میں کامیاب رہے گی اور جو چاہے گی کرگذرے گی۔

معاویہ کی برابر یہی کوشش رہی کہ شام والے اسی جہالت و نادانی میں غرق اور بنی اُمیہ کے غلام بنے رہیں اُنھوں نے اہل شام اور دیگر علاقوں کے باشندوں کے درمیان آہنی دیوار کھڑی کر رکھی تھی نہ کسی اجنبی کو اُن سے ملنے جلنے کی اجازت تھی نہ شام والے خود کسی اجنبی سے تعلقات قائم کر سکتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو اُن کی آنکھیں کھُل جائیں اُن کے افکار میں روشنی آئے اور نیک و بد میں تمیز کرنے اور یہ سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ معاویہ گنہ گار ہیں انھوں نے اصلی حقدار کے مقابلہ میں زبردستی خلافت پر قبضہ کر رکھا ہے۔

ج یگانگت اور یک رنگی

ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں کہ عراق والے کئی جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے اور ایک کو چھوڑ کر ساری جماعتیں ہاشمی حکومت کی مخالف اور دشمن تھیں اُن کی مخالفت و دشمنی اور غنیم سے لگاؤ اتنا بڑھا کہ آخر ہاشمی حکومت ختم ہوگئی اور حکومت امام حسن کے ہاتھ سے نکل گئی۔ شام والوں کی کیفیت بالکل اس کے برعکس تھی وہاں نہ متعدد جماعتیں تھیں نہ جداگانہ نظریات و عقائد تھے، پورے شام کے علاقہ میں اطمینان و آرام اور اتحاد و اتفاق کا دور دورہ تھا۔ پھر نہ شام میں کہیں خارجیوں کا وجود تھا نہ لشکر میں خارجی عقیدہ کے افراد تھے نہ اُن کے مبلغ ہی وہاں سرگرم عمل تھے۔ یہ داخلی امن و سکون۔ معاویہ کی قوت اور اُن کے ذہنی سکون و آرام کا بہت بڑا سبب ہوا تمام فکروں سے آزاد رہ کر اُن کی توجہ ایک ہی بات پر مرکوز رہی۔

د فوجی طاقت

معاویہ نے اپنے لشکر کی درستی اور اسے طاقتور بنانے میں اپنی تمام دولت اور اپنی تمام توانائیاں صرف کر دی تھیں۔ چنانچہ جب شام کو روم کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہوا تو معاویہ نے فوراً ہی شہنشاہ روم سے وقتی صلح کر لی اور بے اندازہ مال و زر رشوت میں دیئے لڑائی کا ارادہ نہ کیا کہ کہیں لشکر کمزور نہ ہو جائے مزید براں معاویہ نے اپنے لشکر کو اس سے پہلے نہ فتوحات میں لگایا تھا نہ دیگر لڑائیوں میں اُلجھایا سوائے صفین کے اس لشکر کو کسی لڑائی سے سابقہ ہی نہ پڑا تھا اسی وجہ سے اس لشکر کی قوت و طاقت پوری طرح محفوظ تھی۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ معاویہ نے جب امام حسن سے جنگ کا ارادہ کیا تو اپنے تمام عمال اور

مدت میں بہت بڑی تعداد اکٹھا ہوگئی اور معاویہ شام کے لشکر میں اسے شامل کرکے عراق کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ اس لشکر کی تعداد بھی بے انتہا تھی سامان حرب بھی عمدہ تھا قوت بھی زیادہ تھی پھر یہ کہ معاویہ کا پوری طرح اطاعت گذار تھا امام حسن اپنے لشکر کی پست ہمتی و بزدلی کو دیکھتے ہوئے یقین رکھتے تھے کہ اس لشکر جرار کا مقابلہ ممکن نہیں۔

ھ سازشی افراد

معاویہ فوجی قوت سے بہرہ مند تھے ہی، انھیں ایک ایسی طاقت بھی حاصل تھی جو اُن کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے اور اُن کے لئے حالات کو سازگار بنانے میں بڑی زبردست معاون تھی۔ وہ طاقت تجربہ کار اور جوڑ توڑ میں ماہر افراد کی تھی۔۔ جو دنیا اور دولت کی طمع میں معاویہ کے پاس سمٹ آئے تھے جیسے مغیرہ بن شعبہ جو عرب کے مشہور چالاک لوگوں میں تھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر مغیرہ کسی شہر میں ہوں اور اس شہر کے ۸ دروازے ہوں اور بغیر مکر و فریب کے کسی دروازہ سے نکلنا ممکن نہ ہو تو مغیرہ ہر دروازہ سے نکل جائیں گے۔ اور عمرو عاص جو خود اپنی تعریف میں کہا کرتے کہ میں نے جب بھی کھُرچا خون نکال کر رکھدیا۔ جو عثمان کے مخالفین میں سب سے پیش پیش اور اُن کے قتل پر لوگوں کو اُبھارنے میں سب سے آگے تھے ان کا یہ فقرہ کافی مشہور ہے کہ

"خدا کی قسم بڑے تو بڑے میں نے چرواہوں تک کو عثمان کے خلاف اُبھارا۔

انھیں جیسے اور بھی بہت سے چالاک و فریبی آدمی تھے جو شہد کے ساتھ زہر ملا دیتے اور باطل کو حق کے لباس میں ظاہر کرتے۔ اپنے مقصد کی خاطر فضیلت کو خاک میں ملانے اور حقیقت پر پردہ ڈالنے میں انھیں کوئی باک نہ تھی، معاویہ نے ایسے ہی لوگوں سے اپنا دربار سجا رکھا تھا وہ جو کام بھی کرتے انھیں لوگوں کے رائے مشورہ سے یہ امام حسن ہی کی قوت اور پیغمبر سے ملتا جلتا آپ ہی کا انداز تھا کہ آپ نے اپنے کو بھی اور ذریت رسول کے دیگر افراد اور نیکو کار مومنین کو بھی ان دغا بازوں سے محفوظ رکھا جن کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ اس شریف طبقہ کا خاتمہ کردیا جائے تاکہ پھر امام حسن کو ختم کردینا آسان ہو۔

و مال و زر

منجملہ ان اسباب کے جن کی وجہ سے معاویہ فتحیاب رہے ان کی بے پناہ دولت ہے اسلام نے جس مال کو تمام مسلمانوں کا حق قرار دیا تھا مصالح عامہ اور جائز و منفعت بخش کاموں میں صرف کرنے کی تاکید کی تھی معاویہ نے سمیٹ سمیٹ کر اس سے اپنے خزانے بھرے اور اس سے لوگوں کے دین و ضمیر کو خریدنا اور ایسے راستے ہموار کرنا شروع کئے جس کے ذریعہ وہ تخت حکومت پر فائز اور اپنے دشمن کا خاتمہ کرسکیں اہلبیت

سیاست اہل بیت کے متن میں ایں سے بیان کریں گے

امام حسن نے ان قوتوں کو دیکھ کر جو معاویہ کو نصیب تھیں آپ کو نہیں اندازہ کیا کہ اگر میں معاویہ سے جنگ کرتا ہوں تو کٹے ہوئے ہاتھوں سے جنگ کرنا پڑے گا اس لڑائی سے نہ ہمیں کوئی فائدہ پہونچے گا نہ مسلمانوں کو کوئی منفعت ہوگی۔ آپ نے سوچا کہ حالات صلح و آشتی کے متقاضی ہیں نہ کہ جنگ و جدال کے

تیسری فصل

امیرالمومنین کی ناگہانی شہادت

تیسری چیز جو امام حسن کے لئے صلح کی داعی ہوئی امیرالمومنین کی ناگہانی شہادت کا صدمہ تھا۔ اس واقعہ ہائلہ نے آپ کے دل میں ان عراقیوں کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ناگواری اور بیزاری بھر دی اور ایسے غم میں مبتلا کر دیا جو کبھی فراموش نہ ہونے والا تھا۔

شاید ہی دنیا میں کسی ملک و قوم کو ایسا قائد و رہبر نصیب ہوا ہو جیسا اہل عراق کو نصیب ہوا۔ امیرالمومنین ایسا مجسمہ خیر و برکت، عدل و مساوات کا سرچشمہ اور خلقت کا سچا بھی خواہ امام حسن کی نظیر آج تک دنیا پیش کرنے سے قاصر رہی اور انھیں عراقیوں نے خود اپنے ہاتھوں امیرالمومنین کو قتل کر ڈالا حالانکہ نہ آپ نے کوئی مال ہتھیایا تھا نہ کسی سنت میں تبدیلی کی تھی نہ دوسروں کو محروم کر کے اپنا کوئی خصوصی حق قرار دیا تھا۔

عراقیوں کے ایسے ہولناک ارتکاب جرم کے بعد امام حسن یہ یقین کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اب اُن کی اصلاح ناممکن ہے۔ رذالت و کمینگی کی ایسی گہرائی تک پہونچ چکے ہیں کہ وہاں سے انھیں نکالنا ناممکنات سے ہے۔ امیرالمومنین کی شہادت کی وجہ سے امام حسن عراق والوں سے کتنا دل تنگ تھے اس کا اندازہ خود آپ کی لفظوں سے کیا جا سکتا ہے۔

"میرے باپ کو دھوکے سے تمھارے مار ڈالنے نے مجھے تم سے بالکل ہی نا اُمید کر دیا ہے"۔

واقعہ یہ ہے کہ امیرالمومنین کی ناگہانی شہادت منجملہ ان اسباب کے تھی جو اہل عراق سے آپ کی آشفتہ خاطری کے باعث ہوئے۔ کسی قوم کا ایسے جرائم کا مرتکب ہونا ثبوت ہے اس کا کہ وہ قوم بدباطنی و بدنیتی اور شرارت و بدبختی کی انتہا کو پہونچ چکی تھی۔

چوتھی فصل

مصلح المسلمین

پیغمبر کی نظر آئندہ پیش آنے والے حادثات پر تھی مستقبل کے واقعات کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے وہ آپ کے سامنے پیش آ رہے ہوں۔ آپ نے اپنی اُمت کو دیکھا کہ بلاؤں میں گرفتار ہے آفات ومصائب اس پر خیمہ زن ہیں ہلاکت وبربادی کے غار میں عنقریب ہی گرنے والی ہے۔ آپ کو اندازہ ہوا کہ اس اُمت کی نجات اور مصائب سے گلو خلاصی اپنے جگر گوشہ اور نور دیدۂ ونگاہ حسن ہی کے ذریعہ ہوگی آپ نے یہ منظر دیکھ کر ایسا فقرہ کہا جس کی گونج قیامت تک فضائے عالم میں باقی رہنے والی ہے۔

ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین عظیمتین

میرا یہ فرزند سردار ہے بہت قوی امید ہے کہ خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں میل کرا دے۔

یہ زریں الفاظ بچپنے ہی میں امام حسن کے دل پر نقش ہو کر رہ گئے کل پیغمبر کی دوربین نگاہوں نے مستقبل کے پردوں کو چاک کر کے جس منظر کا مشاہدہ کیا تھا وہی منظر حقیقت وواقعہ کی صورت میں آج امام حسن کے سامنے تھا آپ نے مسلمانوں کی دو جماعتوں کو دیکھا جس میں ایک جماعت آپ کے نیکوکار اصحاب کی تھی جو دیندار اور آپ کی تعلیمات سے آراستہ تھے دوسری جماعت پیروان معاویہ کی تھی سادہ لوح اور عقل وشعور سے کورے افراد جنھیں معاویہ نے اپنے مکر وفریب سے بہکا رکھا تھا اگر ان دونوں جماعتوں میں آویزش جاری رہتی اور جنگ کی آگ بھڑک اُٹھتی تو دونوں جماعتیں فنا ہو جاتیں اور ان کے فنا ہونے پر اسلام کی بنیادیں متزلزل اور اس کے ارکان منہدم ہو جاتے اور اسلام کا شیرازہ درہم وبرہم ہو جاتا ایسے خطرناک موقع پر سبط پیغمبر اور جگر گوشہ رسول سے بڑھ کر اسلام کی فکر کسے ہو سکتی تھی اسی لئے آپ نے اپنے دشمن معاویہ سے صلح کر لی درانحالیکہ یہ صلح آپ کا کلیجہ خون اور آپ کے دل کو پارہ پارہ کر دینے والی تھی آپ نے اپنے لئے تمام صعوبتوں کو گوارا کیا ان تمام ایذا رسانیوں کو جن کا صلح کی صورت میں معاویہ کی طرف سے آپ کو اندیشہ تھا منظور کیا ایک تو اس خیال سے کہ بے فائدہ مسلمانوں کی خونریزی نہ ہو دوسرے پیغمبر کے ارشاد کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر کہ

سے دستبرداری اختیار کی۔ (ابناء نجباء الانبار ص۵۶)

پیغمبر اپنے اصحاب سے خلافت اسلامیہ کی مدت بیان کیا کرتے ان الخلافہ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا خلافت میرے بعد ۳۰ برس تک ہوگی پھر بادشاہت ہوجائے گی حساب لگایا گیا تو امام حسن کی مصالحت تک ۳۰ سال کی مدت پوری ہوتی ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۲۱ وغیرہ) پیغمبر کی زبان سے نکلی ہوئی لفظیں ترجمان ہوتی تھیں وحی ربانی کی معاویہ سے مصالحت کرنے میں غالباً امام حسن کا یہی مقصد رہا ہو کہ دنیا والوں پر پیغمبر کے قول کی حقانیت و صداقت آشکار ہوجائے۔ ایک مرتبہ پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا تمہارے دین کی ابتدا نبوت و رحمت سے ہوئی پھر یہ بادشاہت و قسطائیت میں تبدیل ہو جائیگا (تاریخ الخلفاء سیوطی ص۶)

ان ارشادات پیغمبر کو دیکھتے ہوئے امام حسن کو یقین تھا کہ یہ خلافت ضرور ہی معاویہ تک منتقل ہو کر رہیگی کیونکہ ظلم و جور تشدد و جبروت سرکشی و غرور معاویہ اور ان کے اموی خلفا ہی سے ممکن ہے۔ مزید برآں خود آپ کے پدر بزرگوار باب مدینۃ العلم خبر دے گئے تھے کہ حکومت معاویہ تک پہونچ کر رہے گی امام حسن بیان فرماتے ہیں۔

> مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے بیان فرمایا حسن! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ اس خلافت کے مالک بنی امیہ ہوں گے اور اُن کا امیر کشادہ حلق وسیع شکم کا ہوگا جو کھائے گا مگر شکم سیر نہ ہوگا جو شرق و غرب پر مسلط ہو جائے گا۔ بندگان خدا اس کے غلام بن جائیں گے اس کی حکومت طولانی ہوگی وہ بدعتوں اور گمراہیوں کی بنیاد رکھے گا حق اور سنت پیغمبر کو مٹا دے گا مال کو اپنے لوگوں میں تقسیم اور مستحقوں کو اس سے محروم کرے گا اس کی حکومت میں اہل ایمان ذلیل اور بدکار طاقتور ہوں گے وہ مال کو اپنے مددگاروں کا کھلونا اور بندگان خدا کو غلام بنائے گا اس کی سلطنت میں حق محو اور باطل نمایاں ہوگا حق کے بارے میں جو شخص اس کی مخالفت کریگا وہ اس کی جان لے لے گا۔ (بحار الانوار)

حضرت ختمی مرتبت اور امیر المومنین کی دور رس نگاہوں نے پہلے ہی سے سمجھ لیا تھا کہ امت اسلامیہ کا کیا انجام ہونے والا ہے اور وہ رفتہ رفتہ بدبختی و شقاوت کی کس حد تک جا پہونچے گی عقیدہ سے خالی اخلاق سے محروم ہوگی برائیاں اس میں عام باطل کا دور دورہ اور فتنہ و فساد کی حکمرانی ہوگی۔ یہ باتیں جس امت میں بھی پیدا ہوں اس کی تباہی بربادی لازمی اور اس کا خاتمہ یقینی ہے اور اس کی باگ ڈور لازماً بدکار خود سر و جابر افراد کے ہاتھوں میں جا پہونچے گی اور وہ اس میں اپنی ہوا و ہوس کے مطابق جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے۔

مہیا ہوئی انھوں نے اپنے چند آدمی کوفہ بھیجے جنھوں نے یہ پروپاگنڈہ کیا کہ معاویہ کا انتقال ہوگیا۔ امیرالمومنین کو بھی یہ خبر پہونچی اور بڑا چرچا آپ نے اس کا سنا آپ نے فرمایا

"معاویہ کے مرنے کا تم نے بہت تذکرہ کیا خدا کی قسم وہ مرے نہیں اور نہ اس وقت تک مریں گے جب تک میرے پیروں کی زمین تک قابض نہ ہو جائیں"۔ (مروج الذہب جلد ۲ ص۲۹۵)

معاویہ تک جب حضرت کا یہ فقرہ پہونچا تو پوری طرح یہ بات اُن کے دل میں بیٹھ گئی وہ اس سے بے خبر نہیں تھے کہ علی پیغمبر خدا کی آغوش کے پروردہ اور پیغمبر کے علوم و معارف کے خزینہ دار ہیں ان کی زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات ایسی نہیں جو حقیقت و واقعہ کے خلاف ثابت ہوئی ہو۔

بہرحال جو وجہ بھی رہی ہو امام حسن کے معاویہ سے صلح کر لینے کی وجہ سے مسلمانوں نے آپ کو مصلح عظیم کا لقب دیا یہی لقب آپ کو بہت پہلے پیغمبر خدا بھی دے چکے تھے۔

پانچویں فصل

سیاست اہلبیت

اسباب صلح بیان کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اہلبیتؑ کی سیاست پر بھی روشنی ڈالتے چلیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ خلافت کے متعلق اُن کے نظریات و خیالات کیا تھے اور وہ ان ترکیبوں کو کن نظروں سے دیکھتے تھے جن ترکیبوں کو دنیا کے ارباب سیاست تخت حکومت تک پہونچنے کے لئے عمل میں لاتے ہیں۔ وہ کون سے بلند و بالا مقاصد تھے جو آپ حضرات کے پیش نظر تھے اور جنھیں مسند حکومت پر فائز ہونے کی صورت میں عملی جامہ پہنانے کے آپ حضرات متمنی ہوتے۔ اس کی وضاحت کے بعد ہی امام حسن کے نظریات و خیالات آپ کے خصوصی طرز عمل اور بہترین طریقہ کار کا پتہ چل سکے گا اور یہ معلوم ہوگا کہ آپ غیر شرعی حرکتوں سے کتنا پاک و صاف تھے کہ اگر آپ ان حرکتوں سے کام لیتے تو یقیناً اپنے دشمن پر فتحیاب رہتے۔ تفصیل سے کام لینے کی گنجائش نہیں ہم مختصراً ذکر کرتے ہیں

(ا) سیاست ہے کیا؟

اہلبیت کے نزدیک حق و صداقت کی حمایت، معاشرہ کی بہتری کی کوششیں، لوگوں میں مساوات اور زمین پر عدل و انصاف کا قیام، بدی کا استیصال، کمزور کی نصرت، ظالم سے مظلوم کے حق کی وصولی، برائیوں کا سدباب، نفوس کی اصلاح و درستی، عقل انسانی کو خرافات سے آزاد کر کے علم و کمال سے منور کرنا ہی حقیقی و پاکیزہ سیاست تھی اور ایسی ہی سیاست کے ذریعہ عدل و مساوات کا قیام عوام الناس کے درمیان ممکن ہے۔ یہی سیاست علیؑ کو

دھڑکا۔ یہ پاکیزہ سیاست معاویہ کی اس سیاست کے بالکل مغایر تھی جو مکر و فریب کذب و افتراء اور غداری و خیانت عوام کے حقوق پر ڈاکہ شریفوں کو غلام بنانے بچوں بوڑھوں کے قتل اور انھیں جیسے دیگر وحشیانہ و ظالمانہ حرکات پر مبنی تھی۔

(ب) خلافت کی قیمت

اہلبیت کی نظروں میں خلافت کی نہ کوئی قدر و قیمت تھی نہ اُن کی نگاہوں میں حکومت کا کوئی وزن جب تک یہ خلافت و حکومت شریفانہ خواہشات کو عملی جامہ پہنانے لوگوں میں مساوات قائم کرنے اور ظلم و جور کو نیست و نابود کرنے کا ذریعہ نہو۔ امیر المومنین ایک مرتبہ اپنی جوتیوں میں ٹانکے دے رہے تھے ابن عباس آ گئے آپ نے اُن سے پوچھا۔

" ابن عباس تمھاری نظروں میں اس جوتی کی کیا قیمت ہوگی؟

ابن عباس نے کہا حضور اس کی تو کچھ بھی قیمت نہیں۔

امیر المومنین نے فرمایا خدا کی قسم یہ جوتی مجھے تم لوگوں کی حکومت و سلطنت سے زیادہ محبوب ہے مگر یہ کہ میں اس حکومت کے ذریعہ حق قائم اور باطل کا ازالہ کروں۔

واقعہ یہ ہے کہ امیر المومنین کی وہ بے قیمت جوتیاں آپ کو ظالمانہ اقتدار اور ستم پیشہ حکومت سے زیادہ محبوب تھیں جس میں بے گناہوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے عدل ضائع اور حق کا خون ہوتا ہے آپ نے اپنے بعض خطبوں میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ آپ نے کیوں ابوبکر کی بیعت قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے جائز حق کے مطالبہ پر مصر رہے چنانچہ فرماتے۔

"خداوندا تو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ جو کچھ ہوا حکومت کی خاطر اور مال دنیا کی لالچ میں نہ ہوا ہماری تمنا محض یہ تھی کہ تیرے دین کے شعائر کو قائم اور تیرے شہروں کی اصلاح کریں تاکہ تیرے مظلوم بندے بےخوف ہو جائیں اور وہ حدود جو معطل کر دئے گئے ہیں قائم ہوں (نہج البلاغہ جلد ۲ ص۱۸)

یہ نظریہ تھا اہلبیت کا خلافت کے متعلق ان کی نظروں میں اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ تھی جب تک اس کے ذریعہ پاکیزہ مقاصد بروئے کار نہ آئیں۔

(ج) جذبہ تفوق و برتری کا خاتمہ

اہلبیتؑ کا نظریہ یہ تھا کہ ہر قسم کے احساس برتری اور تفوق کا خاتمہ ہونا چاہیے تمام ایسی باتیں جن سے بڑائی ظاہر ہوتی ہو یا عظمت کا مظاہرہ ہوتا ہو انھیں ختم کر دینا ضروری ہے اس کا ثبوت طبری کی یہ روایت ہے کہ جب امیر المومنین جنگ صفین سے واپس ہو رہے تھے تو حرب بن شرجیل شبامی آپ کے استقبال کو بڑھے شرجیل پیادہ تھے اور امیر المومنین گھوڑے پر سوار تھے امیر المومنین رک گئے اور فرمایا تم واپس چلے جاؤ۔ حرب جب نہیں مانے تو آپ نے فرمایا!

تمام ایسی باتیں جن سے برتری اور عظمت کا اظہار ہوتا ہو اہلبیت کے نزدیک نامناسب تھیں اُن سے پرہیز لازم تھا کیونکہ ان کی وجہ سے عوام ذلیل اور جابر حکام کا اعزاز ہوتا ہے اور یہ بات اُن کے لائحہ عمل اور بلند ترین سیاست کے منافی ہے

(د) مکر و فریب کی حرمت

چالبازی، دھوکہ دہی، کذب و فریب کے ذریعہ مسند حکومت تک پہونچنا اہلبیت حرام سمجھتے تھے ان کا نظریہ تھا کہ اُمت پر واجب ہے کہ ہماری اطاعت و پیروی کریں کیونکہ پیغمبر اسلام، سرگروہ اہلبیت امیرالمومنین سے فرما چکے ہیں کہ

"اے علی تم بمنزلہ کعبہ کے ہو لوگ کعبہ کے پاس حاضر ہوتے ہیں کعبہ خود کسی کے پاس نہیں جاتا۔ اگر یہ لوگ تمہارے پاس آئیں تمھیں خلافت سپرد کریں تو تم قبول کرنا اور اگر نہ آئیں تو تم خود اُن کے پاس نہ جانا جب تک وہ نہ آئیں (اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۱)

اگر امیرالمومنین خلافت کے لیے بیچین ہوتے اور اس کے حصول کے لئے کذب و فریب کے استعمال کو جائز سمجھتے تو یقینی بات ہے کہ حضرت عثمان تک خلافت ہرگز نہ پہونچنے پاتی۔ شوریٰ کی بزم میں عبدالرحمان بن عوف نے امیرالمومنین کے سامنے یہ شرط پیش کی تھی کہ آپ وعدہ کیجیے کہ سیرۃ شیخین پر عمل کریں گے ہم آپ کو خلیفہ بنالیں گے مگر امیرالمومنین نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور جس پر عمل کرنے کا ارادہ نہ تھا اس کا زبان سے بھی اقرار نہ کیا اگر دل میں کچھ زبان پر کچھ والی پالیسی آپ کے نزدیک جائز ہوتی تو آپ کے لئے بہت آسان تھا کہ اس وقت حامی بھر لیتے پھر کرتے وہی جو خود مناسب سمجھتے لیکن آپ کی پاکیزگی نفس متحمل ہی نہ ہوئی کہ کوئی پابندی ایسی قبول کرلیں یا زبان ہی سے اس کا اقرار کرلیں جو آپ کے نزدیک جائز نہ تھی۔ اگر یہ حیلہ سازی و غداری آپ کے نزدیک جائز ہوتی تو معاویہ آپ سے ٹکرانے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے امیرالمومنین ارشاد فرماتے ہیں۔

خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ وہ غداری اور فسق و فجور کرتے ہیں، اگر غداری ناپسندیدہ نہ ہوتی تو میں تمام لوگوں سے بڑھ کر چالاک و شاطر ہوتا۔"

جب آپ نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ جنگ سے جی چرا رہے ہیں نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں، اس وقت آپ نے اُن کے ساتھ دورخی پالیسی سے کام نہ لیا آپ کے پاکیزہ اطوار بلند و بالا کردار نے آپ کو پابند بنا دیا تھا کہ آپکا جو قدم بھی اُٹھے حق و انصاف کے ساتھ اُٹھے چاہے ہر ہر قدم پر سیکڑوں دشواریاں ہی کیوں نہ پیش آئیں امیرالمومنین ارشاد فرماتے ہیں۔

"مجھے وہ طریقے بھی معلوم ہیں جن کے ذریعہ تمھیں اطاعت پر مجبور کیا جا سکتا ہے لیکن میں اپنا دین بگاڑ کر تمہاری دنیا نہیں بناؤں گا۔"

کہ ہم جو کچھ بھی کریں گے حق و انصاف کے مطابق کریں گے اور ہر ایسے طریقے سے پرہیز کریں گے جو حق و صداقت سے بے لگاؤ ہو۔

(ھ) گمراہوں کا اخراج

اہلبیت کی سیاست اسے بھی ضروری سمجھتی تھی کہ گمراہوں اور مجرموں کو حکومت کے عہدہ و مناصب سے دور رکھا جائے اور کسی بات میں نہ اُن سے تعاون کیا جائے نہ اُنھیں کسی کام میں شریک کیا جائے خداوندِ عالم کا حکم بھی ہے وما کنت متخذ المضلین عضدا گمراہوں کو میں دست و بازو بنانے والا نہیں۔ اگر یہ بات اہلبیت کے نزدیک جائز ہوتی تو یقیناً امیر المومنین معاویہ کو شام کی حکومت پر باقی رکھتے طلحہ و زبیر کو بصرہ و کوفہ کی حکومت حوالہ کر دیتے اگر آپ ایسا کئے ہوتے تو ان لوگوں کی مخالفت سے محفوظ رہتے لیکن آپ نے ایسا نہ کیا آپ معاشرہ اور سماج کی بھلائی کے خواہاں تھے ایسی باتیں جو عوام الناس کی نیک بختی و خوشحالی کا سبب ہوں انھیں عمل میں لانا اور خلقت سے نکبت و افلاس کو دور کرنا آپ کے نزدیک واجب و لازم تھا، خائن و مجرم افراد کو عہدہ و مناصب پر فائز کرنے کی صورت میں یہ باتیں ممکن ہی نہ تھیں بلکہ خلقت بیش از بیش فتنہ و فساد اور ابتلا و آزمائش سے دوچار ہوتی اور انجام کار ہیں خود آپ کی حکومت مشکلات میں گھر جاتی عوام الناس آپ کی حکومت کے علانیہ دشمن ہو جاتے کیونکہ ان کے نزدیک ان مجرم و گنہ گار حاکموں کی تمام تر ذمہ دار آپ کی حکومت ہوتی۔

چونکہ اہلبیت کے لائحہ عمل میں یہ بات داخل تھی کہ گنہگاروں کو حکومت سے بالکل دور رکھا جائے اس لئے امیر المومنین نے تخت خلافت پر رونق افروز ہوتے ہی حضرت عثمان کے عہد کے تمام عمال و ولاۃ کی معزولی کا فرمان جاری کر دیا کیونکہ وہ سب خیانت اور نفع اندوزی میں بدنام تھے یہی لوگ ہاشمی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے سرگرمی سے کوشاں تھے تاکہ اموی حکومت کے زیر سایہ پھر وہی مزے لوٹنے کا موقع ملے۔

(و) خوف و ہراس پھیلانے سے اجتناب

لوگوں کو خوفزدہ کرنا اُن میں دہشت و ہراس پھیلانا اہلبیت کے نزدیک سخت ترین جرم اور انتہائی ناپسندیدہ تھا جو کسی حال میں بھی اُن کے نزدیک جائز نہ تھا یہاں تک کہ اپنے غنیم اور دشمنوں کے لئے بھی روا نہیں رکھا ہم شروع کے صفحات میں امیر المومنین کی وہ وصیت ذکر کر چکے ہیں جو آپ نے جنگ جمل کے موقع پر اپنے لشکر کو فرمائی تھی کہ کسی بھاگتے کا پیچھا نہ کریں کسی زخمی کو ہلاک کریں نہ کسی عورت کی طرف ہاتھ بڑھائیں اور جب تک دشمن کی طرف سے پہل نہ ہو لڑائی کا آغاز نہ کریں اسی قسم کی اور دوسری وصیتیں جو اہلبیت سے وارد ہوئی ہیں یہ وصیتیں بتاتی ہیں کہ اہلبیت ہر فرد بشر پر مہربان و شفیق تھے وہ لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور اُن

"ز" عام آزادی

اہل بیت کا مسلک یہ تھا کہ ملت کی ہر فرد کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے اگرچہ لوگ حکومت کے مخالف بھی ہوں تب بھی اُن کی روک ٹوک مناسب نہیں جب تک وہ فتنہ و فساد نہ پھیلائیں اور ایسی حرکتوں کے مرتکب نہ ہوں جن سے امن وامان درہم و برہم ہو جائے اگر اس قسم کی حرکتیں وہ کریں گے تو انھیں پہلے نرمی سے سمجھایا جائے گا اگر اُنھوں نے اپنی غلطی تسلیم کرلی اور راہ راست پر آگئے تو خیر ورنہ پھر ان کی سرکوبی کی جائے گی تاکہ وہ حق کی طرف پھر پلٹ آئیں۔ خوارج کے ساتھ امیرالمومنینؑ جس طرح پیش آئے اس سے اہل بیت کی سیاست کے اس پہلو پر پوری روشنی پڑتی ہے امیرالمومنینؑ نے پہلے خوارج کو پوری طرح سمجھایا اُن کی سرکشی پر تنبیہ کی ان کے خیالات و نظریات کو غلط ثابت کیا اُن کے شبہوں کو دور اور اُن کی خطائیں واضح کیں جب خوارج اپنے عقیدہ ہی پر جمے رہے باز نہیں آئے تو امیرالمومنینؑ نے انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا جب وہ فتنہ و فساد پھیلانے لگے اور امن وامان میں خلل پڑنے لگا تو امیرالمومنینؑ نے اُن سے جنگ کی اور اُن کی بہت بڑی تعداد کو ختم کر دیا خوارج کی جنگ کے بعد عراق کے رہنے والوں میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو انھیں خوارج جیسا عقیدہ رکھتے تھے مگر امیرالمومنین نے انھیں ان کے کسی حق سے محروم نہیں کیا نہ کسی کے درپے ایذا ہوئے ان لوگوں کو عراق کے تمام شہروں میں آزادی حاصل تھی جہاں چاہتے رہتے بشرطیکہ فتنہ و فساد نہ پھیلائیں لوگوں پر ظلم و تعدی نہ کریں۔ ان باتوں کے مرتکب ہونے کی صورت میں پھر کوئی رعایت برتی نہیں گئی۔ اسی طرح امیرالمومنین نے اموی جماعت کو بھی مکمل آزادی دے رکھی تھی حالانکہ یہ لوگ آپ کے مخالف اور دشمن تھے مگر آپ کسی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے امیرالمومنین نے اپنے دشمنوں کو جیسی مکمل آزادی دی تاریخ عالم میں اپنی آپ نظیر ہے شاید ہی کسی حکمران نے اپنے مخالفین کو ایسی آزادی دی ہو جیسی آپ نے دے رکھی تھی۔ امیرالمومنین اور اہل بیت کی سیاست کا خاص پہلو یہ تھا کہ کسی کو بھی طاعت پر مجبور نہ کیا جائے نہ ایسی باتوں کا انھیں پابند بنایا جائے انھیں پسندیدہ نہوں

"ح" فوجی خدمات

اہل بیت کی سیاست لوگوں کو فوجی خدمات پر مجبور نہیں کرتی تھی۔ اہل بیت نے نہ کبھی جبریہ فوجی بھرتی کی نہ کسی کو میدان جنگ میں جانے پر مجبور کیا۔ وہ اس کی طرف دعوت دیتے۔ اس کے اجر و ثواب کو بیان کرتے جو شخص چاہتا جاتا جو چاہتا نہ جاتا۔ نہ جانے والے کو کوئی سزا نہ دی جاتی نہ اس پر خفگی و برہمی ظاہر کی جاتی۔ جس طرح امیرالمومنین نے جنگ جمل و صفین و نہروان میں کیا تھا کہ لوگوں میں تحریک کی انھیں ترغیب دلائی جو گیا سو گیا جو نہ گیا اس سے کوئی تعرض نہ کیا اسی طرح امام حسن نے بھی کیا کہ جب آپ نے معاویہ سے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے نہ رعیت پر شرکت جنگ لازم قرار دی نہ کسی کو جانے پر مجبور کیا۔ امیرالمومنینؑ کا

"آل محمدؐ کا نظریہ اس بارے میں وہی تھا جو خدا و رسول کا تھا کہ مسلمانوں میں امتیاز قائم نہ کیا جائے اور ہر ایک کے لئے ترقی کے یکساں مواقع بہم پہونچائے جائیں۔ دولت کو بیت المال میں ذخیرہ کرکے نہ رکھا جائے بلکہ ہر ایک سال کی آمدنی اسی سال کے اندر صرف کر دی جائے تاکہ ایک طرف دولت کو نشوونما کا موقع ملے اور دوسری طرف غبن، سرقہ اور زیاں کا خوف جاتا رہے چنانچہ حضرت عثمان کے بعد جب عنان حکومت ان کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے پہلا کام یہ کیا کہ خزانہ کو عامۃ المسلمین پر تقسیم کر دیا اور تقسیم میں مساوات کا طریقہ برتا۔ جب غلام اور آقا، کالے اور گورے کو یکساں عطیہ ملا تو وہ جو زیادہ لینے کے عادی تھے بگڑے مگر حضرت نے یہ فرما کر ان کو خاموش کر دیا۔

لوکان المال لی لسویت بینھم فکیف وانما المال مال اللہ "اگر یہ مال میرا ذاتی بھی ہوتا تو میں سب کو برابر برابری دیتا اور یہ تو ہے ہی خدا کا مال (اور اس کی نگاہ میں سب بندے برابر ہیں)

مشہور سنی ماہر سیاست علامہ ابن ابی الحدید معتزلی اپنی شرح نہج البلاغہ کے مقدمہ میں اس مسئلہ پر کسی قدر وضاحت سے روشنی ڈالتے ہیں۔

"علی بن محمد ابو یوسف مدائنی، فضیل بن جعد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنینؑ سے عرب کی مخالفت کا سب سے بڑا سبب یہی "مال" تھا، کہ وہ جناب نہ کسی شریف کو شرف پر فضیلت دیتے تھے نہ عرب کو عجمی سے ممتاز سمجھتے تھے نہ رؤسا اور امرائے قبائل کے ساتھ وہ ڈپلومیسی برتتے تھے جو سلاطین کا قاعدہ ہے، نہ (مال و دولت دے کر) کسی کو اپنی طرف مائل کرتے۔ (ان کے حریف) معاویہ کا عمل بالکل اس کے خلاف تھا۔ اس وجہ سے لوگوں نے آپ کو چھوڑ کر معاویہ سے سازباز کر لیا۔ جناب امیر نے اس کی شکایت مالک اشتر سے کی کہ لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ کر معاویہ سے ملے جاتے ہیں۔ مالک اشتر نے کہا اے امیر المومنینؑ ہم نے بصرہ اور کوفہ والوں کے ساتھ مل کر اہل بصرہ سے جہاد کیا، اس وقت لوگوں کا ایک رائے پر اجماع تھا۔ اس کے بعد اختلاف پیدا ہوا، نیتیں ضعیف ہو گئیں اور تعداد کم ہو گئی۔ آپ سب کے ساتھ عدل کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ حق کے مطابق عمل کرتے ہیں، پس وہ آپ کے عدل و انصاف سے گھبرا اُٹھے، (دوسری طرف) ان ترکیبوں اور حکمت عملیوں کو دیکھا جو معاویہ میروں اور شریفوں کے ساتھ کرتا ہے، کیونکہ کم لوگ ایسے ہیں جو دنیا کے خواہاں نہ ہوں، اکثر تو ایسے ہوتے ہیں جو حق کو بیچ کر باطل خریدتے ہیں اور دنیا کو اختیار کرتے ہیں۔ پس اگر آپ بھی یہ مال دنیا تقسیم فرمائیں (اور جتنے بند

آپ کے خیر خواہ بن جاتے ہیں۔ خدا آپ کے امور درست کرے اور دشمنوں کی جمعیت اور مکر و فریب کو پراگندہ اور کمزور کرے۔ بیشک خدا ان کے اعمال سے باخبر ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا تم نے جو یہ کہا کہ ہم عدل و انصاف پر عمل کرتے ہیں (تو اس کی وجہ یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا وماربک بظلام للعبید جو عمل صالح کرتا ہے تو اپنے نفس کے فائدہ کے لئے اور جو اعمال بد بجالاتا ہے تو اس کا وبال اسی کے سر پڑتا ہے اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔" اگر میں اس میں تقصیر کروں تو ڈرتا ہوں کہ (اس کا وبال میری گردن پر پڑے گا) اور تم نے یہ جو کہا کہ وہ ہم سے اس لئے جدا ہو گئے کہ حق ان پر گراں گذرتا ہے تو اللہ جانتا ہے کہ انھوں نے اس لئے ہم سے مفارقت نہیں کی کہ ہم نے ان پر ظلم و جور کیا ہو اور یہ بھی نہیں ہے کہ ہم سے جدا ہو کر وہ کسی عادل کی پناہ میں گئے ہوں۔ ہم سے جدائی کا سبب سوائے (طلب) دنیا اور کچھ نہیں۔ اور یہ دنیا زائل ہونے والی ہے اور قیامت کے دن اُن سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے دنیا کی خواہش کی تھی یا اللہ کے لئے عمل کیا تھا۔ اب رہا یہ امر کہ ہم مال و دولت صرف کر کے لوگوں کو (اپنی طرف) مائل کریں تو ہمارے لئے جائز نہیں ہے کہ مال فے سے کسی کو اس کے حق سے زیادہ دیں (اب اس انصاف کی وجہ سے ہماری جمعیت کم ہو جائے تو بلا سے) خداوند عالم فرماتا ہے اور اس کا فرمان برحق ہے کہ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔ بہت سے کم تعداد گروہ خدا کے حکم سے کثیر تعداد گروہوں پر غالب آجاتے ہیں۔ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" خدا نے حضرت رسالتمآبؐ کو یک و تنہا مبعوث فرما کر بھیجا اور قلت کے بعد ان کو کثیر الاعوان بنا دیا اور ان کے گروہ کو ذلت کے بعد عزت بخشی۔ اگر خدا کو یہ منظور ہے کہ ہمارے امور کی اصلاح کرے تو ان سختیوں کو اللہ آسان کر دے گا اور اس کی مشقتوں کو سہل کر دے گا۔" (مقدمہ فلسفہ آل محمد مولانا ابن حسن صاحب جارچوی)

اہل بیت اس مال فے میں اپنا حق بھی سمجھتے تھے مگر اتنا ہی جتنا دوسرے مسلمانوں کا تھا۔ اپنے اور دوسرے مسلمانوں میں نہ کوئی تفریق کرتے تھے نہ اپنے کو کسی قسم کی ترجیح دیتے۔ امیر المومنین کی پوری زندگی اسی طرز عمل کا نمونہ تھی آپ کا عدل و انصاف اور دنیا سے بے نیازی ضرب المثل بن چکی تھی آپ نے نہ محلات کھڑے کئے نہ جائدادیں خریدیں نہ اپنے نفس کو راحت و آرام کا خوگر بنایا۔ باوجودیکہ آپ

شوکت والے محلات میں رہنا منظور کیا۔ تاریخ نے آپ کی مالی سیاست اور اموال مسلمین میں آپ کی غیر معمولی احتیاط کے بہت کچھ واقعات درج کئے ہیں منجملہ ان کے وہ واقعہ ہے جسے ابورافع[1] نے بیان کیا ہے یہ ابورافع آپ کے خزانچی تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کی صاحبزادی کو بیت المال سے ایک موتی دے رکھا تھا جب حضرت نے یہ موتی دیکھا تو فوراً ہی پہچان لیا آپ کے چہرے کی رنگت بدل گئی آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا

"یہ موتی اسے کہاں سے ملا خدا کی قسم میں اس کے ہاتھ قطع کر دوں گا۔

ابورافعؓ حضرت کا غیظ و غضب دیکھ کر سہم گئے کہا۔

امیرالمومنینؑ بخدا میں نے ہی یہ موتی اس بچی کے گلے میں ڈال دیا تھا۔

امیرالمومنین نے جب یہ سنا کہ عاریتہً یہ موتی استعمال میں ہے اور ابورافع اس کے ضامن ہیں تو آپ کا غصہ فرو ہو گیا اور آپ نے ابورافع کی طرف مڑ کر فرمایا

میری شادی فاطمہؑ سے ہوئی اور اس وقت میری حالت یہ تھی کہ اپنے پاس ایک بستر تک نہ تھا صرف اونٹ کی ایک کھال تھی جس پر رات میں ہم لوگ سوتے اور دن میں اس پر اونٹ چارہ کھاتا۔ اور سوا فاطمہ کے گھر کے امور کو انجام دینے والا کوئی دوسرا نہ تھا (تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۱۲۳)

آپ کے بلند و پاکیزہ کردار نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنی دختر کو دختران مسلمین پر ترجیح دیں اور عید کے دن زیب و زینت کے لئے موتی حوالے کر دیں علیؑ جیسے سرچشمہ عدل و انصاف اور مساوات کے علمبردار کے لئے یہ بات کسی طرح ممکن نہ تھی۔ عاصم بن کلیب[2] اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علی کے پاس اصبہان سے

---

[1] ابورافع پیغمبر کے آزاد کردہ غلام تھے ان کے نام میں اختلاف ہے کسی نے ابراہیم کسی نے اسلم کسی نے کچھ اور ذکر کیا ہے یہ قبطی تھے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ پہلے عباس عم پیغمبر کے غلام تھے انھوں نے پیغمبر کو دے دیا جب عباس مسلمان ہوئے تو ابورافع نے پیغمبر کو ان کے اسلام لانے کی خوشخبری سنائی آنحضرت نے انھیں آزاد کر دیا۔ خلافت عثمان یا خلافت امیرالمومنین میں ان کا انتقال ہوا۔ (استیعاب جلد ۴ صفحہ ۷)

[2] عاصم بن کلیب بن شہاب جرمی کوفی۔ انھوں نے اکابر صحابہ کی ایک جماعت سے حدیثیں سنیں اور روایت کیں ان سے دوسرے لوگوں نے حدیثیں روایت کیں۔ ابن معین و نسائی کہتے ہیں کہ یہ قابل اعتماد و ثقہ تھے۔ ابن شہاب نے کہا ہے

گئے اور کوفہ کے ساتوں محلے کے سرداروں کو بلایا اُن میں قرعہ اندازی کی کہ پہلے کس کو دیا جائے (کامل جلد ۸ صفحہ ۱۷۳)

ہارون ابن عنترہ اپنے باپ عنترہ[1] سے ناقل ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت قصر خورنق میں فروکش تھے شدید سردی کا زمانہ تھا میں نے حضرت کو دیکھا کہ آپ سردی سے کانپ رہے ہیں آپ کے جسم پر ایک بوسیدہ سا کمبل ہے مجھے بڑا رنج ہوا میں نے عرض کیا۔

امیرالمومنین خداوند عالم نے اس مال (مسلمین) میں آپ کا اور آپ کے عیال کا حق بھی قرار دیا ہے اور آپ اپنی جان پر اتنی سختی برت رہے ہیں۔

حضرت نے فرمایا

"خدا کی قسم تم لوگوں کے مال سے میرا کوئی واسطہ نہیں بس میرا یہی کمبل ہے جسے میں لیکر مدینہ سے چلا تھا"

مال دنیا کی یہ ان حضرات کی نگاہوں میں وقعت تھی اور یہ آپ حضرات کی مالی سیاست، دیگر مسلمانوں پر اپنے لئے کسی ترجیح کو روا نہیں رکھتے تھے نہ دوسروں پر اپنے کو مقدم سمجھتے تھے۔ یہ سیاست اس زمانہ کے نمودار سربرآوردہ اور سرمایہ دار افراد کو کہاں پسند آسکتی تھی جس میں نہ اُن کی تمنائیں پوری ہوسکتی تھیں نہ ذاتی اغراض حاصل ہوسکتے تھے ان لوگوں نے اس سیاست سے راہ فرار اختیار کی اور معاویہ کے پاس جا رہے تاکہ اُن کی دنیا محفوظ رہے۔

اہلبیت نے دیکھا کہ لوگ مال و دولت کے پرستار اور دنیاوی لذتوں پر مٹے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک اسی کو تفوق و برتری حاصل ہے جو مال خزانوں میں بھر کر رکھے اور دونوں ہاتھوں سے دولت بٹورے اہل بیت نے اس نظریہ کو قطعی ناپسند کیا اور اسی پر جمے رہے کہ روحانیت ہی اصل گوہر مقصود ہے اور اسی کے لئے ہر شریف انسان کو کوشش کرنی چاہیے۔

(ی) مساوات

اہل بیت کی سیاست کا ایک مخصوص پہلو مساوات ہے اُن کے نزدیک ہر طبقہ کے لوگ ایک دوسرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۲) بھی لگائی گئی ہے علماء نے اس تہمت کو دور بھی کیا ہے۔ ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ثقہ اور مامون تھے ۱۳۷ھ میں مرے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ ثقہ تھے ان کی حدیثیں بطور حجت پیش کیجاتی ہیں۔ ان کی حدیثیں زیادہ نہ تھیں منصور دوانقی کی حکومت کے آخری زمانہ میں انتقال کیا (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۵)

[1] عنترہ بن عبدالرحمان کوفی شیبانی۔ انھوں نے امیرالمومنین اور ایک جماعت صحابہ سے حدیثیں سنیں اور روایت کیں ان سے ان کے بیٹے ہارون اور دوسرے لوگوں نے حدیثیں روایت کیں ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار کیا ہے نسائی نے ان کی صرف ایک حدیث جو انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے درج کی ہے امام مسلم نے کوفہ کے پہلے

اور اگر کوئی دوسرے سے ممتاز ہو سکتا ہے تو عمل کے ذریعہ۔ مساوات اہل بیت کے نزدیک منجملہ ان اہم ترین مقاصد کے تھی جن کی تکمیل آپ حضرات کے نزدیک واجب و لازم تھی۔ علامہ مدائنی امیرالمومنین کی سیاست کے متعلق لکھتے ہیں۔

سب سے بڑی وجہ عربوں کے امیرالمومنین کا ساتھ نہ دینے کی آپ کی مساوات پروری تھی آپ نہ شریف کو رذیل پر ترجیح دیتے تھے نہ عربی کو عجمی پر نہ رؤسا و سرداران قبائل کے ساتھ خصوصی سلوک روا رکھتے تھے (شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۸۰)

امیرالمومنین نے اپنے بعض عاملوں کو ایک فرمان روانہ کیا تھا جس میں انھیں تاکید کی تھی کہ سب کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرو اور ان میں کسی قسم کی تفریق نہ کرو۔ نہ غنی و فقیر میں نہ قوی و ضعیف میں نہ قادر و عاجز میں آپ کا یہ فرمان بلند ترین عدل و مساوات کا دستور اساسی ہے آپ نے لکھا تھا۔

"رعیت سے خوش خلقی اور کشادہ روئی سے پیش آؤ اُن سے اپنا رویہ نرم رکھو اور کنکھیوں اور نظر بھر کر دیکھنے اور اشارہ اور سلام کرنے میں برابری کرو تاکہ بڑے لوگ تم سے بے راہ روی کی توقع نہ رکھیں اور کمزور تمھارے انصاف سے مایوس نہ ہوں۔

(شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۸۵)

انسانیت اگرچہ بہت کچھ ترقی اور بہت سے تجربے کر چکی ہے حکومت کے ایک سے ایک اسلوب عالم وجود میں آچکے ہیں پھر بھی انسانیت ایسا نظام سیاسی بنانے سے قاصر ہے جس میں ویسا ہی عدل و انصاف اور عوام الناس کے درمیان مساوات ہو جیسا کہ اہل بیت کے نظام سیاسی میں تھا۔

(ث) رشوت کی حرمت

رشوت اہل بیت کے نزدیک سخت ترین محرمات سے تھی اسے نیست و نابود کر دینا واجب و لازم تھا، اگر کوئی عہدہ دار رشوت لے تو فوراً ہی اس کو برطرف کر دینا ضروری ہے اس لئے کہ رشوت کی وجہ سے عوام بھی غارت ہو جاتے ہیں اور حکومت بھی فاسد و بیکار کیونکہ عہدیدار کے رشوت لینے کی صورت میں قانون کا نفاذ ممکن نہیں اور جب قانون کا نفاذ نہ ہوگا تو جرائم کی کثرت ہوگی فتنہ و فساد حد سے زیادہ ہوگا۔ مجرم اپنے جرم کی کوئی اہمیت ہی نہ سمجھے گا وہ بیخوف و خطر بڑے سے بڑا جرم کرے گا اور دل کو یہ اطمینان رہے گا کہ بہترین پشت پناہ رشوت تو ہے ہی حاکم کو رشوت دے کر بہت آسانی سے جان بچ جائے گی۔ رشوت کے انسداد ہی کے لئے اہل بیت کا یہ نظریہ تھا کہ کسی سرکاری عہدیدار کو اگر دعوت ولیمہ میں بلایا جائے تو اسے ضروری ہے کہ وہ جانے سے انکار کر دے امیرالمومنین کو معلوم

... اور وعظ و نصیحت اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے۔ حضرت کے مکتوب کے چند فقرے یہ ہیں۔

"اے ابن حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمھیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہونچ گئے کہ رنگارنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمھارے لئے چن چن کر لائے جا رہے تھے اور بڑے بڑے پیالے تمھاری طرف بڑھائے جا رہے تھے۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کر لو گے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں اور دولتمند مدعو ہوں۔ جو لقمے چباتے ہو انھیں دیکھ لیا کرو اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس کے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ" (ترجمہ نہج البلاغہ جلد سوم مفتی جعفر حسین)

اشعث بن قیس نے آپ کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے کے لئے بہت عمدہ اور نفیس حلوا بنوایا اور آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا امیرالمومنین نے اُسے جو جواب دیا اُسے خود امیرالمومنین کی لفظوں میں سنئے۔

"اس سے عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص (اشعث بن قیس) رات کے وقت شہد میں) گندھا ہوا حلوا ایک سر بند برتن میں لئے ہوئے ہمارے گھر پر آیا جس سے مجھے ایسی نفرت تھی کہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ سانپ کے تھوک یا اس کی قے میں گوندھا گیا ہے میں نے اس سے کہا کہ کیا یہ کسی بات کا انعام ہے یا زکوٰۃ ہے یا صدقہ ہے کہ جو ہم اہل بیت پر حرام ہے تو اس نے کہا کہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ یہ تحفہ ہے تو میں نے کہا کہ پسر مردہ عورتیں تجھ پر روئیں کیا تو دین کی راہ سے مجھے فریب دینے کے لئے آیا ہے؟ کیا تو بہک گیا ہے؟ یا پاگل ہو گیا ہے؟ یا یوں ہی ہذیان بک رہا ہے؟ خدا کی قسم اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے دیئے جائیں کہ صرف اللہ کی اتنی معصیت کروں کہ میں چیونٹی سے جو کا ایک چھلکا چھین لوں تو کبھی بھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ دنیا تو میرے نزدیک اس پتی سے بھی زیادہ بے قدر ہے جو ٹڈی کے منھ میں ہو کہ جسے وہ چبا رہی ہو بھلا علی کو فنا ہونے والی نعمتوں اور مٹ جانے والی لذتوں سے کیا واسطہ؟ ہم عقل کے خواب غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی برائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اسی سے مدد کے خواستگار ہیں۔ (ترجمہ نہج البلاغہ جلد دوم مطبوعہ لاہور)

لیکن انھوں نے حق کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا جو کام کیا عدل و انصاف کے مطابق کیا اگر دنیا کے حکمران اور سیاسی لیڈر اہل بیت کے بنائے ہوئے راستہ پر چلیں اور اُن کی سیاست اپنا لیں تو انسانیت کبھی خطرات سے دوچار نہ ہو نہ وہ مصائب و آلام پیش آئیں جن میں آج تمام ممالک گرفتار ہیں آج جو انسانیت شرق و غرب میں مبتلائے مصیبت ہے وہ صرف اسی وجہ سے کہ حکام و لیڈران ہوا و ہوس کے بندے ہیں ان کے دلوں میں عوام کا دُکھ درد نہیں وہ دنیاوی عیش و آرام کے خوگر اور ذاتی اغراض میں سرتاسر غرق ہیں انھیں اپنے نفس کی بھلائی سے مطلب ہے عوام کی بھلائی سے سروکار نہیں۔

چھٹی فصل

معاویہ کے احسان مند ہونے سے گریز

امام حسنؑ کو یقین تھا کہ اگر میں معاویہ سے جنگ کرتا ہوں تو عراق کے بدو اور اوباش افراد آپ کو اسیر کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں گے اور زیادہ احتمال اس کا ہے کہ معاویہ قابو پانے کے بعد مجھے قتل نہ کریں بلکہ آزاد کر دیں پیغمبر نے مکہ پر فتحیاب ہونے کے بعد ابوسفیان اور بنی امیہ سے کہا تھا اذھبوا فانتم الطلقا جاؤ تم لوگ آزاد کردہ ہو بنی امیہ کی جانیں پیغمبر کی بخشی ہوئی تھیں ان کی زندگی پیغمبر کی دی ہوئی زندگی تھی آج معاویہ امام حسن کی جان بخشی کر کے یہ کلنک کا ٹیکہ اپنی پیشانی سے مٹا لیتے امام حسن اور تمام بنی ہاشم کی جانیں ان کی دی ہوئی جانیں ہوتیں اور یہ وہ احسان ہوتا جس سے بنی ہاشم قیامت تک سر نہیں اُٹھا سکتے تھے امام حسن اسی اندیشہ کا اظہار فرماتے ہوئے کہتے ہیں

خدا کی قسم اگر میں معاویہ سے جنگ کرتا تو یہ (اوباش اور بدو عرب) میری گردن پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیتے خدا کی قسم اگر میں صلح کر لوں اس طرح کہ میری عزت باقی رہے یہ مجھے کہیں زیادہ محبوب ہے اس سے کہ بحالت قید معاویہ مجھے قتل کر ڈالیں یا میری جان بخشی کر کے ممنون احسان بنائیں یہ آخری صورت بنی ہاشم کے واسطے قیامت تک کے لیے گالی ہو جائے گی معاویہ اور اُن کی اولاد ہمارے زندہ اور مردہ افراد پر

ساتویں فصل

مدائن کے واقعات

منجملہ ان اسباب کے جو امام حسن کے لئے صلح کے داعی ہوئے وہ ہولناک صدمات بھی ہیں جو آپ نے مدائن میں اُٹھائے ہم ان واقعات کو تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے

(۱) سر برآوردہ معززین و اشراف قبائل کی خباثت و غداری اور معاویہ سے سازباز

(۲) خوارج کی طرف سے آپ پر تکفیر کا فتویٰ۔

(۳) ناگہانی طور پر آپ کی جان لینے کی کوششیں۔

(۴) آپ کے مال و اسباب کی لوٹ۔

یہ تمام باتیں منجملہ ان اسباب کے تھیں جو صلح کی محرک ہوئیں انھیں باتوں نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ معاویہ سے صلح کر لیں اور لڑائی کا دروازہ نہ کھولیں۔

آٹھویں فصل

عصمت

بہت سے علمائے اعلام نے امام حسن کے صلح کی یہ توجیہ کی ہے کہ امام حسن معصوم تھے اور معصوم سے خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے معصوم وہی کرتا ہے جس میں تمام امت کی فلاح و بہبود ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان علمائے اعلام کے نام بھی ذکر کرتے چلیں جنھوں نے یہ توجیہ کی ہے۔

(۱) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "امام حسن کے متعلق یہ ثابت و طے شدہ ہے کہ آپ معصوم اور ظاہری اور قطعی دلائل و براہین کے ساتھ سید تھے لہذا آپ کے ہر فعل کو تسلیم کرنا لازمی ہے اگرچہ بعض افعال کی توجیہ تفصیلی طور پر ہمیں معلوم نہ ہو۔ بالظاہر وہ فعل ایسا ہو جسے نفوس نہ پسند کرتے ہوں"

(تنزیہ الانبیاء ص ۱۶۹)

میں امام حسن کی صلح کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی [illegible] اسباب بھی
لکھے ہیں جو ہم نے گذشتہ صفحات میں ذکر کئے۔ فرماتے ہیں۔

"لوگ امام حسن کو عیب لگاتے ہیں کہ آپ نے معاویہ سے صلح کر لی حالانکہ آپ نے اپنے نانا کی پیروی کی تھی حضرت سرور کائنات نے بھی کفار قریش سے صلح کر لی تھی۔ امام حسن کا عذر صلح کرنے میں بہت واضح عذر تھا۔ پھر جب امام حسین ان لوگوں کی نصرت کے سہارے اُن کی درخواست کو قبول کر کے اور خارج از دین یزید سے مصالحت ترک کر کے اُٹھے تو انھیں صلح امام حسن پر اعتراض کرنے والوں میں کچھ تو ایسے تھے جنھوں نے آپ کے قتل میں شرکت کی اور کچھ وہ تھے جنھوں نے آپ کی مدد سے گریز کیا تھا۔ ہم کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ یزید کے زمانہ میں ان لوگوں نے امام حسینؑ کی شہادت پر برہمی ظاہر کی ہو نہ ان لوگوں نے یزید کے خلاف خروج کیا نہ اسے حکومت سے معزول کیا۔ ہاں عبد اللہ بن زبیر کے معاملہ میں یہ بہت غصہ میں آئے باوجود ان کی گمراہی و ضلالت کے ان کی حمایت و نصرت کی۔ یہ اس بدترین متضاد روش نے ان لوگوں کو پوری طرح ذلیل و خوار کر دیا۔ ایسے لوگوں کا صراط مستقیم سے گمراہ ہو جانا کیا بعید ہے جبکہ وہ اتنی پستی میں گر چکے تھے۔ (کشف المحجہ ص۲۶)

جناب سید ابن طاؤس رحمہ نے امام حسن کے صلح کی پہلی وجہ آپ کا خطاء سے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور آپ کی صلح کا قیاس پیغمبر کی صلح پر کیا ہے جس طرح غزوہ حدیبیہ میں پیغمبر نے مشرکین سے مصالحت کر لی تھی اسی طرح امام حسن نے کی لہٰذا جس طرح پیغمبر کی صلح بلحاظ اپنے مصالح کے ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے اور کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں اُسی طرح معاویہ کے ساتھ امام حسن کی صلح بھی شک و شبہ سے پاک ہے اس میں بھی عامۃ المسلمین کے لئے بے شمار فوائد و منافع تھے۔ دوسری وجہ امام حسن کے ایسے گمراہوں سے سابقہ پڑنے اور اُن کی وجہ سے مبتلائے مصائب و آلام ہونے کو قرار دیا ہے جن کے نزدیک فضیلت کا کوئی وزن ہی نہ تھا نہ روحانیت کی کوئی قیمت تھی انھیں ناکارہ لوگوں کے ساتھ سابقہ پڑنے کی وجہ سے امام حسن مجبور ہو گئے کہ آپ معاویہ سے جنگ نہ کریں بلکہ صلح کر لیں عراق والے کتنی پستی میں گر چکے تھے اور وہ کس قدر شر و فساد میں غرق تھے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان لوگوں نے یزید ایسے بدکار کی جو شراب خوار تھا علانیہ فسق و فجور کرتا تھا پیروی قبول کی اس کی مدد و نصرت کی اور قتل حسین میں اس کا ہاتھ بٹایا جس سے بڑھ کر کوئی جرم صفحات تاریخ پر ڈھونڈھے سے نہ ملے گا کسی نے بھی یزید کے اس ہولناک جرم پر نہ حزن و اندوہ کا اظہار کیا نہ غیظ و غضب ظاہر کیا نہ اسے خلافت سے معزول کیا۔ ہم گذشتہ صفحات میں وہ اسباب تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں جو عمومی طور پر اہل عراق کے انحطاط اور پستی و دنائت کا باعث ہوئے۔

... ان کے دیگر اسباب ذکر کرتے وہاں
عصمت کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہم چند سطریں کتاب مذکور سے نقل کرتے ہیں

"شیعوں کے نزدیک یہ مسئلہ مسلم ہے کہ جب تک کوئی شخص معصوم اور منصوص نہو اسے امام اور جانشین رسول مانا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ امام صاحب اعجاز ہوتا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ امام کا علم وہبی ہوتا ہے۔ حسب تعلیم خدا و رسول علم ما کان وما یکون بھی امام کے دسترس سے باہر نہیں۔ اب یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اگر کوئی شخص امام حسن کی امامت کا بھی ادعا کرتا ہے اور پھر آپ کی صلح کو قابل اعتراض سمجھتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہے یا تو اس نے امام حسن کو امام ماننے میں غلطی کی یا امام کے فعل کو صرف معمولی ... کے آدمی کے فعل کے مثل سمجھا جو معصوم نہ ہونے کے سبب غلط کر سکتا ہے۔ یا امام کی عقل کو اپنی عقل سے کم جا... ب بات کو کھلم کھلا غلط سمجھ رہے ہیں معاذ اللہ امام کی سمجھ میں اتنی واضح اور سامنے کی بات بھی نہ آئی۔ اور اس طرح نہ صرف دامن حسن ہاتھ سے چھوٹتا ہے بلکہ رسول مقبول اور علی مرتضیٰ بھی ہاتھ سے جاتے ہیں جنھوں نے معاذ اللہ ایسا امام منصوص و منصوب کرایا۔ اور آگے چل کر سید الشہدا کا دامن بھی چھوٹتا ہے کہ انھوں نے ایسے امام کی اطاعت کی اور اُن کو امام مانا بلکہ چونکہ نص اور عصمت کی بنیاد اول خود خداوند عالم سے شروع ہوتی ہے انکار کا سلسلہ وہاں تک جا پہونچتا ہے کہ اس نے معاذ اللہ غلط انتخاب کیا اور ایسے شخص کو امام بنا دیا جو مصالح رعیت سے بے پرواہ، تن آسانی کا دلدادہ اور اپنی جان بچانے کا دالہ و شیدا تھا۔۔۔"

"سرور کائنات کے ساتھ (غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر) ڈیڑھ ہزار یا اس سے بھی کچھ اوپر اصحاب موجود تھے اور وہ جنھوں نے مرنے کی بیعت، جنگ سے منھ نہ موڑنے کا معاہدہ کیا تھا۔ مگر رسالت کی آنکھیں دور میں تھیں، لڑنے مرنے مارنے پر صلح کرنے کو، ترجیح دی گئی اور صلح بھی دب کر۔ اس حد تک کہ جو مسلمانوں میں پناہ لے وہ واپس کیا جائے جو کفار میں پھنس جائے وہ مسلمانوں کو واپس نہ ملے اولاً تو اس سال حج نہ کریں آئندہ آئیں بھی تو تین دن سے زیادہ نہ رہیں اور پھر رہیں بھی تو سلاح نہو ایک تلوار مستثنیٰ بھی ہو تو وہ بھی نیام سے باہر نہ رہے کیا امام حسن کی صلح کی کوئی شرط اتنی دبی ہوئی دکھائی جا سکتی ہے؟ اب دوسری طرف امام حسن کی حالت دیکھئے کچھ تو ایسے منافق تھے جو نہ صرف امام پر ظاہر تھا بلکہ لوگ ان کو کھلم کھلا پہچانتے تھے کچھ ایسے تھے جو نمایاں نہ تھے مگر امام بار بار اُن کی تنبیہ اس طرح فرماتے تھے کہ میرے پیشتر میرے پدر بزرگوار کے ساتھ جو مجھ سے بہتر تھے تم لوگوں نے جو سلوک کیا ہے وہ ظاہر ہے۔ اور اُن لوگوں کا تو ذکر بیکار ہی ہے جنھوں نے صرف اتنی سی چھوٹی آواز سُنی کہ قیس مارے گئے اور امام پر ٹوٹ پڑے اور

دانشمندی تو صلح ہی میں نظر آتی ہے پھر امام حسین کی طرح لڑ کر جان دینے کا مشورہ دیتے وقت ان بہتر جان نثاروں میں سے کسی ایک کی نظیر تو حسن کی فوج میں پیش کرد جنھیں حسینؑ نے مرنے سے قبل ہی یہ سند عطا فرما دی تھی فانی لا اعلم اصحابا اوفی من اصحابی پھر دونوں شہزادوں کے لئے ایک حکم کیا الضاف ہے؟ ادھر وفاداری منزلت عظمی ادھر غداری کی پستی و نتیجہ پھر امام حسن کے لئے اصل دین کو زندہ رکھنا اور اور اس امانت کو آگے آنے والوں تک پہونچانے کے لئے بجز صلح کیا چارہ ہو سکتا تھا۔"

نویں فصل

معاویہ کی بے نقابی

جب تک امام حسنؑ سے صلح نہ ہوئی تھی اور مملکت اسلامیہ کے بلا شرکت غیرے مطلق العنان فرمانروا نہ ہوئے تھے معاویہ ظاہری طور پر اسلامی احکام کے پابند رہے امام حسن نے چاہا کہ صلح کر کے اُن کے چہرے پر پڑی ہوئی نقاب چاک کر دیں تاکہ اُن کے اصلی خد و خال منظر عام پر آجائیں اور لوگوں کو اُن کی حقیقت حال معلوم ہو جائے وہ سمجھ لیں کہ اس نقاب کے پیچھے اسلام کے خیر خواہ کی صورت پنہاں ہے یا دشمن اسلام کی۔ آپ نے حکومت اُن کے حوالہ کر دی اور خود میدان سے ہٹ گئے تاکہ اُن کا باطن نمایاں ہو جائے اور اسلام و ایمان یا کفر و نفاق جو کچھ بھی دل میں چھپائے ہوئے ہیں وہ سب برظاہر ہو جائے صلح کے بعد معاویہ نے اپنے دل کے بھید پوری طرح ظاہر کر دیئے اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ وہ صحیح معنوں میں ابو سفیان کے نور نظر ہیں اور باپ جن مقاصد کے حصول میں ناکام رہا اور جن تمناؤں کو دل میں لئے قبر میں گیا یعنی اسلام کی شکست و ریخت اور اس کی تباہی و بربادی۔ وہی تمنائیں ان کے دل میں بھی مخفی رہیں اور انھیں مقاصد کی تکمیل ان کی زندگی کا نصب العین رہی اگر امام حسن کی صلح نہ ہوتی تو اُن کے دل کا بھید کبھی نہ ظاہر ہوتا ورنہ لوگوں کو اُن کی حقیقت حال معلوم ہوتی۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ابو سفیان اور اس کی بیوی ہندہ کی اسلام دشمنی کا سرسری تذکرہ بھی کر دیں۔ تبھی اس موروثی عداوت کی وضاحت ہو سکے گی جو ان دونوں کے چشم و چراغ نے میراث میں پائی تھی اُسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ہم پیغمبر کی وہ حدیثیں بھی ذکر کریں جو خصوصیت سے آپ نے معاویہ کے متعلق فرمائیں اور ان افعال و حرکات کا تذکرہ کریں جو صلح کے بعد ان سے سرزد ہوئے

(۱) جاہلیت میں معاویہ کا گھرانا معاویہ کا نانا عتبہ اس کا بھائی شیبہ یہ دونوں زمانہ جاہلیت

... ہاتھوں مارا گیا یہ بھی قریش کے
سرداروں میں سے تھا۔ قریش کے آٹھ زندیقوں سے ایک نام اس کا بھی ہے یہ ابوسفیان پیغمبر کے جانی دشمنوں کا سردار اور ان خون کے پیاسے مشرکین میں سے تھا جنھوں نے پیغمبر سے جنگ اور آپ کے دین اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے باہم ایکا کیا تھا دیگر مشرکین کے ساتھ اس نے بھی جناب ابوطالب سے نزاع کی تھی کہ آپ کیوں محمدؐ کی حمایت پر کمربستہ ہیں۔ دارالندوہ میں جب مشرکین قریش سرجوڑ کر بیٹھے تھے اور آنحضرتؐ کو ہلاک کرنے کی تدبیروں پر غور و خوض کیا گیا تھا اور بحث و مباحثہ کے بعد متفقہ تجویز منظور ہوئی تھی تو اس جلسہ کا روح رواں یہی تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۱۵ و ۳۱۸ جلد ۱ ص ۲۷۹-۲۷۶ جلد ۲ ص ۹۶-۹۲ وغیرہ) جب مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کرکے چلے گئے تو اُس نے بعض مسلمانوں کے گھروں پر زبردستی قبضہ کرلیا اور انھیں فروخت کر ڈالا ۲ھ ماہ رمضان میں تمام تر اسی کی کوششوں سے جنگ بدر ہوئی جس میں بنی عبدالشمس کے آٹھ افراد مقتول ہوئے انھیں میں حنظلہ ابوسفیان کا فرزند عتبہ معاویہ کا نانا۔ شیبہ اس کا بھائی ولید بن عتبہ معاویہ کا ماموں مقتول ہوا ۶ دوسرے افراد جو بنی عبدالشمس کے حلیف تھے مقتول ہوئے۔ سات افراد بنی عبدالشمس کے قید ہوئے جس میں ابوسفیان کا ایک فرزند عمرو بھی تھا (سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۳۵۵ و ۳۶۴) ابوسفیان نے اس کے غصہ میں قبیلہ انصار کے ایک بوڑھے شخص کو پکڑ کر قید کردیا جو عمرہ بجالانے کے ارادہ سے مکہ آیا تھا اس سے پہلے قریش سختی سے اس کے پابند تھے کہ اگر کوئی حج یا عمرہ بجالانے کے ارادہ سے مکہ آتا تو اس سے تعرض نہ کرتے۔ مسلمانوں نے اس کے بیٹے عمرو کو رہا کردیا ابوسفیان نے بھی اس بوڑھے کو چھوڑ دیا۔ سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۹۵

جنگ بدر کے بعد مکہ کی ریاست و حکومت پوری طرح ابوسفیان کے ہاتھ میں آگئی جنگ و صلح ہر موقع پر قریش کا سردار یہی تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک محمدؐ سے لڑ کر بدر کا بدلہ نہ لے لیں گے غسل جنابت تک نہ کریں گے۔ اس نے ہر ممکن طریقہ سے مشرکین کے دلوں میں پیغمبر کی عداوت پیدا کی مشرکین کو منع کردیا کہ اپنے مقتولین کا نہ مرثیہ کہیں نہ اُن کا تذکرہ کریں جن جن مشرکین کے اعزہ مقتول ہوئے انھیں اس کی تاکید کی کہ صبر و ضبط سے کام لو غرض یہ تھی کہ رو دھو کر اُن کا غم و غصہ فرو نہ ہو جائے بلکہ جذبہ انتقام کی آگ اُن کے دلوں میں بھڑکتی رہے، اس نے مشرکین سے کہا تھا فانتم اذا نحتم علیهم وبکیتموهم بالشعر اذهب ذالک غیظکم فابعدکم عن عداوۃ محمدؐ واصحابہ (واقدی مغازی رسول ص ۹۰-۹۳) جب تم ان پر نوحہ و ماتم کروگے تو تمھارا صدمہ زائل ہو جائے گا انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی محمدؐ اور اُن کے اصحاب کی دشمنی سے تم بیٹھ رہو گے مزید براں اگر محمدؐ اور ان کے اصحاب کو تمھارے رونے پیٹنے کی خبر ملے گی تو وہ خوش ہوں گے اور اُن کی خوشی ہمارے لیے بڑی مصیبت ہے۔

نکال کھڑے گیا تھا احد کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں مقام ابواء پڑا، جہاں حضرت سرور کائنات کی مادر گرامی جناب آمنہ کی قبر تھی۔ ابوسفیان نے مشرکین کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ مادر رسول کی قبر کھود کر اُن کی ہڈیاں نکال لی جائیں اگر محمدؐ نے تمہاری عورتوں کو گرفتار کر لیا تو یہی ہڈیاں نکال کر پیش کر دی جائیں گی کہ دیکھو یہ تمہاری ماں کی ہڈیاں ہیں اگر وہ اپنی ماں سے سچی محبت کرنے والے ہوں گے تو ان ہڈیوں کو لے کر ہماری عورتوں کو واپس کر دیں گے اور اگر وہ ہماری کسی عورت کو گرفتار نہ کر سکے تو ان ہڈیوں کے بدلہ میں مال کثیر اُن سے وصول کیا جا سکے گا ابوسفیان نے بہت چاہا کہ معززین قریش اس پر حامی بھریں مگر ان لوگوں نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا اس کا ذکر بھی نہ کرو (واقدی مغازی رسول ص۱۵۵ و ۱۶۰)

جنگ احد کے واقعات مشہور عالم ہیں ابوسفیان نے اس جنگ میں جو رول ادا کیا ہے اس کے تذکرہ کی حاجت نہیں مختصر یہ کہ وہ قریش کے تمام مشرکین کو محاذ جنگ پر کھینچ لایا تھا اور لشکر کی ترتیب اس انداز سے کی کہ مسلمانوں کو آسانی سے شکست دیدی جائے زمانۂ جاہلیت میں رایت لشکر بنی عبدالدار کے لئے مخصوص ہوا کرتا تھا وہی علمدار لشکر ہوتے اس نے میمنہ لشکر پر خالد بن ولید کو رکھا میسرہ پر عکرمہ ابن ابی جہل کو اور سواروں پر عمرو عاص کو مقرر کیا اور اور بنی عبدالدار سے کہا ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ علم لشکر کے اُٹھانے کے تمہیں لوگ سب سے زیادہ حقدار ہو مگر تم لوگ آج کے دن علم لشکر کی حفاظت کر سکو تو علم اُٹھاؤ ورنہ پھر ہمارے لئے چھوڑ دو بنی عبدالدار بگڑ گئے کہ واہ ہم اپنا علم دوسرے کو دیدیں یہ ہرگز نہ ہوگا۔ وہ نیزے تانے ہوئے آگے بڑھے اور علم کو انھوں نے اپنے حلقہ میں لے لیا۔ یہ چال اسی لئے چلی گئی تھی کہ بنی عبدالدار علم کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا دیں اور جب علم بلند رہے گا تو قریش کے دل مضبوط رہیں گے۔
ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی اپنے شوہر سے کم مشرکین کو برانگیختہ کرنے والی نہیں تھی اسی نے وحشی کو جناب حمزہ کے قتل پر اُبھارا تھا۔ یہ جب وحشی قاتل حمزہ کی طرف سے گذرتی یا وحشی اس کی طرف سے گذرتا تو کہتی ابودسمہ خود بھی شفا حاصل کرو اور مجھے بھی شفا پہونچاؤ۔

جنگ احد میں پیغمبر کے جو اصحاب شہید ہوئے ہند اور دیگر عورتوں نے مل کر ان کی ناک اور کان قطع کئے اور ہند نے اُن کے کنگن اور ہار بنا کر پہنے اور اپنے زیورات اتار کر وحشی کو دے دیئے جناب حمزہ کا شکم چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چاہا کہ چبا کر نگل جائے مگر وہ کلیجہ چبایا نہ جا سکا۔ پھر ایک اونچے پتھر پر چڑھ کر خوشی کے اشعار پڑھنے لگی۔ ایک شخص حلیس نامی ابوسفیان کی طرف سے گذرا دیکھا کہ وہ نیزہ کے دستہ سے جناب حمزہ کے منھ کو کچل رہا ہے اور کہتا جاتا ہے" نافرمانی کا مزہ چکھو" حلیس نے کہا کنانہ والو! دیکھو قریش کا سردار ہے اور اپنے ابن عم کے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے اور ابن عم بھی وہ جو مشغہ

جنگ احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان پکار کر یہ کہتا گیا اگلے سال پھر بدر میں ملاقات ہوگی پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب سے کہا کہ کہہ دو ہاں وہی ہماری تمہاری وعدہ گاہ ہے حسب وعدہ ماہ شعبان ۴ھ میں پیغمبر بدر کی طرف روانہ ہوئے ابوسفیان بھی اہل مکہ کو لیکر چلا پھر نہ جانے اس کے دل میں کیا آیا کہ راستہ سے واپس گیا اس نے قریش والوں سے کہا یہ جنگ خوشحالی کے دنوں ہی میں ٹھیک رہے گی اور یہ سال قحط کا ہے میں واپس ہو رہا ہوں تم بھی پلٹ چلو۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ ص ۲۲۹-۲۵۱-)

احد کی خونریز لڑائی کے بعد بھی ابوسفیان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا بلکہ نئی جنگ کی تیاریوں میں اس کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں خندق اور بعد کی لڑائیوں میں اس نے تمام مشرکین کو پیغمبر کے خلاف لا کھڑا کیا اور ظاہری طور پر اس وقت تک اسلام نہیں لایا جب تک اسے یہ یقین نہ ہو گیا کہ اب مسلمان بن کر ہی اسلام کو نقصان پہونچانا ممکن ہے۔ فتح کے بعد ابوسفیان نے اسلام قبول کیا مسلمانوں سے جان بچاتا پھرتا تھا کہیں پناہ نہ ملتی تھی حضرت عباس عم پیغمبر کی پناہ لی اور ان سے درخواست کی کہ مجھے پیغمبر کے پاس لے چلو جب عباس اُسے لیکر خدمت پیغمبر میں پہونچے تو آنحضرت نے فرمایا۔

"کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا کہ خداوند عالم وحدہٗ لاشریک ہے" ابوسفیان نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کتنے بڑے حلیم کتنے بڑے کریم اور صلۂ رحم کرنے والے ہیں خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اگر خدائے وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کوئی دوسرا معبود ہوتا تو وہ ضرور ہی ہماری مدد کرتا" پیغمبر نے فرمایا کیا اب بھی تمھیں یقین نہیں آیا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر نثار اس بات میں البتہ ذرا جی کو بے اطمینانی ہے۔ عباس نے کہا کمبخت مسلمان ہو جا کہیں گردن نہ تیری ماری جائے (تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۲۳۴)

حضرت سرور کائنات مکہ میں داخل ہونے کے بعد خانہ کعبہ کے پاس تشریف لائے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ نے تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد کہا۔ گروہ قریش! مجھ سے کس سلوک کی تمھیں توقع ہے سب نے کہا آپ سے بہتر ہی سلوک کی توقع ہے آپ شریف بھائی بھی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے بھی۔ آنحضرت نے فرمایا جاؤ تم لوگ آزاد کردہ ہو۔

یہ قول اگرچہ اس دن بنی اُمیہ کے لئے بہت بڑی رحمدلی اور فیاضی تھی لیکن بعد میں یہ لفظ بنی اُمیہ اور اُن کی اولاد کے لئے قیامت تک کے لئے گالی بن گیا وہ پیغمبر کے آزاد کردہ تھے دوسرے لوگ انھیں برابر اس کا طعنہ دیا کرتے۔

حضرت سرور کائنات خانہ کعبہ کا طواف بجا لائے

پیغمبر نے اس کے سینہ پہ ہاتھ مارا اور فرمایا اس صورت میں خدا تمھیں ذلیل و خوار ہی کرتا۔ ابوسفیان نے کہا میں خدا سے توبہ کرتا ہوں زبان سے جو بات نکل گئی خدا مجھے معاف کرے:

ایک اور مرتبہ ابوسفیان نے اپنے جی میں کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ محمدؐ کیسے غالب آ گئے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کی مدد سے تم پر غالب آئے۔ ابوسفیان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ (تہذیب ابن عساکر جلد ۶ ص۴۰۶ اصابہ جلد ۲ ص۱۷۲)

پیغمبر خدا بنی ہوازن سے جنگ کرنے کے لئے حنین کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ساتھ قریش کی ایک جماعت بھی تھی۔ شروع لڑائی میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اس پر ابوسفیان نے خوش ہو کر کہا یہ پسپائی سمندر کے ادھر تو رکتی نہیں۔ قریش کے دوسرے لوگوں نے کہا "جادو ٹوٹ گیا" (سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص۸۶ طبری جلد ۳ ص۱۲۸ کامل جلد ۲ ص۱۱۱)

ابوسفیان ہونے کو تو مسلمان ہو گیا مگر اس نے اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں جو اہم رول ادا کئے تھے اسے مسلمان کبھی بھولے نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ نہ اس کی طرف دیکھتے نہ اس کے پاس اُٹھتے بیٹھتے جیسا کہ صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۷۱ پر مذکور ہے۔ امام مسلم نے یہ بھی روایت کی ہے کہ ابوسفیان کچھ لوگوں کے ساتھ سلمان صہیب اور بلال کے پاس آیا ان لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا خدا کی قسم خدا کی تلواریں اس دشمن خدا کی گردن تک نہ پہونچیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا۔ آپ لوگ قریش کے سردار کے متعلق یہ فرما رہے ہیں حضرت ابوبکر نے آکر پیغمبر کو یہ خبر سنائی آنحضرت نے فرمایا تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا اگر تم نے ان لوگوں کو غضبناک کیا تو گویا تم نے خدا کو غضبناک کیا۔ حضرت ابوبکر ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا بھائیو! کیا میں نے آپ لوگوں کو غضبناک کر دیا ہے ان لوگوں نے کہا نہیں خدا آپ کو معاف کرے۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۷۳)

یہ تو کیفیت ابوسفیان کی زمانۂ پیغمبر میں تھی زمانۂ شیخین میں اس کی کیا حیثیت و منزلت رہی اس کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے جسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے ایک دن ابوسفیان کو سخت سست کہا ان کے باپ ابو قحافہ نے ٹوکا ابوبکر یہ بات تم ابوسفیان کے لئے کہہ رہے ہو حضرت ابوبکر نے کہا بابا جان خداوند عالم نے اسلام کے ذریعہ کچھ گھروں کو سربلند کیا اور کچھ کو پست میرا گھر بھی اُن گھروں میں تھا جو بلند کئے گئے اور ابوسفیان کا گھر ان گھروں میں تھا جو پست کئے گئے۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں مکہ آئے لوگوں نے شکایت کی کہ ابوسفیان نے گھر بنایا ہے راستہ میں پتھر ڈال دیئے ہیں جس کی وجہ سے بارش کا پانی ہم لوگوں کی طرف آجاتا ہے حضرت عمران کے ساتھ گئے اور وہ پتھر ابوسفیان کے کاندھوں پر رکھا اور کہا خدا کا شکر جس کی وجہ سے میں نے ادنی

ایک مرتبہ حضرت عمر مکہ کی گلیوں سے گذرے تو لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے مکانات کے سامنے کی زمین صاف کریں پھر جب دوبارہ گذر ہوا تو دیکھا کہ جوں کی توں ہے آپ نے ابوسفیان کے دونوں کانوں کے درمیان کوڑے سے مارا ہند نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا ذرا یہ دیکھو خدا کی قسم اگر کچھ دن پہلے تم مارے ہوتے تو مکہ کی وادی تھرا اُٹھتی حضرت عمر نے کہا سچ کہتی ہو لیکن خداوند عالم نے اسلام کے ذریعہ کچھ لوگوں کو سربلند کیا اور کچھ لوگوں کو پست۔ (تہذیب ابن عساکر جلد ۶ ص ۴۰۶-۴۰۷ حالات ابی سفیان)

اس طرح اسلام نے ابوسفیان کو ذلیل اور دوسروں کو عزت بخشی یہی وجہ تھی کہ ابوسفیان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے ہمیشہ غم و غصہ رہا اور اس کا اظہار زبان سے بھی ہوتا رہا۔ بہت سے مورخین نے عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جنگ یرموک میں میں اپنے باپ زبیر کے ساتھ تھا میں اس وقت کمسن تھا اس لئے جنگ میں شریک نہ تھا میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھے ہوئے ہیں جنگ میں شریک نہیں میں ان لوگوں کے پاس گیا دیکھا کہ اس مجمع میں ابوسفیان بھی ہے اور بزرگان قریش بھی ہیں جو فتح مکہ کے بعد مدینہ آرہے تھے۔ ان لوگوں نے مجھے کمسن سمجھ کر اپنی گفتگو میں احتیاط ضروری نہ سمجھی میں نے دیکھا کہ جب لڑائی میں مسلمان کمزور پڑتے تو ابوسفیان خوشی سے کہتا بنی الاصفر (روم والے) تمھارا کیا کہنا اور جب مسلمانوں کا پلہ بھاری پڑتا تو کہتا افسوس روم والے!! جب خداوند عالم نے روم والوں کو شکست اور مسلمانوں کو فتح عنایت کی تو میں نے یہ واقعہ اپنے باپ زبیر سے بیان کیا وہ ہنسنے لگے اور کہا خدا ان لوگوں کو ہلاک کرے اُن کے دل سے کینہ کبھی جائے گا نہیں ہم یقیناً اُن کے لئے روم والوں سے بہتر ہیں (طبری جلد ۴ ص ۱۳۷ تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۵۹ اصابہ جلد ۲ ص ۱۷۲ حالات ابی سفیان ص ۴۲۶ تہذیب ابن عساکر وغیرہ) عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ جنگ کے خاتمہ پر میرے باپ زبیر میرا ہاتھ پکڑ کر اصحاب رسول اللہ کے پاس لئے پھرے اور کہتے کہ ان سے بھی بیان کردیں اُن لوگوں سے بیان کرتا اور وہ لوگ اس کے نفاق پر حیرت و تعجب ظاہر کرتے (اغانی جلد ۶ ص ۳۵۴-۳۵۵ استیعاب ص ۶۸۹ اسد الغابہ جلد ۵ ص ۲۱۶ وغیرہ)

حضرت عثمان جب خلیفہ ہوئے تو یہ ابوسفیان ان کے پاس آیا اور کہا اے بنی امیہ یہ خلافت قبیلہ تیم (ابوبکر) و عدی (حضرت عمر) سے ہوتی ہوئی اب تمھارے پاس پہنچی ہے تم اس سے یوں کھیلو جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں خدا کی قسم نہ کہیں جنت ہے نہ کہیں جہنم حضرت عثمان چیخے کہ نکل جاؤ ہمارے پاس سے خدا تمہارا ناس کرے۔ (استیعاب ص ۶۹۰ اغانی جلد ۶ ص ۳۵۵-۳۵۶)

دوسری روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا۔ بنی امیہ اس خلافت سے گیند کی طرح کھیلو قسم کھا کر

اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ابوسفیان حضرت حمزہ کی قبر پر پہونچا اور قبر کو پیر سے ٹھوکر لگا کر بولا ابو عمارہ (جناب حمزہ کی کنیت) یہ حکومت جس کے لئے ہم تم لڑے تھے آج ہمارے چھوکروں کے ہاتھ میں ہے وہ اس سے خوب کھیل رہے ہیں۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صفحہ ۵۱ مطبوعہ مصر)

حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ابوسفیان نے اپنی تمام مرادیں پائیں اور انھیں کے عہد میں اٹھی سے کچھ اوپر یا نوے برس کی عمر میں انتقال کیا۔

معاویہ معاویہ بھی پیغمبر اور مسلمانوں کی عداوت اور اُن سے جنگ کرنے میں اپنے باپ ابوسفیان سے کم نہیں تھے۔ جب ابوسفیان نے بادل ناخواستہ اسلام قبول کیا تو انھوں نے اپنے باپ کو خطاب کر کے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے صخر (ابوسفیان کا نام) بدر کے واقعہ کے بعد جس میں ہمارے بہت سے اعزہ ہلاک ہوے اسلام لا کر ہم لوگوں کو رسوا نہ کرو۔ جنگ بدر میں میرا ماموں نانا نانا کا بھائی اور بھائی حنظلہ موت سے ہم کنار ہو کر ہماری آنکھوں کی نیند اڑا چکے ہیں مرجانا کہیں بہتر ہے بہ نسبت دشمنوں کے اس طعنہ کے کہ فرزند حرب خوفزدہ ہو کر عزی سے برگشتہ ہوگیا۔

(شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۱۵ جمہرۃ الخطب جلد ۲ صفحہ ۱۲)

یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوے پیغمبر نے تالیف قلب کے لئے جہاں دیگر مولفۃ القلوب کو اپنی بخشش و عطایا سے سرفراز کیا وہاں انھیں بھی۔ جنگ حنین کے مال غنیمت سے سو اونٹ انھیں بھی دیئے پھر ان کی اور عزت بڑھائی اور کتابت[1] کا کام لینے لگے۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے عبد اللہ بن عباس کو بھیجا کہ جا کر معاویہ کو بلا لاؤ ابن عباس نے کہا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں پیغمبر نے دوبارہ بھیجا اس مرتبہ بھی وہ کھانے میں

---

[1] فتح مکہ کے سال ابوسفیان کی منت سماجت اور عباس عم پیغمبر کی سفارش پر پیغمبر خدا نے معاویہ سے کچھ خطوط وغیرہ لکھنے کا کام لیا اور انھوں نے شاید ہی دو چار مہینے خطوط لکھے ہوں۔ لیکن جب امیر المومنین کی شہادت کے بعد مملکت اسلامیہ کے بلا شرکت غیرے مالک بن بیٹھے تو ان کے وظیفہ خواروں اور خریدے ہوئے لوگوں نے آسمان پر انھیں چڑھا دیا اور کاتبان وحی میں قرار دینے لگے اتنا پروپاگنڈا کیا گیا کہ اور تمام کاتبان رسول پردے میں چھپ گئے ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا نے فقط بس ایک معاویہ تھے جن کا چرچا ہر زبان پر تھا یہی کاتب خطوط و فرامین تھے یہی کاتب وحی تھے اور یہی ہر وقت پیغمبر کی خدمت میں کتابت کی خدمت انجام دینے کے لئے موجود رہتے کہ نہ معلوم پیغمبر کو کس وقت کیا لکھوانے کی ضرورت پیش آجائے۔ علامہ ابن عبد ربہ نے عقد فرید میں جلد ۲ صفحہ ۵ پر صراحت کر دی ہے کہ کاتب وحی صرف دو شخص تھے علی ابن ابیطالب اور عثمان

[illegible] پیغمبر نے بد دعا دی خدا اس کا
پیٹ نہ بھرے (صحیح مسلم جلد ۸ ص۲۷ شرح نہج البلاغہ جلد ا ص۳۶۵)

علامہ بلاذری اپنی کتاب انساب الاشراف جلد ا ص۵۳۲ میں یہ واقعہ لکھنے کے بعد بطور تتمہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ معاویہ کہا کرتے کہ مجھے پیغمبر کی بد دعا لگ گئی وہ ہر دن کئی کئی مرتبہ غیر معمولی مقدار میں کھانا کھاتے۔

اس زمانہ میں ان کی حیثیت کیا تھی اس کے متعلق روایت میں ہے کہ ایک مہاجر خاتون نے پیغمبر سے مشورہ لیا کہ مجھے تین شخصوں نے شادی کا پیغام دیا ہے ایک معاویہ دوسرے کوئی اور دو شخص پیغمبر نے فرمایا معاویہ فقیر ہیں ان کے پاس مال نہیں (صحیح مسلم جلد ۴ ص۱۹۵ کتاب الطلاق باب المطلقہ ثلاثا سنن ابی داؤد کتاب النکاح ص۳۰۷-۳۰۸ مسند طیالسی ص۲۲۸ حدیث ۱۶۴۵ سنن ابن ماجہ کتاب النکاح حدیث ۱۸۶۹)

ایک مرتبہ پیغمبر خدا سفر کے لئے نکلے دو شخصوں کو گاتے سنا ایک آواز بلند کرتا تھا دوسرا جواب دیتا تھا دونوں مل کر یہ شعر گا رہے تھے۔

ہمارے دوست کی ہڈیاں ابھی تک برہنہ ہیں۔ لڑائی موقع ہی نہیں دیتی کہ اس کا کفن دفن ہو۔

پیغمبر نے فرمایا دیکھو تو یہ دونوں کون ہیں! لوگوں نے بتایا کہ معاویہ اور عمرو عاص ہیں۔ پیغمبر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر بد دعا فرمائی خداوندا ان دونوں کو فتنہ میں منہ کے بھل گرا اور جہنم میں بری طرح ڈھکیل۔ (کتاب الصفین نصر بن مزاحم ص۲۴۶ نصائح کافیہ ص۹ مسند کبیر طبرانی وغیرہ)

دوسری حدیث میں ہے کہ پیغمبر خدا نے غزوہ تبوک میں ان دونوں کو دیکھا کہ باتیں کرتے چلے جا رہے ہیں۔ آنحضرت نے اپنے اصحاب سے کہا جب تم لوگ ان دونوں کو اکٹھا دیکھنا تو الگ الگ کر دینا کیونکہ ان دونوں کا اجتماع کبھی بھی خیر پر نہ ہوگا۔

عقد فرید میں ہے کہ معاویہ نے صحابی پیغمبر عبادہ بن صامت کو بلا بھیجا تاکہ علی سے لڑنے میں ان سے مدد کا طالب ہو جب وہ آئے تو معاویہ اور عمرو عاص دونوں کے بیچ میں بیٹھ رہے اور یہ حدیث بیان کی (عقد فرید جلد ۴ ص۳۴۵)

ایک اور روایت میں ہے کہ پیغمبر نے ان دونوں کو اکٹھا پایا تو گھور کر دیکھا پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی اکٹھا پا کر گھور گھور کر دیکھا تیسرے دن آپ نے فرمایا،

جب تم لوگ معاویہ اور عمرو عاص کو اکٹھا دیکھو تو ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دو

سے کھینچ رہے ہیں آنحضرت نے فرمایا خداوندا راکب قائد سائق تینوں پر لعنت فرما۔ (تاریخ طبری جلد ۱۱ ص۳۵۷ کتاب الصفین نصر بن مزاحم ص۲۴۷ وغیرہ)

ایک اور مرتبہ پیغمبر نے فرمایا معاویہ اسلام کے علاوہ دوسرے دین پر مریں گے (وقعۃ الصفین نصر بن مزاحم ص۲۴۷ وغیرہ)

برا ابن عازب ناقل ہیں کہ ابو سفیان آتا ہوا نظر پڑا اس کے ساتھ معاویہ بھی تھے پیغمبر نے دیکھ کر فرمایا اللھم العن التابع والمتبوع اللّٰھم علیك بالاقیعس خداوندا تابع و متبوع دونوں پر لعنت فرما خداوندا اقیعس سے سمجھ (اقیعس جس کا سینہ نکلا ہو پیٹھ دھنسی) ہو۔

برا کے فرزند نے برا سے پوچھا یہ اقیعس کون کہا کہ معاویہ وقعۃ الصفین نصر بن مزاحم)

اسی قسم کی بے شمار حدیثیں پیغمبر کی معاویہ اور اُن کے گھرانے کے متعلق ہیں جن سے پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں اُن کی کیا منزلت تھی۔ آنحضرت کی دوربین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ معاویہ مملکت اسلامیہ کے حاکم بن بیٹھیں گے آپ نے مسلمانوں کو اس سے خبردار کیا اور فرمایا

جب تم لوگ معاویہ کو میرے منبر پر خطبہ پڑھتے دیکھنا تو اس کی گردن مار دینا (وقعۃ الصفین ...)

حسن بصری جب اس حدیث کو بیان کیا کرتے تو حسرت و افسوس سے کہتے فما فعلوا ولا افلحوا مسلمانوں نے نہ ایسا کیا نہ وہ رستگار ہوئے۔

پیغمبر اسلام کے بعد جب عنان حکومت حضرت ابوبکر کے ہاتھوں میں آئی تو انھوں نے ۱۳ھ میں یزید ابن ابی سفیان کو سردار فوج مقرر کر کے روانہ کیا معاویہ بھی اس فوج میں شامل تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں جب یزید ۱۸ھ میں طاعون میں مبتلا ہو کر مرنے لگا تو اس نے دمشق کی حکومت اور اپنے لشکر کی سرداری پر اپنے بھائی معاویہ کو قائم مقام مقرر کیا حضرت عمر نے بھی انھیں برقرار رکھا (طبری جلد ۴ ص۲۰۲)

اسی دن سے معاویہ اور بنی اُمیہ کا ستارہ اقبال بلند ہونے لگا۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مصالح کے بنا پر معاویہ کو کافی ڈھیل دی اُن کا یہ دستور تھا کہ اپنے عاملوں سے ہر سال بہت سختی سے حساب لیتے اگر مال خراج و زکوٰۃ میں ذرہ برابر بھی ہیر پھیر معلوم ہوتا تو نہ صرف اس عامل کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیتے بلکہ معزول کر کے اسے سخت سے سخت سزائیں بھی دیتے مگر معاویہ پر آپ نے کبھی سختی نہیں برتی کسی نے اگر توجہ بھی دلائی تو یہ عذر کیا کہ وہ تو عرب کے کسریٰ ہیں۔ حضرت عمر کی اسی چشم پوشی

عمر مرتے وقت جب خلافت کے مسئلہ کو شوریٰ کے حوالہ کر گئے تو اس شوریٰ نے بنی امیہ کو نئی زندگی دیدی اور بنی ہاشم کا خاتمہ کر دیا۔ یہ تجویز ہی ایسی تھی کہ خلافت علی تک پہونچنے نہ پائے اور حضرت عثمان خلیفہ ہو جائیں ہوا بھی ایسا ہی حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے۔ خلیفہ ہونے کے بعد انھوں نے اپنے خاندان کو مضبوط اور قوی بنانے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں حالانکہ اسلام نے اس خاندان کو ذلیل و خوار کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ حضرت عثمان نے حکم اور اس کی اولاد کو مدینہ واپس بلا لیا جسے پیغمبر نے مدینہ سے نکال باہر کیا تھا اور حضرات شیخین حضرت ابوبکر و عمر نے بھی اسے جلاوطن رکھا تھا حضرت عثمان نے حکم اور دیگر بنی امیہ پر انعام و اکرام کی بارشیں شروع کر دیں بڑی بڑی رقمیں جس کے سارے مسلمان مستحق تھے اُن کے حوالہ کر دیں۔ مسلمانوں کی ساری دولت تنہا بنی اُمیہ کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی جس طرح سارے عہدے اور مناصب حضرت عثمان کے مسند نشین خلافت ہونے کے دن سے انھیں میں منحصر ہو کے رہ گئے تھے۔ اسی وقت سے بنی اُمیہ نے پیر پھیلانے شروع کئے حکومت کے تمام اختیارات پر قابض ہو گئے۔ حضرت عثمان کی حکومت میں سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے معاویہ تھے پہلے دمشق و مضافات دمشق ہی پر اُن کی حکومت تھی حضرت عثمان نے پورا شام کا علاقہ اُن کی تحویل میں دے دیا وہ اس علاقہ میں یوں حکومت کرنے لگے جس طرح ایک مطلق العنان فرماں روا حکومت کرتا ہے انھوں نے اتنے ہی پر بس نہ کی بلکہ اب وہ پوری مملکت اسلامیہ کی حکومت کو خاندانی میراث بنانے کی سوچنے لگے حضرت عثمان کی ہلاکت نے انھیں اس کا بہانہ بھی فراہم کر دیا انھوں نے ان کی مظلومی اور ناحق قتل کئے جانے کے ڈھنڈورے پیٹے اور انتقام خون عثمان کے نام پر امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے بغاوت کی یہ الزام رکھ کر کہ انھوں نے قاتلین عثمان کو پناہ دے رکھی ہے لڑائی لڑی۔ صورت حال ایسی ہوئی کہ جنگ کا نتیجہ اُن کے حق میں مفید رہا وہ کامیاب رہے اور امیر المومنین اور اُن کے بعد امام حسن ناکام، جب وہ بلا شرکت غیرے مملکت اسلامیہ کے حکمران ہو گئے تو اس وقت کھل کھیلے اور اپنی پوری توانائی اور صلاحیتوں سے کام لے کر اگلی جاہلیت کو واپس لانے اسلام کو ختم اس کی بنیادوں کو منہدم اور اس کے صریحی احکام کو مٹانے کی کاروائیاں شروع کر دیں اگر صلح نہ ہوتی تو وہ اُسی طرح اسلام کی نقاب اوڑھے رہتے اور دلی مقاصد کو بروئے کار لانے کا موقع ہی نہ ملتا۔ صلح اور امام حسن کے بیچ سے ہٹ جانے کے بعد میدان خالی تھا مملکت اسلامیہ پر بلا شرکت غیرے ان کی حکومت تھی اب دلی تمناؤں کو ظاہر کرنے میں جھجک کیوں پیدا ہوتی اسلام کو شکست و ریخت کرنے پر انھیں خوف کس کا ہوتا۔ امام حسن کا صلح کر لینے سے یہی مقصد تھا کہ معاویہ کے چہرے

یہاں پیش کر رہے ہیں

۱۔ پیغمبر کی عداوت

معاویہ پیغمبرؐ اور ذریت پیغمبر کی عداوت ہمیشہ دل میں چھپائے رہے اپنی تمام صلاحیتوں سے کام لے کر ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اسلام نیست و نابود ہو جائے اور دنیا میں ایک متنفس بھی پیغمبر کا نام لینے والا زندہ نہ رہے دل کی بات کسی نہ کسی وقت زبان پر آہی جاتی ہے معاویہ کی یہ مخفی تمنا بھی ایک دن زبان پر آکر رہی مغیرہ بن شعبہ کا فرزند مطرف بیان کرتا ہے۔ میں اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ معاویہ کے یہاں گیا میرے باپ روزانہ اُن کے پاس جاتے پھر آکر معاویہ کی بڑی تعریف کرتے ایک رات جب وہ واپس آئے تو بہت مغموم تھے انھوں نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ میں نے پوچھا۔ آج آپ افسردہ کیوں ہیں۔ انھوں نے کہا بیٹا آج میں خبیث ترین مردم کے پاس سے آرہا ہوں میں نے پوچھا ہوا کیا۔ مغیرہ نے کہا۔ میں نے معاویہ سے تنہائی میں کہا آپ کی جو تمنائیں تھیں وہ پوری ہوئیں اب اگر آپ عدل و انصاف سے کام لینے اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتے تو کیا اچھا ہوتا؟ اب آپ سن رسیدہ بھی ہو چکے ہیں، آپ اپنے خاندانی رشتہ دار بنی ہاشم کا خیال کیجئے اُن کے ساتھ صلۂ رحم سے پیش آئیے اب تو اُن سے ڈرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔

معاویہ نے کہا کبھی نہیں! کبھی نہیں! قبیلہ تیم والے (یعنی ابو بکر) خلیفہ ہوئے وہ جب مرے تو ان کا ذکر بھی مر گیا۔ اب لوگ انھیں خالی ابو بکر کہکر پکارتے ہیں۔ پھر عمر خلیفہ ہوئے انھوں نے انتہائی مستعدی سے دس برس حکومت کی، اُن کے مرنے کے بعد اُن کا ذکر بھی مردہ ہو گیا اب لوگ انھیں عمر کہکر یاد کرتے ہیں، پھر ہمارے بھائی عثمان خلیفہ ہوئے اُن کے ایسا شریف النسب کوئی نہ تھا نہ ابو بکر نہ عمر انھوں نے عدل و داد سے حکومت کی مگر جب مرے تو اُن کا ذکر بھی مر گیا مگر یہ **بنی ہاشم والا** (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ) ان کا نام پانچ مرتبہ دن رات میں پکارا جاتا ہے اشھد ان محمد رسول اللہ اب ان کے نام کے آگے کون سا عمل باقی رہ سکتا ہے سوا اس کے کہ ہم اسی کو خاک میں ملا دیں (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۳۵۷)

معاویہ کے یہ فقرے جو گفتگو کے دوران بے اختیاری میں زبان سے نکل گئے تھے صریحی ثبوت ہیں کہ دین کا ان کے دل میں گذر تک نہ ہوا تھا وہ رسول اللہ کے دشمن تھے اذان میں آپ کا نام لیا جانا انتہائی شاق گذرتا تھا پیغمبرؐ اور ذریت پیغمبر کی عداوت و دشمنی ہی کی وجہ سے معاویہ نے اپنی حکومت کے زمانہ میں ۴۰ جمعوں تک نہ پیغمبر کا نام لیا نہ آپ پر درود بھیجا لوگوں نے اس کے متعلق پوچھا تو کہا۔

میں صرف اس وجہ سے آپ کا نام نہیں لیتا کہ اس سے کچھ لوگوں کی ناک اونچی ہوتی ہے

معاویہ نے اسلامی حدود کی پروانہ کی نہ اس کے نفاذ کی کوشش کی ایسے مجرموں کو معاف کردیا جن کا جرم ثابت اور جن پر حد جاری کرنا واجب تھا۔ ان کے پاس کچھ چور پکڑ کر لائے گئے انھوں نے سب کے ہاتھ کاٹ ڈالے ایک شخص بچ رہا اس نے چند اشعار پڑھے جن میں رحم کی درخواست تھی۔ معاویہ پر ان اشعار کا کافی اثر ہوا۔ پوچھا اور سب کے تو میں نے ہاتھ کاٹ ڈالے تمھیں کیسے چھوڑ دوں؟ اس کی ماں نے کہا حضور اسے بھی اپنے انھیں گناہوں میں محسوب کیجئے جن سے آپ کو توبہ کرنی ہے۔ معاویہ نے اُسے آزاد کر دیا اسلام میں یہ پہلی حد تھی جس کا نفاذ نہ کیا گیا۔ (بدایہ ونہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۶)

۳۔ سود خواری

اسلام نے سود خواری سے سختی سے روکا ہے اور اسے گناہان کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ سود لینے والے اور سود دینے والے واسطہ اور گواہ سب پر لعنت کی گئی ہے۔ معاویہ نے اس کی مخالفت کی بھی کوئی پروانہ کی۔ عطاء بن یسار نے بیان کیا کہ انھوں نے سونے کا ایک برتن اس کے وزن سے زیادہ پر بیچا۔ صحابی پیغمبرؐ ابو درداء نے کہا کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ برابر برابر پر فروخت کرنا چاہیئے۔ معاویہ نے پیغمبر کی ممانعت کو کوئی اہمیت نہ دی اور کہا میں تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ ابو درداء نے کہا میں تو رسول اللہ کا حکم بیان کر رہا ہوں اور تم اپنی رائے بتاتے ہو جس شہر میں تم رہو گے وہاں اب میں نہ رہوں گا۔ (موطا جلد ۲ صفحہ ۵۹ سنن نسائی۔ جلد ۷ صفحہ ۲۷۹ سنن بیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۸۰) امام مسلم نے ابو الاشعث کے واسطے سے روایت کی ہے ابو الاشعث کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے ایک جنگ میں شرکت کی معاویہ سردار لشکر تھے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا منجملہ اس کے ایک چاندی کا برتن تھا۔ معاویہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اسے فروخت کر دو۔ ہر شخص اس کے خریدنے کے لئے بیچین تھا عبادہ بن صامت کو خبر ملی انھوں نے کہا میں نے رسالتمآبؐ کو سنا ہے آپ نے سونے کو سونے سے چاندی کو چاندی سے گیہوں کو گیہوں سے جو کو جو سے تمر کو تمر سے نمک کو نمک سے بیچنے سے منع کیا ہے مگر یہ کہ برابر برابر پر بیچا جائے جس نے زیادتی کی اس نے سود لیا اس پر تمام مجمع نے جو کچھ لیا تھا

ملہ ان کے نام میں اختلاف ہے کسی نے عامر ذکر کیا ہے کسی نے عویمر۔ اسی طرح ان کے باپ کے نام میں بھی اختلاف ہے کسی نے عامر کسی نے مالک کسی نے عبد اللہ کہا ہے قبیلہ خزرج سے تھے۔ یہ جنگ بدر میں مسلمان ہوئے۔ جنگ احد میں پیغمبرؐ کے ہمرکاب تھے اور بڑی پامردی و ثابت قدمی سے لڑے رسول اللہ نے ان کے متعلق فرمایا عویمر بڑا اچھا شہسوار ہے نیز پیغمبرؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے "ابو درداء میری امت کے حکیم ہیں" یہ پہلے تجارت کرتے تھے مسلمان ہونے کے بعد تجارت چھوڑ دی۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں معاویہ نے انھیں دمشق کا قاضی مقرر کیا حضرت عثمان کے عہد خلافت

واپس کر دیا۔ معاویہ کو یہ خبر ملی تو کہا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ پیغمبر کی طرف سے ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو ہم نے نہیں سنیں حالانکہ ہم بھی صحبت رسول میں رہ چکے ہیں عبادہ اٹھ کھڑے ہوئے انھوں نے پورا واقعہ پھر سے بیان کیا اور کہا ہم ہر حال میں پیغمبرؐ کی حدیثیں بیان کریں گے چاہے معاویہ کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

(صحیح مسلم جلد ۵ ص۴۳ سنن بیہقی جلد ۵ ص۲۷ تفسیر قرطبی جلد ۳ ص۳۴۹)

۴- نماز عیدین میں اذان

شریعت اسلامیہ نے صرف نماز پنجگانہ میں اذان و اقامت کی تاکید کی ہے نماز پنجگانہ کے علاوہ یا مستحبی نمازوں میں یا واجبی نمازوں میں جیسے نماز عیدین و آیات وغیرہ اس میں شریعت کا حکم ہے کہ اذان و اقامت نہ کہی جائے چنانچہ پیغمبر خدا کی حدیث ہے "عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت" (کشف الغمۃ للشعرانی جلد ۱ ص۱۲۳) رسالتمآبؐ کے بعد خلفاء کا بھی اسی پر عمل رہا لیکن معاویہ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور انھوں نے نماز عیدین میں اذان و اقامت کی ایجاد کی اور علانیہ ارشاد پیغمبرؐ کی دھجیاں اڑائیں۔

علامہ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں

"اس میں اختلاف ہے کہ کس نے نماز عیدین میں اذان و اقامت کی ایجاد کی۔ ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ معاویہ اس کے موجد ہیں امام شافعی نے بھی زہری کے واسطہ سے انھیں کو اس کا موجد قرار دیا ہے (فتح الباری جلد ۲ ص۳۶۲)

۵- نماز عیدین سے پہلے خطبہ

شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ نماز عیدین میں نماز سے فارغ ہو کر امام خطبہ پڑھے خود پیغمبر خدا نے پہلے نماز عید فطر پڑھی اور اس سے فارغ ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا آپ کے بعد خلفاء کا بھی یہی طرز عمل رہا (سنن ابی داؤد جلد ۱ ص۱۷۸ وغیرہ) معاویہ نے اس حکم شریعت کی بھی پرواہ نہ کی وہ نماز سے پہلے خطبہ پڑھنے لگے ان کے بعد بنی امیہ کے سارے سلاطین نے انھیں کی پیروی کی (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص۴۷)

۶- حالت احرام میں خوشبو کا استعمال

حج کے موقع پر احرام باندھے ہوئے شخص کے لئے واجب ہے کہ جب تک بحالت احرام ہے خوشبو نہ استعمال کرے ہاں احرام کھولنے کے بعد خوشبو لگا سکتا ہے معاویہ نے شریعت کے اس حکم کی بھی خلاف ورزی کی اور حالت احرام میں خوشبو لگائی یا تو محض شریعت اسلامیہ کی ضد میں یا احکام اسلامی کی جہالت کی بنا پر (النصائح ص۱۰۰ وغیرہ)

۷- سونے چاندی کے برتن کا استعمال

میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا (نصائح ص ...)

۸- ریشمی لباس کا استعمال

مردوں کو ریشم پہننا حرام ہے سوا حالت حرب کے، معاویہ نے اس حکم شریعت کی بھی مخالفت کی وہ امن وامان کے زمانہ میں ریشم پہنتے تھے (نصائح کافیہ ص۱۰۱)

امام ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ مقدام بن معد یکرب اور عمرو بن اسود اسدی معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے مقدام سے کہا تمھیں معلوم نہیں حسن بن علی انتقال کر گئے مقدام نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اس پر ایک شخص نے کہا (امام احمد کی روایت میں ہے کہ خود معاویہ نے کہا) کیا تم اسے مصیبت سمجھتے ہو؟ مقدام نے کہا میں کیوں نہ مصیبت سمجھوں۔ پیغمبر نے انھیں گود میں لیکر کہا تھا یہ حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے، اس پر اسدی شخص نے کہا ایک چنگاری تھی جسے خدا نے بجھا دیا مقدام نے کہا معاویہ آج میں اس وقت نہ ٹلوں گا جب تک تمھیں غضبناک نہ کرلوں اور ایسی باتیں نہ سناؤں جو تمھیں ناگوار گذریں پھر کہا معاویہ اگر میں سچ بولوں تو تم میری تصدیق کرنا اور اگر جھوٹ بولوں تو مجھے جھٹلا دینا معاویہ نے کہا کہو

مقدام۔ تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ نے ریشم پہننے کو منع کیا ہے؟

معاویہ۔ ہاں۔

مقدام۔ تم نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ نے سونا پہننے کو منع کیا؟

معاویہ۔ ہاں۔

مقدام۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ پیغمبر نے درندوں کی کھال پہننے اور درندوں پر سواری کرنے سے منع کیا؟

معاویہ۔ ہاں۔

مقدام۔ تو خدا کی قسم میں نے یہ سب باتیں تمھارے گھر میں دیکھیں۔

معاویہ۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم سے میری جان نہ بچ سکے گی۔

(مسند احمد جلد ۴ ص۱۳۲ سنن ابی داؤد جلد ۲ ص۱۸۶)

۹- غصب اموال مسلمین

اسلام نے ناجائز طور پر مسلمانوں کا مال لینا حرام قرار دیا ہے معاویہ نے اس کی پابندی نہ کی مسلمانوں کی مال اور جائدادیں بغیر ان کا بدل ادا کئے اپنے لئے خاص کر لیں (تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص۲۰۵)

۱۰- دین وعقائد کی خریداری

[illegible]

کے لئے وہ واقعہ کافی ہوگا کہ ایک مرتبہ احنف بن قیس۔ جاریہ بن قدامہ۔ جون بن قتادہ اور حتات بن یزید معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ دیئے حتات کو صرف ستر ہزار دیا واپسی میں راستہ میں باتیں ہونے لگیں ہر ایک نے کہا کہ معاویہ نے مجھے اتنا دیا ہے حتات کو جب معلوم ہوا کہ مجھے ان تینوں کے مقابلہ میں کم ملا ہے تو آگ بگولا ہو کر معاویہ کے پاس پہونچے معاویہ نے پوچھا

"کہو کیسے واپسی ہوئی؟

حتات۔ آپ نے قبیلہ تمیم میں مجھے ذلیل کر دیا میں شریف خاندان کا ہوں۔ سن بھی میرا زیادہ ہے۔ لوگوں کا سردار بھی ہوں۔

معاویہ۔ یہ تو ٹھیک ہے

حتات۔ پھر آپ نے میرے ساتھ خست کیوں برتی ان لوگوں کو تو زیادہ دیا جو آپ کے مخالف تھے اور مجھے کم دیا حالانکہ میں ہمیشہ آپ کا طرفدار رہا۔

معاویہ۔ میں نے ان لوگوں سے ان کا دین خرید لیا ہے اور تمھیں تمھارے دین پر باقی چھوڑ دیا۔

حتات۔ تو مجھ سے بھی میرا دین خرید لیجئے۔

معاویہ نے حکم دیا کہ انھیں بھی ایک لاکھ پورے کر دیئے جائیں (تاریخ کامل جلد ۳ ص۱۸۵)

۱۱۔ بے حیائی و بداخلاقی

معاویہ کے زمانۂ حکومت میں ممالک اسلامیہ کے اندر بے شرمی وبیہودگی عام وبا ہو گئی تھی بعض اس میں مبتلا تھے شعرا عشقیہ اشعار کہتے اور عورتوں سے اپنی محبت کا اظہار کرتے سب سے پہلے جس شخص نے اس میں ڈھیل سے کام لیا بلکہ ایک طرح سے اجازت دی وہ معاویہ تھے محدثین بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن حسان بن ثابت نے اپنے اشعار میں معاویہ کی دختر کے ساتھ عشق کا اظہار کیا یہ خبر یزید کو ملی اس نے معاویہ سے آکر کہا

"بابا جان آپ عبد[۱۵]الرحمان بن حسان کو قتل کرڈالئے۔

---

[۱۵] عبدالرحمان بن حسان بن ثابت انصاری خزرجی پیغمبر کے زمانہ میں پیدا ہوئے یہ شاعر تھے۔ حدیثیں کم روایت کیں۔ ابن معین نے ان کا ذکر مدینہ کے تابعین میں کیا ہے ابن حبان نے ثقات تابعین میں شمار کیا ہے ۱۰۴ھ میں مرے (اصابہ جلد ۳ ص۶۷) زمخشری نے تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمان نے ایک قصیدہ میں معاویہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا معاویہ ابن حرب ظالموں کے امیر کو میرا کلام پہونچا دو۔ ہند و صخر کے بیٹے معاویہ کو خدا ناجائز فرزند کو ہلاک کرے۔

[illegible]

یزید۔ اس نے میری بہن کے متعلق عشقیہ اشعار کہے ہیں۔

معاویہ۔ کیا کہا ہے اس نے

یزید۔ اس نے کہا ہے۔

"میری رات طویل ہو گئی اور میں نے مثل محزون ومغموم کے رات گذاری اور قصر جیرون (معاویہ کے محل) میں قیام دوبھر ہو گیا"۔

معاویہ نے تمسخر واستہزا سے کہا بیٹا خدا اسے غارت کرے اگر اس کی رات طویل ہو گئی اور وہ محزون ومغموم رہا تو اس سے ہمارا کیا نقصان

یزید۔ اس نے یہ بھی کہا ہے

میں شام میں غائب ہو گیا یہاں تک کہ میرے گھر والوں نے طرح طرح کے وہم وگمان کئے۔

معاویہ۔ اس کے گھر والے وہم کرتے رہیں ہمارا کیا۔

یزید۔ وہ یہ بھی کہتا ہے

وہ مثل موتی کے روشن اور تاباں ہے ہر چھپے ہوئے جوہر پر اُسے فوقیت دی گئی ہے۔

معاویہ۔ اس نے ٹھیک کہا میری لڑکی ایسی ہی ہے۔

یزید۔ وہ یہ بھی کہتا ہے

جب تم اس کا نسب دیکھو تو وہ بلند مرتبہ اور عظیم المنزلت ہے۔

معاویہ۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔

اسی طرح یزید ایک ایک شعر پڑھتا گیا جو عبد الرحمان نے اس کی بہن کے متعلق کہے تھے اور معاویہ ہر شعر پر اس کی حمایت کرتے رہے اور یہ ظاہر کرتے رہے کہ عبد الرحمان نے کوئی خطا نہیں کی اور نہ وہ کسی سزا کا مستحق ہے۔ عبد الرحمان کے یہ عشقیہ اشعار کافی مشہور ہوئے اور ہر زبان پر معاویہ کی دختر کا چرچا رہنے لگا۔ کچھ لوگوں کو یہ بات بہت ناگوار گذری انھوں نے معاویہ سے آکر اصرار کیا کہ عبد الرحمان کو سخت سے سخت سزا دینی چاہیئے معاویہ نے اس سے انکار کیا یہاں تک کہ لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ عبد الرحمان نے جو کچھ کیا معاویہ کی مرضی اور حکم سے کیا۔

یہ واقعہ ثبوت ہے کہ معاویہ کے نزدیک بداخلاقی اور بے شرمی کا کوئی وزن نہ تھا یہی وجہ تھی کہ اس زمانہ میں لوگوں کے اخلاق بالکل غارت ہو کر رہ گئے اور اوباش قسم کے لوگوں نے مسلمانوں کی دختروں کو نشانہ بنایا اور تغزل وتشبیب سے بھرے ہوئے اشعار عام طور پر کہے جانے لگے آگے چل کر یہ وبا اور زیادہ

برتی اور اسے انعام واکرام سے سرفراز کیا ان کے بعد سارے سلاطین بنی امیہ کا یہی رنگ رہا انھوں نے پوری کوشش کی یہ دنیا تفریح اور دل لگی کی جگہ بن جائے انھوں نے لوگوں کے دلوں میں فسق وفجور کا شوق پیدا کیا اور سبھی کو فتنہ وفساد اور گمراہی کے غار میں ڈھکیل کر لے گئے۔

معاویہ کی اخلاق وشرافت سے بے نیازی کا یہ بھی واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک انتہائی حسین و جمیل لونڈی خریدی اُن کا غلام خدیج ان کے پاس لے کر آیا اور وہ مادر زاد برہنہ تھی کپڑے کی ایک دھجی بھی اس کے جسم پر نہیں تھی معاویہ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی وہ اس چھڑی کو اس کی شرمگاہ کے پاس لیجاتے اور یہ کہتے "یہ چیز کاش میرے پاس بھی کوئی چیز ہوتی" انھوں نے وہ کنیز یزید کے حوالہ کر دی پھر خیال بدلا اور عبداللہ بن سعدہ فزاری کو ہبہ کر دیا اور کہا

یہ رومی لونڈی لو اور اس سے گورے چٹے بچے پیدا کرو۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۱۴۲)

۱۲۔ خدا ورسول پر افترار

اسلام نے کذب وافترار کی جتنی شدید مذمت اور سختی سے ممانعت کی ہے ہر مسلمان اس سے واقف ہے کلام مجید کی بے شمار آیتیں ایسی ہیں جن کی ابتداہی اس عنوان سے ہوتی ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا خدا پر افترا کرنے والے سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ نیز ارشاد الٰہی ہے انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایات اللہ واولئک ھم الکاذبون جھوٹی باتیں اور افترار پردازیاں وہ لوگ کرتے ہیں جو آیات الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے یہی لوگ کاذب ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ معاویہ نے ان لوگوں کو سر چڑھایا جنھوں نے خدا ورسول پر بہتان تراشی کی اور من گھڑت حدیثیں پیغمبر کی طرف منسوب کرکے بیان کیں معاویہ نے ایسے لوگوں کو مقرب بارگاہ بنایا انھیں بڑے بڑے عہدے جاگیریں دیں انعامات واکرام کی ان پر بارشیں کیں تاکہ یہ لوگ پوری سرگرمی سے فضائل صحابہ، مدح معاویہ بنی امیہ کی فضیلت ومحاسن ان کی برتری اور بنی ہاشم خصوصاً اُن کے سرگروہ امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کی مذمت وتنقیص میں حدیثیں گڑھ گڑھ کر لوگوں سے بیان کریں۔ انھوں نے دنیائے اسلام کے کل والیوں کے نام یہ فرمان بھی جاری کیا کہ

دیکھو تم لوگوں کے یہاں عثمان کو خلیفہ ماننے والے ان کو دوست رکھنے والے جو لوگ ایسے ہوں جو اُن کے فضائل ومناقب لوگوں سے بیان کرتے رہتے ہیں ان سب کی بڑی عزت کرو ان کو اپنے دربار میں خاص جگہ دو ان کو مقرب بارگاہ بناؤ اور جو شخص عثمان کے فضائل میں کوئی بات بھی بیان کرے اس کی وہ بات اور اس کا اور اس کے باپ کا اور اس کی قوم وقبیلہ کا نام میرے پاس لکھ بھیجو

کی طرف سے بڑے بڑے جائزے، خلعتیں بخششیں اور جاگیروں کے پروانے انعام میں پہونچ جاتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ہر گھر میں اس کی کثرت ہو گئی اور لوگوں نے (حدیثیں بنانے رسول پر جعل و فریب کرنے کے ذریعہ سے) دنیا حاصل کرنے اور اپنی منزلت بڑھانے میں جد و جہد کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ جو شخص کبھی معاویہ کے کسی عامل کو پاتا اور اس سے حضرت عثمان کی فضیلت یا منقبت میں کوئی بیان دیتا تو فوراً وہ عامل اس شخص کا نام لکھ لیتا اس کو مقرب بارگاہ بنا لیتا اور معاویہ کے ہاں اس کی سفارش لکھ بھیجتا اسی طرح ایک مدت دراز تک ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان کی فضیلت میں من گھڑت حدیثوں کا ڈھیر لگ گیا اب انھوں نے اپنے عاملوں کو دوسرا فرمان بھیجا جس میں لکھا کہ

"عثمان کے فضائل میں حدیثیں بہت زیادہ ہو گئیں ہر شہر اور ہر طرف ان کی پوری اشاعت ہوئی میرا یہ خط پانے کے بعد تم سب لوگوں کو بلا کر تاکید کر دو کہ اب ابوبکر و عمر کے فضائل میں حدیثیں بیان کریں اصول یہ رہے کہ ابوتراب (علی) کی فضیلت میں لوگ جو حدیثیں بیان کرتے ہیں ویسی ہی اور انھیں کے مقابلہ کی حدیثیں لوگ اب صحابہ کے لئے پیش کریں اس کی پوری کوشش کرو کہ علی کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں ویسی ہی بہت حدیثیں صحابہ کے لئے بھی ضرور بنائی جائیں کیونکہ یہ تدبیر مجھے بہت پسند میرے آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کی باعث اور علی کے گھر والوں کی حجت باطل کرنے کی بہترین صورت ہے۔

ان سب انتظامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہایت کثرت سے ایسی جعلی جھوٹی حدیثیں صحابہ رسول کے فضائل میں گڑھ دی گئیں جن کی کوئی بھی اصلیت نہیں اور لوگوں نے ان موضوع حدیثوں اور ڈھالی ہوئی روایتوں اور ان کے مثل دوسری چیزوں کے بیان کرنے اور ہر شخص سے روایت کرنے میں بڑا اہتمام اور پوری جد و جہد کی یہاں تک کہ لوگوں نے ان بالکل بے اصل حدیثوں کو منبروں پر چڑھ کر پڑھنا اور لوگوں کو سنانا شروع کیا اور مکتبوں میں بچوں کے پڑھانے والے معلموں اور مدرسوں میں تعلیم دینے والے استادوں کو بھی وہ بنائی ہوئی حدیثیں دی گئیں تو ان سب نے ان بنائی ہوئی حدیثوں کی تعلیم چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی دیدی۔ یہاں تک کہ عام طور پر لوگوں نے ان حدیثوں کو بھی اسی طرح لوگوں سے بیان کرنا اور خود پڑھنا اور یاد کرنا شروع کیا جس طرح قرآن مجید کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے (النصائح الکافیہ مطبوعہ بمبئی ص ۷۲ تا ۷۳ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۱۵ سلیم بن قیس ص ۲۹)

معاویہ نے ان تدبیروں سے پوری کوشش کی کہ دین خدا نیست و نابود کلمہ اسلام فنا مسلمانوں کے

سمرہ بن جندب کو چار لاکھ دیئے کہ تم شام والوں کے سامنے بیان کرو کہ قول خدا و من الناس من یعجبك قوله فی الحیاة الدنیا ویشهد الله علی ما فی قلبه وهو الد الخصام (لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا کے متعلق آپ کو بھلی معلوم ہوتی ہیں وہ اپنی باتوں پر اللہ کو گواہ بھی بناتے جاتے ہیں حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہیں) اذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیها و یهلك الحرث والنسل والله لا یحب الفساد (جب وہ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں تو زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے کھیتی برباد کرنے نسل کشی کرنے میں سرگرمی سے مشغول ہو جاتے ہیں حالانکہ اللہ فساد کو بالکل دوست نہیں رکھتا) علی کے متعلق نازل ہوا (نصائح کافیہ ص۳۵ وغیرہ)

عمرو عاص نے شام والوں سے پیغمبر کی طرف منسوب کر کے یہ جھوٹی حدیث بیان کی کہ آل ابوطالب میرے اولیا نہیں میرے ولی تو خدا و مومنین ہیں۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص۱۵)

امام محمد باقر ایک مرتبہ اپنے صحابی ابان بن تغلب سے ان مظالم و مصائب کا تذکرہ کر رہے تھے جو آپ پر اور آپ کے شیعوں پر اموی حکومت کی طرف سے ڈھائے گئے سلسلۂ گفتگو میں من گڑھت حدیثوں کا ذکر آگیا آپ نے فرمایا

یہ لوگ حضرت علی امام حسن و امام حسین سے ایسی ایسی نازیبا اور قبیح باتیں روایت کرتے ہیں جو محض کذب و افترا اور تہمت و بہتان ہیں۔

ابان نے عرض کی چند من گڑھت حدیثیں نمونہ کے طور پر ارشاد فرمائیے۔

امام نے فرمایا ان لوگوں نے روایت کی ہے۔

"جنت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سردار ابوبکر و عمر ہیں"۔ [1]

"عمر سے ملائکہ ہم کلام ہوتے ہیں"

"ملائکہ عمر کی زبان پر بولتے ہیں"

"ملائکہ عثمان سے شرماتے ہیں" [2]

---

[1] کرایہ کے آدمیوں نے اس حدیث کو پیغمبر کی اس مشہور حدیث کے مقابلہ میں وضع کیا ہے جو آنحضرت نے اپنے جگر گوشوں امام حسن و حسین کے متعلق فرمایا الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اس ابوبکر و عمر والی حدیث کا تذکرہ معصوم کے سامنے ہوا تو آپ نے تردید فرمائی اور کہا کہ خدا کی قسم جنت میں کوئی ادھیڑ عمر کا ہوگا ہی نہیں جو ہوگا وہ جوانی کے عالم میں ہوگا۔ ۱۲

[2] حدیث کی لفظوں ہی سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث جعلی اور خانہ ساز ہے بھلا ملائکہ کو عثمان سے شرمانے کی وجہ ہی کیا ہو سکتی ہے۔ کیا حضرت عثمان ملائکہ کی جانب سے گذر رہے تھے اور انھوں نے انھیں شرمناک حالت میں دیکھ لیا تھا جس کی وجہ سے ملائکہ کو ان کے

[illegible]

حق سمجھتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"خدا کی قسم یہ تمام حدیثیں کذب و افترا ہیں" (سلیم بن قیس ص۱۴۵)

علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔ ہمارے بزرگ ابو جعفر اسکافی نے بیان کیا کہ معاویہ نے صحابہ اور تابعین سے بہت سے لوگوں کو مقرر کیا تھا کہ وہ قبیح و نازیبا حدیثیں علی کے متعلق روایت کریں جن کی وجہ سے علی اعتراضات کا ہدف بن جائیں اور لوگ ان سے بیزاری کریں اور اس کام کی انھوں نے ہر ایک کو منہ مانگی اجرت دی انھیں لوگوں میں سے ابو ہریرہ، عمرو عاص اور مغیرہ بن شعبہ ہیں (جو اصحاب پیغمبر میں شمار ہوتے ہیں) اور تابعین میں عروہ بن زبیر تھے (شرح ابن ابی الحدید جلد ا ص۳۵۸)

یہی وجہ ہے کہ فضائل صحابہ میں جو حدیثیں وارد ہیں ان میں سے اکثر حدیثیں مشکوک قرار پائیں ہر ایک پر شبہ ہوتا ہے کہ یہ کہیں معاویہ کے کارپردازوں کی تخلیق نہ ہو۔ محدث ابن عرفہ جو نفطویہ کی لقب سے مشہور تھے کا قول ہے۔

فضائل صحابہ میں من گھڑت حدیثیں زیادہ تر بنی اُمیہ کے زمانہ میں گڑھی گئیں لوگوں نے سلاطین بنی اُمیہ کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے کے لئے یہ حدیثیں گڑھیں کیونکہ بنی امیہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم اسی طریقہ سے بنی ہاشم کو نیچا دکھا سکتے ہیں (النصائح ص۷۲ وغیرہ)

چونکہ حدیثیں گڑھنے کا رواج عام ہوگیا تھا اور بے شمار جھوٹے راویان حدیث پیدا ہوگئے تھے اس لئے صحابہ اکثر حدیثوں میں توقف سے کام لینے لگے وہ کسی حدیث کو اسی وقت قبول کرتے جب انھیں یقینی طور پر معلوم ہوتا کہ اس کا راوی سچا ہے اور اموی حکومت کا طرفدار نہیں اگر ایسا شخص کوئی حدیث بیان کرتا تو اس کی بیان کی ہوئی حدیث صحیح مان کر قبول کرلی جاتی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ بشیر عدوی عبداللہ بن عباس کے یہاں آیا اور حدیثیں بیان کرنے لگا۔ بات بات میں کہتا جاتا قال رسول اللہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ ابن عباس نے نہ تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا ہی نہ اسے بولنے کی اجازت دی بگڑ کر کہنے لگا

میں دیکھتا ہوں کہ آپ حدیث سن نہیں رہے ہیں میں تو رسول اللہ کی حدیث بیان کررہا ہوں اور آپ توجہ نہیں دیتے۔

ابن عباس نے جواب دیا۔

[illegible]

طرف اٹھ جاتیں اور ہم گوش بر آواز ہو جاتے لیکن جب لوگوں نے افراتفری مچادی تو اب اسی سے حدیثیں لیتے ہیں جسے پہلے سے جانتے ہیں۔ (فجر الاسلام ص۲۵۸ وغیرہ)

ان من گھڑت احادیث اور پیغمبر پر اتہامات سے اسلام کو بڑا دھچکا پہونچا اسلام کی روحانیت جاتی رہی۔ پاکیزہ ترین شریعت کا ناس اور مسلمانوں کے عقائد غارت ہو کر رہ گئے مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی روایتوں کی تکذیب کرتا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ من گھڑت حدیثیں ثقہ لوگوں تک پہونچیں اور انھوں نے اسے صحیح سمجھ کر اپنی کتابوں میں لکھ ڈالا اگر ان حدیثوں کا جھوٹا ہونا انھیں معلوم ہوتا تو وہ ان سے کوسوں دور بھاگتے۔ علامہ مدائنی زمانہ معاویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

من گڑھت اور بے بنیاد حدیثیں کثرت سے رونما ہوئیں اس وبا میں بڑے بڑے فقہاء قاضی اور ولاۃ تک مبتلا ہو گئے مگر سخت ترین مصیبت وہ لوگ ثابت ہوئے جو لوگوں کے دکھلانے اور اپنے تقدس کا سکہ جمانے کے لئے قرآن مجید کے قاری اور مذہبی علوم کے عالم بنے ہوئے تھے اور ایمان کے وہ کچے لوگ بھی جو عوام پر اپنے خشوع وخضوع زہد و ورع اور تقدس و پارسائی کا رنگ جمانا چاہتے تھے کہ وہ نئی نئی حدیثیں بنا کر اپنے حاکموں کے ہاں سرخ روئی حاصل کرتے ان کے درباروں میں اپنی عزت و وقار بڑھاتے اور اس فن حدیث سازی کے ذریعہ بے حساب مال و متاع جاگیریں اور جائدادیں حاصل کرتے رہتے یہاں تک کہ انھیں دنیا پرست عالموں کے ذریعہ اُن کی من گڑھت حدیثیں ان ایماندار اور واقعی پابند دین و مذہب لوگوں تک میں پھیل گئیں جو کذب و بہتان کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس طرح ان لوگوں نے بھی اپنی سادہ لوحی سے ان جعلی اور وضعی حدیثوں کو قبول کر لیا اور اپنی جگہ یہ گمان کرنے لگے کہ یہ سب سچی حدیثیں ہیں حالانکہ اگر ان لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ یہ حدیثیں من گڑھت اور کذب و افترا ہیں تو وہ لوگ کبھی ان حدیثوں کی روایت نہیں کرتے اور نہ ان حدیثوں پر عمل کرتے (شرح ابن ابی الحدید جلد۳ ص۱۶)

حقیقت یہ کہ ان موضوع اور من گڑھت روایات کی وجہ سے جو معاویہ کے حوالی موالی نے گڑھیں اور مشہور کیں دنیائے اسلام ایسے مصائب و آفات سے دوچار ہوئی جن کا سلسلہ آج تک باقی ہے اور تیرہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی مسلمانوں کی نزاع جوں کی توں قائم ہے اور اللہ ہی جانے کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا حضرت حجۃ الاسلام آقائے امینی مصنف الغدیر نے الغدیر جلد پنجم میں ص۱۸۵ تا ۳۳۹

... وہ نقاب بنا دی جس کے
اندر اُن کے خد وخال پوشیدہ تھے دنیا نے سمجھ لیا کہ اُن کی حیثیت نیکوکار کی ہے یا اس کے برعکس

۱۲۔ زیاد بن سمیہ کو بھائی بنانا۔

منجملہ ضروریات دینِ اسلام پیغمبر خداؐ کا یہ ارشادِ گرامی بھی ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر لڑکا شوہر کا ہے اور زناکار کے لئے سنگساری ہے، یہ حدیث صحاح ستہ اور حدیث کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں موجود ہے اور مسلمانوں نے اسے نسب کے معاملہ میں بنیادی پتھر قرار دیا ہے پیغمبر خداؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے من ادعی ابًا فی الاسلام غیرابیه فالجنة علیه حرام مسلمان ہو کر اگر کوئی شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا باپ بنائے اس پر جنت حرام ہے اسی قسم کی اور سیکڑوں مسلم الثبوت حدیثیں ہیں۔ مگر معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو سیاسی مصالح کے بنا پر بھائی بنا کر کھلم کھلا ان تمام ارشادات پیغمبر کی مخالفت کی اور قانونی باپ کو محروم کر کے سارے حقوق زنا کرنے والے کو دلادئیے۔

زیاد قبیلہ ثقیف کے غلام عبید کا لڑکا تھا پہلے یہ زیاد بن عبید کے نام سے پکارا جاتا تھا جب معاویہ نے اس کو بھائی بنا لیا تو زیاد بن ابی سفیان کے نام سے پکارا جانے لگا اور جب اموی سلطنت مٹیا میٹ ہوگئی تو زیاد بن ابیہ، زیاد بن امہ، زیاد بن سمیہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا

یہ سمیہ طائف کی بیواؤں میں سے ایک بیوا تھی اپنی کمائی حارث بن کلدہ کو ادا کیا کرتی اس کا مکان طائف میں شہری آبادی سے ہٹ کر طوائفوں کے محلہ حارۃ البغایا میں تھا۔ بھائی بنانے کا واقعہ علامہ ابن ابی الحدید نے قدرے وضاحت سے لکھا ہے لکھتے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے زیاد کو ایران کے کسی مقام کا حاکم مقرر کیا تھا۔ امیر المومنین کی شہادت کے بعد بھی وہ اس خدمت پر برقرار رہا معاویہ اس سے بہت خوفزدہ تھے جانتے تھے کہ یہ آسانی سے رام ہونے والا نہیں وہ ڈرے کہ کہیں یہ حسن بن علی کی حمایت میں سرگرمی نہ دکھلائے اُنھوں نے اسے یہ خط لکھا

> معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے زیاد بن عبید کے نام۔ تم ایک غلام تھے جس نے کفرانِ نعمت کیا اور بربادی و ہلاکت کی خواستگاری کی۔ شکر کرنا تمھارے لئے بہتر تھا بہ نسبت کفرانِ نعمت کے ...... تمھارے ماں نہ ہو بلکہ تمھارے باپ نہ ہو تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کے لئے بھی باعث ہلاکت ہوئے تم سمجھتے ہو کہ میرے قبضہ سے نکل جاؤ گے اور میرے قابو میں نہ آؤ گے نا ممکن! ہر عقلمند کی رائے ٹھیک نہیں ہوتی نہ ہر رائے والا اپنے مشورہ میں

[illegible] اگر تم نے ایسا
کیا تو تمھاری جان محفوظ رہے گی ورنہ میں بہت آسانی سے تمھیں اچک لوں گا میں پوری ہونے والی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم فارس سے یہاں تک ننگے پیر میرے پاس پکڑ کر لائے جاؤ گے میں تمھیں بازار میں کھڑا کر کے غلام کی طرح بیچ ڈالوں گا اور اسی حیثیت پر تمھیں پلٹا دوں گا جس حیثیت پر تم پہلے تھے اور جس سے نکل کر تم اس درجہ پر پہونچے ہو والسلام

معاویہ نے اس خط میں صاف صاف زیاد کی نسبت اس کے باپ عبیدہ کی طرف دی ہے اور اس کی غلامی کا اقرار کیا ہے کہ جب بھی بس چل گیا دمشق کے بازار میں بیچ ڈالوں گا اور تمھاری اصلیت کی طرف پلٹا دوں گا۔

زیاد کے پاس جب یہ خط پہونچا تو وہ آگ بگولا ہو گیا اس نے فوراً ہی لوگوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا جب سب اکٹھا ہو گئے تو اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

جگر خوارہ اور شیر خدا (حمزہ) کی قاتل عورت کے فرزند، ظاہری مخالف باطنی منافق، مشرکین کے سرگروہ اور وہ شخص جس نے نور خدا کو بجھانے کے لئے اپنی ساری دولت صرف کی ہے مجھے خط لکھا ہے جس میں وہ خوب گرجا اور چمکا ہے اس ابر کی طرح جو پانی سے خالی ہو اور جسے ہوا جلد ہی تتر بتر کر دیتی ہے اس کی کمزوری کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ قابو پانے سے پہلے ہی دھمکی دینا شروع کر دی...... میں بھلا اس سے کیا ڈر سکتا ہوں جب میرے اور اس کے درمیان پیغمبر کی دختر اور ان کے ابن عم کے فرزند (امام حسن) ہیں ایک لاکھ مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ خدا کی قسم اگر امام حسن مجھے اجازت دیں یا مجھے بلائیں تو میں معاویہ کو دن میں تارے دکھلا دوں اور اس کی ناک میں رائی کا عرق ڈالوں۔

زیاد کی اس لاف زنی اور معاویہ کو دھمکیاں دینے کی وجہ یہ تھی کہ اسے ابتک اس کا پتہ ہی نہ چلا تھا کہ امام حسن کے لشکر میں پھوٹ پڑ چکی ہے سارے سپاہی جی چھوڑ بیٹھے ہیں ان کی ہمتیں جواب دے چکی ہیں اسکو یقین تھا کہ لشکر کی کیفیت بالکل پہلے جیسی ہی ہے وہی سرگرمی و مستعدی اور ویسا ہی جوش و ولولہ جیسا جنگ جمل اور صفین کے آغاز میں تھا نیز یہ کہ مہاجرین و انصار کے ایک لاکھ افراد امام حسن کے ساتھ ہیں اسے ابتک خبر ہی نہ ہوئی تھی کہ فتنہ و فساد نے سارا شیرازہ درہم برہم کر دیا ہے مہاجرین و انصار صفین و نہروان کی نذر ہو چکے ہیں اب لشکر میں وہ آزمودہ کار اور ثابت قدمی کے مجسمے موجود ہی نہیں۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر امام حسن زیاد کو اپنی مدد کے لئے طلب کرتے تو یہ بھی کٹ کر معاویہ سے جا ملتا اور اسی طرح خیانت و غداری کرتا جس طرح دوسرے لوگوں نے کی جو امام حسن سے انتہائی قریبی تعلق رکھتے تھے جیسے عبید اللہ

تھا اور اسکے پس [illegible] کی خباثت نفس زمانہ نے ظاہر بھی کردی یہ امیرالمومنین اور آپ کی اولاد اور آپ کے پیروؤں کا جانی دشمن ثابت ہوا لہٰذا امام حسن کیونکر اس پر بھروسہ کرتے اور اپنی مدد کے لئے بلاتے
بہرحال زیاد نے معاویہ کے خط کا فوراً جواب دیا خط میں لکھا

"اما بعد مجھے تمہارا خط ملا تم نے مجھے جو لکھا ہے وہ میں سمجھا۔ تمہاری حالت اس ڈوبتے ہوئے شخص کی ہے جسے موج نے ڈھک لیا ہو اور وہ گھاس پکڑ کر مینڈک کے پیروں سے لپٹ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرے۔ کفران نعمت اور بربادی وہلاکت کی خواستگاری وہ کر رہا ہے جس نے خدا اور رسول سے جنگ کی اور زمین میں فتنہ وفساد پھیلانے میں کوشاں ہوا۔ تم نے مجھے گالیاں دی ہیں اگر میرا حلم وو قار مانع نہ ہوتا اور یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ مجھے نادان کہیں گے تو میں بھی تمہاری ایسی رسوائیاں ظاہر کرتا جسے پانی بھی دھونے سے قاصر ہوتا تم نے مجھے طعنہ دیا ہے کہ میں سمیہ کا فرزند ہوں۔ اگر میں سمیہ کا فرزند ہوں تو تم ایسی عورت کے فرزند ہو جو مباشرت پر جان دیتی تھی۔ تمہارا یہ وہم کہ تم مجھے آسانی سے اُچک لوگے اور معمولی کوشش سے مجھ پر قابو پالوگے تو کبھی تم نے باز کو چھوٹے چھوٹے پرندوں سے بھی ڈرتے دیکھا ہے؟ یا سنا ہے کہ کسی بچے نے بھیڑیے کو کھا لیا ہو۔ تمہیں جو کچھ کرنا ہو کر لو اور جتنا جی چاہے کوشش کر دیں وہیں کا وہیں رہوں گا جہاں میرا رہنا تمہیں شاق گزرے گا اور وہی کام کروں گا جو تمہیں ناگوار ہو گا تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون کس کی بات مانتا ہے"

معاویہ نے جب زیاد کا خط پڑھا تو بدحواس ہو گئے۔ مغیرہ بن شعبہ کو بلا کر کہا
مغیرہ میں نے تمہیں ایک بہت ضروری امر میں مشورہ کے لئے بلایا ہے خوب سوچ سمجھ کر مجھے مفید مشورہ دو۔ میں نے یہ راز کہنے کے لئے صرف تم ہی کو مخصوص کیا اور اپنی اولاد پر بھی تمہیں ترجیح دی ہے۔

مغیرہ نے کہا

وہ کون سی بات ہے؟ آپ مجھے اپنا پوری طرح اطاعت گذار پائیں گے۔

معاویہ نے کہا

مغیرہ! زیاد ایران میں مقیم ہم پر سانپ کی طرح پھنکار رہا ہے وہ بڑا دوراندیش اور پختہ عزم وارادہ اور تیز فکر والا انسان ہے اس کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں۔ علی کی زندگی میں مجھے اس کی طرف سے جس بات کا خوف نہ تھا آج وہی خوف مجھے اس سے لاحق ہے ڈرتا ہوں کہ وہ کہیں حسن کی پشت پناہی نہ کرے [illegible] کہیں [illegible] اپنا طرفدار بنایا جائے۔

ومدارات سے پیش آئیے اور بہت نرم خط لکھئے وہ آپ کی طرف جھک پڑے گا اور آپ پر بھروسہ کرنے لگے گا آپ خط لکھئے میں خود یہ خط لیکر جاؤں گا۔

معاویہ نے مغیرہ کی رائے کے مطابق فوراً خط لکھا جو اُن کے مکر و فریب اور نرمی ۔ چاپلوسی کا نمونہ تھا اس خط کا مفہوم یہ ہے۔

"امیرالمومنین معاویہ بن سفیان کی طرف سے زیاد بن ابی سفیان کے نام۔ اما بعد اکثر ہوا و ہوس انسان کو ہلاکت کے مقامات پر لا ڈالتی ہے تم ایسے آدمی ہو کہ جو قطع رحم کرنے اور دشمن سے لگاؤ رکھنے میں تمہاری مثال پیش کی جاتی ہے۔ مجھ سے بدگمانی اور میری عداوت و دشمنی نے تمھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ تم نے میری قرابت کا پاس و لحاظ نہ کیا قطع رحمی کی میرا نسب منقطع۔ اور میرا احترام مٹا ڈالا۔ جیسے معلوم ہوتا ہے تم میرے بھائی نہیں ہو اور صخر بن حرب (ابو سفیان) میرا اور تمھارا باپ نہیں ہم میں تم میں کتنی دوری ہو چکی ہے میں تو ابوالعاص کے فرزند کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں اور تم مجھ سے جنگ کرنے پر تلے ہو اصل بات یہ ہے کہ عورتوں کی طرف سے تم میں نرمی کی رگ پیدا ہو گئی ہے تمھاری مثال اُس پرندے کی ہے جو اپنے انڈے تو بیابان میں چھوڑ دے اور دوسرے پرندے کے انڈے سینے بیٹھ جائے۔ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ میں تمھارے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کروں اور تمھاری بُری کوششوں کا تم سے مواخذہ نہ کروں تمھارے ساتھ صلہ رحم کروں اور تمھارے بارے میں ثواب کا خواہاں ہوں۔ ابوالمغیرہ (زیاد) یہ سمجھ لو کہ تم ان لوگوں (امام حسن اور بنی ہاشم) کی اطاعت میں خواہ سمندر ہی میں پھاند پڑو پھر بھی تم ان سے دور ہی رہو گے اس لئے کہ بنی ہاشم کے نزدیک بنی امیہ اس سے بھی زیادہ مبغوض و ناپسندیدہ ہیں جتنا چھرا اس بیل کے نزدیک جو ذبح کے لئے پچھاڑا گیا ہو۔ خدا تم پر رحم کرے تم اپنی اصل کی طرف پلٹ آؤ اپنی قوم سے آملو۔ اس وقت تمھاری حالت یہ ہے کہ تم گم کردہ نسب ہو اور اپنی جان کی قسم ایسا تمھارے ساتھ محض جھگڑے اور خصومت نے کیا ہے اس سے درگذر کرو کہ اب تم اپنے معاملہ میں واضح دلیل پر ہو اور تمھاری حجت پوری طرح ظاہر ہو چکی ہے۔ اگر تم نے میرا پہلو پسند کیا مجھ پر بھروسہ کیا تو جس طرح اس وقت حکومت پر فائز ہو اُسی طرح آئندہ بھی رہو گے اور اگر تم نے میرا پہلو

مغیرہ یہ خط لیکر دمشق سے روانہ ہوئے اور فارس پہونچے زیاد نے ان کی پوری آؤبھگت کی
گفتگو کے وقت مختلف اسلوب سے کام لیکر مغیرہ نے زیاد کو پوری طرح شیشہ میں اُتار لیا اس کے دل
میں گھر کر گئے اور اس کے ہوش و حواس پر چھا گئے زیاد نے ان کی تمام باتیں مان لیں۔

مغیرہ کے جال میں پھنس کر زیاد فارس سے دمشق کے لئے روانہ ہو گیا جب معاویہ کے پاس
پہونچا تو انھوں نے اس کے ساتھ بالکل عزیزوں جیسا سلوک کیا اپنی بہن جویریہ بنت ابی سفیان سے
کہا کہ تم زیاد کو اپنے پاس بلاؤ جب زیاد جویریہ کے پاس آیا تو وہ بے حجابانہ اس سے ملی اپنے سر کے
بال اس کے سامنے کھول دیئے اور کہا تم میرے بھائی ہو مجھ سے ابو مریم سلولی نے کہا ہے۔ پھر معاویہ زیاد
کو لیکر مسجد میں گئے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا تاکہ ان کے سامنے یہ اعلان کردیں کہ زیاد میرا بھائی ہے ابو مریم
سلولی مجمع عام میں طلب کیا گیا کہ آکر اس کی گواہی دے کہ زیاد ابوسفیان کا ہی بیٹا ہے اس نے بھرے
مجمع میں گواہی دی کہ ابوسفیان نے زیاد کی ماں سے زنا کیا تھا ابو مریم کی گواہی نے نہ صرف زیاد کو ذلیل
و خوار کیا بلکہ ابوسفیان اور معاویہ دونوں ہی ذلیل ہوئے اور ایسا کلنگ کا ٹیکہ ان کی پیشانیوں پر
لگا جو قیامت تک مٹنے والا نہیں۔ ابو مریم نے کھڑے ہو کر ان لفظوں میں گواہی دی

"میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان میرے پاس طائف میں آیا میں اس وقت بزمانہ جاہلیت
شراب بیچا کرتا تھا اس نے مجھ سے کہا میرے لئے کوئی بیوا عورت ڈھونڈ لاؤ میں نے کہا حرث
بن کلدہ کی کنیز سمیہ کے علاوہ دوسری عورت مجھے نہیں ملتی ابوسفیان نے کہا اسی کو لاؤ
اگرچہ اس سے بڑی بدبو آتی ہے اور وہ بہت گندی ہے۔

ابو مریم کی ان لفظوں نے زیاد کو بیحد شرمندہ کیا اس نے ابو مریم کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"ابو مریم ٹھہرو تمھیں گواہی دینے کے لئے بلایا گیا ہے گالی دینے کے لئے نہیں

ابو مریم نے کہا

معافی چاہتا ہوں مگر میں وہی بیان کر رہا ہوں جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

پھر اس نے اپنی گواہی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا

خدا کی قسم ابوسفیان نے اس کے کرتہ کی آستین پکڑ لی اور میں نے دونوں کو کمرے میں
بند کر دیا اور دہشت کے عالم میں بیٹھا رہا تھوڑی دیر میں ابوسفیان اپنی پیشانی کا پسینہ
پونچھتا باہر نکلا میں نے پوچھا کہو ابوسفیان کیا حال رہا ابوسفیان نے کہا اگر اس کے
پستان لٹکے ہوئے نہ ہوتے اور منہ سے بدبو نہ آتی ہوتی تو ٹھیک ہی تھی۔

یہ تھی گواہی ابو مریم کی اس کی فحاشی اور رکاکت سے انسانیت کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے لیکن

بعض نفوس فضائل و کمالات میں تہذیب و اخلاق میں اتنے بلند ہوتے ہیں کہ ملائکہ سے بھی بڑھ جاتے ہیں ان کی روحانیت اور مدارج کمال ملائکہ سے فوقیت لیجاتی ہے اور بعض نفوس ذلت و دنارت کی ایسی پستی میں جا گرتے ہیں کہ سور اور کتے سے بھی بدتر بن جاتے ہیں وہ ہولناک سے ہولناک کمینی حرکت کرتے ہیں مگر انھیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم نے کچھ کیا ہے معاویہ شر و فساد میں اتنا غرق ہوئے کہ اسے جی جان سے عزیز رکھنے لگے شر و فساد ان کی عادت اور خصوصیات میں سے ہو گیا جس سلطنت و بادشاہت کی ہوس سے ڈوبی اور انھوں نے حکومت و اقتدار کے لئے انسانیت کو کند چھری سے حلال کر ڈالا۔

معاویہ کا زیاد کو بھائی بنانا بہت سے مسلمانوں کو ناگوار گذرا اور اس پر انتہائی برافروختہ ہوئے انھوں نے محسوس کیا کہ معاویہ نے قول پیغمبر الولد للفراش وللعاہر الحجر بچہ شوہر کا ہے اور زناکار کے لئے سنگساری ہے کو دیوار پر کھینچ مارا نہ ڈرے نہ جھجکے یہی وجہ تھی کہ بہتیرے افراد نے معاویہ پر اعتراض کئے اور زیاد کی مذمت کی ہم چند لوگوں کے نام ذکر کرتے ہیں

۱۔ یونس بن عبید

زیاد کے بھائی ہونے کا جس وقت معاویہ کی طرف سے اعلان کیا گیا اس وقت یونس بن عبید بھی موجود تھا اس نے معاویہ سے کہا۔

معاویہ! پیغمبر خدا فیصلہ دے چکے ہیں کہ بچہ شوہر کا ہے اور زناکار کے لئے پتھر نے کتاب خدا کی مخالفت اور سنت پیغمبر سے روگردانی کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بجائے شوہر کے لڑکا زناکار کے حوالہ کیا جائے محض ابو مریم کی اس گواہی پر کہ ابوسفیان نے سمیہ سے منہ کالا کیا تھا۔

معاویہ نے دھمکی دیتے ہوئے کہا

خدا کی قسم یونس اگر تم باز نہیں آؤ گے تو انتہائی سخت سزا دوں گا (مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۱۱)

۲۔ عبدالرحمان بن حکم

اس استلحاق پر بگڑنے والوں میں عبدالرحمان بن حکم بھی تھا۔ معاویہ کو خطاب کرکے اس نے بہت سے اشعار بھی کہے جن میں کہتا ہے

اگر تمھارے باپ کو پاک دامن کہا جائے تو تم بگڑتے ہو۔ اور بدکار و زانی کہا جائے تو خوش ہوتے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ زیاد سے تمھاری قرابت ایسی ہی ہے جیسے ہاتھی کی قرابت گدھے کے بچے سے

۳۔ ابو العریان

ابو العریان ایک معمر اور نابینا شخص تھا بڑا ہی منہ پھٹ ایک مرتبہ زیاد اپنے خشم و خدم کے ساتھ اس کی طرف سے گذرا ابو العریان نے پوچھا یہ شور کیسا ہے لوگوں نے بتایا کہ زیاد کا جلوس ہے ابو العریان نے کہا

خدا کی قسم ابو سفیان کے تو اتنے ہی لڑکے ہوئے یزید معاویہ، عتبہ، عنبسہ، حنظلہ اور محمد یہ زیاد کہاں سے ٹپک پڑا۔

زیاد کے حاشیہ نشینوں نے یہ خبر زیاد کو بھی پہونچا دی زیاد کے کسی مصاحب و رفیق نے مشورہ دیا کہ ابو العریان کو کچھ روپے بھجوا دو تاکہ وہ اپنی زبان بند رکھے۔ زیاد نے یہ رائے پسند کی اور دو سو اشرفیاں اس کے پاس بھجوا دیں۔ قاصد نے اشرفیاں دیتے ہوئے کہا

"ابو العریان! تمھارے ابن عم امیر زیاد نے تمھارے خرچ کے لئے یہ دو سو اشرفیاں بھیجی ہیں

ابو العریان کی مسرت کا ٹھکانہ نہ رہا کہا

اس نے صلہ رحم کیا واقعا وہ میرا ابن عم ہے

دوسرے دن پھر اس کی طرف سے زیاد کا جلوس گذرا زیاد نے ابو العریان کو سلام کیا ابو العریان رونے لگا لوگوں نے پوچھا یہ روتے کیوں ہو

اس نے کہا زیاد کی آواز میں مجھے ابو سفیان کی آواز سنائی دی۔

۴۔ ابو بکرہ

اس استلحاق پر برہم ہونے والوں میں ابو بکرہ بھی تھے جو زیاد کے مادری بھائی تھے انھوں نے اس واقعہ پر انتہائی برہمی و خفگی کا اظہار کیا اور ہمیشہ کے لئے زیاد سے قطع تعلق کر لیا۔

جب زیاد نے حج کے ارادہ سے مکہ جانا چاہا تو ابو بکرہ اس کے پاس آئے کسی پہرہ دار نے جب انھیں آتے دیکھا تو دوڑا ہوا زیاد کے پاس گیا اور کہا آپ کے بھائی ابو بکرہ آرہے ہیں۔ زیاد نے پوچھا کیا واقعی؟

۱؎ یہ ابو بکرہ زیاد کے مادری بھائی تھے، یہ وہی ابو بکرہ ہیں جنھوں نے حضرت عمر کے عہد میں مغیرہ پر زنا کا مقدمہ دائر کیا اور تین اور گواہوں کے ساتھ زنا کی چشم دید گواہی دربار خلافت میں دی ایک گواہ خود یہ ابو بکرہ تھے دوسرا شبل بن معبد تیسرا نافع چوتھا زیاد۔ نافع و زیاد دونوں ابو بکرہ کے بھائی تھے شبل اور نافع نے انھیں لفظوں میں گواہی دی جن لفظوں میں ابو بکرہ نے گواہی دی تھی چوتھے گواہ زیاد نے بھی مفہوم کے لحاظ سے گواہی ویسی ہی دی مگر حضرت عمر کی مرضی دیکھ کر دوسرے لفظیں

پھر زیاد سے کہا بی ہاں وہ آ رہے ہیں۔

ابوبکرہ زیاد کے ایک کمسن بچہ کو گود میں اٹھائے زیاد کے پاس پہونچ گئے زیاد سے بات کرنا انھیں گوارا نہ تھا بچہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"تمھارے باپ نے اسلام میں ایک انتہائی ہولناک کام کیا ہے اس نے اپنے باپ کا انکار کر کے گویا خود اپنی ماں سے زنا کیا۔ خدا کی قسم میرا یقین تو یہ ہے کہ سمیہ نے کبھی ابوسفیان کی شکل بھی نہ دیکھی ہوگی پھر تمھارا باپ اس سے بھی زیادہ ہولناک جرم کرنے پر کمربستہ ہے اس کا ارادہ ہو رہا ہے کہ حج میں شریک ہو وہاں ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی ہوں گی جو پیغمبرؐ کی بیوی اور امہات المومنین سے ہیں۔ اگر اس نے ام حبیبہ سے ملاقات کرنا چاہی اور ام حبیبہ نے پاس آنے کی اجازت دیدی تو بڑی بھاری مصیبت اور پیغمبرؐ کی زبردست ہتک حرمت ہوگی اگر ام حبیبہ نے اس سے پردہ کیا تو اور زیادہ ذلیل ہو جائے گا اور بھائی بننے کا پول کھل جائے گا۔"

حج سے فارغ ہو کر زیاد نے ام حبیبہ سے ملاقات کرنا چاہی مگر پھر ابوبکرہ کا قول یاد آ گیا اس لئے باز رہا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود ام حبیبہ نے سامنے آنے کی اجازت نہ دی (استیعاب جلد ا صفحہ ۵۵ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۷)

۵۔ یزید بن مفرغ

اس قادر الکلام شاعر نے زیاد کے متعلق ایسے اشعار کہے جو ہمیشہ اس کے دامن پر داغ رہیں گے اور قیامت تک ذلت و رسوائی جائے گی نہیں۔

"غور کرو اس بات پر اگر دھیان کرو تو کافی نصیحت و عبرت ہے۔ حکومت کے علاوہ اور بھی کسی ذریعہ سے تمھیں بزرگی حاصل ہوئی! سمیہ زندہ رہی جتنے دن بھی زندہ رہی ہو مگر اسے یہ تک پتہ نہ چلا کہ اس کا کوئی لڑکا قریش سے ہے۔"

زیاد خود کہا کرتا تھا ان دونوں شعروں سے بڑھکر میری کوئی اور ہجو نہیں کی گئی (نہایۃ الارب فی فنون الادب جلد ۳ صفحہ ۲۸)

بعض روایتوں میں ہے کہ زیاد نے کہا ابن مفرغ کے شعروں سے بڑھکر مجھے اور کسی چیز سے دکھ نہیں پہنچا

۶۔ حسن بصری

حسن بصری نے بھی اس استلحاق کو بڑی نفرت کی نظر سے دیکھا اور اس حرکت کو انتہائی مہلک جانا اور دائمی عذاب جہنم کا سبب سمجھا ان کا یہ فقرہ اکثر مورخین نے نقل کیا ہے۔

... مشورہ کے اپنے بعد اپنے شرابخوار

بیٹے کو خلیفہ بنانا جو ریشم پہنتا اور گانا بجاتا تھا۔ زیاد کو اپنا بھائی بنانا حالانکہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ اور حجر بن عدی کو قتل کرنا۔ ہلاکی ہو ان کی حجر اور اصحاب حجر کی جہت سے۔ یہ جملہ انھوں نے دو مرتبہ کہا۔ (ابن عساکر جلد ۲ ص۳۹ تاریخ طبری جلد ۶ ص۱۵۷ تاریخ کامل جلد ۴ ص۲۰۹ تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص۱۳۰ محاضرات امام راغب جلد ۳ ص۲۱۴)

(۷) سعید بن مسیب

سعید بن مسیب کہا کرتے تھے "پہلا فیصلہ جس نے رسول اللہ کے فیصلہ کو رد کیا وہ معاویہ کا فیصلہ تھا زیاد کے متعلق"۔

(۸) ابن یحییٰ

ابن یحییٰ کہا کرتے پہلا حکم رسول اللہ کا جو رد کیا گیا وہ زیاد کے متعلق آپ کا حکم تھا۔

(۹) ابن نعجہ

ابن نعجہ کہا کرتے تھے "پہلی بیماری جو عرب میں داخل ہوئی وہ حسن مجتبیٰ کا قتل اور زیاد کو بھائی بنانا ہے"۔ (تاریخ ابن عساکر جلد ۵ ص۴۱۲ تاریخ الخلفاء سیوطی ص۱۳۱ اوائل سیوطی ص۵۱)

(۱۰) امام حسنؑ

امام حسن نے زیاد کو ایک خط لکھا تھا جس میں آپ نے اس استلحاق پر نفرت کا اظہار کیا تھا اور وضاحت کی تھی کہ شریعت اسلامیہ اس استلحاق کو روا رکھنے والی نہیں حضرت کے خط کا ایک فقرہ ہے:

"حسن بن فاطمہ کی طرف سے زیاد بن سمیہ کے نام اما بعد حضرت رسالتمآب کا ارشاد ہے لڑکا شوہر کے لئے ہے اور زناکار کے لئے سنگساری ہے والسلام"

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۷۳)

اس خط کے لکھنے کی وجہ کیا ہوئی تھی اس کو ہم آگے چل کر امام حسن کی مدینہ کو واپسی کے ضمن میں بیان کریں گے۔

(۱۱) امام حسینؑ

حضرت سید الشہداء امام مظلوم نے جب معاویہ کو اسلام کی بیخکنی اور شرائع دین کو تباہ و برباد کرتے دیکھا تو آپ نے معاویہ کو ایک طولانی خط لکھا جس میں ان کی خلاف شرع حرکتیں گنائی تھیں اسی

بستر پر پیدا ہو ... کوئی زیادہ ... باپ ... پیغمبر خدا نے ارشاد

فرمایا ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر (رجال کشی ص ۳۲۔ امام مظلوم کا یہ مکتوب پوری تفصیل سے بلاغت الحسین میں شایع ہو چکا ہے)

اس میں شک نہیں کہ اس واقعہ سے زیاد اور معاویہ دونوں ہی رسوا ہوئے زیاد کی رسوائی تو اور زیادہ ہوئی یہ خبر تمام مملکت اسلامیہ میں پھیلی کثرت سے لوگوں نے اس پر نکتہ چینی کی شعراء نے ہجویں کہیں۔ زیاد نے اپنے گورنری کے زمانہ میں کوئی امکانی کوشش اٹھا نہ رکھی کہ یہ ننگ و عار مٹ جائے اور اس حقارت و ذلت کا سلسلہ ختم ہو لوگ ٹھنڈے دل سے ابوسفیان کا بیٹا ہونا قبول کریں مگر اسے کامیابی نہ ہوئی اعتراض اور طعن و تشنیع کا سلسلہ برابر جاری رہا آخر زیاد نے ایک چال چلی کہ شاید اس طرح کام بن جائے اس نے حضرت عائشہ کو ایک خط لکھا جس میں لکھا تھا "زیاد بن ابی سفیان کی طرف سے"۔ اسے امید تھی کہ حضرت عائشہ بھی جواب میں لکھیں گی "زیاد بن ابی سفیان کے نام" اور اس طرح پیغمبر کی چہیتی بیوی کی یہ تحریر معترضین و ناقدین کا منہ بند کر دے گی۔ مگر حضرت عائشہ اس چال کو سمجھ گئیں انھوں نے جواب میں صرف اتنا لکھا "ام المومنین کی طرف سے ان کے بیٹے زیاد کے نام۔" (نصائح ص ۵۰)

زیاد جب کوفہ کا گورنر مقرر ہو کر آیا تو اس نے لوگوں سے کہا

میں تمہارے پاس ایک ایسی غرض سے آیا ہوں جس کا فائدہ تمہیں کو ہوگا

لوگوں نے کہا فرمایئے

زیاد نے کہا۔ تم میرا نسب معاویہ سے ملا دو

لوگوں نے کہا جھوٹی گواہی سے تو ہم ملانے سے رہے

اس استلحاق کو تمام عرب والوں نے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا کوئی بھی اس سے خوش نہ تھا مگر وہ کرتے ہی کیا حکومت اس وقت بنی امیہ کے ہاتھ میں تھی اور وہ جو چاہتے تھے وہی ہوتا تھا۔ جب بنی امیہ کی حکومت ختم ہوگئی اور بنی عباس کا دور آیا تو خلیفہ مہدی نے فرمان کے ذریعہ اس استلحاق کو کالعدم قرار دیا اور حکم دیا کہ زیاد کی اولاد کا نام قریش اور عرب کے دفتر سے کاٹ دیا جائے چنانچہ اس کی اولاد اپنے دادا عبید رومی کی اولاد میں قرار دی گئی۔

۱۲۔ معاویہ کے عمال و ولاۃ

معاویہ کی حکومت و بادشاہت ایسی تھی جیسی کسی ظالم ڈکٹیٹر کی ہوتی ہے ان کے جور و تشدد سے سارے اسلامی شہر مبتلائے آلام اور ہر متنفس خوف سے لرزاں تھا انھوں نے ہر قسم کی سیاسی آزادیاں چھین لی تھیں تمام دستوری حقوق سے محروم کر رکھا تھا ہر شہر و ضلع اور صوبہ کی حکومت جفا پیشہ بدمعاشوں کو

... کچھ پاس و لحاظ کیا جاتا تھا ان کی حکومت کسریٰ و
قیصر کی حکومت سے بھی بدترین تھی خوارزمی نے ان کے متعلق بالکل ٹھیک کہا تھا

بنی امیہ کا قہر و غضب ہے ... ان کا قہر و غضب ہے محض بدگمانی پر گرفتار کرتے ہیں ہوا و ہوس کی بنا پر فیصلہ دیتے ہیں اور غصہ کی بنا پر قتل کرتے ہیں (البیان جلد ۱ ص ۹۵)

سعید بن عاص نے جسے حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا دل کی بات کہہ دی تھی کہ عراق کی سرزمین قریش کا باغ ہے۔ غریب عوام اور ان کی املاک و جائداد گھر بار یہ بنی امیہ کی جاگیریں تھیں وہ ان میں ویسا ہی من مانا تصرف کرتے جس طرح زمیندار اپنی زمینوں میں کرتے ہیں انکے ظلم ستم کی چکی ایک ایک شہر کو پیسے ڈال رہی تھی ظلم و جور کی شدت کے سبب جو بھی چیخ نکل پڑتی تھی کسی کی مجال نہ تھی کہ صدائے احتجاج بلند کرے وہ زبان کاٹ لی جاتی تھی جو مخالفت میں کھلتی وہ سر کاٹ کر پھینک دیا جاتا جو مرضی کے خلاف ہٹتا عبد الملک بن مروان کہا کرتا۔

خوشگوار ترین زندگی اس کی ہے جس کے پاس ضرورت بھر پیسے ہوں خوش رکھنے والی زوجہ ہو اور ہمارے خبیث دروازوں کو پہچانتا نہ ہو کہ دروازہ پر آئے اور ہماری ایذا رسانیوں کا نشانہ بنے۔ (تاریخ کامل جلد ۱۰ ص ۱۸۳)

واقعہ بھی یہی ہے کہ وہ شخص خوش قسمت تھا جو ان کے دروازے تک نہ پہونچا اور حکومت کے چکر سے محفوظ رہا جو ظلم و جور اور دہشت انگیزی کا چکر تھا اس حکومت کی آگ کے آگے آتش جہنم بھی ہیچ تھی اس آگ میں جل کر ہر وہ شخص خاکستر ہوا جس میں غیرت و حمیت تھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور احتجاج کی ہمت تھی۔

معاویہ نے اپنے مخصوص لائحہ عمل اور مخفی منصوبہ کے تحت چن چن کر ایسے افراد کو عہدہ و منصب پر فائز کیا جو جرم و خطا میں طاق اور دین و مذہب سے بالکل بیگانہ تھے کسی کو اس وقت تک حکومت کا عہدہ نہ دیا جب تک یہ نہ معلوم ہوگیا کہ وہ بدترین خدا ظالم و جابر اور خون آشام ہے۔ انھوں نے عمرو عاص ایسے شخص کو مصر کا گورنر مقرر کیا کیونکہ انھیں عمرو عاص نے اپنی چالبازیوں سے صفین میں جنگ کا پانسہ پلٹا اور ایسی صورت پیدا کر دی کہ امیر المومنین کی حکومت کا تختہ الٹ جائے، زیاد کو عراق کا گورنر مقرر کیا کیونکہ اس نے عراق و ایران پر قابو پانے میں بڑی مدد دی تھی۔ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔

زیاد پہلا وہ شخص ہے جس نے اقتدار کو مستحکم اور حکومت کو معاویہ کے لئے مضبوط کیا اس نے تلوار بے نیام کی محض بدگمانی پر گرفتار اور صرف شبہہ کے بنا پر قتل کیا (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۳۲)

ہم معاویہ کے چند عاملوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی مدد سے معاویہ کی حکومت مستحکم ہوئی سرسری طور پر

۱۔ ابوہریرہ

ابوہریرہ اسلام لانے سے پہلے بڑی نکبت و بدحالی کے عالم میں تھے، بچپن اپنی بلی سے کھیلتے ہوئے گذرا جس پر وہ بہت فریفتہ تھے یہاں تک کہ ان کا لقب ہی ہو گیا تھا ابوہریرہ بلی کا باپ، جوانی کے کئی برس مفلسی و فقر و فاقہ کے عالم میں گذرے گھروں میں نوکری کرکے پیٹ پالتے، اور جس حال میں بسر ہو رہی تھی اسی میں خوش تھے جب آفتاب اسلام کی شعاعیں پھیلیں اور اہل عرب جوق در جوق مسلمان ہونے لگے تو انھوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ فتح خیبر کے بعد انھوں نے وطن کو خیرباد کہا اور اسلام لاکر حلقۂ بیعت میں داخل ہوگئے یہ باتفاق مورخین ۷ھ کا واقعہ ہے۔

رہ گئی ان کی صحابیت اور صحبت پیغمبر میں ان کی باریابی تو خود ابوہریرہ نے ایک حدیث میں جسے امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے صراحت کی ہے کہ صرف تین برس تک رہی۔

ابوہریرہ اسلام لانے کے بعد مساکین صفہ میں داخل ہوگئے۔ اہل صفہ جیسا کہ علامہ ابوالفدا اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں مفلس و نادار مسلمان تھے جن کے نہ کوئی گھر تھا نہ قوم و قبیلہ، عہد پیغمبر میں وہ لوگ مسجد نبوی میں شب کو سوتے اور دن میں رہتے، مسجد کا سائبان ان کا جائے قیام تھا اسی کی طرف وہ منسوب ہوگئے جب پیغمبر شب کو کھانا نوش فرماتے تو ان میں سے کچھ لوگوں کو اپنے کھانے میں شریک کر لیتے اور باقی دیگر اصحاب کے پاس بٹ جاتے تاکہ ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوں ان اہل صفہ کے مشہور لوگوں میں ابوہریرہ تھے۔ خود ابوہریرہ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں وکنت امرءً مسکینا من مساکین الصفۃ میں فقراء صفہ میں سے ایک نادار شخص تھا۔ (صحیح بخاری جلد دوم ص۱ کتاب البیوع)

صحیح بخاری میں ایک طولانی حدیث میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں وان اباھریرۃ کان یلزم رسول اللہ بشبع لبطنہ ابوہریرہ صرف پیٹ بھر کھانے کے لئے پیغمبر سے چپکے رہتے تھے (صحیح بخاری جلد ۱ ص۲۲ کتاب العلم وغیرہ)

اسی فقر و فاقہ کے عالم میں کئی برس گذرے نہ تن کو کپڑا تھا نہ پیٹ کو روٹی نہ کہیں سر چھپانے کا ٹھکانہ تھا۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں بھی ان کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا یہاں تک کہ حضرت عمر خلیفہ ہوئے انھوں نے ان پر ترس کھایا اور خاک سے اٹھا کر آسمان پر پہونچا دیا ۲۱ھ میں بحرین کے حاکم مقرر کئے گئے مگر دو ہی برس میں خیانت کے الزام پر معزول کر دئے گئے حضرت عمر نے انھیں صرف معزول ہی نہیں کیا بلکہ ان سے دس ہزار درہم یا دینار بھی چھین لئے اور بیت المال میں داخل کر دئے جس کے متعلق حضرت عمر کا خیال تھا کہ ابوہریرہ نے اسے مال خدا سے چرایا ہے۔

اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک ہزار دینار اور ۶۰۰ دینار کے گھوڑے خریدے ہیں؟
ابو ہریرہ نے کہا
"ہمارے پاس چند گھوڑے تھے جن کی نسل بڑھی کچھ عطیے وصول ہوئے"
حضرت عمر نے کہا
"میں نے تمہارا حساب کر لیا ہے اتنے دن تم نے کام کیا اتنی تمہاری تنخواہ ہوئی ہے یہ دس ہزار تم نے فاضل لے لئے ہیں اس کو فوراً ادا کر دو"
ابو ہریرہ نے کہا
"یہ ہمارا ذاتی مال ہے آپ نہیں لے سکتے"
حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم میں لے کے رہوں گا اور تمہاری پیٹھ بھی دکھاؤں گا۔
پھر وہ درہ لے کر کھڑے ہوگئے اور اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا پھر کہا ابھی لاؤ۔ ابو ہریرہ نے کہا اسے بحساب کر خدا کے پاس ہے۔ حضرت عمر نے کہا یہ تو جب میں سمجھتا جب تم حلال ذریعے سے حاصل کرتے اور خوشی خوشی حاضر کر دیتے کیا تم بحرین کے آخری سرے سے اسی لئے آئے ہو کہ لوگوں سے خراج وصول کر کے اپنا گھر بھر لو نہ اللہ کو دو نہ مسلمانوں کو؟ تمہاری ماں امیمہ نے گدھے چرانے کے لئے ہی تمہیں جنا ہے۔
پھر حضرت عمر نے ان سے وہ سارا مال وصول کر لیا جو انھوں نے غبن کیا تھا اور ابو ہریرہ ویسے ہی ہو گئے جیسے پہلے تھے۔ غریب و مفلس اب خیانت کا داغ بھی پیشانی پر لگ چکا تھا جب حکومت حضرت عثمان تک پہونچی تو حضرت عثمان نے انھیں مقرب بارگاہ بنا لیا اور یہ اُن کے خاص آدمیوں میں محسوب ہونے لگے اسی وقت سے انھوں نے حضرت عثمان کی فضیلت میں حدیثیں گڑھنا شروع کیں مثلاً
"پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا ہر نبی کا ایک خلیل ہوا کیا اس کی اُمت سے میرے خلیل عثمان ہیں" (علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بسلسلہ حالات اسحاق بن نجیح اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے)
"ہر نبی کے لئے جنت میں ایک رفیق ہوگا اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہوں گے
(علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بسلسلہ حالات عثمان بن خالد اس حدیث کا ذکر
[illegible]

اور دوسوں اللہ کی طرف منسوب ہیں

جب تمام مسلمان حضرت عثمان سے برگشتہ ہو گئے اور انھیں قتل کر ڈالا اور خلافت اسلامیہ امیرالمومنین کے ہاتھوں میں آئی تو ابو ہریرہ پھر کس مپرسی کے عالم میں ہو گئے انھوں نے مدینہ کا قیام ترک کر دیا اور دمشق چلے آئے اور معاویہ کے مصاحبین میں داخل ہو گئے یہاں انھوں نے ہر ممکن وسیلہ سے کام لے کر معاویہ کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے شام والوں سے پیغمبر خدا کی طرف منسوب کر کے بیان کیا

پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا خداوند عالم نے اپنے وحی پر تین شخصوں کو امین بنایا ایک میں دوسرے جبریل تیسرے معاویہ

پیغمبر خدا نے معاویہ کو ایک تیر دیا اور کہا اسے اپنے پاس رکھو اسی کے ساتھ مجھ سے جنت میں ملنا۔

اسی قسم کی بہت سی حدیثیں معاویہ، بنی امیہ اور صحابہ کے فضائل میں انھوں نے یکے بعد دیگرے گڑھیں، حضرت معاویہ کا تقرب حاصل کرے اور ان کی دولت سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے ابوہریرہ جو چاہتے تھے ویسا ہی ہوا یعنی معاویہ نے ان پر انعامات واکرام کی بارشیں کر دیں درہم و دینار سے ان کے گھر بھر دیئے بڑی عزت وتوقیر عطا کی گوشۂ گمنامی سے نکال کر بام شہرت پر لا بٹھایا۔ حریر و ریشم کی ردائیں خز و دیباج کے لباس پہنائے رہنے کو محل دیئے۔ جب امام حسن اور معاویہ میں صلح ہو گئی اور معاویہ عراق آئے اور ابو ہریرہ نے استقبال کرنے والوں کی کثرت دیکھی تو بے حواس ہو گئے گھٹنوں کے بل زمین پہ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنا شروع کیا اور چیخ کر بولے۔

عراق والو! کیا تم سمجھتے ہو کہ میں خدا و رسول پر جھوٹ باندھوں گا اور اپنے کو جہنم میں جلاؤں گا؟ میں نے حضرت رسول خدا کو ارشاد فرماتے سنا ہے۔ ہر نبی کا ایک حرم ہوتا ہے۔ میرا حرم مدینہ ہے جس نے مدینہ میں کوئی تغیر کیا اس پر خدا کی ملائکہ کی اور تمام آدمیوں کی لعنت ہو

پھر کہا

میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ علی نے مدینہ میں تغیر کیا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ا ص ۳۵۸)

معاویہ کو جب یہ خبر ملی تو انھوں نے ابوہریرہ کو اپنے انعام واکرام سے نہال کر دیا اور مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

حضرت حجۃ الاسلام آقا عبدالحسین شرف الدین عاملی طاب ثراہ نے اپنی بے مثل و نظیر تالیف ابو ہریرہ میں ابوہریرہ کی زندگی پر پوری روشنی ڈالی ہے اور ان کی حدیثوں کی بہتات اور کیفیت سے تفصیلی بحث

کوئی خوبی تھی حکومت کی صلاحیت رکھتے تھے بلکہ صرف اس وجہ سے اس عزت کے مستحق سمجھے گئے کہ امیرالمومنین کے دشمن تھے حدیثیں گڑھنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے خصوصاً ایسی حدیثیں جن میں امیرالمومنین کی منقصت کا پہلو نکلتا ہو یا آپ کے دشمنوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہو۔ مفتری و کذاب اور جھوٹی حدیثیں گڑھنے والوں کی فہرست میں سب سے پہلے ابوہریرہ کا نام آتا ہے انھیں نے سب سے پہلے جرأت کی اور شریعت اسلامیہ میں تحریف کے مرتکب ہوئے ان کا دیکھا دیکھی ہزاروں ہی اس گناہ میں مبتلا ہوئے۔

ب۔ سمرہ بن جندب

معاویہ کے ولاۃ و عمال میں سے ایک سمرہ بن جندب بھی تھا جس کے [illegible] اعمال سے تاریخ کے ورق اور سیرۃ کے صفحات سیاہ ہیں۔ یہ نفاق و سرکشی میں پیغمبر کے زمانہ ہی سے مشہور و معروف تھا آنحضرت کے زمانہ میں اس سمرہ اور کسی انصار کے درمیان کھجور کے کچھ درختوں کے متعلق جھگڑا ہو گیا انصاری کے باغ میں سمرہ کے درخت پڑ رہے تھے انصاری نے پیغمبر سے شکایت کی آپ نے سمرہ کو بلا کر کہا۔

"اپنا درخت اس انصاری کے ہاتھ بیچ ڈال اور قیمت لے لو"

"میں ایسا نہیں کروں گا۔

"اس درخت کے بدلہ میں دوسرا درخت لے لو

"میں یہ بھی نہ کروں گا

"پھر اس کا باغ ہی خرید لو

"مجھے یہ بھی منظور نہیں

"اچھا یوں ہی چھوڑ دو تمھیں اس کے بدلہ میں جنت ملے گی

"میں یہ بھی نہ کروں گا۔

جب آنحضرت نے سمرہ کا یہ عناد اور شرارت و خباثت اور ایذا رسانی دیکھی تو آپ نے انصاری سے کہا

جاؤ اس کا درخت کاٹ کر پھینک دو اس کا کوئی حق اس میں نہیں۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۳۶۳)

علامہ زمخشری نے فائق میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے سمرہ سے فرمایا تم ایک ضرر رساں شخص ہو، اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرر رسانی

آپ کھجور کے چند درختوں کے عوض جنت کے ضامن بھی ہے مگر اس نے پیغمبر کی اپیل ٹھکرا دی اور اپنی ضد و سرکشی ہی پر جما رہا۔

سمرہ کے بہت اعمال و حرکات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ شراب بیچا کرتا تھا حالانکہ یہ حرام ہو چکی تھی حضرت عمر کو اس کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے کہا

خدا ہلاک کرے سمرہ کو حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا خدا یہودیوں پر لعنت کرے اُن پر چربی حرام کی گئی تو وہ بیچنے لگے۔ (مسند احمد جلد ۱ صہ۲۵)

علامہ زمخشری فائق میں لکھتے ہیں پیغمبر نے فرمایا خداوند عالم لعنت کرے یہودیوں پر ان پر چربی کا استعمال حرام کیا گیا تو وہ اسے پگھلا کر بیچنے لگے۔

جب زیاد نے اُسے بصرہ کا حاکم مقرر کیا تو اس نے قتل و غارت اور بیگناہوں کی خوں ریزی میں انتہا کر دی محمد بن سلیم بیان کرتا تھا کہ میں نے انس بن سیرین سے پوچھا

کیا سمرہ نے کسی کو قتل بھی کیا تھا

تو انس مشتعل ہو کر بولے

سمرہ کے کشتوں کی کوئی انتہا بھی ہے زیاد بصرہ پر اسے اپنا قائم مقام مقرر کر کے کوفہ چلا آیا سمرہ نے وہاں آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ زیاد نے اس سے پوچھا تمھیں یہ خوف تو نہیں کہ تم نے کسی بے قصور کو قتل کر ڈالا ہے۔ سمرہ نے ڈھٹائی سے کہا میں اتنے ہی بے قصور آدمیوں کو اور قتل کرتا تو مجھے کوئی خوف نہ ہوتا۔ (تاریخ کامل جلد ۳ صہ۸۳ طبری جلد ۶ صہ۱۳۲)

ابو سوار عدوی بیان کرتا ہے کہ سمرہ نے ایک صبح میں میری قوم کے ۴۷ آدمی ایسے قتل کیے جو حافظان قرآن تھے۔ (تاریخ طبری جلد ۶ صہ۱۳۲)

عوف، سمرہ کے جرائم بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ سمرہ مدینہ سے آیا جب قبیلہ بنی اسد کے گھروں کی طرف سے گذر رہا تھا تو کسی گلی سے ایک شخص نکلا اس کی ٹکر سمرہ کے سپاہیوں سے ہو گئی ایک شخص نے بے وجہ اس پر نیزہ سے وار کر دیا پھر سپاہی آگے بڑھ گئے۔ سمرہ اس شخص کے پاس آیا دیکھا کہ وہ اپنے خون میں لوٹ رہا ہے پوچھا اسے کیا ہوا۔

لوگوں نے کہا آپ ... جب گذر رہا تھا تو اگلے سپاہیوں سے اس کی ٹکر ہو گئی

سمرہ نے اکڑتے ہوئے کہا جب تمھیں یہ معلوم ہو کہ ہم لوگ کہیں جا رہے ہیں تو ہمارے نیزوں سے بچے رہو۔ (تاریخ کامل جلد ۳ صہ۱۸۳)

سمرہ کل تم خدا کو کیا جواب دو گے ایک شخص تمہارے پاس گرفتار کر کے لایا جاتا ہے کہ یہ خوارج میں سے ہے تم اسے قتل کر ڈالتے ہو پھر دوسرا شخص لایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ پہلے جس کو قتل کیا گیا وہ خارجی نہیں تھا وہ تو اپنی کسی ضرورت سے جا رہا تھا ہمیں دھوکا ہوا اُسے پکڑ لائے اصل خارجی یہ ہے تم اسے بھی قتل کر ڈالتے ہو۔

سمرہ نے کہا

اس میں حرج ہی کیا ہے اگر وہ شخص جنت کا مستحق تھا تو جنت میں گیا اور اگر جہنم والوں میں سے تھا تو جہنم میں پہونچا (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۳۶۳)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص خراسان کا رہنے والا بصرہ پہونچا اس کے پاس کچھ مال زکوٰۃ تھا اس نے جا کر بیت المال میں داخل کیا اور وہاں سے برأت نامہ لیا پھر مسجد میں آیا دو رکعت نماز پڑھی سمرہ نے اسے پکڑ لیا اور یہ الزام لگا کر کہ یہ خارجی ہے قتل کر ڈالا قتل کرنے کے بعد جیب اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو اس میں وہ برأت نامہ بھی ملا (یعنی خوارج کے عقائد سے بری ہونے کی سند) تحریر بیت المال کے خزانچی کی تھی ابوبکرہ نے سمرہ سے کہا

سمرہ تم نے کیا خداوند عالم کا یہ ارشاد نہیں سنا جس نے زکوٰۃ ادا کر دی وہ رستگار ہوا الخ اپنے پروردگار کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی)

سمرہ نے جواب دیا

تمہارے ہی بھائی زیاد نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۳۶۳)

زیاد جب تک جیتا رہا یہ سمرہ اسکے ماتحت ملازمین میں شامل رہا زیاد کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں رہا اس کی طرف سے پولیس افسر تھا اور عبیداللہ بن زیاد کے ہولناک ترین جرم یعنی حضرت امام مظلوم کے قتل میں اس کا پورا پورا شریک رہا یہ لوگوں کو آمادہ کر کے حضرت سے جنگ کے لئے روانہ کرتا (شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۳۶۳)

اس کا ایک ہولناک جرم یہ بھی تھا کہ اس کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت گرفتار کر کے لائی گئی وہ ایک ایک سے پوچھتا تمہارا دین کیا ہے جواب ملتا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور محمد رسول اللہ ہیں حرورتہ (یعنی خارجی مذہب) سے بری ہوں سمرہ حکم دیتا اور اس شخص کی گردن ماردی جاتی یہاں تک کہ اس نے ایک نشست میں ۲۰ مسلمانوں کو قتل کیا (نصائح ص ۵۴)

عذاب نہ کرتا۔ (نصائح ص۵۳)

ج ۔ بسر بن ارطاۃ

معاویہ کے عاملوں میں سے ایک یہ بُسر بن ارطاۃ بھی تھا جو ظلم و جور جفاکاری دہشت انگیزی میں ان کا دست راست تھا اس جلاد نے ایسے ایسے ہولناک حرکات کئے ہیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس نے ایسے بڈھوں کو قتل کیا جن کی کمریں جھک گئی تھیں چھوٹے چھوٹے کم سن بچوں کو ان کی ماؤں کی آغوش میں ذبح کیا معاویہ کی حکومت مضبوط کرنے اور ان کا اقتدار قائم کرنے کے لئے۔ چنانچہ جب معاویہ نے لشکر کے ساتھ اسے یمن پر لوٹ مار کرنے کے لئے بھیجا تو اس نے ایسی سفاکی اور جلادی کا مظاہرہ کیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ روانگی سے پہلے معاویہ نے اسے بلا کر تاکید کرتے ہوئے کہا۔

> حجاز کا راستہ اختیار کرکے مکہ و مدینہ سے ہوتے ہوئے یمن تک جا پہنچو اور جو بھی آبادی تمہیں ایسی ملے جہاں کے لوگ علی کے اطاعت گزار ہوں انھیں خوب ڈراؤ دھمکاؤ یہاں تک کہ انھیں یقین ہو جائے کہ اب جان بچنے والی نہیں اور تم انھیں پوری طرح نرغہ میں لے چکے ہو پھر تم رک جاؤ اور انھیں بیعت پر آمادہ کرو جو شخص انکار کرے اسے قتل کر ڈالو اور جہاں بھی شیعیان علی ملیں انھیں تہ تیغ کرو۔

یہ ہدایات لے کر بسر روانہ ہوا مدینہ پہونچا وہاں کے عامل ابو ایوب انصاری تھے پیغمبر خدا کے سب سے پہلے میزبان مدینہ آنے پر پیغمبر انھیں کے یہاں مقیم ہوئے تھے ابو ایوب تاب مقاومت نہ پاکر مدینہ سے رخصت ہو گئے بسر مدینہ میں داخل ہوا لوگوں کے مجمع میں تقریر کی انھیں خوب گالیاں دیں اور کہا تمہارے منہ کالے ہوں پھر انصار کو گالیاں دیں اور کہا اے گروہ یہود اور غلاموں کی اولاد خدا کی قسم میں تمہیں اتنی دردناک اذیتیں پہنچاؤں گا کہ مومنین کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں اس کے بعد اس نے بہت سے مکانات میں آگ لگوا دی پھر وہاں سے مکہ پہونچا وہاں کے عامل قثم بن عباس تھے وہ بھی وہاں سے نکل بھاگے بسر نے مکہ میں داخل ہو کر مکہ والوں کو خوب گالیاں دیں اور زجر و توبیخ کی۔

کلبی سے روایت ہے کہ بسر جب مدینہ سے مکہ کی طرف گیا تو اس نے راستہ میں بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا بہت سے مال و اسباب لوٹے مکہ والوں کو جب خبر معلوم ہوئی تو وہ ڈر کر شہر چھوڑ بھاگے عبید اللہ بن عباس کے دو لڑکے بھی مارے ڈر کے نکلے بسر نے انھیں پکڑ کر ذبح کر دیا بنی کنانہ کی کچھ عورتیں نکل پڑیں ان میں سے ایک عورت نے کہا مردوں کو قتل کرنا تو میری سمجھ میں آتا ہے مگر بچوں نے کیا قصور کیا ہے بچوں کو

نے پھر اس نے ہمدان والوں کو قتل کرتے کہا اے نصاریٰ کے گروہ اور بندروں کے بھائی اگر مجھے
تمہارے متعلق کوئی بات بھی ایسی معلوم ہوئی جسے میں پسند نہیں کرتا تو میں تمہارے ساتھ ایسا سلوک کروں گا جس سے نسل برباد کھیتی تباہ اور گھر ویران ہو جائیں گے پھر وہ صنعا آیا اور شہر میں داخل ہو کر بے شمار لوگوں کو قتل کیا مارب کا وفد اس سے ملنے آیا تو اس نے وفد کے سارے آدمیوں کو مروا ڈالا پھر صنعا سے چلتے وقت اس نے اور تباہی مچائی ہزاروں افراد کو تہ تیغ کیا پھر دوبارہ پلٹ کر صنعا آیا اور عمر انسانوں کو جو فارس کے رہنے والے تھے قتل کیا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۳۷)

مورخین لکھتے ہیں کہ بُسر نے تقریباً ۳۰ ہزار آدمیوں کو قتل کیا یہ تعداد اُن لوگوں کے علاوہ ہے جنھیں اس نے جلا کر پھونک ڈالا۔ (ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۱۲۱)

د۔ زیاد بن ابیہ

معاویہ کے عاملوں میں اہمیت کے لحاظ سے بہت نمایاں شخصیت اس کی تھی اسی لحاظ سے اس کی سفاکی و جفاکاری بھی سب سے زیادہ تھی معاویہ نے اسے بصرہ، کوفہ، سجستان، فارس، سند اور ہند کے علاقوں کا گورنر مقرر کیا تھا (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۳۲) اس کے دور حکومت میں یہ تمام ممالک انتہائی مصائب و آلام میں گرفتار رہے اس نے ان علاقوں میں قیامت مچا رکھی تھی ان ممالک کے باشندوں کو کسی قسم کی آزادی نصیب نہ تھی ہر شخص اس کے قہر و غضب کے خوف سے تھرتھراتا رہتا اس نے لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹے، آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں ہزاروں شرفا اور ذی وجاہت افراد کو قتل کرا ڈالا ایسا تشدد دیتا اور ایسے مظالم ڈھائے جن کی منظر کشی ناممکن ہے خود زیاد نے اپنے طریقہ کار اور سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا تھا۔

> میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں قرابتدار کو قرابتدار کے بدلے میں گرفتار کروں گا رہنے والے کو چلے جانے والے کے بدلے آنے والے کو بھاگ جانے والے کے بدلے تندرست کو بیمار کے بدلے ہم نے ہر گناہ کے لئے ایک سزا معین کی ہے جو کسی کو ڈبوئے گا ہم اسے ڈبو دیں گے جو کسی کو آگ میں جلائے گا ہم اسے آگ میں جلائیں گے جو کسی گھر میں نقب زنی کرے گا ہم اس کے دل میں سوراخ کر دیں گے جو کسی قبر کو کھودے گا ہم اسے زندہ گاڑ دیں گے
>
> (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۲۶)

ان فقروں کا صریحی مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسول نے مسلمانوں کے لئے جو حدود اور جرائم پر سزائیں

[illegible] زیاد نے جن سیاست و انتظامی

تدابیر کا اپنی تقریر میں اظہار کیا تھا اس کا مسلمانوں کو اس دن سے پہلے کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا

زیاد کی یہ لفظیں ثبوت ہیں اس کا کہ وہ لوگوں پر قہر و غلبہ ظلم و جور سے حکومت کرنا چاہتا تھا دلوں

کو خوف و ہراس سے بھر کے اور ان کے ہوش و حواس پر دہشت طاری کر کے زبردستی انھیں حکومت

کا فرمانبردار بنانا چاہتا تھا۔ زیاد نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی کہیں رشتہ دار کو اس کے رشتہ دار کے

بدلہ میں رہ جانے والے کو چلے جانے والے کے بدلہ میں سزا دوں گا۔ یہ چیز ایسی ہے کہ احکام الٰہی کے

سراسر مخالف ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری

زیاد کی تقریر کے دوران ہی ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہدیا

خداوند عالم کا فرمان آپ کی تقریر کے برعکس ہے اس کا تو ارشاد ہے وابراھیم

الذی وفی ابراہیم وہ تھے جنھوں نے پورا کر دکھایا لا تزر وازرۃ وزر اخری دوسرے پر

کسی کے جرم کا مواخذہ نہیں۔ لیس للانسان الا ما سعی۔ انسان کے لئے وہی ہے

جس کی وہ کوشش کرے۔ خداوند عالم نے جن باتوں کا وعدہ کیا ہے وہ تمھارے وعدوں

سے کہیں بہتر ہیں۔

زیاد نے بپھر کر کہا

تم اور تمھارے اصحاب جو چاہتے ہیں اس تک خون میں ڈوب کر ہی پہونچنا ممکن ہے۔

(طبری جلد ۶ ص ۱۳۵)

زیاد نے اسی ظلم و تشدد اور دہشت انگیزی کی پالیسی پر عمل کیا جتنا بس چلا لوگوں کو قتل کیا قید

میں رکھا جلا وطن کیا اور سخت سے سخت عقوبتیں پہونچائیں۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ زیاد بن ابیہ جن دنوں بصرہ کا حاکم تھا اس کا قاعدہ تھا کہ عشا کی نماز تاخیر

سے پڑھتا اور پولیس افسر پر تاکید تھی کہ مسجد سے باہر جو آدمی بھی دکھائی دے اس کا سر قلم کر دو ایک مرتبہ

اس پولیس افسر کے ہاتھوں ایک بدنصیب پڑ گیا وہ پکڑ کر زیاد کے پاس لایا زیاد نے پوچھا تم نے اذان سنی

تھی اس نے کہا نہیں میں اپنی اونٹنی لیکر آیا تھا کہ رات ہو گئی میں ایک جگہ رکنے پر مجبور ہوا چنانچہ میں صبح کے

انتظار میں ٹھہر گیا یہاں کے احکام کیا ہیں مجھے کوئی اطلاع نہ تھی۔ زیاد نے کہا میرا خیال ہے کہ تم سچ کہہ

رہے ہو لیکن تمھیں قتل کر ڈالنے میں اس امت کی بھلائی ہے چنانچہ اس کے حکم سے وہ قتل کر دیا گیا۔ یہ زیاد

پہلا وہ شخص ہے جس نے معاویہ کی حکومت کو خوب مضبوط کیا معاویہ کی اطاعت لوگوں پر لازم کی جرم سے

پہلے سزا دی تلوار برہنہ کی محض بدگمانی پر گرفتار کیا اور صرف شبہ پر سزا دی (تاریخ طبری جلد ۶ ص ۱۳۲)

لوگوں کو اس کے دور حکومت میں ایسے ایسے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا کہ خدا کی پناہ ہم اس کا اجمالی تذکرہ آگے چل کر کریں گے۔

یہ تھے اسباب و علل صلح کے ان کی بنا پر امام حسن کے لئے لازم و واجب تھا کہ آپ معاویہ سے صلح کریں۔ صلح کرکے آپ نے انتہائی دور اندیشی اور دانشمندی کا ثبوت دیا۔ اور وہی کیا جو حالات کے لحاظ سے ناگزیر تھا۔ اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے صلح پر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ امام حسن نے بھی کیوں نہیں اسی طرح لڑ بھڑ کر جان دے دی اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے جس طرح حضرت سید الشہداء امام حسین نے کیا۔ اس شبہ کا جواب ہم آگے چل کر تفصیل سے دیں گے۔

پانچواں باب

تحریک صلح

مورخین کا اس امر میں شدید اختلاف ہے کہ صلح کی تحریک پہلے کس کی طرف سے ہوئی، ابن خلدون اور بعض دیگر مورخین کا خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے جس نے صلح کی طرف پیش قدمی کی وہ امام حسن تھے جب آپ نے اپنے لشکر کی کمزوری اور ان کی آپس کی پھوٹ کو دیکھا تو آپ نے بہتر یہی سمجھا کہ صلح کرلی جائے۔ (تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص۱۸۶)

اصابہ میں ہے کہ جب آپ پر خنجر کا وار کیا گیا تو آپ نے عمرو بن سلمہ ارحبی کو بلا کر معاویہ کے پاس صلح کے لئے بھیجا اور صلح کی شرطیں پیش کیں۔

تاریخ کامل میں ہے کہ جب امام حسن نے اپنے معاملات کی ابتری و پراگندگی دیکھی تو آپ نے معاویہ کو صلح کے لئے لکھا۔ ابن ابی الحدید نے بھی یہ فقرہ لکھا ہے (تاریخ کامل جلد ۳ ص۲۰۵ شرح نہج البلاغہ جلد ۱)

مورخین کی دوسری جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلے صلح کی درخواست معاویہ نے کی انھوں نے امام حسن کے ساتھیوں کے وہ خطوط جن میں اُن ساتھیوں نے معاویہ سے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی تم چاہو یا کہو ہم امام حسن کو ناگہانی طور پر قتل کر ڈالیں یا اسیر کرکے تمھارے پاس پہونچا دیں۔ اکٹھا کرکے امام حسن کے پاس بھیجے اور صلح کی تحریک کی۔ (ارشاد ص۱۷۰ کشف الغمہ ص۱۵۴ مقاتل الطالبین ص۲۶)

سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ معاویہ نے مخفی طور پر امام حسن سے صلح کے متعلق خط و کتابت کی امام نے

وہ آپس کے اختلافات بھول کر ہم سے جنگ پر کمربستہ اور متحد نہ ہو جائیں عراق والوں کے مزاج میں تلون بلا کا تھا اُن کی فطرت ہی میں یہ بات داخل تھی کہ کبھی ایک بات پر جمے نہ رہے۔ سب سے بڑا ثبوت اس بات کا کہ خود معاویہ نے اول اول صلح کی درخواست کی امام حسن کی وہ تقریر ہے جو آپ نے مدائن میں فرمائی تھی اور جس میں آپ نے کہا تھا۔

دیکھو معاویہ نے مجھے ایک امر کی دعوت دی ہے اس میں نہ تو عزت ہے نہ انصاف

بہرحال خواہ صلح کی تحریک معاویہ کی طرف سے ہوئی ہو یا امام حسن کی طرف سے یہ کوئی اہم بات نہیں اگر امام حسن ہی کی طرف سے صلح کی تحریک ہوئی ہو تب بھی اُن مصائب و آلام کو دیکھتے ہوئے جنھوں نے آپ کو مصالحت پر مجبور کیا کوئی حرج نہیں تھا اور اگر معاویہ نے صلح میں جلدی کی ہو تب بھی اس سے امام کا کوئی نقصان نہ تھا اصل بحث ان شرائط سے ہے جو امام نے غنیم کے سامنے پیش کئے تھے۔

اس موقع پر تاریخ میں بہت نمایاں اختلاف ہے مورخین نے بہت ہی اُلٹی سیدھی باتیں لکھی ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ امام نے معاویہ کے پاس دو سفیر بھیجے ایک عمرو بن سلمہ ہمدانی دوسرے محمد بن اشعث کندی تاکہ یہ جا کر معاویہ سے صلح کی تفصیلات معلوم کریں اور پوری طرح اطمینان حاصل کریں کہ معاویہ جو کچھ کہتے ہیں وہ پورا بھی کریں گے۔ معاویہ نے ان دونوں کو یہ تحریر لکھ کر حوالہ کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ مکتوب حسن بن علی کے نام ہے معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے میں آپ سے صلح کرتا ہوں اس بات پر کہ میرے بعد حکومت آپ کے لئے ہوگی آپ کیلئے خدا کا عہد اس کا میثاق و ذمہ اور رسول خدا کا ذمہ ہے اور اتنا سخت عہد و پیمان جس سے بڑھ کر سخت عہد و پیمان خدا نے اپنی کسی مخلوق سے نہ لیا ہوگا۔ میں نہ ناگہانی طور پر آپ کو کوئی ضرر پہونچانے کی کوشش کروں گا نہ رنج۔ میرا فریضہ ہوگا کہ میں ہر سال بیت المال سے دس لاکھ درہم آپ کو دیا کروں یہ لیا اور دار ابجرد کا جو کچھ خراج وصول ہوگا آپ ہی اپنے کارندے بھیج کر وصول تحصیل کرائے گا اور جس طرح چاہے گا خرچ کیجئے گا۔

اس تحریر پر عبداللہ بن عامر۔ عمرو بن سلمہ کندی عبدالرحمان بن سمرہ محمد بن اشعث کندی نے گواہیاں بنائیں۔ یہ خط ماہ ربیع الثانی ۴۱ھ میں لکھا گیا۔ اس وثیقہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے امام حسن کو تین چیزیں دیں۔

(۱) اپنا ولی عہد قرار دیا

(۲) دس لاکھ درہم سالانہ بیت المال سے آپ کا وظیفہ معین کیا۔

امام نے معاویہ کی اس تحریر کو اپنے پاس محفوظ رکھ لیا اور بنی عبدالمطلب سے ایک شخص عبداللہ بن حارث بن نوفل کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ معاویہ کی بہن عبداللہ کی ماں تھی معاویہ اس کے ماموں تھے آپ نے فرمایا کہ جاکر اپنے ماموں سے کہو اگر تم لوگوں کی جان و مال سے تعرض نہ کرو تو میں حکومت تمہارے حوالے کردوں گا۔

عبداللہ معاویہ کے پاس پہونچے اور امام کا پیغام کہہ سنایا یعنی تمام لوگوں کے لئے امن عام معاویہ نے ایک سادہ کاغذ نیچے دستخط کرکے عبداللہ کو دیا اور کہا اس پر حسن جو شرائط چاہیں لکھدیں مجھے منظور ہے عبداللہ یہ کاغذ لئے ہوئے امام کے پاس آئے امام نے اس کاغذ پر اپنے شرائط لکھدیئے اہم شرائط آگے چل کر لکھیں گے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین نے اسی روایت کو معتبر سمجھ کر الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم ص۳ پر نقل کیا ہے۔

علامہ طبری اور علامہ ابن اثیر نے دوسری بھی روایت لکھی ہے جو اس مذکورہ بالا روایت کے برخلاف ہے اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حسن نے معاویہ کو صلح کی بابت خط لکھا اور صلح کی چند شرطیں لکھیں کہ اگر معاویہ نے ان شرطوں کی پابندی کی اور ان پر عمل فوراً شروع کردیا تو آپ صلح کرلیں گے ورنہ نہیں جب امام حسن کا یہ خط معاویہ کے پاس پہونچا تو معاویہ نے آپ کا یہ خط اپنے پاس محفوظ کرلیا۔ معاویہ امام حسن کے اس خط کے آنے کے پہلے ہی ایک سادہ کاغذ پر نیچے دستخط کرکے امام حسن کے پاس بھیج چکے تھے اور لکھا تھا کہ آپ جو شرائط چاہیں اس کاغذ پر لکھ لیں۔ امام حسن کے پاس یہ سادہ کاغذ اس وقت پہونچا جب آپ اپنی تحریر بھیج چکے تھے جس میں آپ نے چند شرطیں کی تھیں۔ اب جو یہ سادہ کاغذ آیا تو آپ نے اس کاغذ پر مزید شرائط لکھے اور لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھ لیا۔ جب امام حسن نے معاویہ کو حکومت حوالے کردی تو آپ نے مطالبہ کیا کہ ان شرائط کو پورا ہونا چاہیئے جو آپ نے دوبارہ معاویہ کے سادہ بھیجے ہوئے کاغذ پر لکھے تھے۔ معاویہ نے وہ شرائط پورے نہیں کئے اور کہا کہ ہم تو بس وہی شرائط پورے کریں گے جو آپ نے ہمیں اپنی پہلی تحریر میں لکھے تھے اور ہم نے انھیں اسی وقت پورا کردیا تھا جب آپ کا وہ خط آیا تھا امام حسن نے فرمایا تم نے سادہ کاغذ بھی تو بھیجا تھا اور مجھے لکھا تھا کہ اس سادے کاغذ پر جو شرائط چاہئے لکھدیجئے میں انھیں ضرور پورا کرونگا اسی بات پر امام حسن اور معاویہ میں اختلاف ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ نے کوئی بھی شرط نہیں پوری کی نہ یہ نہ وہ (تاریخ کامل جلد ۳ ص۲۰۵ و تاریخ طبری جلد ۶ ص۹۳)

یہ روایت نہ تو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ امام حسن نے پہلے کون سے شرائط لکھ بھیجے تھے نہ یہ بتاتی ہے کہ جب معاویہ

وہ آپس کے اختلافات بھول کر ہم سے جنگ پر کمربستہ اور متحد نہ ہو جائیں عراق والوں کے مزاج میں تلون بلا کا تھا اُن کی فطرت ہی میں یہ بات داخل تھی کہ کبھی ایک بات پر جمے نہ رہے۔ سب سے بڑا ثبوت اس بات کا کہ خود معاویہ نے اول اول صلح کی درخواست کی امام حسن کی وہ تقریر ہے جو آپ نے مدائن میں فرمائی تھی اور جس میں آپ نے کہا تھا۔

دیکھو معاویہ نے مجھے ایک امر کی دعوت دی ہے اس میں نہ تو عزت ہے نہ انصاف

بہرحال خواہ صلح کی تحریک معاویہ کی طرف سے ہوئی ہو یا امام حسن کی طرف سے یہ کوئی اہم بات نہیں اگر امام حسن ہی کی طرف سے صلح کی تحریک ہوئی ہو تب بھی اُن مصائب و آلام کو دیکھتے ہوئے جنھوں نے آپ کو مصالحت پر مجبور کیا کوئی حرج نہیں تھا اور اگر معاویہ نے صلح میں جلدی کی ہو تب بھی اس سے امام کا کوئی نقصان نہ تھا اصل بحث ان شرائط سے ہے جو امام نے غنیم کے سامنے پیش کئے تھے۔

اس موقع پر تاریخ میں بہت نمایاں اختلاف ہے مورخین نے بہت ہی اُلٹی پلٹی باتیں لکھی ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ امام نے معاویہ کے پاس دو سفیر بھیجے ایک عمرو بن سلمہ ہمدانی دوسرے محمد بن اشعث کندی تاکہ یہ جا کر معاویہ سے صلح کی تفصیلات معلوم کریں اور پوری طرح اطمینان حاصل کریں کہ معاویہ جو کچھ کہتے ہیں وہ پورا بھی کریں گے۔ معاویہ نے ان دونوں کو یہ تحریر لکھ کر حوالہ کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ مکتوب حسن بن علی کے نام ہے معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے میں آپ سے صلح کرتا ہوں اس بات پر کہ میرے بعد حکومت آپ کے لئے ہوگی آپ کیلئے خدا کا عہد اس کا میثاق و ذمہ اور رسول خدا کا ذمہ ہے اور اتنا سخت عہد و پیمان جس سے بڑھ کر سخت عہد و پیمان خدا نے اپنی کسی مخلوق سے نہ لیا ہوگا۔ میں نہ ناگہانی طور پر آپ کو کوئی ضرر پہونچانے کی کوشش کروں گا نہ رنج۔ میرا فریضہ ہوگا کہ میں ہر سال بیت المال سے دس لاکھ درہم آپ کو دیا کروں یہ بسا اور دارابجرد کا جو کچھ خراج وصول ہوگا آپ ہی اپنے کارندے بھیج کر وصول تحصیل کرائے گا اور جس طرح چاہے گا خرچ کیجئے گا۔

اس تحریر پر عبداللہ بن عامر۔ عمرو بن سلمہ کندی عبدالرحمان بن سمرہ محمد بن اشعث کندی نے گواہیاں بنائیں۔ یہ خط ماہ ربیع الثانی ۴۱ھ میں لکھا گیا۔ اس وثیقہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے امام حسن کو تین چیزیں دیں۔

(۱) اپنا ولی عہد قرار دیا

(۲) دس لاکھ درہم سالانہ بیت المال سے آپ کا وظیفہ معین کیا۔

(۳) فارس کے دو علاقے کا خراج آپ کا حق قرار دیا [illegible]

اور جس طرح چاہے خرچ کرے۔

امام نے معاویہ کی اس تحریر کو اپنے پاس محفوظ رکھ لیا اور بنی عبد المطلب سے ایک شخص عبد اللہ بن حارث بن نوفل کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ معاویہ کی بہن عبد اللہ کی ماں تھی معاویہ اس کے ماموں تھے آپ نے فرمایا کہ جا کر اپنے ماموں سے کہو اگر تم لوگوں کی جان و مال سے تعرض نہ کرو تو میں حکومت تمہارے حوالے کردوں گا۔

عبد اللہ معاویہ کے پاس پہونچے اور امام کا پیغام کہہ سنایا یعنی تمام لوگوں کے لئے امن عام معاویہ نے ایک سادہ کاغذ نیچے دستخط کرکے عبد اللہ کو دیا اور کہا اس پر حسن جو شرائط چاہیں لکھدیں مجھے منظور ہے عبد اللہ یہ کاغذ لئے ہوئے امام کے پاس آئے امام نے اس کاغذ پر اپنے شرائط لکھدیئے اہم یہ شرائط آگے چل کر لکھیں گے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اسی روایت کو معتبر سمجھ کر الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم صفحہ پر نقل کیا ہے۔

علامہ طبری اور علامہ ابن اثیر نے دوسری ہی روایت لکھی ہے جو اس مذکورہ بالا روایت کے برخلاف ہے اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حسن نے معاویہ کو صلح کی بابت خط لکھا اور صلح کی چند شرطیں لکھیں کہ اگر معاویہ نے ان شرطوں کی پابندی کی اور ان پر عمل فوراً شروع کردیا تو آپ صلح کرلیں گے ورنہ نہیں۔ جب امام حسن کا یہ خط معاویہ کے پاس پہونچا تو معاویہ نے آپ کا یہ خط اپنے پاس محفوظ کرلیا۔ معاویہ امام حسن کے اس خط کے آنے کے پہلے ہی ایک سادہ کاغذ پر نیچے دستخط کرکے امام حسن کے پاس بھیج چکے تھے اور لکھا تھا کہ آپ جو شرائط چاہیں اس کاغذ پر لکھ لیں۔ امام حسن کے پاس یہ سادہ کاغذ اس وقت پہونچا جب آپ اپنی تحریر بھیج چکے تھے جس میں آپ نے چند شرطیں کی تھیں۔ اب جو یہ سادہ کاغذ آیا تو آپ نے اس کاغذ پر مزید شرائط لکھے اور لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھ لیا۔ جب امام حسن نے معاویہ کو حکومت حوالے کردی تو آپ نے مطالبہ کیا کہ ان شرائط کو پورا ہونا چاہیئے جو آپ نے دوبارہ معاویہ کے سادہ بھیجے ہوئے کاغذ پر لکھے تھے۔ معاویہ نے وہ شرائط پورے نہیں کئے اور کہا کہ ہم تو بس وہی شرائط پورے کریں گے جو آپ نے ہمیں اپنی پہلی تحریر میں لکھے تھے اور ہم نے انھیں اسی وقت پورا کردیا تھا جب آپ کا وہ خط آیا تھا۔ امام حسن نے فرمایا تم نے سادہ کاغذ بھی تو بھیجا تھا اور مجھے لکھا تھا کہ اس سادے کاغذ پر جو شرائط چاہیئے لکھ دیجئے میں انھیں ضرور پورا کردونگا اسی بابت پر امام حسن اور معاویہ میں اختلاف ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ نے کوئی بھی شرط نہیں پوری کی نہ یہ نہ وہ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۰۵ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۳)

یہ روایت نہ تو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ امام حسن نے پہلے کون سے شرائط لکھ بھیجے تھے نہ یہ بتاتی ہے کہ جب معاویہ کا سادہ اور دستخط کیا کاغذ ملا تو اس پر آپ نے کون کون سی شرطیں تحریر فرمائیں

امام حسن نے معاویہ کو خط لکھا اور چند شرطیں کہیں اور کہا کہ اگر تم نے ان شرطوں کو قبول کیا تو میں تمھاری بات مان لوں گا۔ معاویہ نے ان شرطوں کو قبول کرلیا۔ امام حسن کی مانگ یہ تھی کہ کوفہ کے بیت المال میں جتنے روپے ہیں وہ سب ہمیں ملنا چاہئیں۔ ایران کے علاقہ دارالجبرد کا خراج ہیں کرے اور حضرت علی کو سب و شتم نہ کیا جائے۔ معاویہ نے آخری شرط حضرت علی کو سب و شتم کرنے والی منظور نہیں کی تب امام حسن نے لکھا اچھا ہمارے سامنے سب و شتم نہ کیا جائے معاویہ نے اس کو منظور کرلیا پھر اسے بھی پورا نہیں کیا۔ (تاریخ ابی الفدا جلد ا صفحہ ۱۹۲)

ہمارا خیال ہے کہ علامہ ابن اثیر اور طبری نے جو روایت لکھی ہے کہ امام حسن نے پہلے چند شرطیں خود سے لکھ بھیجیں بعد میں جب معاویہ نے سادہ کاغذ بھیجا تو مزید شرائط لکھے قطعاً غلط ہے صحت سے اسے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ امام نے بعد میں معاویہ کے بھیجے ہوئے سادے کاغذ پر جو شرائط لکھے اگر وہ خاص اہمیت رکھتے تھے اور ان میں عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود تھی تو امام نے پہلے ہی خط میں یہ شرائط کیوں نہ کئے اس سے ہم قطع نظر کریں تو پھر دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ امام حسن نے معاویہ کے بھیجے ہوئے سادہ کاغذ کو اپنے پاس کیوں محفوظ رکھ لیا اور معاویہ کو ئی شرطوں سے خبر کیوں نہ کی ان سے وہ شرطیں منوائیں کیوں نہیں اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ امام حسن نے بعد میں جو شرطیں لکھی تھیں ان کے متعلق آپ کو شک تھا کہ معاویہ ان شرطوں کو پورا نہیں کریں گے حالانکہ آپ جانتے تھے کہ یہی موقع ہے ان شرائط کے منوانے کا ہم جو شرطیں بھی لکھیں گے معاویہ ان کے پورا کرنے کے پابند ہوں گے۔ غرضکہ طبری و کامل کی یہ روایت بتاتی ہے کہ امام حسن کمزور تھے اور معاذ اللہ چالبازیوں سے کام لیا کرتے تھے اور اس کا فرزند رسول کے متعلق تصور بھی نہیں کیا جاسکتا

علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں یہ روایت کی ہے کہ امام حسن نے خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ یہ حکومت تمھیں مل سکتی ہے بشرطیکہ تم مدینہ حجاز یا عراق کے کسی باشندے کو کسی ایسی بات پر جو ہمارے پدر بزرگوار کے زمانہ میں ہوئی گرفتار نہ کرو۔ معاویہ نے اسے قبول کیا اور خوشی سے پھولے نہیں سمائے انھوں نے لکھا کہ دس آدمیوں کی تو میں کسی صورت سے بھی جاں بخشی نہیں کرسکتا۔ امام حسن نے پھر اپنی شرط پر زور دیا معاویہ نے لکھا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب بھی قیس بن سعد میرے ہاتھ لگیں گے میں ان کی زبان اور ہاتھ کاٹ ڈالوں گا امام حسن نے پھر لکھا کہ قیس یا کوئی اور جب تک تم ہر ایک کے متعلق تعرض نہ کرنے کا عہد نہیں کروگے ہم میں تم میں کوئی مصالحت نہیں ہوگی اس مرتبہ معاویہ نے آپ کے پاس سادہ کاغذ بھیجا اور لکھا کہ جو شرائط آپ چاہیں اس کاغذ پر لکھ لیں میں ان تمام شرائط کی پابندی کروں گا بس دونوں میں مصالحت ہوگئی امام حسن نے یہ شرط بھی کی تھی کہ یہ حکومت معاویہ کے بعد پھر میرے پاس آجائے گی

ابن عقبہ جزری کی یہ روایت امام حسن کے سب سے بڑے مطالبہ اور شرط پر مشتمل ہے یعنی ہر ایک کے لئے امن آپ کے لئے آپ کے اصحاب کے لئے آپ کے پدر بزرگوار کے اصحاب کے لئے یقیناً یہ شرط ایسی ہے جو تمام شرطوں سے پہلے ہونا چاہیئے رہ گئی یہ بات کہ اسی عنوان سے صلح ہوئی ہیں اس میں شک ہے۔ مورخین کی دوسری جماعت نے لکھا ہے کہ امام حسن اور معاویہ حسب ذیل معاہدہ پر راضی ہوے اور دونوں میں باہم صلح ہوگئی۔ اس معاہدہ پر دونوں نے دستخط کئے۔ اس معاہدہ کی عبارت یہ تھی۔

یہ وہ معاہدہ ہے جس پر حسن بن علی ابن ابیطالب نے معاویہ بن ابی سفیان سے مصالحت کی۔ آپ نے مصالحت کی اس بات پر کہ مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی معاویہ کے حوالے کردیں گے اس شرط سے کہ معاویہ مسلمانوں پر بموجب کتاب خدا سنت رسول اور سیرۃ خلفائے صالحین کے حکومت کریں گے۔ معاویہ کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنا ولی عہد کسی کو بنائیں بلکہ ان کے بعد مسئلہ خلافت مسلمانوں کے شوریٰ پر رکھا جائے گا۔ ہر جگہ کے باشندے امان میں رہیں گے چاہے وہ شام کے ہوں یا عراق کے یا حجاز یا یمن کے۔ اصحاب علی وشیعیان علی کی جان و مال عورتیں اور اولاد سب مامون ومحفوظ رہیں گے۔ معاویہ اس عہد نامہ پر خدا سے عہد و میثاق کریں اور اسے پورا کریں۔ اور یہ کہ حسن بن علی ان کے بھائی حسین اور اہل بیت میں سے کسی شخص کو معاویہ نہ خفیہ طریقہ پر ضرر پہونچائیں گے نہ علانیہ انھیں کسی طرح کا خوف دلائیں گے چاہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ اس عہد نامہ پر فلاں ابن فلاں نے گواہی بنائی اور خدا گواہ ہونے کے لئے کافی ہے۔

(فصول مہمہ ابن صباغ ص۱۴۵ کشف الغمہ اربلی ص۱۲۷ بحار الانوار جلد ۱۰ ص۱۱۵ فضائل الاصحاب ص۱۵۶ صواعق محرقہ ص۸۱)

یہ عنوان صلح سب سے بہتر ہے اور اس میں صلح کی کیفیت پوری طرح مذکور ہے اس میں عام مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری کی ضروری ضروری تمام باتیں آگئی ہیں۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ اس وثیقہ میں جو شرائط مذکور ہیں تقریباً یہی تمام شرائط آپ نے معاویہ سے کئے تھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم وہ تمام شرائط نقل کریں جنھیں مورخین ومحدثین نے بیان کیا ہے اگرچہ ان مورخین ومحدثین نے تمام شرائط نہیں لکھے کسی نے کچھ شرطیں ذکر کی ہیں کسی نے کچھ مگر یہ اعتراف سب نے کیا ہے کہ ہم صرف ایک حصہ ان شرائط کا لکھ رہے ہیں۔ سب کی عبارتوں سے حسب ذیل شرائط معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ آپ حکومت معاویہ کے حوالے کردیں گے بشرطیکہ معاویہ کتاب خدا سنت پیغمبر اور خلفائے صالحین

۲۔ معاویہ کو یہ حق نہیں کہ اپنے بعد کے لئے کسی کو ولی عہد مقرر کریں ان کے بعد حکومت امام حسن کے لئے ہوگی [۲] اگر امام حسن کو کچھ ہوگیا تو امام حسین کے لئے حکومت ہوگی [۳]

۳۔ تمام لوگوں کو امن عام ہوگا کالے گورے سب اس میں برابر ہیں اگر کسی سے کوئی قصور ہوچکا ہے تو معاویہ اس سے درگذر کریں گے اور گئی گذری بات پر کسی کے پیچھے نہ پڑیں گے اور اہل عراق کو ستائیں گے نہیں [۴]

۴۔ وہ اپنے کو امیر المومنین نہ کہلائیں۔ [۵]

۵۔ ان کے سامنے گواہ گواہی نہ دیں [۶]

۶۔ امیر المومنین کو سب و شتم کرنا ترک کردیں [۷] اور اُن کا جب بھی ذکر کریں خیر کے ساتھ کریں [۸]

۷۔ ہر حقدار کو اس کا حق پہونچائیں۔ [۹]

۸۔ تمام شیعیان امیر المومنین کو امن دیا جائے وہ کسی کو ستانے کی کوشش نہ کریں [۱۰]

۹۔ امیر المومنین کے جو ہمراہی جنگ جمل و صفین میں شہید ہوئے اُن کی اولاد پر دس لاکھ درہم تقسیم کئے جائیں اور یہ رقم دار الجبرد کے خراج سے پوری کی جائے [۱۱]

۱۰۔ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ آپ کو دیا جائے [۱۲] آپ کے قرضے ادا کردیے جائیں اور ہر سال آپ کو ایک لاکھ درہم دیا جائے۔ [۱۳]

۱۱۔ امام حسن۔ ان کے بھائی امام حسین اور اُن کے گھر والوں میں سے کسی کو خفیہ یا علانیہ کوئی گزند نہ پہونچایا جائے نہ کسی کو دہشت زدہ کیا جائے وہ کہیں بھی ہوں۔ [۱۴]

یہ تھے صلح کے شرائط اور اس کے کوائف و تفصیلات جسے مورخین و محدثین نے ذکر کیا ہے ب گیا

---

[۱] بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۵ نصائح کافیہ صفحہ ۱۵۹ صاحب نصائح نے فتح الباری اور صحیح بخاری سے نقل کیا ہے

[۲] اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ طبقات کبری شعرانی صفحہ ۲۳ حیوۃ الحیوان دمیری جلد ۱ صفحہ ۵۷ تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ تہذیب الاسماء واللغات نودی جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ ذخائر العقبی صفحہ ۱۳۶ امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۱۷۱ [۳] عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ ۵۲ [۴] تذکرۃ الخواص ابن جوزی صفحہ ۱۵ [۵] اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۴۳ [۶] اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۴۳ [۷] مقاتل الطالبین صفحہ ۲۶ شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صفحہ ۱۵ [۸] فصول مہمہ ابن صباغ صفحہ ۱۴۴ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ [۹] اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۴۳ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۷ علل الشرائع صفحہ ۸۱ [۱۰] بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۱

تاریخ ... [illegible]

اس صلح کا جائزہ لیں گے

اس فصل کو تمام کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند باتوں پر روشنی ڈالتے چلیں ایک تو اس بات پر کہ صلح کے امور کس جگہ انجام پذیر ہوئے دوسرے یہ کہ کب یہ صلح ہوئی

مکان صلح

جیسا کہ معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ صلح مقام مسکن پر انجام پذیر ہوئی اسی جگہ پر صلح کے امور طے پائے اور امام حسن نے عراق و شام دونوں طرف کے لشکروں کے سامنے اس کا اعلان کیا بعض مورخین کہتے ہیں کہ یہ صلح بیت المقدس میں ہوئی [1] بعض کہتے ہیں کہ اذرح مین ہوئی جو شام کے علاقہ میں ہے [2] یہ دونوں قول شاذ ہیں اور ناقابل اعتبار

صلح کا سال

جس طرح مقام صلح میں مورخین کا اختلاف ہے اسی طرح وقت صلح میں بھی کافی اختلاف ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ۴۱ھ کے ماہ ربیع الاول میں ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ربیع الثانی میں ہوئی تیسرا قول یہ ہے کہ جمادی الاول میں ہوئی۔ پہلے قول کی بنا پر امام حسن کی مدت خلافت ساڑھے پانچ مہینہ قرار پاتی ہے دوسرے قول کے بنا پر چھ مہینہ کچھ دن تیسرے قول کی بنا پر سات مہینہ اور کچھ دن [3] بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ صلح ۴۰ھ کے ماہ ربیع الاول میں ہوئی اور بھی بہت سے اقوال ہیں صحیح تر یہ ہے کہ امام حسن کی مدت خلافت کچھ مہینہ تھی۔

بہرحال جو سال بھی رہا ہو مورخین نے اس سال کا جس میں صلح ہوئی عام الجماعۃ نام رکھا ہے اس بنا پر کہ مسلمان جو کئی برس تک دو فرقوں میں بٹے اور ایک دوسرے سے برسرپیکار رہے تھے اب پھر ایک ہو گئے تھے ان کا شیرازہ بکھرنے کے بعد پھر متحد ہو گیا تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سال کا عام الجماعۃ نام رکھنا ایسا ہی تھا جیسے کسی حبشی کا نام کافور رکھنا۔ اہل اسلام اسی سال سے عظیم ترین مصیبت میں گرفتار ہوئے بلائیں ان پر چھا گئیں فتنہ و فساد ان پر مسلط ہوئے یہاں تک کہ سارے شعائر دین متغیر ہو کر رہ گئے۔ نظام الٰہی الٹ پلٹ کر رکھ دیا گیا خلافت اسلامیہ کی مٹی پلید ہو گئی خلافت بادشاہت کا روپ دھار کے

---

[1] تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ دائرۃ المعارف بستانی جلد ۷ صفحہ ۳۸ [2] تذکرۃ الخواص صفحہ ۲۰۶ [3] تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ [4] تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ استیعاب میں ہے کہ امام حسنؑ نے ۱۵ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ

بطور میراث اور خاندانی جاگیر ایک فاسق و بدکار سے دوسرے فاسق و بدکار کے ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہی اب نہ جمہور کی کوئی عزت تھی نہ عوام کا کوئی پاس و لحاظ۔ تاریخ کے ورق ان ظالم و بدکار سلاطین کے کارناموں سے سیاہ ہیں جو زبردستی ملت اسلامیہ کے حاکم بن بیٹھے تھے اور انھوں نے اپنے دور حکومت میں وہ اندھیر مچایا کہ حق و انصاف کی جھلک تک نہ دکھائی دی۔

اسی سال سے فتنہ و فساد ظلم و تشدد کے دروازے پاٹوں پاٹ کھل گئے معاویہ بلاشرکت غیرے مملکت اسلامیہ کے بادشاہ بن گئے مسلمانوں نے خصوصًا مومنین اور دوستداران اہل بیت نے ایسی ایسی مصیبتیں اور ایسے ایسے ظلم و ستم اُٹھائے جس کی نظیر تاریخ کے صفحات پر نہیں ملتی۔ صلح کے بعد مسلمانوں پر کیا گذری اس کی تصویر کشی کرتے ہوئے علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔

"مومنین میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے اپنی جان کا خوف نہ لاحق ہو یا جان بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگا نہ پھرتا ہو اور اُسے کہیں امان نہ ملتی ہو۔"

"ایسے ظلم و جور جبر و تشدد اور دہشت انگیزی کے باوجود اس سال کا نام عام الجماعۃ رکھنا برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے؟"

دوسری فصل
شرائط صلح پر ایک نظر

ضروری ہے کہ ہم ان شرطوں کا سرسری جائزہ بھی لیتے چلیں جو امام حسن نے اپنے دشمن کے سامنے رکھیں کیونکہ یہ شرطیں بڑی اہم اور بڑے نازک مسائل سے تعلق رکھتی ہیں، یہ شرطیں اپنے دامن میں صلح و اتحاد مسلمانوں کی فلاح و بہبود عافیت و اطمینان عزت و وقار کو بھی سمیٹے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے قلب و ضمیر کے لئے پیام بیداری اور بنی امیہ کی غلامی سے گلوخلاصی حاصل کرنے کی محرک بھی ان شرطوں نے معاویہ کی فتحیابی کو آگ دکھادی اور ان کی ساری کامیابی خاک میں مل گئی۔

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہم نے اوپر جتنی شرطیں ذکر کی ہیں وہ ساری شرطیں رہی ہوں گی سوا دو شرطوں کے ایک تو یہ شرط کہ کوفہ کے بیت المال میں جتنا زر و مال ہے سب امام حسن کا ہے دوسری یہ کہ امام حسن اور امام حسین کو سالانہ ایک مقررہ وظیفہ معاویہ دیا کریں گے۔ پہلی شرط اس وجہ سے قابل تسلیم نہیں کہ کوفہ کے بیت المال میں جتنا مال و متاع تھا سب امام حسن ... کے قبضہ اور دست تصرف میں تھا آپ جس

اس میں بھی شک ہے کہ کوفہ کے بیت المال میں کچھ زیادہ مال تھا بھی یا نہیں اس لئے کہ اہل بیت کی مالی سیاست یہ تھی کہ جیسے ہی مال آئے فوراً مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے۔ دوسری شرط سالانہ وظیفہ والی تو یہ اس وجہ سے قابل قبول نہیں معلوم ہوتی کہ امام حسن اور معاویہ میں ویسی ہی مغائرت و عداوت تھی جیسے حق و باطل، فضیلت و رذالت اور نور و ظلمت کی عداوت ہوتی ہے ناممکن تھا کہ امام حسن دشمن کے آگے اتنے نیچے اُتر جاتے کہ دشمن کی تنخواہ یا سالانہ وظیفہ قبول کر لیتے مزید برآں ہم شروع میں بیان کر آئے ہیں کہ امام حسن سائلین اور حاجتمندوں کو ہزاروں ہزار اُٹھا کر دیدیتے تھے مال دنیا کی آپ کی نگاہوں میں کوئی قدر و قیمت ہی نہ تھی ایسی صورت میں کیونکر یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اسی مال کی ایک مقررہ تعداد کو آپ شرائط صلح میں سے ایک شرط قرار دیں۔ اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ امام حسن نے اس قسم کی کوئی شرط رکھی تھی تو اس میں کوئی مضائقہ بھی نہ تھا اس لئے کہ ظالموں اور غاصبوں کے قبضہ سے مال کا نکالنا خواہ کسی صورت سے بھی ہو بشرط قدرت و تمکن ضروری و لازمی ہے ہم عنقریب اس کو امام حسن کے سفر دمشق کے بیان میں ذرا واضح لفظوں میں ذکر کریں گے۔ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ امام حسن نے نہیں بلکہ خود معاویہ نے شروع شروع یہ دونوں شرطیں امام حسن کے سامنے پیش کی تھیں بعض مورخین یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ باتیں بھی امام حسن ہی کے پیش کردہ شرائط میں سے تھیں۔

یہ شرائط کتنے بلند و بالا مقاصد کے حامل تھے اور امام حسن نے یہ شرطیں پیش کر کے اپنے شرعی حق اور معاویہ کی غاصبانہ حیثیت کو کس بے نظیر اسلوب اور کتنے عمدہ طریقے سے عالم آشکار کیا اور خلائق کی عافیت اور مسلمانوں کی صلح و سلامتی کے لئے کتنی بہتر تدبیر کی اور اپنے اور اپنے پدر بزرگوار کے شیعوں پر کیسی غیر معمولی شفقت و مہربانی فرمائی یہ چند امور سے واضح ہوگی۔

ا۔ کتاب خدا پر عمل

امام حسن نے معاویہ کو یوں ہی حکومت حوالے نہیں کر دی کہ جس طرح چاہیں حکومت کریں بلکہ آپ نے شرط لگا دی کہ وہ کتاب خدا اور سنت پیغمبر سے سرمو تجاوز نہ کریں۔ ان کے اور اُن کے ولاۃ و عمال کے تمام اعمال و افعال ان دونوں کے مطابق ہوں اگر امام کو یہ معلوم ہوتا کہ معاویہ کے اعمال کتاب و سنت کے مطابق ہوتے ہیں تو آپ کو یہ شرط لگانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور نہ آپ اس شرط کو اولین شرط قرار دیتے۔

ب۔ ولی عہدی

خلیفہ ہوں، بعض روایتیں بتاتی ہیں کہ امام حسن نے شرط کی کہ معاویہ کے مرنے کے بعد خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے شوریٰ سے طے ہو۔ کوئی بھی روایت صحیح ہو بہرحال امام نے تدبیر ایسی کی کہ خلافت اپنے اصلی ٹھکانے پلٹ آئے۔ یہ شرط عائد کرنے کی وجہ یہ تھی کہ امام حسن معاویہ کی باطنی کیفیات اور دلی ارادوں سے بخوبی واقف تھے آپ کو یقین تھا کہ معاویہ اسی خلافت اسلامیہ کو مطلق العنان بادشاہت اور خاندانی میراث بنا کر رہیں گے امام حسن نے یہ شرط لگا کر امت اسلامیہ کو آمادہ کیا کہ اگر معاویہ ایسا کریں تو ان کی مخالفت کی جائے اور ان کے خلاف محاذ قائم کیا جائے۔

ج۔ امن عام

سب سے اہم شرط جو امام حسن نے رکھی وہ امن کی شرط تھی تمام مسلمانوں کے لئے امن و امان خواہ وہ کالے ہوں یا گورے۔ یہ شرط بتاتی ہے کہ امام کے دل میں مسلمانوں کی کتنی بے پناہ محبت تھی آپ ان کی فلاح و عافیت اور خوشحالی و فارغ البالی کے کتنے خواہاں تھے۔

د۔ امیر المومنین نہ کہلائیں

امام حسن نے یہ شرط عائد کر کے کہ معاویہ اپنے کو امیر المومنین نہ کہلائیں یہ حقیقت واضح کر دی کہ انھیں نہ امام حسن پر شرعی تسلط و اقتدار حاصل ہے نہ دیگر مسلمانوں پر۔ معاویہ اس کاری وار کو سمجھ نہ سکے ظاہر ہے کہ جب انھیں امام حسن پر اقتدار حاصل نہ تھا تو دیگر مسلمانوں پر بھی انھیں کسی طرح کی حکومت حاصل نہ ہوئی اس صورت میں معاویہ کی جو حیثیت باقی رہ جاتی ہے وہ کسی بافہم سے مخفی نہیں ان کی حیثیت باغی و غاصب کی ہوتی ہے نہ کہ امام و خلیفہ برحق کی۔

ہ۔ معاویہ کے حضور گواہ گواہی نہ دیں گے

یہ شرط معاویہ کی زبردست رسوائی اور منصب خلافت سے محرومی کا سب سے بڑا ثبوت تھی۔ کیونکہ گواہ کی گواہی جیسا کہ فقہاء نے بیان کیا ہے حاکم شرعی یا اس کے وکیل کے حضور ہونی چاہیے یہ حاکم شرعی کا خصوصی حق اور اس کے مخصوص فرائض میں داخل ہے لہٰذا امام حسن کی شرط کی بنا پر جب معاویہ کے حضور گواہی صحیح نہ تھی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ حاکم عادل نہ تھے بلکہ حاکم جائر تھے اور حکام جور کا فیصلہ نہ تو نافذ العمل ہو سکتا ہے نہ ان کے تصرفات قابل قبول ہو سکتے ہیں۔ امت والوں پر واجب ہے کہ حکام جور کو اس منصب خلافت سے برطرف کر دیں جس سے مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت وابستہ ہے امام حسن نے اس شرط اور اس سے پہلی شرطوں میں یہ بات پوری طرح واضح کر دی کہ خود امام حسن حاکم برحق اور معاویہ غاصب تھے۔

... اسباب فراہم کردیے کہ دنیائے اسلام ان کے فسق وفجور اور تعلیمات اسلامی سے بے پروائی کو اچھی طرح جان لے کیونکہ کسی مسلمان کو سب وشتم کرنا اس کی ہرگوئی اور اس کی ذلت واہانت شریعت اسلامیہ نے قطعی حرام قرار دی ہے اور انتہائی سختی سے ممانعت کی ہے لیکن ہندہ جگر خوارہ کے فرزند کے نزدیک نہ اسلام کا کوئی وزن تھا نہ تعلیمات اسلام کی کوئی حیثیت تھی وہ بھرے مجمع میں امیر المومنین پر سب وشتم کیا کرتے جیسا کہ ہم آگے چل کر اُن کی پیماں شکنی کے ضمن میں بیان کریں گے۔ کوئی شک نہیں کہ امام نے یہ شرط کرکے معاویہ کی اسلامیت کی دو نقاب چاک کردی جس کے اندر اُن کے اصلی خدوخال پوشیدہ تھے۔

ز۔ تمام شیعوں کے لئے امان

امام کو اپنے اور اپنے پدر بزرگوار کے شیعوں کی سب سے زیادہ فکر تھی انھیں کی جانوں کی سلامتی اور حفاظت کی خاطر آپ نے معاویہ سے صلح کی اور اس صلح کی خاص شرط یہ قرار دی کہ معاویہ کسی کے درپے ایذا نہ ہوں گے نہ کسی کو ستانے کی کوشش کریں گے یہ شرط امام حسن کے نزدیک سب سے اہم اور سب سے بڑی شرط تھی

ح۔ دارابجرد کا خراج

امام حسن نے معاویہ سے اپنے اور اپنے پدر بزرگوار کے شیعوں کے گذارے کے لئے ایک مخصوص رقم کی بھی شرط کی اور وہ دارابجرد کا خراج تھا دارابجرد فارس میں ایک وسیع قطعہ زمین ہے اہواز کے قریب جسے مسلمانوں نے لڑکر حاصل کیا تھا خصوصی طور پر دارابجرد کے خراج کے مطالبہ کی وجہ یہ تھی کہ سلطنت کے خزانہ میں کئی طرح کی رقمیں آتی تھیں۔ ایک رقم تو وہ تھی جسے فے کہتے ہیں یعنی وہ مال خراج جو مفتوحہ اراضی سے وصول ہو یہ رقم رفاہ عامہ کے ان کاموں میں صرف کی جاتی تھی جو دینی تنظیم اور ملی وقومی سود وبہبود سے متعلق ہوتے تھے جیسے فوج رسل ورسائل وغیرہ دوسری رقم وہ ہوتی تھی جسے صدقہ کہا جاتا ہے یعنی زکوٰۃ جو اسلام نے اموال مخصوصہ یا دیگر تجارتی اشیاء وغیرہ میں معین کی ہیں یہ رقمیں سرمایہ داروں سے لیکر فقیروں اور محتاجوں پر صرف کی جاتی تھی چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے صدقہ کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مالداروں سے وصول کروں اور تمہارے فقیروں کو پلٹا دوں" امام حسن کو گوارا نہ ہوا کہ صدقہ کی رقم سے اپنے اور اپنے شیعوں کے لئے لیں آپ پر تو صدقہ حرام ہی تھا شیعوں کے لئے بھی آپ نے پسند نہیں کیا کیونکہ اس قسم کی رقم ان کے نفوس کو یقیناً پسندیدہ نہ ہوتی پھر صدقہ لوگوں کے ہاتھ کی میل ہوتا ہے آپ نے گوارا نہ کیا کہ لوگوں کی میل اپنے شیعوں کے لئے ...

یہ چند شرائط صلح کے تھے جن سے ہم نے نہایت مختصر اور سرسری بحث کی ہے غور سے دیکھا جائے تو ان تمام شرطوں کے فوائد و منافع جملہ مسلمانوں کے لئے تھے امام کا کوئی خاص فائدہ ان میں نہ تھا۔

مسئلہ بیعت

امام حسن نے معاویہ کی بیعت کی یا نہیں اور یہ بیعت شرائط صلح میں داخل بھی تھی یا نہیں اس کا پتہ خود معاویہ کی تصریحات سے ہوتا ہے جو انھوں نے صلح کے بعد وقتاً فوقتاً کی ان کی ان تصریحات کو اکثر مورخین نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے منجملہ ان کے ابن کثیر دمشقی بھی ہیں۔ انھوں نے معاویہ کا یہ فقرہ لکھا ہے جو انھوں نے اپنے اور امام حسن کے درمیان معاہدہ صلح کے متعلق کہا تھا رضینا بھا ملکاً ہمیں صرف حکومت مطلوب تھی۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ۶ صـ۲۲) صلح سے پہلے انھوں نے امام حسن کو خط میں لکھا تھا۔ لك ان لا یستولی علیك بالاساءة ولا تقضی دونك الامور ولا تعصی فی امر۔ آپ کے ساتھ نہ کوئی بدسلوکی کی جائے گی نہ بغیر آپ کے معاملات طے پائیں گے نہ آپ کے کسی حکم کی نافرمانی کی جائے گی۔ (ابن ابی الحدید جلد ۴ صـ۱۳)

خود امام حسن نے بھی بارہا اس معاہدہ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے شیعوں سے فرمایا۔ ماتدرون ما فعلت واللہ للذی فعلت خیر لشیعتی مما طلعت علیہ الشمس تمھیں کیا معلوم کہ میں نے کیا کیا ہے خدا کی قسم میں نے جو کیا ہے وہ تمھارے لئے روے زمین کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ بشیر ہمدانی سے جو معززین کوفہ سے تھے فرمایا ما اردت بمصالحتی الا ان ادفع عنکم القتل میں نے صلح کرکے صرف چاہا کہ تم لوگ قتل ہونے سے محفوظ رہو امامۃ و سیاسۃ جلد صـ۲۰۳

صلح کے بعد آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا ایھا الناس ان اللہ ھدی اکم باولنا وحقن دماءکم باخرنا وقد سالمت معاویہ وان ادری لعلہ فتنۃ ومتاع الی حین لوگو خداوند عالم نے ہمارے پہلے (حضرت محمد مصطفیٰؐ) کے ذریعہ تمھیں راہ راست دکھائی اور ہمارے آخر (یعنی میرے) ذریعہ تمھارا خون بہنے سے روکا میں نے معاویہ سے صلح کرلی ہے

ان مذکورہ بالا تصریحات میں نیز انھیں جیسے دیگر فقرات میں جو امام حسن و معاویہ نے کہے کوئی ایسی پیچیدگی یا ابہام نہیں ہے جس سے یہ سمجھنے میں دشواری ہو کہ معاویہ اور امام حسن میں جو مصالحت ہوئی تھی وہ کس نوعیت کی تھی اور دونوں کے اغراض کیا تھے۔ معاویہ کی غرض یہ تھی کہ پورے مملکت اسلامیہ کی حکومت میرے ہاتھ آجائے اور امام حسن کی غرض یہ تھی کہ نانا کا دین تباہ و برباد نہ ہو اور ہمارے شیعہ قتل ہونے سے بچ جائیں

... کا عہد نامہ میں ان لفظوں میں سے کوئی
لفظ مذکور ہے نہ امام حسن اور معاویہ میں سے کسی نے ان لفظوں کا ذکر کیا ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے بعض مورخین نے جن کے سرگردہ ابن قتیبہ دینوری ہیں یہ لکھ مارا ہے کہ امام حسن نے معاویہ کی بیعت کرلی تھی امامت پر

قبل اس کے کہ ہم اس موضوع پر بحث کریں یا ان مورخین کے اس فقرہ سے الجھیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرض کرتے چلیں کہ معاویہ کو خلافت اسلامیہ سے کیا نسبت تھی اور ان کے ایسے آدمی کی شرعاً بیعت بھی ہوسکتی تھی یا نہیں۔

معاویہ اور خلافۃ

سبھی کو یہ معلوم ہے کہ پیغمبر کی خلافت بس اسی کے لئے سزاوار ہے جو پیغمبر کے تمام فضائل کمالات میں تمام مسلمانوں سے بڑھ کر پیغمبر سے مشابہ ہو اور یہ خلافت نہ تو طلیق (آزاد کردہ) کے لئے ہے نہ فرزند طلیق کے لئے اور نہ ان مسلمانوں کے لئے جو فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے تھے (جیسا کہ حضرت عمر کا قول ہے) اور خلافت پیغمبر کے صرف ۳۰ برس بعد تک ہے پھر یہ کٹکھنی بادشاہت ہوجائے گی (جیسا کہ حضرات اہلسنت کی صحیح حدیثیں بتاتی ہیں) اور امامت صرف نص و تعیین ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے (جیسا کہ شیعہ اور معتزلہ کا قول ہے) اور غلبہ اور قوۃ ناجائز کو جائز نہیں بنا سکتی اس بنا پر خلافت کا زبردستی حاصل کرنا یا مسلمانوں سے زبردستی خلافت منوانا صحیح نہیں۔ خلیفہ پیغمبر اگر پیغمبر کے احکام کے برخلاف احکام دے تو اس کی نہ تو ظاہرا اطاعت کی جائے گی اور نہ باطناً۔

مزید براں معاویہ کے زمانہ سے لیکر آج تک امت اسلامیہ کے صاحبان فکر و نظر نے حکومت پر قابض ہوجانے کی وجہ سے معاویہ کو ان معنوں میں خلیفہ پیغمبر نہیں سمجھا جو واقعی و تحقیقی معنی ہیں خلافت کے۔ بنی امیہ کی مرضی کے خلاف جنھوں نے اس لفظ کو حاصل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کردیا تھا تقریباً ایک ہزار مہینہ بنی امیہ کی حکومت رہی اس عرصہ میں انھوں نے خوب فیاضی و دریادلی سے لوگوں کو رشوتیں دیں ان کے ہواخواہوں نے خوب خوب حدیثیں گڑھیں قصے بنائے مگر ان سب کے باوجود معاویہ بادشاہ یا نام ہی کے خلیفہ رہے۔ نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم

حکومت ہاتھ آجانے کے بعد سعد بن ابی وقاص ان کے پاس آئے اور سلام کرتے ہوئے کہا السلام علیك ایها الملك اے بادشاہ تم پر سلام۔ معاویہ ہنسے اور کہا اے ابو اسحاق اگر امیر المومنین کہہ کر سلام کرتے تو تمہارا کیا نقصان تھا سعد نے جواب دیا یہ بات تم خوش ہوکر اور ہنس کر کہہ رہے ہو خدا کی قسم ... کے تم مالک ہو میں اس کا مالک ہونا کبھی گوارا نہ کرتا (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۳)

خصلت نہیں جو انھیں خلافت سے قریب کرے (مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۶ ص ۸)

ابو ہریرہ نے معاویہ کی خلافت کا انکار کرتے ہوئے پیغمبر کی یہ حدیث بیان کی تھی خلافت مدینہ میں ہوگی اور بادشاہت شام میں (ابن کثیر جلد ۶ ص ۱۲۱)

سفینہ پیغمبر کے آزاد کردہ غلام سے بنی امیہ کے استحقاق خلافت کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا زرقاء کی اولاد نے جھوٹ کہا بلکہ وہ بادشاہ اور بدترین بادشاہ سب سے پہلے بادشاہ معاویہ ہیں (النصائح کافیہ ص ۱۵۲)

حضرت عائشہ کو جب معاویہ کے دعوائے خلافت کی خبر ملی تو انھوں نے بھی اس سے انکار کیا جس پر معاویہ نے کہا۔ عائشہ پر تعجب ہے جو مدعی ہیں کہ میں خلافت کا سزاوار نہیں اور یہ منصب جس پر میں آج فائز ہوں میرا حق نہیں یہ انھیں کیا ہوگیا ہے خدا ان کو بخشے (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۸)

ابو بکرہ زیاد کے مادری بھائی معاویہ کے دربار میں آئے معاویہ نے کہا ابو بکرہ ہم سے کوئی حدیث بیان کرو۔ ابو بکرہ نے کہا میں نے پیغمبر خدا کو ارشاد فرماتے سنا ہے۔ خلافت ۳۰ برس تک ہے پھر بادشاہت ہے۔" عبدالرحمان بن ابی بکرہ کہتے ہیں کہ میں بھی اپنے باپ کے ساتھ تھا معاویہ نے اس حدیث کو سن کر حکم دیا کہ ہماری گدی میں ہاتھ دے کر نکال دیا جائے چنانچہ ہم لوگ نکال دیئے گئے (النصائح کافیہ ص ۱۵۹)

معاویہ نے صعصعہ بن صوحان عبدی سے پوچھا تم لوگوں نے مجھے کون سا خلیفہ دیکھا صعصعہ نے جواب دیا ایسا شخص خلیفہ کب ہوسکتا ہے جو زبردستی لوگوں کا مالک بن بیٹھے اور لوگوں کو غلام بنائے اور غلط باتوں سے از راہ مکر و دروغ حاکم بن جائے خدا کی قسم بدر و بدر میں تو تم نے تلوار لگائی نہ تیر چلایا تم اور تمہارا باپ ابو سفیان مشرکین کے لشکر میں تھے جنھوں نے مجتمع ہو کر پیغمبر پر فوج کشی کی تھی تم طلیق بن طلیق ہو پیغمبر نے تم دونوں باپ بیٹے کو آزاد کیا تھا تم خلافت کے لائق ہی کب ہو۔ (مروج الذہب برحاشیہ کامل ابن اثیر جلد ۶ ص ۸)

ایک مرتبہ مغیرہ ان کے مخلص دوست ان کے پاس آئے پھر واپس گئے اور اپنے بیٹے سے کہا میں خبیث ترین مردم کے پاس سے آرہا ہوں (مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۴۳ ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۳۵۲)

معاویہ نے جب اپنے عامل سمرہ کو بصرہ کی حکومت سے معزول کیا تو اس نے لعنت کرتے ہوئے کہا خدا لعنت کرے معاویہ پر خدا کی قسم اگر میں خدا کی اتنی اطاعت کرتا جتنی میں نے معاویہ کی اطاعت کی تو وہ کبھی مجھ پر عذاب نہ کرتا۔ (تاریخ کامل بحوالہ النصائح کافیہ ص ۹۰)

[illegible]

فضیلت موجود تھے اپنے بعد اپنے شرابی کبابی بیٹے کو جانشین مقرر کرنا جو ریشم پہنتا تھا اور ستارے شغل کرتا تھا۔ زیاد کو اپنا بھائی بنانا حالانکہ پیغمبر کا ارشاد ہے لڑکا شوہر کا ہے اور زناکار کے لئے سنگساری ہے اور حجر کو قتل کرنا ہلاکت ہو ان کی حجر اور اصحاب حجر کی حیثیت سے (یہ فقرہ انھوں نے دو مرتبہ کہا) (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۵۷)

معتزلہ نے صلح کے بعد معاویہ کی بیعت سے انکار کیا امام حسن اور معاویہ دونوں سے کنارہ کش رہے اسی وجہ سے انھوں نے اپنا نام معتزلہ رکھا (کتاب التنبیہ والرد علی اہل الاہواء البدع صفحہ ۳۵)

پھر زمانہ کے بعد معاویہ کی تاریخ کے کچھ ورق اور الٹے اور اب انھیں مذاہب اربعہ کے فقہاء ظالم بادشاہ کی مثال میں پیش کرنے لگے۔ (بعد کے ادوار میں یہ سوال اٹھا کہ ظالم بادشاہ کی طرف سے منصب قضا قبول کیا جائے یا نہیں علماء نے طے کیا کہ قبول کرنا جائز ہے اور اس کے ثبوت میں علماء نے صحابہ کی نظیر پیش کی کہ انھوں نے معاویہ کے عہد حکومت میں اس منصب کو قبول کیا تھا حالانکہ معاویہ ظالم بادشاہ تھے)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ ایسے باغی تھے جن سے قتال واجب تھا۔ امام ابوحنیفہ نے لوگوں سے پوچھا جانتے ہو ہمیں شام والے کیوں دشمن رکھتے ہیں لوگوں نے کہا نہیں ابوحنیفہ نے کہا اس وجہ سے کہ ہمارا یقین واعتقاد ہے کہ اگر ہم لوگ حضرت علی کے لشکر میں ہوتے تو معاویہ کے خلاف حضرت علی کی مدد کرتے اور علی کی وجہ سے ان سے جنگ کرتے اسی وجہ سے شام والے ہمیں محبوب نہیں رکھتے۔ (نصائح کافیہ۔ کتاب التمہید فی بیان التوحید)

پھر معتضد عباسی کا دور آیا اس نے معاویہ کے کرتوت، ان کے متعلق لوگوں کے اقوال و خیالات، ان کے بارے میں وارد احادیث کی کافی اشاعت کی اور خاص فرمان جاری کرکے مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ معاویہ پر لعنت کریں یہ واقعہ ۲۸۴ھ کا ہے (تاریخ طبری جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۵)

علامہ غزالی خلافت امام حسن کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں اور خلافت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی جو بغیر استحقاق کے اس کے مالک بن بیٹھے

سب سے عمدہ فقرہ نقیہ بصرہ کا ہے جو چھٹی صدی میں گذرے ہیں کہ معاویہ بس ایک کھوٹا درہم تھے ابن کثیر دمشقی نے حدیث سے استنباط کرتے ہوئے صاف صاف لفظوں میں معاویہ کی خلافت کی نفی کی ہے وہ لکھتے ہیں " یہ بات گذر چکی کہ پیغمبر خدا کے بعد خلافت ۳۰ برس تک رہے گی پھر بادشاہت

... گر معاویہ کا زمانہ بادشاہت کا ابتدائی دور تھا۔

علامہ دمیری متوفی ۸۰۸ھ امام حسن کی مدت کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ تکملہ تھا اس کا جو پیغمبر نے خلافت کی مدت کے متعلق فرمایا تھا کہ خلافت ۳۰ برس تک رہے گی پھر کٹکھنی بادشاہت ہو جائے گی پھر جبروت اور فساد ہو جائے گی اور جیسا پیغمبر نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص۵۸)

تو اول یہ کہ شریعت اسلامیہ اس قسم کی خلافت کو خلافت نہیں کہتی

دوم معاویہ کی علانیہ مخالفت پیغمبر جس کی مثالوں سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں

سوم صاحبان فکر و نظر مسلمانوں کا ہر دور و ہر زمانہ میں معاویہ کی خلافت سے انکار یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کی بنا پر معاویہ خلیفہ تھے یا نہیں اس سے بحث کرنے کی ہمیں ضرورت ہی نہیں معلوم ہوتی

اسی طرح امام حسن نے حکومت معاویہ کو حوالہ کرنے کے بعد ہمیشہ ان کی خلافت کی نفی کی جس طرح دیگر صاحبان فکر و نظر مسلمان منکر رہے۔ کوفہ میں جب طرفین شام و عراق کے لوگوں کا اجتماع ہوا تھا آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا

"معاویہ کا خیال ہے کہ میں نے انھیں خلافت کا اہل اور اپنے کو نااہل سمجھا معاویہ جھوٹے ہیں ہم تمام لوگوں سے زیادہ سزاوار و اولیٰ ہیں از روئے کتاب خدا و زبان پیغمبرؐ"

دوسری تقریر میں جو صلح کے بعد ہی آپ نے فرمائی تھی اور معاویہ بھی موجود تھے فرمایا

"خلیفہ وہ نہیں جو ظلم کے ساتھ حکومت کرے سنتوں کو معطل بنائے دنیا کو اپنا باپ اور ماں قرار دے ایسا شخص بادشاہ ہے جس نے ایک ملک ہتھیا لیا اور اس سے بہرہ اندوز ہوا (المحاسن والمساوی بیہقی جلد ۲ ص۶۳ وغیرہ)

سرگذشت بیعت

کلینی رح کی روایت میں مذکور ہے کہ ان الحسن اشترط علی معاویۃ ان لا یسمیہ امیر المومنین امام حسن نے معاویہ پر یہ شرط عائد کی تھی کہ وہ اپنے کو امیر المومنین نہ کہلائیں گے۔

ابن بابویہ رح نے کتاب العلل ص۸۱ پر جو روایت درج کی ہے نیز دوسرے لوگوں نے بھی جس کی روایت کی ہے وہ یہ کہ ان الحسن اشترط علی معاویۃ ان لا یقیم عندہ شھادۃ امام حسن نے معاویہ سے شرط کی تھی کہ گواہ اُن کے حضور گواہی نہ دیں گے۔

ان دونوں روایتوں سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ معاویہ کی خلافت کا اعتراف ہی نہیں کیا گیا چہ جائیکہ اُن کی بیعت کرنا صرف حکومت ان کے حوالے کی گئی تھی جسے تسلیم امر کہیے یا تسلیم حکم۔

رہ گیا علامہ دینوری کا امامۃ و سیاسۃ میں یہ لکھنا کہ امام حسن نے معاویہ کی امامت پر بیعت کرلی تھی یہ ایسی بات ہے جس کی تردید سب سے پہلے معاویہ کی اس کیفیت و حیثیت سے ہو جاتی ہے جسے ہم ابھی اوپر ذکر کر چکے

حقیقت ہے کہ دینوری نے امام حسن اور معاویہ کے معاملہ میں ایسی واضح کجروی سے کام لیا ہے جو تیسری صدی کے کسی مورخ کے لئے زیبا نہ تھی جبکہ نہ معاویہ زندہ تھے اور نہ ان کی رشوتوں کی بارشیں تھیں نہ اُن کے پروپاگنڈہ کرنے والے زندہ تھے بلکہ دلی جذبات تھے جس کی تاثیر سے بیشتر مورخین محفوظ نہ رہ سکے۔ دوسرا فقرہ دینوری کا یہ ہے کہ حسن وحسین نے معاویہ کی زندگی تک نہ کسی ناگوار بات کو دیکھا نہ انھیں کوئی رنج پہونچا۔ کون پوچھے دینوری سے کہ زہر کے ذریعہ جان دینے سے بڑھ کر اور کیا مصیبت کسی انسان کے لئے ہوسکتی ہے ظلم وجور کے ذریعہ کسی کی حکومت ہتھیا لینے سے بڑھ کر اور کیا ناگوار بات ہوگی۔

جن مورخین نے بیعت کا ذکر کیا ہے ان کے متعلق اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس پروپاگنڈے کا شکار ہوئے جو معاویہ کے زمانہ سے جاری تھا اور جس کی گونج مدتوں کانوں میں باقی رہی۔ صلح کے واقعہ پر ہواخواہان بنی اُمیہ اور معاویہ کے کاسہ لیسوں نے طرح طرح کی حاشیہ آرائی کی جو کچھ ہوا تھا اسے غلط رنگ میں پیش کیا اور جو نہیں ہوا تھا اس کا اضافہ کردیا۔ بیعت کی کہانی اسی وقت گڑھی گئی کیونکہ یہی بیعت اموی تحریک کا بنیادی ستون تھی اسی بیعت کے ذریعہ وہ معاویہ کے مستحق وسزاوار خلافت ہونے کو ثابت کرسکتے تھے وہ خلافت جس کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ بنی امیہ کو خلافت سے کیا تعلق؟

بعد کے آنے والے مسلمان بھی اس پروپاگنڈے سے متاثر ہوئے اور انھوں نے اس من گڑھت کہانی کو صحیح واقعہ سمجھ لیا ان میں بہت کم ایسے افراد ہوئے جو یہ سمجھ سکے کہ اصل واقعہ کیا ہے اور حاشئے کیا کیا ہیں بیشتر افراد حقیقت سے تجاوز کر گئے ان میں سے کسی نے یہ لکھ مارا کہ امام حسن نے معاویہ کی بیعت کرلی تھی کسی نے یہاں تک جرأت کی کہ فرزند رسول پر اس بات کی تہمت لگادی کہ آپ نے روپیہ لیکر معاویہ کے ہاتھ خلافت بیچ دی تھی۔

بہت پہلے سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ پرانے زمانہ کے واقعات معلوم کرنے ہیں لوگ قدیمی مورخین کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان واقعات کے زمانہ میں گذرے یا اس کے لگ بھگ زمانے میں اسی دستور کی وجہ سے بعد کے آنے والوں میں مختلف طبقے پیدا ہوگئے اور ان کے طرح طرح کے نظریات وخیالات ہوئے اس لئے کہ یہ قدیمی مورخین جن پر بھروسہ کرکے بعد کے مورخین نے اپنی کتابیں مرتب کیں خاص نظریات وخیالات کے حامل اور فرقہ بندیوں میں مبتلا تھے جن سے اس زمانہ میں چھٹکارا ممکن ہی نہ تھا۔ آج کے دن اگر کوئی شخص یہ چھان بین کرنے بیٹھے کہ ان مورخین کے اقوال میں حقیقت کتنی

اس واقعہ کیا ہے۔

اسی وجہ سے ہمارا یہ عقیدہ ہے اور ہم اس عقیدہ میں بالکل صحیح ہیں کہ صلح امام حسن کے سلسلہ میں بیعت کا افسانہ انھیں جذبات و میلانات کی پیداوار ہے جن سے متاثر ہو کر مورخین نے اپنی تاریخیں مرتب کیں جس غرض و غایت کے تحت یہ فسانہ تراشا گیا تھا اسی غرض و غایت کو سامنے رکھ کر ان مورخین نے ضروری سمجھا کہ اس فسانہ کو واقعہ ہی کی صورت میں بیان کیا جائے یا تو کسی فوری مقصد کے پیش نظر یا اپنی حماقت و نادانی کے سبب سے۔ اصل معاہدہ میں حکومت حوالہ کرنے کا ذکر تھا انھوں نے وسعت دے کر یہ لکھ دیا کہ امام حسن نے ان کی خلافت کا اعتراف کیا اور آگے بڑھے تو یہ لکھ گئے کہ بیعت کر کے اطاعت قبول کر لی۔ وہ یہ نہیں سمجھے کہ خلافت خرید و فروخت کی چیز نہیں نہ حوالے اپنا سے حوالے ہو سکتی ہے۔

تسلیم امر (حکومت حوالہ کرنا) جس کا عہد نامہ صلح میں تذکرہ ہے کے معنی کیا ہیں یہ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ دیکھا جائے خود امام حسن اور معاویہ نے اس کی کیا تفسیر کی ہے۔

۲۔ حکومت کی سپردگی۔

معاویہ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے یزید سے اہل بیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا ان الحق حقہم اس میں شک نہیں کہ حق ان اہل بیت کا حق ہے

یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ معاویہ نے صلح سے پہلے صلح پر آمادہ کرنے کے لئے امام حسن کو لکھا تھا بغیر آپ کے امور کی انجام دہی نہ ہوگی اور نہ کسی بات میں آپ کی نافرمانی کی جائے گی صلح کے بعد لکھا تھا ہمیں صرف حکومت مطلوب تھی۔

صلح کے بعد کوفہ آ کر معاویہ نے منبر کوفہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا انی لم اقاتلکم لتصلوا ولا لتزکوا وانما قاتلتکم لا تامر علیکم میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ تم نماز پڑھو نہ اس لئے کہ تم زکوٰۃ دو بلکہ اس لئے کہ میں تمھارا بادشاہ ہو جاؤں

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ امام حسن نے معاویہ کے منہ پر معاویہ کی خلافت کا انکار کیا تھا معاویہ چپ رہے تھے اور کوئی جواب دیتے نہ بن پڑا تھا۔ ان تمام حقائق کے بنا پر یہ امر یقینی ہو جاتا ہے کہ معاویہ نے خود اپنی زبان سے اپنی خلافت کی نفی کی جیسا کہ ان کا یہ فقرہ بتاتا ہے (رضینا بہا ملکاً) ہمیں صرف بادشاہت مطلوب ہے۔ ان کا یہ فقرہ میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ تم نماز پڑھو یا زکوٰۃ دو۔ ثبوت ہے کہ وہ دین کے خلیفہ نہ تھے بلکہ دنیا کے بادشاہ تھے نہ انھیں نماز کی فکر تھی نہ زکوٰۃ کی بلکہ صرف فکر کہ لوگوں کے بادشاہ بن جائیں۔ انھوں نے جب امام حسن سے

جھنھوں نے خود امام حسن کی بلندی منزلت اور ایسے اقتدار کا اقرار کیا جس میں کسی حکم کی نافرمانی نہیں کی جاتی یہ بلند منزل اور اقتدار خلافت نہیں تو اور کیا ہے یہی وجہ تھی کہ امام حسن نے جب معاویہ کی خلافت کا ان کے منہ پر انکار کیا اور ان کے دعوے کی تکذیب کی تو معاویہ سے سوا خاموش رہنے کے کچھ بن نہ پڑا۔

اب دنیا انصاف کرے کہ ابن قتیبہ وغیرہ جیسے مورخین نے حکومت حوالے کرنے کی جو تفسیر خلافت حوالہ کرنے سے کی ہے وہ کہاں تک حق بجانب ہے۔

ایک اور بات بھی ہے جس سے صریحی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خود معاویہ نے اپنے مستحق خلافت نہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ جب سعد بن ابی وقاص ان سے ملنے آئے اور سلام کرتے ہوئے کہا السلام علیك ایها الامیر اے امیر تم پر سلام ہو اور انھوں نے امیرالمومنین کہہ کر سلام نہ کیا تو انھوں نے خجالت سے ہنستے ہوئے کہا تھا تم نے امیرالمومنین کہہ کر کیوں نہیں سلام کیا۔ یہ ان کی خجالت کی ہنسی صریحی ثبوت ہے کہ انھیں اپنے غلطی پر ہونے کا اعتراف تھا کہ وہ خلافت کو میدان جنگ کے مال غنیمت کی طرح لینے کی فکر میں تھے اسی وجہ سے سعد بن ابی وقاص نے ان کو جواب دیا تھا۔ خدا کی قسم تم جس حکومت کے مالک بن بیٹھے ہو میں تو کبھی اس کا مالک بننا نہیں چاہتا۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ سعد نے تسلیم امر سے صرف حکومت کی حوالگی سمجھی اس سے زیادہ نہیں۔

امام حسن نے اپنے ایک صحابی سے اپنی صلح کی تشریح کرتے ہوئے کہا تھا لاتقل ذالك یااباعامر لم اذل المومنین ولکنی کرهت ان اقتلهم علی الملك ابو عامر ایسا نہ کہو میں نے مومنین کو ذلیل نہیں کیا البتہ یہ بات مجھے گوارا نہ ہوئی کہ حکومت کے لئے لوگوں کو قتل کرا دوں (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۹ و اعیان الشیعہ جلد ۴ ص ۵۲ مستدرک امام حاکم)

ایک دوسرے صحابی سے کہا تھا۔ دنیاوی بادشاہتوں میں سے ایک بادشاہت کے لئے میں بعض کے ذریعہ بعض کو ماروں اس کی مجھے حاجت نہیں۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۱۲) غرضکہ یہ ساری لڑائی حکومت کے لئے تھی اور صلح جو ہوئی تو حکومت ہی کے متعلق ہوئی نہ امام حسن نے کبھی خلافت سپرد کرنے کا ذکر کیا نہ معاویہ نے خلافت حاصل کرنے کا۔

رہ گئی نام کی خلافت تو ظاہر ہے کہ معاویہ بھی نام کے خلیفہ تھے اور وہ لوگ بھی جو خلافت کے اپنے اپنے وقت میں مدعی ہوا کئے۔ یا جنھوں نے بزور شمشیر خلافت منوائی یا بزور شمشیر خلافت منوانے والوں کے وارث ہوئے

اس کا ذکر نہ کیا ہو کہ معاویہ کے بعد حکومت پھر امام حسن کے پاس واپس آجائے گی کسی خط میں انھوں نے لکھا ولك الامر من بعدی میرے بعد یہ حکومت آپ کی ہوگی کسی میں لکھا انت اولی الناس بھا اس حکومت کے آپ سب سے زیادہ سزاوار ہیں عہد نامہ صلح میں بھی ایسی ہی صراحت ہے اور لوگوں نے بھی یہی سمجھا کہ معاویہ کی زندگی جتنے دن باقی ہے استنے دن یہ حکومت ان کے قبضہ میں رہے گی۔ معاویہ امام حسن سے ۳۰ برس بڑے تھے اس بنا پر قوی توقع تھی کہ معاویہ آپ سے پہلے مریں گے اور حق پھر اپنی جگہ پلٹ آئے گا معاویہ کے بعد حکومت پھر امام حسن کے پاس پلٹ آئے گی یہ معاہدہ صلح کی نمایاں شرط تھی اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ مشہور دس برس تک جب تک امام حسن کی رحلت نہ ہوئی تھی شاید ہی کوئی مسلمان اس زمانہ کا ایسا رہا ہو جو اس شرط سے واقف نہ رہا ہو پھر یہ شرط معاندانہ پروپاگنڈوں کا شکار ہوئی جھوٹے راویان حدیث نے اس میں الٹ پھیر کیا اور اس کی اصل صورت مسخ کردی بعض نے اس شرط کو یوں بیان کیا کہ لیس لمعاویہ ان یعھد الی عھد۔ معاویہ کو یہ حق نہ ہوگا کہ اپنا ولی عہد کسی کو بنائیں دوسرے نے یوں کہا کہ یکون الامر بعدہ شوریٰ بین المسلمین معاویہ کے بعد حکومت مسلمانوں کے مشورہ سے طے ہوگی وہ جس کو حاکم بنالیں۔ جو سچے راویان حدیث تھے انھوں نے اصل حقیقت بیان کی۔ تحریف کرنے والے مورخین یہ بات نظر انداز کر گئے کہ حقیقت بہرحال حقیقت ہے اور حقیقت اپنے کو منوا کر رہتی ہے اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ یہ شرط یوں ہی رہی ہوگی تب بھی خلافت امام حسن ہی تک پلٹتی مسلمان فرزند رسول کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو خلیفہ ہرگز نہ بناتے اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ امام حسن کی زندگی ہی میں معاویہ مرجاتے اور مسلمان آزادی کے ساتھ خلیفہ کا انتخاب کرتے پھر اس شوریٰ نہ ہی حیثیت کیا تھی جسے امام حسن اختیار کرتے یہ تو حضرت عمر کی ایجاد تھی جسے نہ کتاب الٰہی سے کوئی واسطہ ہے نہ سنت نبوی سے۔

تیسری فصل

امام حسینؑ کا موقف

حضرت سید الشہداء کا موقف بھی اس صلح کے معاملہ میں اپنے بھائی امام حسن ہی کے موقف کی طرح تھا۔ عالم اسلامی جس تباہی و بربادی فتنہ و فساد میں مبتلا تھا آپ اس سے بخوبی واقف تھے

وہی تمام فساد کی جڑ، برائیوں کا سرچشمہ اور جرائم کا مرکز ہیں ان سے ٹکراؤ اور ان کی اور ان کے جتھے کی سرکوبی دینی اور مذہبی حیثیت سے لازم و واجب ہے لیکن لڑائی کے لئے سب سے پہلے ایک مطیع و وفادار لشکر کی ضرورت ہے جو احکام کی بے چون وچرا تعمیل کرے اور ایسا لشکر ہم دونوں بھائیوں کے پاس نہیں اگر ایسا لشکر میسر ہوتا تو ایک لمحہ کی تاخیر بھی یہ دونوں حضرات جنگ میں نہ کرتے اسی بنا پر امام مظلوم کا نظریہ یہ تھا کہ اس وقت صلح کر لینا ضروری ہے۔ صلح کر کے ایسے اسباب فراہم کر دیئے جائیں کہ معاویہ کی حکومت شکست و ریخت ہو جائے اور وہ اپنی موت آپ مر جائیں۔ صلح کے ذریعہ معاویہ سے جنگ کرنا زیادہ مہلک اور تباہ کن ہوگا بہ نسبت ایسی لڑائی چھیڑنے کے جس کا کوئی بھی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو۔ بعض کتابیں ایک وضعی حدیث کی بنا پر بتاتی ہیں کہ امام حسین اس صلح پر راضی نہ تھے آپ نے امام حسن سے کہا تھا

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ معاویہ کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیں اور اپنے پدر بزرگوار کے خوابوں کو جھوٹا نہ کریں"

امام حسن نے جواب دیا

میں تم سے زیادہ اس امر کو سمجھتا ہوں۔ (اسد الغابہ وغیرہ)

اسی مضمون کی ایک دوسری روایت ہے کہ امام حسن نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر سے کہا

"میں نے ایک رائے قائم کی ہے چاہتا ہوں کہ تم بھی میری اس میں پیروی کرو"

عبداللہ نے پوچھا وہ کیا آپ نے فرمایا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ مدینہ چلا جاؤں اور میں گوشہ نشین رہوں اور یہ سب کچھ معاویہ کے حوالے کر دوں کیونکہ فتنہ بہت بڑھ چکا ہے بہت خون بہے ہیں رشتہ داریاں منقطع اور اسلامی سرحدیں معطل ہو کر رہ گئی ہیں۔

عبداللہ بن جعفر نے اس رائے کی تائید کی اور کہا

"خداوند عالم امت محمد کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے میں آپ کے ساتھ ہوں"

پھر آپ نے امام حسین کو بلا بھیجا وہ جب تشریف لائے تو آپ نے فرمایا۔

"میں نے ایک رائے قائم کی ہے چاہتا ہوں کہ تم میری پیروی کرو"

امام حسین نے پوچھا وہ کیا؟ امام حسن نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ امام حسین نے برہم ہو کر کہا۔ خدا کی پناہ اس سے کہ آپ علی کو ان کی قبر میں جھٹلائیں اور معاویہ کو سچا ثابت کریں۔

کرتا ہوں کہ تمھیں کسی گھر میں ڈال کر دیواریں چنوا دوں اس وقت تک جب تک کہ اس کام
سے فراغت نہ ہو جائے۔

امام حسین نے جب اپنے بھائی کی یہ برہمی دیکھی تو اپنے خیال سے باز آئے اور دھیمے لہجہ میں بولے

”آپ امیر المومنین کے فرزند اکبر ہیں آپ جو مناسب سمجھیں کریں ہم آپ کے تابع ہیں۔

(تاریخ ابن عساکر جلد ۴ ص۲۱۱)

کوئی شک نہیں کہ اس مضمون کی روایتیں وضعی اور من گھڑت ہیں اس لئے کہ امام مظلوم ان اسباب وعلل سے ناواقف نہ تھے جن کی بنا پر امام حسن لڑائی بندی اور معاویہ سے صلح کرنے پر مجبور ہوئے صلح کے متعلق آپ کی رائے بھی وہی تھی جو امام حسن کی رائے تھی اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب امام حسن نے صلح کے معاملات طے کرلئے تو معززین واکابر عراق امام حسین کی خدمت میں آئے اور اصرار کیا کہ آپ یہ صلح نہ ہونے دیجئے اور امام حسن نے مصالحت کا جو ارادہ کیا ہے اس کی مخالفت کرتے ہوئے معاویہ سے لڑائی چھیڑ دیجئے امام مظلوم نے سختی سے انکار کر دیا اگر امام مظلوم کی رائے اپنے بھائی کی رائے کے خلاف ہوتی تو بہت آسان تھا کہ آپ ان لوگوں کی درخواست منظور کر لیتے اور لشکر کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لیتے امام حسن کی شہادت کے بعد معززین عراق نے پھر امام مظلوم سے درخواست کی کہ معاویہ سے جنگ کا اعلان کر دیجئے اس مرتبہ بھی امام مظلوم نے انکار کیا اور فرمایا

”جب تک معاویہ زندہ ہیں میں کچھ بھی نہ کروں گا ہاں ان کے مرنے کے بعد جو مناسب ہوگا سوچوں گا۔ (ارشاد شیخ مفید ص۲۰۶ وغیرہ)

معاویہ کی زندگی تک خاموش بیٹھے رہنے پر آپ کا اصرار صریحی ثبوت ہے کہ آپ بھی امام حسن کی طرح لڑائی بندی اور عارضی صلح کو ضروری سمجھتے تھے کیونکہ معاویہ کی زندگی تک جنگ کا کوئی مفید نتیجہ نہ ہوتا نہ آپ کی قربانی کوئی فائدہ دیتی کیونکہ معاویہ آپ کے اس اقدام کو غلط لباس پہنا دیتے اور آپ کی اصلاحی تحریک خرابی کی شکل اختیار کر لیتی ہاں یہ صحیح ہے کہ امام مظلوم کو اس صلح سے گہرا صدمہ پہونچا اور آپ کا کلیجہ خون ہو کر رہ گیا جس طرح امام حسن کو اس صلح کا صدمہ تھا لیکن یہ دونوں بھائی کر ہی کیا سکتے تھے جبکہ صورت حال ان دونوں کے خواہشوں کے بالکل خلاف اور مسلمانوں کی کیفیت انتہائی ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ ان روایتوں کے وضعی اور من گھڑت ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ دوسری روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ امام حسن نے امام حسین سے فرمایا۔

پاکیزہ فطرت اور ان کے کمالات لاتناہی کے بنا پر کوئی بھی با فہم یہ تسلیم کرنے پر تیار نہ ہو گا کہ امام حسین بات بات میں اپنے بھائی کی مخالفت کرتے تھے حالانکہ آپ بھی اسی طرح آغوش رسول کے پروردہ تھے جس طرح امام حسن دونوں پیغمبر کے آغوش تربیت میں پلے بڑھے اور کمالات نبوت سے مستفید ہوئے پیغمبر نے اپنے اخلاق و کمالات کا ان دونوں پر ایسا فیضان کیا تھا کہ یہ دونوں پیغمبر کی سچی تصویر بن گئے تھے لہذا کیونکر یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ امام حسین اپنے بھائی کے نافرمان ہوں امام مظلوم امام حسن کی انتہائی تعظیم و احترام کرتے یہ عالم تھا آپ کے ادب کا کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں

امام حسین نے کبھی امام حسن کے آگے زبان نہیں کھولی (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۲۱)

ایسی صورت میں یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ امام حسن نے جس بات کا بھی ارادہ کیا امام حسین نے اس میں آپ کی مخالفت کی

ڈاکٹر طہٰ حسین نے اسی من گڑھت روایت کو اختیار کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"امام حسین نے اپنے بھائی کی صلح کو ناپسند کیا اور چاہا کہ مخالفت کریں اس پر اُن کے بھائی نے اُنھیں دھمکی دی کہ ہم تمھیں زنجیروں میں جکڑ کر رکھیں گے جب تک کہ صلح پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جائے"

پھر لکھتے ہیں

حسین صلح کی مذمت کیا کرتے کیونکہ یہ صلح ان کے پدر بزرگوار کی سیرت سے انکار تھا"

پھر لکھتے ہیں

"حسین نے مناسب سمجھا کہ بھائی کے حق کا لحاظ کیا جائے چنانچہ انھوں نے یہ حق پوری طرح ادا کیا اور اُن کی اسی طرح اطاعت کی جس طرح اپنے پدر بزرگوار کی اطاعت کی تھی مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ان برسوں میں جو انھوں نے اپنے بھائی کی صلح کے بعد مدینہ میں گذارے انتہائی بے چین تھے کہ کیسے موقع ملے کہ دوبارہ جہاد شروع کر دیا جائے وہیں سے جہاں سے اُن کے پدر بزرگوار چھوڑ کر گئے تھے۔ (الفتنۃ الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۱۳)

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ

"امام حسین نے اپنے بھائی کی صلح کو ناپسند کیا اور چاہا کہ مخالفت کریں اس موقع پر ان کے بھائی نے انھیں دھمکی دی کہ ہم تمھیں زنجیروں میں جکڑ کر رکھیں گے۔ اور حسین صلح کی مذمت کیا کرتے کیونکہ یہ صلح ان کے پدر بزرگوار کی سیرت سے انکار تھا"

اس کی تردید اس سے ہو جاتی ہے کہ اگر یہی بات ہوتی تو صلح کے بعد پھر امام حسن کی شہادت کے

امیر المومنین کی مخالفت ہوتی تو امام مظلوم ایک لمحہ کے لئے بھی خاموش بیٹھے نہیں رہتے حق کے بارے میں سکوت بزدلی بھی ہے اور معصیت بھی۔ پھر اگر یہ صلح امیر المومنین کی سیرۃ کے خلاف ہوتی جو کہ بعینہ رسول اللہ کی سیرت تھی تو خود امام حسن ہی کیونکر اس کے مرتکب ہوتے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ امام حسین جہاد کے لئے اسی طرح بےچین تھے جس طرح پیاسا پانی کے لئے بےچین ہوتا ہے آپ کے دل میں گہرا زخم تھا کسی لمحہ چین نہ لینے دینے والا صدمہ تھا لیکن اس صدمہ میں آپ منفرد نہ تھے ایسا ہی صدمہ اور ایسا ہی گہرا زخم امام حسن کے دل پر بھی تھا دونوں ہی بھائیوں کے کلیجے خون تھے اور دونوں ہی انتہائی صبر و سکون کے ساتھ وقت کے منتظر تھے کہ کب حالات مساعد ہوں مسلمانوں کی غیرت و حمیت بیدار ہو اور بنی اُمیہ کی حکومت شکست و ریخت کر دی جائے لیکن ایسا موقع جس میں کامیابی کی اُمید ہوتی معاویہ کی زندگی میں ملنا مشکل تھا اور معاویہ سے جنگ چھیڑنے کا انجام اس وقت انتہائی ہونا کہ ہوتا مسلمان تباہ و برباد پہلے ہی سے تھے بالکل ہی نیست و نابود ہو جاتے اور اسلام کا کوئی نام لیوا بھی دنیا میں باقی نہ رہتا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حالات ہی ایسے تھے کہ صلح ضروری تھی صلح کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

اب صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آخر کیوں نہیں امام حسن اسی طرح جان دے کر شہید ہو گئے جس طرح آگے چل کر امام حسین شہید ہوئے کیوں نہیں انھوں نے شروع ہی میں وہ راہ اختیار کی جو امام حسین نے بعد میں اختیار کی۔ کیا بزدلی کی وجہ سے؟ استغفر اللہ امام حسین بلحاظ قوت قلب امام حسن سے زیادہ بہادر نہ تھے اور نہ ان سے بڑھ کر تلوار کے دھنی نہ ان سے زیادہ خطروں سے کھیلنے والے، وہ دونوں برابر کے بھائی تھے ہر فضیلت میں اخلاق و کمالات میں دینداری میں راہ خدا میں جان نثار کرنے میں۔ دونوں ہی اشجع العرب کے فرزند تھے کس کی مجال ہے کہ امام حسن کی طرف بزدلی کی تہمت دے سکے کیا امام حسن کو زندگی زیادہ پیاری تھی؟ خدا کی پناہ وہ حسن جنھیں خداوند عالم نے جنت کے جوانوں کی سرداری بخشی تھی انھیں زندگانی دنیا پیاری کیونکر ہو سکتی تھی پھر جن کی فطرت ہی میں جہاد کا شوق ہو قربانی کا ولولہ ہو ان کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

کیا اس وجہ سے کہ امام حسن معاویہ کو اس قابل سمجھتے تھے کہ اسلامی فرماں روا ہوں اسی لئے آپ نے ان سے مصالحت کر لی اور حکومت حوالے کر دی؟ امام حسن ایسا شخص معاویہ ایسے شخص کو کیونکر اس قابل سمجھ سکتا تھا امام حسن معاویہ کو جن نظروں سے دیکھتے تھے اور آپ نے جو فقرے ان کے متعلق فرمائے ہیں وہ تاریخ کے صفحات پر آج بھی موجود ہیں ہر فقرہ میں صاف صاف آپ نے انھیں باغی کہا ہے ان سے جنگ کرنا واجب قرار دیا ہے ان کے متعلق کسی شک کا آپ کی طرف سے

"بغاوت ترک کرو مسلمانوں کے خوں ریزی سے اجتناب کرو اب تک جتنے مسلمانوں کا خون بہا چکے ہو وہی بہت ہے چہ جائیکہ تم اس سے زیادہ مسلمانوں کا خون اپنی گردن پر لیکر خدا سے ملاقات کرو۔" (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص۱۲)

صلح پر اعتراض کرنے والے اصحاب سے کہا۔

"خدا کی قسم اگر مجھے مددگار نصیب ہوتے تو میں ان سے اپنے دن میں بھی جنگ کرتا اور رات میں بھی۔" (احتجاج طبرسی ص۱۵۱)

مدائن میں آپ نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا تھا۔

"خدا کی قسم شام والوں سے جنگ میں نہیں روکنے والی نہ تو ندامت ہے نہ کسی قسم کا شک۔"

ابوسعید سے آپ نے فرمایا تھا۔

"معاویہ سے میرے مصالحت کرنے کی وہی وجہ ہے جو پیغمبر کی اہل مکہ سے مصالحت کی وجہ تھی جبکہ آپ حدیبیہ سے واپس ہو گئے تھے مکہ والے تنزیل کے منکر تھے اور معاویہ اور اُن کے اصحاب تاویل کے منکر ہیں۔"

یہ فقرات ثبوت ہیں کہ آپ نے معاویہ سے مصالحت خوشی خاطر نہیں کی نہ آپ نے بزدلی کے سبب جنگ سے پرہیز کیا نہ زندگی کی محبت میں شہادت سے کنارہ کش رہے بلکہ آپ نے مصالحت اس وقت کی جبکہ آپ کے حالات نے سوا مصالحت کے کوئی راہ ہی آپ کے لئے باقی نہ چھوڑی تھی۔ اسی بات میں امام حسن، امام حسین سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ امام حسین کے لئے اپنے وقت میں دو راہیں تھیں یزید کی بیعت اور مصالحت دوسرے شہادت لیکن امام حسن کے لئے شہادت کی راہ اختیار کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی اگر آپ چاہتے بھی تو آپ کے لئے ممکن نہ تھا۔

ممکن ہے ہمارا یہ فقرہ حیرت کا باعث ہو کہ امام حسن کے لئے شہادت کی راہ بند تھی لیکن ہم اوپر امام حسن کے لشکر اور مدائن و مسکن کے جو اندوہناک واقعات لکھ آئے ہیں اُن کو پڑھنے کے بعد حیرت یا شک و شبہہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی امام حسن اگر اس راہ کو اختیار بھی کرنا چاہتے تو اپنے ہمراہیوں کی دنائت و خباثت کی وجہ سے نہیں کر سکتے تھے، عراق والوں کی پستی کی انتہا نہ رہی تھی ان کے دل اتنے مردہ ہو چکے تھے اور غیرت و حمیت یوں خاک میں مل چکی تھی کہ ہولناک سے ہولناک جرم اور شرمناک سے شرمناک فعل اُن کے لئے سہل تھا جس لشکر کے بڑے سے بڑے سردار معاویہ سے ساز باز کر چکے ہوں

جنھوں نے متعدد مرتبہ آپ کو ہلاک کرنے کی پوری کوشش کی ہو کئی مرتبہ آپ کا سامان لوٹ لیا ہو ایسے ذلیل وخبیث افراد کے لئے کون سی بڑی بات تھی کہ قبل اس کے کہ امام حسن معاویہ سے جنگ کرنے اور لڑ بھڑ کر مر جانے کا تہیہ کرتے خود یہی لوگ آپ پر حملہ کرکے آپ کو قتل کر ڈالتے یا پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیتے یہ بات بھولنے کی نہیں کہ خود معاویہ نے امام حسن کے پاس کوفہ کے سرداروں کے وہ خطوط بھیجے تھے جن میں ان لوگوں نے معاویہ کے قول و قرار کیا تھا ان خطوط کے ساتھ ہی ساتھ معاویہ نے یہ فقرہ بھی امام حسن کو لکھا تھا کہ

"ہوشیار رہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اوباش لوگوں کے ہاتھوں آپ کی موت ہو جائے۔"

مذکورہ بالا حالات میں امام حسن کے لئے سوائے صلح کے کیا چارہ ہو سکتا تھا اس کو خود صاحبان عقل سمجھ سکتے ہیں کسی استدلال کی چنداں ضرورت نہیں یہاں پر علامہ ابن اثیر کی یہ عبارت جو اپنی تاریخ کامل میں لکھتے ہیں قابل غور ہے

"کہا گیا ہے کہ امام حسن نے حکومت معاویہ کو اس لئے سپرد کی کہ جب معاویہ نے خلافت حوالہ کرنے کے متعلق آپ کو خط لکھا اس وقت آپ نے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ دیکھو ہم کو شام والوں سے اس لئے نہیں دبنا پڑ رہا ہے کہ (اپنی حقیت ہیں) ہم کو کوئی شک یا ندامت ہے، بات تو فقط یہ ہے کہ ہم اہل شام سے سلامت وصبر کے ساتھ لڑ رہے تھے مگر اب سلامت میں عداوت اور صبر میں فریاد مخلوط کر دی گئی ہے جب تم لوگ صفین کو جا رہے تھے اس وقت تمھارا دین تمھاری دنیا پر مقدم تھا لیکن اب تم ایسے ہو گئے ہو کہ آج تمھاری دنیا تمھارے دین پر مقدم ہو گئی ہے اس وقت تمھارے دونوں طرف دو قسم کے مقتول ہیں ایک صفین کے مقتول جن پر رو رہے ہو دوسرے نہروان کے مقتول جن کے خون کا بدلہ چاہ رہے ہو، خلاصہ یہ کہ جو باقی ہے وہ ساتھ چھوڑنے والا ہے اور جو رو رہا ہے وہ تو بدلہ لینا چاہتا ہی ہے، خوب سمجھ لو کہ معاویہ نے ہم کو جس امر کی دعوت دی ہے نہ اس میں عزت ہے نہ انصاف لہذا اگر تم لوگ موت پر آمادہ ہو تو ہم اس کی دعوت کو رد کر دیں اور ہمارا اس کا فیصلہ خدا کی نزدیک بھی تلوار کی باڑھ سے ہو جائے اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو جو اس نے لکھا ہے مان لیا جائے اور جو تمھاری مرضی ہے ویسا ہو جائے۔ یہ سنتا تھا کہ ہر طرف سے لوگوں نے چلانا شروع کیا بقا بقا صلح صلح۔

(تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲)

[illegible] اور ان تمام لوگوں کی زندگی کو خطرہ تھیں جو دین
رسول کے نام لیوا اور حقیقی پیرو و پابند تھے اور جن کو حفظ اصول نہایت درجہ عزیز تھا اور جن کی
تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی اور بجائے اس کے کہ ان نام نہاد بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر
معاویہ کے قیدی بن کر قتل ہو جائیں اور اس طرح وہ تعلیم اور دین جس کے علمبردار اہلبیت تھے ان شہدا
سمیت دفن ہو جائے صلح سے کام لیں اور اپنے اور خالص ایمانداروں کے لئے میدان صاف کر لیں
روحانی اذیتیں برداشت کریں سخت سے سخت اہانت آمیز فقرے جملے سنیں خون دل پئیں اور اس لئے
زندہ رہیں کہ دین رسول جو معاویہ و طرفداران معاویہ کے یہاں ذبح کیا جا رہا تھا زندہ بچ جائے
اور شائع ہو جائے کہ اصل تعلیم و دین رسول کیا ہے اور فریب معاویہ کا پردہ چاک ہو جائے
غیر جانب دار تو غیر جانب دار خود معاویہ اور اس کے ہمنواؤں پر بھی روشن ہو جائے اچھا ہے، وہ
خود غرض زبان سے اقرار نہ بھی کریں، کہ پیغمبر اسلام کیا لیکر آئے تھے اور وہ کس قول و عمل کے خواہاں
تھے۔ اور اس تعلیم کا حافظ محافظ عالم اور عامل کون ہے اور کدھر ہے اور اس کا مخالف کون اور
کدھر زمانہ صلح اتنا رکھ لیا جائے کہ اس کی آواز کو اتنی دور تک اور اس انداز سے محکم کر دیا جائے کہ
کہ آئندہ اگر معاویہ سے بڑھ چڑھ کر بھی کوئی اسلام کو فنا کرنے کے لئے کھل کھیلے اور علی الاعلان دین
رسول کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں منہمک ہو جائے تب بھی اس کے بس سے یہ امر باہر رہ جائے اور اس کا
خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے، ایمان خالص، وہ تعلیم رسول جن کے قائل و عامل اہل بیت ہیں اس کے
پابندوں کی ایسی تعداد پیدا ہو جائے جسے لیکر اگر کوئی صاحب ایمان مخالفین کے سامنے کھڑا ہو جائے
تو مرتے دم تک وہ اپنے واجب الاطاعت اور صاحب ایمان سردار کا ساتھ نہ چھوڑے بلکہ پروانہ وار
خود جل مرے مگر اپنی زندگی تک اس شمع ایمان کو گل نہ ہونے دے۔

امام حسنؑ کے پیش نظر یہ مقصد برابر تھا کہ آنے والے ذبح عظیم کو کامیاب مواد دے جائیں چاہے
اس کے واسطے موت سے بدتر روحانی اذیتیں سہنا پڑیں لیکن یہ مقصد امام حسن کے اس طرح جان دینے
میں جو معاویہ سے صلح نہ کر کے ہوتی ہرگز حاصل نہ ہوتا۔

امیرالمومنین کی شہادت اور ان لوگوں کی ظاہرا بیعت کا مقتضی تھا کہ آپ بھی بیعت نہ کرنے
والوں یا خلیفہ برحق سے جنگ اور مخالفت کرنے والوں پر فوج کشی کریں وہ کی گئی لیکن جو کچھ
اس فوج نے کر دکھایا وہ ظاہر ہے جس کا بیان اوپر گذرا اب امام حسن کے لئے دو ہی صورتیں ممکن
نظر آتی ہیں یا صلح کرنا یا بے یار و مددگار جنگ کو جاری رکھنا اور پھر جس صورت سے ہو جان بحق
ہو جانا۔ جن لوگوں نے امام حسینؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کی صلح کا صرف سرسری نظر سے مطالعہ

چاہیے تھا جو امام حسین نے کیا۔ حالانکہ ایک شاہزادہ نے اپنے وقت و حالات میں جو کچھ کیا دوسرا شاہزادہ بھی وہی کرتا اگر اس کے وقت و حالات ویسے ہی ہوتے جیسے ایک کے تھے، اگر حسین کی فوج کے سرداروں میں اشعث ایسے لوگ ہوتے اور آپ کو بھی معاویہ جیسے شخص سے لڑنا پڑتا جو عمار کو قتل بھی کرتا پھر اس سے دامن کشی بھی۔ جو حجر بن عدی کو قتل بھی کرتا پھر نماز جنازہ و تجہیز و تکفین بھی تو امام حسین بھی ویسا ہی کرتے جو حسن نے کیا بلکہ امام حسین نے بمقابلہ معاویہ وہی کیا جو حسن نے کیا (دیکھو واقعات ۵۰ھ تا ۶۰ھ جب امام حسین زندہ تھے اور معاویہ کا دور تھا) اور اگر امام حسن کو بھی وہ انصار تھے جنھیں ہر طرح ساتھ چھوڑنے کا موقع دیا گیا مگر انھوں نے حسین کے قدموں پر فدا ہونے کو دنیا و آخرت کی تمام لذتوں سے زیادہ لذیذ سمجھا حبیب و مسلم جیسے جاں نثار دستیاب ہوگئے ہوتے اور آپ کو بھی یزید سے لڑنا پڑتا جو بیعت یا قتل کے سوا کسی دوسرے امر کو جائز نہ رکھتا جو مسلمان مقتولین کے دفن کی اجازت نہ دیتا جو لعبت بنو ہاشم بالملک فلا۔ ملک جاء ولا وحی نزل کا علانیہ قائل ہوتا تو امام حسن بھی وہی کرتے جو امام حسین نے کیا....

جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جس طرح امام حسین لڑ گئے امام حسن بھی کیوں نہیں لڑ گئے وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں دونوں شاہزادوں کے اصحاب و انصار میں جن کو لیکر لڑائی کی جاتی زمین و آسمان سے بھی تو زیادہ کا فرق ہے۔ کیا یہ مخفی ہے کہ مظلوم کربلا نے اپنے اصحاب کے حق میں انی لا اعلم اصحابا اوفیٰ ولاخیرا من اصحابی فرمایا ہے اور دنیا کی زبانیں حسینی قافلہ کی وفاداری کی ثنا خوانی میں متفقاً لطف اندوز ہیں اور حسن کے ساتھ کہلانے والے نفاق غداری نمک حرامی بے وفائی میں ضرب المثل پھر دونوں کی تکلیف کو متحد کہنا عقل و انصاف کی گردن کو کند چھری سے رتنا نہیں تو اور کیا ہے۔" (صلح الحسن علامہ عدیل اختر صاحب مرحوم)

چوتھی فصل

امام حسنؑ اور معاویہ کا اجتماع

آپ کی زندگی تلخ کردی آپ دیکھتے تھے کہ باطل روز بروز مستحکم ہوتا جاتا ہے حق و انصاف مغلوب ہوتے جاتے ہیں اور امت اسلامیہ ہولناک ترین مصائب و آلام میں گرفتار ہے۔

امام حسن اور معاویہ دونوں مجتمع ہوئے اور اعلان صلح کے لئے کوفہ کو منتخب کیا دونوں کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ کوفہ کی سرزمین لوگوں کی کثرت سے چھلکنے لگی زیادہ تر اس مجمع میں عراق و شام کے سپاہی تھے یہ اپنے اپنے کیمپ چھوڑ کر اس تاریخی دن کوفہ کا یہ منحوس ترین منظر دیکھنے آئے تھے خوشی خاطر یا بادل ناخواستہ یہ پہلا موقع تھا کہ کوفہ کی سرزمین نے شام والوں کے قدم دیکھے اور ساٹھ ستر ہزار شامی کوفہ میں داخل ہوگئے جن میں مسلمان بھی تھے اور عیسائی بھی اب تک کوفہ و شام میں ایسی دیرینہ عداوت چلی آرہی تھی اور ایسے خونیں معرکے دونوں کے درمیان ہو چکے تھے کہ ملاپ کا سوال ہی نہ تھا کون اندازہ کرسکتا کہ کوفہ کے ان چند جانباز سورماؤں کے دل پر اس وقت کیا بیتی ہوگی جو ابھی تک وفادار اور اپنے اخلاص میں ثابت قدم تھے قضا و قدر نے انھیں آج مجبور کردیا تھا کہ شامیوں کے ریل پیل اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ان کی تلواریں نیام سے باہر ہوں کوفہ کی مسجد جامع میں شامیوں کی سیٹیاں نیز تالیاں بجاتے دیکھیں اور گھٹ کے رہ جائیں۔

مسجد جامع میں سب مجتمع ہوئے معاویہ سبقت کرکے منبر پر جا بیٹھے اور انھوں نے ایک طولانی خطبہ پڑھا جس کے صرف خاص خاص فقرے مورخین نے نقل کئے ہیں منجملہ ان کے (بنا بر روایت یعقوبی) معاویہ نے کہا

"اما بعد جس نبی کی امت میں اپنے نبی کے بعد اختلاف واقع ہوا اس امت کا باطل اس کے حق پر غالب آگیا......"

معاویہ اتنا کہہ کر چونکے کہ زبان سے کیا نکل گیا فوراً ہی بات بنائی اور اس فقرے کا اضافہ کیا مگر یہ اُمت کہ اس کا حق اس کے باطل ہی پر غالب رہا (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صہ ۱۹۲)

منجملہ ان کے (بنا بر روایت مدائنی)

"اے اہل کوفہ کیا تم لوگ میرے متعلق یہ رائے رکھتے ہو کہ میں نے تم لوگوں سے نماز۔ زکوٰۃ۔ حج کے لئے جنگ کی ہے۔ مجھے پہلے سے معلوم ہے کہ تم لوگ نماز پڑھتے ہی ہو زکوٰۃ دیتے ہی ہو حج کرتے ہی ہو۔ میں نے تو تم لوگوں سے اس لئے جنگ کی ہے کہ تمھارا حاکم بن جاؤں اور تمھاری گردنوں کا مالک ہو جاؤں۔ چنانچہ اللہ نے یہ بات مجھے عطا کردی حالانکہ

دیکھو تین باتوں سے لوگ تھک ہو جاتے ہیں موقع پر مال خرچ کرنا دقت پر فوج کشی کرنا دشمن کے گھر پر چڑھ کر جنگ کرنا کیونکہ اگر دشمن سے اس طرح تم نہ لڑو گے تو وہ تم سے لڑے گا۔

ابوالفرج اصفہانی نے حبیب بن ثابت کے واسطے سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے اس خطبہ میں پہلے امیرالمومنین کو برا بھلا کہا پھر امام حسن کو۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص۱۶)

ابواسحاق سبیعی نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ معاویہ نے اس خطبہ میں یہ الفاظ بھی کہے کہ ہو آگاہ ہو جاؤ کہ جو کچھ میں نے حسن سے وعدے کئے ہیں وہ سب میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں کسی ایک کو بھی پورا نہ کروں گا

ابواسحاق کہتے ہیں کہ خدا کی قسم معاویہ بڑے ہی غدار تھے۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص۱۶)

پھر لوگوں نے گردنیں اُٹھا کر دیکھا فرزند رسول جو صورت و سیرت ہیبت اور سرداری میں سب سے زیادہ شبیہہ پیغمبر تھے اپنے پدر بزرگوار کے محراب کی جانب سے منبر کی طرف بڑھتے نظر آئے امام حسن منبر پر آکر استادہ ہوئے اور آپ نے مسلمانوں کے مجمع پر نظر ڈالی سارا مجمع گوش برآواز تھا سب سننے کے لئے بے چین تھے کہ فرزند رسول معاویہ کے جواب میں کیا کہتے ہیں جنھوں نے برسر منبر سارے عہد و پیمان ٹھکرا دیئے اور کئے ہوئے وعدوں سے پھر گئے۔ اس میں شک نہیں کہ امام حسن تمام لوگوں سے زیادہ برجستہ تقریر کرتے ہیں شاق اور نت نئے موضوعات پر بولنے میں چھوٹے بڑے مقررین سے زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ اس نازک وقت میں آپ نے ایک فصیح و بلیغ طولانی خطبہ ارشاد فرمایا جس کے شروع میں آپ نے مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور محبت و اتحاد و اتفاق اور رضامندی کی طرف دعوت دی اور خطبہ کے درمیان اہلبیت اور انبیاء کرام کے کردار اور طرز عمل کا ذکر کیا اور آخر میں آپ نے معاویہ کی رد فرمائی بغیر اس کے کہ آپ کچھ ناسزا کلمات زبان پر جاری کرتے یا برا بھلا کہتے۔ آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا۔

امابعد خداوند عالم کے تفضل و احسان کی بدولت میں امید کرتا ہوں کہ خلق خدا کا سب سے بڑھ کر خیر خواہی کرنے والا ہوں گا۔ میں نے کبھی کسی مسلمان سے کینہ نہیں رکھا نہ کسی کی برائی چاہی نہ کسی کو نا گہانی صدمہ پہونچایا دیکھو جماعت میں جو باتیں تمھیں ناگوار ہے وہ بہتر ہے تمھارے لئے اس چیز سے جسے تم علٰحدگی میں دوست رکھتے ہو۔ دیکھو تم نے خود اپنے لئے ایسی بھلائی نہ سوچی ہو گی جیسی میں نے تمھارے لئے نکالی ہے۔ تم لوگ

(ارشاد شیخ مفید طبع ایران)

پھر فرمایا

"لوگو خداوند عالم نے ہمارے پہلے بزرگ (حضرت پیغمبر خدا) کے ذریعہ تمھیں راہ راست دکھائی اور ہمارے آخر کے ذریعہ تمھاری جانیں محفوظ کیں اس معاملہ کے لئے ایک مقررہ مدت ہے۔ دنیا متغیر ہونے والی ہے خداوند عالم نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہہ دو اے پیغمبر کہ میں نہیں جانتا کہ جس (قیامت) کا تم سے وعدہ کیا ہے وہ قریب ہے یا دور خدا ہر ظاہر بات کو بھی جانتا ہے اور تمھاری باطنی باتوں کو بھی وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۶۱-۶۲ تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۸ طبری جلد ۹ صفحہ ۹۳)

پھر فرمایا

معاویہ نے تم لوگوں سے یہ بات کہی ہے کہ میں خلافت کا اہل نہیں اور خود میں اپنے کو خلافت کا سزاوار نہیں پاتا معاویہ نے جھوٹ کہا لوگوں پر حکومت سے ہم تمام لوگوں سے زیادہ سزاوار ہیں خدا کی کتاب میں بھی اور پیغمبر کی حدیث میں بھی۔ ہم اہل بیت پیغمبر کی رحلت کے دن سے ہمیشہ مظلوم رہے۔ خدا ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان انصاف کرے جنھوں نے ہم پر ظلم کیا ہماری گردنوں پر چڑھے لوگوں کو ہمارے مقابلہ پر کھڑا کیا مال غنیمت میں ہمارے حق ضبط کئے اور ہماری مادر گرامی کو ان کے اس حق سے محروم کیا جو پیغمبر خدا نے ان کے لئے قرار دیا تھا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر پیغمبر کی آنکھ بند ہوتے ہی لوگ ہمارے پدر بزرگوار کی بیعت کر لیتے تو آسمان و زمین دونوں اپنی برکتوں سے انھیں مالا مال کر دیتے اور تم اے معاویہ اس خلافت کا خواب بھی نہ دیکھ پاتے لیکن جب یہ خلافت اپنے اصلی ٹھکانے سے ہٹ گئی تو آپس میں قریش نے اس کے متعلق جھگڑا کیا جس کے نتیجہ میں اس خلافت کا لالچ ان لوگوں نے بھی کیا جو طلیق اور فرزند طلیق تھے تم اور تمھارے اصحاب حالانکہ پیغمبر خدا کا ارشاد ہے۔ جس امت نے بھی اعلم کو چھوڑ کر کم علم والے کو اپنا حاکم مقرر کیا اس کا معاملہ اس وقت تک درہم برہم رہا جب تک اس نے اس کی طرف رجوع نہیں کیا جس کو چھوڑ دیا تھا۔ بنی اسرائیل نے جناب ہارون کو چھوڑ کر سامری کی پیروی کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ہارون ان کے درمیان جناب موسی کے خلیفہ ہیں۔ اس

تھے سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے پیغمبر کو غدیر خم کے دن میرے باپ کو اپنا جانشین مقرر کرتے بھی دیکھا تھا پیغمبر نے انھیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ حاضر شخص غیر حاضر کو مطلع کر دے۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۴)

پھر آپ نے فرمایا

قسم اس ذات کی جس نے حضرت محمد مصطفےٰ ص کو مبعوث برسالت کیا جو شخص بھی ہم اہل بیت کے حق میں کچھ کمی کرے گا خداوند عالم اس کا عمل کم کر دے گا ہمارے خلاف جو بھی تحریک ہو اُسکے انجام ہمارے حق میں ہوگا تم اس کا حال کچھ ہی دن بعد جان لوگے۔

(مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۶۱-۶۲)

پھر آپ نے معاویہ کی طرف رخ کیا اور ان کی ناسزا باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

اے علی کا ذکر کرنے والے میں حسن ہوں میرے باپ علی ہیں تم معاویہ ہو تمھارا باپ صخر ہے۔ میری ماں فاطمہ ہیں تمھاری ماں ہندہ میرے نانا حضرت محمد مصطفےٰ ہیں اور تمھارا نانا عقبہ بن ربیعہ میری نانی حضرت خدیجہ ہیں اور تمھاری نانی فتیلہ خداوند عالم لعنت کرے اس پر جو ذکر کے لحاظ سے ہم میں زیادہ گمنام اور نسب اور جدید و قدیم شرف کے لحاظ سے ہم میں زیادہ پست و ذلیل اور کفر و نفاق کے لحاظ سے ہم میں زیادہ قدیم ہو

راوی کا بیان ہے کہ امام حسن کے اس فقرے پر مسجد کے ہر گوشے آواز بلند ہوئی آمین آمین

فضل بن حسن کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے کہا میں بھی آمین کہتا ہوں

ابو الفرج اصفہانی کہتا ہے کہ میں بھی آمین کہتا ہوں

علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں عبد الحمید بن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ بھی کہتا ہے آمین ہم بھی آج کے دن کہتے ہیں آمین

بعض روایتوں میں ہے کہ جب صلح ہو چکی اور اہل کوفہ بیعت کر چکے تو معاویہ نے امام حسن سے خواہش کی کہ مجمع میں تقریر کریں۔ آپ نے منبر پر جانا منظور کیا اور بالائے منبر جا کر پہلے حمد و صلوٰۃ بجالائے اور فرمایا۔

ایہا الناس سب سے زیادہ عقل والا وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور نہایت احمق وہ ہے جو اس کی نافرمانی کرے خدا کی قسم اگر جابلق و جابرس کے درمیان (مغرب بعید و مشرق بعید کے دو شہر) مطلب یہ ہے کہ شرق اور غرب عالم میں اگر کسی ایسے کو ڈھونڈھنا

فرمائی اور تم کو گمراہی سے انھیں کے ذریعہ بچایا اور جہالت سے نجات بخشی ذلت کے بعد انھیں کے طفیل سے تم کو عزت عنایت کی اور قلت کے بعد تم کو کثرت انھیں کے سبب حاصل ہوئی اس میں تو شک ہی نہیں کہ معاویہ نے مجھ سے اس امر میں نزاع کی جو بالکل میرا ہے اس کا اس میں کچھ حصہ نہیں، تو میں نے اصلاح اُمت اور رفع فتنہ کا خیال کیا اور تم لوگ مجھ سے اس شرط پر بیعت کر چکے تھے کہ جس سے میں صلح کروں گا تم بھی صلح کروگے جس سے میں جنگ کروں گا تم بھی جنگ کروگے اب میری رائے یہ ہوئی کہ معاویہ سے صلح کرلوں اور میری اس کی جو لڑائی ہو رہی ہے اسے موقوف کردوں چنانچہ میں نے اس سے معاہدہ کرلیا ہے اور طے کرلیا ہے کہ خوں ریزی کی بہ نسبت خون کو محفوظ کرنا بہتر ہے میرا ارادہ اس سے صرف تم لوگوں کی بھلائی اور تمھاری بقا ہے۔ وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔

(کشف الغمہ ص۱۶۱ نصائح کافیہ)

قیس بن سعد کا موقف

جب امام حسن کی فوج کے مرد آہن قیس بن سعد کو صلح کی یہ اندوہناک خبر ملی تو ان کا خون خشک ہوگیا حزن و اندوہ نے غیر حالت کردی موت کی تمنائیں کرنے لگے بار بار سوچتے

"حق کے امیر نے باطل کے امیر سے کیونکر صلح کرلی!"

ان کے ہوش و حواس غائب تھے قدم زمین سے نہیں اُٹھتے سارے بدن میں تھرتھری پڑی ہوئی تھی چہرے پر ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا جب صدمہ برداشت نہ ہوسکا تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے پھر اسی حزن و اندوہ اور شکستہ خاطری و بدحواسی کے عالم میں لشکر والوں کی طرف متوجہ ہوئے آواز منہ سے نہ نکلتی تھی بولے

"دو باتوں میں کوئی ایک بات تم لوگ پسند کرو یا تو بغیر امام کے جنگ کرو یا گمراہ کی بیعت کرو"

لشکر والوں نے جواب دیا

ہم بغیر امام کے جنگ کریں گے

سپاہیوں نے آگے بڑھ کر شام کے لشکر پر حملہ کیا اور انھیں اپنی صف میں جانے پر مجبور کردیا معاویہ کو جب یہ خبر ملی تو بیحد گھبرائے انھوں نے فوراً قیس کو خط لکھا جس میں دھمکیاں بھی تھیں اور لالچ بھی دلائی تھی۔

جب معاویہ قیس کی طرف سے مایوس ہو گئے تو گالیوں پر اتر آئے انھوں نے ایک خط لکھا جس میں گالیاں بھی تھیں اور دھمکی بھی خط میں لکھا تھا

اما بعد تم یہودی ہو اپنے نفس کو ہلاک کر رہے ہو اور ایسی بات میں قتل ہو رہے ہو جو تمھارے لئے نہیں اگر تمھارا محبوب فریق کامیاب ہوا تو تمھیں نکال پھینکے گا اور تم سے غداری کرے گا اور اگر وہ فریق کامیاب ہوا جو تمھارے نزدیک انتہائی مبغوض ہے تو وہ تمھیں دردناک اذیتیں دے گا اور قتل کر ڈالے گا۔ تمھارے باپ نے پرائی کمان چڑھائی اور دوسرے کا نشانہ تاکا ان کی قوم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ حوران بعالم غربت ہو گئے والسلام

قیس نے بھی ترکی بترکی جواب دیا اور جواب میں کوئی غلط بات نہ لکھی۔

اما بعد تم بت پرست ہو بت پرست کے بیٹے ہو۔ اسلام میں جبراً قہراً داخل ہوئے خوف سے برقرار رہے اور خوشی خاطر اس سے باہر ہو گئے خداوند عالم نے اسلام میں تمھارا کوئی حصہ نہیں رکھا تمھارا اسلام پرانا نہیں اور تمھارا نفاق نیا نہیں تم ہمیشہ خدا و رسول سے برسرپیکار مشرکین کی جماعت خدا و رسول اور مومنین بندگان خدا کے دشمن رہے تم نے میرے باپ کا ذکر کیا ہے خدا کی قسم میرے باپ نے اپنی ہی کمان چڑھائی اور اپنا ہی نشانا تاکا ان کے خلاف شورش ان لوگوں نے کی جو ان کی گرد کو نہیں پا سکتے اور یورش ان لوگوں نے کی جو ان کے ٹخنوں کو نہیں پہونچتے تم نے کہا ہے کہ میں یہودی کا بیٹا یہودی ہوں حالانکہ تم بھی جانتے ہو اور سارے لوگ بھی کہ میں اور میرے باپ خدا کے اس دین کے انصار ہیں جس سے تم باہر ہو گئے ہو اور اس دین کے دشمن ہیں جس میں تم داخل ہو گئے ہو۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص۱۵) لہ

معاویہ نے جب یہ خط پڑھا تو آپے سے باہر ہو گئے چاہا کہ جواب لکھیں مگر عمرو عاص نے روک دیا اور کہا۔

جانے دو اگر تم پھر خط لکھوگے تو وہ اس سے زیادہ سخت جواب دیں گے اگر چھوڑ دوگے تو وہ بھی اسی حلقہ میں داخل ہو جائیں گے جس میں دوسرے لوگ داخل ہوئے۔

معاویہ نے عمرو عاص کی رائے پسند کی اور خط لکھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا لیکن بعد میں پھر

ایک خط لکھا مگر اس میں کسی قسم کی سختی نہ تھی

"کس کی اطاعت میں تم برسرپیکار ہو۔ تم جس کے اطاعت گذار تھے اس نے مجھ سے مصالحت کر لی ہے۔"

قیس نے اب بھی پروا نہ کی اور اپنی رائے پر جمے رہے لیکن معاویہ نچلے بیٹھنے والے نہ تھے انھوں نے قیس کے پاس بھی ایک سادہ کاغذ بھیجا جس کے آخر میں اپنی دستخط اور مہر کر دی تھی اور قاصد سے کہلایا کہ تم جن جن شرطوں کو چاہو لکھ لو۔ عمرو عاص کو معاویہ کی طرف سے قیس کی یہ عزت و توقیر پسند نہ آئی معاویہ سے کہا

ایسا نہ کرو ان سے لڑائی جاری رکھو۔

معاویہ عمرو عاص کے اس کینہ کو سمجھ گئے بولے

"تم چپکے رہو ہم قیس اور ان کے ساتھیوں کو اس وقت تک قتل نہ کر پائیں گے جب تک اتنے ہی آدمی شام کے قتل نہ ہو لیں پھر اس کے بعد زندگی کا مزا ہی کیا رہ جائے گا میں خدا کی قسم اس وقت تک قیس سے جنگ نہ کروں گا جب تک بغیر جنگ کے کوئی چارہ کار نہ رہے۔"

جب قیس کے پاس معاویہ کا یہ قرطاس ابیض پہونچا اور قاصد کی زبانی معاویہ کی باتیں معلوم ہوئیں تو انھوں نے غور و فکر کیا دیکھا کہ بغیر معاویہ کی بات مانے کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ نہ ایسی قوت و طاقت حاصل ہے جس کے سہارے معاویہ سے ٹکر لی جا سکے اور نہ کوئی جائے پناہ ہے جہاں جا کر جان بچائی جائے انھوں نے قاصد سے اپنی رضامندی ظاہر کر دی اور معاویہ کے بھیجے ہوئے کاغذ پر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے امان لکھ دی اس کے علاوہ نہ اپنے لئے کوئی خصوصی مراعات چاہے نہ حقوق۔ لیکن معاویہ کے پاس جانے پر وہ اب بھی تیار نہ ہوئے کیونکہ وہ خدا سے عہد کر چکے تھے کہ میں اور معاویہ اسی صورت میں اکٹھا ہو سکتے ہیں جبکہ میرے اور ان کے درمیان تلوار یا نیزہ ہو معاویہ نے تلوار و نیزہ بھی منگا کر سامنے رکھ لیا تاکہ قیس کی قسم پوری رہے اس وقت قیس مجبور ہو گئے کہ معاویہ کے پاس آئیں لوگوں کا اژدحام تھا سب کی نظریں قیس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں قیس سر جھکائے ہوئے آئے۔ ذلت و بیچارگی کے احساس سے قدم زمین میں گڑے جا رہے تھے دل پر چھریاں سی چل رہی تھیں اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد انھوں نے مجمع پر نظر ڈالی اور بولے۔

"اے لوگو! تم نے خیر کے عوض میں شر قبول کر لیا عزت کے بدلہ میں ذلت لے لی ایمان کے

سے پیش آئے کہ تم لوگ یہ بات بھول بیٹھے کیا خدا نے تمھارے دلوں پر مہر
لگا دی ہے سوچنے سمجھنے کی تم میں بالکل صلاحیت نہیں رہی (تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۹۲)

پھر انھوں نے بڑی بیچارگی اور دکھ بھرے لہجہ میں امام سے پوچھا

"کیا میں آپ کی بیعت سے باہر ہو جاؤں؟"

امام بھی بیحد متاثر ہو کر بولے

"ہاں"

معاویہ نے اتنا ہی کافی نہیں سمجھا ان کی بڑھی ہوئی ہمت و جسارت نے یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ

"قیس کیا تم بھی بیعت کرتے ہو!"

قیس نے دل گرفتگی سے کہا

"ہاں!"

یہ کہکر انھوں نے اپنا سر جھکا لیا اور اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لئے معاویہ اپنی جگہ سے اُٹھے قیس پر جھک کر اُنھوں نے قیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے مس کیا قیس نے اپنا ہاتھ نہیں اُٹھایا۔

اس موقع پر قیس کا سکوت ہی کافی تھا مگر معاویہ تو اپنی فتح و ظفر اور غلبہ و تسلط کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے اسی لئے انھوں نے اُٹھ کر قیس کا ہاتھ ہاتھوں میں لیا تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ قیس نے بھی بیعت کر لی ہے

یہ سرگذشت تھی امام حسن اور معاویہ کے اجتماع کی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ اجتماع امام کے دل پر کتنا شاق اور کتنے گہرے رنج و اندوہ کا باعث ہوا ہوگا اس کے بعد امام حسنؑ نے مدینہ واپس جانے اور کوفہ چھوڑنے کی تیاریاں شروع کیں جہاں کے لوگوں نے آپ کے ساتھ اور آپکے پدر بزرگوار کے ساتھ بے وفائی کی تھی ان لوگوں کو معاویہ اور بنی امیہ کے رحم و کرم پر چھوڑا کہ جیسا سلوک چاہیں ان کے ساتھ کریں

عراق والوں کو امام کے جانے کے بعد پتہ چلا کہ ہم پہلے کس راحت و آرام عزت و وقار کے عالم میں تھے اور اب کس ذلت و عذاب میں گرفتار ہو چکے ہیں جس سے نجات کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

پانچویں فصل

معترضین صلح

امام حسنؑ کے مصائب و آلام معاویہ سے صلح اور حکومت ان کے حوالے کر دینے ہی تک محدود نہ رہے بلکہ ابھی اس سے زیادہ صدمات اٹھانے اور مصیبتیں جھیلنی باقی تھیں۔ یہ مصیبتیں، معترضین صلح کی وہ طعن و تشنیع اور سخت و شدید کلمات تھے جنھوں نے آپ کا کلیجہ اور زیادہ خون کر دیا، دشمن تو دشمن جو آپ کے ہمدم و دمساز اور آپ کی جان نثاری کا دم بھرنے والے تھے انھوں نے رد در رد ایسی باتیں کہیں جن کا زخم نیزہ و شمشیر کے زخم سے زیادہ گہرا تھا جتنا آپ کو دشمنوں سے دکھ نہیں پہونچا اتنا دوستوں کی طرف سے دیکھنے میں آیا، اپنے غیروں سے بھی زیادہ آپ کے لئے جفاکار ثابت ہوئے، وجہ یہی تھی کہ ان کی نگاہیں صرف ظاہری حالات کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے جن اسباب و علل سے مجبور ہو کر صلح کی اس پر کسی کی نظر ہی نہ تھی یا یوں کہا جائے کہ ان اسباب و عوامل کو سمجھنے کی کسی میں صلاحیت ہی نہ تھی۔ یہاں ہم ان معترضین کے نام اور امام حسن کے ساتھ ان کی گفتگو ذکر کرتے ہیں اور امام حسن کے جوابات بھی جن میں آپ نے وہ حکیمانہ مصالح ظاہر فرمائے ہیں جو صلح کے محرک ہوئے

(۱) حجر بن عدی

مجسمہ اخلاص و وفا، نمونۂ ایمان و عمل حجر بن عدی حزن واندوہ کی تصویر بنے ہوئے امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی

"خدا کی قسم میرا تو جی چاہتا ہے کہ ہم اور آپ دونوں آج کے دن مر جاتے اور آج کا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا، ہم جس بات کو انتہائی ناگوار جانتے تھے وہی لیکر پلٹے اور وہ لوگ (شام والے) جو چاہتے تھے وہی لیکر واپس ہوئے"

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اتنا سخت فقرہ اور دل کو برباد دینے والے الفاظ حجر ایسے مومن کامل کے زبان سے کیونکر نکلے وہ دوسروں کی بہ نسبت امام کی منزلت اور عظمت وجلالت سے زیادہ واقف تھے، انھیں ان نازک حالات، اور پیچیدگیوں کا بھی جن میں امام حسن مبتلا تھے اور جن کی بنا پر آپ صلح کے لئے مجبور ہوئے

امام حسن اٹھ کھڑے ہوئے آپ نے حجر کا ہاتھ پکڑا ایک گوشہ میں لے گئے اور فرمایا

"حجر! معاویہ کی محفل میں جو تم نے کہا وہ میں نے سنا ہر شخص وہ نہیں پسند کرتا جو تم پسند کرتے ہو نہ ہر ایک کی رائے تمھاری رائے جیسی ہے میں نے جو کچھ کیا تم ہی لوگوں پر ترس کھا کر کیا خداوند عالم ہر دن ایک شان میں ہے" (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۱۶۹)

امام نے اپنے ان فقرات میں صراحت کی ہے کہ عراقی لشکر مخلصین سے بالکل خالی ہے اگر اس لشکر میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہوتی جو حجر ہی جیسے ایمان و عقیدہ کے حامل اور انھیں جیسے نظریات وخیالات اور اخلاص و وفا رکھتے ہوتے تو آپ ہرگز معاویہ سے صلح نہ کرتے۔ آپ نے اپنے دشمن سے صلح محض اس وجہ سے کی کہ حجر اور ان جیسے گنتی کے مومنین کی جانیں محفوظ رہیں

(۲) عدی بن حاتم

عدی بن حاتم وہ محیر العقول پیکر اخلاص و وفا جو عقیدہ و ایمان اور راہ خدا میں فداکاری وجان نثاری کی نظیر قائم کر گئے انھیں بھی یہ صلح بہت ناگوار گذری، ان کی گفتگو کا لب ولہجہ انتہائی مودبانہ تھا انھوں نے دکھ بھرے لہجہ میں کہا

"فرزند رسول کاش یہ سب کچھ دیکھنے سے پہلے ہی میں مر گیا ہوتا۔ آپ نے عدل سے نکال کر ہمیں جور میں ڈال دیا ہم جس حق پر قائم تھے اس کو چھوڑ بیٹھے اور جس باطل سے بھاگتے تھے اسی میں داخل ہو گئے، ہم نے اپنے آپ ذلت گوارا کر لی اور اس پستی کو قبول کر لیا جس کا ابھی تک سامنا نہ تھا"

عدی کے ان فقروں سے امام کے دل پر چوٹ سی لگی، آپ نے ان اسباب وعلل کا جن کی وجہ سے آپ صلح پر مجبور ہوئے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

"عدی! میں نے دیکھا کہ اکثریت لوگوں کی صلح کی خواہشمند اور جنگ سے گریزاں ہے، ایسی بات پر جسے لوگ گوارا نہیں کرتے مجبور کرنا مجھے پسند نہ ہوا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس لڑائی کو کسی اور دن پر اٹھا رکھوں خداوند عالم ہر دن ایک شان میں ہے"

امام نے اس جواب میں بھی صلح کے یہی اسباب بتائے ہیں کہ لشکر والے لڑائی سے تھک چکے ہیں انھیں عافیت پسند اور مصالحت محبوب ہے، یہ لڑائی ہمیشہ کے لئے موقوف نہیں کی گئی بلکہ مناسب وقت پر اٹھا رکھی گئی ہے جس وقت میں کامیابی کی زیادہ امید ہوگی۔

اس جواب سے عدی کی تسلی نہ ہوئی وہ مڑے ہوئے امام حسینؑ کی خدمت میں پہونچے ان کی

آپ امام حسن اور ان کی اس صلح سے قطع نظر کیجئے۔ میں کوفہ اور دیگر مقامات کے پیرووں کو آپ کے پاس اکٹھا کر لاتا ہوں آپ مجھے اور میرے اس ساتھی کو اس لشکر کا سردار بنا دیجئے معاویہ کو پتا بھی نہ چلے گا اور ہم تلواریں سونتے ہوئے ان کے سر پر پہونچ جائیں گے"!

امام حسینؑ نے جواب دیا۔

"ہم نے مصالحت کر لی ہے ہمارے ان کے عہد و پیمان ہو چکا ہے شکست عہد کی کوئی گنجائش نہیں" (امامۃ و سیاسۃ ص ۲۰۳)

(۴) مسیب ابن نجیہ

مسیبؓ ابن نجیہ اکابر مومنین اور منتخب روزگار صالحین سے تھے اہل بیت کے مخلص فدائی اور ان کی منزلت و جلالت کے حقیقی عارف وہ بھی اس صلح سے بےحد متاثر اور انتہائی رنجیدہ ہوئے افسردہ دل گرفتہ امام حسن کی خدمت میں پہونچے اور کہا

"آپ پر میرے تعجب کی انتہا نہیں، آپ نے معاویہ سے صلح کر لی حالانکہ آپ کے ہمراہ چالیس ہزار سپاہی تھے، آپ نے اپنے لئے کوئی پختہ تحریر بھی نہ لی نہ مضبوط عہد و پیمان لیا انھوں نے چند باتوں کے زبانی آپ سے وعدے کئے پھر انھوں نے جو کچھ کہا وہ آپ سُن چکے ہیں"

امام نے پوچھا

"پھر تمھاری کیا رائے ہے؟

مسیب نے کہا

"میری رائے یہ ہے کہ آپ پھر جنگ چھیڑ دیجئے انھوں نے آپ سے جو وعدے کئے تھے انھیں توڑ ہی چکے ہیں"

امام نے فرمایا

"مسیب! اگر مجھے دنیا مطلوب ہوتی تو میدان جنگ میں معاویہ مجھ سے بڑھ کر صابر اور

سلہ مسیب ابن نجیہ کوفہ کے رہنے والے تھے امیر المومنین اور خود صحابی پیغمبر سے حدیثیں روایت کیں اور ان سے دوسرے لوگوں نے روایت کیا۔ یہ سلیمان بن صرد کے ہمراہ امام مظلوم کے انتقام کے لئے اُٹھے اور ۶۵ھ میں شہید ہوئے علامہ ابن سعد، کوفہ کے طبقہ اولیٰ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مسیب بن نجیہ بن ربیعہ بن ریاح قادسیہ کی جنگ اور حضرت علی کے تمام معرکوں میں شریک ہوئے

لڑائی میں مجھ سے زیادہ ثابت قدم نہ ہوتے لیکن مجھے صرف تم لوگوں کی بھلائی مقصود ہے یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ۔" (تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص۲۲۵)

امام نے اپنی اس گفتگو میں وضاحت کی ہے کہ اگر آپ طالبان دنیا اور فریفتگان حکومت و بادشاہت سے ہوتے تو معاویہ آپ سے بڑھکر میدان جنگ میں صابر اور ثابت قدم نہ ہوتے۔ آپ جنگی چالوں سیاسی داؤں پیچ اور ناجائز ترکیبوں سے کام لے کر انھیں بآسانی شکست دے سکتے تھے لیکن آپ نے اس راہ پر چلنا منظور نہیں کیا اور اپنے پدر بزرگوار کی راہ اختیار کی جو حق و عدل سے وابستہ اور شریعت اسلامیہ کی ترجمان ہے۔

(۴) مالک بن ضمرہ

مالک[1] بن ضمرہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی تلخ باتیں کہیں۔ امام نے جواب میں فرمایا

"میں ڈرا کہ روئے زمین سے مسلمانوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ نہ ہو جائے۔"

حقیقت یہ ہے کہ امام اگر معاویہ سے جنگ پر تلے رہتے تو روئے زمین پر کوئی مسلمان باقی نہ رہتا۔ اگر معاویہ کامیاب ہو جاتے جس کا قرینہ غالب تھا تو وہ اسلام کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکتے اور اپنے باپ دادا کا دین رائج کرتے کسی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑتے

(۵) سفیان بن ابی لیلیٰ

یہ سفیان ان لوگوں میں سے تھا جو خوارج کا عقیدہ رکھتے تھے امام حسن کی خدمت میں آیا بہت ہی بے حیائی سے تیز و تند باتیں کہیں آتے ہی اس نے سلام یوں کیا۔

السلام علیك یا مذل المؤمنین اے مومنین کو ذلیل کرنے والے آپ پر سلام ہو

---

[1] مالک بن ضمرہ بڑے عالم و فاضل بزرگ اور عظیم المرتبت صحابی پیغمبر جناب ابی ذر کے مصاحبین میں سے تھے۔ انھوں نے پیغمبر کی صحبت بھی پائی۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے اسلحے بنی ضمرہ کے مجاہدین کے حوالے کئے اور ان سے شرط کی کہ ہمارے ان اسلحوں سے اہل بیت سے جنگ نہ کرنا۔ ان کے بھائی نے کہا آپ مرتے وقت ایسا کہہ رہے ہیں، مالک نے کہا ہاں میری یہی خواہش ہے، جب امام مظلوم عراق کی طرف روانہ ہوئے اور اہل کوفہ آپ سے لڑنے نکلے تو ابن زیاد کا ایک رفیق مالک کے فرزند موسیٰ کے پاس آیا کہ اپنے باپ کا نیزہ مجھے عاریت دے دو تاکہ میں امام حسین سے جنگ کر دوں۔ موسیٰ نے نیزہ دے دیا جب وہ لے کر جانے لگا تو موسیٰ کے

... میں فرمایا

"وائے ہو تم پر خارجی مجھے اذیت نہ پہونچاؤ، صلح پر مجھے مجبور تم ہی لوگوں کی حرکتوں نے کیا۔ تم لوگوں نے میرے پدر بزرگوار کو ہلاک کیا، مجھے نیزہ سے زخمی کیا میرا مال و متاع لوٹ لیا۔ جب تم لوگ صفین کو جا رہے تھے اس وقت تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا لیکن اب تم ایسے ہوگئے ہو کہ آج تمہاری دنیا تمہارے دین پر مقدم ہوگئی ہے وائے ہو تم پر اے خارجی میں نے کوفہ والوں کو ایسی قوم پایا جن پر بھروسہ کیا ہی نہیں جا سکتا اور جس نے بھی ان کے ذریعہ قوت حاصل کرنا چاہی وہ ذلیل ہوا۔ کوئی شخص دوسرے کا ہم خیال نہیں۔ میرے پدر بزرگوار نے ان لوگوں سے بڑے جانکاہ مصائب اور تلخ ترین سختیاں جھیلیں۔ یہ کوفہ تمام شہروں سے زیادہ جلد تباہ و برباد ہونے والا ہے اور اس کے باشندے وہی لوگ ہیں جنھوں نے دین میں تفرقہ پردازی کی اور یہ پہلے ہی سے مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ (تذکرۃ الخواص ص۲۰۷)

علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اور علامہ کشی نے رجال کشی میں اس گفتگو کو دوسرے عنوان سے ذکر کیا ہے

(۶) بشیر ہمدانی

امام حسن کی خدمت میں بشیر ہمدانی پہونچے یہ صلح کے وقت مدینہ میں تھے سلام کرتے ہوئے کہا السلام علیک یا مذل المومنین اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے آپ پر سلام ہو۔

امام نے فرمایا تم پر بھی سلام ہو آؤ بیٹھو

جب وہ بیٹھ چکے تو امام اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

"میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں بلکہ انھیں عزت دینے والا ہوں۔ میں نے مصالحت کر کے صرف یہ چاہا کہ تم لوگ قتل ہونے سے محفوظ رہو اور مصالحت کی بھی تو اس وقت جب اپنے اصحاب کی سستی اور میدان جنگ سے انھیں منھ پھرتے دیکھا" (الامامۃ والسیاسۃ ص۲۳۳)

(۷) سلیمان بن صرد

سلیمان بن صرد امیر المومنین کے منتخب اور برگزیدہ اصحاب میں سے تھے محبت اہلبیت سے بھرپور اور ایمان و عقیدہ میں مستحکم یہ صلح کے وقت مدائن میں موجود نہ تھے جب انھیں دردناک

السلام علیک یا مذل المومنین

امام نے فرمایا تم پر بھی سلام ہو بیٹھو۔

بیٹھتے ہی وہ بولے

"آپ پر ہمارے تعجب کی انتہا نہیں کیسے آپ نے معاویہ سے صلح کرلی حالانکہ آپ کے ساتھ عراق کے ایک لاکھ سورما تھے، ان میں سے ہر شخص اپنے مشاہرے وصول کرتا ہے اس کی اولاد اور اعزہ بھی اپنے مشاہرے پاتے ہیں پھر آپ نے معاویہ سے کوئی پختہ عہد وپیمان بھی نہ لیا نہ حکومت میں اپنا کوئی حصہ رکھا۔ اگر آپ کو یہ سب کچھ کرنا ہی تھا تو تحریر بھی لکھوا لئے ہوتے اور ہر حصہ مملکت کے لوگوں سے گواہیاں بھی بنوا لیتے کہ معاویہ کے بعد یہ حکومت آپ کی ہوگی۔ اس صورت میں بات ہمارے لئے آسان تھی۔ مگر اُنھوں نے صرف زبانی کچھ باتوں کا آپ سے اقرار کیا اور آپ راضی ہوگئے، پھر اُنھوں نے مجمع عام میں جو کچھ کہا وہ آپ نے بھی سنا کہ "میں نے عراق والوں سے کچھ شرطیں کی تھیں کچھ وعدے کئے تھے کچھ امیدیں دلائی تھیں اس سے میرا مقصد محض آتش جنگ فرد کرنا اور اس فتنہ کو ختم کرنا تھا اب جبکہ ہماری تمنا پوری ہو چکی ہمارا شیرازہ ایک ہو چکا تو اب یہ تمام شرطیں ہر ایک قول وقرار میرے دونوں پیروں کے نیچے ہیں،، خدا کی قسم معاویہ کا اس فقرہ سے صریحی مطلب یہ تھا کہ اُنھوں نے جو کچھ زبانی قول وقرار کیا تھا وہ سب ختم۔ لہذا آپ بھی لڑائی کے لئے تیار ہو جائیے اور اچانک ان پر حملہ کر دیجئے اور مجھے حکم دیجئے میں کوفہ جاکر وہاں کے عامل کو نکال باہر کردوں اور معاویہ کی معزولی کا اعلان کردوں

سلیمان کی یہ گفتگو کوئی شک نہیں کہ ان کی ارادتمندی اور امام حسن سے اخلاص ووفا کا مظہر تھی اُنھوں نے امام حسن سے تحریک کی معاویہ کی حکومت سے خلاف محاذ قائم کرنا اور معاہدہ صلح کو ختم کر دینا چاہئے کیونکہ اُنھوں نے عہد کی پابندی نہیں کی اور نہ شرائط صلح میں سے کسی شرط کا پاس ولحاظ کیا جیسا کہ خود معاویہ نے مجمع عام میں اس کا اعلان واظہار کر دیا تھا۔

سلیمان کی یہ گفتگو حاضرین بزم امام کو بھی دل سے پسند آئی اور چاروں طرف سے تائید کی آوازیں بلند ہونے لگیں سب نے متفقہ طور پر عرض کی

"آپ سلیمان کو روانہ کیجئے اور ہمیں بھی ان کے ساتھ بھیجئے اور جب آپ کے پاس کوفہ

چونکہ عہدنامہ صلح کی خلاف ورزی اور پیمان شکنی میں مسلمانوں کی بھلائی کی اُمید نہ تھی کیونکہ مددگاروں کا فقدان اور دشمنوں کی کثرت تھی اس لئے سلیمان جیسا سوچتے تھے ویسا امام کے لئے ممکن ہی نہ تھا آپ نے مجمع کو چپ رہنے کا اشارہ کیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد گویا ہوئے۔

"تم لوگ ہمارے پیرو اور صاحبان مودت ہو۔ تمھاری خیر خواہی، رفاقت اور ہماری راہ میں تمھاری استقامت بھی ہمیں معلوم ہے جو تم نے کہا اُسے ہم نے سمجھا اگر مجھے دنیا کی طلب ہوتی اور میں دنیا کے لئے کچھ کرتا ہوتا تو معاویہ مجھ سے زیادہ بہادر یا مجھ سے زیادہ دبدبہ والے نہ ہوتے اور جو کچھ ہوا تم اس کے برخلاف دیکھتے لیکن میں خدا اور تم لوگوں کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ یہ میں نے جو کچھ کیا اس سے میرا مقصد محض یہ تھا کہ تمھاری جانیں سلامت رہیں اور تمھارے حالات درست ہوں تم لوگ خدا سے ڈرو اور اس کے حکم پر راضی رہو اور معاملہ اللہ کے حوالے کرکے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ اور اپنے ہاتھ روکے رہو یہاں تک کہ نیکوکار راحت پائے یا بدکار سے نجات نصیب ہو۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے بیان کیا کہ معاویہ ایک دن حکومت کے مالک بن کے رہیں گے خدا کی قسم اگر ہم معاویہ سے مقابلہ کے لئے پہاڑوں اور درختوں کے ساتھ بھی جائیں تب بھی مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ عنقریب فتحیاب ہوں گے۔ خدا کے حکم کو کوئی پلٹنے والا نہیں اور نہ اس کے فیصلہ کو کوئی لوٹانے والا ہے۔ رہ گیا تمھارا یہ فقرہ یا مذل المومنین اے مومنین کو ذلیل کرنے والے۔ تو خدا کی قسم تمھارا سبک ہو کر اور عاقبت سے رہنا یہ مجھے زیادہ گوارا ہے بہ نسبت تمھاری اس سربلندی کے جس میں تم ہلاک ہو جاؤ۔ اگر خداوند عالم نے عافیت کے ساتھ ہمارا حق ہمیں پلٹا دیا تو ہم قبول کرلیں گے اور اس سے مدد کے طالب ہوں گے اور اگر ہم سے ہمارے حق کو روک دیا تو ہم اس سے سوال کریں گے کہ یہ محرومی ہمارے لئے مبارک ہو۔ تم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں گوشہ گیر ہو کر چھپا رہے جب تک معاویہ زندہ ہیں وہ اگر مر گئے اور ہم تم ان کے مرنے کے بعد زندہ رہے تو ہم خدا سے سوال کریں گے کہ ہمیں عزم محکم اور استواری عنایت فرمائے اور ہمارے معاملہ میں ہماری مدد کرے اور ہمیں ہمارے نفس کے حوالے نہ کرے کیونکہ خدا انھیں لوگوں کے ساتھ ہے جنھوں نے تقوی اختیار کیا اور جو نیکوکار ہے" (امامۃ وسیاسۃ جلد اصلہ)

آپ نے اسباب صلح کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

"میں نے جو کچھ کیا وہ میرے شیعوں کے لئے دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ میں امام مفترض الطاعۃ اور بہ تصریح پیغمبر جوانان اہل جنت کا سردار ہوں؟

لوگوں نے کہا بے شک

آپ نے فرمایا

"کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ جب جناب خضر نے کشتی میں سوراخ کیا تھا گرتی ہوئی دیوار سیدھی کردی تھی اور لڑکے کو قتل کردیا تھا تو جناب موسیٰ نے یہ باتیں ناپسند کی تھیں کیونکہ وہ ان باتوں کی حکمت و مصلحت سے ناواقف تھے۔ جناب خضر نے جو کچھ کیا تھا کسی نہ کسی حکمت و مصلحت کے تحت کیا تھا میں نے بھی جو کچھ کیا مصلحت ہی کے لئے کیا ہم اہلبیت میں سے ہر فرد کو اپنے زمانہ کے سرکش و جابر کی اطاعت کا قلادہ گلے میں پہننا ہے سوا قائم آل محمد کے۔"

حضرت کا یہ ارشاد سن کر سب کی برہمی جاتی رہی۔ (احتجاج طبرسی ص۱۴۸)

امام نے انھیں بتایا کہ ہم نے جو کچھ کیا مصلحت کے تحت کیا اور اس کا فائدہ تمام مسلمانوں کو پہونچے گا لیکن مصلحت اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی وہ سمجھتے بھی ہیں تو کچھ دن گذرنے کے بعد امام نے اپنے کو جناب خضر سے تشبیہ دی جنھوں نے کشتی میں سوراخ کیا گرتی ہوئی دیوار سیدھی کی اور لڑکے کو قتل کردیا تھا چونکہ جناب موسیٰ ان باتوں کی مصلحت نہ سمجھ سکے اس لئے انھوں نے سختی سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور جب بعد میں جناب خضر نے ان باتوں کے اسباب و مصالح بتائے تو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے یہی کیفیت امام حسن کی اپنی صلح میں تھی اس صلح کی مصلحت بہت سے لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی اور انھوں نے حقیقت حال سے ناواقف ہونے کی بنا پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔

(۹) بعض اصحاب

امام حسن کے بعض اصحاب انتہائی جوش میں بھرے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے

"فرزند رسول اس طاغیہ کو آپ کے حکومت حوالہ کردینے نے ہماری گردنیں جھکادیں۔"

آپ نے فرمایا

"خدا کی قسم میں نے محض اس وجہ سے حکومت ان کے حوالہ کی کہ میں اپنے مددگار نہیں پاتا اگر مددگار ہوتے تو میں معاویہ سے اپنے دن میں بھی جنگ جاری رکھتا اور رات میں بھی

ایک دوسرے کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن انکی تلواریں ہمارے خلاف کھچی ہوئی ہیں" (احتجاج طبرسی ص ۱۴۹)

یہ تھے معترضین صلح ان کی رائیں محض ان کے جذبات اور دلی دلولوں کی ترجمان تھیں نہ تو آزادی فکر سے کوئی تعلق تھا اور نہ منطق علمی سے یہی وجہ تھی کہ ان کی رائیں حقیقت سے بعید تھیں

چھٹا باب

بعدِ صلح

مدینہ کو واپسی

صلح کے بعد امام حسن کچھ دنوں تک کوفہ ہی میں مقیم رہے محزون و دل شکستہ، افکار و آلام میں مبتلا ساتھیوں کی سخت کلامیوں نے آپ کی زندگی تلخ کر دی تھی دوسری طرف معاویہ اور اُن کے حمایتی آپ کی اہانت اور ایذا رسانیوں کے درپے رہتے آپ تمام مصائب و شدائد کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتے رہے آپ نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر رکھا تھا۔ آپ نے طے کیا کہ عراق کی سکونت ترک کر کے مدینہ چلے جانا چاہیئے آپ نے اپنے اصحاب سے اس ارادہ کا اظہار بھی کر دیا۔ جب آپ کے اس ارادہ کی خبر عام ہوئی تو مسیب بن نجبہ فزاری اور ظبیان بن عمارہ تمیمی آپ کو رخصت کرنے کے لئے آئے آپ نے دُکھ بھرے لہجہ میں فرمایا۔

"تمام مدح و ستائش اس معبود برحق کے لئے زیبا ہے جو اپنے امر پر غالب ہے، اگر تمام مخلوقات مل کر کوشش کریں کہ جو ہونے والا ہے وہ نہ ہو تو وہ اس پر قادر نہ ہو سکیں گے"۔

امام حسن کی ان لفظوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو اپنے جائز حق کی بربادی پر کتنا گہرا رنج و اندوہ تھا مسیب نے امام حسن و حسین کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا

"خدا کی قسم ہمیں محض آپ حضرات کی فکر ہے کہ دشمن آپ کے درپے ایذا اور توہین و اہانت نہوں خود اپنی اتنی فکر نہیں کیونکہ وہ تو ہر ممکن ذریعہ سے ہماری محبت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

[illegible]

امام حسن نے بھی ان کی محبت کی قدر کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں نے اپنے پدر بزرگوار کو ارشاد فرماتے سنا ہے انھوں نے حضرت پیغمبر خدا سے سنا

کہ جو جس قوم کو محبوب رکھے گا اسی قوم کے ساتھ ہو گا۔

مسیب اور ظبیان نے منت سماجت کی کہ آپ کوفہ ہی میں مقیم رہیں مگر امام نے انکار کیا اور فرمایا

اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۶)

آپ نے سفر کی تیاریاں کرنی شروع کیں اس سے فارغ ہو کر آپ اور آپ کے گھر والے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کوفہ کی کل آبادی ہر طبقہ کے افراد روتے چلاتے آپ کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ چلے (تحفۃ الانام فاخوری ص۶۶)

وہ اپنی بدنصیبیوں کا ماتم کر رہے تھے اور اس نیک بختی کا جسے خود اپنے ہاتھوں خاک میں ملایا۔

امام کوفہ سے رخصت ہو گئے آپ کے جاتے ہی کوفہ پر ادبار کی گھٹائیں چھا گئیں اور یاس و افسردگی مسلط ہو گئی بدبختی و پراگندگی تباہی و بربادی نے اپنا ڈیرا ڈال لیا امام کے جانے ہی کے بعد کوفہ میں طاعون کی وبا پھیلی اور بہت بڑی آبادی اس کی نذر ہو گئی مغیرہ بن شعبہ جو معاویہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر ہوئے انھوں نے بھاگ کر اپنی جان بچانی چاہی کچھ دنوں کے بعد پھر واپس آئے واپس آتے ہی طاعون کے شکار ہوئے اور اپنے انجام کو پہنچ گئے (مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص۹۷)

امام منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ راستہ میں معاویہ کا قاصد پہنچا معاویہ نے کہلا بھیجا تھا کہ آپ کوفہ واپس آجائیے اور خوارج سے جنگ کیجئے جنھوں نے بغاوت کر دی ہے امام نے واپسی سے انکار کیا اور جواب میں لکھ بھیجا کہ

اگر میں اہل قبلہ میں سے کسی سے لڑتا تو سب سے پہلے تم سے لڑتا میں نے تو تمھیں محض اس لئے چھوڑ دیا کہ امت کے حالات استوار ہوں اور ان کی جانیں سلامت رہیں۔

آپ کا قافلہ جس قریہ و آبادی سے گزرتا وہاں کے تمام باشندے آپ کے استقبال کو نکل آتے ان کا پہلا سوال یہ ہوتا کہ آپ میں اور معاویہ میں کیا ٹھہری، آپ انھیں صورت حال سے خبر دیتے ہر ایک رنج و اندوہ اور ناگواری کا اظہار کرتا کبھی کو معاویہ کی حکومت و اقتدار سے بیزاری و نفرت تھی لیکن چارہ کار ہی کیا تھا جب خود عراق کے باشندوں نے اپنی سرکشی و تمرد سے آپ کو مجبور کر دیا کہ آپ معاویہ ایسے شخص سے صلح کر لیں۔

مدینہ والے مسرور ہوئے کہ اب ہم اس سعادت و رحمت الٰہی سے پھر سرفراز ہیں، مدینہ پہونچ کر آپ دس برس تک زندہ رہے اور اس عرصہ میں مدینہ کا گوشہ گوشہ آپ کے الطاف و عنایات شفقت و عطوفت سے مالا مال رہا۔

مدینہ میں آپ کی ذات فیض و برکات کا سرچشمہ بیواؤں یتیموں کے لئے سہارا اور فقراء مساکین کے لئے کعبہ ٔ ملجا مدینہ کے علماء اور طلاب علم کے آپ ہی مدرس تھے اکابر صحابہ اور محدثین در داۃ کا ہمہ وقت آپ کے گرد حلقہ رہتا آپ انھیں اسلامی علوم و معارف کی تعلیم دیتے اور اس کے احکام و فرائض بیان فرماتے مدینہ کی سرزمین علم و ادب تہذیب و ثقافت کا آپ کی بدولت گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ قسمت کے ستائے ہوئے افراد آپ ہی کا دامن پکڑتے مظلومین کے لئے آپ مضبوط قلعہ اور پناہ لینے والوں کے لئے بہترین جائے پناہ تھے آپ نے اپنی اوقات کا ایک خاص حصہ لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے اور ان سے ظلم و ستم کو دور کرنے کے لئے وقف کر رکھا تھا منجملہ ان مظلومین کے جن کی آپ نے جان بچائی سعید بن سرح بھی تھے جو زیاد بن ابیہ کے مظالم کا شکار ہونے سے بچے، سعید بن سرح امیر المومنین کے فدائی اور امام حسنؑ کے رفیقوں میں سے تھے ان کے تشیع کے سبب زیاد انھیں ہلاک کرنے کے درپے ہوا انھوں نے بھاگ کر امام حسن کی پناہ لی زیاد کو جب معلوم ہوا کہ سعید امام حسن کے پاس پہونچ گئے ہیں تو اس نے سعید کے بھائی بیٹوں اور بیوی کو گرفتار کر لیا ان کا مکان منہدم کر دیا اور اموال و جائداد ضبط کرلی۔ جب امام حسن کو اس کی خبر ملی تو آپ نے فوراً زیاد کو خط لکھا جس میں سعید کی جاں بخشی کی اور اس کے اہل و عیال کی رہائی کا حکم تھا اور اس کے مکان کی دوبارہ تعمیر اور اموال و جائداد کی واپسی کی تاکید تھی خط کا مفہوم یہ تھا۔

امابعد تم مسلمانوں میں سے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے ہو جسے وہی حقوق حاصل ہیں جو تمام مسلمانوں کو اور جس پر وہی فرائض عائد ہیں جو تمام مسلمانوں پر تم نے اس کا گھر منہدم کر دیا مال و متاع چھینا اور اس کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ میرا یہ خط پہونچنے پر اس کا گھر دوبارہ تعمیر کر دو اور اس کے عیال اسے واپس کر دو اور میری سفارش اس کے حق میں قبول کرو کہ میں نے خود اسے پناہ دی ہے۔

چونکہ امام حسن نے اپنے مکتوب میں زیاد کو زیاد بن ابی سفیان نہیں لکھا تھا اس لئے حضرت کا یہ خط پاکر زیاد کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی اس نے انتہائی گستاخانہ جواب دیا اور آپ کو اور آپ کے پدر بزرگوار کو گالیاں دیں، امام نے اب سعید کے متعلق معاویہ کو سفارشی خط لکھا اور ساتھ ہی

اما بعد حسن بن علی نے مجھے تمہارا وہ خط بھیجا ہے جو تم نے انھیں ان کے خط کے
جواب میں لکھا تھا مجھے تم پر بیحد تعجب ہوا میں نے سمجھ لیا کہ تمہارے دو خیالات
ہیں ایک ابی سفیان کی جانب سے دوسرا سمیہ تمہاری ماں کی جانب سے تم نے
حسن کو جو خط لکھا ہے وہ تمہاری ماں ہی کا اثر ہے۔ تم نے حسن کے باپ کو گالیاں
دی ہیں اور فسق کی تہمت لگائی ہے اپنی زندگی کی قسم حقیقۃً تم فاسق ہو حسن نے اپنے
مکتوب میں) اپنے نام سے ابتدا اس وجہ سے کی کہ وہ تم سے کہیں بلند و برتر ہیں یہ بات
تمہاری منزلت نہیں گھٹاتی بشرطیکہ تم عقل سے کام لو۔ رہ گیا یہ کہ وہ تم پر حکم چلانے
کا اقتدار رکھتے ہیں تو حسن ایسے آدمی کو اقتدار ہونا ہی چاہیے۔ اور یہ بات کہ تم انکی
سفارش قبول نہیں کرتے تو یہ ایسا نصیبہ ہے کہ تم نے اپنے کو اس سے محروم کر کے
اس شخص (معاویہ) کی طرف منتقل کر دیا جو اس نصیبہ کا زیادہ سزاوار ہے لہذا جب
میرا یہ خط تمھیں ملے تو تم فوراً سعید بن سرح کے اہل و عیال کو رہا کر دو اس کا گھر پھر
سے بنا دو اور اس کا مال و متاع واپس کر دو اور اس سے پھر کوئی تعرض نہ کرنا کیونکہ
میں نے حسن کو لکھا ہے کہ سعید چاہے آپ کے پاس مقیم رہے چاہے اپنے شہر واپس
چلا جائے تم اس سے کوئی تعرض کرنے کا حق نہیں رکھتے نہ ہاتھ سے نہ زبان سے۔ اور
یہ جو تم نے حسن کے خط میں ان کا اور ان کی مادر گرامی کا نام لکھا ہے اور ان کے باپ
کا نام نہیں لکھا تو تمہارا ناس ہو حسن کو کوئی عیب لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ اور پھر تم نے
انھیں کس ماں کی طرف منسوب کیا ہے، تمہاری ماں نہو کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ان کی
ماں فاطمہ دختر پیغمبر ہیں یہ بات تو ان کے لئے اور زیادہ باعث فخر و ناز ہے کاش تم
جانتے اور عقل سے کام لیتے۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صہ ۷۲)

یہ زمانہ کی نیرنگی تھی کہ زیاد جیسے شخص کو ہمت ہوئی امام حسن سے گستاخانہ پیش آنے کی لیکن
آپ نے اُس کا مکر و کید چلنے نہ دیا۔

مدینہ میں جتنے دن آپ زندہ رہے دوستوں کے لئے سپر بنے رہے بنی اُمیہ کے ظلم و تعدی کو دفع کرتے اور
اُن کے مکر و فریب کی گھاتوں سے محفوظ رکھتے۔ معاویہ نے بنی ہاشم سے رشتہ پیدا کرنا چاہا مدینہ کے
عامل مروان بن حکم کو لکھا کہ عبداللہ بن جعفر کو پیام دو کہ اپنی بیٹی زینب کی شادی ہمارے لڑکے
یزید سے کر دیں وہ جتنا مہر طلب کریں ہمیں منظور ہے ان پر جتنے دیون ہوں گے وہ بھی ادا کر دیے

ہماری لڑکیوں کا معاملہ امام حسن کے ہاتھ میں ہے یہ پیام انھیں جاکر دو۔ مروان نے امام حسن کے پاس پہونچ کر یہ پیغام دیا امام نے فرمایا اور لوگوں کو بھی بلا لو۔ مروان نے تمام بنی ہاشم اور بنی امیہ کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور اکٹھا کرکے یہ تقریر کی

اما بعد امیر معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں زینب بنت عبداللہ بن جعفر کی یزید بن معاویہ کے لئے خواستگاری کروں عبداللہ جتنا مہر طلب کریں وہ دیا جائے گا ان کے قرضے بھی ادا کردیئے جائیں گے اس طرح دونوں خاندانوں بنی ہاشم و بنی اُمیہ میں صلح ہوگی۔ یزید بن معاویہ ایسا کفو ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں اپنی جان کی قسم یزید کی وجہ سے جتنا تمھیں فخر ہوگا اتنا تمھاری وجہ سے یزید کو نہیں یزید ایسا ہے جس کے چہرے سے سیرابی حاصل کی جاتی ہے۔

مروان کی تقریر کے بعد امام حسن نے آغاز کلام کیا اور اس کے ایک ایک فقرے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

تم نے یہ جو کہا کہ عبداللہ جتنا مہر طلب کریں گے اتنا مہر دیا جائے گا تو ہم بنی ہاشم سنت پیغمبر سے تجاوز نہیں کرتے اپنی لڑکیوں کا اتنا ہی مہر رکھتے ہیں جتنا مہر پیغمبر نے خود اپنی ازواج کا رکھا یا اپنی دختر کا

رہ گئی قرضہ کی ادائیگی تو ہماری لڑکیوں نے اپنے مہر کے ذریعہ اپنے باپ کے دیون کب ادا کئے ہیں؟ اور یہ بات کہ یزید ایسا کفو ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں تو اس کے ہمسر آج بھی وہی ہیں جو کل اس کے ہمسر تھے حکومت کی وجہ سے اس کے فضل و شرف میں کوئی اضافہ نہیں ہوگیا۔

اور یہ جو تم نے کہا کہ یزید کی وجہ سے بنی ہاشم کو فخر زیادہ ہوگا یزید کو نہیں تو اگر حکومت وخلافت سے نبوت مقدم ہے تو ہم ہی قابل فخر و رشک ہیں ہاں اگر اس کے برعکس صورت ہو تو یزید قابل رشک ہوسکتا ہے۔

تمھارا یہ فقرہ کہ یزید کے چہرے سے سیرابی حاصل کی جاتی ہے تو یہ شرف تو اہلبیت پیغمبر سے مخصوص ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا

میں نے زینب بنت عبداللہ کی تزویج ان کے ابن عم قاسم بن محمد بن جعفر سے کی اور اس کا

"ہم نے ان کی لڑکی مانگی مگر انھوں نے منظور نہ کیا اگر وہ ہم سے لڑکی مانگتے ہوتے تو ہم کبھی انکار نہ کرتے۔ (مقتل الحسین خوارزمی جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

معاویہ نے ایک مرتبہ یہ فقرہ کہا۔

ہاشمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دریادل اور فیاض ہو اموی کے لئے ضروری ہے کہ وہ حلیم و بردبار ہو۔ زبیری کے لئے ضروری ہے کہ وہ بہادر ہو اور مخزومی کے لئے ضروری ہے کہ کبر و غرور والا ہو۔

یہ گفتگو امام حسن سے بیان کی گئی! آپ معاویہ کے حقیقی مقصد کو سمجھ گئے معاویہ کا منشا یہ تھا کہ یہ تمام خاندان نیست و نابود ہو جائیں اور خود ان کا خاندان بنی اُمیہ مضبوط اور اس کی پوزیشن مستحکم ہو جائے آپ نے فرمایا!

خدا معاویہ کو ہلاک کرے ان کا مطلب یہ ہے کہ بنی ہاشم (جو پہلے ہی سے فیاض اور دریادل ہیں) اور زیادہ فیاضی سے کام لیں اور اس طرح بالکل ہی مفلس و قلاش ہو جائیں، بنی امیہ حلم سے کام لیں تاکہ لوگ انھیں محبوب رکھنے لگیں، آل زبیر بہادری سے کام لیں، تاکہ مر کھپ کر ختم ہو جائیں بنو مخزوم کبر و غرور سے کام لیں تاکہ لوگ انھیں دشمن رکھنے لگیں۔

(عیون الاخبار ابن قتیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)

علامہ خوارزمی بیان کرتے ہیں کہ معاویہ ایک مرتبہ مدینہ آئے وہاں آکر انھوں نے امام حسن کی عظمت و جلالت اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی انتہائی عزت و توقیر اور غیر معمولی ادب و احترام محسوس کیا یہ چیز انھیں بہت شاق گذری ابو الاسود دؤلی اور ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اور مشورہ لیا کہ کون سی ترکیب کی جائے جس سے آپ کی سبکی ہو ابو الاسود نے اس خیال کی مخالفت کی اور کہا۔

میری رائے یہ ہے کہ آپ ایسا نہ کیجئے آپ جو کچھ بھی ان کے متعلق کہیں گے دنیا یہی سمجھے گی کہ از راہ حسد کہہ رہے ہیں اس سے حسن کا درجہ اور بلند ہو گا حسن کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ وہ بہترین جوان اور بڑے ہی حاضر جواب ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کی باتوں کا ایسا دنداں شکن جواب نہ دیں جس سے اُلٹی آنتیں گلے پڑ جائیں وہ آپ ہی کے تیر آپ پر پلٹا دیں اور آپ کے عیوب ظاہر کر دیں اس صورت میں آپ کی لب کشائی اور ان کے

تھی وہ آخر امام حسن کو عیب ہی کیا لگا سکتے تھے جنھیں خدا نے ہر کثافت و برائی سے پاک و پاکیزہ خلق کیا تھا لیکن ضحاک نے معاویہ کی تائید کی اور کہا

"آپ ضرور ایسا کیجئے آپ کے تیز و تند فقروں اور برجستہ جوابات سے وہ سبک ہو کر رہ جائیں گے"

جمعہ کے دن معاویہ منبر پر گئے تقریر کے دوران انھوں نے امیر المومنین کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو برا بھلا کہا پھر امام حسن پر تعریض اور طعن و تشنیع کی۔ امام حسن فوراً اٹھ کھڑے ہوئے بڑے جوش و ولولہ اور غیظ و غضب کے ساتھ ان کی زبان درازیوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہی ہے جو مجھ کو نہیں جانتا اسے میں بتا دوں کہ میں حسن بن علی بن ابی طالب ہوں، میں پیغمبر خدا کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس کے لئے زمین مسجد اور پاک و پاکیزہ بنائی گئی میں سراج منیر کا فرزند خاتم النبیین کا دلبند ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جو جن و انس کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جو تمام عالموں کے لئے رحمت بن کر مبعوث ہوا...... الخ

معاویہ کو یہ فقرات بہت شاق گذرے پیغمبر کی جو عداوت ان کے دل میں تھی اسے چھپانے پر قادر نہ ہوئے قطع کلام کرنے کے لئے کہا

اے حسن مجھ خرمائے تر کی تعریف بیان کیجئے۔

آپ نے فرمایا

ہوا خرمائے تر کو بڑھاتی ہے سورج اس کو خوشبو دیتا ہے چاند رنگ دیتا ہے گرمی پکاتی ہے رات اس کو سرد کرتی ہے۔

پھر اپنے سابقہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا

میں اس کا فرزند ہوں جس کی دعا قبول ہوئی، جس کے اور خدا کے درمیان فاصلہ صرف قاب قوسین کا رہ گیا تھا یا اس سے بھی کم، اس کا فرزند ہوں جو شفیع روز جزا ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو بروز قیامت سب سے پہلے دوبارہ زندہ ہوگا اور جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا میں اس کا فرزند ہوں جس کی معیت میں ملائکہ نے جنگ کی ان سے پہلے کسی نبی کی معیت میں ملائکہ نے جنگ نہیں کی میں اس کا فرزند ہوں جو مشرکین کی جماعتوں پر فتحیاب ہوا میں اس کا فرزند ہوں جس کے آگے قریش نے ناک رگڑی اور

معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنا استحقاق خلافت جتانا چاہتے ہیں

آپ نے فرمایا

وائے ہو تم پر خلافت اس کے لئے ہے جو کتاب خدا اور سیرت پیغمبر پر عمل کرے اس کے لئے خلافت نہیں جو کتاب خدا کی مخالفت کرے اور سنت نبوی کو معطل کر دے ایسے شخص کی مثال تو اس شخص جیسی ہے جسے بادشاہت ہاتھ لگ جائے وہ اس سے خوب بہرہ اندوز ہو پھر وہ بادشاہت ہاتھ سے جاتی رہے لیکن اس کی برائیوں کی پاداش باقی رہے"

معاویہ نے بات ٹالتے ہوئے کہا

قریش میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس پر ہمارے احسانات نہ ہوں۔

امام نے فرمایا

ہاں انھیں لوگوں پر تمھارے احسانات ہوں گے جن کی وجہ سے تم ذلت کے بعد عزت والے بن گئے اور کم تعداد میں ہونے کے بعد زیادہ تعداد والے ہو گئے۔

معاویہ نے کہا "اے حسن وہ کون ؟

امام نے فرمایا کیا نام بھی بتانے کی ضرورت ہے !

پھر آپ نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا۔

میں اس کا فرزند ہوں جس نے قریش کی سرداری کی جوانی میں بھی اور بڑھاپے میں بھی میں اس کا فرزند ہوں جو از راہ فضل و کرم سارے خلائق کا سردار رہا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس نے سچی سخاوت سے دنیا والوں کی سرداری کی میں اس کا فرزند ہوں جس کی رضا خدا کی رضا ہے اور جس کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔ کیوں معاویہ کیا تم ان کی برابری کر سکتے ہو۔

معاویہ نے کہا

میں آپ کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں

امام نے فرمایا

حق واضح ہوا باطل خاک میں ملا جس نے حق کو اختیار کیا وہ کبھی نادم نہیں ہوا جس نے باطل اختیار کیا وہ ناکام رہا۔ حق کو صاحبان عقل ہی پہچانتے ہیں۔

اصلی خدوخال لوگوں کے سامنے کردیے اور اُنکی حکومت کے خاتمہ کی کوشش کی۔

ڈاکٹر طہٰ حسین کا خیال ہے کہ امام حسنؑ نے مدینہ میں قیام کرکے ایک سیاسی جماعت تیار کردی تھی اور اس جماعت کی زمام قیادت خود آپ کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ لکھتے ہیں:۔

میرا اعتقاد یہ ہے کہ جس دن کوفہ والوں کے وفد[1] نے امام حسنؑ سے ملاقات کی اور آپنے اُنکی عرضداشت سُنی خود اپنے خیالات ظاہر کیے اور اُن کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا وہ وہی دن تھا جس دن شیعیان علیؑ و اولاد علیؑ کی منظم جماعت وجود میں آئی، اسی جلسہ میں اس جماعت کی ترتیب ہوئی اور امام حسنؑ اس جماعت کے سردار ہوئے اور یہاں سے پلٹ کر کوفہ والوں نے دوسروں کو اس نئے نظام اور لائحہ عمل سے آگاہ کیا اُنھوں نے لوگوں کو اس وقتی صلح میں سکون سے رہنے کی تلقین کی اور جنگ کے لیے مستعد رہنے کو کہا کہ ممکن ہے امام حسنؑ کا مونہہ سے حکم آتے ہی لڑائی چھڑ جائے

شروع شروع اس جماعت کا پروگرام جیسا کہ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے یہ تھا کہ اس امام کی اطاعت کی جائے جو علیؑ کی اولاد سے ہو اور امن و عافیت کے دنوں میں انتظار کیا جائے۔ اور جیسے ہی حکم ہو لڑائی چھیڑ دی جائے۔ (الفتنۃ الکبریٰ جلد ۲ ص۲۰)

ڈاکٹر صاحب کا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ صحیح ہو اسکی تائید امامؑ کے سفر دمشق سے بھی ہوتی ہے جو آپنے اُنکے پایہ تخت اور مرکز سلطنت میں اُنھیں بے نقاب کرنے کے لیے کیا تھا۔

جس طرح آپ یثرب میں اس سیاسی جماعت کی قیادت و رہنمائی کے فرائض انجام دیا کئے اسی طرح علما رواۃ و محدثین کی تعلیم کی سرانجامی بھی آپ کے ہاتھوں میں تھی نیز آپ لوگوں کو مکارم اخلاق سکھاتے، محاسن افعال کی ترغیب دیتے آپ کے اخلاق کی یہ کیفیت تھی، دوست دشمن سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے پریشاں حال اور زمانہ کے ستائے ہوئے افراد کے لیے آپ کے علاوہ کوئی دوسری جائے امان نہ تھی۔

ساتواں باب (۷)

سفر دمشق

جمہور مورخین کا اتفاق ہے کہ امام حسنؑ نے دمشق کا سفر کیا اور معاویہ سے ملے اس میں البتہ اختلاف

[1] کوفہ کا وہ وفد جو ڈاکٹر طہٰ حسین کے خیال میں اس جماعت کی تشکیل کا سبب بنا وہ سلیمان بن صرد اور اُن کے ساتھی تھے یہ لوگ

بحث یہ ہے کہ خواہ آپ نے یہ سفر ایک مرتبہ اختیار کیا ہو یا کئی مرتبہ، غرض کیا تھی اس سفر کی؟ کیا آپ کا مقصد معاویہ سے روپے پیسے لینا تھا جیسا کہ بعض کوتاہ بینوں کا نظریہ ہے یا کوئی بلند و بالا مقصد آپ کے پیش نظر تھا یعنی معاویہ کو خود اُن کے مرکز حکومت اور پایہ تخت میں شکست دینا اور اُن کے چہرے کو بے نقاب کر کے عامۂ مسلمین کو انکی باطل پرستی اور ضلالت شعاری سے آگاہ کر دینا تھا۔ اس مفروضہ کے بنا پر کہ امامؑ کا سفر دمشق جلب منفعت اور زر و مال کے حصول کے لئے تھا سوال ہو سکتا ہے کہ آپکے لیے جائز کیونکر تھا کہ آپ معاویہ کے عطایا وصول کریں علمائے فقہیات نے اس مسئلہ میں ہمیں بحث و تمحیص سے مستغنی کر دیا ہے بعض علماء کا قول یہ ہے کہ بادشاہ کے عطایا قبول کرنا جائز ہے جب تک ان عطایا کا غصبی ہونا معلوم نہ ہو۔ امام حسنؑ نے اگر معاویہ کے عطایا قبول کئے تو آپ نے جو کچھ لیا اسکی حقیقت سے واقف ہوں گے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ سلاطین و حکام جور کے پاس عوام الناس سے وصول کئے ہوئے زر و مال سب غصبی ہوتے ہیں اور بشرط قدرت و تمکن ان غصبی اموال کا ان حکام کے قبضہ سے نکالنا واجب ہوتا ہے۔ معاویہ سے بڑھ کر ظالم و غاصب کون ہو سکتا ہے لہٰذا اُن کے قبضہ میں جو کچھ تھا سب غصبی تھا اگر مان لیا جائے کہ امامؑ نے معاویہ سے کچھ لیا تو آپ نے غصبی مال اُن کے قبضہ سے نکال کر اُسکے اصل حقدار مستحقین کو پلٹا دیا مزید براں امام حسنؑ تمام مومنین کی جان و مال کے مالک و متصرف تھے ارشاد الٰہی ہے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم پیغمبر تمام مومنین کی جانوں پر حاکم و متصرف ہیں پیغمبر کی نیابت میں امام حسنؑ کو بھی یہی درجہ حاصل تھا ارشاد پیغمبر ہے من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ جس کا میں مولا و آقا ہوں علیؑ بھی اسکے مولا و آقا ہیں۔

بہر حال جو بات بھی رہی ہو ہمیں یہاں آپ کے سفر دمشق کا اصل مقصد اور وہ گفتگوئیں اور مناظرے ذکر کرنا ہیں جو دربار شام میں ہوئے۔

سفر دمشق کی غرض کوتاہ بینوں نے تو یہ لکھی ہے کہ آپ محض جلب منفعت اور زر و مال کے حصول کے لیے گئے تھے ان کوتاہ بینوں نے یہ قول ایک مردود اور ناقابل اعتبار روایت کی بنا پر اختیار کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ امام حسنؑ ہر سال معاویہ کے یہاں تشریف لیجاتے اور معاویہ آپ کو ایک لاکھ دیتے۔ ایک مرتبہ نہ جاسکے تو معاویہ بھول گئے اور مقررہ رقم انھوں نے نہیں بھیجی امام حسنؑ نے چاہا کہ خط لکھ کر یاد دلائیں مگر آپ نے پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں۔

اے حسنؑ: تم ایک مخلوق کو لکھ کر اپنی حاجت کا سوال کرنا چاہتے ہو اور اپنے پروردگار سے سوال نہیں کرتے۔

امام حسنؑ نے پوچھا یا رسول اللہ پھر میں کیا کروں میرے قرض بہت بڑھ گئے ہیں۔

اسپر رسول اللہ نے خواب میں ایک دعا تعلیم کی۔

امام حسنؑ خواب سے بیدار ہوئے وہ دعا آپ کو یاد ہو چکی تھی آپ نے زور دے کر کلمات دعا زبان پر جاری کئے

اور شبلنجی نے نور الابصار میں درج کی ہے مگر یہ روایت قطعی غلط اور مردود ہے سب سے بڑا ثبوت اس کے مردود ہونے کا یہ ہے کہ امام حسنؑ کی نظروں میں زر و مال کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ تھی آپ سائلین اور حاجتمندوں کو ہزاروں ہزار اٹھا کر دیدیا کرتے تھے پھر آپ معاویہ کے آگے اتنا جھکنا اور روپیہ بھیجنے کا سوال کرنا کیونکر گوارا فرما سکتے تھے جبکہ آپ پیغمبرؐ کے نواسے اور عزت و توقیر کے مالک تھے؟

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ امام حسنؑ فقراء و ناداروں پر جو رقم خرچ کیا کرتے تھے وہ بہت زیادہ ہوا کرتی لہٰذا اگر معاویہ کے پاس آپ جاتے نہیں تھے تو یہ رقم آتی کہاں سے تھی اس کا جواب یہ ہے کہ مومنین مخلصین اور آپ کے پدر بزرگوار کے شیعوں کی خاصی تعداد آپ کے حقوق شرعیہ آپ کے پاس پہونچایا کرتے تھے پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ مدینہ میں آپ کی جائداد بھی تھی آپ کا سفر دمشق اس مقصد سے ہرگز نہ تھا روایتیں بتاتی ہیں کہ آپ نے معاویہ سے جو کچھ لیا اس میں ذرہ برابر بھی اپنے اور اپنے عیال پر خرچ نہیں کیا بلکہ سارا زر و مال مستحقین پر صرف کر دیا کرتے تھے۔

(جامع اسرار العلماء قلمی)

اگر امام کے سفر کی غرض جلب منفعت ہوتی تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ آپ معاویہ کے خلاف شرع حرکات کا علانیہ اظہار کرتے اور خود اُن کے شہر اور مرکز سلطنت میں انھیں ذلیل و خوار کرنے کی کوشش کرتے۔ امام نے سفر کی زحمت اور راستوں کی صعوبتیں محض اسلئے گوارا کی تھیں کہ آپ ارکان دین کو قائم اور اپنے نانا کے اسلام کو مضبوط و استوار کریں جسے شکست و ریخت کرنے کے معاویہ درپے تھے اور جسے خاک میں ملانے کے لئے انھوں نے کمر باندھ رکھی تھی اس وقت امام حسنؑ کے مانند کوئی بھی ایسی باوقار شخصیت نہ تھی جسے معاویہ پر اعتراض کرنے کی ہمت اور اُن کی سیاست اور مجرمانہ روش پر ٹوکنے کی قابلیت و صلاحیت ہو بس ایک آپ ہی کی ذات تھی اور آپ ہی کے دل میں اسلام کا حقیقی درد تھا لہٰذا واجب تھا آپ پر کہ ان زبوں کاریوں پر روک ٹوک کریں اور اُن کے ناپسندیدہ اور خلاف دین و مذہب افعال کا بر سر عام اعلان کر دیں ہم آپ کی چند گفتگو اور مناظرات نمونہ کے طور پر یہاں درج کرتے ہیں جنھوں نے معاویہ کے دربار میں تلاطم کر دیا دمشق کے در و دیوار اُن آوازوں سے گونج اٹھے آپکی عظمت و جلالت کا اظہار ہوا اور دشمنان اہلبیتؑ کی ذلت و خواری ہوئی۔

(۱) ایک مرتبہ آپ معاویہ کے پاس آئے، معاویہ کہنے لگے۔

"حسن، میں آپ سے بہتر ہوں"

"وہ کیونکر فرزند ہند؟"

"اسلئے کہ لوگوں نے مجھ پر اتفاق کر لیا آپ پر متفق نہ ہوئے۔"

"افسوس! جگر خوارہ کے فرزند بہت بڑی چیز سے تم نے سربلندی حاصل کی۔ تم پر جن لوگوں نے اتفاق کیا ہے

تم میں کوئی بھی اچھائی نہیں اور مجھے خدا نے رذائل سے اسی طرح پاک و صاف بنایا ہے جس طرح تمہیں فضائل سے بالکل خالی۔

(روضۃ الواعظین ابو علی نیشاپوری)

امام حسنؑ کے علاوہ کس کے لئے ممکن تھا کہ معاویہ کے منہ پر کہدیتے کہ وہ فضائل و کمالات سے بالکل خالی اور انکی حکومت جائز حکومت نہیں۔

(۲) ایک مرتبہ امام حسنؑ معاویہ کے پاس آئے، معاویہ تنگ جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ اُن کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے معاویہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر بولے۔

عائشہ پر بڑا تعجب ہے، جو کہتی ہیں کہ میں حکومت کا سزاوار نہیں اور یہ جو منصب مجھے حاصل ہوا ہے یہ میرا حق نہیں انھیں ان باتوں سے کیا سروکار خدا انھیں معاف کرے اس خلافت کے متعلق مجھ سے اس شخص (امام حسنؑ) کے باپ برسرپیکار رہے خدا نے مجھے ان پر ترجیح دی۔

امام حسنؑ نے غضبناک ہو کر کہا۔

"معاویہ کیا تمہیں عائشہ کے اس فقرہ پر تعجب ہوتا ہے؟"

"ہاں خدا کی قسم بڑا تعجب۔

"میں اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات تمہیں بتاؤں؟"

"وہ کیا۔"

"وہ یہی کہ تم صدر مجلس میں بیٹھے ہو اور میں تمہارے قدموں کے پاس ہوں"

معاویہ چاپلوسی کی باتیں کرنے لگے کہا بھائی کے بیٹے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ پر کچھ دیون ہیں وہ کتنے ہونگے

"ایک لاکھ۔

"میں تین لاکھ دیتا ہوں ایک لاکھ آپکے قرضہ کے لئے ایک لاکھ اس لئے کہ آپ اپنے قریبی اور مخصوص اعزہ میں تقسیم کریں اور ایک لاکھ خاص آپکے لئے۔"

یزید نے جو کیفیت دیکھی تو باپ سے کہا:

آپکے ایسا آدمی میں نے دیکھا وہ جس طرح آپ سے پیش آئے آپ نے اُسے دیکھا پھر بھی آپنے تین لاکھ دیدیئے

معاویہ نے کہا "بیٹا اُنھیں کا حق ہے"۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صـ ؟)

(۳) قیام دمشق کے زمانہ میں آپکی مقبولیت روز افزوں ترقی پر تھی جوق جوق لوگ آپکی زیارت اور آپکے ارشادات سننے کے لئے آتے ہر ایک آپ کا کلمہ پڑھتا تھا اور سب کے دل آپکے قبضہ میں تھے معاویہ کے حوالی موالی عمرو عاص، ولید بن عقبہ، عتبہ ابن ابی سفیان، مغیرہ ابن شعبہ اور انھیں جیسے افراد ڈرے کہ کہیں نتیجہ اس کا خراب

تو تیرہے اور سبھی ان کا کلمہ پڑھ رہے ہیں ان کا دمشق میں قیام کہیں ایسا نہ ہو اموی حکومت کی تباہی کا باعث بن جائے ہم لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ امام حسنؑ کی جو یہاں عزت و توقیر پیدا ہو گئی ہے وہ زائل ہو جائے مناسب یہ ہے کہ ہم انھیں دربار میں بلاکر اُن کے باپ پر قتل عثمان کا الزام عائد کریں۔ سب نے متفقہ طور پر کہا:۔

"حسنؑ نے اپنے باپ کی یاد تازہ کر دی اُنکے ذکر کو زندہ کر دیا انھوں نے جو کچھ کہا لوگوں نے اسکی تصدیق کی جو حکم دیا لوگوں نے بسر و چشم تعمیل کی، انکی جوتیاں سیدھی کی گئیں وہ ہمیشہ ہم لوگوں کے متعلق ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں جو ہمیں انتہائی شاق گذرتی ہیں۔"

معاویہ نے کہا "پھر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟

ان لوگوں نے کہا " آپ انھیں آدمی بھیجکر یہاں بلائیے جب وہ آئیں گے تو ہم انھیں بھی گالیاں سنائینگے اور اُن کے باپ کو بھی بُرا بھلا کہیں گے، اُنھیں عیب لگائیں گے سرزنش کریں گے اور کہیں گے کہ تمھارے ہی باپ نے عثمان کو قتل کیا تھا، ہم سب لوگوں کا اسی بات پر اصرار ہوگا اور وہ ہم لوگوں کا کوئی جواب دے پائینگے یہ رائے جس قدر ذلیل و رکیک تھی معاویہ سے پوشیدہ نہ تھی اُنھیں یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ امام حسنؑ اُلٹے ان لوگوں کو ذلیل کر دیں گے۔ انھوں نے کہا

"ہماری یہ رائے نہیں نہ ہم ایسا کریں گے"

ان لوگوں نے کہا ہم لوگوں کی درخواست ہے کہ آپ ایسا ضرور کریں آپ کو ایسا ہی کرنا ہی پڑے گا۔

معاویہ نے کہا دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ ایسا نہ کرو خدا کی قسم خود میرا یہ حال ہے کہ جب بھی حسن کو اپنے پاس بیٹھا دیکھا مجھے یہی دھڑکا لگا رہا کہ وہ اُٹھ کھڑے نہ ہوں اور میرے عیوب ظاہر کرنا شروع نہ کر دیں۔

ان لوگوں نے کہا بہر حال جو کچھ بھی ہو آپ اُنھیں ضرور بلائیے۔

معاویہ نے کہا اگر میں بلاؤں گا بھی تو انصاف سے کام لوں گا۔

عمرو عاص نے کہا کیا آپ کو ڈر ہے کہ وہ اپنے باطل کے ذریعہ ہمارے حق پر غالب آجائیں گے یا اُنکی بات ہم سب کی بات سے اونچی رہیگی۔

معاویہ نے جب ان کا سخت و شدید اصرار دیکھا تو کہا میں اُنھیں بلاؤں گا تو اُنھیں پوری آزادی دونگا کہ جو چاہیں کہیں۔

لوگوں نے کہا اچھی بات ہے۔

معاویہ نے کہا دیکھو تم لوگ جب میری بات مانتے ہی نہیں تو دیکھو آپ نے بیہودہ کام پر زور کرنا اور یہ سمجھ لو کہ دو...

معاویہ نے امام حسن کو بلانے کیلئے آدمی بھیجا جب حضرت کو یہ پیغام پہونچا تو آپ سمجھ گئے کہ کس غرض سے مجھ
بلایا جارہا ہے آپ کپڑے پہن کر تشریف لیچلے یہ دعا زبان مبارک پر جاری تھی۔

خداوندا میں ان لوگوں کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور تیرا ہی مدد سے ان لوگوں کی گرد میں دھکا دیتا ہوں احسان کے مقابلہ میں تجھی سے توکا طالب ہوں تو ان کے شر سے مجھے محفوظ رکھ جس طرح چاہے اور جب چاہے اپنی قوت وطاقت کے ذریعہ اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

آپ معاویہ کے پاس پہونچے معاویہ نے آپ کو عزت واحترام کے ساتھ بٹھایا اور معذرت کرتے ہوئے بولے۔

اے ابو محمد انھیں لوگوں نے آپ کو بلایا ہے میں انھیں منع کر رہا تھا مگر یہ مانے نہیں۔"

آپ نے اس بہانے کی رکاکت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔

سبحان اللہ گھر تمھارا گھر ہے حکم یہاں تمھارا چلتا ہے خدا کی قسم یہ لوگ جو چاہتے ہیں اگر تمھاری بھی دلی خواہش ہے تو اس بیہودگی میں تمھاری شرکت کچھ اچھی طرح نہیں معلوم ہوتی اور اگر ان لوگوں نے تمھیں مجبور کیا ہے اور تمھاری رائے پر غالب آگئے ہیں تو ایسی کمزوری بھی تمھارے لئے شرمناک ہے تم کس بات کا اقرار کرتے ہو اور کس بات کا انکار؟ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ سب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو میں بھی بنی عبد المطلب کے اتنے ہی لوگوں کو ساتھ لیتے آتا پھر بھی مجھے نہ تم سے کوئی گھبراہٹ ہے نہ ان لوگوں سے خدا میرا مددگار ہے اور وہی نیکوکاروں کی مدد کرنے والا ہے۔"

معاویہ نے کہا مجھے خود پسند نہ تھا کہ آپ کو زحمت دوں لیکن ان لوگوں نے باوجود میری ناپسندیدگی کے مجھے مجبور کر دیا۔ آپ یقین رکھئے کہ میں انصاف سے کام لوں گا۔ ہم نے آپ کو صرف بلایا ہے تاکہ آپ پر ثابت کر دیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور آپ کے پدر بزرگوار ہی نے انھیں قتل کیا۔ اب آپ لوگوں کی باتیں سنئے اور ان کا جواب دیجئے آپ اپنی تنہائی اور ان کے اجتماع سے تردد نہ کیجئے پوری آزادی سے گفتگو کیجئے۔

معاویہ کے خاموش ہونے پر عمرو عاص نے کلام کا آغاز کیا۔ انھوں نے امیرالمومنین ع کو جی کھول کر گالیاں دیں جتنے عیوب لگا سکتے تھے لگائے اسی سلسلہ میں یہ تہمت بھی لگائی کہ علیؑ نے ابوبکر کو گالیاں دیں انکی خلافت کو ناپسند کیا انکی بیعت سے کنارہ کش رہے بیعت کی بھی تو مجبور ولاچار ہو کر بادل ناخواستہ۔ عمر کے خون بھی شریک تھے اور عثمان کا قتل بھی انھیں کے ہاتھوں ہوا اور زبردستی خلیفہ بن بیٹھے حالانکہ انھیں خلافت کا کوئی حق نہ تھا۔

اسی قسم کی اور بہت سی باتیں کہیں کوئی عیب ایسا نہ تھا جسے امیرالمومنین ع کی طرف منسوب نہ کیا ہو۔ پھر امام حسنؑ کو مخاطب کر کے کہا۔

تم لوگ اے فرزند عبد المطلب چونکہ! خلفاء کے قاتل ہو خون ناحق بہانا مباح جانتے ہو حکومت کے حریص

... تمہارے پاس نہ عقل ہے نہ خرد۔ دیکھو لوگو خدا نے تمہاری عقل لے لی اور تمھیں قریش کا سب سے زیادہ بے عقل انسان بنا دیا تمہارا تمسخر اڑایا جاتا ہے استہزا کیا جاتا ہے اور یہ سب تمہارے باپ کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہے ہم نے اسی لئے تمھیں بلایا ہے کہ تمھیں اور تمہارے باپ کو گالیاں دیں۔ تمہارے باپ تو اس دنیا میں نہ رہے خدا نے اُن کے بارے میں ہمیں بے نیاز کر دیا ہے البتہ تم ہمارے قبضہ میں ہو ہم جو چاہیں کریں اگر قتل کر دیں تمھیں تو ہم پر کوئی گناہ نہ ہو گا نہ لوگ ہمیں بُرا کہیں گے۔ اب بتاؤ ہماری باتوں کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ تم ہمیں جھٹلا سکتے ہو؟ اگر ہم اتنی باتوں میں کوئی بات جھوٹ بولے ہوں تو جواب دو۔"

عمرو عاص جب زہر اُگل چکے اور اپنے ترکش کے ایک ایک تیر ختم کر چکے تو ولید بن عقبہ نے بولنا شروع کیا اُس نے کہا:۔

"تم لوگ عثمان کے ننہالی رشتہ دار ہو وہ تم لوگوں کے لئے بہترین فرزند تھا انھوں نے تمہارے حق پہچانے انھیں تم سے سببی رشتہ بھی تھا اور وہ بہترین سببی رشتہ دار تمہارے تھے وہ تمہاری عزت و توقیر کرتے تھے مگر تم ہی لوگوں نے سب سے پہلے ان سے حسد کیا تمہارے باپ نے ازراہ ظلم انھیں قتل کر ڈالا بے وجہ بے سبب۔ دیکھو خدا نے اُن کے خون کا تم سے کیسا قصاص لیا اور تمھیں کتنی پستی دکھائی خدا کی قسم بنی ہاشم بنی امیہ کے لئے اتنا بہتر نہ ہوں گے جتنا بنی امیہ بنی ہاشم کے لئے بہتر ہیں اور معاویہ خود تمہارے لئے تم سے بہتر ہیں۔

ولید کے بعد عتبہ بن ابی سفیان بولا اس نے کہا۔

اے حسنؑ۔ تمہارے باپ قریش کے لئے بدترین قریشی تھے کیونکہ انھوں نے قریش والوں کا خون بہایا اُن کا قطع رحم کیا اُن کی زبان بھی دراز تھی اور تلوار بھی۔ وہ زندوں کو قتل کرتے اور مردوں کو عیب لگاتے۔ تم بھی انھیں لوگوں میں سے ہو جنھوں نے عثمان کو قتل کیا اور ہم تمھیں اُن کے بدلے میں قتل کریں گے رہ گیا تمہارا امیدوار خلافت ہونا تو تم نہ اسکے لائق ہو نہ از روئے میراث تمہارا کوئی ترجیحی حق ہے۔ اے بنی ہاشم تم ہی لوگوں نے عثمان کو قتل کیا اور حق و انصاف یہ ہو گا کہ ہم تمھیں اور تمہارے بھائی کو اُن کے بدلے میں قتل کر ڈالیں۔ تمہارے باپ کی طرف سے تو اللہ نے ہمیں بے نیاز کر دیا ہے اور خود اُن سے قصاص لے لیا ہے تم بچے ہوئے ہو تم کو اگر ہم عثمان کے بدلے قتل کر ڈالیں تو نہ یہ زیادتی ہو گی اور نہ کوئی گناہ ہو گا

عتبہ کے بعد مغیرہ بن شعبہ کی باری آئی اُنھوں نے پہلے تو امیرالمومنینؑ کو گالیاں دیں پھر سب کی طرح اُنھوں بھی حضرتؑ پر قتل عثمان کا الزام عائد کیا۔

جب سب اپنی اپنی کہہ کر خاموش ہو گئے تو امام حسنؑ نے اپنی تقریر شروع کی سب سے پہلے آپ نے معاویہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

دشمنی رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ ہی تم نے ہم پر زیادتی کی۔ لیکن معاویہ تم بھی سنو اور یہ لوگ بھی سن لیں کہ میں تمھیں یا ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ بھی کہوں گا وہ اس سے کم ہی ہو گا جتنے کے تم سزاوار ہو۔ لوگو! میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمھیں معلوم نہیں کہ جس کو تم نے آج گالیاں دی ہیں اس نے دونوں قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور اس وقت تم اے معاویہ دونوں قبلہ کے منکر تھے اور ان قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کو گمراہی سمجھتے اور خود لات و عزیٰ کی پرستش کرتے۔ میں تمھیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہمارے پدر بزرگوار نے دونوں بیعتیں کیں، بیعت فتح اور بیعت رضوان اور تم اے معاویہ ایک کے تو منکر اور دوسرے کے توڑنے والے تھے میں تمھیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہمارے پدر بزرگوار سب سے پہلے ایمان لائے اور تم اور تمھارے باپ ابوسفیان مؤلفۃ القلوب افراد میں سے تھے دل میں کفر چھپائے اور زبان سے اسلام ظاہر کرتے زر و مال دیکر تمھاری دلجوئی کیجاتی۔ تمھیں خدا کی قسم کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہمارے پدر بزرگوار جنگ بدر میں علمدار لشکر پیغمبر تھے اور مشرکین کا علم معاویہ اور انکے باپ کے پاس تھا پھر تم لوگوں نے میرے باپ کی جنگ احد و خندق میں بھی دیکھا کہ پیغمبر کا علم انھیں کے ہاتھ میں تھا اور تمھارے اور تمھارے باپ کے ہاتھ میں مشرکین کا علم تھا ہر معرکہ میں خدا نے میرے باپ کو فتح عنایت کی اور اُن کی حجت پوری ہو کر رہی خدا اُن کی مدد کرتا اور انکی تصدیق کرتا رہا۔ ہر معرکہ میں رسول اللہ اُن سے راضی اور خوشنود رہے اور تم پر تمھارے باپ پر ناراض و غضبناک رہے معاویہ میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تمھیں وہ دن بھی یاد ہے جب تمھارا باپ سُرخ رنگ کے اونٹ پر سوار آیا تھا تم اس اونٹ کو پیچھے سے ہانک رہے تھے اور تمھارا بھائی آگے سے کھینچ رہا تھا رسول اللہ نے تم لوگوں کو دیکھ کر فرمایا اللّٰھم العن الراکب والقائد والسائق خداوندا سوار پر بھی لعنت فرما پیچھے سے ہنکانے والے پر بھی اور آگے سے کھینچنے والے پر بھی۔ معاویہ تم ان اشعار کو بھول گئے جو تم نے اپنے باپ ابوسفیان کو لکھ بھیجے تھے جبکہ ابوسفیان نے اسلام لانے کا قصد کیا تھا تم نے ان اشعار میں اسے اس فعل سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

" اے صخر (ابوسفیان) اسلام لاکر ہمیں ذلیل و خوار نہ کرنا اُن لوگوں کے مقتول ہونے کے بعد جو جنگ بدر میں پارہ پارہ ہوئے۔ میرے ماموں، میرے چچا اور ماں کے چچا، اور حنظلہ نے مر کر شب بیداری ہمیں تحفہ میں دی ہے۔ مرجانا کہیں آسان ہے بہ نسبت دشمنوں کے یہ کہنے کے کہ ابوسفیان نے ڈر کر عزیٰ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

میں نے جو باتیں تمھاری ظاہر نہیں کیں وہ کہیں اہم اور ہولناک ہیں بہ نسبت تمھاری ان باتوں کے جو میں نے ظاہر کیں۔

لوگو! میں تمھیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا اصحاب پیغمبرؐ میں علیؑ ہی وہ نہ تھے جنھوں نے لذائذ و شہوات

حوام نہ کرد۔ اور حضرت رسول خداؐ نے اکابر صحابہ کو بنی قریظہ کی طرف روانہ کیا یہ لوگ جا کر قلعہ کے پاس اترے مگر بنو قریظہ نے ہزیمت دیدی پھر رسول اللہ نے علم دیکر علیؑ کو روانہ کیا علیؑ نے انھیں جاتے ہی زیر کر لیا اور خود رسولؐ کی بات ماننے پر مجبور کیا۔ خیبر میں بھی آپ نے ایسا ہی کیا۔

پھر آپ نے فرمایا اے معاویہ شاید تمھیں معلوم ہو مگر مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ رسول اللہ نے تمھارے متعلق کیا فرمایا تھا۔ رسول اللہ بنو خزیمہ والوں کو خط لکھوانا چاہتے تھے تمھیں بلانے کو آدمی بھیجا مگر تم نہیں آئے اس پر پیغمبرؐ نے تمھارے متعلق بددعا کی کہ کبھی تمھارا پیٹ نہ بھرے یہاں تک کہ تم مرجاؤ، اور تم اے لوگو! میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمھیں معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا نے ابوسفیان پر سات مقامات پر لعنت فرمائی پہلا وہ موقع تھا جبکہ رسول اللہ مکہ سے نکلکر طائف کیطرف قبیلہ ثقیف کو دین اسلام کی دعوت دینے تشریف لے گئے تمھارا باپ ابوسفیان راستے میں مزاحم ہوا آپ کو گالیاں دیں جھٹلایا دھمکیاں دیں اور اذیت رسانی پر تل گیا خدا اور رسولؐ نے اس پر لعنت کی پیغمبر واپس چلے آئے۔ دوسرا موقع قافلہ کا دن تھا رسول اللہ کو شام کی طرف سے مشرکین کا قافلہ آتا ہوا مل گیا تھا ابوسفیان نے اس قافلہ کو جو کنا کر کے دوسری راہ پر لگا دیا مسلمان ناکام رہے اور رسول خدا نے ابوسفیان پر لعنت اور بددعا فرمائی اور اسی کے نتیجہ میں جنگ بدر واقع ہوئی تیسرا موقع جنگ احد کا ہے جبکہ ابوسفیان پہاڑ کے نیچے تھا اور پیغمبرؐ پہاڑ کے اوپر تھے اور ابوسفیان پکار پکار کر بار بار کہہ رہا تھا ہبل سربلند ہو۔ رسول اللہ نے اس پر دس مرتبہ لعنت فرمائی چوتھا موقع جنگ خندق کا تھا جبکہ ابوسفیان مشرکین کی تمام جماعتوں اور غطفان کے تمام یہودیوں کو پیغمبرؐ کے مقابلہ پر لے کر آیا۔ پیغمبر خدا نے اس پر لعنت فرمائی۔ پانچواں موقع غزوہ حدیبیہ کا تھا جبکہ ابوسفیان قریش کیلئے پیغمبرؐ کا مزاحم ہوا نہ آپ کو مسجد الحرام تک جانے دیا نہ قربانی کے اونٹ پہونچنے دیئے آنحضرتؐ نے ابوسفیان پر اور اس کے تمام ساتھیوں پر لعنت فرمائی۔ چھٹا موقع یوم جمل احمر ہے، ساتواں موقع وہ ہے جبکہ عقبہ میں بارہ اشخاص نے پیغمبرؐ کے اونٹ کو بھڑکا کر آپ کو ہلاک کرنیکی کوشش کی ان بارہ آدمیوں میں ابوسفیان بھی تھا۔

یہ تو معاویہ تمھارے لئے ہے۔ پھر آپ عمرو عاص کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:۔

لیکن تم اے پسر عاص تمھارا معاملہ بہت ہی مشتبہ ہے، تمھاری ماں نے تمھیں اس عالم میں جنا کہ پتہ نہیں بکری کا نتیجہ تھا یا زمانہ جاہلیت کے نکاح سفاح کا نتیجہ۔ قریش کے چار شخصوں نے تمھارے متعلق جھگڑا کیا ہر ایک مدعی تھا کہ تم اس کے بیٹے ہو۔ جیت قریش کے قصاب عاص کی ہوئی جو سب سے زیادہ ذلیل نسب کا تھا اور منصب کے پیشہ کے کسی نما سے سب سے زیادہ خبیث۔ پھر تمھارا باپ مدعی ہوا کہ میں محمد ابتر کا دشمن ہوں اس پر خداوند عالم نے انّ شانئك هو الابتر۔ (بے شک تمھارا دشمن ہی منقطع النسل ہے) نازل کی۔ اور خود تم نے رسول اللہ سے ہر موقع پر جنگ کی، پیغمبرؐ کی ہجویں کہیں انھیں مکہ میں بڑی اذیت پہونچائی اور ہر قسم کے مکر و فریب

مکہ کے مشرکین کے پاس پہونچا دو۔ جب تمہاری خواہشیں پوری نہ ہوئیں اور خداوند عالم نے خائب و خاسر واپس کیا تو تم نے اپنے ساتھی عمارہ بن ولید سے حسد کیا اور از راہ حسد نجاشی سے اسکی چغلی کھائی۔ خداوند عالم نے تمہیں بھی رسوا کیا اور تمہارے ساتھی عمارہ بن ولید کو بھی، تم جاہلیت اور اسلام دونوں میں بنی ہاشم کے دشمن رہے پھر تم بھی یہ جانتے ہو اور یہاں جتنے لوگ بیٹھے ہیں وہ بھی آگاہ ہیں کہ تم نے ستر شعروں سے پیغمبر خدا کی ہجو کی۔ اس پر آں حضرتؐ نے فرمایا خداوندا میں نہ تو شعر کہتا ہوں نہ شعر کہنا میری شان کے مناسب ہے خداوندا تو ہر ہر حرف کے بدلہ ہزار ہزار اس پر لعنت فرما۔ پیغمبر خدا کی دعا کے مطابق تم پربے حد و حساب لعنت ہو رہی ہے۔

اور تم نے جو عثمان کا ذکر کیا تو تم ہی نے ان کے لئے آگ بھڑکائی اور دنیا کو اُن کے لئے جہنم بنا دیا۔

۵۱ مکہ میں جب قریش کی ایذا رسانی بہت بڑھ گئی تو پیغمبر کے حکم سے ۸۰ مرد اور ۱۸ خواتین اسلام حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے انھیں میں جناب جعفر طیار بھی تھے۔ قریش نے یہ دیکھ کر عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو بہت سے تحفے تحائف کے ساتھ نجاشی کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ مسلمانوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے مگر نجاشی نے صاف انکار کر دیا اور یہ سب ناکام واپس آئے۔

۵۲ عمرو عاص اور عمارہ حبشہ کی طرف سمندری راستہ سے گئے تھے یہ عمارہ بہت خوبصورت تھا عورتیں اس پر جان دیتی تھیں عمرو عاص کے ساتھ اسکی بیوی بھی تھی جب کشتی میں کئی دن گذر گئے تو ایک مرتبہ ان دونوں نے خوب شراب پی عمارہ پر نشہ سوار ہوا اس نے عمرو عاص کی بیوی سے کہا مجھے پیار کرو۔ عمرو عاص نے کہا ہاں ہاں اپنے بھائی کا پیار کر لو۔ عمارہ عمرو عاص کی بیوی پر فریفتہ ہو گیا اس کے بعد عمارہ اُسے بدکاری کی ترغیب دینے لگا عورت پھندے میں نہ آئی تھوڑی دیر کے بعد عمرو عاص کشتی کے کنارے پر بیٹھا پیشاب کر رہا تھا کہ عمارہ نے اُسے سمندر میں ڈھکیل دیا عمرو عاص تیر کر کشتی پر چڑھ آیا اُسی وقت سے اس کے دل میں کینہ بیٹھ گیا اور سمجھ گیا کہ عمارہ کی نیت مجھے ہلاک کرنے کی تھی جب یہ دونوں حبشہ پہونچے تو تھوڑے ہی دنوں کے بعد عمارہ نے نجاشی کی عورت سے ساز باز شروع کی اور خفیہ خفیہ اُس کے پاس آنے جانے لگا جب اسکے پاس سے ہو کر آتا عمرو عاص سے اپنی معشوقہ کی داستان بیان کرتا عمرو عاص کہتا مجھے تمہاری باتوں کا یقین نہیں کہاں نجاشی کی بیوی کہاں تم ایک دن عمرو عاص نے کہا میں جب جانوں کہ تم نجاشی کی بیوی سے اپنے سر میں وہ تیل ڈلوا آؤ جو صرف نجاشی کے لئے مخصوص ہے دوسرے کو نصیب نہیں عمارہ نے نجاشی کی عورت سے اسکی فرمائش کی اس عورت نے سر میں تیل بھی لگا دیا اور علٰیحدہ شیشی میں کچھ تیل بھی دیدیا عمرو عاص نے کہا اب مجھے یقین آ گیا جو تم کہتے ہو سچ کہتے ہو تم نے جو کارنامہ کیا ہے کسی عرب نے نہیں کیا۔ بادشاہ کی بیوی کو تم نے قابو میں لے لیا جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا ادھر عمارہ سے یہ خوشامدانہ باتیں کیں ادھر نجاشی سے جا کر عمارہ کی شکایت کر دی اور ثبوت میں وہ تیل بھی پیش کر دیا۔ نجاشی نے عورتوں کو بلا کر حکم دیا کہ عمارہ کے کپڑے اُتار لئے جائیں پھر انھیں حکم دیا کہ عمارہ کے پیشاب کے سوراخ میں ہوا میسب کر دو۔ (عیون الاخبار ابن قتیبہ جلد ۱ صفحہ ۳، آغانی جلد ۹ صفحہ ۵۶، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۲

"میں ابو عبداللہ ہوں جب کسی زخم کو کھرچتا ہوں تو خون نکال دیتا ہوں۔"

پھر تم معاویہ کے پاس آ رہے اور اپنا دین اُنکی دنیا کے عوض بیچ ڈالا۔ تم جو ہمیں دشمن رکھتے ہو تو ہم تمھاری ملامت نہیں کرتے نہ ہم تم سے اس بات پر خفا ہیں کہ تم ہم سے محبت کیوں نہیں کرتے۔ خدا کی قسم جب تک عثمان زندہ رہے تم نے اُنکی کوئی مدد نہ کی نہ اُن کے قتل ہونے پر تم غضبناک ہی ہوئے۔

(تذکرہ سبط ابن جوزی ص۱۱۶، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص۱۰۳، جمہرۃ الخطب جلد ۲ ص۱۲)

پھر آپ ولید بن عقبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اور تم اے ولید! تو خدا کی قسم ہم تمھیں ذرہ برابر اسکی ملامت نہیں کرتے کہ تم علیؑ سے کیوں بغض رکھتے ہو۔ تم کو شراب پینے پر علیؑ نے اسی کوڑے مارے اور تمھارے باپ کو پیغمبر خدا کے سامنے قتل کیا تھا اور تم وہی ہو جس کا نام خدا نے فاسق رکھا اور علیؑ کا نام مومن رکھا یہ اس موقع پر جبکہ تم دونوں نے باہم مفاخرت کی تھی اور تم نے علیؑ سے کہا تھا چپ رہیے میں آپ سے زیادہ بہادر دل اور آپ سے زیادہ زبان دراز ہوں اس پر علیؑ نے کہا تھا چپ رہو ولید میں مومن ہوں اور تم فاسق ہو، خداوند عالم نے علیؑ کی تائید و موافقت میں یہ آیت نازل کی۔ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون جو شخص مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو فاسق ہو دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر خداوند عالم نے انھیں علیؑ کی تائید اور تمھارے فاسق ہونے کے بارے میں آیت نازل کی ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا اگر کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو سوچ سمجھ لو۔ وائے ہو تم پر ولید تم اور جو کچھ چاہو بھول جاؤ مگر وہ اشعار ہرگز نہ بھولنا جو شاعر نے تمھاری متعلق اور علیؑ کے متعلق کہے تھے۔

خدا نے عزت والی کتاب کو علیؑ اور ولید کے حق میں نازل فرمایا۔

ولید کا فسق ٹھکانا جتایا اور علیؑ کا ایمان ٹھکانا بتایا۔

نہیں ہے وہ شخص جو کہ ایمان والا ہے اور جس نے خدا کو پہچانا مثل اُس شخص کے جو فاسق اور خائن ہے

عنقریب دوزخ میں ولید رسوا کیا جائے گا اور علیؑ کو بے شک جنت میں جزا ملے گی۔

پس علیؑ خدا سے عزت کے ساتھ ملیں گے اور ولید وہاں رسوا ہو گا۔

(ارجح المطالب عبیداللہ امرتسری ص۱۹۰)

اور بھلا تمھیں قریش سے کیا نسبت تم تو صفوریہ والوں میں سے ایک کافر ہو ...."

ولید کو امیرالمومنینؑ سے جو بغض و عداوت تھی اس کا سبب ظاہر و واضح ہے امیرالمومنینؑ مجسمہ ایمان تھے تو ولید مجسمہ کفر، ایمان و کفر میں ویسی ہی مغایرت اور تضاد ہے جیسے نور و ظلمت اور رات دن کی مغایرت، مزید براں ولید ابن عقبہ نے جب کوفہ کی گورنری کے زمانہ میں شراب پی کر نماز پڑھائی اور مصلے پر شراب قے کر دی تھی اور حضرت

نے اُس پر حد جاری کی اور اسّی کوڑے لگائے۔ اسی باعث اُسکے دل میں امیرالمومنینؑ کی گہری عداوت بیٹھا دی اور وہ ہمیشہ آپؑ اور آپؑ کی اولاد کا دشمن رہا ولید کے بعد آپ معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ رہ گئے تم اے عتبہ تو خدا کی قسم تم تو اس قابل بھی نہیں کہ تمھارا جواب دیا جائے نہ تو عقل والے ہو کہ گفتگو اور بحث و مباحثہ کیا جائے نہ تو تمھارے پاس کوئی بھلائی ہے جسکی امید کی جائے نہ کوئی شر ہے جس سے ڈرا جائے تمھاری عقل اور تمھاری لونڈی کی عقل برابر ہے تم بھرے مجمع میں علیؑ کو گالیاں بھی دو تو اُس سے علیؑ کا کیا نقصان ہوگا۔ رہ گئی تمھاری دھمکی کہ تم مجھے قتل کر دوگے تو یہی دھمکی تم نے اس لحیانی کو کیوں نہیں دی جسے تم نے اپنے بستر پر پایا تھا۔ نضر بن حجاج نے جو اشعار تمھارے متعلق کہے تھے اس سے تمھیں شرم نہیں آتی کہ

"لوگوں پر اور حادثات زمانہ پر اور اس گالی پر جس نے ابوسفیان کو ذلیل کر دیا بڑا تعجب ہے۔
معلوم ہوا ہو کہ قبیلۂ لحیان کے ایک ذلیل کمینہ شخص نے عتبہ کی خیانت کی ہے اسکی بیوی کے معاملہ میں؟"

بھلا تمھاری تلوار سے کون ڈر سکتا ہے جبکہ تم اُس شخص کو قتل نہ کر سکے جس نے تمھیں ذلیل و خوار کیا تھا اور میں علیؑ کی عداوت و دشمنی رکھنے پر تمھاری کیا ملامت کروں جبکہ علی نے تمھارے ماموں ولید کو بروز بدر قتل کیا اور تمھارے دادا عتبہ کے قتل میں حمزہؑ کے شریک ہوئے اور تمھارے بھائی حنظلہ کو قتل کر کے تمھیں یکہ و تنہا کر دیا۔"

پھر آپ مغیرہ بن شعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

رہ تم اے مغیرہ تو تم اس قابل نہ تھے کہ اس قسم کی باتوں میں پڑتے تمھاری مثال تو اس مچھر جیسی ہے جس نے کھجور کے درخت سے کہا تھا سنبھلنا میں اُڑنے جا رہا ہوں۔ درخت نے کہا تمھارا مجھے بیٹھنا بھی معلوم ہوا جواب تمھارے اُڑنے کی پرواہ ہو؟ خدا کی قسم ہمیں خبر بھی نہ تھی کہ تم ہم لوگوں سے عداوت رکھتے ہو اور جب خبر ہوئی تو اس کا تی برابر افسوس بھی نہ ہوا نہ تمھاری گفتگو ہم پر کچھ شاق گذری۔ زنا کی حد تم پر ثابت تھی اور عمر نے تمھیں معاف کر دیا جسکے متعلق یقیناً خدا ان سے باز پرس کرے گا۔ تم نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو نکاح سے پہلے اُسے دیکھ سکتا ہے آں حضرتؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں بشرطیکہ بدکاری کی نیت اس کے دل میں نہ ہو۔ آں حضرتؐ نے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ تمھاری زناکاری سے واقف تھے۔ اور تم حکومت کی وجہ سے جو ہم پر فخر کرتے ہو تو ارشاد الٰہی ہے واذا اردنا ان نھلك قریة امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب اُن پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اُس بستی کو تباہ و غارت کر ڈالتے ہیں۔

یہاں تک پہونچ کر امامؑ کی گفتگو تمام ہو گئی آپ نے انکی اصلی تصویریں نگاہوں کے سامنے کر دیں اور اُنکے ذاتی اور خاندانی معائب و رزائل بیان کر کے انھیں انگاروں پر لوٹنے پر مجبور کر دیا جب آپ وہاں سے اُٹھ کر جانے لگے

امیر کو یقین ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ انھیں نے میری ماں پر بدکاری کا الزام لگایا ہے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ان سے قصاص لیا جائے۔

معاویہ نے غیظ و غضب میں چیخ کر کہا۔

ہٹ جاؤ ان کے پاس سے خدا تمھارا ناس کرے۔

پھر ان تمام لوگوں کو ملامت کرتے ہوئے کہا۔

میں پہلے ہی تم کو خبردار کر چکا تھا کہ حسنؑ سے جیتنا ناممکن ہے میں نے تمھیں منع کیا تھا کہ انھیں گالیاں نہ دینا مگر تم نے میری نافرمانی کی خدا کی قسم وہ یہاں سے نہیں اٹھے مگر یہ کہ میری آنکھوں میں دنیا اندھیر کر گئے۔ جاؤ مجھکو میرے پاس سے خداوند عالم نے تمھیں پوری طرح ذلیل و رسوا کر دیا کیونکہ تم نے دور اندیشی سے کام نہ لیا اور ناصح مشفق کی رائے سے منحرف رہے خدا ہی مددگار ہے (شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صـ ۱۰۱)

(۴) ایک دن معاویہ اپنے مخصوص رفیقوں کے ساتھ بیٹھے تھے آپس میں فخر و مباہات ہونے لگی ہر ایک بڑھ چڑھ کر اپنی بڑائی ظاہر کرتا اور جھوٹی سچی باتوں سے اپنی افضلیت ثابت کرنے میں کوشاں تھا معاویہ نے ان لوگوں کا مذاق اڑانا چاہا بولے۔

تم لوگوں نے فخر و مباہات کی حد کر دی اگر حسنؑ بن علیؑ، اور عبداللہ بن عباس ہوتے تو تمھاری لگام کی درازی کم کر دیتے۔

زیاد نے بگڑ کر کہا:۔

کیونکر یہ ممکن ہے؟ وہ دونوں نہ تو مروان بن حکم کی تیز زبانی کا مقابلہ کر سکتے ہیں نہ ہم سب سے فخر و مباہات کرنے میں جیت سکتے ہیں۔

آپ کل انھیں بلائیے اور ہماری گفتگو سن لیجیے۔

معاویہ نے اپنے وزیر عمرو عاص سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے بھی تائید کی اور کہا کل ان دونوں کو آپ ضرور بلائیے۔

دوسرے دن معاویہ نے یزید کو بھیجکر امام حسنؑ اور عبداللہ بن عباس کو بلا بھیجا جب وہ دونوں حضرات آ کر بیٹھ گئے تو معاویہ نے کہا:۔

"میں آپ دونوں کی شان اس سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ سمجھتا ہوں کہ فضول باتوں میں شریک ہونے کی آپ حضرات کو زحمت دوں خصوصاً آپ کو اے ابو محمد کیونکہ آپ فرزند رسولؐ اور سردار جوانان الجنت ہیں"

دونوں نے اس اعتراف پر شکر گذاری ظاہر کی پھر عمرو عاص نے آغاز گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

"اے حسنؑ ہم میں باہم تبادلۂ خیال ہو رہا ہے ہمارا کہنا ہے کہ بنی امیہ کے مرد اولاد عبدالمطلب کے مقابلہ میں میدان جنگ میں زیادہ ثابت قدم لڑائی میں جان باز عہد و پیمان کے زیادہ پکے اور خصائل میں زیادہ پسندیدہ ہیں"

اگر چاہیں تو معاف کر دیں چاہیں تو مار ڈالیں۔"

مروان کے خاموش ہونے پر زیاد نے کہا۔

آپ لوگ صاحبان فضل ہیں فضل و شرف سے نہ انکار کر سکتے ہیں نہ ان کے مالک کی بھلائی کے منکر ہو سکتے ہیں ہم لڑائیو نہیں حملہ کرنے والے ہیں پرانے زمانہ میں بھی تمام لوگوں پر برتری حاصل رہی اور موجودہ زمانہ میں بھی۔

امام حسنؑ بڑے جوش و خروش سے گویا ہوئے۔

"دلیل پیش کرنے کے وقت انسان کا خاموش رہنا اس کی عاجز الکلامی کی دلیل نہیں البتہ انسان کا مہمل و بیہودہ بکنا اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنا ضرور افترا پردازی ہے۔"

پھر آپ نے خصوصیت کے ساتھ عمرو عاص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

عمرو عاص کذب و افترا کے ذریعہ فخر کرنے اور تہمت و بہتان تراشی کی جرأت کرتے ہو میں تمہارے بدترین معائب ہمیشہ سے جانتا ہوں کبھی میں نے انھیں ظاہر کیا اور کبھی خاموش رہا مگر گمراہی و ضلالت میں ڈوبے ہی رہنے پر تمہارا اصرار ہے کیا تم ان لوگوں کا ذکر کرتے ہو جو تاریکیوں کے چراغ ہدایت کے پہاڑ میدان جنگ کے شہسوار اپنے حریفوں اور نیزہ بازی کے ماہروں کی موت، مہمانوں کے لئے بہار، نبوت کا معدن اور علم کا مرکز ہیں۔ کیا تم اس کا دعویٰ کرتے ہو کہ تم لوگ اولاد عبدالمطلب سے بڑھ کر اپنے پیچھے کی چیزوں کی حفاظت کرنے والے ہو حالانکہ اس کا تماشا جنگ بدر میں خوب اچھی طرح دیکھنے میں آیا جبکہ بڑے بڑے پہلوانوں نے پیٹھ موڑ دی تھی بہادر ایک دوسرے سے لپٹ پڑے تھے اور موت کا بازار گرم تھا اور جنگ کی چکی الٹی گھوم رہی تھی اور لڑائی نے اپنے دانت کھول دیے تھے اور جنگ کی چنگاریاں ہر طرف اڑ رہی تھیں ہم نے تمہارے مردوں کو تہ تیغ کیا اور پیغمبر خدا نے تمہاری عورتوں پر احسان کیا انھیں لونڈی بنانے کے بجائے آزاد چھوڑ دیا خدا کی قسم اس دن تم لوگوں نے اپنے پیچھے کی چیزوں کی ذرہ برابر حفاظت نہ کی۔"

پھر آپ مروان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اور تم اے مروان تمھیں قریش کے متعلق بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے سے کیا مطلب؟ تم خود پیغمبرؐ کے آزاد کردہ اور تمہارا باپ وہ تھا جسے پیغمبرؐ نے مدینہ سے نکال باہر کیا تھا جو ذلیل و خوار پہلے ہی تھا اور بھی ذلیل و رسوا ہو گیا تم امیر المومنینؑ کے پاس (جنگ جمل کے موقع پر) گرفتار ہو کر آئے تھے جب تم نے دیکھا کہ شیر کے پنجے خون آلود اور دانت تیز ہیں تو تمہاری حالت ویسی ہی ہو گئی جیسی شاعر نے کہی ہے۔

"وہ ایسا شیر ہے کہ جب دوسرے شیر اس کی گرج سنتے ہیں تو دم ہلانے لگتے ہیں پھر لید کرنے لگتے ہیں۔"

جب امیر المومنینؑ نے عفو و درگزر فرما کر تمہاری جان بخشی کی اور تمہارے گلے کا پھندا ڈھیلا کر دیا بعد اس کے

کے اور ہم نے مقابلہ کرنے پر ان سے نکالا تھا۔ ہم وہ لوگ ہیں جنھیں نہ تو کوئی عار لاحق ہو سکتا ہے نہ کسی قسم کی ذلت پاس آسکتی ہے۔"

پھر آپ زیاد کی طرف مڑے اور فرمایا۔

زیاد تمھیں قریش سے کیا سروکار مجھے تمھارا کوئی صحیح سلسلہ نسب معلوم نہیں نہ قریش سے تمھیں پہلے کی کوئی وابستگی ہے نہ بعد کی تمھاری ماں طوائف تھی جس کے پاس قریش کے مرد اور عرب کے دوسرے بدکار آتے جاتے رہتے۔ جب تم پیدا ہوئے تو عرب والوں کو تمھارے کسی باپ کا پتہ نہ تھا۔ معاویہ نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ تم اُس کے باپ کے بیٹے ہو تمھیں فخر و ناز سے کیا سروکار تمھارے لیے یہ کافی ہے اور ہمارے لیے رسول خداؐ میرے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب سید المومنین جو اپنے الٹے پیروں نہیں پھرے، میرے چچا حمزہ سید الشہداء اور جعفر طیار کافی ہیں اور میں اور میرا بھائی ہم دونوں سردار جوانان جنت ہیں۔"

امام کی اس تقریر سے منہ میں جیسے پتھر بھر گئے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ لب کھولے آپ نے عبد اللہ بن عباس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

فرزند عم! یہ معمولی قسم کے پرندے تھے جن پر باز ٹوٹ پڑا۔

عبد اللہ بن عباس نے بھی ان لوگوں کے جواب میں بولنا چاہا مگر معاویہ ڈرے اور قسم دیدی کہ خاموش رہیے پھر امام حسنؑ اور عبد اللہ بن عباس باہر نکلے معاویہ نے اپنے رفیقوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

عمرو عاص بولے تو خوب مگر ان کی تقریر خاک میں ملگئی مروان بھی بولا لیکن پسپائی پر مجبور ہوا۔

پھر زیاد کی طرف مڑے اس کا بیچ میں پھاندنا انھیں بہت گراں گزرا بولے۔

تمھیں اُن سے بولنے کی کیا ضرورت تھی تمھاری حالت تو ایسی ہی تھی جیسے باز کے چنگل میں کبک۔

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا۔

ہمارے بعد تم کیوں نہیں بولے۔

"اگر بولتا تو جہالت و نادانی میں میں بھی تمھارا شریک ہوتا بھلا میں اس کے مقابلہ میں فخر کرتا جس کے نانا رسول خدا تھے اولین و آخرین کے سردار اور جنکی ماں فاطمہ سیدۂ نساء عالمین تھیں۔

پھر عمرو عاص سے کہا۔

خدا کی قسم اگر یہ باتیں شام والے سن لیں تو اس سے بڑھکر ذلت کی بات اور نہ ہو گی۔

عمرو نے کہا حسن تم پر ترس کھا گئے لیکن اُنھوں نے زیاد اور مروان کو اس طرح پیس ڈالا جس طرح چکی پیس ڈالتی ہے اور یوں روند ڈالا جس طرح جوان اونٹ اپنے کھروں سے روند ڈالے۔

زیاد نے عمرو عاص کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

ہوا تو میں ان کا حمایتی اور اُن کے مقابلہ پر فخر کرنے والے کا مخالف ہوں گا۔

امام حسن اور عبد اللہ بن عباس تنہا ہوئے تو ابن عباس نے بڑھ کر آپکی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا۔

فرزند عم آپ پر قربان ہو جاؤں خدا کی قسم آپ کا سمندر ہمیشہ موجزن رہتا ہے آپ نے ان زنازادوں سے میرے دل کو تسلی دیدی۔

(۵) ایک مرتبہ امام حسن کچھ دنوں کے بعد معاویہ کے پاس آئے اس وقت ان کے پاس عبد اللہ بن زبیر بھی بیٹھے ہوئے تھے معاویہ نے آپ کو آتے دیکھ کر کھڑے ہو کر استقبال کیا آپ کے بیٹھنے کے بعد کہا۔

ابو محمد! میں خیال کرتا ہوں کہ آپ تھکے ہوئے ہیں جائیے قیام پر تشریف لیجائیں اور آرام کریں۔

امام اُٹھ کر رخصت ہوئے آپ کے جانے کے بعد معاویہ نے ابن زبیر سے کہا۔

کیا اچھا ہوتا کہ تم حسن پر اپنا فخر جتاتے تم حواری رسول اور پیغمبر کی پھوپھی کے فرزند ہو اور اسلام میں تمہارے باپ کا درجہ بھی بہت بڑا ہے۔

ابن زبیر معاویہ کے فریب میں آگئے اور امام سے فخر و مباہات اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے آمادگی ظاہر کی وہاں سے واپس ہو کر رات بھر ابن زبیر اس فکر میں غلطان و پیچاں رہے کہ امام کو کیا عیب لگائیں وہ امام حسنؑ کے پرانے دشمن تھے اُن کے کانوں میں عمرو بن اجحیہ کے وہ اشعار ابھی تک گونج رہے تھے جو عمرو نے ابن زبیر کی ہجو و مذمت اور امام حسن کی مدح و ثنا میں کہے تھے اس موقع پر جبکہ جنگ جمل میں ابن زبیر تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے مگر زبان لڑکھڑانے لگی ٹھیک سے بول نہ سکے تھے اور اُن کے بعد امام حسنؑ نے کھڑے ہو کر نصیح و بلیغ تقریر کی تھی جسکی وجہ سے ابن زبیر ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے اور سب کو اُن کی عاجز الکلامی اور کمزوری معلوم ہو گئی تھی۔

مزید براں اُن کے باپ زبیر جنگ جمل میں مقتول ہونے نے عبد اللہ بن زبیر کے دل میں اہلبیتؑ کی سخت ترین عداوت پیدا کر دی تھی اسی وجہ سے وہ معاویہ کے اکسانے پر امام حسنؑ سے مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئے۔

جب دوسرے دن امام حسن تشریف لائے تو معاویہ نے عزت و احترام سے استقبال کیا اور آپ کو بیٹھنے کی جگہ دی ابن زبیر نے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔

- اگر آپ لڑائی میں سست اور جنگ میں کمزور نہ ہوتے تو آپ معاویہ سے صلح نہ کرتے نہ آپکو لمبی مسافتیں طے کر کے اور جنگلوں سے گذر کر معاویہ کے پاس اُن کے حُسن سلوک کے طالب ہو کر آنے کی احتیاج ہوتی کیا آپ کے لئے یہی مناسب تھا کہ آپ ایسا نہ کرتے درانحالیکہ آپ علی ایسے بہادر اور شیر دل کے فرزند ہیں میری سمجھ میں نہیں

فراہم ہو جاتا جو آپ کے لیئے ہو تو آپ کو معلوم ہوتا کہ میں زبیر کا فرزند ہوں میں بہادروں کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹتا اور ایسا کیوں نہ ہو کہ میری دادی صفیہ بنت عبد المطلب تھیں اور میرے باپ زبیر تھے جو پیغمبر کے حواری اور سب سے بڑھ کر بہادر اور زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ شریف و معزز اور پیغمبر خدا کے سب سے بڑے اطاعت گزار تھے۔"

امامؑ نے فرمایا:-

خدا کی قسم اگر بنی امیہ عاجز الکلامی کا عیب مجھ سے منسوب نہ کرتے تو میں تمھاری باتوں کا جواب کبھی نہ دیتا لیکن اس موقع پر وضاحت ضروری ہے تاکہ بنی امیہ سمجھ لیں کہ نہ تو میری زبان کند ہے اور نہ بولنے میں عاجز ہوں تم مجھ میں عیب نکالتے ہو؟ اور میرے مقابلہ میں فخر کرتے ہو۔ تمھارے دادا کیلیئے زمانہ جاہلیت میں نہ کوئی شریف گھرانا تھا نہ کسی قسم کی عزت و بزرگی۔ ہماری دادی صفیہ بنت عبد المطلب سے اُن کی شادی ہوئی اور ان کے طفیل میں اُنھیں عزت ملی اور وہ اہل عرب میں سربلند ہوئے تم کیونکر ایسے شخص کے مقابلہ میں فخر و مباہات کر سکتے ہو جسے عرب والوں میں وہی عزت حاصل ہے جو گردن بند کے تسبیح کے جوہر کا گردن بند میں ہوتا ہے اور اشراف میں وہ منزلت حاصل ہے جو منزلت اُن کے سرداروں کی ہوتی ہے۔ ہم از راہ حسب و نسب روئے زمین کے تمام باشندوں سے شریف تر ہیں ہمارے ہی لیئے چمکتا ہوا شرف ہے اور ہمارا ہی کرم غالب ہے پھر تم یہ کہتے ہو کہ میں نے حکومت حوالے کردی تم نے جو خیال ظاہر کیا ہے وہ بھلا کیونکر ممکن ہے۔ میں بہادر ترین عرب کا فرزند ہوں مجھے فاطمۃ الزہرا سیدہ نساء عالمین نے جنم دیا ہے میں نے حکومت کمزوری یا بزدلی کے بنا پر حوالے نہیں کی اصل بات یہ ہے کہ میری بیعت تمھارے ایسے لوگوں نے کی جو ظاہری طور پر تو محبت و مودت کے مدعی تھے لیکن باطناً مجھ سے انتقام کے خواہاں میں نے ایسے لوگوں کی مدد پر بھروسہ نہیں کیا کیونکہ تم لوگ غداری و بیوفائی والے ہو اور میری بات کیونکر جھوٹی ہو سکتی ہے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تمھارے باپ نے امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کی بیعت کی پھر بیعت توڑ کر الٹے پیروں پھر گئے اور ساتھ ہی رسولؐ کی ایک بیوی کو بھی بہکا کر اپنے ساتھ کر لیا تاکہ اُن کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کریں لیکن جب میدان جنگ میں آنا پڑا اور اُنھوں نے نیزوں کی چمک دیکھی تو بے یار و مددگار مقتول ہوئے۔ خود تم گرفتار کر کے لائے گئے اس حال سے کہ بہادروں نے اپنی ٹھوکروں سے اور گھوڑوں نے اپنی ٹاپوں سے روند ڈالا تھا اور اشتر تم پر چڑھ بیٹھے تھے کہ چاروں شانے چت پڑے تھے تمھاری حالت بالکل اس کتے جیسی تھی جسے شیروں نے بھنبھوڑ ڈالا ہو۔ وائے ہو تم پر ہم روئے زمین کے نور ہیں ہم ہی اس کے صاحب حکومت و اقتدار ہیں۔ ہماری وجہ سے مان فخر و ناز کرتے ہیں اور مشکلات و مصائب میں ہماری طرف رجوع کی جاتی ہے۔ تم غور تو کرو کہ دھوکا اور فریب دینے والے اولاد انبیاء کے مقابلہ میں

ان جملے دین میں کوئی کوئی خاطر یا بادل ناخواستہ داخل ہوئے پھر ان لوگوں نے امیرالمومنین ع کی
بیعت کی جب طلحہ اور تمہارے باپ زبیر نے امیرالمومنین ع کی بیعت توڑ ڈالی تو آپ انکے مقابلہ کو نکلے ان دونوں نے
پیغمبرؐ کی زوجہ کو مبتلائے فریب کیا تمہارے باپ زبیر اور طلحہ مارے گئے اور تم گرفتار کر کے لائے گئے اس وقت
تم دم ہلانے لگے اور قرابت داری کا واسطہ دیکر التجا کرنے لگے کہ مجھے قتل نہ کیا جائے امیرالمومنین ع نے
تمہاری جاں بخشی کی تو تم میرے باپ کے آزاد کردہ ہو میں تمہارا بھی آقا ہوں اور تمہارے باپ کا بھی۔
لو اپنے کرتوت کا مزہ چکھو۔

ابن زبیر بہت شرمندہ و خجل ہوئے بہت ہی معذرت کی اور اعتراف کرتے ہوئے کہ یہ جو کچھ ہوا
معاویہ کی تحریک اور اشارہ سے ہوا کہا۔

ابو محمد! میں معافی مانگتا ہوں اس قسم کی گفتگو پر مجھے انھوں نے (یعنی معاویہ) نے آمادہ کیا اگر میں نے
نادانی کی تو آپ کو درگذر سے کام لینا چاہیئے تھا آپ اہل بیت کی خصلت ہی حلم و عفو ہے۔

امام حسن ع برہمی کے عالم میں معاویہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

دیکھو کیا میں کسی سے بات کرنے میں ڈرتا ہوں وائے ہو تم پر تمھیں معلوم نہیں کہ میں کس درخت سے ہوں
اور کدھر منسوب ہوتا ہوں اپنی حرکتوں سے باز رہو قبل اس کے کہ میں تمھیں اس طرح داغوں جس کا چرچا ہر زبان
اور ہر سمت میں پھیل جائے۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا۔

"معاویہ ہیں اسی قابل"

معاویہ نے ابن زبیر کی طرف مڑ کر کہا۔

میرے کلیجہ میں تو تمہاری طرف سے ٹھنڈک پڑگئی تمہاری حالت اس کبک کی طرح تھی جو کسی باز کے
چنگل میں ہو وہ جس طرح چاہے اس سے کھیلے اب آج کے بعد میرا خیال ہے پھر کبھی پر اپنا فخر نہیں جتاؤ گے۔

(المحاسن والمساوی بیہقی جلد ا صہ ۵ ۔ (۱) المحاسن والاضداد للجاحظ صہ ۹۲ ۔ ۹۴)

(۶) ایک مرتبہ امام حسن معاویہ کے یہاں تشریف لائے دربان نے جب آتے دیکھا تو جا کر معاویہ کو خبر کی
معاویہ نے اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا۔ "یہ اگر آگئے تو ہم لوگوں کی پرلطف صحبت درہم و برہم ہو جائے گی"
مروان نے کہا انھیں آنے دیجئے میں ان سے ایسے سوالات کروں گا جن کا وہ کوئی جواب نہ دے سکیں گے
معاویہ نے کہا ایسا نہ کرو وہ لوگ ایسی قوم ہیں جنھیں برجستہ جواب الہام ہوتا ہے۔

امام جب قریب پہونچے تو معاویہ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور بیٹھنے کی جگہ دی جب آپ تشریف فرما ہو چکے
تو مروان نے کہا۔

کی دین ہے

امام ؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم بنی ہاشم معطر دہن ہوتے ہیں ہماری عورتیں ہماری طرف پوری طرح متوجہ ہوتی ہیں اُن کی سانس ہمارے منہ پر پڑتی ہے اور اس کے اثر سے مونچھوں کے بال سپید ہو جاتے ہیں اور تم بنی امیہ گندہ دہن ہوتے ہو، عورتیں تم سے اپنا منہ پھیر لیتی ہیں" ان کی سانس تمھاری کنپٹیوں پر جاکر پڑتی ہے جس سے تمھارے رخساروں کے بال سپید ہو جاتے ہیں؟

مروان اس جواب سے کھسیانے لگا بولا۔

لیکن ایک بات بنی ہاشم والوں میں بڑی خراب ہے۔

آپ نے پوچھا وہ کیا۔

مروان نے کہا جنسی خواہش۔

ٹھیک کہتے ہو بات یہ ہے کہ جنسی خواہش ہماری عورتوں سے نکال کر ہمارے مردوں میں ودیعت کر دی گئی اور تمھارے یہاں یہ کیفیت ہے کہ مردوں سے نکال کر تمھاری عورتوں میں بھر دی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ اموی عورت کے لئے ہاشمی مرد ہی درکار ہوتا ہے۔

معاویہ چیخ پڑے حاشیہ نشینوں سے بگڑ کر بولے میں نے تمھیں پہلے ہی منع کیا تھا مگر تم نہیں مانے نتیجہ یہ ہوا کہ تم نے ایسی کھری سنی جس نے تمھاری آنکھوں میں دنیا اندھیر کر دی۔ (وفیات الاعیان جلد ۴ ص ۱۲۱)

(۷) عمرو عاص امام حسن ؑ اور حضرت امیر المومنین ؑ کے سخت و شدید مخالف اور دشمن تھے انھیں جب بھی موقع ملتا اپنی عداوت کے اظہار سے باز نہ رہتے خصوصاً جب امام حسن کو دیکھتے تو انکی آتش عداوت اور بھڑک اٹھتی ایک مرتبہ انھوں نے امام حسن ؑ کو طواف میں مشغول دیکھا دوڑے ہوئے آپ کے پاس آئے اور بولے:۔

حسن ؑ۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ دین آپ اور آپ کے باپ ہی ذریعہ استوار رہ سکتا ہے؟۔ آپ نے دیکھ ہی لیا کہ خداوند عالم نے معاویہ کے ذریعہ اسے استوار کیا کج ہو جانے کے بعد سیدھا اور مخفی ہو جانے کے بعد واضح اور روشن کیا۔ خداوند عالم کیا عثمان کے قتل کو پسند کر سکتا ہے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ آپ خانۂ کعبہ کے گرد اس طرح گھومیں جس طرح اونٹ چکی کے گرد گھومتا ہے در آں حالیکہ آپ عثمان کے قاتل ہیں۔ خدا کی قسم اگر معاویہ آپکے پدر بزرگوار کی طرح آپ سے بھی پیش آئیں تو اس سے بڑھ کر پراگندگی کو دور کرنے والی اور مشقتوں کو سہل بنانے والی کوئی اور بات نہ ہوگی۔

امام نے جواب میں فرمایا:۔

جہنمی لوگوں کی چند علامتیں ہیں جن سے وہ صاف صاف پہچان لئے جاتے ہیں منجملہ ان علامتوں کے ایک علامت محبوبان الٰہی کی عداوت اور دشمنان خدا کی دوستی وطرفداری بھی ہے۔ خدا کی قسم تم اچھی

تمہارے مرتے دم تک باقی رہے گا۔ خبردار میرے منہ نہ لگنا میں کوئی کمزور عقل و عمل کا آدمی نہیں اور ڈھیلی ڈھالی سست طبیعت کا آدمی نہ کھانے والے تیکھے لقمہ تر ہوں۔ قریش میں میری وہی منزلت ہے جو گردن بند کے جوہر کو گردن بند سے ہوتی ہے۔ میں اپنے باپ ہی کا بیٹا کہا جاتا ہوں۔ تمہارے متعلق قریش کے کئی مردوں نے باہم نزاع کی جیت اُس کی ہوئی جو نسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ ذلیل اور بہت بڑا ملعون تھا مجھ سے الگ رہو تم گندے اور کثافتوں کا مجموعہ اور ہم اہل بیت طہارت میں جن سے خدا نے ہر کثافت کو دور کیا اور یوں پاک و پاکیزہ کیا جیسا کہ حق ہے پاک و پاکیزہ کرنے کا (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۱، المحاسن و المساوی بیہقی)

(۴) ایک مرتبہ امام حسنؑ معاویہ کے پاس تشریف لائے معاویہ نے تعظیم کی اور عزت و احترام سے بٹھایا۔ مروان کو یہ خصوصی اور امتیازی برتاؤ بہت شاق گذرا کہنے لگا۔

اے حسن! اگر امیر المومنین (معاویہ) کی بردباری نہ ہوتی اور وہ جو اُن کے آبا و کرام بزرگی اور شرف کے نقوش چھوڑ گئے ہیں اگر نہ ہوتے تو آپ کو اس جگہ نہ بٹھاتے بلکہ قتل کر ڈالتے اور آپ قتل کے سزاوار بھی ہیں کیونکہ آپ مسلمانوں کو صف بستہ کرکے اُن سے جنگ کے لیے آئے تھے جب آپ کو ہمارا اندازہ ہوا اور سمجھ گئے کہ شام کے بہادروں اور بنی امیہ کے سرداروں کے مقابلہ کی آپ میں طاقت نہیں تو آپ نے اطاعت قبول کر لی اور امان کے طالب ہوئے خدا کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کا خون بہا دیا جاتا اور آپ کو پتہ چلتا کہ جنگ کے موقع پر ہم تلواروں کو ان کا پورا پورا حق ادا کرتے ہیں خدا کا شکر کیجیے کہ اُس نے معاویہ سے آپکا سابقہ ڈالا اور انھوں نے اپنے حلم سے کام لے آپ کو معاف کر دیا اور پھر جو نیک سلوک اور بہترین برتاؤ کیا وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

امامؑ نے جواب میں فرمایا:

"وائے ہو تم پر مروان! جنگ کے موقع پر تم نے ذلت و رسوائی کے ہار گلے میں پہن لئے تھے۔ ہم — رونے والیاں تمھیں روئیں — وہ ہیں جن کے لیے بالغ حجتیں ہیں، تم پر ہمارے عظیم تر احسانات ہیں اگر تم شکر گذار ہو۔ ہم تمھیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور تم ہمیں جہنم کی طرف دعوت دیتے۔ دونوں منزلوں میں زمین آسمان کا فرق ہے تم بنی امیہ پر فخر کرتے ہو۔ کہتے ہو کہ وہ لڑائیوں میں ثابت قدم اور مڈبھیڑ کے وقت شیر ہیں۔ تمھاری ماں تم پر روئے وہ مبارک سردار غیرت مند بہادر معزز قائدین فرزندان عبدالمطلب ہیں خدا کی قسم تم بھی ان فرزندان عبدالمطلب کو دیکھ چکے ہو اور اس گھر میں جتنے لوگ اکٹھا ہیں وہ بھی دیکھ چکے ہیں انھیں خوف و ہراس نے کبھی سہمایا نہیں وہ بہادروں کے مقابلہ سے کبھی پیچھے نہ ہٹے اُن کی کیفیت غضبناک و طاقتور اور پھاڑ کھانے والے شیروں جیسی تھی اس وقت تم پیٹھ پھرا کر بھاگ نکلے اور گرفتار کرکے لائے گئے اپنی قوم کو تم نے ذلیل و رسوا کر دیا کیونکہ تم لڑائیوں میں انتہائی ضعیف و بزدل ہو تم میرا

یوں حلال کر ڈالا جس طرح اونٹ حلال کیا جاتا ہے۔ اس وقت بھیڑ کی طرح تم ممیا رہے تھے اور لونڈیوں کی طرح ہائے واویلا کر رہے تھے کیوں نہیں ہاتھ سے ان کے قاتلوں کو دفع کیا یا اُن کی طرف سے قاتلوں پر تیر چلایا۔ اس وقت تمہارے بدن میں تھر تھری پڑی ہوئی تھی اور تمھاری آنکھوں سے سو جھائی نہیں دے رہا تھا تم نے مجھ سے فریاد کی مجھ سے مدد کے طالب ہوئے جس طرح غلام اپنے آقا سے مدد کا طالب ہوتا ہے۔ میں نے تمھیں قتل سے بچایا تمھاری حفاظت کی۔ پھر تم معاویہ کو میرے قتل پر برابر اُبھارتے ہو اگر معاویہ ایسا ارادہ کریں تو وہ بھی اسی طرح حلال کر دیے جائیں گے جس طرح عثمان حلال کیے گئے تم تو معاویہ سے بھی زیادہ کوتاہ دست، تنگ ہاتھ اور بزدل اور بودے ہو تم تو اور بھی ایسی جرأت نہیں کر سکتے تم کہتے ہو کہ مجھے معاویہ کے حلم سے سابقہ پڑا۔ خدا کی قسم معاویہ اپنی حیثیت کو زیادہ پہچانتے ہیں اور ہم نے حکومت سے بے تعلق ہو کر اُن پر جو احسان کیا ہے وہ اسکی قدر خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں ورنہ کب وہ اسکی امید کر سکتے تھے، تمہاری وجہ سے جس کاہش جانی میں وہ مبتلا ہیں اس سے آنکھ بند نہیں کر سکتے۔ خدا کی قسم شام والوں کے پیچھے میں ایسا لشکر لا کر کھڑا کر دوں گا جس سے اسکی فضا تنگی کرنے لگے گی اور شام کے سارے سوار خاک میں مل جائیں گے پھر اسوقت تو بھاگنا تمہارے کام آئیگا نہ چالبازیاں کچھ نفع دینگی نہ باتیں بنانے کی وجہ سے تمھاری جان بچ سکے گی ہم وہ لوگ ہیں جن کے قدیمی بزرگ آباؤ اجداد کو اور ان کی نیکوکار رسیدہ سردار اولاد کو دنیا جانتی ہے۔ اگر سچے ہو تو اس کا جواب دو۔

عمرو عاص نے مروان کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا:۔

یہ تو مہمل و بیہودہ بکتا ہے اور آپ سچ بولتے ہیں:۔ مروان اپنے کرتوت کا مزہ چکھو۔

معاویہ نے مروان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

میں نے پہلے ہی تمھیں اس شخص (امام حسنؑ) کے متعلق منع کر دیا تھا لیکن تم ہمیشہ فضول و مہمل باتوں کے درپے رہتے اور اپنے آپے میں رہو تمہارا باپ اُن کے باپ جیسا نہیں اور نہ تم ان جیسے ہو تم نکال باہر کیے بھگائے ہوئے ہو اور یہ پیغمبر خدا نبی کریم کے فرزند ہیں لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ بعض لوگ اپنی جان خود دیتے اور اپنی قبر خود کھودتے ہیں۔

مروان نے معاویہ کو کچھ سخت جواب دیا اور عمرو عاص سے کہا:۔

"ان (حسنؑ) کے باپ نے تمھیں نیزہ پر دھر لیا تھا تم اپنی شرمگاہ کھول کر اپنی جان بچائی تھی اسی وجہ سے تم اُن سے ڈرتے ہو!"

پھر وہ ذلیل و خوار ہو کر کھڑا ہو۔ معاویہ نے کہا،

تم سمندروں کا مقابلہ نہ کرو کہ وہ تمھیں ڈھک لیں اور پہاڑوں سے ٹکر نہ لو کہ وہ تمھیں نیچا دکھا دیں۔

بیہقی نے اپنی کتاب المحاسن والمساوی میں اور جاحظ نے اپنی المحاسن والاضداد میں درج کیا ہے۔ ان میں سے اکثر مناظرے معاویہ کے شہر اور پایہ تخت میں پیش آئے۔ خود اُن کے مرکز میں امام حسنؑ نے معاویہ اور اُنکے پیروؤں کو ذلیل و خوار کیا انکے اصلی خد و خال واضح کر دیئے اور دنیائے اسلام پر اُن کی شرمناک رسوائیاں، ہولناک جرائم، نسبی پستی اور نفسیاتی کیفیت آئینہ کر دی حقیقت میں یہ معاویہ کی حکومت پر کاری وار اور اُنکی دولت و سلطنت کو شکست و ریخت کرنے کے لیئے بھرپور حملہ تھا۔

بعض اہل علم نے ان مناظروں کے متعلق شک کیا ہے اُن کا خیال ہے کہ یہ راویوں کے من گھڑت ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ان مناظروں میں امام نے اپنے دشمنوں کے لیئے ایسے تلخ الفاظ استعمال کیئے جن کا آپکی زبان سے نکلنا ناممکن تھا روایتیں بتاتی ہیں کہ کبھی کوئی فحش کلمہ امام حسنؑ کو بولتے نہیں سنا گیا صرف ایک مرتبہ آپنے مروان سے کہا تھا۔ ہمارے پاس تمہارے لیئے بس وہی ہے جس سے تمہاری ناک رگڑ جائے۔ جب امامؑ کے خلق و مروت کی یہ کیفیت تھی اور آپ اپنی زبان گندی باتوں سے یوں پاک رکھتے تھے تو کیونکر ممکن ہو کہ امامؑ نے ایسے تند و تیز اور سخت و شدید کلمات زبان مبارک پر جاری کیئے ہوں ہمارا خیال ہو کہ امامؑ کے لیئے ایسی سخت و شدید گفتگو اور تلخ و تند کلمات بولنے میں کوئی امر مانع نہ تھا کیونکہ آپکے دشمنوں نے خود جرأت و جسارت کی تھی اور آپکے منہ پر رکیک و ذلیل الفاظ استعمال کیئے تھے لہذا امام کے لیئے بھی لازم تھا کہ منہ توڑ جواب دیکر اُنکی باطل پرستی اور سرکشی و زیادتی کا دفعیہ کریں اور اُنکے دل کے چور ظاہر کر دیں۔

جو بات بھی رہی ہو یہ واضح ہے کہ سامنا ہونے پر معاویہ امام حسنؑ کی عزت اور اُن کا لحاظ کرتے کسی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض خوف و ہراس کی بنا پر محدثین بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عثمان بن عفان اور اسامہ بن زید میں کسی زمین کے متعلق معاویہ کے حضور جھگڑا ہوا۔ معاویہ نے اسامہ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

تم مجھے جانتے نہیں۔

اسامہ نے بیباکانہ جواب دیا اور بنی ہاشم کی انھیں دھمکی دی اسکے بعد اُٹھ کر امام حسنؑ کے پاس آکر بیٹھ گئے بنی ہاشم بھی اُٹھے اور وہ امام حسنؑ کے پہلو میں آکر اکٹھا ہو گئے دوسری طرف بنی امیہ کے افراد عمرو بن عثمان کی طرف سمٹ آئے معاویہ منظر دیکھ کر بدحواس ہو گئے بات رفع دفع کرنے کے لیئے جلدی سے کہا۔

جلد بازی نہ کرو میں خود اس وقت موجود تھا جب پیغمبرؐ نے یہ زمین اسامہ کو دی تھی۔"

امام حسنؑ کے جانے کے بعد بنی امیہ معاویہ پر جھک پڑے ہر ایک ملامت کر رہا تھا کہ تم نے بنی ہاشم

آپ ہمارے درمیان صلح کیوں نہ کرادی؟

معاویہ نے خوف و دہشت کا اظہار کرتے ہوئے کہا

مجھے معاف ہی رکھو خدا کی قسم جب بھی مجھے صفین کی یاد آتی ہے اور خود کے نیچے ان بنی ہاشم کی چمکتی ہوئی آنکھیں یاد آتی ہیں میری عقل جاتی رہتی ہے۔ (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۳۰۹)

امام حسنؑ سے معاویہ کے ڈرنے اور دہشت زدہ رہنے کا تنہا سبب صفین کی لڑائی ہی نہ تھی بلکہ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی تھی جو صفین کی لڑائی سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی وہ یہ کہ امام حسنؑ کی عزت و تعظیم اور غیروں کے مقابلہ میں مقدم و مرجح ہونے پر سارے مسلمانوں کا اتفاق و اجماع تھا امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد دنیائے اسلام میں آپ ہی کی شخصیت بزرگترین شخصیت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ معاویہ نے اپنے دربار میں لوگوں سے سوال کیا۔

مجھے بتاؤ کہ باپ، ماں، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، نانا، نانی کے لحاظ سے کون شخص بہترین اور منتخب روزگار ہے۔

معاویہ نے یہ سوال محض یہ اندازہ کرنے کے لیے کیا تھا کہ لوگوں کی نظروں میں امام حسنؑ کا احترام و اجلال کس درجہ پر ہے۔ مالک بن عجلان بیساختہ اٹھ کھڑے ہوئے اور امام حسن کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

بہترین خلق و منتخب ترین مردم یہ امام حسنؑ ہیں جن کے باپ علی بن ابی طالب ہیں جن کی ماں فاطمہ دختر پیغمبر ہیں جن کے چچا جعفر طیار ہیں جن کی پھوپھی ام ہانی دختر ابو طالب ہیں جن کے ماموں قاسم فرزند رسول تھے جن کی خالہ زینب تھیں جن کے نانا رسول اللہ اور جنکی نانی خدیجہ تھیں۔

معاویہ خاموش ہو گئے جب امام حسنؑ معاویہ کی بزم سے اٹھ کر چلے گئے تو عمرو عاص نے مالک سے کہا۔

"کیا بنی ہاشم کی محبت ہی نے تمھیں یہ غلط باتیں زبان سے نکالنے پر آمادہ کیا؟

مالک نے جواب میں کہا۔

میں نے جو کچھ کہا حق ہی کہا۔ جو شخص بھی خدا کی نافرمانی کر کے مخلوق کی رضامندی کا خواہاں ہو گا اس کی آرزو دنیا میں بھی پوری نہ ہوگی اور آخرت میں تو اسکی بدنصیبی پر مہر ہی لگ جائے گی۔ بنی ہاشم نسل کے لحاظ سے بہترین، اور کردار کے لحاظ سے سب سے بلند ہیں۔

پھر معاویہ کی طرف مڑ کر پوچھا، کیا بنی ہاشم ایسے نہیں؟

معاویہ نے کہا ہاں، وہ ایسے ہی ہیں۔

امتیازی فضل و شرف اور آپ کے لامتناہی کمالات سے آگاہ تھے انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ تمام مسلمانوں کی گردنیں امام حسنؑ کے آگے جھکتی ہیں سب ہی ان کا احترام و اکرام کرتے ہیں انھیں وجوہ و اسباب سے وہ تواضع و خاکساری سے پیش آتے اور آپ سے خوفزدہ رہتے۔

آٹھواں باب (۸)

معاویہ کی پیماں شکنی اور شرائط صلح کی خلاف ورزی

قول و قرار کی پابندی اور وفاء عہد دنیا کی تقریباً سبھی قوموں کا دستور رہا ہے۔ باوجود رنگ و نسل کے اختلاف کے باوجود اخلاق و عادات، رسم و رواج کی مغائرت کے باوجود مذہبی تفریق کے دنیا میں جتنی بھی قومیں گذریں یا آج بھی موجود ہیں سبھی نے کیئے ہوئے وعدوں کی تعمیل اور قول و قرار کی پابندی اپنے اوپر واجب و لازم سمجھی، کیونکہ بغیر اسکے نہ سماجی زندگی استوار رہ سکتی ہے نہ عوام الناس کو امن و چین میسر آسکتا ہے نہ انتظام مملکت درست رہ سکتا ہے۔ اسلام نے جو تہذیب اخلاق کا علمبردار ہے اور جس کے اصول و قوانین قیامت تک نسل انسانی کی فلاح و بہبود کے ذمہ دار ہیں سب سے زیادہ زور جس چیز پر دیا ہے وہ وفاء عہد ہی ہے ارشاد الٰہی ہے واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا عہد و پیمان پورا کرو عہد و پیمان کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینھم میثاق اور اگر دینی کام میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر اُنکی مدد کرنی لازم و واجب ہے مگر ان لوگوں کے مقابلہ میں نہیں جن میں اور تم باہم صلح کا عہد و پیمان ہے۔

خداوند عالم نے اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اگر دوسرے مسلمان تم سے مشرکین کے مقابلہ میں مدد کے خواہاں ہوں تو تم پر واجب و لازم ہے کہ تم ان مسلمانوں کی مدد کرو اور اُن کے ساتھ ہو کر مشرکین سے جنگ کرو سوا اس صورت کے کہ وہ مسلمان ایسے مشرکین سے جنگ کرنے میں تم سے مدد کے طلبگار ہوں جن سے تم پہلے صلح کا عہد و پیمان کر چکے ہو ایسی صورت میں مسلمانوں کی مدد واجب نہ ہوگی بلکہ قول و قرار کی پابندی عہد و پیمان کا پاس و لحاظ واجب ہوگا کیونکہ بد عہدی و پیماں شکنی کسی حال میں جائز نہیں۔

عہد و پیمان کی پابندی کریں الموفون بعہدہم اذا عاہدوا کو مومن کی صفت قرار دیتے ہوئے
عہدہ فرماتے پورا کرتا ہے۔

یہ ایفاء عہد مذہب اسلام میں اتنی لازمی اور ضروری چیز تھی اور پیغمبر خدا اسکے اتنی سختی سے پابند تھے کہ جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو بھی اسکا اعتراف تھا ابو سفیان جیسے شدید ترین دشمن پیغمبر سے بھی ہرقل سے گفتگو کے وقت پیغمبر کی اس خوبی کا انکار ممکن نہ ہو سکا واقدی ناقل ہیں کہ۔

" ابو سفیان تجارتی مشن پر ہرقل بادشاہ روم کے پاس پہونچا ہرقل نے کہا ابو سفیان میری بڑی خواہش تھی کہ میں تمھارے شہر کے کسی ایسے آدمی سے ملتا جو اس شخص کے حالات بیان کرتا جس نے تمھارے یہاں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

ابو سفیان - مجھ سے بڑھ کر کون بتا سکتا ہے جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھیے۔

ہرقل - یہ بتاؤ وہ شخص واقعی نبی ہے یا کذاب ہے۔

ابو سفیان - کذاب ہے۔

ہرقل - وہ تمھیں حکم کن کن باتوں کا دیتا ہے اور روکتا کن کن باتوں سے ہے۔

ابو سفیان - وہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم دن کے دونوں کنارے یعنی صبح و شام جھک جایا کریں اور ہم اپنے مال و زر سے ہر سال کچھ خراج اسے دیا کریں نیز وہ ہمیں مردار اور خون کھانے سے روکتا ہے۔

ہرقل - یہ بتاؤ جب وہ عہد و پیمان کرتا ہے تو پورا کرتا ہے یا بد عہدی کرتا ہے۔

ابو سفیان - اس نے کبھی بھی بد عہدی نہیں کی۔ (مغازی رسول واقدی ص ۲۲)

معاویہ بن ابو سفیان نے جہاں دیگر اسلامی اخلاق و آداب کی مٹی پلید کی اور خدا اور رسول کے ارشادات کی دھجیاں اڑائیں وہاں بد عہدی و پیمان شکنی میں بھی وہ اپنی مثال قائم کر گئے ایسے شرمناک نمونے غداری و بد عہدی کے انھوں نے پیش کیے ہیں جنکو دیکھ کر ہر مسلمان کی گردن شرم سے جھک جاتی ہے، اُن کی فطرت ہی میں بد عہدی و پیمان شکنی داخل تھی انھوں نے وہ تمام شرائط خاک میں ملا دیئے جو انھوں نے امام حسنؑ سے کیے تھے کوئی ایک عہد ایک شرط بھی پوری نہ کی اور جسارت و جرات کی کیفیت یہ کہ صلح ہونے کے فوراً ہی بعد جو پہلی تقریر انھوں نے کی اس تقریر کا پہلا فقرہ یہی تھا کہ وان کل شرط اعطیتہ فتحت قدمی ھا تین میں نے حسنؑ سے جتنی بھی شرطیں کی تھیں وہ سب میری ٹھوکروں میں ہیں۔

ہم یہاں قدرے تفصیل سے ان شرائط کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا معاویہ نے خود امام حسنؑ سے عہد و پیمان کیا تھا اور جن میں سے کوئی شرط بھی انھوں نے پوری نہ کی۔

(۱) امیر المومنین پر سبّ و شتم

انسان کے مر جانے کے بعد ضروری ہے کہ اسکی دشمنی و عداوت بھی مر جائے، اسکے خلاف غم و غصہ کے

اُنھیں تو کسی دین و مذہب کی پروا تھی نہ اُسکے اوامر و نواہی کی، نہ عام انسانی اخلاق و کردار ہی سے اُنھیں کوئی سروکار تھا۔ جب تک امیر المومنینؑ زندہ رہے وہ شام میں آپکو گالیاں دے دیکر کلیجہ ٹھنڈا کیا کئے، امیر المومنینؑ کے انتقال کے بعد تو اور تیزی آگئی اور ہر مجمع اور ہر محل پر علانیہ نہ خود سب و شتم کیا بلکہ دوسروں کو بھی مجبور کیا کہ وہ آپ کو گالیاں دیں، انھیں اسکی بھی پروا نہ ہوئی کہ امام حسنؑ نے صلح کے جو شرائط رکھے تھے اُن میں پہلی اور اہم ترین شرط یہ تھی کہ امیر المومنینؑ پر سب و شتم قطعی طور پر بند کر دیا جائے گا۔

معاویہ نے امیر المومنینؑ پر سب و شتم کرکے شریعت اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اسلئے کہ پیغمبر اسلام کے بعد اگر کوئی بزرگ ترین ہستی اسلام کی تھی تو وہ امیر المومنینؑ ہی کی ذات تھی اور اشاعت اسلام میں آپکا حصہ پیغمبرؐ کے برابر تھا آپ ہی کی سعی و کوشش اور آپ ہی کے دست و بازو کی طاقت سے اسلام کا علم بلند ہوا اسلام کے قواعد و ارکان استوار ہوئے، کیا خوب کہا ہے کسی نے۔

اعلی المنابر تعلنون بسبّہ ؟ وبسیفہ نصبت لکم اعوادھا

تم منبروں پر علانیہ علیؑ پر سب و شتم کرتے ہو حالانکہ اُنھیں کی تلوار کی بدولت یہ منبر قائم ہوئے

ارشاد الٰہی ہے :- والّذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا اثماً مبیناً ؟

جو لوگ مومنین یا مومنات کو ناحق ستاتے ہیں وہ کھلا ہوا گناہ کرتے ہیں۔

جملہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی ایماندار مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے امیر معاویہ نے دونوں گناہ ایک ساتھ کیے انھوں نے سب و شتم بھی کیا اور سید المسلمین سے جنگ بھی کی اور امت مرحومہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والے کو اذیت پہونچائی اور اسطرح رسول خدا کی اذیت رسانی کا باعث ہوئے پیغمبر کی مشہور حدیث ہے من سبّ علیاً فقد سبّنی ومن سبّنی فقد سبّ اللہ جس نے علیؑ کو گالیاں دیں اُس نے مجھے گالیاں دیں اور جس نے مجھے گالیاں اُس نے خدا کو گالیاں دیں (مستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۱)

نیز آں حضرت کا ارشاد ہے یا علی لا یحبک الّا مومن ولا یبغضک الّا منافق اے علی تمھیں مومن ہی دوست رکھے گا اور منافق ہی دشمن (تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۱۰، استیعاب ابن عبد البر وغیرہ)

امیر المومنین نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے سلسلہ گفتگو فرمایا، اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ اور روح کو خلق فرمایا۔ مجھ سے پیغمبر خدا نے بہ صراحت فرمایا ہے کہ مجھے مومن ہی دوست رکھے گا اور منافق ہی دشمن (صحیح مسلم) حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کے بارے میں فرمایا تھا اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ خداوندا دوست رکھ اُسے

[illegible] نبی کی معرفت [illegible] ان کی تمام [illegible] کتب صحاح و سنن کے علاوہ [illegible]
حقیقت کو آشکار کرتی ہیں کہ علی ابن ابی طالب ان حضرت کے نفس، آپ کے بھائی وصی اور خلیل تھے۔ معاویہ ان تمام
حدیثوں سے ان تمام ارشادات پیغمبرؐ سے ناواقف نہ تھے انھوں نے پیغمبرؐ کا برتاؤ علی سے خود اپنی آنکھوں سے بھی
دیکھا اور دوسروں سے بھی سنا مگر وہ تو پیغمبرؐ ہی کے دشمن تھے انھوں نے امیر المومنینؑ کی توہین اور آپ پر سب و شتم
کر کے حقیقتاً پیغمبرؐ کی عزت و حرمت برباد کرنی چاہی اور آپ کے اسلام کو شکست و ریخت کرنے کے درپے ہوئے۔
انھوں نے صلح کے فوراً ہی بعد دمشق واپس پلٹ کر امیر المومنینؑ پر سب و شتم کی مہم تیز کر دی لوگوں کو جمع کر کے
تقریر کی اور سلسلۂ تقریر میں کہا:

"لوگو! پیغمبر خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ تم عنقریب میرے بعد خلافت پر فائز ہو گے اس وقت تم
مقدس سرزمین کو اختیار کرنا کیونکہ اس میں ابدال موجود ہیں، چنانچہ میں نے تم لوگوں کو اختیار کیا تم لوگ
ابو تراب پر لعنت کرو۔
(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۳۶)

معاویہ کے اس کہنے پر تمام لوگوں نے آپ پر سب و شتم اور آپ کی مذمت و تنقیص شروع کر دی۔ معاویہ نے امیر المومنین
پر سب و شتم کرنے کو اپنا وطیرہ بنا لیا عید بقر عید اور ہر جمعہ کے خطبہ میں اس رسم کو پابندی سے ادا کرتے اور آخر
خطبہ میں کہتے:

"خداوندا ابو تراب نے تیرے دین میں الحاد کیا، لوگوں کو تیرے راستے سے روکا اس پر بدترین لعنت فرما
اور سخت ترین عذاب کر" (نصائح کافیہ ص ۷۲)

یہی فقرے ہر منبر پر کہے جاتے، پھر معاویہ نے اپنے عمال و ولاۃ کو یہ فرمان لکھ کر روانہ کیا کہ
"جو شخص بھی ابو تراب اور انکے اہلبیت کی فضیلت میں کوئی حدیث روایت کریگا اس سے حکومت بری الذمہ
ہو جائے گی اور سلطنت اسکے کسی نقصان کی پرواہ نہیں کر سکتی۔"
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شہر اور ہر دیہات میں بلکہ ہر منبر پر خطبہ دینے اور وعظ کہنے والے کھڑے ہو کر حضرت علیؑ
پر تبرا کرنے اور حضرت کو اور حضرت کے اہلبیتؑ کو برا کہنے اور ان حضرات کی مذمت کرنے میں مشغول ہو گئے۔[۵۱]

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۱۵)

---

۵۱ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ کے طرز عمل کا بھی ذکر کرتے چلیں۔ امیر المومنینؑ نے صفین کی جنگ
کے زمانہ میں اپنے کچھ ساتھیوں کو سنا کہ شام والوں کو برا کہہ رہے ہیں آپ نے انھیں جھڑکا اور منع فرمایا۔
"مجھے یہ بات قطعی گوارا نہیں کہ تم لوگ گالیاں دینے والے بنو البتہ اگر تم شام والوں کے کرتوت بیان کرو اور ان کی حالت ظاہر
کرو تو زیادہ مناسب اور حجت تمام کرنے کی بہترین صورت ہو گی۔ گالیاں دینے کے بدلہ یہ کہو کہ خداوندا ہماری جانوں کو بھی محفوظ رکھ اور
ان [illegible]

معاویہ کے تمام ولاۃ نے اس فرمان کی پوری پوری تعمیل کی۔ مغیرہ بن شعبہ نے تو آپ پر سب و شتم کرنے کی حد کر دی اتنی گالیاں دیا کرتا کہ شمار کرنا ناممکن۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ا ص۳۶۱)
زیاد بروز شمشیر لوگوں کو سب و شتم کہنے پر مجبور کرتا جس نے بھی تامل کیا اسے تہ تیغ کیا۔ (مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص۹۹)
یہی طرز عمل تمام بنی امیہ کا رہا وہ جی کھول کر آپ کو گالیاں دیتے طرح طرح کی تہمتیں لگاتے۔ اور بری بری باتیں آپکی طرف منسوب کرتے یہ حالت ہوگئی کہ اگر کوئی مقرر تقریر کرتا اور بھولے سے اس رسم کو نہ دھراتا ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہونے لگتی کہ تم نے دستور کی مخالفت کیوں کی؟ علیؑ پر سب و شتم کیوں بھول گئے؟ ایک مرتبہ مقام عرفہ پر ہشام بن عبد الملک نے تقریر کی اور اس تقریر میں علیؑ کو برا بھلا نہ کہا عبد اللہ بن ولید نے ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہوئے کہا

"امیر المومنین، آج کا دن وہ ہے کہ خلفاء اسدن میں ابوتراب پر لعنت کرنا مستحب جانتے تھے"، ہشام نے جواب دیا کہ ہم اسکے لئے نہیں آئے ہیں (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص۳۶۲)

عبد الملک بن مروان نے خلیفہ ہونے کے بعد سر نامہ اپنے اعمال کا یہی قرار دیا کہ امیر المومنین پر سب و شتم اور آپکی مذمت و تنقیص کیا کرتا اپنی بزم میں اس نے آپ پر فسق و فجور کی تہمت تک لگائی۔ خالد بن عبد اللہ قسری جو مکہ اور عراق کا بنی امیہ کی طرف سے حاکم تھا نہ صرف امیر المومنینؑ پر تبرا کیا کرتا بلکہ امام حسنؑ و حسینؑ پر بھی منبر پر جا کر کہتا۔

خداوندا علی ابن ابی طالبؑ بن عبد المطلب بن ہاشم داماد رسول اور حسن و حسین کے باپ پر لعنت فرما۔
پھر لوگوں کی طرف مڑ کر پوچھا
میں نے کنایہ تو نہیں کیا۔ (نصائح کافیہ ص۸۳)

(بقیہ حاشیہ ۳۶۹)

امام حسنؑ کی یہ روش رہی کہ ایک مرتبہ معاویہ کا قاصد امام حسنؑ کی خدمت میں آیا جب اُس نے امامؑ کی ہیبت و جلالت دیکھی تو کہنے لگا میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ آپکی حفاظت کرے اور ان تمام والوں کو ہلاک کرے۔ امام حسنؑ نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ابے جس نے تم کو امین بنا کر بھیجا ہے اسکی خیانت نہ کرو تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ تم مجھے دوست رکھتے ہو یہ بات خیانت ہے کہ کچھ لوگ تم پر بھروسہ کریں اور تم اُن کے دشمن ہو اور اُن پر بددعا کرو۔ (الملاحم والفتن ص۱۴۳)

۵۲ خالد بن عبد اللہ قسری ہشام بن عبد الملک کی طرف سے بصرہ و کوفہ کا حاکم تھا اسکی ماں نصرانی تھی خالد نے اسکے لیے ایک گرجا بنوایا تھا جس میں وہ عبادت کیا کرتی اسی کے متعلق ہجو کرتے ہوئے فرزدق کہتا ہے خدا برا کرے اس سواری کا جو دمشق سے خالد کو لیکر آئی لوگوں کی امامت وہ شخص کیسے کر سکتا ہے جسکی ماں کا دین ہو کہ خدا ایک نہیں اس نے اپنی ماں کے لیے گرجا بنوایا اور بغض و عداوت کے مارے مسجد کے منارے گرا دیئے ہشام نے اسے معزول کر دیا تھا کیونکہ اس نے مسلمان عورت کو زنار پہنے پر مجبور کیا تھا پھر ولید کے زمانہ میں قتل ہوا (وفیات الاعیان جلد ۵ ص۱۵۲ - ۱۶۳، بدایہ و نہایہ

جب عوام الناس اور بیشتر طبقے کے افراد نے دیکھا کہ امیر المومنین پر سب و شتم اموی سلاطین کو بہت زیادہ محبوب اور اُنکی خوشنودی و تقرّب کا بہت بڑا ذریعہ ہے تو اُنھوں نے اپنی مقصد برآری کے لیئے جی کھول کر آپ کی شان میں بے ادبی کی اُٹھتے بیٹھتے آپ پر سبّ و شتم اپنا وطیرہ بنالیا۔ ایک شخص حجاج کے پاس آیا اور فریاد کی۔

سرکار میرے گھر والوں نے مجھ پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ میرا نام علی رکھدیا ہے حالانکہ میں نادار و فقیر ہوں اور حضور کے انعام و اکرام کا بہت ہی زیادہ محتاج ،

حجّاج ہنس پڑا اور کہا بڑے اچھے وسیلہ سے تم نے اپنی حاجت پیش کی ہے میں فلاں جگہ کا تمھیں حاکم مقرر کرتا ہوں۔

غرض مملکت اسلامیہ کا کوئی گوشہ ایسا نہ بچا جہاں امیر المومنین پر سب و شتم نہ کیا جاتا ہو اور طرح طرح کے اتہامات آپ پر نہ لگائے جاتے ہوں۔ سوا سجستان کے علاقہ کے کہ وہاں کے منبروں پر بس صرف ایک مرتبہ آپ پر سب و شتم ہوئی اور جب امویوں نے زیادہ اصرار کیا تو سجستان والے اڑ گئے کہ ہم ایسا نہ ہونے دیں گے آخر امویوں کو مجبور ہو کر اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا۔ (معجم البلدان)

معاویہ اور اُن کے عمال نے امیر المومنین پر سب و شتم کرنے میں اتنا اہتمام کیا کہ اسی حالت پر بچے جوان ہوئے بڑے مرنے کے قریب ہو پہنچے۔ شروع شروع تو کسی نے اتنی ہمت سے کام بھی لیا کہ معاویہ کے اصرار کے باوجود تعمیل نہ کی مگر کب تک؟ جب حکومت اپنی پوری سطوت و دبدبہ سمیت اس رسم قبیح کو جاری کرنے پر تلی ہوئی ہو تو کب تک جان بچائی جا سکتی ہے، حکومت کی پوری طاقت صرف کردی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ ۶۰ برس تک جب تک عمر ابن عبد العزیز خلیفہ نہ ہوئے ہر شہر میں منبر پر شام سے لیکر رے، رے سے کوفہ، کوفہ سے بصرہ، بصرہ سے مدینہ مدینہ سے مکہ معظمہ تک، مختصر یہ کہ بقول یاقوت حموی مؤلف معجم البلدان شرق و غرب میں کوئی جگہ نہ بچی جہاں مجمع عام میں منبروں پر پابندی سے یہ رسم نہ ادا کیجاتی ہو۔ اموی حکومت میں یہ دستور بن گیا تھا اور ستر ہزار منبروں پر لعنت ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ عمر ابن عبد العزیز خلیفہ ہوئے اور انھوں نے یہ رسم بند کی۔ علامہ مسعودی الیعقوبی ابن اثیر اور سیوطی وغیرہ کی عبارتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے صرف منبر پر لعنت کرنے سے ممانعت کی تھی اور اپنے عمال کے نام فرمان جاری کیا تھا کہ لعن کے بجائے یہ کہا جائے ربّنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان بعض لوگوں نے کہا کہ بجائے لعن ان اللہ یامر بالعدل والاحسان کہنے کا حکم دیا، بعض کہتے ہیں کہ دونوں فقرے کہنے کا حکم جاری کیا۔ (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۱۶۱، تاریخ یعقوبی جلد ۳ صفحہ ۴۸، کامل جلد ۵ صفحہ ۱۹، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۱) لیکن یہ کہ انھوں نے مطلقاً ممانعت کی ہو یا سب و شتم کرنے والے کو گرفتار کرنے اور اُسے سزا دینے کا حکم جاری کیا ہو اس کا ہمیں کوئی پتہ نہیں چلتا۔ تاریخ کے صفحات پر یہ ملتا ہے کہ معاویہ یا عثمان کے سب و شتم کرنے والے کو عمر ابن عبد العزیز کوڑوں سے مارتے تھے لیکن یہ کہیں نہیں ملتا کہ اگر کسی نے علی پر سب و شتم کیا ہو تو اُسے بھی انھوں نے ایسی ہی سزا دی ہو۔

خلفاء بھی معترضین کے اعتراض و انکار سے محفوظ نہ رہے۔ امیر المومنینؑ کو پیغمبرؐ سے جو تعلق و وابستگی تھی نہ تو اسی سے انکار ممکن تھا اور نہ مسلمانوں کو سب و شتم کرنے سے پیغمبرؐ نے جو ممانعت فرمائی ہے وہی فراموش کیجانے والی چیز تھی۔ ارشاد پیغمبرؐ ہے سباب المسلم فسوق مسلمانوں کو گالی دینا بدکاری ہے (الترغیب والترہیب جلد ۳ صفحہ ۲۹۶ فیض القدیر جلد ۴ صفحہ ۸۴) نیز ارشاد ہوا لایکون المومن لعانا مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا (صحیح ترمذی) اسی قسم کے اور بہت سے ارشادات پیغمبرؐ کے ہیں جو آپ نے مسلمانوں کو دشنام دہی اور تہمت تراشی کی حرمت کے متعلق فرمائے۔ یہ تو عام مسلمانوں کا ذکر تھا چہ جائیکہ امیر المومنینؑ جو سید المسلمین اور وصی پیغمبرؐ تھے یہی وجہ تھی کہ بہت سے لوگوں نے معاویہ اور اُنکے والیوں کے منھ پر بڑی بے خوفی سے اُنکی مذموم حرکت پر اعتراض کیا اور بھرے دربار میں اُنھیں ذلیل کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند افراد کا نام ذکر کرتے چلیں اور اُنکی گفتگو بھی نقل کردیں۔

(۱) سعد بن ابی وقاص

سعد بن ابی وقاص کو گوارا نہ ہوا کہ ان کے سامنے امیر المومنینؑ کو گالیاں دی جائیں وہ اپنے کان بہرے کئے بیٹھے رہیں جو شخص حق کو ظاہر اور بری بات پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے وہ گونگا شیطان ہے۔ سعد نے بھرے دربار میں معاویہ کو سرزنش کر کے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کا ذکر تاریخ کے صفحات کی زینت ہے۔

معاویہ صلح کے بحال کے بعد مکہ آئے طواف سے فارغ ہو کر دار الندوہ پہونچے وہاں بیٹھنے کے بعد انھوں نے امیر المومنینؑ پر سب و شتم شروع کیا۔ سعد بن ابی وقاص بگڑ کھڑے ہوئے اور معاویہ کی طرف مڑ کے بولے۔

"معاویہ تم نے اپنے فرش پر مجھے بٹھایا پھر تم نے علیؑ کو گالیاں دینی شروع کردیں۔ خدا کی قسم علیؑ کو جو خصوصیات حاصل تھے اگر ایک بات ان میں سے مجھے نصیب ہو جاتی تو دنیا کی تمام چیزوں سے مجھے زیادہ محبوب ہوتی۔ خدا کی قسم اگر میں رسولؐ کا داماد ہوتا اور مجھے بھی ویسے ہی فرزند نصیب ہوتے جو علیؑ کو نصیب ہوئے تو یہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پسندیدہ ہوتا جن پر آفتاب چمکتا ہے۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ میرے لیئے وہ فقرہ ارشاد فرماتے جو آپ نے بروز خیبر علیؑ کے متعلق کہا تھا کہ میں کل کے دن علم ایسے شخص کو دوں گا جسے خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے وہ بھاگنے والا نہیں خداوند عالم اُسکے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائے گا مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب تر ہوتا۔ خدا کی قسم اگر مجھ سے بھی پیغمبرؐ وہ فقرہ کہتے جو علیؑ سے آپ نے غزوہ تبوک کے موقع پر کہا تھا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھیں مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی تو یہ بات مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی، خدا کی قسم میں جب تک زندہ رہوں گا

(تاریخ ابن کثیر، صحیح مسلم جامع ترمذی وغیرہ)

(۲) ام المومنین جناب ام سلمہ

جناب ام سلمہ امیر المومنینؑ کی عظمت و جلالت سے بخوبی واقف و پیغمبرؐ سے آپ کو جو قریبی تعلق تھا اسکی عینی شاہد تھیں۔ آپ نے جب معاویہ کو دیکھا کہ علانیہ امیر المومنینؑ پر سب و شتم انھوں نے اپنا وطیرہ بنالیا ہے آپ نے بھی معاویہ کے اس فعل شنیع کی مذمت اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار اپنا دستور بنا لیا، آپ نے ایک خط میں معاویہ کو لکھا۔

"تم لوگ اپنے منبروں پر خدا اور رسولؐ پر لعنت کرتے ہو کیونکہ تم لوگ علیؑ اور اُن کے دوستداروں پر لعنت کرتے ہو۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ اور رسولؐ دونوں علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔"

معاویہ نے جناب ام سلمہ کی فہمائش پر کوئی توجہ نہ دی وہ اپنی اسی ضد اور گمراہی پر مصر رہے۔

(عقد فرید جلد ۳ ص ۱۳۷)

(۳) عبداللہ بن عباس

ایک مرتبہ عبداللہ بن عباس کا جبکہ آنکی بینائی زائل ہو چکی تھی) کچھ لوگوں کی طرف سے گذر ہوا جو امیر المومنینؑ کو گالیاں دے رہے تھے، جو شخص ابن عباس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اس سے کہا مجھے ان لوگوں کے قریب لے چلو، اُس شخص نے قریب پہونچا دیا۔ ابن عباس نے غم و غصہ میں بھر کر کہا:۔

—— تم میں سے کون پیغمبر خدا کو گالیاں دے رہا تھا؟

—— خدا کی پناہ اس سے کہ ہم پیغمبرؐ کو گالیاں دیں۔

—— تم میں سے کون علیؑ کو گالیاں دے رہا تھا؟

—— یہ بات صحیح ہے ہم لوگ علیؑ کو البتہ برا کہہ رہے تھے

—— میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے پیغمبرؐ کو ارشاد فرماتے سنا ہے "جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی۔ ان لوگوں نے خجالت سے اپنی گردنیں جھکالیں کسی سے جواب نہ بن پڑا۔ (مروج الذہب جلد ۲ ص ۲۹۹)

(۴) احنف بن قیس

معاویہ ایک مرتبہ اپنے حاشیہ نشینوں کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے انھیں میں احنف بن قیس بھی تھے کہ اتنے میں ایک شامی آیا اور کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگا اور تقریر کے آخر میں اُس نے علیؑ پر سب و شتم کی۔ احنف نے کہا۔

[illegible]

تنہا ہیں نہیں وہ ہیں اور اُنکے اعمال۔ خدا کی قسم اُنکی تلوار بڑی پاکیزہ تھی، اُن کا لباس بہت طاہر تھا اُن کی مصیبت بہت عظیم ہے۔

معاویہ احنف تم نے ہماری آنکھوں میں دھول بھردی اور جو جی میں آیا کہہ گئے خدا کی قسم تمھیں منبر پر جانا پڑیگا اور خوشی خاطر یا جبراً قہراً علیؑ پر لعنت کرنی پڑیگی۔

احنف اگر آپ مجھے معاف کر دیجئے تو آپ ہی کے لیئے بہتر ہے اور اگر مجبور کیجیے گا تو بہر حال میرے لب و زبان پر ایسے الفاظ ہر گز نہ آئیں گے۔

معاویہ چلو اُٹھو منبر پر جاؤ۔

احنف میں منبر پر جاکر انصاف ہی سے کام لوں گا

معاویہ اگر تم نے انصاف سے کام لیا تو کیا کہو گے؟

احنف میں منبر پر جاکر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہوں گا لوگو! معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ پر لعنت کروں بلا شبہ علی و معاویہ نے نزاع کی اور ایک دوسرے سے لڑے ان میں سے ہر شخص اسکا مدعی تھا کہ اس پر اور اُسکی جماعت پر زیادتی کی گئی ہے لہٰذا جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا پھر میں کہوں گا خداوندا ان دونوں سے جو بھی باغی ہو تو اس پر لعنت کر تیرے ملائکہ و انبیاء و مرسلین لعنت کریں اور تمام خلائق لعنت کرے خداوندا باغی جماعت پر لعنت کر بہت بہت لعنت، لوگو! آمین کہو۔ معاویہ میں اس سے زیادہ ایک لفظ کہوں گا نہ کم چاہے اس میں میری جان چلی جائے۔

معاویہ تب میں تمھیں معاف کرتا ہوں۔ (عقد فرید جلد ۲ صہ ۱۴۴ مستطرف جلد ۱ صہ ۵۵)

(۵) کثیر بن کثیر[1]

بنی امیہ کی اس ملحدانہ روش کے خلاف نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے والوں میں مشہور شاعر کثیر بن کثیر سہمی بھی تھا اُسکے مذہبی جذبات اور غیرت و حمیت نے مجبور کیا کہ اس فعل شنیع پر صدائے احتجاج بلند کرے اور اہلبیت کی مظلومیت ظاہر کرے اُس نے چند شعر کہے جنھوں نے ساری اسلامی دنیا میں شہرت پائی کہتا ہے:

لعن اللّٰہ من یسب علیا   وحسینا من سوقۃ و امام

ایسب المطہرون جدودا   والکرام الاخوال والاعمام

یا من الطیر و الحمام ولا   یا من آل الرسول عند المقام

[1] کثیر بن کثیر بن مطلب بن وداعۃ القرشی السہمی، انھوں نے اپنے باپ سے اور مشہور تابعی سعد بن جبیر سے حدیثیں سنیں

رحمة الله والسلام علیهم   کلما قام قائم لسلام

خدا لعنت کرے اُس پر جو علیؑ و حسینؑ پر سب و شتم کرتا ہے۔ کیا ایسے لوگوں پر سب و شتم کیا جا سکتا ہے جن کے باپ دادا پاک و پاکیزہ اور جن کے ماموں اور چچا شریف و کریم ہیں ۔۔۔ پرندے محفوظ رہیں لیکن رسولؐ کی اولاد کو خانہ کعبہ میں امان نصیب نہ ہو ۔۔۔ اے اہلبیت پیغمبرؐ آپ خود بھی طیب و طاہر آپ کا گھر بھی پاک و پاکیزہ اور آپ کے گھر والے بھی ۔۔۔ خدا کی رحمت اور سلامتی ہو ان اہلبیت پر جب تک سلام کے لئے دالے کھڑے ہونے والے کھڑے ہوتے رہیں (ابن ابی الحدید جلد ۳ ص۶۲)

(۶) انیس انصاری

جب معاویہ نے خطیبوں کو حکم دیا کہ اپنی تقریروں میں امیر المومنین پر سب و شتم اور آپ کی اہانت و تنقیص کریں تو انیس انصاری سے برداشت نہ ہو سکا تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"تم لوگوں نے آج کے دن اُس شخص کو جی کھول کر گالیاں دیں اور سب و شتم کیا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے پیغمبر خداؐ کو ارشاد فرماتے سنا ہے زمین پر جتنے کنکر پتھر ہیں میں تعداد میں اُن سے بھی زیادہ لوگوں کی شفاعت کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں علیؑ سے بڑھ کر آں حضرتؐ کا کوئی قریبی عزیز نہیں کیا تمہارا خیال ہے کہ پیغمبرؐ کی شفاعت تمہیں تو نصیب ہو جائے گی اور اہل بیت پیغمبرؐ اس سے محروم رہیں گے۔

(اصابہ جلد ۱ ص۷۵ ، اسد الغابہ جلد ۱ ص۱۳۴)

(۷) زید بن ارقم

زید بن ارقم صحابی پیغمبرؐ نے مغیرہ بن شعبہ کو دیکھا کہ امیر المومنینؑ پر سب و شتم کر رہا ہے انھوں نے

بقیہ حاشیہ ص ۳۸۴

ابن معین نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے ابن حبان نے بھی ثقات میں انھیں شمار کیا ہے (تہذیب التہذیب جلد ۸ ص۲۲۶) مرزبانی نے بھی معجم الشعراء جلد ۲ ص۱۳۲ پر ان کا ذکر کیا ہے۔ مرزبانی کہتے ہیں کہ ان اشعار کے نظم کرنے کا سبب یہ ہوا کہ کثیر نے عبداللہ بن زبیر کے متعلق سنا کہ وہ اہلبیتؑ کی منقصت کرتے ہیں اسی موقع پر انھوں نے یہ اشعار کہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ہشام بن عبدالملک نے مدینہ کے عامل کو لکھا امیر المومنینؑ پر سب و شتم کرنے پر لوگوں کو مجبور کرو اسی وجہ سے کثیر نے یہ اشعار نظم کئے۔

ابن ابی الحدید نے بھی ان اشعار کو ذکر کیا ہے مگر ان کی نسبت عبداللہ بن کثیر سہمی کی طرف دی ہے مگر یہ ابن ابی الحدید کی غلطی ہے انھیں دھوکا ہو گیا ہو گا۔

کتب تراجم میں عبداللہ بن کثیر کا کہیں نام نہیں البتہ کثیر بن کثیر کا نام مذکور ہے اور یہ اشعار بھی اسی کے

"مغیرہ تمھیں معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا نے مردوں کو گالیاں دینے سے منع کیا ہے پھر علیؑ کو کیوں دشنام دے رہے ہو جبکہ وہ زندہ نہیں"
(آغانی جلد ۹ صـ۲ شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صـ۳۶۰)

(۸) ابو بکرہ:

رسوائے زمانہ بسر بن ارطاۃ نے منبر پر امیر المومنینؑ کو گالیاں دیں پھر لوگوں کی طرف مڑ کر کہا "میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جو شخص مجھے سچا سمجھتا ہے وہ میری تصدیق کرے اور جو جھوٹا سمجھتا ہو وہ مجھے جھٹلائے"
ابو بکرہ نے کھڑے ہو کر کہا۔
"بخدا ہم تو تمھیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔"
بسر بوکھلا گیا اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا ان کا گلا گھونٹ دو بڑی مشکل سے لوگوں نے ابو بکرہ کی جان بچائی
(طبری جلد ۶ صـ۹۶)

معاویہ اور اُن کے پیروں نے چاہا تھا کہ اپنے طرز عمل سے امیر المومنینؑ کا نام نشان مٹا دیں لیکن خدا وند عالم طے کر چکا تھا کہ حق قائم و باقی رہے گا اسے دنیا میں بقا و دوام حاصل ہوگا اور باطل ذلیل و خوار ہو کر فنا کی آغوش میں چلا جائے گا باطل کی کامیابی عارضی کامیابی ہوتی ہے اور زیادہ دن نہیں گذرنے پاتے کہ اس طرح نیست و نابود ہو جاتا ہے جیسے فضا میں دھواں۔ مجسمہ عظمت و جلالت و پیکر فضیلت و بزرگی علی ابن ابی طالبؑ کا ذکر پوری دنیا میں پھیل کر رہا دنیا کے گوشہ گوشہ میں اُن کا کلمہ پڑھا جاتا ہے اُن کی مدح و ثنا کے قصیدے ہر شخص کی زبان پر جاری ہیں انکا نام نامی ہر شخص حرز جان بنائے ہوئے ہے اُن کی قبر سونے اور جواہرات سے ڈھکی ہوئی ہے، عظمت انکے در کی دربان اور ہیبت و جلالت اُن کے آستانہ پر معتکف ہے لاکھوں لاکھ مسلمان ہر موسم و ہر زمانہ میں اطراف و اکناف عالم سے اُنکی قبر مبارک کی زیارت کو آتے ہیں اپنی حاجتوں میں خدا کے نزدیک آپ کو وسیلہ بناتے ہیں اور آپ کا واسطہ دیکر مصیبتوں سے نجات پانے کی دعا کرتے ہیں یہ ہے اصل فتحیابی و کامرانی اور یہ ہے متقین کا انجام نیک دوسری طرف معاویہ ہیں جن کا نام بھی لینا ننگ و عار سمجھا جاتا ہے جو کبھی اُنکا ذکر کرتا ہے ذلت و حقارت کے ساتھ اُنکی قبر شام کے مزبلوں میں کسی جگہ پر اُجڑی پھوٹی پڑی ہے گندگی و تاریکی کا ڈھیر اور تاریکی و ظلمت کا بدترین نمونہ یہی تو ابد اور بدترین مست ہے یہی شرمناک ذلت و رسوائی اور یہی بدترین انجام دنیا و آخرت۔

(۳) دارابگرد کا خراج

منجملہ ان شرائط کے جو امام حسنؑ نے معاویہ کے سامنے رکھی تھیں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دارابگرد کا خراج معاویہ امام حسنؑ

...نے حرکت کی ہے علامہ طبری لکھتے ہیں کہ بصرہ والے مانع ہوئے اور انھوں نے کہا ہم اپنے علاقہ کی آمدنی نہیں اور جانے نہ دینگے۔ علامہ ابن اثیر نے صراحت کی ہے کہ یہ رکاوٹ معاویہ کے اشارہ پر عمل میں آئی اُنھوں نے بصرہ والوں کو شہ دی کہ یہ خراج امام تک پہونچنے نہ دو۔ معاویہ نے یہ حرکت اسلئے کی کہ کہیں امام حسنؑ کی طاقت بڑھ نہ جائے۔

(۲) شیعیانِ امیر المومنینؑ

منجملہ ان اہم ترین شرائط کے یہ شرط بھی تھی کہ آپ کے اور آپ کے پدر بزرگوار کے شیعوں کو عام طور پر امن حاصل ہوگا، معاویہ اُن سے کسی قسم کا تعرض نہ کرینگے نہ کسی کو ستانے کی کوشش کرینگے نہ کسی کی ایذا رسانی کے درپے ہونگے معاویہ نے دیگر شرطوں کی طرح اس شرط کو بھی پورا نہ کیا اور وعدہ کرکے خلاف ورزی کی اُنھوں نے اپنا سب سے بڑا مقصد اور مطمح نظر یہی قرار دے لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس جماعت کو نیست و نابود اور تباہ و برباد کیا جائے۔

اُنھوں نے شیعوں کو ہلاک و برباد اور دہشت زدہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ کسی کو تہ تیغ کیا کسی کو تاریک قید خانوں میں اس طرح ڈالا کہ پھر باہر کی فضا اُنھیں نصیب نہ ہوئی۔ شیعوں نے اتنے ہولناک مصائب و آلام اور ایسی ایسی ہولناک اذیتیں جھیلیں جنھیں پہاڑ بھی جھیلنے پر قادر نہیں شاید ہی کسی قوم و جماعت نے ایسی جانکاہیاں برداشت کی ہونگی جیسی شیعیان اہلبیتؑ کو برداشت کرنی پڑیں۔

سب سے زیادہ آفات و مصائب کے شکار کوفہ والے ہوئے کیونکہ اُس زمانہ میں وہاں امیر المومنینؑ کے شیعوں کی خاصی تعداد تھی معاویہ نے ان لوگوں پر مغیرہ کے مرنے کے بعد زیاد بن سمیہ کو مسلط کردیا اور اُسکو کوفہ و بصرہ کی گورنری دیدی زیاد شیعوں کو خوب پہچانتا تھا کیونکہ امیر المومنینؑ کے زمانہ میں وہ خود بھی آپ کے طرفداروں میں تھا اُس نے ایک ایک شیعہ کو ڈھونڈھ کر گرفتار کیا اور تہ تیغ کیا اور کسی مکان یا کسی خیمہ میں جو شیعہ بھی ملتا گیا اس کو اُس نے قتل کرکے چھوڑا اور جنھیں زندہ رکھا اُنھیں دھمکیاں دیں ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اُنکی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں اُن کو درختوں کی شاخوں پر سولی دیدی اُنکو عراق سے نکال باہر کیا یہاں تک کہ شیعوں کا کوئی جانا پہچانا شخص عراق میں نہیں بچا۔ معاویہ نے دنیائے اسلام کے کل والیوں کے نام یہ فرمان بھی جاری کیا کہ دیکھو جس پر بھی یہ الزام ثابت ہوجائے کہ وہ علیؑ اور اُن کے اہلبیتؑ کو دوست رکھتا ہے اُس کا نام دفتر سے کاٹ دو اور اسکا وظیفہ بند کردو۔ اسکے فوراً ہی بعد یہ دوسرا فرمان بھیجا کہ جس پر بھی علیؑ اور اُنکے اہلبیتؑ کی محبت کا شبہ ہو اسے خوب اذیتیں دو اور اُس کا گھر منہدم کردو۔

معاویہ کے زمانہ میں اہلبیتؑ اور اُنکے شیعوں پر کیسی کیسی ہولناک مصیبتیں پیش آئیں اسکے متعلق امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:۔

اور ہماری طرف اپنا میلان ظاہر کرے تو وہ قید کردیا جاتا یا اس کا مال و اسباب لوٹ لیا جاتا یا اس کا گھر منہدم کردیا جاتا (ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۱۵)

معاویہ نے صلح کے بعد ہی سے ظلم و ستم کے دروازے شیعیان امیر المومنینؑ پر کھول دیے اور شیعوں کو سیاسی و سماجی ہر طرح کی انتہائی کشاکش و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا انھیں ایسی ذلت و خواری اور ہولناک ترین مصائب اٹھانے پڑے جنکی تصویر کشی ناممکن ہے معاویہ کے بعد دیگر خلفائے بنی امیہ بھی معاویہ ہی کے نقش قدم پر چلے اور ان کے بعد بنی عباس نے بھی انھیں کی پیروی کی اگر ہم اس زمانہ کے شیعوں کی مصیبتوں کو بیان کرنا چاہیں تو اسکے لئے کئی ضخیم جلدیں بھی ناکافی ہوں گی۔

خدا رحمت نازل کرے ان شیعیان امیر المومنین پر کہ باوجود ان تمام مصائب و آلام اور ہر طرح کی ذلت و خواری کے معاویہ کو خاطر میں نہیں لائے، انھوں نے اپنے محکم عقائد اور اپنے پاکیزہ نظریات پر اپنی جانیں قربان کردیں لٹ گئے تباہ و برباد ہوگئے قید و بند کی اذیتیں جھیلیں مگر باطل کے سامنے انھوں نے سر نہیں جھکایا ہم اس موقع پر بعض شہیدان راہ وفا کے نام درج کرتے ہیں جنھیں معاویہ نے بے جرم و خطا قتل کیا ان کا قصور تھا تو یہی کہ وہ اہلبیت کو چاہتے اور خطا تھی تو یہی کہ وہ بنی امیہ کی غیر اسلامی حرکتوں کو سند جواز دینے پر تیار نہ ہوئے۔

(۱) حجر بن عدی

حجر بن عدی اسلام کی بہت بزرگ اور عظیم المرتبت شخصیت تھے، علم و فضل، زہد و ورع عبادت و تقویٰ میں اکابر اصحاب پیغمبر میں شمار کئے جاتے تھے انکی طاعت و بندگی کی یہ کیفیت تھی کہ رات دن میں ایک ہزار رکعتیں نماز پڑھتے اسکے ساتھ ہی مستجاب الدعوات بھی تھے جب گرفتار کرکے معاویہ کے پاس کھینچے جارہے تھے تو اثنائے راہ میں غسل کی احتیاج ہوئی انھوں نے اپنے نگراں سے کہا ہمارے پینے کا پانی دیدو کہ میں اسی سے غسل کرلوں نگراں نے جواب دیا کہ اگر میں تمھیں پانی نہانے کے لئے دیدوں تو تم پیوگے کیا؟ راستہ میں پیاس سے مر جاؤگے اور میری شامت آجائے گی معاویہ مجھے قتل کرڈالیں گے حجر نے دعا کی دعا کے نتیجہ میں ایسی بارش ہوئی کہ حجر کی طہارت ہوگئی حجر کے فضائل و مناقب بے حد و حساب ہیں ہمیں تو ان کی شہادت اور اسباب شہادت بیان کرنا ہیں۔

معاویہ نے سنہ ۴۱ھ میں مغیرہ بن شعبہ کو جب کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو کہا میں تمھیں کئی باتوں کی وصیت کرنا چاہتا تھا مگر تمھاری سمجھ بوجھ کو دیکھتے ہوئے ضرورت نہیں معلوم ہوتی البتہ ایک بات کی ضرور تاکید کردوں گا دیکھو علی کی مذمت اور انھیں گالیاں دینے میں کمی نہ کرنا اور عثمان کے لئے دعائے مغفرت کرنا علیؑ کے اصحاب کو برا کہنا انھیں اپنے سے دور رکھنا اور انکی کسی درخواست پر توجہ نہ دینا اور شیعیان عثمان کی قدر و منزلت بڑھانا انھیں اپنے سے قریب کرنا انکی باتوں کو توجہ سے سننا مغیرہ نے کہا ایسا ہی ہوگا

عثمان کی برائی ان پر لعنت، عثمان کے لئے دعائے مغفرت اور ان کے اصحاب کی تقدیس و تعریف میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ حجر بن عدی کی یہ کیفیت تھی کہ جب علیؑ اور اصحاب علیؑ کی مذمت سنتے تو بول اٹھتے کہ تم خود ایسے ہو کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ جنکی مذمت کرتے ہو عیب لگاتے ہو وہی مجموعۂ فضائل ہے اور جنکی تم مدح و ستائش کرتے ہو وہی مذمت کا مستحق ہے مغیرہ کہتا۔ حجر بادشاہ سے ڈرو اور اُسکے غیظ و غضب اور دبدبہ سے۔ بچو بادشاہ کا غصہ بسا اوقات تمھارے ایسے بہتیرے لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مغیرہ اتنا ہی کہہ کر رہ جاتا اور درگذر کرتا۔ یہی حالت برابر جاری رہی یہاں تک کہ مغیرہ نے اپنے آخری زمانہ گورنری میں حسب دستور علی و عثمان کے متعلق وہی سب باتیں کہیں عثمان کے لئے دعائے رحمت و استغفار کی اور علیؑ کی مذمت و منقصت اور بد دعا۔ حجر بن عدی اٹھ کھڑے ہوئے اور زور سے چیخے اور کہا کہ یہ کیا فضول بکواس ہے تم ہماری تنخواہیں اور عطایا دلواؤ جسے تمنے ناحق روک رکھا ہے وہ تمھارے لئے نہیں ہے نہ تم سے پہلے کے گورنروں نے اس میں کوئی لالچ کی، تم امیر المومنینؑ کی مذمت کرتے ہو اور مجرموں کی مدح و ستائش، حجر کے اس کہنے پر دو تہائی مجمع چیخ پڑا اور کہنے لگا کہ حجر نے بخدا سچ کہا ہماری تنخواہیں ملنا چاہیئے تمھاری اس بکواس سے ہمارے پیٹ نہیں بھرینگے نہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ ہوگا حجر برابر اموی حکومت و سیاست پر معترض رہے جب کبھی شریعت کی مخالفت انھوں نے ہوتے دیکھی نظر انداز کرنا اُن سے ممکن نہ ہوا۔ یہاں تک کہ مغیرہ کے بعض حاشیہ نشینوں نے مغیرہ کو مشورہ دیا کہ کیوں نہیں حجر کو قتل کر ڈالتے کہ روز کی اس مصیبت سے نجات ملے مغیرہ نے انکار کیا اور کہا،

"میں نہیں چاہتا کہ اس شہر کے نیکو کاروں کو قتل کرنے اور اُن کا خون بہانے میں پہل کروں کہ وہ سعادت اخروی حاصل کریں اور میں بدبختی مول لوں معاویہ کی دنیا بنے اور میری عاقبت خراب ہو"

حاشیہ نشین اپنے اصرار سے باز نہ رہے وہ برابر مصر رہے کہ حجر کا قصہ پاک کر دینا ہی بہتر ہے۔ مغیرہ نے جواب دیا

"میں حجر کو کب کا قتل کر چکا" لوگوں نے پوچھا وہ کیسے مغیرہ نے جواب دیا یوں کہ میری زندگی کا جام لبریز ہو چکا ہے میرے بعد کوئی دوسرا حاکم آئے گا حجر اُسے بھی میرے ہی جیسا سمجھیں گے اور وہی برتاؤ اُس سے بھی کریں گے وہ پہلی فرصت میں اُن کو گرفتار کر کے بُری طرح قتل کر ڈالے گا۔

آخر وہ وقت آیا کہ مغیرہ نے یہ دنیا خالی کی اور اُن کی جگہ زیاد بن سمیہ گورنر ہو کر کوفہ آیا۔ حجر سابق کیطرح اُسکے افعال و حرکات پر بھی اُسی طرح اعتراض کرتے اور اُسکی ناجائز حرکتوں پر علانیہ ٹوک دیا کرتے۔ ایکمرتبہ جمعہ کے دن زیاد منبر پر گیا خطبہ شروع کیا تو ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا یہاں تک کہ نماز کا وقت تنگ ہو گیا۔ حجر سے نماز کی تاخیر برداشت نہ ہو سکی انھوں نے ٹوکا کہ نماز جا رہی ہے، زیاد نے حجر کی بات پر دھیان نہ دیا اُسی طرح خطبہ پڑھتا رہا حجر نے پھر چیخ کر نماز یاد دلائی اس مرتبہ بھی زیاد نے کوئی توجہ نہ کی وہ اسی طرح خطبہ پڑھتا رہا۔

بائے رکیں پھولی ہوئی اور دل میں یہ تہیہ کہ حجر کو ہولناک سزا دوں گا اس نے اپنے ارادہ کا اسی مسجد میں برملا اظہار بھی کر دیا کہ :-

"اگر میں نے کوفہ کو حجر سے نہ بچایا اور دوسروں کے لئے غیرت کا نمونہ بنا کر نہ چھوڑا تو میں نے کچھ بھی نہ کیا"

زیاد نے کوفہ کے معززین و اشراف کو کہلا بھیجا کہ حجر کو ان کی حرکتوں سے منع کرو۔ حجر نے اس کی پرواہ نہ کی۔ آخر میں زیاد نے پولیس افسر کو مامور کیا کہ جا کر حجر کو گرفتار کر لاؤ، پولیس اور حجر کے ساتھیوں میں جھڑپ ہو گئی اور پولیس حجر کو گرفتار کرنے سے قاصر رہی۔ بہت سے لوگ حجر اور ان کے ساتھیوں کی حمایت میں کھڑے ہو گئے، قیس بن فہدان کندی حجر کا بڑا سرگرم حامی تھا وہ لوگوں کو للکارتا غیرت دلاتا اور ہر صحبت و ہر بزم میں حجر اور ان کے ساتھیوں کی مدح و ثنا کرتے ہوئے لوگوں کو ان کی حمایت و نصرت پر آمادہ کرتا رجز پڑھتا ہوا کہتا۔

"اے حجر کی قوم والو! حجر کی حمایت پر کمربستہ ہو جاؤ دشمنوں کو ان سے دفع کرو اور اپنے بھائی کی نصرت میں جنگ کرو۔ حجر کو کوئی مخالف گزند نہ پہنچائے کیا تم میں نیزہ باز اور تیر انداز نہیں اور زرہ پوش سوار و پیادہ نہیں جو شمشیر زنی کرتے ہوئے نہ تھکتے"

ایک عرصہ تک حجر اور ان کے اصحاب زیاد کے قابو میں نہ آئے ان کے حامیوں کی تعداد اتنی تھی کہ زیاد خوف کے مارے ان کا کچھ بگاڑ نہ سکا اس نے سرداران قبائل اور حکومت کے ہوا خواہوں کو طلب کر کے کہا۔

"کوفہ والو! تم لوگ ایک ہاتھ سے چوٹ پہنچاتے ہو دوسرے ہاتھ سے مرہم رکھتے ہو۔ تمہارے جسم میرے ساتھ ہیں اور تمہارے میلانات احمق و نادان حجر کے ساتھ۔ تم میرے ساتھ ہو اور تمہارے فرزند اور قبیلہ والے حجر کے ساتھ ہیں خدا کی قسم دو رنگی اور فساد کی باتیں ہیں، یا تو تم لوگ اپنی صفائی پیش کرو ورنہ میں ایسے لوگوں کو بلاؤں گا جو تمہاری کجی دور کر کے تمہیں سیدھا کر دیں"

ان لوگوں نے اطاعت و وفاداری اور ہوا خواہی و خلوص کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"ہم آپ کے اور امیر المومنین (یعنی معاویہ) کے اطاعت گزار ہیں آپ جس طرح ہمیں چاہیں آزمائیں، حجر کے متعلق جو حکم دیں ہم بجا لائیں گے"

زیاد نے ان لوگوں سے :-

"تو تم میں سے ہر شخص حجر کے حامیوں کے مقابلہ پر کھڑا ہو جائے اور اپنے بھائیوں اور بیٹوں اور رشتہ داروں کو حجر کی حمایت کرنے سے باز رکھے۔

یہ دنیا کے بندے اور حکومت کے غلام حجر کی روک تھام کرنے اور لوگوں کو ان سے برگشتہ کرنے پر کمربستہ ہو گئے

زیاد نے پولیس کے افسر شداد بن ہیثم ہلالی کو بلا کر حکم دیا کہ جا کر حجر اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لاؤ پھر خیال ہوا کہ افسر

... میرے پاس لاؤ نہیں تو تمہارے جتنے درخت ہیں ایک ایک کرکے کٹوا دونگا جتنے گھر ہیں سب کو منہدم کردونگا اسکے بعد بھی تمہاری جان نہ بچے گی بوٹی بوٹی تمہاری کاٹ ڈالوں گا"۔

محمد نے کہا تین دن کی مہلت دیجیئے تاکہ میں حجر کو ڈھونڈھ نکالوں گا زیاد نے مہلت دیتے ہوئے کہا گرفتار کرکے لائے تو خیر ورنہ پھر سمجھ لو کہ تمہاری موت یقینی ہے۔

محمد ابن اشعث افسر پولیس کی معیت میں حجر اور انکے ساتھیوں کو گرفتار کرنے نکلا۔ طرفین میں کئی کئی جھڑپیں ہوئیں آخر زیاد کے آدمی غالب آئے اور حجر اور انکے اصحاب زیاد کے پاس لائے گئے زیاد نے سب کو قیدخانہ میں ڈلوادیا۔ زیاد نے کوفہ والوں کو بلاکر کہا کہ تم لوگ حجر اور انکے ساتھیوں کے خلاف گواہی دو کچھ لوگوں نے گواہی دی کہ حجر اور انکے ساتھی علیؓ کو دوست رکھتے ہیں، عثمان کو عیب لگاتے ہیں، معاویہ کو برا کہتے ہیں۔ زیاد اس گواہی سے مطمئن نہ ہوا کہا کہ یہ تو کوئی فیصلہ کن گواہی نہیں۔ اس موقع پر ابوموسی اشعری کے فرزند ابوبردہ نے یہ محضر شہادت حجر کے خلاف تیار کیا۔

"یہ وہ گواہی ہے جو ابوبردہ بن ابی موسی اشعری نے پروردگار عالم کے لئے دی۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے قلادہ اطاعت نکال پھینکا۔ جماعت سے الگ ہو گئے لوگوں کو جمع کرکے تحریک کی کہ وہ بیعت توڑ دیں اور امیرالمومنین معاویہ کی اطاعت ترک کردیں اور حجر بن عدی بالکل صریحی طور پر کافر ہو گئے ہیں"۔

زیاد نے لوگوں سے کہا ایسی ہی گواہی تم لوگ بھی دو۔ چنانچہ اسحاق بن طلحہ بن عبیداللہ، موسی بن طلحہ، اسماعیل بن طلحہ، اور منذر ابن زبیر نے اسی مضمون کی گواہی دی۔ سری بن وقاص حارثی موجود نہ تھا لیکن گواہوں میں اسکا نام بھی بڑھایا گیا میثم بن نخعی معذرت ہی کرتا رہا لیکن اس کا نام بھی گواہوں میں لکھا گیا۔ نیز انھیں گواہوں میں شریح بن حارث قاضی اور شریح بن حارثی کے نام بھی لکھے گئے۔ شریح قاضی کا بیان ہے کہ زیاد نے جب حجر کے متعلق مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا وہ بڑے روزہ رکھنے والے اور بڑے عبادت کرنے والے ہیں۔ شریح حارثی کہا کرتے تھے میں نے گواہی ہی نہ دی۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ میری بھی گواہی لکھ لی گئی ہے تو میں نے اسکی تکذیب و ملامت کی۔ غرضکہ بقول بعض مورخین ستر آدمیوں کی گواہیاں ہوئیں زیاد نے وہ وثیقہ معاویہ کے پاس بھیجدیا معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ حجر کو زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس بھیجدو۔ جب معاویہ کا خط آیا تو حجر کے قبیلہ والے مقاومت پر تیار ہو گئے اور چاہا کہ بزور و قوت زیاد کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے مگر حجر نے منع کیا کہ اپنی طرف سے زیادتی مناسب نہیں چنانچہ حجر اور انکے اصحاب لوہے میں جکڑ کر معاویہ کی طرف بھیجدیئے گئے۔ جب یہ قافلہ مقام مرج عذرا پر پہونچا اور حجر کو جگہ کا نام معلوم ہوا تو انھوں نے کہا،

"خدا کی قسم میں پہلا مسلمان ہوں جس پر اس جگہ کے کتے بھونکے ہیں اور پہلا مسلمان ہوں جس نے اس وادی

قاصد نے آگے بڑھ کر معاویہ کو ان لوگوں کی آمد کی اطلاع دی معاویہ خوشی سے پھولے نہ سمائے انھوں نے ایک یکچشم آدمی کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ جاکر ان لوگوں کو پہلے علیؑ سے برأت کرنے اور اُن پر سب و شتم کرنے پر مجبور کرو اگر وہ انکار کریں تو سب کو قتل کر ڈالو۔ حجر نے اُس شخص کو آتے دیکھ کر کہا۔

اگر میرا قیافہ صحیح ہے تو عنقریب ہمارے آدھے آدمی مارے جائینگے اور آدھے آدمی رہائی پائینگے۔ لوگوں نے کہا یہ کیسے؟ کہا تم دیکھتے نہیں کہ آنے والے شخص کی ایک ہی آنکھ ہے۔ یکچشم نے قریب ہو کر حجر سے کہا۔

"اے گمراہی کی جڑ، کفر و سرکشی کے معدن اور ابوتراب کو دوست رکھنے والے۔ امیر المومنینؑ معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں بھی قتل کر ڈالوں اور تمھارے اصحاب کو بھی ہاں اگر تم اپنے صاحب (حضرت علیؑ) سے برأت کر لو اور ان پر لعنت بھیجو تو تمھاری جان بچ سکتی ہے"

حجر اور اُنکے دیندار ساتھی ایک زبان سے بولے۔

"تم جس بات کی فرمائش کرتے ہو اس سے تلوار سے قتل ہونا زیادہ آسان ہے اور جہنم میں جانے سے، خدا، رسولؐ اور اُن کے وصی کے پاس جانا ہمیں زیادہ محبوب ہے"

آدھے آدمی اپنے عقیدہ سے برگشتہ ہو گئے اور آدھے اپنے عقیدہ اور امیر المومنینؑ کی محبت پر ثابت قدم رہے اور اس طرح حجر کا قیافہ بالکل صحیح نکلا کہ آدھے مارے جائینگے اور آدھے بچ رہیں گے۔ قبریں کھودی گئیں اور جلاد ہاتھوں میں تلوار لیکر تیار ہو گئے کہ ان لوگوں کی گردنیں سر سے جدا کر دی جائیں۔ حجر نے قتل ہونے سے پہلے معاویہ کے آدمیوں سے کہا۔

"مجھے اتنی مہلت دو کہ نماز پڑھ لوں، اُنھوں نے اجازت دی حجر نے وضو کر کے نماز شروع کی اور دیر تک پڑھتے رہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان لوگوں سے کہا۔

"خدا کی قسم میں نے اس وقت جتنی مختصر نماز پڑھی کبھی اتنی مختصر نہ پڑھی۔ اگر تمھیں یہ گمان نہ ہوتا کہ میں موت سے گھبرا رہا ہوں تو میں اس سے زیادہ پڑھتا"

حجر نے مناجات کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

"خداوندا! ان مسلمانوں کے خلاف ہم تجھ سے فریاد کرتے ہیں، کوفہ والوں نے ہمارے خلاف جھوٹی گواہی دی شام والے ہمیں قتل کر رہے ہیں" خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے مجھے یہاں قتل کیا تو میں مسلمانوں کا پہلا شہسوار ہوں جو اس وادی میں ہلاک ہوا اور پہلا مسلمان ہوں جس پر اس جگہ کتے بھونکے"

وہ یکچشم ہدبہ بن فیاض قضاعی تلوار کھینچے حجر کی طرف بڑھا حجر اُسے دیکھ کر لرز گئے اس یکچشم نے کہا۔

تمہارا خیال تھا کہ تم موت سے نہ ڈرو گے اب بھی تم اپنے صاحب سے بیزاری کا اظہار کرو ہم تمہیں چھوڑ دینگے۔

حجر نے کہا:

"میں موت سے کیوں نہ گھبراتا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ قبر کھدی ہوئی ہے کفن پھیلا ہوا ہے اور تلوار کھنچی ہوئی ہے۔ خدا کی قسم اگر میں موت سے خوفزدہ بھی ہوا تب بھی میں اپنی زبان سے ایسی بات نہ نکالوں گا جس سے خداوند عالم غضبناک ہو۔"

تلوار کا وار پڑا اور حجر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے آخری فقرہ جو مرتے وقت اُن کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا:

"میری بیڑیاں میرے جسم سے الگ نہ کرنا نہ مجھے غسل دینا میں اسی حالت میں معاویہ سے پل صراط پر ملوں گا۔"

حجر اور اُن کے چھ ساتھی تہ تیغ کر دیے گئے اور باقی آدمیوں کو رہا کر دیا گیا (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۴۱، تاریخ ابن عساکر جلد ۲ صفحہ ۳۷۰، تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۰۲، تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۴۹)

اصحاب حجر کی شہادت

حجر تنہا ہی قید و بند کے عالم میں تہ تیغ نہیں ہوئے بلکہ اُن کے بہت سے دیندار رفقا نے بھی اپنی قیمتی جانیں راہ خدا میں قربان کیں۔ اُنھوں نے تلوار کی آنچ سہی خاک و خون میں لوٹنا گوارا کیا مگر اپنے دینی عقیدہ اور محبت اہلبیتؑ سے دستبرداری منظور نہ کی۔ حق یہ ہے کہ اُنھیں جیسے بہادروں اور راہ حق کے فدائیوں کی جانفروشی و قربانی کی بدولت عقائد محکم، حق استوار، عدل و انصاف سربلند اور مظالم کی بیخکنی ہوتی ہے۔ ہم ان جانثاران حق کے نام ذکر کرتے ہیں اور ان مظالم کو بھی جو اموی حکومت نے اُن پر روا رکھے۔

(۱) عبد الرحمان

عبد الرحمان بن حسان عنزی۔ حجر کے نمودار اصحاب میں تھے یہ بھی لوہے میں جکڑ کر مرج عذرا روانہ کیے گئے وہاں اُنھوں نے معاویہ کے آدمیوں سے کہا مجھے معاویہ کے پاس لے چلو ممکن ہے وہ میری جاں بخشی کر دیں ان لوگوں نے یہ بات منظور کر لی۔ جب معاویہ کے پاس پہونچے تو معاویہ نے کہا:

"علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو۔"

"مجھے معاف رکھو نہ پوچھو یہی تمہارے لیئے بہتر ہے۔"

"میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ اللہ کو بہت یاد کرنے والوں حق کا حکم دینے والوں عدل و انصاف پر قائم رہنے والوں اور لوگوں سے درگذر کرنے والوں میں سے تھے۔

"تم نے اپنی جان گنوائی۔

"میں نے نہیں بلکہ تم نے۔

عبدالرحمان کو یہ خیال ہوا کہ اُن کا قبیلہ آڑے آئیگا اور معاویہ کو میری رہائی پر مجبور کرے گا مگر اُن کے قبیلے کے تمام لوگ خاموش رہے معاویہ نے زیاد کو لکھا۔

"تم نے جن لوگوں کو میرے پاس بھیجا اُن میں سب سے بُرا قبیلہ عنزہ کا آدمی ہے تم اسے ایسی سخت سزا دو جس کا یہ مستحق ہے اور بہت ہی بُری طرح اسے قتل کرو۔"

جب یہ خط زیاد کے پاس پہونچا تو اُس نے عبدالرحمان کو کوفہ سے قریب ایک موضع قس الناطف میں بھیجدیا اور وہ وہاں زندہ دفن کر دیے گئے۔

(ب) صیفی ابن فسیل

صیفی ابن فسیل شیبانی شجاعان اسلام اور نمودار اصحاب حجر سے تھے زیاد نے انھیں بھی گرفتار کر کے بلایا۔ جب یہ آئے تو امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے متعلق سوال تاکہ انکی بہلنے سے ان کو قتل کرنے کا موقع ہاتھ آجائے غضبناک ہو کر پوچھا۔

"اے دشمن خدا ابوتراب کے متعلق کیا کہتے ہو۔

"میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔

"کیا تم نہیں جانتے۔

"ہاں میں نہیں جانتا۔

"کیا تم علی ابن ابیطالب کو نہیں جانتے۔

"بے شک جانتا ہوں۔

"وہی ابوتراب ہیں۔

"ہرگز نہیں وہ تو ابوالحسنؑ والحسینؑ ہیں۔

افسر پولیس نے ٹوکا

امیر کہتے ہیں کہ وہ ابوتراب ہیں اور تم کہتے ہو کہ نہیں۔

صیفی نے جھڑک دیا بولے اگر امیر جھوٹ بولے تو میں بھی جھوٹ بولوں اور غلط بات زبان سے نکالوں

زیاد غصہ سے بے قابو ہو گیا کہا "تمھارے جرائم میں اس جرم کا بھی اضافہ ہوا"

پھر اپنے سپاہیوں سے مڑ کر کہا چھڑی لاؤ۔ چھڑی لیکر صیفی پر پل پڑا اور پوچھا بولو علیؑ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو۔

سے زدوکوب کیا گیا۔ زیاد نے کہا بس کرو۔ پھر پوچھا۔

ہاں اب بتاؤ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

صیفی نے کہا۔ بخدا اگر استروں اور چھریوں سے میری بوٹی بوٹی کاٹ ڈالو تب بھی وہی کہوں گا جو پہلے سن چکے ہو۔

"تم کو اُن پر لعنت کرنا ہو گی ورنہ تمھاری گردن اُڑا دی جائے گی۔

"پھر پہلے گردن اُڑا ہی کیوں نہ دو مجھے اس میں کوئی عذر نہیں بلکہ میں اس سے راضی اور مطمئن ہوں"

زیاد نے نوکروں کو حکم دیا کہ اُن کی گردن میں مارو پھر دوبارہ حکم دیا کہ انھیں اچھی طرح زنجیروں میں جکڑ کر قید خانہ میں ڈالدیا جائے۔ بعد میں یہ بھی حجر کے ساتھ روانہ کیے گئے اور مرج عذرا میں شہید ہوئے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۴۹)

(ج) قبیصہ بن ربیعہ

حجر کے ان رفقا میں جو زیاد کے ہاتھوں شہید ہوئے قبیصہ بن ربیعہ عبسی بھی ہیں۔ زیاد نے اپنے افسر پولیس شداد بن ہثیم کو اُن کی تلاش میں بھیجا۔ شداد نے اچانک چھاپہ مارا۔ قبیصہ خطرہ محسوس ہونے پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے ان کے قبیلہ کے کچھ لوگوں نے بھی ساتھ دیا۔ افسر پولیس نے چالبازی سے کام لیتے ہوئے شداد سے کہا..... تمھاری جان بھی محفوظ رہیگی اور مال بھی کیوں اپنی جان ہلاکت میں ڈالتے ہو افسر پولیس کی یہ بات سنکر ساتھ والے دھوکے میں آگئے انھوں نے کہا "تمھیں تو امان دی جا رہی ہے پھر کیوں تم اپنی جان دیتے ہو اور کیوں ہم لوگ تمھارے ساتھ ہلاک ہوں" قبیصہ کو امویوں کی جفاکاری و غداری کا بخوبی علم تھا انھوں نے اپنے ساتھیوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا:۔

"ولے ہو تم پر یہ زن زانیہ کا ناجائز بیٹا اگر میں اسکے ہاتھ لگ گیا تو اسکے قبضہ سے کبھی نہ نکلنے پاؤں گا اور ظن غالب ہے کہ وہ مجھے قتل کر ڈالے"!

قوم والوں نے کہا نہیں اب ایسا نہ ہو گا جب قبیصہ نے دیکھا کہ کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے تو اپنے کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ زیاد نے انھیں دیکھ کر کہا:۔

میں تمھاری ایسی گت بناؤں گا کہ پھر تمھیں فساد پھیلانے اور حکام کے منہ آنے کی مہلت ہی نہ ملے"

قبیصہ نے کہا مجھ سے امان کا وعدہ کیا جا چکا ہے تبھی میں آیا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا لیجاؤ انھیں قید خانہ میں ڈالدو پھر حجر کے ساتھ انھیں بھی معاویہ کے پاس روانہ کر دیا جب یہ قافلہ مقام جبانۃ عرزم پہنچا جہاں قبیصہ کا گھر تھا تو قبیصہ کی نظر مکان پر پڑی دیکھا کہ لڑکیاں مکان کے بالاخانہ سے دیکھ رہی ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ قبیصہ سے بیٹیوں کی یہ حالت دیکھی نہ گئی، نگہبانوں سے کہا مجھے میرے گھر والوں کے نزدیک سے لے چلو تاکہ میں انھیں وصیت کر لوں۔ نگہبانوں نے ایسا ہی کیا قبیصہ کے قریب جانے پر اور فریاد و ماتم ہوا قبیصہ نے صبر و سکوت کی

رکھتا ہوں۔ یا تو شہید ہوں گا اور یہ بہترین خوش قسمتی ہے یا بخیر و عافیت تم لوگوں کے پاس آؤں گا، وہ ذات جو تمھیں رزق بہم پہونچاتی تھی اور تمھاری معیشت میں میری مددگار تھی وہ خدا کی ذات ہے، اور وہ حی و قیوم ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی مجھے امید ہے کہ وہ تمھیں ضائع و برباد نہ ہونے دیگا اور تمھاری حفاظت کریگا۔"

مرج عذرا پہونچنے کے بعد یہ قبیصہ بھی حجر کے ساتھ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

ان مذکورہ بالا افراد کے علاوہ اتنے اشخاص اور تھے جو حجر کے ہمراہ طوق و سلاسل میں جکڑ کر بھیجے گئے، شریک بن شداد حضرمی، کریم بن عفیف خثعمی، عاصم بن عوف بجلی، کدام بن حیان عنزی، محرز بن شہاب تمیمی، عبد اللہ بن حویہ سعدی ——— عتبہ ابن اخنس سعدی اور سعدی بن نمران ہمدانی اُن دو آدمیوں کو زیاد نے بعد میں بھیجا جسکے بعد اُن کی تعداد چودہ ہو گئی اُن میں سات آدمی قتل کر دیے گئے اور سات چھوڑ دیے گئے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۵۲)

یہ وہ غیرت دار مجسمۂ ایمان و یقین مومنین تھے جنھوں نے حق کی راہ میں اپنی جانیں قربان کیں، انکی مظلومانہ شہادت سے اسلام میں ایسا عظیم رخنہ پڑا جسکی ہولناکی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ان کا خون محض اسلیئے مباح سمجھ لیا گیا کہ وہ غیر اسلامی حرکتوں کے روادار نہ ہوئے اور نیکی کی تلقین کرتے تھے جسے اسلام نے ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا ہے اس ہولناک حادثہ پر تمام عالم اسلامی میں تہلکہ پڑ گیا جس نے بھی سنا اُس نے اپنے غم و غصہ اور نفرت و بیزاری کا اظہار کیا اُس وقت مسلمانوں میں جتنی اہم شخصیتیں تھیں سبھی نے معاویہ کے اس سفاکانہ اقدام پر اپنی برہمی ظاہر کی۔ ہم صرف چند افراد کے اسمائے گرامی اور اُن کے فقرات درج کرتے ہیں جنھوں نے اس سانحہ کو سُن کر کہے یا معاویہ کو تحریر کیے۔

(۱) امام حسینؑ

امام مظلوم نے مدینہ سے معاویہ کو ایک سخت و شدید خط لکھا جس میں اُنکی حرکت پر سرزنش کرتے ہوئے یہ فقرہ لکھا۔

"کیوں معاویہ! کیا تم ہی وہ شخص نہیں ہو جس شخص نے حجر کندی کو قتل کیا۔ کیا تم ہی وہ نہیں ہو جس نے ایسے نماز گزاروں اور پرہیزگاروں کو قتل کیا جو ظلم و بدعت کو پسند نہ کرتے تھے اور دین کے معاملہ میں کسی شخص کی ملامت اور سرزنش کی پروا نہ کرتے تھے، حالانکہ تم اُن کے ساتھ بڑی سخت قسمیں کھا کر پختہ وعدے کر چکے تھے اور انھوں نے نہ کوئی فتنہ ملک میں پیدا کیا تھا اور نہ تمھاری مخالفت کی تھی مگر تم نے اُن بغیر قتل کیئے نہ چھوڑا۔ (بحار جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹)

اس خط سے امام مظلوم کے تأثرات کا پوری طرح اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے حجر اور اُن کے ساتھیوں کی ہلاکت کو انتہائی ہولناک قرار دیا جن کا کوئی قصور سوا اسکے نہ تھا کہ اُنھیں ظلم و جور گوارا نہ ہوا اور نت نئی بدعتوں اور منکرات کو برداشت کرنے پر تیار نہ ہوئے، پھر معاویہ صلح کے وقت امام حسنؑ سے سخت و شدید عہد و پیمان بھی کر چکے تھے کہ شیعان امیر المومنینؑ کی جان و مال سے کوئی تعرض نہ کریں گے

جب عائشہ کو حجر کے مقید ہو کر معاویہ کے یہاں جانے کی خبر ملی تو آپ نے عبدالرحمان بن حارث بن ہشام کو حسب ذیل پیغام کے ساتھ معاویہ کے پاس روانہ کیا اللہ اللہ فی حجر و اصحابہ یعنی حجر اور اُنکے اصحاب کے بارے میں خدا کا خوف کرنا مگر افسوس ہے کہ عبدالرحمان اس وقت پہونچے جب حجر اپنے ساتھیوں سمیت قتل ہو چکے تھے، عبدالرحمان نے معاویہ سے کہا:۔

"آپکے پاس سے کہاں چلا گیا تھا ابوسفیان سے ملا ہوا حلم؟ آپنے اس حلم سے کام کیوں نہ لیا۔ آپنے اُن کو جیل خانہ ہی میں ڈال دیا ہوتا اور وباء طاعون سے ہلاک ہو جانے دیا ہوتا۔"

معاویہ نے طنزیہ طور پر جواب: یا اگر تمھارے ایسا کوئی مشورہ دینے والا موجود نہ تھا۔ عبدالرحمان نے کہا بخدا عرب میں نہ تو آپکے حلم کا کوئی ذکر ہوگا اور نہ آپ کی اصابۂ رائے قابل تسلیم رہی، اور آپنے ایسے آدمیوں کو قتل کیا جن کو قید کر کے آپ کے پاس بھیجا گیا تھا اور وہ مسلمان تھے۔

عائشہ کو اس حادثہ کی اطلاع پہونچی تو اُنھوں نے کہا۔

"اگر معاویہ کو احساس ہوتا کہ اہل کوفہ میں کچھ بھی جراٴت و ہمت ہے تو وہ کبھی حجر اور اُن کے اصحاب کو گرفتار کر کے شام نہ بلواتا اور قتل کرنے کی جراٴت نہ کرتا لیکن جگر خوارہ کے لڑکے کو معلوم ہے کہ آدمی فنا ہو چکے ہیں۔ خدا کی قسم یہ لوگ اپنی علمی طاقت اور فقہی قابلیت کے لحاظ سے عرب کے سردار اور دماغ سمجھے جا سکتے تھے۔

لبید شاعر نے کیا خوب نظم کیا ہے اپنے دو شعروں میں جن کا مضمون یہ ہے:۔

گذر گئے وہ لوگ جنکی پناہ میں زندگی بسر کیجا سکتی تھی اور رہ گیا ہوں میں اب لیسے پسماندہ افراد میں جو خارشتی اونٹ کی کھال کے مثل ہیں نہ تو اُن سے کوئی فائدہ ہے اور نہ اُن سے کسی اچھائی کی توقع ہے جب وہ بات کرتے ہیں تو عیوب سے مملو ہوتی ہے چاہے وہ شور و غل برپا نہ کریں (استیعاب جلد ۱ ص۲۵۰)

جب معاویہ مدینۂ رسولؐ میں آئے اور ام المومنین عائشہ کے پاس سلام کے لیئے حاضر ہوئے تو سب سے پہلی بات جو عائشہ نے پیش کی وہ حجر کا معاملہ تھا اور اس گفتگو میں یہاں تک نوبت ہوا کہ معاویہ نے کہا اچھا چھوڑ دیجئے مجھے اور حجر کو خدا کے یہاں دیکھا جائے گا۔

(ج) ربیع ابن زیاد

منجملہ ان معترضین کے جنھوں نے اس المیہ پر اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا ربیع بن زیاد[1] حجری بھی ہیں جو معاویہ کی طرف سے خراسان کے گورنر تھے جب انھیں اس دردناک حادثہ کی خبر ملی تو انکے حواس جاتے رہے اور رنج و اندوہ

---

[1] ربیع بن زیاد بن انس حارثی حجری یہ معاویہ کی طرف سے خراسان کے حاکم تھے حسن بصری انکے کاتب تھے ابی ابن کعب اور دوسرے لوگوں سے انہیں سند اور روایت ہے۔ ان سے دوسرے لوگوں نے روایت کیا ۵۳ھ ہجری میں مرے۔ تہذیب التہذیب جلد ۳ ص۲۴۲، اصابہ جلد ۱ ص۴۹۲

"حجر کے بعد عرب والے قید و بند کی حالت میں برابر قتل ہوتے رہیں گے اگر اہل عرب اس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تو کوئی بھی بحالت قید قتل نہ ہوتا لیکن انھوں نے اس ذلت کو گوارا کیا جس کے نتیجہ میں وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔"

حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر کوفہ والوں میں شمہ برابر بھی غیرت ہوتی اور اس سفاکی و بے رحمی کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے اور حجر اور اُنکے ساتھیوں کو اس آسانی سے قتل نہ ہونے دیتے تو کبھی امویوں کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ معززین و اشراف کی جان لیتے پھرتے لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ کوفہ والے غیرت و حمیت سبھی بالائے طاق رکھ چکے تھے انھیں موت ناگوار اور ذلت و خواری کی زندگی محبوب تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امویوں نے جو چاہا ہو کیا اور جس قدر اُنکا بس چلا کوفہ والوں کو ذلیل و خوار اور تباہ و برباد کیا۔

جب جمعہ کا دن آیا تو ربیع نے نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہا:۔

"لوگو! میں زندگی سے عاجز آچکا ہوں اب میں ایک دعا مانگتا ہوں تم سب آمین کہنا۔ اسکے بعد ہاتھ اُٹھائے اور کہا خداوندا اگر ربیع کے لئے تیرے نزدیک کچھ بہتری ہو تو جلد اُسکی روح قبض فرمالے۔"

اس کے بعد مسجد سے باہر نکلے کچھ دور نہ گئے تھے کہ زمین پر گرے اور انتقال کیا۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۶۳)

(د) حسن بصری

حسن بصری کو جب حجر اور اُنکے ساتھیوں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا اُن پر نماز جنازہ بھی پڑھی گئی کفن بھی دیا گیا اور دفن کیا گیا اور قبلہ رُخ لاش رکھی گئی؟ معلوم ہوا کہ یہ سب کیا گیا۔ حسن نے کہا تو پھر بخدا حجت اُنکی تمام ہو گئی (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۵۵)

مطلب یہ تھا کہ لاشوں کے ساتھ اسلامی احکام پر عمل اُنکے مسلمان سمجھے جانے کا ثبوت ہے تو پھر اُن کا خون مباح کیونکر ہو سکتا ہے۔"

حسن بصری حجر کی شہادت کو معاویہ کے ان چار ہولناک افعال میں سے قرار دیتے تھے جنکی بنا پر معاویہ کی نجات ناممکن ہے بار بار انھوں نے یہ فقرہ کہا:۔

ویل لہ من حجر واصحاب حجر — حجر اور اصحاب حجر کی جہت سے بربادی و ہلاکت ہو معاویہ کی

(ھ) عبد اللہ بن عمر

عبد اللہ بن عمر کا واقعہ ہے کہ وہ بازار میں تھے اُن کو حجر کے قتل کی خبر ملی تو وہ بےچین ہو گئے نشست کو قائم نہ رکھ سکے اور کھڑے ہو کر چیخیں مار کر رونے لگے۔

(و) معاویہ بن خدیج

معاویہ بن خدیج محمد ابن ابی بکر کا قاتل ان دنوں افریقہ میں لشکر کے ہمراہ تھا جب اُسے حجر کی شہادت کی خبر ملی تو اُس نے اپنے قبیلہ کندہ کے لوگوں سے کہا:

دیکھو ہم لوگ قریش کے لیئے لڑ رہے ہیں اور اپنی جان کو ہلاک کر رہے تاکہ قریش والوں کی حکومت کو استحکام ہو اور خود قریش والے ہمارے نبی اعلام کو تہ تیغ کر رہے ہیں۔

خود معاویہ کو بعد میں حجر کے بے گناہ قتل کرنے کے جرم کا احساس پیدا ہو گیا تھا چنانچہ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور تکلیف زیادہ ہوئی تو ایک روز عبد اللہ بن یزید اسلامی اُن کے پاس آیا اُس نے دیکھا کہ وہ بہت مضطرب ہیں، اُس نے خوشامدانہ لب و لہجہ میں کہا۔ آپ کو اضطراب کی کیا ضرورت ہے اگر مر گئے تو جنت میں پہونچے اگر زندہ رہے تو مسلمانوں کے جہاں پناہ رہے۔ معاویہ نے کہا خدا رحمت نازل کرے تمہارے والد پر وہ مجھے حجر بن عدی کے قتل سے منع کرتے تھے۔

محمد بن سیرین کی روایت ہے کہ جب معاویہ کا وقت وفات قریب آیا اور انھیں غرغرہ لگا تو انھوں نے کہا یوحی منک یا حجر یوم طویل یعنی اے حجر تمہارے قتل سے مجھے طویل روز کا سامنا ہوگا۔

(طبری جلد ۶ صـ۱۶۳)

حزن و مشقت کا زمانہ طولانی ہوتا ہے لہذا اس سے مقصود یہ ہے کہ مجھے اس قتل کے سبب سے بروز قیامت بڑی تکلیف و زحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

(ب) رشید ہجری

جناب رشید ہجری بلحاظ علم و فضل و زہد و ورع اسلام کے بہت ہی معزز و محترم اور جلیل القدر بزرگ ہیں آپ امیر المومنینؑ کے شاگرد رشید اور آپ کے علوم و معارف کے خزینہ دار تھے امیر المومنینؑ نے آپ کا نام ہی رکھ دیا تھا رشید البلایا آزمائشوں والے رشید ان کی دختر راوی ہیں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار کو ارشاد فرماتے سنا:۔

امیر المومنینؑ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:۔ رشید تم کیونکر صبر کروگے اُس وقت جب بنی امیہ کا جھوٹا شخص تمھیں گرفتار کر کے بلائے گا اور تمھارے ہاتھ پیر اور زبان کاٹ ڈالے گا۔ میں نے عرض کیا امیر المومنینؑ عاقبت تو بخیر ہوگی۔ آپ نے فرمایا رشید تم دنیا و آخرت دونوں میں میرے ساتھی ہو۔

ایک مرتبہ رشید امیر المومنینؑ کی ہمراہی میں ایک باغ میں گئے وہاں دونوں حضرات ایک کھجور کے درخت کے سایہ میں بیٹھے، باغ کے مالک نے اس درخت سے کچھ کھجوریں توڑیں اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش کیں امیر المومنینؑ نے اُن میں سے کچھ دانے نوش فرمائے۔ رشید نے امیر المومنینؑ سے عرض کی۔ کتنی عمدہ یہ کھجوریں ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا تم اسی کھجور کے تنے پر سولی دیئے جاؤ گے۔

اس گفتگو کے بعد رشید نے اپنا وطیرہ بنا لیا کہ اس درخت کی برابر دیکھ بھال کیا کرتے اُسے پانی دیتے اُسکے نیچے نماز پڑھتے ایک ... دیکھا کہ اس درخت کی تنا ... شاخیں کاٹ ڈالی گئی ہیں انھیں

زر زق بنایا جا چکا ہے اب انھیں اپنے مرنے کا اور یقین ہو گیا۔ اسی زمانہ میں زیاد نے اُنکی تلاش میں آدمی بھیجے
اور رشید گرفتار ہو کر زیاد کے پاس آئے زیاد نے پوچھا:۔

——— تمھارے دوست کیا خبر دیگئے ہیں تمھیں؛ ہم کیا سلوک کرینگے تمھارے ساتھ؟

——— تم لوگ میرے ہاتھ پیر قطع کردوگے اور سولی دیدوگے۔

——— خدا کی قسم میں اُنکی بات جھٹلا کر رہوں گا انھیں رہا کردو۔

سپاہیوں نے اُنکی مشکیں کھول دیں جب وہ آزاد ہو کر جانے لگے تو زیاد نے اپنے سپاہیوں سے چیخ کر کہا انھیں واپس لاؤ۔ سپاہی پھر اُنھیں پکڑ لائے۔ زیاد نے انھیں دیکھ کر کہا:۔

"تمھارے صاحب (حضرت علیؑ) نے تمھارے متعلق جو کہا ہے ہمارا خیال ہے کہ اس سے بہتر سزا تمھارے لئے نہیں ہو سکتی۔ تم جب تک زندہ رہوگے ہماری جڑ کھودتے ہی رہوگے ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالو"

سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی، رشید ان سب مظالم کے باوجود تقریر سے باز نہ رہے وہ برابر امیر المومنینؑ کے فضائل و مناقب بیان کرتے رہے زیاد اُن کی باتوں سے آگ بگولا ہو گیا سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان کا گلا گھونٹ ڈالو۔ رشید نے کہا اب ایک ہی بات رہ گئی ہے وہ بھی کر ڈالو۔ مطلب یہ تھا کہ امیر المومنینؑ نے زبان کٹے جانے کے متعلق بھی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ زیاد نے حکم دیا کہ اُنکی زبان بھی کاٹ ڈالو جب سپاہی حکم کی تعمیل کیلئے بڑھے تو رشید نے کہا بس ایک فقرہ کہہ لینے دو سپاہی تھم گئے رشید نے کہا امیر المومنینؑ کا ارشاد حرف بحرف سچا ثابت ہو کر رہا آپ نے مجھے خبر دی تھی کہ زبان بھی کاٹ ڈالی جائے گی۔ سپاہیوں نے بڑھ کر زبان بھی کاٹ ڈالی۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ ۵۲۱)

حافظ ذہبی تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ زیاد نے رشید ہجری کو اُن کے تشیع کے جرم میں قتل کیا اُن کی زبان کاٹی اور اُنھیں سولی دیدی۔

کس سے پوچھا جائے کہ آخر کیا خطا کی تھی حکومت کو کیا نقصان پہونچایا تھا! اس مجسمۂ علم و فضل بزرگ نے جسکی وجہ سے ایسی سخت سزا دیگئی جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی، اصل بات یہ ہے کہ معاویہ و زیاد اہلبیت کے نام سے جلتے تھے اسی لئے اُنھوں نے انتہائی کوشش کی کہ ایک متنفس بھی اُن کا نام لینے والا باقی نہ رہے۔

(۲) عمرو بن حمق خزاعی

آپ پیغمبرؐ کی مصاحبت میں مدتوں رہے، آں حضرتؐ کی بے شمار حدیثوں کے حافظ ہیں، پیغمبرؐ کو انھوں نے ایک مرتبہ جام شیر پلایا جس پر آں حضرتؐ نے دعا دی اَللّٰھُمَّ امتعہ بشبابہ۔ خداوندا جوانی سے ان کو بہرہ ور فرما۔ چنانچہ ۸۰ برس تک زندہ رہے اور ان کا ایک بال بھی سپید نہیں ہوا۔ (اسد الغابہ

... آپ نے اُن کے متعلق دعا کی تھی۔

"خداوندا ان کے دل کو تقویٰ سے منور کر اور اپنے سیدھے راستہ پر گامزن رکھ۔" (سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۲۹۳)

امیر المومنینؑ اُن کی انتہائی عزت و توقیر کرتے، اکثر تو یہ اُن سے آپ نے فرمایا تھا کاش میرے لشکر میں تمہارے جیسے سو ہی آدمی ہوتے۔"

اُنھوں نے اکثر تو یہ امیر المومنینؑ سے اپنے خلوص و وفا اور جذبۂ اطاعت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

امیر المومنینؑ خدا کی قسم میں دنیا کی غرض سے آپ کو محبوب نہیں رکھتا اور نہ اس لئے کہ آپ کے یہاں تقرب و منزلت حاصل ہو بلکہ میں پانچ باتوں کی وجہ سے آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ آپ پہلے ظاہر ایمان والے مومنین ہیں، ابن عم رسول خدا ہیں، تمام مہاجرین و انصار میں سب سے زیادہ عظیم المنزلت، سیدہ عالم کے شوہر اور پیغمبرؐ کی باقی رہنے والی ذریت کے باپ ہیں۔ اگر میں آپ کے دشمن کو نیچا دکھانے اور آپ کی حجت قائم کرنے کے لئے ناقابل تسخیر پہاڑوں کو سر اور ناپیدا کنار سمندروں کو عبور کر جاؤں تب بھی میں آپ کے ان مسلّم حقوق کے مقابلہ میں جو مجھ پر واجب و لازم ہیں اُسے ہیچ سمجھوں گا۔

یہ فقرہ گواہ ہے کہ یہ اپنے عقائد دینی میں کتنے محکم و استوار اور امیر المومنینؑ کی محبت و مودت میں کتنے ثابت قدم تھے، یہ امیر المومنینؑ سے اسلئے خلوص و عقیدت رکھتے تھے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی اس کا مستحق نہ تھا۔ امیر المومنینؑ نے اُن کی شہادت کے متعلق بھی پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ "عمرو تم میرے بعد قتل کئے جاؤ گے تمہارا سر پھرایا جائے گا اور یہ اسلام میں پہلا سر ہوگا جسے در بدر پھرایا جائے گا۔ ہلاکت تو تمہارے قاتل کی۔

(سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۳۶۰)

جب زیاد کوفہ کا گورنر ہوا اور اُس نے دوستانِ امیر المومنینؑ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر گرفتار کرنا شروع کیا تو یہ رفاعہ بن شداد کے ساتھ مدائن چلے گئے، چند دن مقیم رہے پھر وہاں سے بھاگ کر موصل کی راہ لی، موصل سے قریب ایک پہاڑ پر پناہ لی۔ وہاں کے حاکم بلتعہ بن ابی عبد اللہ کو خبر ملی کہ دو شخص موصل کے کسی پہاڑ پر آ چھپے ہیں، تو اس نے اُن کے قیام کو پسند نہ کیا، اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر اُن کی طرف روانہ ہوا۔ جب یہ سب پہاڑ کے قریب پہنچے تو عمرو بن حمق اور رفاعہ دونوں باہر نکل آئے، عمرو پہلے سے بیمار تھے کسی نے اُنھیں زہر دیدیا تھا، کمزور و ناتوان اور بھاری بھرکم تھے، ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ دشمنوں سے اپنی جان بچا سکیں، یہ بھاگے نہیں وہیں ٹھہر گئے۔ رفاعہ ابھی جوان تھے وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور عمرو سے بولے کہئے تو ان لوگوں سے جنگ کروں، عمرو نے کہا اتنے لوگوں سے اکیلے تمہارے لڑنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اگر ہوسکے تو بھاگ کر اپنی جان بچاؤ۔

رفاعہ نے بڑھ کر دشمنوں پر حملہ کیا، وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور رفاعہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے اُن کے حلقہ سے پار ہو گئے۔ دشمن اُنھیں پکڑنے کے لئے پیچھے دوڑے مگر رفاعہ بلا کے تیر انداز تھے اسلئے قریب جا کی

"میں وہ ہوں کہ اگر تم مجھے چھوڑ دو تو یہ تمھارے لیے زیادہ سلامتی کا باعث ہو گا اور اگر قتل کرو تو انتہائی مضرت کا سبب ہو گا"

دشمنوں کا اصرار بڑھتا گیا اور اسطرف عمرو اپنے انکار پر جمے رہے، دشمن تذبذب میں پڑ گئے کہ ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے آخر انھوں نے پکڑ کر انھیں عبدالرحمان بن عبداللہ ثقفی حاکم موصل کے پاس بھیج دیا۔ عبدالرحمان نے انھیں دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ تو عمرو بن حمق ہیں اس نے فوراً معاویہ کو خبر کی معاویہ نے انکا خط پڑھ کر جواب لکھا۔

"انھوں نے عثمان پر نیزے کے ۹ وار کئے تھے ہم اس سے تجاوز کرنا نہیں چاہتے تم بھی ان پر نو وار کرو اس خصوصی ہدایت کے مطابق ان پر نو وار نیزے کے کیے گئے حالانکہ پہلے یا دوسرے ہی زخم میں وہ جاں بحق تسلیم ہو چکے تھے (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۴۳)

حاکم موصل نے ان کا سر کاٹ کر معاویہ کے پاس بھیج دیا معاویہ نے حکم دیا کہ یہ سر نیزے پر تمام کے شہروں میں پھرایا جائے مورخین لکھتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلا سر تھا جو نوک نیزہ پر پھرایا گیا۔

(استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۱۷)

پھر معاویہ نے عمرو کی بیوی آمنہ دختر شرید کو طلب کیا جو معاویہ کی قید میں تھی یہ سر لیجا کر اس کی گود میں ڈالدیا گیا۔ آمنہ بے چین ہو گئی صدمہ کے مارے قریب تھا کہ دم نکل جائے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا فریاد کرتی ہوئی بولی:-

"اے میرے دل وائے وہ اس ذلت و تنگی کے گھر میں عمرو کی بے حرمتی پر جو سلطان کے ظلم و جور سے عمل میں آئی تم لوگوں نے مدت دراز تک انھیں مجھ سے جدا رکھا پھر قتل کر کے ان کا سر مجھے تحفہ کے طور پر دیا۔ خوش آمدید عمرو کے لیے جن پر میں کبھی ناراض نہ ہوئی اور نہ کبھی انھیں فراموش کیا"

پھر پہریدار کی طرف مڑ کر بولی:-

"معاویہ سے جا کر بس اتنا کہدینا کہ خدا تمھارے بچوں کو یتیم اور تمھارے عیال کو تم سے دور کرے اور تمھارے گناہ کبھی نہ بخشے"

قاصد نے آ کر معاویہ کو آمنہ کا پیغام کہہ سنایا معاویہ نے آگ بگولا ہو کر دربار میں اسکو سامنے لانیکا حکم دیا جب وہ آئی تو کہا۔

"دشمن خدا تو ہی ہے نے ایسی بات کہی ہے۔

آمنہ نے انتہائی بے خوفی سے جواب دیا

وقت ایسا نہیں گذرا جس میں میں نے یہ دعا نہ کی ہو۔ (اعلام النساء جلد ۱ ص ۲۶۲)

عمرو بن حمق کے قتل کو بھی اُس وقت کے غیرت دار مسلمانوں نے بیحد ہولناک سمجھا۔ امام حسینؑ نے معاویہ کو اُن کی چیرہ دستیوں پر احتجاج کرتے ہوئے جو خط لکھا تھا اس میں آپ نے عمرو بن حمق کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا تھا آپ نے لکھا تھا۔

"کیا تم ہی وہ شخص نہیں ہو کہ جس نے عمرو بن الحمق خزاعی، صحابی رسولؐ کو قتل کیا جو ایسا صالح اور عبادت گذار بندہ تھا کہ کثرت عبادت سے اس کا جسم گھُل گیا تھا بدن ڈھل گیا تھا قوتیں زائل ہو گئی تھیں اور چہرہ پر زردی چھا گئی تھی تم نے پہلے اُن کو امان دیدی تھی اور ایسا مضبوط وعدہ کیا تھا کہ اگر ایسا وعدہ کسی جانور سے بھی کیا جائے تو وہ بھی پہاڑ کی چوٹی سے اُتر کر پاس آجائے پھر تم نے بڑی جسارت کے ساتھ اس عہد کو توڑ دیا اور بے جرم و خطا اُن کو مار ڈالا۔"

(۵) اوفی بن حصن

اموی سیاست سے بیزار اور امویوں کے مظالم و شدائد پر احتجاج و انکار کرنے والوں میں سے یہ بھی تھے، زیاد نے اُن کی گرفتاری کے لئے بھی آدمی چھوڑے جب اوفی کو پتہ چلا تو روپوش ہو گئے۔ ایکبار یہ اُن کا اور زیاد کا سامنا ہو گیا زیاد نے اپنے مصاحبین سے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہی اوفی بن حصن ہیں اُس نے حکم دیا کہ انھیں میرے پاس پکڑ لاؤ جب یہ آئے تو پوچھا۔ عثمان کے متعلق کیا کہتے ہو

"جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو۔ وہ رسول اللہ کے داماد تھے۔

"معاویہ کے متعلق کیا کہتے ہو؟

سخی اور حلیم ہیں۔

میرے متعلق کیا کہتے ہو۔

میں نے سنا ہے کہ تم نے بصرہ میں کہا تھا میں بیمار کے بدلے صحتمند و تندرست کو اور جانے والے کے بدلے میں آنے والے کو سزا دوں گا۔

ہاں میں نے ایسا کہا تھا۔

تم بری طرح بھٹکے۔

زیاد نے حکم دیا کہ انھیں قتل کر ڈالا جائے اور وہ مار ڈالے گئے۔ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۲۴۳)

اس پُرآشوب دور اور قساوت کے زمانہ میں اوفی کی اموی سیاست پر نکتہ چینی اور زیاد کے مظالم پر احتجاج و انکار افضل ترین عمل تھا جسے اوفی بجا لائے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے۔ افضل ترین جہاد ظالم

[illegible]

(ھ) جویریہ بن مسہر عبدی

جویریہ بن مسہر امیر المومنینؑ کے مخلص اور مقربین اصحاب تھے آپ کے بیان کردہ حدیثوں کے حامل اور آپ کے علوم و معارف کے خزینہ دار، امیر المومنینؑ آپ کو بہت عزیز رکھتے اور اپنی محبت کا اظہار فرماتے راز کی باتیں کہتے، ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا۔

جویریہ! ہمارے دوستدار کو جب تک وہ ہمیں دوست رکھے تم بھی دوست رکھو اور جب عداوت کرنے لگے تو تم بھی اُسے دشمن سمجھو۔ اور ہم سے عداوت رکھنے والے کو جب تک وہ عداوت رکھے دشمن رکھو اور جب ہم سے محبت کرنے لگے تو تم بھی اُسے محبوب رکھو۔

ایک مرتبہ جویریہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ آرام فرما رہے تھے انھوں نے آواز دی کہ

اے سونے والے بیدار ہوجیئے قسم اپنے پیدا کرنے والے کی آپ کے سر پر ایسی ضربت لگنے والی ہے کہ آپکی داڑھی خوں آلود ہو جائے گی جیسا کہ خود آپ اسکی خبر دیتے رہے ہیں۔

امیر المومنینؑ مسکرائے فرمایا۔

تمھیں اپنے متعلق بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ تمھیں کھینچ کر لے جایا جائیگا ایک بن باپ کے امیر کی طرف تمھارے ہاتھ پیر کاٹے جائینگے اور ایک درخت پر تمھیں سولی دی جائے گی۔ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ زیاد کوفہ کا گورنر ہو کر آیا اور اس نے جویریہ کو گرفتار کرکے ہاتھ پیر کاٹ کر درخت پر سولی دلوادی۔

(شرح ابن ابی الحدید)

ہشام بن محمد نے ایک مستقل کتاب جویریہ اور رشید ہجری اور میثم تمار کے متعلق لکھی ہے جس میں وہ تمام آفات و شدائد کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جو بعد امیر المومنینؑ معاویہ و زیاد کی طرف سے ان حضرات نے جھیلے۔ (التعلیقات ص ۳۶۶)

(و) عبد اللہ بن یحییٰ حضرمی۔

عبد اللہ بن یحییٰ امیر المومنینؑ کے منتخب اور برگزیدہ اصحاب و شرطۃ الخمیس[1] میں سے تھے امیر المومنینؑ نے ان سے بروز جنگ جمل فرمایا تھا۔

یحییٰ! بشارت ہو تمھیں تم اور تمھارے باپ شرطۃ الخمیس میں سے ہو رسول اللہ نے مجھے تمھارا اور تمھارے باپ کا نام بتایا تھا اور شرطۃ الخمیس سے ہونے کی خبر دی تھی۔

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد حزن و اندوہ نے انکی جان پر بنادی وہ کوفہ کا قیام ترک کرکے گوشہ نشین ہوگئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ عبادت الٰہی میں بسر کرتے۔ جب معاویہ کو عبد اللہ اور انکے ساتھیوں کے متعلق خبر

[1] خمیس لشکر کو کہتے ہیں کیونکہ لشکر پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ مقدمہ، میمنہ، میسرہ، قلب اور ساق لشکر۔ بعض کتابوں میں ہو کہ

لوگ طوق و سلاسل میں جکڑ کر معاویہ کے پاس لائے گئے اور اسی حالت میں قتل کر ڈالے گئے۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۲)

ان غریبوں کا کوئی قصور نہ تھا سوا اسکے کہ تاکیدات و ارشادات پیغمبرؐ کی بنا پر امیر المومنینؑ کو دل سے محبوب رکھتے تھے۔ یہ تو چند افراد کا ذکر تھا جو جرم تشیع میں معاویہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ معاویہ نے اتنے ہی پر بس نہ کی بلکہ مختلف طریقوں سے شیعیان امیر المومنینؑ کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جنکی تفصیل ہم آئندہ صفحات پر درج کرینگے۔

(ا) شیعوں کے مکانات کا انہدام

معاویہ نے شیعیان امیر المومنینؑ کو تباہ برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا انھوں نے نہ صرف انکے معززین و اشراف کو قتل کیا بلکہ اپنے عاملوں کو تاکیدی فرمان بھیجے کہ سب کے گھر منہدم کر دو چنانچہ جس پر بھی تشیع کا شبہ ہوا اس کا گھر گرا کر خانماں برباد کر دیا گیا۔ (اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۲۶)

(ب) شیعوں کی گواہی قبول کرنے سے انکار

قتل و غارت ہی پر بس نہ کیگئی بلکہ انھیں عالم اسلامی میں یہود و مجوس و کفار و مشرکین سے بھی زیادہ ذلیل و خوار کیا گیا انھیں فاسق اور ناقابل اعتبار قرار دیا ان کی گواہیاں ناقابل قبول قرار دی گئیں معاویہ نے اپنے تمام عاملوں کو لکھا:

علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ کے شیعوں میں سے کسی کی گواہی قبول نہ کرو۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۵ ذخیرۃ الدارین صفحہ ۱۹)

عاملوں نے اس حکم کی پوری پوری پابندی کی اور کسی شیعہ کی گواہی قبول نہ کی حالانکہ وہ اکابر مسلمین و مومنین حاملین علوم پیغمبرؐ اور سب سے زیادہ ثقہ اور متدین افراد تھے۔

(ج) قید و بند اور دہشت زدگی۔

معاویہ نے شیعوں کو ڈرانے دھمکانے اور سراسیمہ و بدحواس کرنے کی بھی پوری پوری تدبیر کی کسی کو گرفتار کر کے ہمیشہ کے لیئے قید میں ڈالدیا کہ کبھی باہر نکلنا ممکن نہ ہوا قید ہی میں دم نکلا کسی کو اتنا خوفزدہ کیا کہ وہ گھر بار چھوڑ کر بھاگ نکلنے پر مجبور ہوا لہذا معاویہ نے گرفتار کر کے جی بھر کے اسکی ذلت و اہانت کی ہم چند افراد کے نام اور انکی داستان مصائب کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ محمد بن حذیفہ

یہ مشہور صحابی پیغمبرؐ ابو حذیفہ کے فرزند تھے اور خود بھی پیغمبرؐ کی صحبت کا شرف رکھتے تھے بہت ہی دیندار اور ممتاز مسلمانوں میں سے تھے نیکیوں کی ترغیب دلانے والے اور منکرات سے روکنے والے۔

امیر المومنینؑ کا فقرہ ہے ان المحامدة تابی ان یعصی اللہ یعنی محمد نام رکھنے والے محمد ابن ابی بکر۔

وابستگی رکھتے تھے۔ جب امیر المومنین کی شہادت ہو گئی اور معاویہ مملکت اسلامیہ کے بلا شرکت غیرے مالک ٹھہرے تو معاویہ نے چاہا کہ انھیں بھی قتل کر ڈالیں پھر رائے ہوئی کہ انھیں قید کر دیا جائے چنانچہ عرصہ تک انھیں مقید رکھا ایک مرتبہ اپنے حاشیہ نشینوں سے معاویہ نے کہا۔ کیوں نہ محمد ابن حذیفہ کو بلا کر سرزنش کیجائے اور مجبور کیا جائے کہ علیؑ کو سب و شتم کریں۔ پھر انھوں نے محمد کو قید خانہ سے طلب کر کے کہا

کیا اب تک تمھیں اندازہ نہ ہو سکا کہ علیؑ کی مدد کر کے تم گمراہی میں پڑے تھے۔ تمھیں معلوم نہیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور عائشہ اور طلحہ و زبیر ان کے خون کا قصاص لینے کے لئے اٹھے ہوئے تھے اور علی ہی نے خفیہ طور پر لوگوں کو ان کے قتل پر ابھارا اور آج ہم عثمان کے انتقام کے خواہاں ہیں۔

محمد نے کہا۔ تمھیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عثمان کا زیادہ قریبی رشتہ دار اور تم سے بھی زیادہ انکی معرفت رکھنے والا ہوں (جناب ابو حذیفہ جب شام کی جنگ میں شہید ہو گئے تو عثمان نے محمد ابن حذیفہ کو پالا اور پرورش کی تھی) معاویہ نے کہا ہاں۔

محمد نے کہا۔ خدا کی قسم تمھارے علاوہ میں کسی کو نہیں جانتا جو عثمان کے خون میں شریک ہوا ہو اور لوگوں کو عثمان کے خلاف برانگیختہ کیا ہو۔ عثمان نے تم کو اور تمھارے جیسے لوگوں کو حاکم بنایا مہاجرین و انصار نے عثمان سے درخواست کی کہ وہ تمھیں معزول کر دیں مگر انھوں نے انکار کیا اسکے جواب میں مہاجرین و انصار نے انھیں ہلاک کر دیا۔ خدا کی قسم شروع سے لیکر آخر تک عثمان کے خون میں شریک تین طلحہ و زبیر اور عائشہ ہیں ان کے علاوہ کوئی اور نہیں انھیں لوگوں نے ان کے خلاف محاذ قائم کیا اور لوگوں کو انکے خلاف ابھارا۔ اس معاملہ میں عبدالرحمان بن عوف عبداللہ بن مسعود، عمار بن یاسر اور تمام انصار نے بھی ان تینوں کا ہاتھ بٹایا۔

معاویہ نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوا؟ محمد نے کہا ہاں خدا کی قسم واقعہ یہی ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں میں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں ایک ہی جیسا پایا اسلام نے نہ تم میں کوئی بات کم کی نہ زیادہ تم بحالت کفر جیسے تھے مسلمان ہو کر بھی بعینہ ویسے ہی رہے اور اس کا ثبوت بہت واضح ہے تم میری ملامت کرتے ہو کہ میں علیؑ سے محبت کیوں کرتا ہوں۔ مہاجرین و انصار میں سے جتنے دیندار اکابر اصحاب و مومنین تھے سبھی علیؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کے لئے نکلے تھے اور تمھارے ساتھ منافقین اور پیغمبرؐ کے آزاد کردہ افراد کی اولاد تھے اور وہ لوگ تھے جنھیں تم نے ان کے دین میں دھوکا دیا اور انھوں نے تمھاری دنیا میں فریب کیا۔ خدا کی قسم نہ تم ہی سے یہ بات پوشیدہ ہے کہ کس ہولناک جرم کے تم مرتکب ہوئے نہ تمھارے ساتھی ہی اس سے بے خبر ہیں۔ انھوں نے تمھاری اطاعت کر کے خدا کو غضبناک کیا اور اسکی ناراضگی مول لی۔ میں خدا اور رسولؐ کے لئے ہمیشہ ہی علیؑ کو دوست

۲۔ عبد اللہ بن ہاشم مرقال

منجملہ ان اعیان مومنین اور رجال نثاران امیر المومنینؑ کے جنھیں معاویہ نے خوفزدہ کیا عبد اللہ بن ہاشم مرقال بھی ہیں۔ معاویہ کو بڑا ہی غم وغصہ اور کینہ وعناد ان سے تھا کیونکہ یہ خود بھی امیر المومنینؑ کے مخلص فدائیوں میں تھے اور انکے پدر بزرگوار ہاشم مرقال تو امیر المومنینؑ کے دست وبازو تھے، ہاشم نے تو صفین کے میدان میں ایسی خونریز جنگ کی اور معاویہ پر اتنے تابڑ توڑ حملے کیے کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر تیار ہو گئے تھے، ہاشم تو زندہ نہ بچے تھے کہ معاویہ اُن سے انتقام لیتے ہاں اُنکے فرزند عبد اللہ زندہ تھے اور انھیں ستا کر کلیجہ ٹھنڈا کیا جا سکتا تھا۔

معاویہ نے زیاد کو لکھا:۔ عبد اللہ بن ہاشم کو گرفتار کر کے اُنکی مشکیں کس کر میرے پاس بھیج دو

زیاد نے گرفتاری کے لیے آدمی چھوڑے۔ عبد اللہ کسی کے یہاں روپوش ہو گئے، ایک شخص نے معاویہ کو آکر خبر دی کہ عبد اللہ ایک مخزومی عورت کے یہاں روپوش ہیں۔ معاویہ نے فوراً ہی زیاد کو لکھا:۔

میرا یہ خط پا کر فوراً ہی قبیلہ بنی مخزوم کا رخ کرو اور ایک ایک گھر کی تلاشی لو فلاں مخزومی عورت کے یہاں عبد اللہ چھپے ہوئے ہیں اُنھیں گرفتار کر کے سر مونڈ دو اور بالوں کا جبہ پہنا کر مشکیں کس کے بغیر زین کی سواری پر بٹھا کر میرے پاس روانہ کرو۔

زیاد نے ایسا ہی کیا اور انتہائی ذلت وخواری کے ساتھ اُنھیں طوق وسلاسل میں جکڑ کر دمشق بھیجا جہاں وہ کچھ دنوں رکھ کر چھوڑ دیے گئے۔ اور بعض روایتوں کی بنا پر قید خانہ میں ڈال دیے گئے۔ (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ ۔ شرح ابن ابی الحدید)

۳۔ عبد اللہ بن خلیفہ طائی

یہ عبد اللہ امیر المومنینؑ کے مخلص وجاں نثار اصحاب میں سے تھے اُنکے غیر معمولی اخلاص اور امیر المومنین سے انتہائی عقیدت ومحبت کا پتہ اُن کے اس فقرہ سے ہوتا ہے جو اُنھوں نے امیر المومنینؑ کے بصرہ پہونچنے پر کہا تھا۔

"اُس خدا کا شکر جس نے حق کو حقدار کی طرف پلٹایا اور وہاں رکھا جہاں اُنکی جگہ تھی اگر اس بات کو کچھ لوگوں نے ناپسند کیا تو خدا کی قسم یہی لوگ پیغمبرؐ کو بھی ناپسند کر چکے ہیں۔ ان لوگوں نے پیغمبرؐ سے جنگ کی اُنسے لڑے مگر خداوند عالم نے اُن کی تمام تدبیروں کو اُنھیں کی طرف لوٹا دیا اور بُرا انجام اُنھیں کا ہوا خدا کی قسم اے امیر المومنینؑ میں پیغمبرؐ کے حقوق کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے آپ کی معیت میں ہر جگہ جہاد کروں گا۔"

(حاشیہ تعلیقات صفحہ ۲۳)

یہ عبد اللہ حجر کے مخلص رفیقوں میں سے تھے حجر کے دوش بدوش اُنھوں نے بھی اموی سیاست کے خلاف احتجاج وانکار کیا جب حجر زیاد کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تو زیاد نے اپنے سپاہیوں کو مامور کیا کہ عبد اللہ بھی جہاں ملیں

قبیلہ طے والو! ارے تم عبد اللہ بن خلیفہ کو دشمن کے حوالے کئے دے رہے ہو جو تمہارا نیزہ اور تمہاری زبان ہے۔

قبیلہ طے والے تلواریں لیکر سپاہیوں پر پل پڑے اور وہ بڑے کشت و خون کے بعد عبد اللہ کو ان کے قبضے سے چھین لیا۔ سپاہیوں نے جا کر خبر دی۔ زیاد نے قبیلہ طے کے سردار و رئیس، عدی بن حاتم کو بلا کر کہا، عبد اللہ بن خلیفہ کو میرے پاس فوراً لاؤ، عدی نے کہا، نہیں ہرگز نہیں میں کبھی نہ لاؤں گا، میں اپنے بھائی کو اس لئے لاؤں کہ تم انہیں قتل کر دو۔ اگر وہ میرے پیر کے نیچے بھی ہوگا تو میں اپنے پیر بھی نہ اٹھاؤں گا۔

زیاد نے غضبناک ہو کر عدی کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ عدی کی گرفتاری سے کوفہ میں ہیجان برپا ہوگیا۔ قبیلہ ربیعہ و یمان کا کوئی شخص نہ بچا ہوگا جس نے زیاد کے پاس آکر عدی کی عظمت و جلالت کا اظہار نہ کیا اور ان کی رہائی پر زور نہ دیا ہو۔ مجبوراً زیاد نے عدی کو رہا کر دیا مگر شرط کر دی کہ عبد اللہ کو کوفہ سے دور ہٹا دو عدی نے منظور کیا اور عبد اللہ بن خلیفہ کو جبلین کی طرف منتقل کر دیا وہ وہیں رہے یہاں تک کہ زیاد کے مرنے سے قبل انتقال کیا۔

(طبری جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، کامل جلد ۳ صفحہ ۲۴۱)

۴۔ صعصعہ بن صوحان

علامہ ابو عمر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ یہ عہد پیغمبر میں مسلمان ہوئے مگر آپ کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے یہ سید و سردار فصیح اللسان مقرر اور بڑے دیندار بزرگ تھے، شعبی کہا کرتے کہ میں نے ان سے خطبے سیکھے، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اپنی قوم کے سرداروں سے ایک سردار تھے فصیح اللسان، فاضل روزگار بہترین مقرر اور بڑے دیندار، حضرت علیؑ کے مخصوص صحابہ میں گنے جاتے تھے۔

ابو موسیٰ اشعری نے ایک مرتبہ حضرت عمر کے پاس دس لاکھ درہم بھیجے آپ نے سب تقسیم کر دیئے کچھ مال بچ رہا آپ نے لوگوں سے اسکے متعلق مشورہ لیا۔ مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ صعصعہ جو کمسن نوجوان تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا حضور آپ ایسی چیزوں کے متعلق مشورہ چاہتے ہیں جسکے متعلق قرآن میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ لیکن جس چیز کے متعلق خدا حکم نازل فرما چکا ہے اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ حضرت عمر نے کہا سچ کہتے ہو تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ اسکے بعد آپ نے اس بقیہ مال کو بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ (طبقات ابن سعد۔ مروج الذہب، تاریخ ابن عساکر، استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ، تہذیب التہذیب وغیرہ)

یہ صعصعہ امیر المومنینؑ کے مخصوص رفقا اور ہر وقت آپ سے وابستہ رہنے والے اصحاب میں سے تھے۔ امام جعفر صادقؑ کا ان کے متعلق ارشاد ہے۔

صعصعہ اور ان کے اصحاب سے بڑھ کر امیر المومنین کے حق کو پہچاننے والا کوئی اور نہ تھا۔ (تعلیقات صفحہ ۱۹۲)

ایک مرتبہ [illegible] معاویہ کے پاس پہنچا۔ معاویہ نے اپنی بڑائی جتاتے ہوئے کہا:۔

"زمین خدا کی ہے اور میں خدا کا خلیفہ ہوں، مال خدا کا ہے جو کچھ لے لوں وہ میرا ہے اور جو چھوڑ دوں وہ بھی میرے لئے جائز ہے۔"

صعصعہ نے جواب دیا۔ تمھارے نفس نے تمھیں ایسی باتوں کی تمنا دلائی ہے جس سے تم ناواقف نہیں ہو معاویہ گناہگار نہ بنو۔

معاویہ نے کہا: تمھیں گفتگو بھی کرنی آتی ہے؟

ص — سیکھنے ہی سے علم آتا ہے اور جو نہ جانے گا وہ جاہل رہے گا۔

م — میں تمھیں تمھارے کئے کا مزا چکھا سکتا ہوں۔

ص — یہ تمھارے بس کی بات نہیں یہ تو قادر و قیوم کے بس کی بات ہے۔

م — کون میرے اور تمھارے درمیان روک بن سکتا ہے؟

ص — وہی جو آدمی اور اسکے دل کے درمیان روک بن جاتا ہے۔

م — تمھارا شکم کلام کرنے کے لئے ویسا ہی پھیل گیا ہے جیسے اونٹ کا شکم جو کے لئے۔

ص — شکم اس کا پھیلا ہے جس کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ (مروج الذہب جلد ۲ ص ۴۴۲)

یہ گفتگو بتاتی ہے کہ صعصعہ کتنے نڈر اور دشمن کو خاطر میں نہ لانے والے انسان تھے انھوں نے معاویہ کو کلّہ بہ کلّہ جواب دیا اور منہ پر اُن کے کھری کھری باتیں کہہ سنائیں۔

امیر المومنینؑ کی رحلت اور معاویہ کے مطلق العنان فرمانروا ہو جانے کے بعد صعصعہ کو بھی ویسے ہی جانکاہ مصائب و شدائد کا سامنا کرنا پڑا جن سے دوسرے اکابر شیعیان امیر المومنینؑ دوچار ہوئے معاویہ نے صعصعہ اور اُنکے اصحاب کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈالدیا۔ ایکمرتبہ معاویہ قید خانے میں آئے اور کہا میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ سچ کہنا مجھے کیسا خلیفہ تم نے پایا۔

عبد اللہ بن الکواء نے کہا۔ "اگر تم قسم نہ دیتے تو ہم نہ بولتے کیونکہ تم بڑے سرکش اور ظالم ہو اور نیکوکاروں کو قتل کرنے میں خدا سے نہیں ڈرتے لیکن ہم اتنا کہتے ہیں کہ تمھاری دنیا بڑی وسیع اور آخرت بڑی تنگ ہے، تم تاریکیوں کو روشنی اور روشنی کو تاریکی قرار دیتے ہو۔"

معاویہ نے کہا: خداوند عالم نے اس حکومت کو اہل شام کے ذریعہ عزت بخشی، جو حرمت اسلام کے محافظ اور حرام باتوں کے تارک ہیں اور عراق والوں جیسے نہیں جو کہ محارم خداوندی کی ہتک کرتے اور خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام بناتے ہیں۔

ابن الکواء نے کہا [illegible] ہم تمھارے [illegible] ڈرتے ہیں اگر تم

ہمیں آزادی نصیب نہ ہو۔

معاویہ نے کہا، نہیں تمھاری زبان کو آزادی نہیں دی جا سکتی۔

عبداللہ کے خاموش ہونے پر صعصعہ نے کہا۔

فرزند ابوسفیان تم نے بڑھ بڑھ کر باتیں کیں اور جو چاہا کہا لیکن حقیقت وہ نہیں ہے جو تم نے کہا بھلا خلیفہ وہ شخص کیسے ہو سکتا ہے جو زور و زبردستی سے لوگوں کا مالک بن بیٹھے اور مکر و فریب کے ہتھکنڈوں سے غالب آجائے خدا کی قسم جنگ بدر میں نہ تو تم نے کوئی تلوار چلائی نہ نیزہ پھینکا تم اور تمھارے باپ ابوسفیان تو ان مشرکین کے لشکر میں تھے جنھوں نے پیغمبرؐ پر چڑھائی کی تھی تم طلیق بن طلیق ہو پیغمبر خدا نے تم باپ بیٹوں کو آزاد کیا تھا۔ آزاد کردہ کے لئے خلافت زیبا کب ہے۔

معاویہ نے غیظ و غضب میں بھر کر کہا:۔ اگر ابوطالب کا یہ قول میرے پیش نظر نہ ہوتا

قابلت جهلهم حلماً و مغفرة — والعفو عن قدرة ضرب من الكرم

(میں اُن کی نادانی و جہالت کا مقابلہ حلم اور درگذر سے کرتا ہوں۔ قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا بخشش و کرم کی ایک صورت ہے) نہیں تو میں تم سب لوگوں کو قتل کر دیتا۔ (مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۴۱)

یہ صعصعہ منجملہ ان اشخاص کے تھے جن کے لئے امام حسنؑ نے خصوصی طور پر معاویہ سے امان لی تھی اور صلح میں شرط کر دی تھی کہ انھیں نہ ستایا جائے گا نہ نقصان پہونچانے کی کوشش کی جائیگی (رجال کشی صفحہ ۷۳) لیکن معاویہ نے دیگر شرطوں کی طرح اس کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا صعصعہ کو ڈرایا دھمکایا اور انھیں قید خانہ میں ڈالدیا جس طرح دیگر معزز شیعیان امیر المومنینؑ کے ساتھ کیا تھا۔ بعض کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ معاویہ کے حکم سے مغیرہ نے صعصعہ کو کوفہ سے جزیرہ یا بحرین، یا جزیرہ ابن کافان کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہیں عالم غربت و بیکسی میں انکا انتقال ہوا

۵۔ عدی بن حاتم

عدی بن حاتم عراق کے مشہور و معروف اور بہت ہی عظیم المنزلت سرداروں میں سے تھے یہ اُسی حاتم کے فرزند ہیں جسکی سخاوت دنیا میں ضرب المثل ہے ۹ یا ۱۰ ہجری میں حاضر خدمت پیغمبرؐ ہو کر مشرف باسلام ہوئے اُن کے ثقہ ہونے میں کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا ان کی حدیثیں صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

حضرت عمر نے انکی بڑی گرانقدر لفظوں میں مدح فرمائی تھی اُنھوں نے حضرت عمر سے پوچھا سرکار مجھے پہچانتے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا ہاں خدا کی قسم میں تمھیں پہچانتا ہوں خداوند عالم نے تمھیں بہترین معرفت کے ساتھ عزت بخشی ہے خدا کی قسم میں تمھیں جانتا ہوں کہ تم اُس وقت ایمان لائے جب لوگ کافر تھے اور پیغمبرؐ کو تم نے اُس وقت پہچانا جب لوگ انکار کر رہے تھے اُس وقت تم نے وفا کی جب سب نے بیوفائی کی اس وقت

... تاریخ خطیب بغدادی، اسد الغابہ، تہذیب التہذیب وغیرہ)

ہم اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں اُن کا مختصر تذکرہ کر چکے ہیں یہاں صرف اس اہانت آمیز سلوک اور ذلت و تحقیر کا ذکر کرنا مقصود ہے جو اُنھیں محبت امیر المومنینؑ کی بدولت معاویہ سے اٹھانی پڑی ایک مرتبہ یہ معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے ازراہ شماتت پوچھا۔

م —— طرفات کیا ہوئے؟ (یعنی تمھارے لڑکے طریف، طارف، اور طرفہ کہاں گئے)

ع —— وہ علیؑ کی نصرت و حمایت میں مقتول ہوئے

م —— علیؑ نے تمھارے ساتھ انصاف نہیں کیا تمھارے لڑکے تو قتل ہو گئے ان کے لڑکے بچ رہے۔

ع —— میں نے کہاں انصاف کیا۔ علیؑ شہید ہو گئے اور میں اُن کے بعد اس دنیا میں زندہ رہ گیا۔

اس محیر العقول جذبۂ فداکاری اور محبت امیر المومنینؑ کے مظاہرہ سے معاویہ کے کلیجہ میں آگ لگ گئی دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

" خون عثمان کا ایک قطرہ باقی رہ گیا ہے اُسے اشراف یمن میں سے کسی شریف (یعنی عدی) ہی کا خون دھو سکتا ہے"

عدی نے اُن کی دھمکی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بیباکانہ جواب دیا۔

خدا کی قسم ہمارے وہ دل جن سے ہم نے تمھیں دشمن رکھا اب تک ہمارے سینوں میں ہیں وہ تلواریں جن کے ذریعہ ہم نے تم سے جنگ کی اب تک ہمارے کاندھوں پر ہیں اگر ایک انگل بھی ہماری طرف غداری کے لیے بڑھو گے تو ہم ایک بالشت تم پر چڑھ آئینگے گلا کٹ جانا اور سینہ کھل جانا آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ ہم علیؑ کی ذرہ برابر برائی سنیں۔ جلاد کو تلوار دیدو (کہ وہ ہماری گردن کاٹ ڈالے)

معاویہ نے حسب عادت چاپلوسی کرتے ہوئے کہا۔

یہ حکمت کی باتیں ہیں لوگو! لکھ لو اسے۔

پھر وہ یوں باتیں کرنے لگے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا (مروج الذہب جلد ۲ ص۱۰۹) پھر انھوں نے عدی سے کہا۔ علیؑ کے اوصاف مجھ سے بیان کرو۔ عدی نے کہا اس سے ہمیں معاف رکھو تو اچھا ہے۔ معاویہ نے کہا نہیں تمھیں ضرور ہی بیان کرنا پڑیگا۔ عدی نے کہا۔

خدا کی قسم نگاہ اُن کی دور رس تھی وہ بہت قوی تھے قطعی بات فرماتے، علم کے چشمے اُن کے پہلو سے جاری تھے اُنکے کلام کے ہر گوشہ سے حکمت بولتی تھی۔ دنیا کی آب و تاب سے گھبراتے، شب تاریک سے مانوس تھے، عشق خدا میں آنسو بہت بہاتے، بہت سوچا کرتے، وہ لباس پسند فرماتے جس میں کپڑا کم صرف ہوتا۔ موٹی جھوٹی غذا پسند خاطر تھی۔ سادگی اتنی تھی کہ ہم میں اُنمیں کوئی فرق نہ معلوم ہوتا۔ ہم جب اُن سے ملنے جاتے تو پاس بٹھاتے، ہم اُن سے کچھ پوچھتے تو جواب دیتے

عدل سے مایوس دیکھا۔ خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے حضرتؑ کو بعض مواقع پر دیکھا کہ رات تاریک ہو گئی تھی ستارے ڈوب چکے تھے محراب میں اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے یوں تڑپتے تھے جیسے کوئی مارگزیدہ تڑپتا ہے غمزدہ انسان کی طرح روتے تھے۔ دنیا سے فرماتے تو مجھے اپنا گرویدہ بناتی ہے یہ نہیں ہو سکتا کسی اور کو دھوکا دے میں نے تجھے تین بار طلاق دی تیری عمر کوتاہ ہے تجھے کوئی اہمیت نہیں آہ توشۂ سفر مہیا نہیں سفر دراز ہے راستہ پر خطر ہے۔

معاویہ کی آنکھیں اشکوں ہو گئیں اُنھوں نے اپنی آستین سے آنسو پونچھے اور کہا:۔

"خدا رحم کرے ابوالحسن پر وہ بالکل ایسے ہی تھے۔ اُن کی وفات پر تمھیں کس قدر صدمہ ہے؟

عدی نے کہا:۔ اس زن پسر مردہ کے ایسا جس کا بچہ اُسکی گود میں حلال کر دیا گیا۔ اس عورت کے نہ آنسو تھمتے ہوں نہ دل کو قرار آتا ہو۔

تم اُنھیں کتنا یاد کرتے ہو؟

بھلا کسی لمحہ اُنھیں بھولنا بھی ممکن ہے؟۔ (المحاسن والمساوی جلد ۱ صـ۳۳)

اس گفتگو سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عدی امیرالمومنینؑ کے کیسے فدائی اور آپ کی محبت میں کس قدر ڈوبے ہوئے تھے آپکی محبت ہی کی وجہ سے معاویہ اور زیاد کیطرف سے اُنھیں نت نئے مصائب کا سامنا ہوا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عبداللہ بن خلیفہ طائی کیوجہ سے زیاد نے اُنھیں بہت دنوں تک مقید رکھا اُنکی عزت وحرمت اور بزرگ شخصیت کا کچھ بھی پاس و لحاظ نہ کیا۔

(د) شیعہ خواتین کی تخویف و تہدید

معاویہ نے صرف شیعوں کے مردوں ہی کو خوفزدہ اور دہشت زدہ نہ کیا بلکہ اُن کا دست ظلم وستم شیعہ عورتوں پر بھی دراز ہوا جب کسی باعزت بی بی کے متعلق سنا کہ وہ علیؑ کی دوستدار ہے آدمی بھیجکر پکڑ بلایا اور بھرے دربار میں اُسکی ذلت واہانت کی اُسے ڈرایا دھمکایا، اگر شامت کی ماری کوئی شیعہ خاتون خود سے اپنی کوئی حاجت لیکر آ گئی پھر تو جی بھر کے اپنا غصہ اُس پر اُتارتے اور امیرالمومنینؑ کے بغض وعناد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہم یہاں چند شیعہ خواتین کا ذکر کرتے ہیں جنھیں معاویہ نے بھرے دربار میں طلب کیا یا وہ اپنی کوئی حاجت لیکر خود اُنسے ملنے آئیں۔

۱۔ زرقا بنت عدی

زرقا بنت عدی بن غالب ان لوگوں میں تھیں جو امیرالمومنینؑ سے محبت اور آپ سے غیر معمولی خلوص و عقیدت رکھتے۔ بڑی فصیح و بلیغ اور زیرک و دانا خاتون تھیں جنگ صفین میں یہ لوگوں کو امیرالمومنینؑ کی نصرت

[illegible]

حاکم کوفہ نے تعمیل کی اور زرقا دمشق معاویہ کے پاس بھیجدی گئیں جب معاویہ کے پاس پہونچیں تو معاویہ نے خوش آمدید کہی اور کہا:-

معاویہ جانتی ہو میں نے تمھیں کس لیئے بلایا ہے؟

زرقاء سبحان اللہ مجھے غیب کی باتوں کی کیا خبر؟ دل کی باتیں تو اللہ ہی جانتا ہے۔

معاویہ میں نے تمھیں یہ پوچھنے کے لیئے بلایا ہے کہ کیا تم ہی وہ نہیں ہو جو جنگ صفین میں صفوف لشکر کے درمیان سُرخ اونٹ پر سوار ہو کر اپنی شعلہ فشاں تقریروں سے لڑائی کی آگ بھڑکاتیں اور مجھ سے جنگ کرنے کے لیئے لوگوں کو آمادہ کرتیں۔

زرقاء حضور وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا۔ یہ دنیا نت نئے رنگ بدلتی رہتی ہے ایک بات کے بعد دوسری بات پیدا ہوتی رہتی ہے۔

معاویہ سچ کہتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ صفین کے دن کی اپنی وہ تقریر بھی تمھیں یاد ہے۔

زرقاء نہیں حضور میں نے یاد رکھنے کی کوشش ہی نہ کی۔

معاویہ لیکن مجھے خدا کی قسم حرف بحرف یاد ہے میں نے تمھیں کہتے سنا تھا۔

"اے لوگو! تم بہت بڑے فتنہ سے دوچار ہو جس نے تم لوگوں کو ظلم و جور اور تاریکی کی چادر اوڑھا دی ہے اور جس نے تم لوگوں کو ضلالت و شیطنت کے پردے ڈال دیئے ہیں اور تمکو سیدھے صاف راستہ سے موڑ کر گمراہی کے گڑھے میں گرا دیا ہے، ہائے کتنی اندھی اور بہری یہ آزمائش و مصیبت ہے جو اپنے پکارنے والے کی سنتی ہے اور نہ اپنے سوار کے قابو میں آتی ہے چراغ آفتاب کے سامنے نہیں جلتا، نہ تارے چاند کے سامنے روشنی دیتے ہیں، خچر گھوڑے سے آگے نہیں بڑھ سکتا نہ ذرہ پتھر کے برابر ہو سکتا ہے لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، دیکھو جو ہم سے فلاح کا راستہ پوچھے گا ہم انکی رہبری کرنے کو تیار ہیں۔ جو ہم سے حقیقت حال کا پتہ چلانا چاہے ہم اُسے صحیح حالات بتانے کو آمادہ ہیں حق اپنے کھوئے ہوئے مقصد کو ڈھونڈ رہا تھا اب اُس نے اپنے مقصد کو پالیا ہے، اگر وہ مہاجرین و انصار صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے جانے نہ پائے اب پراگندگی دور ہی ہونے والی ہے، عدل و انصاف کا بول بالا ہونے والا ہے اور حق باطل پر غالب آنے کو ہے دیکھو عورتوں کا خضاب مہندی ہے اور مردوں کا خضاب خون ہے اور صبر بہترین انجام کار۔ بڑھو لڑائی کی طرف بڑھو۔ پیر پیچھے نہ ہٹیں نہ عزم و ارادہ میں کمزوری آنے پائے آج کی مشقتوں کا بڑا اچھا صلہ آگے چلکر تمھیں نصیب ہو گا۔"

معاویہ تقریر نقل کرتے جاتے اور غیظ و غضب سے چہرہ سُرخ ہوتا جاتا غصہ میں بھر کر بولے۔

خدا کی قسم علیؑ نے جتنے خون بہائے تم ہر خون میں اُنکی شریک رہیں۔

معاویہ ۔ کیا اس بات سے تمہیں خوشی ہوئی ۔

زرقاء ۔ ہاں خدا کی قسم آپ نے میری باتیں سنا کر مجھے نہایت درجہ خوش کیا ۔ اے کاش میں اپنے عمل سے بھی اپنی تقریر کی تصدیق کر دیتی (یعنی اس روز آپ کی فوج کے خلاف لوگوں کو ابھارنے کے علاوہ اپنے ہاتھ سے آپکے لشکر والوں کو قتل بھی کیا ہوتا ۔

معاویہ امیرالمومنینؑ سے زرقاء کے اس بے پناہ خلوص اور حیرت انگیز وفاداری پر مبہوت رہ گئے بولے خدا کی قسم علیؑ کے مرنے کے بعد بھی ان سے تمہاری اتنی شدید وفاداری مجھے زیادہ پسند آئی بہ نسبت تمہاری اس محبت کے جو ان کے جیتے جی ہوا کرتی تھی ، اچھا بتاؤ تمہاری کیا حاجت ہے ۔

زرقاء ۔ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ ایسے امیر سے جس کی میں مخالف رہ چکی ہوں ہرگز سوال نہ کرونگی آپ کے ایسے آدمی کو تو بے مانگے ہی دینا چاہیئے ۔ (بلاغات النساء طبع ص۳۲ ، المستطرف ، صبح الاعشیٰ وغیرہ)

۲۔ ام الخیر بارقیہ

ام الخیر بنت الحریش معززہ و محترم اور بہت ہی لائق و فائق خاتون تھیں ، امیرالمومنینؑ کی انتہائی مخلص اور عقیدت مند جنگ صفین میں یہ بھی اپنی آتش فشاں تقریروں سے لوگوں کو امیرالمومنینؑ کی نصرت و حمایت اور معاویہ کی سرکوبی پر ابھارتیں ، معاویہ کے دل پر انکی تقریروں کا بڑا گہرا اثر تھا اور اسی وقت سے یہ انتہائی غم و غصہ رکھتے آرہے تھے ، امیرالمومنینؑ کی رحلت کے بعد جب یہ حکومت اسلامیہ کے مالک بن بیٹھے تو انھوں نے حاکم کوفہ کو خط لکھکر ام الخیر کو طلب کیا ۔ ام الخیر نے دربار میں آکر رواج کے مطابق کہا ۔

ام الخیر ۔ السلام علیك یا امیرالمومنین !

معاویہ ۔ وعلیكِ السلام تم نے تو با دل ناخواستہ ہی مجھے امیرالمومنین کہا ہوگا ۔

ام الخیر ۔ ایسی باتیں نہ کیجئے بادشاہ کی بے وجہ سمجھے کہی ہوئی بات لغزش ہوتی ہے ۔

معاویہ ۔ ٹھیک کہتی ہو اچھا بتاؤ سفر کیسا رہا ۔

ام الخیر بڑے آرام و اطمینان سے آئی ۔

معاویہ ۔ میں اپنی نیت کی اچھائی ہی کی وجہ سے تم لوگوں پر فتحیاب ہوا ۔

ام الخیر ۔ ایسی باتیں نہ کیجئے زبان کی لغزش کا انجام برا ہوتا ہے ۔

معاویہ ۔ ہم نے تمھیں اس لئے نہیں بلایا ۔

ام الخیر ۔ میں تو آپ ہی کے ڈھنگ پر چل رہی ہوں جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی جواب دونگی ، آپ کو جو پوچھنا ہو پوچھئے ۔

معاویہ ۔ عمار جس دن قتل ہوئے تھے اس دن تم نے کیا کہا تھا وہ تقریر تمھیں یاد ہے ۔

تھے جو انتہائی صدمہ کی وجہ سے زبان سے نکل پڑے، اگر آپ کہئے تو میں دوسری باتیں کروں۔

معاویہ۔ نہیں میں کچھ اور نہیں چاہتا۔

پھر معاویہ اپنے اصحاب کی طرف مڑے اور پوچھا تم لوگوں میں سے کس کو ام الخیر والی تقریر اس دن کی یاد ہے۔ ایک شخص نے کہا حضور مجھے وہ تقریر اسطرح یاد ہے جس طرح سورۃ الحمد معاویہ نے کہا بیان کرو۔ اس شخص نے کہا میں ابھی تک وہ منظر نہیں بھولا کہ ام الخیر ایک خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار تھیں سبز چادر اوڑھے جسکی گوٹ چوڑی تھی لوگوں نے انھیں اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا اُن کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا اور وہ بلبلاتے ہوئے نر اونٹ کی طرح بول رہی تھیں۔

"اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت سخت ہوگا۔ خداوند عالم نے حق واضح اور دلیل کو ظاہر کر دیا ہے راہ نورانی بنا دی ہے ہدایت کے جھنڈے بلند کر دیے ہیں اس نے تمھیں گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نہیں رکھا نہ ایسی تاریکی میں جس میں ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دے، تم لوگ کدھر جا رہے ہو خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے ہمارے امیرالمومنینؑ سے بھاگ رہے ہو یا دشمن کی فوج سے جان بچاتے ہو، یا اسلام سے روگردانی کا ارادہ ہے یا حق سے گریز کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم نے خداوند عالم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ہم تمھیں آزمائینگے تاکہ معلوم ہو سکے کہ تم میں جہاد کرنے والے کتنے ہیں اور تمھارے نیکوکاروں کو آزمائینگے۔

پھر ام الخیر نے آسمان کی طرف اپنا سر بلند کیا اور کہا۔

خداوندا اب صبر دشوار ہو رہا ہے یقین کمزور ہو چکا ہے سراسیمگی عام ہو رہی ہے دلوں کی باگ ڈور تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری پر ہمیں مستعد کر دے۔ ہدایت پر ہمارے دلوں کی تالیف کر حق کو اسکے حقدار کی طرف پلٹا۔ آؤ آؤ خدا تم لوگوں پر رحم کرے امام عادل کی طرف آؤ جو وصی اور مجسمہ وفا ہیں صدیق اکبر ہیں اے یہ بدر کا غم و غصہ ہے جاہلیت کے بغض و عناد ہیں احد کے کینے اور انتقام کی طلب ہے جسے لیکر غفلت دیکھکے معاویہ اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں تاکہ اپنے باپ دادا بنی عبدالشمس کے خون کا انتقام علیؑ سے لیں۔

پھر ام الخیر نے کہا۔ ان ائمہ کفر سے جنگ کرو ان کو ایمان سے کوئی واسطہ نہیں یہ اسیطرح مانیں گے گروہ مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو اُس بصیرۃ کے ساتھ جنگ کرو جو خدا نے تمھیں عطا کر رکھی ہے۔ تم نے دیکھا کہ شام والے تمھارے حملوں سے اس طرح بھاگے ہیں جس طرح حمار وحشی شیر سے بھاگتے ہیں جنھیں کچھ خبر اور احساس اس کا نہیں ہوتا کہ ہم بھاگ کر کس کھائی اور خندق میں جا گرینگے ان شام والوں نے اپنی آخرت دنیا کے عوض بیچ ڈالی ہے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے، بینائی کے بدلے اندھا ہونا منظور کیا ہے عنقریب

دنیا کی زندگی کو مختصر سمجھکر ٹھکرا دیا اور آخرت کی زندگی کو دائمی سمجھ کر اُس کیلئے کوشش کی۔ خدا کی قسم اے لوگو! اگر حقوق رائگاں، حدود معطل، ظالموں کا غلبہ اور شیطان کی بات پختہ ہوتی نہ معلوم ہوتی تو ہم عیش و آرام کی زندگی کو چھوڑ کر موت کے گھاٹ پر نہ آتے، خدا تم پر رحم کرے آخر تم لوگ کہاں جا رہے ہو اے رسولؐ کے چچا کے بیٹے، پیغمبرؐ کے داماد، آپؐ کے فرزندوں کے باپ سے بھاگ رہے ہو جنکی خلقت پیغمبرؐ کی طینت سے ہوئی جو اُسی جڑ سے نکلا جو پیغمبرؐ کی جڑ ہے جسے پیغمبرؐ نے اپنے رازوں سے خصوصیت بخشی جسے اپنے شہر علم کا دروازہ قرار دیا جس کی محبت مسلمانوں کی پہچان اور جس کا بغض منافقین کی پہچان قرار دیا۔ جو ہمیشہ اپنی نصرت و یاری سے پیغمبرؐ کی طاقت بڑھاتا رہا اور پیغمبرؐ کے راستہ پر ثابت قدمی سے گامزن رہا کبھی لذائذ دنیوی کی طرف جس نے دھیان نہ دیا جو بتوں کو توڑنے والا اور بتوں کو شکست و ریخت کرنے والا ہے جس نے اُس وقت نماز پڑھی جب سارے لوگ مشرک تھے اُس وقت پیغمبرؐ کی اطاعت کی جب سبھی آپؐ کے متعلق شک و شبہ میں مبتلا تھے علی ایسے ہی رہے یہاں تک کہ اُنھوں نے بدر کے پہلوانوں کو تہ تیغ کیا احد کے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اُتارا ہوازن کے گروہوں کو منتشر کیا ہائے یہی سب باتیں تھیں جنھوں نے بعض لوگوں کے دل میں نفاق کے بیج بو دیئے اور اُنھیں علی کا مخالف اور دشمن بنا دیا۔ میں نے اپنی تقریر میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی۔ پوری پوری طرح تمھاری نصیحت کی خدا ہی مددگار ہے۔

وہ شخص ام الخیر کی یہ تقریر دھراتا جا رہا تھا اور معاویہ کے غیظ و غضب کا پارہ چڑھتا جاتا تھا آگ بگولا ہو کر بولے:

"خدا کی قسم ام الخیر تم نے اپنی تقریر سے یہی چاہا تھا کہ میں مار ڈالا جاؤں خدا کی قسم اگر میں تمھیں آج قتل کر دوں تو نامناسب بات نہ ہوگی۔"

اُم الخیر نے بیباکی سے کہا:

"فرزند ہندہ یہ بات مجھے ذرا بھی ناگوار نہ ہوگی میں تمھارے ہاتھوں قتل ہو کر سعادت حاصل کر دنگی اور تم بدبختی کے حامل ہو گے۔"

معاویہ ۔ بس بس، بہت بکواس کر رہی ہو۔ اچھا بتاؤ عثمان کے متعلق کیا کہتی ہو۔

ام الخیر ۔ ایسے شخص کے متعلق میں کیا کہوں جسے لوگوں نے بادل ناخواستہ خلیفہ بنایا ہو اور خوشی خاطر برضا و رغبت قتل کیا ہو۔

اس کے بعد اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں آخر میں اگرچہ معاویہ نے اُنکی جان بخشی کی اور وہ زندہ سلامت گھر واپس گئیں مگر شروع شروع معاویہ نے اُنھیں وحشت زدہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ (اعلام النساء جلد [illegible] بلاغات النساء صفحہ [illegible] صبح الاعشیٰ وغیرہ)

سودہ بنت عمارہ

پہونچنے کے لیے اجازت ضروری تھی جب باریابی کی اجازت ملی تو داخل دربار ہو کر معاویہ کو سلام کیا۔

معاویہ کہو کیسی ہو دختر اشتر۔

سودہ اچھی ہوں سرکار۔

معاویہ کہو کیا تم ہی نے اپنے بھائی کو خطاب کر کے جنگ صفین کے موقع پر یہ اشعار کہے تھے۔

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارہ ۔۔۔ یوم الطعان وملتقی الأقران

وانصر علیا والحسین ورهطه ۔۔۔ واقصد لهند وابنها بهوان

ان الامام اخا النبی محمد ۔۔۔ علم الهدیٰ ومنارة الایمان

فقد الجیوش وسر امام لوائه ۔۔۔ قدما بابیض صارم وسنان

اے عمارہ تم بھی مستعد و آمادہ ہو جاؤ جس طرح ابا جان۔ جنگ کے دن پہلوانوں سے مڈبھیڑ کے موقع پر تیار ہوتے تھے۔ اور علیؑ اور فرزند رسول حسینؑ اور انکی جماعت کی مدد اور نصرت کرو اور ہند کی اولاد معاویہ کو ذلیل و خوار کرنے کا تہیہ کر لو۔ امام دنیا میں اس وقت حضرت علیؑ برادر رسولؐ ہیں جو ہدایت کا پہاڑ اور ایمان کا منارہ ہیں اپنے رسالہ کی قیادت کرو اور صیقل دار تلوار چمکتا ہوا نیزہ لے کر فوج کے آگے آگے چلو۔

سودہ ہاں خدا کی قسم میں نے ہی یہ اشعار کہے تھے میرے ایسا آدمی حق سے انکار نہیں کرتا اور نہ جھوٹے بہانے بناتا ہے

معاویہ کس چیز نے تم کو یہ اشعار کہنے پر آمادہ کیا؟

سودہ علیؑ کی محبت اور حق کی اطاعت نے۔

معاویہ علیؑ کے احسانات کا تو کوئی اثر میں تم میں نہیں دیکھا۔

سودہ۔ حضور آں قدح بشکست آں ساقی نماند جو باتیں گزر چکیں انھیں یاد کر کے یا دہرا کے کیا کیجیے گا۔

معاویہ نہیں نہیں تمھارے بھائی کا کردار ایسا نہیں جو بھلایا جا سکے میں نے اتنی مصیبتیں کسی سے نہیں اٹھائیں جتنی تمھاری قوم اور تمھارے بھائی سے اٹھانی پڑیں۔

سودہ۔ سچ کہا آپ نے میرا بھائی کوئی ایسا ویسا تھا بھی نہیں وہ تو ویسا ہی تھا جیسا خنساء شاعرہ نے اپنے بھائی کے متعلق کہا ہے۔

وان صخرا لتأتم الهداة به ۔۔۔ کانه علم فی راسه نار

صخر وہ ہے جسکی رہبران قوم اقتدار کرتے ہیں گویا وہ پہاڑ کی بلند چوٹی ہے جس پر آگ روشن ہو

معاویہ سچ کہتی ہو تمھارا بھائی ایسا ہی تھا۔

سودہ حضور بات رفت گذشت ہو چکی ہے میں آپ کو خدا کا واسطہ دیکر سوال کرتی ہوں کہ اب ان

سودہ حضور آپ اب لوگوں کے حاکم ہو چکے ہیں خداوند عالم بروز قیامت ہماری راحت و تکلیف اور ہمارے حقوق کے متعلق آپ سے باز پرس کرے گا۔ ہم پر ہمیشہ ایسا ہی شخص حاکم بنکر آتا ہے جو آپ کی سطوت و شوکت کے سہارے ہم لوگوں پر جور و ظلم کرتا ہے اور یوں کاٹ ڈالتا ہے جس طرح خوشہ گندم کاٹا جاتا ہے ہمیں ذلیل باتوں پر مجبور اور عزت کے کاموں سے محروم کر دیتا ہے۔ یہ بُسر ابن ارطاۃ آپ کی طرف سے ہمارا حاکم بنکر آیا ہے اُس نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہمارا مال چھین لیا اگر ہم اطاعت کا عہد و پیمان نہ کر چکے ہوتے تو ہم میں بھی تاب مقاومت تھی اور ہم بھی اپنی عزت کے بچاؤ کی صلاحیت رکھتے تھے اگر آپ اُسے معزول کر دیں تو ہم شکر گذار ہوں گے نہیں معزول کریں گے تو آپ جیسے ہیں وہ ہم جانتے ہی ہیں۔

معاویہ نے کہا جی چاہتا ہے کہ میں تمھیں اُسی بُسر کے پاس بھیجدوں کہ جیسا سلوک چاہے تمھارے ساتھ کرے۔ سودہ نے نیچے سر جھکا لیا آنکھوں سے آنسو جاری تھے صدمہ کے مارے دل پھٹا جاتا تھا پھر یہ اشعار پڑھنے لگیں۔

صلی الالٰه علیٰ جسم تضمنه قبر فاصبح فیه العدل مدفونا

قد حالف الحق لایبغی به بدلا فصار بالحق والایمان مقرونا

خداوند عالم اپنی رحمتیں نازل کرے اس جسم پر جو اب سپرد لحد ہے اور جس کے ساتھ عدل و انصاف بھی دفن ہو کر رہ گیا اُس نے حق سے عہد و پیمان کر رکھا تھا حق کے سوا اور کچھ نہ چاہتا تھا وہ اور حق لازم و ملزوم ہو کر رہ گئے تھے

معاویہ وہ کون؟

سودہ علیؑ ابن ابی طالبؑ۔

معاویہ علیؑ نے کیا سلوک تمھارے ساتھ کیا تھا کہ وہ اس درجہ کے تمھارے نزدیک مستحق ہوئے۔

سودہ میں اُن کے پاس اُن کے ایک افسر کی شکایت لے کر آئی جسے آپ نے زکوٰۃ کی وصولی پر مامور کیا تھا اُس نے ہم پر زیادتی کی اور میں اُسکے مظالم کی شکایت لے کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں جب مجھے دیکھا تو آپ نے نماز ختم کر دی اور میری طرف مڑ کر بڑی شفقت و مہربانی کے لہجہ میں پوچھا کیا تمھیں مجھ سے کوئی کام ہے؟ میں نے واقعہ بیان کیا آپ سنکر رونے لگے اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا خداوندا تو میرا گواہ ہے اور ان عاملوں کا بھی میں نے انھیں ہرگز حکم نہیں دیا کہ وہ تیری مخلوق پر ظلم کریں نہ یہ کہا ہے کہ وہ تیرا حق چھوڑ دیں۔ پھر آپ نے جیب سے چمڑے کا ایک ٹکڑا نکالا اور اُس پر لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تمھارے پاس اللہ کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے لہٰذا از روئے انصاف ناپ تول پوری رکھو اور لوگوں کو انکی چیزیں کم نہ دو۔ نہ زمین میں فتنہ و فساد پھیلاؤ۔ بقیہ خدا تمھارے لئے بہتر ہے اگر ایمان والے ہو

دیکھو تم جب میرا یہ خط پڑھنا تو جو کچھ اموال صدقات تمہاری تحویل میں ہوں انھیں محفوظ رکھنا یہاں تک کہ تمہارے پاس کوئی پہنچ کر چارج لے لے۔ والسلام

میں نے حضرت سے وہ نوشتہ لے لیا حضرت نے اُسے سر بند کیا نہ مہر لگائی۔

معاویہ اس واقعہ کو سنکر مبہوت رہ گئے پھر اپنے کاتب کو حکم دیا کہ لکھ دو کہ اس عورت کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

سودہ۔ یہ حکم خاص میرے لیئے ہے یا میری پوری قوم کے لیئے۔

معاویہ تمھیں اوروں سے کیا مطلب۔

سودہ تب تو یہ بڑی ذلت و رسوائی ہے عدل و انصاف ہو تو سب کے لیئے ورنہ جو سب کا حال وہ میرا حال۔

معاویہ وائے ہو تم پر علی ابن ابی طالب نے تم لوگوں کو بہت ڈھیٹ اور بادشاہ کے حضور بہت جری بنا دیا ہے اور اُن کے اس قول نے تمھیں مغرور کر دیا ہے۔

لو کنت بوابا علیٰ باب جنۃ لقلت لھمدان ادخلوا بسلام

" اگر میں جنت کے دروازہ کا نگراں ہوتا تو ہمدان والوں سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ اسمیں داخل ہو جاؤ "

(اعلام النساء جلد ۲ صفحہ ۶۶۳، عقد فرید ج ۱ صفحہ ۲۱۱، بلاغات النساء صفحہ ۳۰)

۴۔ ام البراء بنت صفوان

ام البراء بنت صفوان بن ہلال با وقار خوش گفتار خاتون تھیں امیر المومنین کی محبت اور آپ کی ذات سے عقیدت و خلوص رکھنے میں مشہور و معروف جنگ صفین میں ان کا بھی بہت اہم رول رہا ہے یہ اپنی آتش بیانیوں سے لوگوں کو جنگ کی ترغیب دلاتیں اور معاویہ سے لڑنے پر ابھارتیں، معاویہ کے عہد حکومت میں کوئی حاجت لیکر آئیں۔ معاویہ نے پوچھا۔

معاویہ دختر صفوان کہو کیسی ہو

ام البراء اچھی ہوں حضور

معاویہ تمہارا حال کیا ہے؟

ام البراء طاقت کے بعد کمزور ہو گئی سرگرمی و مستعدی کے بعد کاہلی آ گئی۔

معاویہ آج کے دن اور اس دن میں بہت فرق ہو گیا جبکہ تم نے یہ شعر کہا تھا۔

اے عمرو! شمشیر آبدار و برّاں اٹھا لو جس میں کُندی اور خرابی نہیں جلدی سے گھوڑے کی زین کسو اور لڑائی کے لیئے دامن گردان لو فرار کا تصور تک نہ آئے۔

اُم البراء۔ ہاں حضور بات تو ایسی ہی ہے آپ کے ایسے آدمی کو درگزر سے کام لینا چاہیئے خداوند عالم کا ارشاد ہے عفا اللہ عما سلف گزشتہ باتوں کو معاف کر دیا۔"

معاویہ۔ نہیں نہیں۔ اگر پھر علیؑ زندہ ہو جائیں تو تم پھر ویسی ہی ہو جاؤ گی لیکن اُنکا سلسلۂ حیات منقطع ہو چکا ہے اچھا یہ بتاؤ اُنکی شہادت کے موقع پر تم نے کیا کہا تھا۔ ام البراء نے جواب دیا کہ حضور یاد نہیں رہا۔ اس پر بعض حاشیہ نشینوں نے معاویہ سے کہا اُنھوں نے کہا تھا۔

ہائے اے لوگو! کتنی بڑی مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔ اُٹھنے والا کوئی ایسا ویسا نہ تھا۔

ہمارے امام کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے جو بہترین خلائق اور امام عادل تھے سورج کو گہن لگ گیا۔

اے سوار ہو کر اور پیدل چلنے والوں میں نعلین پہنے ہوئے اور برہنہ پا لوگوں میں بہترین شخص۔

ہماری قوتیں جواب دے گئیں اور حق باطل کے آگے سرنگوں ہو گیا۔

معاویہ کو یہ اشعار سنکر بڑا رنج ہوا اور بولے۔

دخترِ صفوان خدا تمھیں ہلاک کرے تم نے کچھ کہنے کی گنجائش ہی باقی نہ رکھی۔ اچھا بتاؤ کس لیے آئی ہو

جب دخترِ صفوان نے معاویہ کی طرف سے یہ توہین و حقارت دیکھی تو اُنکی غیرت مانع ہوئی اُنھوں نے کہا۔

"نہیں اب ان باتوں کے بعد بجز اکسی چیز کا آپ سے سوال نہ کروں گی۔"

جب اُٹھ کر جانے لگیں تو قدم لڑکھڑا گئے بولیں۔ دشمن علیؑ کا ستیاناس ہو۔

(بلاغات النساء ص۵۴، وصبح الاعشیٰ)

۵۔ بکارۃ الہلالیہ

بکارہ ہلالیہ معززہ محترم خاتون تھیں بہت ہی دلیر اور بے باک فصاحت و بلاغت میں اپنا جواب نہ رکھتی تھیں۔ جنگ صفین میں امیرالمومنینؑ کی حمایت میں لڑنے کا زمانہ اُنھوں نے انجام دیے بہت سی جوشیلی تقریریں کیں جنمیں معاویہ کی سرکوبی اور امیرالمومنینؑ کی نصرت و حمایت کرنے کی تلقین کی تھی۔

امیرالمومنینؑ کی رحلت کے بعد یہ معاویہ کے دربار میں آئیں۔ بہت بوڑھی اور لاغر ہو چکی تھیں دو نوکر تھے جن پر سہارا لگائے ہوئے تھیں ہاتھ میں عصا تھا اُنھوں نے معاویہ کو سلام کیا معاویہ نے جواب سلام کے بعد بیٹھنے کی اجازت دی، اور خیر و عافیت پوچھی بکارہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر معاویہ نے کہا۔

"زمانہ نے تمھیں کافی متغیر کر دیا ہے۔"

بکارہ۔ زمانہ بھی تو نت نئے رنگ بدلنے والا ہے۔ جو شخص زیادہ دن جیے گا بوڑھا ہو گا۔ جو مر جائے گا

[illegible] عمرو عاص نے

کہا "یہ وہی ہیں جنھوں نے جنگ صفین میں یہ اشعار کہے تھے۔

یا زید دونک فاحتفر من دارنا سیفا حساما فی التراب دفینا

قد کنت اذخرہ لیوم کریھۃ فالیوم ابرزہ الزمان مصونا

اے زید دیکھو گھر کے اندر زمین سے شمشیر براں کھود کر نکال لو۔ یہ تلوار ہر بڑی مصیبت کے لیئے ذخیرہ کرکے رکھی گئی تھی آج کے دن زمانہ نے اُسے محفوظا برآمد کر دیا ہے۔

مروان نے کہا حضور انھیں نے یہ اشعار بھی کہے تھے۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ معاویہ خلافت پر قابض ہو جائینگے ناممکن ہے معاویہ جو چاہتے ہیں وہ کبھی نہ ہوگا۔ (اے معاویہ) تمھارے نفس نے تنہائی میں تمھیں آرزو دلائی اور سعید و عمرو عاص نے بدبختی پر ابھارا بدترین نحوست لے کر واپس جاؤ، علیؑ کے ساتھ نیک ستارے جمع ہیں۔

سعید بن عاص نے کہا حضور انھیں نے یہ اشعار بھی کہے تھے۔

میں اسکی تمنا کیا کرتی تھی کہ مرجاؤں مگر بنی اُمیہ میں سے کسی آدمی کو منبر پر خطبہ پڑھتے نہ دیکھوں۔ مگر اللہ نے میری زندگی اتنی بڑھا دی کہ اب میں زمانہ کی عجیب عجیب باتیں دیکھ رہی ہوں۔

ان لوگوں کے خاموش ہونے پر بکارہ نے کہا:۔

"حضور آپ کے کتّے مجھ پر خوب بھونکے یاد لئے کلام باقی نہ رہا، تعجب حد سے زیادہ ہے، آنکھوں میں دنیا اندھیر ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے جتنے اشعار پڑھے وہ سب میں نے ہی کہے ہیں اور جو اشعار میرے آپنے ابھی نہیں سنے وہ کہیں زیادہ ہیں۔"

معاویہ ہنس پڑے کہا اس سے یہ نہ ہوگا کہ میں تمھارے ساتھ نیکی کرنے سے باز رہوں تمھاری حاجت کیا ہے بکارہ نے کہا کچھ نہیں۔

۲۔ اروی بنت الحارث

اروی بنت الحارث بن عبد المطلب بہادری اور دلیری فصاحت و بلاغت میں مسلمان خواتین میں امتیازی درجہ رکھتی تھیں۔ امیر المومنینؑ سے انکی محبت و عقیدت اخلاص و وفا مشہور عام ہے یہ معاویہ کے پاس کسی غرض کو لیکر آئیں اور سلسلہ گفتگو میں کہا۔

تم نے اے بھتیجے کفرانِ نعمت کیا، اپنے ابن عم (یعنی امیر المومنینؑ) کے ساتھ ناروا سلوک کیا جس نام کے سزاوار نہ تھے وہ اپنا نام رکھا اور جسکے حقدار نہ تھے اُس پر قابض ہوئے حالانکہ اسلام میں نہ تمنے کوئی آزمائش جھیلی نہ تمھارے آباؤ اجداد میں سے کسی نے جھیلی حضرت محمد مصطفیٰ جس اسلام کو لیکر آئے تھے تم نے اس کا انکار کیا

و کامراں ہے اگرچہ مشرکین کو یہ بات بہت ناگوار تھی۔ ہم اہل بیتِ پیغمبرؐ دین میں بڑے بخت و نصیبہ والے اور قدر و منزلت میں سب سے عظیم ہے یہاں تک کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کو اپنے پاس بلا لیا ان کے درجہ کو بہت بلند کر کے اور بہت عزت و احترام کا مالک بنا کر وہ خدا سے راضی تھے خدا ان سے راضی تھا آنحضرتؐ کے بعد ہماری حالت تمہارے درمیان بعینہٖ ویسی ہی ہو گئی جیسی قومِ موسیٰ کی فرعون والوں میں تھی فرعون والے بنی اسرائیل کے بچوں کو ہلاک کر ڈالتے اور اُنکی عورتوں کو زندہ رہنے دیتے اور پیغمبر خدا کے ابن عم (علی ابن ابی طالبؑ) کی تمہارے درمیان وہی حالت ہو گئی جو جناب ہارون برادر موسیٰ کی تھی جنھوں نے اپنے قوم والوں کے مظالم کی فریاد کرتے ہوئے موسیٰ سے کہا تھا۔ اے میری ماں کے بیٹے قوم والوں نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالتے۔ آں حضرت کی رحلت کے بعد ہمارا شیرازہ بکھرا ہی رہا کوئی دشواری ہمارے لئے آسان نہ ہوئی ہمارا انجام جنت تمہارا انجام جہنم ہے۔

اس موقع پر عمرو عاص بھی موجود تھے اوی کی تقریر سنکر بولے۔

اے گمراہ بڑھیا زیادہ باتیں نہ بنا شرم سے سر جھکا۔

تم کون ہو؟

میں عمرو عاص ہوں۔

اے زن زانیہ نابغہ کے بیٹے تیری مجال کہ مجھ سے کلام کرے اپنی ہی جگہ بیٹھا رہ اور اپنی ہی فکر میں مبتلا رہ خدا کی قسم نہ تو تو قریش کے شریف لوگوں میں ہے نہ معزز بیشہ لوگوں میں تیرے متعلق چھ شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک مدعی تھا کہ وہی تیرا باپ ہے میں نے حج کے زمانہ میں تیری ماں کو مکہ میں ہر بدکار غلام کے ساتھ دیکھا تو انھیں سے زیادہ مشابہ ہے۔

مروان بن حکم نے کہا۔

اے گمراہ بڑھیا، تیری عقل کے ساتھ ساتھ تیری آنکھیں بھی جاتی رہیں تیری شہادت قابل قبول نہیں۔

اروی نے کہا۔

میں بھی کچھ کہوں، خدا کی قسم تم سفیان بن حارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہو بہ نسبت حکم کے تم آنکھوں کے اس نیلے پن بالوں کی سرخی میں اس سے مشابہ ہو۔ اسی کے ساتھ تمہاری قامت بھی کوتاہ ہے اور صورت بھی مگر وہ میں نے حکم کو بھی دیکھا ہے وہ دراز قد تھا بال سیاہ تھے تم میں اور حکم میں وہی رشتہ ہے جو لاغر اندام گھوڑے اور گدھے میں ہو سکتا ہے میں نے جو کچھ کہا ہے اسکے متعلق جا کر اپنی ماں سے پوچھو وہ بتائیگی کہ تمہارا باپ کون تھا اور کیسا تھا؟

پھر وہ معاویہ کی طرف مڑ کر بولیں۔ خدا کی قسم تمہاری ہی وجہ سے ان لوگوں کو میرے منھ آنے کی ہمت

عتبہ پر مجھے کسی طرح صبر نہیں آتا اور اپنے باپ چچا بھائی اور بہنوئی پر۔

اے وحشی (قاتل حمزہؓ) تو نے میرا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا، تو نے میرا جی خوش کر دیا اور میری منت پوری کی۔

میں جب تک زندہ رہونگی وحشی کا شکریہ ادا کرنا مجھ پر واجب ہے یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔

اس پر میں نے تمہاری ماں کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔

اے بڑے کافر سردار کی بیٹی تو بدر اور ہر لڑائی میں ذلیل و خوار ہوئی۔ صبح ہونے سے پہلے ہی خدا تمہارا سامنا ہاشمیوں سے کرائے گا جو دراز قد اور تابندہ رخ ہیں اُنکے ہاتھ میں کاٹنے والی تلوار ہوگی جو تن و سر میں جدائی ڈال دیتی ہے حمزہ میرا شیر اور علی میرا باز شکاری ہے۔ وحشی نے پردہ چاک کر ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد بدکار عورتوں کے لئے فخر کی کوئی گنجائش نہ رہی۔

معاویہ بد حواس ہو گئے اور عمرو عاص اور مروان کی طرف مڑ کر بولے تم ہی لوگوں نے انھیں بولنے کا موقع دیا ایسی باتیں مجھے سنوائیں جن کا سننا مجھے گوارہ نہ تھا پھر اروی کی طرف مڑ کر کہا۔ آپ اپنی ضرورت بیان کریں ان لوگوں کی باتیں جانے دیں اروی نے اپنی ضرورت بیان کی جسے معاویہ نے پورا کر دیا پورا کرنے کے بعد بولے۔

معاویہ خدا کی قسم اگر علیؑ ہوتے تو کبھی نہ دیتے۔

اروی۔ سچ کہتے ہو علیؑ نے امانتداری کی اور خدا کے حکم پر عمل کیا اور اُسی کے حکم کے پابند رہے اور تم نے امانت ضائع کی خدا کے مال میں خیانت کی اور خدا کا مال ایسے لوگوں کو دیا جو اس کے مستحق نہ تھے۔ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں صاحبان حقوق کے حقوق واضح طور پر بیان کر دیئے ہیں تم نے اس پر عمل نہ کیا علیؑ نے ہم لوگوں کو دعوت دی کہ ہم اپنے اس حق کو حاصل کریں جو خداوند عالم نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے مگر تمہاری لڑائی کی وجہ سے وہ ہر چیز کو اُس کے مقام پر نہ پہونچا سکے اور میں نے یہ جو کچھ تم سے مانگا ہے یہ تمہارے مال سے نہیں مانگا کہ تم اپنا احسان جتاؤ یہ ہم نے اپنا حق طلب کیا ہے اپنے حق کے سوا دوسری چیز کا لینا ہم جائز نہیں سمجھتے کیا تم علیؑ کا ذکر کرتے ہو خدا تمہارے منھ کو توڑے اور تمہاری مصیبت کو سخت کرے پھر رونے لگیں اور امیر المومنینؑ کا یہ دلدوز مرثیہ پڑھا۔

الا یا عین ویحک اسعدینا ۔۔۔ الا وابکی امیر المومنینا

رزینا خیر من رکب المطایا ۔۔۔ وفارسها ومن رکب السفینا

ومن لبس النعال و احتذاها ۔۔۔ ومن قرء المثانی والمئینا

اذا استقبلت وجہ ابی حسینؑ ۔۔۔ رایت البدر راع الناظرینا

ولا واللہ لا انسی علیا ۔۔۔ وحسن صلاتہ فی الراکعینا

جو ان تمام لوگوں سے بہتر تھا جو سواری پر سوار ہوں یا کشتی پر بیٹھیں اور ان تمام لوگوں سے بہتر تھا جنھوں نے نعلین پہنی یا ننگے پیر رہے اور جنھوں نے قرآن کی تلاوت کی۔ اگر تم ابوالحسنؑ کے چہرہ کا سامنا کرو تو چودھویں رات کا چاند پاؤ گے جو ناظرین کی آنکھوں کو خیرہ کر دے خدا کی قسم میں نہ تو علیؑ کو بھول سکتی ہوں اور نہ انکی نماز کی عمدگی کو اے شہر حرام میں تم نے ہمیں صدمہ پہونچایا ایسے شخص کو ہلاک کر کے جو تمام لوگوں سے بہتر و افضل تھا۔ (بلاغات النساء ۲۷ عقد الفرید جلد ۱ ص ۲۱۹)

معاویہ نے اروی کی تعظیم و تکریم کر کے چاہا تھا کہ انکے دل کو اپنی طرف مائل اور علیؑ سے برگشتہ کر لیں لیکن انکی یہ کوشش ذرہ برابر کامیاب نہ ہوئی اور جس کے خمیر میں علیؑ کی محبت اور ان سے خلوص داخل ہو مال دنیا انکی محبت کو کیونکر زائل کر سکتا ہے۔

ایسے ہی جذبات و احساسات ابوالاسود دوئلی کی لڑکی سے ظہور میں آئے۔ معاویہ نے بطور تحفہ ابوالاسود دوئلی کے پاس حلوہ بھیجا ابوالاسود کی لڑکی نے اس میں سے تھوڑا سا منہ میں رکھ لیا ابوالاسود نے کہا بیٹا اسے تھوک دو یہ زہر ہے معاویہ نے فریب سے بھیجا ہے اور وہ ہمیں محبت اہلبیتؑ سے باز رکھنا چاہتا ہے لڑکی نے جب یہ سنا تو بولی خدا اُن کا ناس کرے زعفرانی شہد سے کریاک و پاکیزہ سید و سردار سے ہمیں برگشتہ کرنا چاہتے ہیں پھر اس نے دو شعر پڑھے:۔

ابالشهد المزعفر یا ابن هند   نبیع علیك احسابا و دینا؟

معاذ الله کیف یکون هذا   ومولینا امیر المومنینا؟

زعفرانی شہد کے عوض اے فرزند ہند ہم اپنی خاندانی شرافت اور اپنی دینداری تمہارے ہاتھ بیچ ڈالیں؟ خدا کی پناہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے درآنحالیکہ ہمارے مولا امیرالمومنین ہیں (الکنیٰ والالقاب ج ۱ ص ۸)

عکرشہ بنت الاطرش یہ معظمہ بھی عرب کی خواتین میں بڑی جلیل القدر خاتون دلیری و بے خوفی اور قوت تقریر میں مشہور عالم تھیں۔ جنگ صفین میں انھوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے امیرالمومنینؑ کی حمایت اور معاویہ کی مخالفت میں بڑی جوشیلی تقریریں کیں۔ قسمت نے انھیں یہ دن بھی دکھلایا کہ معاویہ پورے مملکت اسلامیہ کے مالک بن بیٹھے اور انھیں دربار شام میں آنا پڑا اور اس طرح سلام کرنا پڑا جس طرح امیرالمومنینؑ کو سلام کیا کرتی تھیں۔ معاویہ کے دل میں صفین کی یاد تازہ ہو گئی اور بولے۔

معاویہ اب تو میں امیرالمومنین ہو ہی گیا۔

عکرشہ جی ہاں کیونکہ اب علیؑ زندہ نہیں ہے۔

معاویہ خاموش نہ رہے انھوں نے صفین کی باتیں چھیڑ دیں۔ کیا تم وہی نہیں ہو جو جنگ صفین میں عمامہ کی طرح سے کپڑا لپیٹے جس کے دونوں سرے ادھر اُدھر لٹکے ہوئے تھے کمر کسے ہوئے اور تلوار لٹکائے نیام پر سہارا

... تم اپنے محسن کی پیغمبرِ اکرم نے جنت کی
راہ پالی تو گمراہ انسان تمھیں کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتا اور جو جنت کا ساکن ہو گا وہ کبھی نہ تو اس سے نکلے گا اور نہ
کبھی رنجیدہ و مغموم ہو گا تم اس جنت کو خریدو اس دارِ دنیا کے عوض جسکی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں نہ جسکے
آلام ختم ہونے والے ہیں تم دور اندیش جماعت بنو دیکھو معاویہ تم پر عرب کے اُن اوباشوں کو لے کر چڑھ دوڑے
ہیں جو نہ یہ سمجھتے ہیں ایمان کیا ہے نہ یہ جانتے ہیں کہ حکمت کیا ہے معاویہ نے انھیں دنیا کی لالچ دی اور وہ دوڑ پڑے
باطل کی طرف بلایا اور وہ چل کھڑے ہوئے بزرگانِ خدا اللہ سے ڈرو اور اُسکے دین کا خیال کرو۔ خبردار
تم میں سستی نہ آنے پائے کیونکہ اسطرح اسلام کی رسی ٹوٹ جائے گی اور ایمان کا نور بجھ جائے گا سنت زائل اور
باطل غالب آجائے گا۔ یہ جنگ بدر صغریٰ ہے یہ دوسرا واقعہ عقبہ ہے اے گروہ مہاجرین و انصار پوری دینی
بصیرت کے ساتھ اُن شامیوں سے جنگ کرو اور اپنے عزم و ارادہ پر ثابت قدمی سے جمے رہو مجھے تو آنے والے کل
کا یہ منظر دکھائی دے رہا ہے کہ تم نے عرصہ جنگ صفین میں ان شامیوں کو اسطرح پایا جیسے وہ گدھے خچر اور گائیں
ہوں جو چیخیں چلائیں اور لید کریں ...."

معاویہ عکرشہ کی جب یہ تقریر دھرا چکے تو غصے میں بھر کر بولے :۔

"خدا کی قسم اگر قضا و قدرِ الٰہی نہ ہوتی اور اُسے یہ پسند نہ ہوتا کہ یہ حکومت ہمارے ہاتھوں میں آئے تو تمھاری
تقریر کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ دونوں لشکر مجھ پر ٹوٹ پڑیں کس چیز نے آخر تمھیں اس پر آمادہ کیا؟"

عکرشہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا :۔

"عقلمند جب کوئی بات ناپسند کرتا ہے تو پھر اُسے دھراتا نہیں۔

معاویہ۔ ٹھیک ہے، اچھا بتاؤ کس غرض سے تمھارا آنا ہوا۔ (بلاغات النساء ص ۷۲ عقد فرید جلد ۱
ص ۲۱۵ ، صبح الاعشیٰ)

(۸) دارمیہ حجونیہ

یہ معظمہ بھی وہ نیکو کار خاتون تھیں جنکی فصاحت و بلاغت دلیری و بے باکی اور محبت امیر المومنینؑ سے
بچہ بچہ واقف تھا۔ معاویہ اپنے زمانہ حکومت میں حج کے ارادہ سے جب مکہ معظمہ آئے تو بنی کنانہ کی اس خاتون
دارمیہ حجونیہ کے متعلق پوچھا کہ آج کل کہاں ہیں یہ دارمیہ حجومیہ سیاہ رنگ کی لحیم و شحیم خاتون تھیں لوگوں نے
بتایا کہ وہ زندہ ہیں۔ معاویہ نے پیادہ بھیج کر طلب کیا جب وہ آئیں تو پوچھا :۔

معاویہ۔ اے حام کی بیٹی کیسے آنا ہوا (جناب نوح پیغمبرؑ کے تین فرزند تھے حام سام اور یافث دنیا
انھیں تین کی نسل سے ہے سیاہ رنگت کی قومیں حام کی نسل سے ہیں معاویہ نے اُنکی کالی رنگت پر طنز

دارمیہ۔ [illegible] میں تو قبیلہ کنانہ
کی ایک عورت ہوں۔

معاویہ۔ سچ کہتی ہو اچھا یہ جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے۔

دارمیہ۔ غیب کی باتیں تو بس اللہ ہی جانتا ہے۔

معاویہ۔ میں نے تمھیں یہ پوچھنے کے لئے بلایا ہے کہ آخر تم علیؑ سے اتنی محبت کیوں کرتی تھیں اور مجھ سے اتنی عداوت تمھیں کیوں تھی؟

دارمیہ۔ اس سوال کے جواب سے مجھے معاف ہی کر دیجئے تو اچھا تھا۔

معاویہ۔ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا تمھیں بتانا ہی پڑے گا۔

دارمیہ۔ اچھا جب آپ جواب پر مجبور ہی کرتے ہیں تو سنیئے، میں علیؑ سے اس لیئے محبت کرتی تھی کہ وہ رعیت میں عدل و انصاف برتتے تھے اور سب کو برابر برابر دیتے تھے اور آپکی دشمن اسلیئے تھی کہ آپ اس شخص سے برسر پیکار تھے جو آپ سے زیادہ حکومت کا سزاوار تھا اور آپ ایسی چیز کے خواہاں تھے جسکی اہلیت آپ میں قطعاً نہ تھی میں علیؑ کی اطاعت اس لیئے کرتی تھی کہ پیغمبر نے انھیں ہمارا حاکم مقرر کیا تھا اور علیؑ فقرا و مساکین کو دوست رکھتے تھے اہل دین کی عزت کرتے اور آپ سے دشمنی و بیزاری کی وجہ یہ تھی کہ آپ مسلمانوں کی خونریزی کرتے فیصلوں میں ناانصافی برتتے اور اپنی خواہش نفس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔

معاویہ۔ اچھا تو اسی وجہ سے تمھارا پیٹ پھول گیا ہے سینہ بڑھ گیا ہے اور سرین اتنی پر گوشت ہو گئی۔

دارمیہ۔ خدا کی قسم یہ باتیں تو آپ کی اماں جان ہند کی بطور ضرب المثل بولی جاتی تھیں میرے متعلق بالکل نہیں۔

معاویہ۔ ٹھہرو ٹھہرو ہم نے اچھی ہی بات کہی ہے جب عورت کا پیٹ بڑا ہوتا ہے تو بچہ مکمل ہاتھ پیر کا پیدا ہوتا ہے، جب سینہ بڑا ہوتا ہے تو بچہ کو دودھ پورا پورا پلاتی ہے، اور جب سرین پر گوشت ہوتے ہیں تو اسکی نشست خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

معاویہ۔ اچھا یہ بتاؤ تم نے کبھی علیؑ کی زیارت بھی کی ہے؟

دارمیہ۔ ہاں ہاں خدا کی قسم میں نے انھیں دیکھا ہے

معاویہ۔ انھیں کیسا دیکھا۔

دارمیہ۔ میں نے انھیں اس طرح دیکھا کہ حکومت نے انھیں سرگشتہ نہیں کیا جیسا کہ آپ حکومت کے نشہ میں سرگشتہ ہو رہے ہیں اور منصب خلافت نے انھیں ایسا بیخود نہیں بنا دیا تھا جیسا کہ آپ آپے سے باہر ہو رہے ہیں۔

معاویہ۔ تم نے انکی گفتگو بھی کبھی سنی ہے

دارمیہ۔ [illegible]

دارمیہ نے اپنی حاجت بیان کی۔

معاویہ نے پوچھا اگر میں تمہاری حاجت پوری کردوں تو علیؑ ہی کے اتنا مجھے بھی مانو گی؟

دارمیہ نے برجستہ کہا۔

”علیؑ کی بات تمھیں کہاں نصیب۔“

معاویہ نے اُن کا کام کر دیا اور کہا خدا کی قسم اگر علیؑ زندہ ہوتے تو کبھی تمھیں اتنا مال نہ دیتے

دارمیہ۔ سچ کہتے ہو علیؑ ہرگز نہ دیتے وہ مسلمانوں کے مال سے ایک درہم بھی کسی کو ناجائز نہیں دیتے تھے۔ (بلاغات النساء ص۶۲، عقد فرید ج ۱ ص۲۱۶)

یہ مختصر سی جھلک تھی ان مصائب و آلام اہانت و تحقیر قید و بند اور ظلم و ستم کی جو شیعیان امیرالمؤمنین کو معاویہ اور اُن کے عاملوں کی طرف سے سہنے پڑے معاویہ نے شیعوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ کر جس طرح باقی شرائط صلح کی خلاف ورزی کی اس اہم ترین شرط کی بھی مٹی پلید کی۔

(۴) یزید کی بیعت

سب سے اہم اور بنیادی شرط یہ تھی کہ حکومت معاویہ مرنے کے بعد پھر امام حسنؑ کے پاس پلٹ آئے گی اور اگر آپ اس وقت تک زندہ نہ رہے تو امام حسینؑ خلیفہ ہوں گے یہ سب سے اہم بالشان شرط تھی جو امام حسنؑ نے معاویہ کے سامنے رکھی اور معاویہ نے جس کا بہت ہی سختی کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا لیکن جب معاویہ کا ہر سمت اقتدار قائم ہو گیا اور وہ بلا شرکت غیرے مملکت اسلامیہ کے حاکم تسلیم کر لیے گئے تو جہاں انھوں نے دیگر شرائط کی خلاف ورزی کی وہاں اس شرط کو بھی پورا نہ کرنے کا عزم مصمم کر لیا۔ اطمینان حاصل ہونے کے فوراً ہی بعد انھوں نے خلافت کو خاندانی میراث بنانے کی کوششیں شروع کر دیں وہ اپنے اس فعل میں ایسے ہی تھے جیسا استاذ سید قطب اپنی کتاب العدالۃ الاجتماعیۃ ص۱۸۰ پر لکھتے ہیں۔

”انھوں نے جو کچھ کیا ایسے جذبات کے تحت کیا جنھیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں یہ خاندانی عصبیت اور قبائلی تعصب تھا یہ چیز معاویہ سے کچھ بعید بھی نہ تھی معاویہ، ابوسفیان اور ہند دختر عتبہ ہی کے فرزند تھے اپنی قوم کے وارث اور حقیقت اسلام سے دور رہنے میں اپنے والدین اور خاندان والوں کے مشابہ۔“

حقیقت بھی یہی ہے کہ معاویہ کی یہ پیماں شکنی جاہلیت کے اندھے تعصب اور خاندانی جذبات کی بنا پر تھی جس سے اسلام کو دور کا بھی تعلق نہیں دائرہ اسلام میں حکومت و خلافت کا معیار محبت و رشتہ داری نہیں بلکہ علم و قابلیت اور استعداد و صلاحیت معیار ہے آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

(نصائح کافیہ ص۳۹)

لیکن معاویہ کو اسلام سے واسطہ ہی کیا تھا، اسلام اُن سے بیگانہ وہ اسلام سے بے تعلق۔ معاویہ ابوسفیان کے بیٹے تھے اور اُسی کے خیالات و نظریات لیکر وہ جوان ہوئے تھے، ابوسفیان کا یہ قول ہمیشہ اُن کے پیش نظر رہا جو اُس نے حضرت عثمان کے خلیفہ ہو جانے پر تمام بنی اُمیہ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"اُمیہ کے بیٹو اس خلافت سے اس طرح سے کھیلو جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں، ابوسفیان قسم کھا کر کہتا ہے کہ نہ جنت ہے نہ جہنم"

معاویہ نے اس فقرہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا اور اسے سچ ثابت کرنے کے لیے ہمیشہ سرگرم رہے۔ اُنھوں نے خلافت کو بنی اُمیہ کے ہاتھوں کا کھلونا بنا دیا جو بدترین خلائق تھے معاویہ نے اپنے بعد کے لیے یزید کو نامزد کیا جو ایسا فاسق و فاجر بے دین و بدکار تھا جسکی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

عبداللہ بن حنظلہ واقعہ حرہ کے قتیل کہا کرتے۔

خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف اس وقت تک خروج نہ کیا جب تک ہمیں یقین نہ ہو گیا کہ ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو گی یہ یزید ایسا بدکار ہے کہ ماؤں اور بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے شراب پیتا اور نماز کا تارک ہے خدا کی قسم اگر میرا کوئی ساتھ نہ بھی دیتا تب بھی میں خدا کی راہ میں اپنی قربانی پیش کرتا۔ (تاریخ ابن عساکر جلد ۷، ص۳۷۲، تاریخ الخلفا سیوطی ص۱۰۸)

منذر بن زبیر نے مدینہ میں آکر کہا تھا۔

یزید نے مجھے ایک لاکھ دیئے ہیں لیکن اتنی بڑی بخشش بھی مجھے تمہارے سامنے حقیقت حال بیان کرنے سے نہیں روک سکتی، خدا کی قسم شراب پیتا ہے اور اتنا بدمست ہو جاتا ہے کہ نماز جاتی رہتی ہے (بدایہ و نہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۱۶، تاریخ کامل جلد ۴ ص۴۵)

ابن فلیح کا بیان ہے کہ ابو عمرو بن حفص مرد صالح و نیکوکار تھے یزید سے ملنے گئے یزید نے اُنکا اعزاز و اکرام کیا بہت کچھ درہم و دینار دیئے جب وہ واپس آئے تو اُنھوں نے منبر کے پہلو میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا خدا کی قسم میں نے یزید ابن معاویہ کو نشہ کے عالم میں نماز ترک کرتے دیکھا۔ (تاریخ ابن عساکر جلد ۷، ص۲۸)

معاویہ بھی اپنے بیٹے کے کرتوت سے بے خبر نہ تھے لیکن اسلام سے بڑھ کر انھیں اپنے بیٹے کی محبت تھی۔ اسلام کو تباہ برباد کرنے کی جتنی امکانی صورتیں ہو سکتی تھیں خود عمل میں لائے اور اپنے بعد کے لئے ایسا انتظام کر گئے کہ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے اور اسلام ہمیشہ کے لئے دنیا سے نیست و نابود اور روئے زمین پر اُس کا کوئی نام لیوا بھی باقی نہ رہے۔

راہ کی تمام رکاوٹیں دور کرلیں اور ایسے افراد کو موت کے گھاٹ اتار لیا جن سے مزاحمت ممکن تھی۔ امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کیا جیسا کہ ہم آگے چلکر آپ کی شہادت کے ذکر میں بیان کرینگے سعد ابن وقاص صحابی پیغمبرؐ کو زہر سے ہلاک کیا جو ممبران شوریٰ میں سے تنہا باقی بچ گئے تھے اور خلافت کے لیئے لوگوں کی نظریں اُن پر پڑ سکتی تھیں۔ عبدالرحمان بن خالد بن ولید حاکم حمص شام میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے کیونکہ اُنکے والد کے کارنامے رومیوں کے مقابلہ میں اہل شام کے زبانزد تھے اور اس بنا پر معاویہ کو اندیشہ تھا کہ کہیں اہل شام اُن کو خلیفہ تسلیم نہ کرلیں لہٰذا اُن کا علاج یہ کیا گیا کہ ابن آثال عیسائی طبیب کے ذریعہ سے اُنکو زہر دلایا جس سے اُن کا خاتمہ ہوگیا۔ عیون الانباء میں ابی سہیبن سے مروی ہے کہ معاویہ نے جب یزید کی ولیعہدی کا ارادہ کیا تو اہل شام سے اس امر میں مشورہ کیا لوگوں نے عبدالرحمان بن خالد بن ولید کو اس منصب کے لیئے قرار دیا، معاویہ یہ سُنکر خاموش ہو رہے اور کچھ دنوں کے بعد اپنے طبیب بن آثال سے اُنھیں زہر دلوا دیا۔ (سیرت علویہ شاہ محمد علی حیدر کاکوروی)

بیعت یزید

"معاویہ کے مقربین اور گرد و پیش کے رہنے والے اس کا اندازہ رکھتے تھے کہ معاویہ کی یہ دلی خواہش ہے کہ وہ یزید کو اپنا ولیعہد بنائیں مگر انھیں بھی انکے بروئے کار آنے کی صورت نظر نہ آتی تھی سب سے پہلے جس نے اس تعطل اور جمود کو حرکت اور عمل میں تبدیل کیا وہ مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ تھا یہ شخص بڑا مدبر اور عرب کے نہایت چالاک لوگوں میں محسوب تھا، واقعہ یہ پیش آیا کہ مغیرہ نے شاید فقط امتحان کے طور پر دمشق جاکر معاویہ کے سامنے حکومت کوفہ سے استعفا دینے کا خیال ظاہر کیا۔ وہ سمجھتا ہوگا کہ امیر معاویہ مجھے کسی قیمت پر ہٹانے کے لیئے تیار نہ ہوں گے اور اسکے بعد میری خوشامد کرینگے وہاں معاملہ برعکس ہوا اور معاویہ نے ایک دوسرے شخص کو کوفہ کی حکومت کے لیئے تجویز کرلیا جب یہ صورت پیش آئی تو مغیرہ نے حکومت کوفہ پر برقرار رہنے کے لیئے یہ تدبیر کی کہ وہ یزید کے پاس گیا اور اُسے یہ پٹی پڑھائی کہ تم اپنے باپ کے ولیعہدی کا اعلان کیوں نہیں کرلیتے؟ (طبری جلد ۶ صـ ۱۶۹) کون کہہ سکتا ہے کہ یزید خود ہی اس کے واسطے دل ہی دل میں بے چین نہ ہوگا اور اگر اُسے شراب کباب کے مشغلوں سے اب تک اس پر غور کرنے کا موقع نہ بھی ملا ہو تب بھی مغیرہ کا یہ کہنا اس کی دلوانہ طبیعت کے لیئے ہوئے پس اسے کم نہ تھا وہ اپنے باپ معاویہ کے پاس گیا اور ایک لاڈ پیار سے پلے ہوئے بیباک بیٹے کی طرح اپنے باپ سے بضد ہوکر اپنی ولی عہدی کے لیئے خواہش کی اور مغیرہ بن شعبہ کے خیالات کو جو اس بارے میں تھے بیان کیا، معاویہ کو تو کبھی انکی توقع ہوتی

ہے کہ ہوئے دہقان میں پانی پر ا انھوں نے مغیرہ کو بلوایا اور اس سے اس بارے میں تبادلۂ خیالات
کیا۔ مغیرہ نے بڑے اعتماد کے ساتھ بتلایا کہ اس مہم کا پورا ہونا کوئی مشکل نہیں ہے کوفہ میں یزید کی موافقت پر لوگوں کو ہموار کرنے کے لیئے میں کافی ہوں بصرہ میں زیاد اس کام کو انجام دے گا۔ ان دو مقامات کے بعد پھر تیسری جگہ کوئی ایسی نہیں جو یزید کی مخالفت کی جرأت کر سکے۔ معاویہ نے مغیرہ کی ان باتوں کو توجہ سے سنا اور اسکو کوفہ کی گورنری پر بحال کر دیا۔ مغیرہ فوراً کوفہ پہونچا اور اس مقصد کی تکمیل میں مصروف ہوگیا، اُسے اپنی کارگذاری کا نتیجہ جلدی سے معاویہ کی خدمت میں پیش کر کے صلہ حاصل کرنا اور اپنی وفاداری کا سکہ جمانا تھا اس لیئے اُس نے سب سے پہلے جو خاص بنی اُمیّہ کے ہوا خواہ تھے اُنکو بلا کر اپنے اس مقصد کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ خلیفۃ المسلمین اس امر کے متعلق مطمئن نہیں ہیں کہ کوفہ کے لوگ اس ولیعہدی کو تسلیم کرینگے اس لیئے ضروری ہے کہ یہاں سے ایک وفد اُن کی خدمت میں جائے اور یہ التجا پیش کرے کہ وہ یزید کو اپنا ولیعہد قرار دیں پھر بھی ایسے لوگ کم ملتے تھے جو اس وفد میں شریک ہونا پسند کریں اسلیئے مغیرہ کو اپنی جیب خاص یا خزانۂ سرکاری سے ۳۰ ہزار درہم رشوت میں صرف کرنا پڑے اس طرح کوفیوں کا ایک وفد مرتب کر کے اپنے بیٹے موسیٰ کی قیادت میں معاویہ کے پاس روانہ کیا وفد نے جیسا سبق اُسے پڑھایا گیا تھا اُسی کے مطابق معاویہ سے یزید کی نامزدگی کے لیئے درخواست پیش کی۔ معاویہ اس التجا کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے چنانچہ اُنھوں نے وفد کو مناسب جواب دینے کے بعد علیحدگی میں موسیٰ بن مغیرہ سے پوچھا بتاؤ کتنے پر تمھارے باپ نے ان لوگوں کے دین و ایمان کو خرید کیا موسیٰ نے کہا تیس ہزار درہم کو۔ (کامل ابن اثیر)

معاویہ کو اس معاملہ میں مسلمانوں کی رائے عامّہ کے متعلق اب بھی اطمینان نہ تھا انھیں جمہور کی نفرت و بیزاری کا خوف دامنگیر تھا وہ سمجھتے تھے کہ مغیرہ کے اس وفد کو رائے عامّہ کا ترجمان نہیں سمجھا جا سکتا اب اُنھوں نے زیاد بن ابیہ کو جسے وہ سیاسی طور پر اپنا بھائی بنا چکے تھے اس معاملہ میں مشورہ لینے کے طور پر خط لکھا زیاد کو معاویہ کی اس خواہش کا اندازہ بہت عرصہ سے ہوگا اب اس خط سے خواہش کا اظہار بھی ہوگیا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک وفادار گورنر کی حیثیت سے اس کا کیا فرض ہونا چاہیئے تھا خصوصاً جبکہ معاملہ اُسکے بھتیجے کا تھا مگر معاملہ کی نزاکت اور اُسکے تمام پہلو زیاد کو لرزہ براندام بنا رہے تھے چنانچہ اُس نے اپنے خاص محرم راز عبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا کہ "خلیفۃ المسلمین" نے مجھے لکھا ہے کہ اُنھوں نے یزید کی بیعت لینے کا ارادہ کیا ہے مگر اُنھیں لوگوں کی نفرت و بیزاری کا خوف ہے اور چاہتے ہیں کہ کسطرح جمہور مسلمین متفق کیئے جا سکیں اور اس بارے میں مجھ سے مشورہ کیا ہے، اسلامی ذمہ داری کا احساس بہت اہم ہے اور یزید ایک آوارہ اور مطلق العنان شخص ہے اور شکار کا بڑا دلدادہ ہے تم میری طرف سے سرکار کے پاس جا کر یزید کے افعال و حالات کا تذکرہ کرو اور کہو کہ ذرا سوچ سمجھ کر اس کام کو کیجیے تھوڑے دن کی تاخیر کر لینا اس سے بہتر ہے کہ جلد بازی سے کام لیا جائے جس کا نتیجہ ناکامی کی صورت میں ظاہر ہو" عبید نے اسمیں

کہ اگر آپ کو رائے عامہ اپنے موافق بنانا ہے تو ان افعال کو ترک کیجئے جنھیں مسلمان عموماً ناپسند کرتے ہیں زیاد نے معاویہ کو صرف اتنا لکھا کہ اس بارے میں ذرا تاخیر سے کام لیجئے تعجیل مناسب نہیں ہے (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۶۹) کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد یزید نے بہت سی اپنی بداعمالیوں کو ترک کر دیا (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۷۰) مگر بعد کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کینہ یزید کے دل میں زیاد کی طرف سے پیدا ہو گیا بلکہ شاید ہم سنی کی رقابت سے اس کو یہ خیال ہوا کہ زیاد نے یہ مخالفت اپنے بیٹے عبید اللہ کے اشارے سے کی ہے اس لئے وہ عبید اللہ بن زیاد سے بھی ایک عرصہ تک اس کے بعد بدظن رہا ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں ستر برس کی عمر میں مغیرہ کا انتقال ہو گیا اب کوفہ میں زیاد کی حکومت ہو گئی وہ ۴۵ھ میں معاویہ کی طرف سے بصرہ خراسان اور سجستان کا حاکم بنایا گیا تھا پھر بحرین اور عمان بھی اس کی حکومت میں شامل کر دیے گئے (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۲۴) اب مغیرہ کے مرنے کے بعد کوفہ بھی اس کی حکومت میں شامل کر دیا گیا چونکہ اس تمام قلمرو میں بصرہ اور کوفہ دو اہم مقام تھے لہذا اب وہ سال میں چھ مہینہ بصرہ میں رہتا تھا اور چھ مہینہ کوفہ میں اور اس مدت میں بصرہ کی حکومت پر سمرہ بن جندب کو اپنا قائم مقام بنا جاتا تھا (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۳۱) ۳ یا ۴ سال کی مدت گذرنے پر ۴ ماہ رمضان ۵۳ھ کو زیاد کی بھی وفات ہو گئی (الوزراء والکتاب صفحہ ۱۶) اب شاید اس اندیشہ میں کہ گنے چنے خاص خاص خیر خواہ بھی کہیں راہی ملک عدم نہ ہو جائیں معاویہ نے ایک تحریری فرمان یزید کی ولی عہدی کا لکھ کر مجمع عام میں اس کا اعلان کر دیا اور رعایا سے اس کا اقرار لیا گیا (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۷۰)

واقعات بتاتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ بڑی حد تک کوفہ کی زمین کو ہموار بنانے کا کام کر چکا تھا اور کم از کم ہوا خواہان بنی امیہ کو اس کے لیے تیار کر لیا تھا۔ بصرہ میں بہر حال عبید اللہ بن زیاد کو اس اسکیم کی تکمیل کرنا لازم تھی چاہے اس کی ذاتی رائے اس بارے میں کچھ بھی ہوتی اور وہاں کی خلقت اس کے باپ سے اور خود اس سے اس درجہ مرعوب و خائف تھی کہ وہاں کسی مخالفت کا امکان نہ تھا اور شام تو اپنا ہی ملک تھا لے دے کے وہاں ایک عبد الرحمان بن خالد بن ولید تھے جن سے اندیشہ ہوتا انھیں پہلے ہی ختم کیا جا چکا تھا دوسرے مقتول خلیفہ عثمان کے بیٹے سعید تھے انھوں نے ذرا خلافت یزید پر اظہار ناراضگی کیا اور خود معاویہ کے پاس آ کر کہا کہ آپ نے یزید کو مجھ پر مقدم کیا اور اس کے لیے بیعت لی حالانکہ بخدا آپ جانتے ہیں کہ میرے باپ اس کے باپ سے بہتر اور میری ماں اس کی ماں سے اچھی اور میں خود اس سے بہتر ہوں اور آپ کو جو کچھ ملا ہے یہ میرے باپ کا صدقہ

باپ کی فضیلت اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے اور انھیں رسول خدا سے قرابت مجھ سے زیادہ حاصل تھی اسی طرح تمھاری ماں کی فضیلت۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کیونکہ قرشیہ کی بزرگی کلبیہ پر ظاہر ہے۔ لیکن یہ بات کہ تم یزید سے بہتر ہو تو معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے نزدیک اگر تم البیوں سے میرا گھر بھرا ہو وہ سب مل کر بھی یزید کے برابر نہ ہوں گے۔ (طبری جلد ۶ صہ ۱۷۱)

وہ تو یہ جواب سن کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے ہونگے مگر پھر کہا جاتا ہے کہ یزید نے اپنے باپ سے سفارش کی میری وجہ سے کبیدہ خاطر ہو گئے ہیں تو آپ انھیں کسی صورت سے خوش کر دیجئے اس پر معاویہ نے انھیں خراسان کا حاکم بنا دیا (طبری جلد ۶ صہ ۱۷۱) اس طرح یہ خدشہ بھی دور ہوگیا"

(شہید انسانیت مولفہ مولانا سید علی نقی صاحب)

اتنے انتظامات کرنے کے بعد معاویہ نے مملکت اسلامیہ کے ہر محترم اور ذی وجاہت افراد کو دعوت نامے بھیجے اور سب کو دمشق بلایا تاکہ یزید کی بیعت کے متعلق اُن سے رائے مشورہ لیا جائے۔ جب سب آگئے تو معاویہ نے ضحاک بن قیس فہری کو خلوت میں بلا کر کہا۔

جب میں منبر پر بیٹھوں اور اپنے خطبہ سے فارغ ہو جاؤں تو تم مجھ سے کچھ کہنے کی اجازت مانگنا میں اجازت دیدوں گا تم کھڑے ہو کر یزید کا ذکر کرنا اس کی تعریفیں بیان کرنا پھر مجھ سے درخواست کرنا کہ حضور اپنے بعد یزید کو ہم لوگوں کا حاکم بنا جایئے اس لیے کہ میں اپنی جگہ اسے اپنا ولی عہد بنا نا طے کر چکا ہوں"۔

ضحاک کے بعد معاویہ نے اور لوگوں کو بلایا جو درہم و دینار کے بندے اور معاویہ کے حمایتی تھے معاویہ نے ان سے کہا کہ ضحاک کی تم لوگ تائید کرنا اور مجھ پر زور دینا کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ تاریخ نے ان لوگوں میں سے بعض کے نام بھی ذکر کر دیے ہیں جیسے عبدالرحمان بن عثمان ثقفی۔ عبداللہ بن مسعدہ فزاری ثور بن معن سلمی، عبداللہ بن عصام الاشعری۔ ان تمام لوگوں نے معاویہ کی دعوت پر لبیک کہی، جب وقت مقررہ آیا تو معاویہ منبر پر گئے جب تقریر سے فارغ ہوئے تو حسب قرارداد ضحاک نے کھڑے ہو کر بولنے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر ضحاک نے کہا۔

"خدا حضور کا بھلا کرے اور آپ سے ہم لوگوں کو بہرہ اندوز کرے۔ ہم نے اتحاد و اتفاق الفت و محبت کو بھی آزمایا اور اختلاف افتراق کو بھی اتحاد ہماری پراگندگی کو دور کرنے والا ہمارے راستوں کو بے خطر بنانے والا ہماری جانوں کو سلامت رکھنے والا ہے دیر سویر دونوں طرح کے فوائد اس میں ہیں۔۔۔۔۔ یہ ہمارے لیے بہتر نہ ہوگا کہ آپ ہمیں یوں ہی چھوڑ جائیں زمانہ نت نئے رنگ بدلنے والا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے۔ حضور آپ بھی اسی طرح مر جائیں گے جس طرح آپ سے پہلے انبیا اور خلفائے خدا نے انتقال کیا ہم نے یزید کو بہت نرم مزاج پایا ہے طور طریق بھی اس کے

وہ آپ کا بیٹا ہی ہے ہم اس کی حکومت پر راضی اور اس کے خلیفہ ہونے پر خوش ہوں گے آپ اسے ہم لوگوں کا حاکم مقرر کر دیجئے خدا اس کے عہد کو عزت بخشے اور اُسے آپ کے بعد ہمارے لیے جائے پناہ قرار دے یزید سے بڑھ کر کوئی اس کا سزاوار نہیں۔ آپ پختہ ارادہ کر لیجئے خدا آپ کے ارادوں کو استحکام بخشے۔

ضحاک کی اس تقریر کے بعد وہ افراد تائید کرنے کے لیے اٹھے جن کے نام ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں ان لوگوں نے ضحاک کی تصدیق کی اور خوب خوب یزید کی تعریفیں کیں جتنی خوبیاں ہو سکتی تھیں اس میں گنوائیں بڑے بڑے القاب سے اُسے سرفراز کیا ان لوگوں کی تقریر کے بعد معاویہ اہل عراق کے وفد کی طرف متوجہ ہوئے اس وفد کے قائد احنف بن قیس تھے معاویہ نے ان کی طرف ملتفت ہو کر پوچھا تمہاری کیا رائے ہے۔ احنف نے کھڑے ہو کر کہا۔

"خدا حضور کا بھلا کرے بہت بُرا زمانہ آ لگا ہے آپکے فرزند یزید آپ کے بڑے اچھے جانشین ہیں آپ زمانہ کو خوب آزما چکے ہیں آپ اچھی طرح اُسے پرکھ لیجئے جسے آپ اپنے بعد حکومت حوالہ کر کے جانے والے ہیں پھر لوگ لاکھ کہا کریں آپ ان کی بات نہ مانیں اور نہ مشورہ دینے والوں کے دھوکہ میں آئیں آپ سے بڑھ کر جماعت کا خیر خواہ کون ہوگا۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اہل حجاز اس بات پر کبھی راضی نہ ہوں گے نہ حسن کے جیتے جی وہ یزید کی بیعت کریں گے۔"

احنف نے کوئی غلط بات نہ کہی تھی کہ معاویہ کو اس شخص کے حال سے پوری طرح آگاہ ہونا چاہیے جسے وہ اپنا ولی عہد بنانا چاہتے ہیں جذبات سے مجبور ہو کر یا خاندانی اور قبائلی عصبیت کی بنا پر کسی کو اتنے بڑے عہدے پر سرفراز کر دینا نہ شرعی حیثیت سے مناسب ہوگا نہ عقلی حیثیت سے انھوں نے معاویہ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ان خوشامدی لوگوں کی باتوں پر نہ جائیے جو یزید کی بیعت پر اتنا زور دے رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنی غرض کے بندے ہیں انھیں عوام الناس کی بھلائی سے مطلب نہیں اپنی بھلائی اور منفعت سے سروکار ہے۔ احنف نے یہ بھی جتا دیا تھا کہ عراق و حجاز والے کبھی اس بیعت پر راضی نہ ہوں گے جب تک امام حسن زندہ و سلامت ہیں

احنف کی اس تقریر نے معاویہ کے ان سکھائے پڑھائے لوگوں کو برہم کر دیا ضحاک نے کھڑے ہو کر کہا۔

حضور کا خدا بھلا کرے عراق کے منافق لوگ بڑے جھگڑالو ہیں دین میں تفرقہ اور جدائی ہی انھیں محبوب ہے وہ اپنی خواہش کے مطابق حق کو سمجھتے ہیں جہالت اور اکڑ پر نازاں ہیں۔ انھیں خدا کا بالکل خیال نہیں نہ بد انجامی کا خوف ہے انھوں نے ابلیس کو اپنا پروردگار بنا لیا ہے اور ابلیس نے انھیں اپنی جماعت قرار دیا ہے۔ یہ جس کے نزدیک رہیں گے اسے خوش نہ کر سکیں گے اور جس سے دور رہیں گے اسے نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ آپ ان کی رائے اُن کے منہ پر ماریئے خدا نے جس حکومت اور جس سرزمین پر

یہ گواہی کافی ہے کہ آپ کو وہ قبا دی جائے آپ امام ہو ہمارے پیغمبر کے کاتب اور ان کے سالے ہیں......

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ عراق والوں کی اس سے بڑھ کر اور کیا مذمت ہو گی مگر عراق والوں نے خود اپنے کو اتنی ذلت اور پستی میں مبتلا کر رکھا تھا خود انھیں نے ضحاک اور اس جیسے دوسرے کمینہ واوباش افراد کو ہمت دلائی کہ وہ جس طرح چاہیں ان کی مٹی پلید کریں اور جو جو عیب چاہیں لگائیں انھوں نے خود اپنی عزت کا ناس کیا اپنی آبرو خاک میں ملائی اور اپنی غداریوں سے اسباب فراہم کر دیے کہ اموی حکومت کا اقتدار قائم ہو ان کی آپس کی پھوٹ لڑائی سے گریز زندگی کی محبت عافیت و آرام کی خواہش ہی کی وجہ سے یہ دن دیکھنے میں آیا کہ اسلامی حکومت درہم برہم ہو گئی اور معاویہ دنیائے اسلام کے مطلق العنان فرمانروا ہو گئے۔ احنف بن قیس معاویہ کے آگے سپر انداختہ نہ ہوئے نہ انھوں نے ضحاک کی زبان درازی پر دھیان دیا انھوں نے بڑی بے خوفی سے کہا۔

سرکار! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قوت کے بل پر آپ نے عراق کو فتح نہیں کیا نہ طاقت کے ذریعہ اس پر غالب آئے آپ نے حسن بن علی سے کئی عہد و پیمان کئے تھے انھیں میں سے یہ بات بھی تھی کہ حکومت آپ کے بعد پھر حسنؑ تک واپس آجائیگی۔ اگر آپ اس قول و قرار کو پورا کیجئے تو آپ ارباب وفا سے ہوں گے اگر غداری کیجئے گا تو اس کا جو انجام ہو گا اس سے آپ بے خبر نہیں خدا کی قسم حسنؑ کے پیچھے بہترین گھوڑے مضبوط ہاتھ اور تیز شمشیریں ہیں اگر آپ غداری کی نیت سے ایک بالشت بھی اُن کی طرف بڑھیں گے تو آپ اُن کے عقب میں پورا ہاتھ مددگاری کا دیکھیں گے۔ آپ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ عراق والوں نے جس دن سے آپ کو دشمن رکھا آپ سے انھوں نے محبت نہ کی اور جس دن سے انھوں نے علیؑ و حسنؑ و حسینؑ سے محبت کی اس دن سے پھر انھوں نے انھیں دشمن نہیں رکھا۔ وہ تلواریں جو اہل عراق نے آپکے خلاف علی کی بیعت میں روز صفین کھینچی تھیں وہ ابھی تک عراق والوں کے کاندھوں پر ہیں اور جس دل سے انھوں نے آپ کو دشمن رکھا تھا وہی دل ابھی تک اُن کے سینوں میں ہیں۔ خدا کی قسم حسنؑ تو عراق والوں کے لیے علی سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔"

مگر احنف کی آواز نقار خانہ میں طوطی کی آواز تھی معاویہ کی ہاں میں ہاں ملانے والے سیکڑوں تھے مخالفت کی جرأت کرنے والا کوئی نہیں احنف کے بعد یزید بن مقنع عذری نے کھڑے ہو کر (معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) مومنین کے امیر یہ ہیں اور جب یہ مر جائیں تو (یزید کی طرف اشارہ کرکے) مومنین کے امیر یہ ہیں اور جو اس سے انکار کرے اس کے لیے (تلوار کی طرف اشارہ کرکے) یہ ہے معاویہ نے کہا آؤ بیٹھو تم سید الخطبا رہو اس کے بعد معاویہ نے تقریر کی جس میں یزید کا ذکر کیا اس کی خوبیاں بیان کیں اور کہا یزید کے فضل و عقل اور منزلت کو دیکھتے ہوئے اس سے بڑھ کر خلافت کا کون مستحق ہے۔ معاویہ

... والے ہیں۔ تو انھوں نے کہا۔

"حضور آپ ہم سے زیادہ یزید کی راتوں کو بھی جانتے ہیں اور دنوں کو بھی۔ ظاہری حالات کو بھی جانتے ہیں اور باطنی حالات کو بھی اگر آپ کی رائے یہی ہے کہ یزید اچھا رہے گا تو آپ بنا دیجئے اُسے ولی عہد اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ برا ہے تو یہ دنیا اس کے حوالے نہ کر دیجئے درانحالیکہ آپ اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اگر آپ نے یزید کو حسنؑ و حسینؑ پر مقدم کیا تو خدا کو جواب دیتے آپ سے بن نہ پڑے گا۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ دونوں کون ہیں اور کس کی طرف نسبت رکھتے ہیں۔

(الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صـ۱۴۲ تا صـ۱۸۰)

معاویہ نے احنف کی باتوں پر کچھ بھی دھیان نہ دیا نہ انھیں اس کی پروا ہوئی کہ شرابخوار و بدکار یزید کو خلیفہ بنانے سے مسلمانوں کا کیا انجام ہوگا۔ انھوں نے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کر کے اسے ایک ایک سرخ رنگ کے خیمہ میں بٹھایا لوگ پہلے اُن کے پاس سلام کے لیے آتے پھر وہاں سے یزید کے قبہ میں پہنچے اور اُسے ولی عہد کی حیثیت سے سلام کرتے انھیں لوگوں میں سے ایک شخص آیا اس نے بھی یہی کیا پھر دوبارہ معاویہ کے پاس پلٹ کر پہنچا اور کہا۔

"حضور اگر آپ یزید کو اپنے بعد مسلمانوں کا امیر مقرر نہ کر جاتے تو مسلمانوں کے معاملات کو تباہ کر دیتے"

احنف بن قیس بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے جب احنف باہر نکلے تو دروازہ پر اس شخص سے مڈبھیر ہوگئی اس نے احنف سے کہا۔

"اے ابو بحر مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ معاویہ بدترین خلق خدا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ان لوگوں نے مال و زر کو مقفل کر رکھا ہے اور اسی قسم کی چکنی چپڑی باتیں کر کے اس مال کو حاصل کرنا ممکن ہے"

(تاریخ ابن خلکان جلد ۱ صـ۲۳۰ تمدن اسلامی جلد ۴ صـ۷۶-۷۷ - شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صـ۴۴۷)

"شام و عراق کو ہموار کرنے کے بعد معاویہ نے مکہ اور مدینہ کے متعلق خیال کیا اس زمانہ میں مروان مدینہ کا حاکم تھا معاویہ نے اس کو لکھا کہ ہم نے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا ہے اور اس کے لیے ولی عہدی کی بیعت لی جا چکی ہے تم خود بھی یزید سے بیعت کرو اور ہماری طرف سے وہاں مدینہ کے لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لو۔ مروان نے جب معاویہ کا حکم پڑھا تو غصہ سے برافروختہ ہو کر گھر میں گیا گھر والوں اور اپنے ماموں زاد قبیلہ بنی کنانہ کے لوگوں پر بھی اپنی اس ناراضگی اور رنج و غضب کا اظہار کیا اور اسی غصہ میں دمشق کی طرف معاویہ سے خود بات چیت کرنے کی غرض سے روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچکر معاویہ سے ملا اور اس انداز سے چلتا تھا جس طرح دو برابر کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ معاویہ

کہ آپ کی قوم میں ایسے اور بھی موجود ہیں جو آپ کے مشوروں میں شریک اور آپ کے کاموں میں آپکے وزیر و مددگار رہے ہیں۔

معاویہ نے کہا۔

"مروان خفا نہ ہو، تم بے شک خلیفہ وقت کی نظیر ہو اور ہر مشکل میں اس کے پشت پناہ اور مددگار ہو اس لیے یزید کے بعد تم کو ہی یزید کا ولی عہد ہم نے قرار دیا ہے"۔

یہ تھا وہ سیاسی منتر جس نے مروان کے غصہ کو ختم کر دیا اور مروان بخیال خود مطمئن ہو کر مدینہ واپس ہوا۔ مدینہ میں مروان نے ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں یزید کی تخت نشینی کے متعلق ذکر کیا اور کہا معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح ابو بکر نے عمر کے لیے بیعت لی تھی، یہ سننا تھا کہ عبدالرحمان بن ابی بکر بگڑ گئے اور کہا۔

"ابو بکر نے اپنے بیٹے کی بیعت نہیں لی تھی یہ تو کسریٰ و قیصر کا طریقہ ہے، ہم ہرگز اس شرابی و زانی کی بیعت نہ کریں گے"۔

عبدالرحمان کی تائید حضرت امام حسین، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر نے کی۔ جو واقعہ پیش آیا اس کی اطلاع مروان نے معاویہ کو دی۔ معاویہ نے کچھ دن تامل کیا پھر یزید کو لیکر حج کے بہانے سے روانہ ہوئے، معاویہ کو خوب احساس تھا کہ ان لوگوں کو جنھوں نے خلافت یزید اعتراض کیا ہے دنیائے اسلام میں کیا اہمیت حاصل ہے۔ یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ مسلمانوں کے ہر فرقہ کے نقطہ نظر سے جن جن افراد کو اسلامی معاملات سے دلچسپی کا ورثہ پہنچتا تھا وہ سب ہی یزید سے اختلاف رکھنے میں متفق تھے، چنانچہ ایک طرف ان میں حسین ابن علی تھے تو دوسری طرف

عبدالرحمان ابن ابی بکر

عائشہ بنت ابی بکر

عبداللہ بن عمر

عبداللہ بن عباس اور

عبداللہ بن زبیر

بھی تھے ان ناموں کے دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں میں جو فرقہ بندی آج قائم ہے اس کا کوئی اثر یزید کی ولی عہدی کے جواز پر نہیں پڑتا۔ اصولاً یزید کی ولی عہدی سے اختلاف میں تمام وہ افراد متفق تھے جو کسی فرقہ کے نقطہ نظر سے بھی مذہبی نمائندگی کر سکتے تھے۔ اب یہ اپنا اپنا ثبات قدم اور استقلا

...ہوتا تو ایک بڑی دری حقیقت،

معاویہ نے ان لوگوں کو خوف دلا کر بھی دبانا چاہا اور لالچ دلا کر بھی مائل کرنا چاہا چنانچہ سب سے پہلے جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو امام حسین سے ملاقات ہوئی آپ کو دیکھ کر معاویہ نے کہا۔

"نہ تمہارے لیے خوشی ہو اور نہ برکت تم ایک قربانی کا دنبہ ہو جس کا خون جوش کھا رہا ہے خدا کی قسم یہ خون ضرور گرایا جائے گا۔"

امام حسینؑ نے فرمایا "چپ رہو ہم ایسے کلام کے اہل نہیں ہیں" معاویہ نے کہا اس سے بھی بدتر کلام کے مستحق ہو۔ پھر اس کے بعد ابن زبیر سے ملے تو اُن سے کہا کہ "تو ایک چھپے ہوئے سوسمار (گوہ) کے مانند ہے جو سر کو اپنے سوراخ میں ڈال کر دم ہلاتا ہے قسم ہے خدا کی عنقریب اس کی دم پکڑ لی جائے گی دور کرو اس کو" پھر ان کے خچر پر چابک مارا اور ہٹا دیا پھر اس کے بعد عبد الرحمان بن ابی بکر سے ان کو کہا کہ یہ بڈھا بھی سٹھیا گیا ہے اور اس کی عقل جاتی رہی ہے پھر حکم دیا کہ ان کے سواری کے خچر پر بھی تازیانے مارو اور ہٹا دو پھر عبد اللہ بن عمر سے بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا۔ (کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۵۲)

اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو کر بھی خلافت یزید کے لیے ان حضرات کو ڈرانے دہلانے اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔

عائشہ نے جو یہ سنا غصہ میں معاویہ کے پاس گئیں اور کہا کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ تم پہلے میرے بھائی (محمد ابن ابی بکر) کو قتل کر چکے اور تم نے لاش اُن کی آگ میں جلائی آج مدینہ میں آ کر میرے دوسرے بھائی کو تکلیف پہنچاتے ہو اور اُن کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کرتے ہو۔ اور فرزند رسول اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر کو بھی ڈراتے دھمکاتے ہو تم ان لوگوں میں سے ہو جنھیں رسول نے رحم کھا کر فتح مکہ میں قتل سے آزاد کر دیا تھا۔ تم کو ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔

طبری نے معاویہ کا مکالمہ جو عبد الرحمان بن ابی بکر کے ساتھ درج کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

معاویہ نے کہا اے عبد الرحمان کیسے ہاتھ پیروں کے ساتھ تم میری نافرمانی کرنے کی جرات کرتے ہو عبد الرحمان نے کہا اس لیے کہ اس امر کے لیے میں اپنے کو زیادہ مستحق سمجھتا ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ میں اس صورت میں تمہارے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں۔ عبد الرحمان نے کہا اگر تم ایسا کرو گے تو لعنت خدا اور سزائے آخرت کے مستحق ہو گے۔" (طبری جلد ۶ ص ۱۷۷)

یہ تو خوف دلانے کی ترکیبیں تھیں جب یہ کامیاب نہیں ہوئیں تو دوسری صورت بھی اختیار کی گئی چنانچہ ایک لاکھ درہم عبد الرحمان بن ابی بکر کے پاس بھیجے مگر انھوں نے روپیہ واپس کر دیا اور کہا ہم دین کو دنیا کے عوض فروخت نہیں کریں گے۔ اور مکہ سے ہجرت کر گئے اسی طرح عبد اللہ بن عمر کو بھی ایک لاکھ درہم بھیجے

واپس کر دیا۔ اور امام حسینؑ کو بھی بیعت پر ... مخالفت اور زر و مال پیش کیا گیا تھا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اور

واپس کر دیا۔

ازواج رسول میں سے عائشہ نے اس مخالفت میں نمایاں حصّہ لیا چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ معاویہ مدینہ میں منبر رسول پر بیٹھے یزید کی بیعت لے رہے تھے کہ عائشہ نے اپنے حجرہ سے پکار کر کہا کہ خاموش ہو جاؤ کیا کر رہے ہو؟ کیا تم سے پہلے شیخین نے بھی اپنے بیٹوں کے لیے کبھی بیعت لی تھی؟ معاویہ نے کہا کہ نہیں تو۔ عائشہ نے کہا پھر تم کس کی پیروی کرتے ہو؟ معاویہ یہ سنکر شرمندہ ہوئے اور منبر سے اتر آئے۔

اس سے ظاہر ہے کہ یزید کی ولی عہدی سب کے نزدیک اصول شریعت اور آئین اسلام کے خلاف تھی۔ اس کے علاوہ حضرت امام حسنؑ کے ساتھ شرائط صلح میں یہ بات طے پا چکی تھی کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی جانشین کے نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اس کے بعد معاویہ کا اپنے بیٹے کو خود نامزد کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

یہ سب اس صورت بھی تھا کہ جب یزید اپنے کردار کے لحاظ سے اچھا ہی آدمی ہوتا چہ جائیکہ یزید کے اخلاق و عادات وہ تھے جو کسی شائستہ انسان اور ایک معمولی مسلمان کے بھی شایان شان نہیں چہ جائیکہ خلافت کے لیے جو بہر حال ایک مذہبی عہدہ سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر وحید مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"اسلام کے شروع سے حاکم اسلام دین اور دنیا دونوں کا مقتدا سمجھا جاتا تھا۔ مذہب اور سیاست کا یہ اجتماع عقلمندانہ اصول پر مبنی تھا یا نہیں یہ ایک مختلف فیہ بات ہے جس کے متعلق میں اپنی رائے کا اظہار ضروری نہیں سمجھتا لیکن یہ اصول عام طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا اور اس لیے یہ ضروری سمجھا جاتا تھا کہ خلیفہ اسلام میں علاوہ سیاسی قابلیت کے مذہبی اور دینی صفات بھی بدرجہ اتم موجود ہوں۔ اور یہ سب کو معلوم تھا کہ یزید اس لحاظ سے کسی طرح بھی مستحق خلافت نہیں تھا۔" اسی لیے جتنے سمجھدار انسان تھے سب ہی اس اقدام کو نازیبا سمجھ رہے تھے اور اُسے ایک مہلک اقدام کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔

حسن بصری کا قول تھا کہ معاویہ نے چار باتیں ایسی کیں جن میں سے ایک بھی ہو تو وہی ہلاکت کیلئے کافی ہے اول جاہلوں کی مدد سے بغیر امت کے مشورہ کے انھوں نے خلافت پر قبضہ کر لیا حالانکہ اسوقت اصحاب رسول اور صاحبان فضیلت موجود تھے۔ دوسرے اپنے بیٹے کو جو شرابخوار نشہ باز تھا اور ریشم پہنتا اور طنبورہ بجایا کرتا تھا اپنا جانشین بنایا۔ تیسرے زیاد کو اپنے باپ ابوسفیان کا بیٹا قرار دیا حالانکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ بیٹا اسی کا قرار دیا جا سکتا ہے جو اصلی شوہر ہو اور زناکار کے لیے بس پتھر ہے۔ چوتھے حجرؓ اور

لے امام بیہقی علامہ ابن کثیر۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں ابن عمر نے ایک لاکھ درہم قبول کر کے خاموشی اختیار کر لی۔

... ۵۹ ... ۱۳۷ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۵۹

انتخاب جمہور کا ختم کرنا (کامل ابن اثیر جلد ۲ صہ ۴۵ ابو الفدا جلد ۱ صہ ۱۹۶ طبری جلد ۶ صہ ۱۵۷)

دوسرا قول اُن کا یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی تباہی کے ذمہ دار دو شخص ہیں ایک عمرو بن عاص جس نے معاویہ کو قرآن نیزوں پر بلند کرنے کی رائے دی تھی چنانچہ وہ بلند بھی کیے گئے اور دوسرے مغیرہ جس نے معاویہ کو یزید کی بیعت لینے کا مشورہ دیا اگر مغیرہ کی یہ رائے نہ ہوتی تو قیامت تک انتخاب کا اصول قائم رہتا۔ معاویہ کے بعد جو تخت نشین ہوئے وہ سب کے سب معاویہ کی مثال کے مطابق اپنے بیٹوں کی بیعت کراتے ہیں۔

مسلمانوں کی اس رائے عامہ کی نمائندگی وہ چند اشخاص کر رہے تھے جن کے نام تاریخ میں درج ہیں۔

معاویہ پر یہ امر چھپا ہوا نہیں تھا کہ اس جماعت میں سب سے زیادہ نمایاں ہستی حسینؑ کی ہے اور اس بنا پر انھوں نے مدینہ میں آ کر سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ کہ حسین ابن علیؑ کو بلوا کر کہا اس معاملہ میں تمام لوگ ہموار ہو چکے ہیں سوائے پانچ آدمیوں کے قریش میں سے جن کی سرکردگی آپ کر رہے ہیں۔ حضرت نے متعجبانہ انداز سے کہا "میں اُن کی سرکردگی کرتا ہوں"؟ معاویہ نے کہا بے شک آپ ہی اُن کے سرغنہ ہیں" یہ سن کر حضرت نے فرمایا تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ آپ دوسرے لوگوں کو بلوا کر ان سے بیعت کا مطالبہ کیجیے اگر ان سب نے بیعت کر لی تو تنہا مجھ سے آپ کو کسی اندیشہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دفع الوقتی کامیاب ہوئی اور نتیجہ میں معاویہ کی یہ کوشش بے سود ثابت ہوئی اور وہ ناامیدی کے ساتھ شام واپس گئے امام حسینؑ کا بیعت سے انکار سلطنت کے اقتدار کو بڑی سخت ٹھوکر تھی جسے معاویہ کی قوت سیاست دانی سمجھتی تھی مگر اسے حسین بن علی کا ایک بڑا تدبر سمجھنا چاہیئے کہ آپ نے اپنے عمل کو سلبی حدود تک محدود رکھا یعنی صرف بیعت نہ کرنا اور سکوت اختیار کرنا۔ آپ جانتے تھے کہ فریق مخالف ایک وقت میں اس سکوت کو توڑنے کے لیے تشدد سے کام لے گا جس کے لیے آپ تیار تھے مگر آپ یہ نہ چاہتے تھے کہ آپ کی طرف کسی جارحانہ اقدام کا الزام عائد کیا جا سکے۔ دوسری طرف معاویہ نے بھی بتقاضائے سیاست اس وقت کسی عملی اقدام کو مناسب نہیں سمجھا مگر اس کے بعد نہ معاویہ تدبیروں سے غافل تھے اور نہ حسین مستقبل سے بے خبر تھے۔ اصل میں حسین چاہتے تھے کہ میں خاموش رہوں اور حریف تشدد سے کام لے اور معاویہ کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنی طرف سے عملی طور پر تشدد کی پہل نہ کریں اور حسین جوش میں آ کر کوئی ایسا اقدام کر بیٹھیں جو امن عامہ کو صدمہ پہنچانے کی ذمہ داری ان پر عائد کر دے۔

درحقیقت کربلا کی جنگ اپنے قریبی اسباب کے لحاظ سے شروع یہیں سے ہوگئی مگر یہ اس وقت ایک صبر آزما نفسیاتی کشمکش تھی جو نہ معلوم کب تک جاری رہتی اگر معاویہ کا رشتہ عمر قطع نہ ہوتا اور نوعمر ناتجربہ کار غرور سلطنت سے بدست یزید تخت سلطنت پر نہ بیٹھتا۔" (شہید انسانیت)

نواں باب

ازواج و اولاد

امام حسنؑ کے متعلق بے بصیرت اور ناواقف افراد اعتراض کیا کرتے ہیں کہ امام حسنؑ نے کثرت سے شادیاں کی اور اسی کثرت سے طلاق دیے، مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ امام حسنؑ عیش و عشرت کے دلدادہ تھے نفسانی خواہشوں کا آپ پر غلبہ تھا۔ یہ اعتراض صرف امام حسنؑ ہی پر نہیں بلکہ اس کی زد سے پیغمبر اسلام تک محفوظ نہیں رہتے، کم و بیش یہی اعتراض پیغمبر کی ذات پر بھی ہوتا ہے اور سرکش طبیعتیں موقع پا کے کہہ بھی جاتی ہیں کہ معاذ اللہ رسول خدا منچلے تھے۔ گنجائش نہیں کہ ہم طولانی بحث کر سکیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض خواہ پیغمبر کی ذات پر کیا جائے یا امام حسن کے متعلق سوا تعصب اور حقائق سے چشم پوشی کے کچھ بھی نہیں پیغمبر نے عرب کے جس فسق و فجور بھرے ہوئے ماحول سے اپنی ہدایت کا سلسلہ آغاز کیا دنیا جانتی ہے عرب کے مشرکین نے آپ کی قدم قدم پر مخالفت کی آپ کے خون کے پیاسے رہے بار بار جان لینے کی کوششیں کیں مگر کسی نے بھی آپ کے کیریکٹر پر حملہ نہیں کیا آپ کو عیاشی ہوس رانی کا طعنہ کبھی نہیں دیا وہ جن کا سابقہ تھا پیغمبر سے، جنھوں نے معرکے جھیلے پیغمبر کے ساتھ انھیں تو کبھی یہ اعتراض نہیں سوجھا اب تیرہ سو برس کے بعد دہریت زدہ دماغوں میں یہ شبہے پیدا ہو رہے ہیں اور ایسے مجسم زہد و پاکیزہ سیرت پیغمبر کے متعلق جس نے اپنے عنفوان شباب میں اپنی پہلی شادی خدیجہ ایسی خاتون سے کی جو سن و سال میں ۱۵ سال پیغمبر سے بڑی تھیں، حفصہ ایسی بیوی کو اپنے حبالہ زوجیت میں لیا جن کو کوئی زوجیت میں لینا پسند نہیں کرتا تھا، حتی کہ حضرت عمر نے باپ ہو کر اپنی زبان سے حضرت ابوبکر ایسے رفیق اور حضرت عثمان ایسے دوست سے درخواست کی کہ تم میری بیٹی حفصہ سے بیاہ کر لو لیکن نہ انھوں نے قبول کیا نہ انھوں نے، آخر خلق عظیم پیغمبر نے اپنے دامن میں پناہ دی، جس نے سوا ایک جناب عائشہ کے کہ وہ البتہ کنواری تھیں کل کی کل بیواؤں سے شادیاں کیں، مطلقہ عورتوں سے تزویج کی اور وہ بھی بسا اوقات مجبوراً کسی شرعی قانون کے نفاذ کے لیے کبھی مصالح ملکی کے پیش نظر کبھی اپنے ہم نشینوں کی تالیف قلب کیلئے۔

اسی طرح امام حسنؑ کے متعلق بھی مخالفین کی لب کشائی ہے کہ آپ بہت کثرت سے شادیاں کرتے تھے اور بہت کثرت سے طلاق دیتے تھے۔ دشمنان اہلبیت کے کینہ و عداوت کی انتہا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے اس کثرت سے شادیاں محض ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشوں کے تحت کیں۔

... کے تعدد ازواج کے قائل ہیں ہم ان کی
اصل عبارت نقل کرکے اس کا بطلان و فساد ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ یہ چیز ایسی ہے جس کے متعلق بہت سے افراد شک و شبہ میں مبتلا ہیں اور بے تحقیق کے ان کی زبان سے اکثر نا روا اور خلاف شان باتیں نکل جاتی ہیں اس لیے اس سے بحث کرنا ضروری ہے چاہے اختصار ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ واقعاً امام حسنؑ نے کثرت سے شادیاں کیں اور اس میں کوئی حرج نہ تھا نہ اس سے آپ کی شان امامت پر کوئی حرف آتا ہے۔ بعض دوسرے اہل علم کا نظریہ یہ ہے کہ امام حسنؑ کے تعدد ازواج کے متعلق جتنی روایتیں ہیں وہ سب غلط اور وضعی ہیں۔ ہم یہاں دونوں قسم کے علماء کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔ جو لوگ تعدد ازواج کو صحیح قرار دیتے ہیں ان کی

پہلی دلیل یہ ہے کہ از روئے شریعت اسلامیہ زیادہ شادیاں کرنے میں کوئی مانع نہیں۔ خود اسلام نے بہت زیادہ اس کی ترغیب دلائی ہے پیغمبر خداؐ کا مشہور قول ہے تناکحوا وتناسلوا حتی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ ولو بالسقط۔ شادیاں کرو اولاد پیدا کرو تاکہ میں تمہاری (کثرت تعداد) کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں۔

سفیان ثوری کا قول ہے کہ عورتوں میں اسراف نہیں، حضرت عمر کہا کرتے میں شادیاں کیا کرتا اور مجھے عورت کی کوئی حاجت نہیں ہوا کرتی ہیں اس سے مباشرت کرتا اگرچہ مجھے خواہش نہ ہوتی۔

لوگوں نے کہا پھر آپ شادیاں کیوں کرتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا تاکہ میری اتنی اولاد پیدا ہو جس سے میں رسولؐ کے امتیوں کی تعداد بڑھا سکوں۔

مغیرہ بن شعبہ نے ہزار عورتوں سے نکاح کیا (استیعاب ج ۴ ص ۳۷۰) حضرت امیر المومنینؑ کے ۴ بیویاں تھیں اور ۱۹ کنیزیں (شرح الشفاء ملا علی قاری ج ا ص ۲۰۵) یہ تو اسلام کے زمانہ کی حالت تھی اسلام سے ماقبل کا عالم یہ تھا کہ حضرت سلیمان بن داؤد کی زوجیت میں ۷۰۰ آزاد عورتیں اور تین سو کنیزیں تھیں۔ ان کے والد جناب داؤد نے سو آزاد عورتوں اور تین سو کنیزوں سے بیاہ کیا۔ تو کثرت ازدواج نہ تو شریعت اسلامیہ میں ممنوع تھی نہ دیگر شرائع میں لہذا جبکہ کوئی مانع شرعی نہیں اور کثرت سے شادیاں کرنے ہی کو ترجیح حاصل ہے تو امام حسنؑ نے کثرت سے شادیاں کیں تو کیا مضائقہ تھا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام حسنؑ نے اس کثرت سے شادیاں اس لیے کیں تاکہ آپ کی قوت و شوکت میں اضافہ ہو اور سسرالی رشتہ داروں کی وجہ سے آپ کی طاقت بڑھے اور بنی امیہ کا مقابلہ کر سکیں جن کی تمام تر کوشش اس لیے تھی کہ بنی ہاشم کا خاتمہ کر دیا جائے اور صفحہ ارض سے ان کا نام نشان مٹ جائے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ عورتوں کے سرپرست خود امام کو پیام دیتے اور اصرار کرتے کہ آپ ہماری لڑکیوں سے

آپ سے رشتہ حاصل کر کے شرف پیدا کریں اور خدا اور رسول سے تقرب پیدا ہو۔ وہ لوگ دیکھتے تھے کہ حضرت ابوبکر قریش کے انتہائی معمولی آدمی تھے مگر جب ان کی دختر جناب عائشہ کی شادی پیغمبر خداؐ سے ہو گئی اور پیغمبرؐ کے خسر ہو گئے تو انھیں دنیائے اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہو گئی اور بہت نمایاں اور ممتاز افراد میں شمار کیے جانے لگے۔ اسی وجہ سے امام حسنؑ کے زمانہ کے لوگ بھی کوشاں تھے کہ ہماری بیٹیاں امامؑ کی زوجیت میں جائیں اور ہمیں بھی ویسا ہی امتیازی درجہ نصیب ہو۔

یہ اتنے دلائل ان لوگوں کے ہیں جو امام حسنؑ کے تعدد ازواج کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے بہت سی شادیاں کیں۔

جو اہل علم اس کا انکار کرتے ہیں اور تعدد ازواج والی روایتوں کو غلط اور وضعی قرار دیتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل تو یہ ہے کہ شرعاً طلاق دینا بہت مکروہ ہے۔

جو لوگ امام حسنؑ کے کثرت ازواج کے قائل ہیں وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ امام حسنؑ بہت زیادہ طلاق دیا کرتے اور نکاح کرنے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد طلاق دیدیا کرتے اور ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند اگر کوئی چیز تھی تو یہی طلاق لہٰذا امام اتنی کثرت سے ایک مکروہ و ناپسندیدہ فعل کیسے عمل میں لا سکتے تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ کثرت ازواج امام کی شان ہدایت کے خلاف ہے۔

یہ طے شدہ ہے کہ امام حسنؑ تمام مسلمانوں سے زیادہ حلیم و بردبار اخلاق فاضلہ کے نمونۂ اعلیٰ تھے اور یہ طے شدہ ہے کہ طلاق حلم و بردباری کے منافی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عورت کی دل شکستگی اور ذلت ہوتی ہے اور یہ امامؑ کے مشہور اخلاق حمیدہ کے بالکل مغائر ہے امام حسنؑ کے متعلق تو مشہور ہے کہ وہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ خوشی پہنچانے کی کوشش کرتے کوئی ایسا موقع نہیں آنے دیتے کہ لوگوں کو رنج پہنچے یا کسی کو اذیت ہو۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ امام حسنؑ کو اس قدر کثرت سے شادیاں کرنے کا موقع ہی نہ تھا۔

امام حسنؑ کو اس قسم کی باتوں کی فرصت ہی نہ تھی کیونکہ تمام تر اوقات آپ کے یا تو عبادت الٰہی میں صرف ہوتے یا لوگوں کی اصلاح و درستی اور فلاح و بہبودی کی تدبیروں میں سوائے اصلاحی امور کے اور کسی چیز کا آپ کو خیال ہی نہیں رہتا۔

یہ اتنی دلیلیں ان لوگوں کی ہیں جو حضرت کے تعدد ازواج کے منکر ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض دلیلیں کمزوری سے خالی نہیں۔

لیکن خود ہم، تو ہمارا خیال یہ ہے کہ کثرت ازواج کے متعلق جتنی روایتیں ہیں وہ سب وضعی ہیں

بعض نے روایت کی ہے کہ ۷۰ بیویاں تھیں
بعض نے روایت کی ہے کہ ۹۰ بیویاں تھیں
بعض نے روایت کی ہے کہ ۲۵۰ بیویاں تھیں
بعض نے روایت کی ہے کہ ۳۰۰ بیویاں تھیں

زیادہ تر روایتوں میں اتنی ہی تعداد مذکور ہے۔ اب ہمیں مناسب ہے کہ ان چاروں روایات کے سلسلہ اسناد کا جائزہ لیں کیونکہ اسی پر ساری بحث کا دارومدار ہے اگر یہ روایات صحیح ثابت ہوں گی ان کے سلسلہ اسناد میں کوئی سقم نہ ہوگا تو بحث آگے چلے گی ورنہ یہیں اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

پہلی روایت جس میں مذکور ہے کہ امام حسنؑ کی ۷۰ بیویاں تھیں۔ اس کو علامہ ابن ابی الحدید وغیرہ نے شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص۴ میں بیان کیا ہے یہ روایت علی بن عبداللہ بصری مشہور بہ مدائنی متوفی ۲۲۵ھ سے کی گئی ہے۔ اور اس کی حدیثیں اعتبار کے قابل نہیں ابن عدی کا اس کے متعلق قول ہے لیس بالقوی فی الحدیث یہ شخص حدیث میں مضبوط نہیں۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۳۶۔ لسان المیزان جلد ۴ ص۲۵۳)

اس کے علاوہ یہ مدائنی کا بنی امیہ کی طرف میلان درجان مشہور و معروف ہے۔ سمرہ بن حبیب اموی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ (معجم الادباء جلد ۱۴ ص۱۲۴ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ جیسا آقا ہوتا ہے ویسے ہی غلام۔ محبت و عداوت وہ اپنے مالک سے میراث میں پاتے ہیں۔ آقا کو اگر کسی سے محبت کرتے دیکھیں گے تو یہ بھی محبت کریں گے اور آقا کو اگر کسی کا دشمن پائیں گے تو اس کے یہ بھی دشمن ہو گے۔ یہ مدائنی ہمیشہ اموی خاندان کا خیر خواہ و ہمدرد رہا ان کی مدح و ستائش اور ان کی عظمت و جلالت کا پروپیگنڈہ کرنے میں انتہائی سرگرمی سے حصہ لیتا۔ خصوصاً بنی امیہ کے سرگروہ امیر معاویہ کے متعلق جیسا کہ کتب تاریخ و سیر اور آداب کے مطالعہ سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے۔ اس کے بعد مدائنی کے روایات کی جو قدر و قیمت رہ جاتی ہے وہ ظاہر ہے۔

دوسری روایت جس میں مذکور ہے کہ امام حسنؑ کی ۹۰ بیویاں تھیں صرف شبلنجی کی بیان کردہ ہے (نور الابصار ص۱۱۱) اور یہ بزرگ متاخرین میں ہیں لہٰذا ان کی روایت بھی قابل اعتنا نہیں۔

تیسری اور چوتھی روایتیں جس میں ۲۵۰ اور ۳۰۰ بیویوں کا ذکر ہے علامہ مجلسی اور علامہ ابن شہر آشوب کی بیان کردہ ہیں۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ ص۱۳۷ مناقب جلد ۲ ص۲۴۶)

ان دونوں حضرات نے ان روایتوں کو ابو طالب مکی متوفی ۳۸۶ھ کی کتاب قوت القلوب سے نقل کیا ہے جیسا کہ ان دونوں حضرات نے صراحت بھی کر دی ہے۔ ہم نے قوت القلوب کو اٹھا کر دیکھا اس میں یہ عبارت ملی۔

اور رنجیدہ رہے۔ کیونکہ جب حسنؑ ان کو طلاق دیتے تو علیؑ کو ان کے گھر والوں سے بڑی شرم معلوم ہوتی۔ آپ
کہا کرتے کہ حسنؑ بہت طلاق دینے والے ہیں تم لوگ ان کو اپنی بیٹیاں نہ دو۔ اس پر ہمدان کے ایک شخص نے کہا
خدا کی قسم اے امیر المومنینؑ ہم ضرور انھیں اپنی بیٹیاں دیں گے جسے چاہیں وہ اپنی زوجیت میں باقی رکھیں جسے
ناپسند کریں طلاق دیدیں۔ اس پر حضرت علیؑ بہت مسرور ہوئے اور آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ولو کنت بوابا علی باب جنة — لقلت لھمدان ادخلوا بسلام

اگر میں جنت کے کسی دروازہ کا نگراں ہوتا تو میں ہمدان والوں سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ
اس میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت امام حسنؑ میں پیغمبر خدا سے مشابہت تھی آپ جسمانی حیثیت سے بھی پیغمبرؐ کے مشابہ تھے اور اخلاق و
عادات میں بھی۔ چنانچہ رسول اللہ نے ان کے متعلق فرمایا "اے حسنؑ تم شکل و صورت اور اخلاق و عادات
میں مجھ سے مشابہ ہو" نیز ارشاد فرمایا "حسنؑ مجھ سے ہیں اور حسینؑ علیؑ سے" امام حسن بسا اوقات چار عورتوں سے
(ایک ہی وقت) نکاح کرتے اور چار عورتوں کو طلاق دیتے" (قوت القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

لیکن ابی طالب مکی کی کتاب پر اعتماد کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس کے حالات میں مذکور ہے کہ جس زمانہ میں
اپنی کتاب قوت القلوب لکھ رہا تھا اس کی غذا بردی کی جڑیں تھیں جس کے کثرت استعمال سے اس کی جلد
سبز ہو گئی اور اُسے ہسٹریا کا مرض لاحق تھا۔ بغداد میں بحیثیت واعظ کے اس کا ورود ہوا بغداد والوں نے اُسکی
بڑی آؤ بھگت کی مگر گفتگو کے وقت پتہ چلا کہ ہذیاں بکتا ہے۔ اور حد اعتدال سے خارج ہو جاتا ہے بغدادیوں نے
پھر اس سے کنارہ کشی کر لی کوئی آیا گیا نہیں اس کی بکواس اور بیہودہ گوئی کا نمونہ اس کا یہ فقرہ ہے لیس
علی المخلوقین اضر من الخالق۔ خالق سے بڑھ کر مخلوقین کے لیے نقصان رساں کوئی اور نہیں۔ گانا سننے
کو یہ شخص مباح قرار دیتا تھا۔ ایک دوسرا نمونہ اس کی بیہودہ باتوں کا یہ ہے کہ جب اُس کے مرنے کا وقت
آیا تو اُس کا کوئی دوست اس کی مزاج پرسی کو آیا ابو طالب نے اس سے کہا اگر میرا خاتمہ بخیر ہو تو تم میرے
جنازہ پر لوز اور شیرینی تقسیم کرنا۔ دوست نے پوچھا کیسے پتہ چلے گا کہ تمھاری بخشش ہو گئی۔ ابو طالب نے جواب
دیا کہ اگر میں مرتے وقت تمھارا ہاتھ پکڑ لوں تو سمجھنا کہ میں بخشدیا گیا۔ چنانچہ جب اس کے مرنے کی گھڑی
پہنچی تو اس نے بڑی مضبوطی سے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے دوست نے اُس کے ساتھ وہی کیا
جس کی اس نے وصیت کی تھی اس ابو طالب کے جنازہ پر لوز اور شیرینی تقسیم کی۔ (البدایة والنہایہ ج ۱۱ ص ۳۱۹
لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۳۰۰ الکنی والالقاب ج ۱ صفحہ ۱۰۶ المنتظم ابن جوزی جلد ۷ صفحہ ۱۹۰)

یہ مختصر حال تھا ابو طالب مکی کا جو دلیل ہے کہ وہ عقل و حواس کھو بیٹھا تھا۔ اس کے حالات لکھنے
والوں نے صراحت کی ہے کہ اُس نے بہت سی ایسی حدیثیں اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں جن کی کوئی اصل

... کہاں تک لائق اعتنا ہو سکتے ہیں اگر کسی نے اس کتاب سے کچھ استفادہ بھی کیا تو ناواقفیت کی وجہ سے اس کی اصل حقیقت اُسے معلوم نہ تھی۔ غرضکہ امام حسنؑ کی کثرت ازواج کے متعلق جس نے بھی لکھا ہے اسی ابوطالب مکی سے استفادہ اور اُس کی کتاب سے نقل کر کے اور چونکہ وہ بطری تھا اور نرالی باتیں بیان کیا کرتا تھا لہذا اس کے بیانات بالکل قابل توجہ نہیں۔

بس یہی چند مذکورہ بالا روایتیں تھیں جن میں امام حسنؑ کی کثرت ازواج کا ذکر ہے اور یہ سب ہی روایتیں مہمل اور وضعی ہیں۔ سب سے بڑا ثبوت ان روایات کے وضعی ہونے کا یہ ہے کہ اگر واقعاً امام حسنؑ کثرت سے شادیاں کیے ہوتے تو آپ کی اولاد بھی زیادہ ہوتی مگر مورخین نے زیادہ سے زیادہ تعداد آپ کے لڑکوں اور لڑکیوں کی ۱۲ لکھی ہے اور یہ تعداد اتنی بے شمار بیویوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

دوسرا ثبوت، کثرت ازواج والی روایات کے وضعی ہونے کا وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ امیرالمومنینؑ برسرِ منبر کہا کرتے کہ حسنؑ کو اپنی بیٹیاں نہ دو کیونکہ وہ بہت زیادہ طلاق دینے والے ہیں۔ جیسا کہ ابوطالب مکی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ اس روایت کی بنا پر سوال ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کا برسرِ منبر لوگوں کو منع کرنا کہ حسنؑ کو بیٹیاں نہ دو دو حال سے خالی نہیں۔

(۱) یا تو آپ اپنی جگہ امام حسنؑ کو سمجھا چکے تھے کثرت سے شادیاں کرنے اور طلاق دینے سے روکنے کی امکانی کوشش کر لی تھی اور جب وہ نہیں مانے اور نافرمانی ہی پر مصر رہے تو آپ نے بھرے مجمع میں اس کا ذکر کیا اور لوگوں کو ممانعت کی کہ حسنؑ تو مانتے نہیں تم ہی لوگ ایسا کرو کہ انکو اپنی بیٹیاں نہ دو

(۲) یا یہ کہ آپ نے امام حسنؑ سے تو کچھ کہا سنا نہیں۔ نہ اپنی جگہ انھیں فہمائش کی بلکہ لوگوں ہی کو اس بات کی ممانعت کی کہ انھیں اپنی لڑکیاں نہ دو۔

دونوں صورتیں ناممکن ہیں پہلی صورت کہ امیرالمومنین نے امام حسنؑ کو سمجھایا اور آپ نہیں مانے ناممکن ہے امام حسنؑ نے جیسی تربیت پائی کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی۔ حضرت پیغمبرِ خداؐ ایسے نانا علی مرتضیٰ جیسے باپ فاطمہ زہرا ایسی ماں کی تربیت اور پرورش جسے نصیب ہو اُس کے کردار اور اخلاق و عادات کا کیا ٹھکانا، ہو سکتا ہے آپ کی پاکیزہ فطرت اور ایسی بے مثل و بے نظیر تربیت ہرگز اس کی روادار نہیں ہو سکتی تھی کہ آپ ایسی بات کا تصور بھی کریں جو باپ کی مرضی کے خلاف ہو اور حدودِ نافرمانی میں داخل ہو۔ آپ اخلاق و آداب و تہذیب کا مجسمہ تھے۔ پیغمبرؐ اپنے جن اخلاق و کمالات کے سبب تمام انبیائے سے افضل ہوئے اُنھیں اخلاق و عادات کے آپ وارث تھے۔ علیؑ و فاطمہؑ نے اپنے آغوش میں پرورش کر کے اپنے لامتناہی کمالات کا آئینہ بنایا تھا۔ کس کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ آپ نے چشم زدن کے لیے بھی اپنے والد بزرگوار سے سرتابی کی ہو اُن کے سمجھانے بجھانے رکھی نہ سمجھے ہوں۔

اعلان کر دیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ اس صورت میں امیر المومنینؑ پر الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ کو چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے اپنے فرزند کو فہمائش کرتے، بتاتے کہ طلاق بہت ناپسندیدہ اور بُری چیز ہے۔ برسر منبر بھرے مجمع میں اس کا اظہار نہ کرتے کیونکہ اس میں اپنے فرزند کی سبکی تھی۔ فرزند بھی ایسا کہ جو وصی و جانشین تھا آیت تطہیر میں برابر کا شریک، سردار جوانان اہل جنت، اسی کے ساتھ اسے بھی ملا لیجئے کہ طلاق دینا جائز تھا یا ناجائز اگر جائز تھا تو اس سے امیر المومنینؑ روکنے والے کون، اور اگر ناجائز تھا تو امام حسنؑ نے اس کا ارتکاب کیسے کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر امام حسنؑ کے متعلق مشہور کیوں ہوا کہ آپ کثرت سے طلاق دینے والے تھے، تو مشہور ہونے کو آپ کیا پوچھتے ہیں، پیغمبر کو جب لوگوں نے معاف نہیں کیا۔ بے سروپا باتیں مشہور کیں، معاذاللہ بت پرستی تک پیغمبر کی تاریخ میں مشہور ہے مارگولوس عیسائی مورخ نے امام احمد بن حنبل کی سند ایسی عظیم الشان کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ معاذاللہ پیغمبر اور حضرت خدیجہ دونوں سونے سے پہلے ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے جس کا نام عزیٰ تھا۔

مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں آنحضرت نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی کفار بھی جو تھے جب آپ نے یہ آیت پڑھی ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیے وان شفاعتھن لترتجی یہ بت معظم و محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔ اس کے بعد آنحضرت نے سجدہ کیا اور تمام کفار نے آپ کی متابعت کی.....

بہت سے محدثین نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہے اُن میں طبری، ابن حاتم، ابن المنذر ابن مردویہ، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابو معشر شہرت عام رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو جنکے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے اس روایت کی صحت پر اصرار ہے (سیرۃ النبی جلد ا صفحہ ۱۷۶)

تو جب پیغمبر کے متعلق سیکڑوں مہملات مشہور ہیں تو پھر امام حسن تو آپ کے نواسے تھے آپ کے متعلق ایسے اتہامات تاریخ میں ملیں تو کیا تعجب کی بات ہے۔ قیامت یہ ہے کہ رسول اللہ کے متعلق ایسی مہمل باتیں صحابہ نے کہیں جو پیغمبر کے بڑے جان نثار کہے جاتے ہیں جنھیں رسول اللہ سے کوئی اختلاف نہ تھا کوئی عداوت نہ تھی وہ تو کلمہ پڑھتے تھے رسول اللہ کا اور ظاہر ہے کہ امام حسن سے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ صحابہ ہوں یا غیر صحابہ وہ عقیدت تو قطعی نہ تھی جو پیغمبر سے تھی اور یہ تاریخ کا معمولی سے معمولی طالب العلم جانتا ہے کہ پیغمبر کے انتقال کے بعد اہلبیت کی کیا کیا نہ ہتک عزت کی گئی خود بعض صحابہ نے کیا کیا نہ مظالم ڈھائے ۳۰ برس کے بعد اموی دور حکومت میں تو جو کچھ ہوا اس پر آج ہر باصیرت آنکھ خون فشاں اور ہر باحمیت دل پارہ پارہ ہے سونخی کی حضرت امیر المومنین حصہ اول اعجاز الولی میں اس کا تفصیلی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ ہم یہاں صرف دو تین علماء و محدثین کے اقوال پر اکتفا کرتے ہیں جس سے اس تاریک دور کا ایک ہلکا سا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ محدث کبیر ابن عرفہ جو نفطویہ کے نام سے مشہور ہیں اور اکابر محدثین و علمائے اعلام سے ہیں اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کے فضائل کی اکثر حدیثیں بنی امیہ کی خوشنودی کے لیے اموی دور حکومت میں گڑھی گئیں اموی حکام بنی ہاشم

... بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کے عہد میں موضوع حدیثوں کی بہتات ہوئی افترا و بہتان کی ہمہ گیر اشاعت ہوئی فقہاء و قضاۃ حکام سبھی اس روش پر چلے اور اس معاملہ میں سب سے زیادہ تباہی لانے والے ریاکار نمازی تھے، دھوکہ باز عابد و زاہد تھے جو نمائشی خضوع و خشوع کا پشتارہ بنے ہوئے تھے وہ اپنے حکام کی خوشنودی حاصل کرنے اُن کے انعام و اکرام سے مالامال ہونے کے لیے ان کی صحبت میں جگہ پانے جائداد و جاگیر مال و اسباب کے حصول کے لیے نت نئی حدیثیں گڑھا کرتے تھے یہانتک کہ وہ حدیثیں اور ان دھوکہ باز زاہدوں کی روایتیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچیں جو واقعاً دیندار تھے انھوں نے یہ دیکھ کر کہ ان روایتوں کے بیان کرنے والے ایسے ایسے عابد و پارسا لوگ ہیں ان حدیثوں کو سر آنکھوں پر رکھا اپنے حلقہ بگوشوں سے اسکی روایت کی وہ غریب اس غلط فہمی میں تھے کہ جب ایسے ایسے عابد و زاہد ان حدیثوں کے بیان کرنے والے ہیں تو یہ حدیثیں ضرور صحیح ہوں گی۔ اگر ان کو کچھ بھی پتہ چل جاتا کہ یہ حدیثیں افترا و بہتان کا پوٹ ہیں تو کبھی نہ اُن کی روایت کرتے نہ اُن پر عمل پیرا ہوتے (ابن ابی الحدید جلد ۳ صہ ۱۶)

علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ "ہمارے استاد ابوجعفر اسکافی بیان کرتے تھے کہ معاویہ نے صحابہ کرام اور تابعین کی اچھی خاصی تعداد کو مقرر کیا کہ علی کے بارے میں قبیح قبیح باتیں منسوب کریں جن سے ان کی ذات داغدار ہو جائے۔ اور لوگ اُن سے متنفر ہو جائیں اور ہر ایک کے لیے اس کی حیثیت کے مطابق بڑی بڑی رقمیں مقرر کیں ان صحابہ اور تابعین نے معاویہ کی خواہش کے مطابق بکثرت حدیثیں اختراع کیں انھیں لوگوں میں ابوہریرہ عمرو بن عاص مغیرہ بن شعبہ تھے اور تابعین میں عروہ بن زبیر ایک تھے" (ابن ابی الحدید جلد ۳ صہ ۱۶ و ج ۱ صہ ۲۵۸) تو جب معاویہ نے علی ایسے شخص کے لیے اتنا اہتمام کیا جن کی عظمت و جلالت سے سبھی مسلمان واقف تھے تو پھر حسنؑ تو انھیں کے بیٹے تھے اور جو نزاع معاویہ کو باپ سے تھی وہی نزاع بیٹے سے تھی وہاں بھی تمنائے سلطنت ہوس اقتدار تھی علیؑ کو راستے سے ہٹانا تھا علیؑ سے لوگوں کو متنفر کرنا تھا یہاں حسنؑ سے بھی یہی باتیں مقصود تھیں کیونکہ علیؑ کے بعد حسنؑ ہی ان کے جانشین تھے لہذا حسنؑ کے متعلق اگر اس قسم کی خبریں گڑھی گئی ہوں انھیں مطعون کرنے کے لیے لوگوں میں ان کی وجاہت کم کرنے کے لیے اس قسم کی رکاکتوں کو ہوا دی گئی ہو تو کیا جائے تعجب ہے؟

معاویہ کے ہاتھ میں سلطنت تھی خزانے تھے بڑے بڑے مقدس صحابہ و تابعین مٹھی میں تھے۔ اس نے جب کفار و منافقین کے متعلق نازل شدہ کلام مجید کی آیت کو ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ خرچ کرکے صحابی کی زبان سے علیؑ کے متعلق منسوب کرا دیا تو حسنؑ کے لیے تو اس سے زیادہ کر سکتا تھا۔

ہمیں تو پورا یقین ہے کثرت ازدواج اور کثرت طلاق والی جتنی روایتیں ہیں سب من گڑھت ہیں۔ امام حسنؑ کے دشمنوں نے محض اس لیے وضع و ایجاد کی تاکہ آپ کی پاکیزہ سیرت جو عینِ رسول خدا اور

تائید و تقویت کے لیے گڑھا ہے جن میں امام حسنؑ کی کثرت ازدواج کا ذکر ہے۔

کثرت ازدواج کے غلط اور من گڑھت ہونے کا ایک ثبوت یہ روایت بھی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب امام حسنؑ کا انتقال ہوا تو عورتوں کا ایک غول ننگے پیر ننگے سر جنازہ کے پیچھے پیچھے تھا وہ عورتیں کہہ رہی تھیں "ہم امام حسنؑ کی بیویاں ہیں" (بحار الانوار)

اس روایت کو پڑھنے کے بعد سوال یہ ہوتا ہے کہ امام حسنؑ کے جنازے کے پیچھے پیچھے آپ کی بیویوں کا غول جو نکلا تھا آخر اس کی غرض کیا تھی؟ اور مجمع عام میں انھیں یہ کہہ کر اپنے کو پہچنوانے کا کیا مطلب تھا کہ ہم امام حسنؑ کی بیویاں ہیں۔ عورتوں کو تو حکم ہے کہ پردہ میں رہیں مردوں سے ملیں جلیں نہیں۔ امام کی بیویاں ایسی بے بہرہ کہ انھیں اتنا معمولی حکم بھی اسلام کا معلوم نہ تھا۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہ روایت بھی بنی ہاشم کے دشمنوں اور بنی امیہ کے ہوا خواہوں کی گڑھی ہوئی ہے۔ وہ زمانہ ہی ایسا تھا کہ حدیثیں گڑھنے میں لوگ ایک سے ایک ماہر تھے۔ بنی امیہ کے طرفداروں نے بے شمار ایسی حدیثیں گڑھیں جن میں علویوں کی عزت پر حرف آتا تھا۔ کیا انھیں جھوٹے راویان احادیث نے یہ روایت نہیں کی کہ "علیؑ نہ تو نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں" جب باپ کے متعلق اس قسم کی حدیثیں گڑھی جا سکتی تھیں تو امام حسن علیہ السّلام کیوں چھوڑ دیے جاتے۔

اسی طرح محمد بن سیرین کی وہ روایت بھی ناقابل اعتبار ہے جس میں مذکور ہے کہ امام حسنؑ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر میں سو کنیزیں دیں ہر کنیز کے ساتھ ہزار درہم تھے (بدایۃ و نہایہ جلد ۸ ص ۳۸ مسالک شہید ثانی رح)

اتنا حد سے بڑھا ہوا مہر ہماری سمجھ میں نہیں آتا یہ تو کھلا ہوا اسراف ہے جس سے سختی سے روکا گیا ہے شریعت اسلامیہ نے اعتدال اور سنتی مہر کا حکم دیا ہے اعتدال سے گذرنے کو ناپسند کیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے افضل نساء امتی اقلھن مھراً میری امت کی تمام عورتوں میں وہ عورتیں افضل ہیں جن کا مہر بہت کم ہو۔ خود رسول نے جتنی شادیاں کیں مہر سنتی پر کیں۔ امیر المومنینؑ کا جناب سیّدہ سے بھی اسی مہر سنتی پر نکاح ہوا اس کا سبب محض یہ ہے کہ شادی بیاہ میں دشواری نہ پیش آئے لوگوں کو صعوبت میں مبتلا ہونا نہ پڑے سہولت سے انجام ہو جایا کرے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ امام حسنؑ نے ہرگز اپنے نانا کی سنّت کی مخالفت نہ کی ہوگی۔ غالباً اس حدیث کے گڑھنے والوں کی غرض یہ تھی کہ امام حسنؑ معاذاللہ بڑے فضول خرچ اور حد اعتدال سے گزر جانے والے تھے اور آپ کو سنت اسلامیہ کے موافق عمل کرنے کی پروا نہ تھی۔ اس قسم کی جتنی بھی حدیثیں کتابوں میں ملتی ہیں وہ سب ثبوت ہیں کہ کثرت ازدواج کا قصہ بالکل غلط اور دشمنوں کی من گڑھت ہے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

غرض کہ کوئی دلیل بھی ایسی نہیں جس سے امام حسنؑ کی کثرت ازدواج ثابت ہو سکے لے دے کے

ثابت کرسکے۔

ایک بات باقی رہ گئی۔ منصور دوانیقی اور یورپین مؤرخ لامنس نے امام حسنؑ کی سیرت پر کثرت ازواج کی حیثیت سے جو اعتراضات کیے ہیں ہم اُن کے اعتراضات اور اُن کا جواب بھی بیان کرتے چلیں۔

منصور دوانیقی

یہ وہ ظالم و سفاک شخص تھا جس کی خباثت و شیطنت اور اہلبیتؑ سے دشمنی و عداوت مشہور عالم ہے یہ شخص ہمیشہ اہل بیت پر سب و شتم کرتا اور اُن کی ذوات مقدسہ کو ہدف طعن و اعتراض بنایا کرتا۔ سادات کو اس نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے نکالا کسی کو قتل کیا کسی کو جلاوطن اور کسی کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچائیں۔ جب عبداللہ بن امام حسنؑ گرفتار ہوئے تو اُس نے خراسانیوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں دل کھول کر امیرالمومنینؑ اور اُن کی اولاد کو گالیاں دیں، امام حسنؑ کے متعلق بھی اُس نے بے شمار ہرزہ سرائیاں کیں منجملہ اس کے یہ تہمت و بہتان تراشی بھی تھی کہ آپ ہر دن ایک عورت سے نکاح کرتے اور ایک عورت کو طلاق دیتے۔ ہم اس کی اصل تقریر نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ناظرین اس کے کذب و بہتان کا خود ہی اندازہ کرلیں۔

> ہم نے خدا کی قسم آل ابوطالب اور خلافت کو چھوڑ دیا کم یا زیادہ کچھ بھی معارض نہ ہوئے چنانچہ علی ابن ابی طالب خلیفہ ہو گئے مگر ان کی خلافت ناکام رہی انھوں نے حکمین کا تقرر منظور کیا جس کی وجہ سے امت اُن کے متعلق اختلاف میں پڑگئی اور کلمہ میں افتراق پیدا ہوگیا پھر انھیں کے شیعہ، انصار اور بھروسہ کے لوگ اُن پر ٹوٹ پڑے اور اُنھیں قتل کر ڈالا۔ اُن کے بعد امام حسنؑ بن علیؑ خلیفہ ہوئے۔ خدا کی قسم وہ اس لائق نہ تھے۔ اُنھیں زر و مال دیے گئے جسے انھوں نے قبول کرلیا معاویہ نے خفیہ طور پر اُن کے پاس پیام بھیجا کہ میں آپ کو اپنا ولیعہد مقرر کیے دیتا ہوں، چنانچہ حسنؑ نے خلافت چھوڑ دی اور حکومت و اختیار سے دست بردار ہو گئے۔ اُنھوں نے سب کچھ معاویہ کے حوالہ کر دیا اور عورتوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آج ایک عورت سے نکاح کرتے تو کل دوسری عورت کو طلاق دیتے یہی کیفیت اُن کی رہی یہاں تک کہ اپنے بستر پر انتقال کر گئے۔"
>
> (مروج الذہب ج ۳ ص ۲۲۶)

منصور دوانیقی کی یہ تقریر جتنا شرمناک جھوٹ اور جیسی رکیک و ذلیل افتراپردازی اور بہتان تراشی

... امام حسنؑ پر طلاق دار ذواق کا جو عیب لگایا ہے وہ بھی سراسر کذب و بہتان اور محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ واقعیت سے اُسے کوئی لگاؤ نہیں، اصل بات یہ تھی کہ عباسیوں نے یہ حکومت محض آل محمدؐ کے نام پر حاصل کی تھی اور حکومت حاصل ہونے کے بعد انھیں علویوں کے مقابلہ میں ہمیشہ احساس کمتری لاحق رہا وہ جانتے تھے کہ اہلبیت کے مقابلہ میں ہماری کوئی قدر و منزلت نہیں اسی لیے وہ علویوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھانے افترا و بہتان رکھتے اُن کی ذلت و رسوائی، اور لوگوں کی نگاہوں میں اُنکی قدر و منزلت گھٹانے کی کوشش کرتے تاکہ عوام الناس سمجھیں کہ یہ علوی سادات خلافت کے لائق نہیں اور نہ انھیں کوئی حق پہنچتا ہے۔ اس معاملہ میں وہ بالکل بنی امیہ کے نقش قدم پر چلے بلکہ یہ کہنا بیجا نہیں کہ اہلبیتؑ کی عداوت و دشمنی میں اُن سے بھی آگے بڑھ گئے۔

منصور بالکل بنی اُمیہ کی روش پر چلا اور اُنھیں کے ایسے ہولناک مظالم اُس نے سادات پر کئے اور انھیں جیسی بہتان تراشی اور افترا پردازی اس کا لائحہ عمل رہا۔ منجملہ اس کے کرتوت کے امام حسنؑ پر اس کے یہ اتہامات بھی تھے کہ امام حسنؑ نے زر و مال کے بدلہ معاویہ کے ہاتھ خلافت بیچ دی اور بیچنے کے بعد کوئی حق اب ان لوگوں کا باقی نہیں رہا۔ چنانچہ اُس نے امام حسنؑ کے پوتے محمد بن عبداللہ بن حسنؑ ملقب بہ نفس زکیہ کو جو اس وقت سادات کے راس و رئیس اور معزز ترین فرد تھے ایک خط لکھا اس میں امام حسنؑ کے متعلق چند فقرے غور کے قابل ہیں۔

> "تمھارے جد (یعنی امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ) کی حکومت حسن تک پہنچی اُنھوں نے اس حکومت کو معاویہ کے ہاتھ روپیہ پیسے اور کپڑوں کے عوض بیچ ڈالا خود حجاز (مدینہ) چلے گئے اور شیعوں کو معاویہ کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا۔ انھوں نے نااہل کو حکومت حوالہ کر دی اور ایسا مال لیا جو جائز نہیں تھا۔ تو اگر تم لوگوں کا کوئی حق تھا بھی خلافت میں تو اب تم اُسے بیچ چکے اور اس کی قیمت وصول کر چکے ہو۔
>
> (صبح الاعشیٰ جلد ۱ صہ ۲۳۳ جمہرۃ رسائل العرب جلد ۳ صہ ۹۲)

یہ کذب و افترا کا طومار منصور دوانیقی کی سیرت و کردار کا بہترین آئینہ ہے دیکھنے والے اس آئینہ میں منصور کے خد و خال اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں اور ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ حکومت پر قبضہ قائم رکھنے کے لیے منصور کتنی ذلیل حرکتوں پر اُتر آیا تھا۔ امام حسنؑ نے کب مال و دولت کے عوض خلافت بیچی؟ اور کیا خلافت مال و دولت کے عوض بیچی بھی جا سکتی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ اسی منصور جیسے افراد جو غیرت و دینداری اور شریف النفسی سے خالی تھے آپ کے لشکر میں بھرے ہوئے تھے اُنھیں لشکریوں کی غداری اسے مجبور ہو کر امامؑ نے صلح کو ترجیح دی۔

لہٰذا جو قدر و قیمت منصور کے اس دعویٰ کی ہے کہ امام حسنؑ نے خلافت معاویہ کے ہاتھوں فروخت کی وہی قدر و قیمت اس دعویٰ ...

(۲) مستشرق لامنس

عیسائی مورخین نے اسلام اور اکابر اسلام پر جو تہمت تراشیاں کی ہیں وہ کون نہیں جانتا۔ انھیں میں فرانسیسی مورخ لامنس بھی ہے۔ اس نے اپنی کتابوں میں جابجا اسلام کی عظمت و بزرگی کو چیلنج کیا ہے بہت سی غلط سلط باتیں منسوب کر کے نت نئے اعتراضات اور تہمتیں لگائی ہیں اکابر اسلام پر پھبتیاں کسی ہیں اور اُن کے کردار و اخلاق پر رکیک اعتراضات کیے ہیں۔ امام حسنؑ پیغمبرؐ اسلام کے نواسے تھے جو عداوت و عناد ان مسیحی مورخین کو پیغمبرؐ سے تھا کم و بیش وہی اُن کی اولاد سے بھی تھا۔

یہ لامنس امام حسنؑ کے متعلق لکھتا ہے:۔

"(یعنی امام حسنؑ) اپنے شباب کے بہترین ایام نکاح و طلاق میں صرف کر چکے تھے شباب کی حدوں سے گذر نے کے بعد اُن کی بیویوں کا شمار کیا گیا تو لگ بھگ سو کے تھیں۔ نامناسب اخلاق کی وجہ سے ان کا لقب مطلاق (بہت زیادہ طلاق دینے والے) پڑ گیا اور انھیں کے سبب علیؑ کو بھی سخت و شدید نزاعات سے دوچار ہونا پڑا۔۔۔۔۔۔ حسنؑ نے ثابت کر دیا کہ وہ بڑے فضول خرچ اور اسراف پسند انسان تھے انھوں نے ہر بیوی کے لیے علیحدہ مکان بنایا ہر ایک کے لیے نوکر چاکر حشم و خدم علیحدہ تھے۔ علیؑ کی خلافت میں بھی جبکہ فقر و فاقہ کی سختی تھی وہ اسی طرح مال خرچ کیا کرتے تھے۔"

لامنس کے یہ کہنے پر کہ امام حسنؑ مطلاق تھے، کسی حد تک تو اسے معذور سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اُس نے اُنھیں مورخین کا قول نقل کر دیا ہے جو اموی حکومت کے نمک خوار اور اس کے متوسلین تھے۔ انھوں نے جو کچھ لکھا وہ تاریخ کے لیے نہیں بلکہ انھیں شاہان بنی امیہ کے لیے اور انھیں کی مرضی سے، اور وہی کام کیے جو ان کی خوشنودی و تقرب کا ذریعہ تھے۔ لامنس ہو یا دیگر مستشرقین جن لوگوں نے بھی اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے وہ انھیں مورخین سے استفادہ کر کے جو بنی امیہ کے حاشیہ بردار اور انھیں کی اندھی سیاست کے دل جان سے معتقد تھے۔ اگرچہ ان مستشرقین کا فریضہ تھا کہ وہ ان مورخین کے اقوال کو اچھی جانچ پرکھ لیں تاکہ حق و باطل کذب و صدق میں تمیز ہو جائے اور بغیر تحقیق و تدقیق کے ان کے تمام اقوال پر بھروسہ نہ کر لیں۔ پھر بھی لامنس کو ہم اس فقرے میں معذور سمجھ لیتے لیکن ہم اس سے یہ مطالبہ تو کر ہی سکتے ہیں کہ یہ کہاں سے اس نے لکھ مارا کہ امام حسنؑ کے کثرت سے شادیاں کرنے کی وجہ سے امیر المومنینؑ کو بھی سخت و شدید نزاعات میں گرفتار ہونا پڑا۔ اور یہ کہ امام حسنؑ انتہائی فضول خرچ اور مسرف تھے اور آپ نے ہر بیوی کے لیے حشم و خدم کے تمام لوازم کے ساتھ علیحدہ مکان بنوا دیا تھا کسی ایک مورخ نے بھی ان تمام باتوں میں سے ایک بات بھی

یہ اکثرت اور جمیل انسان ہی پر جو دنیا کے اسلام میں انتہائی روشن و تابندہ شمعاؤں کو محبوب اور
پیغمبر اسلام کی پیاری اور چہیتی تھی

یہاں تک تو کثرت ازدواج امام حسنؑ کی بحث تھی۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مورخین نے اپنی کتابوں میں امام حسنؑ کی جن ازواج کا ذکر کیا ہے اُن کے نام و نسب اور مختصر حالات بھی ذکر کر دیں۔

(۱) خولہ فزاریہ

خولہ بنت منظور فزاریہ عقل و خرد اوصاف و کمالات میں بہت ہی ممتاز اور معزز و محترم خاتون تھیں امام حسنؑ نے اُن سے عقد فرمایا۔ شب عروسی امام مکان کی چھت پر آرام فرما ہوئے خولہ نے اپنی اوڑھنی کا ایک سرا امام کے پیر سے باندھا دوسرا سرا اپنے پیر میں جب امامؑ صبح کو بیدار ہوئے تو اس کا سبب پوچھا خولہ نے کہا "مجھے ڈر معلوم ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ نیند کے عالم میں اُٹھیں اور کوٹھے پر سے نیچے گر پڑیں اور میں عرب کی منحوس ترین دلہن سمجھی جاؤں" امامؑ خولہ کے اس اخلاص اور انتہائی تعلق خاطر سے بے حد متاثر ہوئے اور سات دن تک ان کے یہاں مقیم رہے۔ (تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۲۱۴)

یہ خولہ شادی کے پہلے سال اس کیفیت سے رہیں کہ نہ زیب و زینت کرتیں نہ آنکھوں میں کاجل لگاتیں یہاں تک خداوند عالم نے اُن کے بطن سے فرزند عنایت کیا۔ اُس وقت انھوں نے زیب و زینت کی اور آنکھوں میں کاجل لگایا۔ امامؑ نے جب اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا۔ اگر میں بناؤ سنوار کرتی تو عورتیں کہتیں کہ آرائش تو تم نے کی مگر حاصل کچھ نہ ہوا مگر اب جبکہ خداوند عالم نے مجھے فرزند عنایت کیا ہے مجھے کسی کے کچھ کہنے کی پروا نہ رہی"۔

یہ خولہ امامؑ کی آخری زندگی تک حبالۂ زوجیت میں رہیں۔ جب امامؑ کا انتقال ہوا تو اُن کے حزن و اندوہ کا ٹھکانا نہ تھا اُن کے باپ نے تسلی دیتے ہوئے کہا:۔

مجھے خبر دی گئی ہے کہ کل خولہ حوادث و آفات زمانہ پر بید پریشان و اندوہگیں تھی خولہ پریشان نہ ہو
اور صبر کرو شریفوں کی پیدائش ہی صبر پر ہوتی ہے۔ (امالی للزجاج صفحہ ۷)

(۲) جعدہ بنت اشعث

مورخین نے اس کے نام میں اختلاف کیا ہے کسی نے سکینہ کسی نے شعثاء کسی نے عائشہ لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا نام جعدہ تھا۔

امام حسنؑ سے اس کا عقد ہونے کا سبب یہ ہوا کہ امیرالمومنینؑ نے سعید بن قیس ہمدانی کو امام حسنؑ کیلئے اُن کی بیٹی ام عوان کے متعلق پیام دیا۔ سعید نے کہا حضور اتنا موقع دیجئے کہ میں رائے مشورہ کر لوں۔ وہاں سے

بیان کیا اشعث نے فریب دیتے ہوئے کہا:۔

بھلا تم امام حسنؑ سے اپنی بیٹی کیسے بیاہو گے حسنؑ اس پر اپنی برتری جتائیں گے اور اس کے ساتھ ناانصافی اور بدسلوکی سے پیش آئیں گے حسنؑ کہیں گے کہ میں رسولؐ کا فرزند اور امیر المومنینؑ کا دلبند ہوں تمہاری بیٹی میں یہ خوبیاں نہیں۔ تم ایسا کیوں نہ کرو کہ اپنی بیٹی کو اس کے چچا کے لڑکے سے بیاہ دو۔ دونوں برابر کے ہوں گے۔ یہ اس کیلئے موزوں وہ اس کے لیے موزوں۔

سعید بن قیس۔ وہ کون؟

اشعث۔ محمد بن الاشعث۔

سعید اس گفتگو سے دھوکہ میں آ گئے اور کہا اچھی بات ہے میں تمہارے لڑکے سے اپنی لڑکی بیاہے دیتا ہوں۔

اس کے بعد اشعث دوڑتا ہوا امیر المومنینؑ کی خدمت میں پہنچا اور پوچھا۔

اشعث۔ حضور کیا آپ نے سعید کی لڑکی سے امام حسنؑ کا پیام دیا تھا؟

امیر المومنینؑ۔ ہاں!

اشعث۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ امام حسنؑ کی شادی ایسی لڑکی سے کر دیں جو سعید کی لڑکی کے مقابلہ میں زیادہ شریف، بزرگترین حسب والی، حسن و جمال میں مکمل اور مال و دولت میں کہیں زیادہ ہو۔

امیر المومنینؑ۔ وہ کون؟

اشعث۔ جعدہ بنت اشعث

امیر المومنینؑ۔ ہم تو ابھی ایک شخص (سعید بن قیس ہمدانی) سے اس سلسلہ میں بات کر چکے ہیں۔

اشعث۔ حضور اب اس کی گنجائش نہیں۔

امیر المومنینؑ۔ وہ ابھی ہمارے پاس سے یہ کہہ کر گئے ہیں کہ میں ذرا لڑکی کی ماں سے مشورہ کر لوں۔

اشعث۔ حضور وہ تو اپنی لڑکی محمد بن اشعث سے بیاہ چکے۔

امیر المومنینؑ۔ کب؟

اشعث۔ میرے یہاں آنے سے تھوڑی ہی دیر پہلے۔

امیر المومنینؑ نے اشعث کی درخواست کو منظور کر لیا۔ جب سعید کو اس دھوکہ دہی اور غدّاری کا علم ہوا تو دوڑے ہوئے اشعث کے پاس پہنچے اور کہا۔

کیا تم خود احمق نہیں ہو۔؟

پھر اشعث امام حسنؑ کی خدمت میں آیا اور کہا حضور آپ اپنی بیوی سے ملاقات نہیں کریں گے؟ اشعث ڈرتا تھا کہ کہیں معاملہ درہم و برہم نہ ہو جائے۔ پھر اس نے اپنے گھر کے دروازے سے امیر المومنینؑ کے گھر تک فرش بچھایا اور بیٹی کی رخصتی کی۔ (کتاب الاذکیا ابن جوزی ص۲۷)

(۳) عائشہ خثعمیہ

منجملہ دیگر ازواج کے یہ عائشہ خثعمیہ بھی تھی۔ جس سے امامؑ نے امیر المومنینؑ کی زندگی میں عقد فرمایا۔ جب امیر المومنینؑ کی شہادت واقع ہوئی تو یہ عورت امام حسنؑ کے پاس فرحاں و شاداں خلافت کی تہنیت دینے کے لیے پہنچی اور کہا۔

"آپ کو خلافت مبارک ہو"

جب امامؑ کو محسوس ہوا کہ یہ ہمارے پدر بزرگوار کی شہادت پر مسرور ہے تو آپ نے فرمایا:۔

"کیا علیؑ کے قتل ہونے پر تو مسرت کا اظہار کر رہی ہے جا میں نے تجھے طلاق دیا"

اس نے اپنے کو کپڑوں میں لپیٹ لیا اور گھر میں بیٹھ رہی یہاں تک کہ عدہ کے دن پورے ہو گئے۔ امامؑ نے اس کا بقیہ مہر اور مزید برآں دس ہزار درہم بھجوائے تاکہ اپنی ضروریات میں کام لے۔ جب یہ چیزیں اس کے پاس پہنچیں تو اس نے کہا متاع قلیل من حبیب مفارق جدائی اختیار کرنے والے حبیب کی طرف سے یہ بہت تھوڑا سا سامان ہے (تاریخ ابن عساکر جلد ۴ ص۲۱۶)

(ان تین عورتوں کے مختصر حالات تو کتابوں میں ملتے ہیں۔ باقی عورتیں جن کے نام تو معلوم ہوئے مگر حالات نہ معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں۔

(۴) ام کلثوم بنت فضل بن عباس۔

(۵) ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی ان سے آپ کے ایک فرزند ہوا جس کا نام طلحہ رکھا گیا۔

(۶) ام بشیر بنت ابی مسعود الانصاری ان سے بھی ایک فرزند زید نامی پیدا ہوا۔

(۷) ہند بنت عبد الرحمان بن ابی بکر۔

(۸) عمرو بن اہتم منقری کی کوئی لڑکی۔

(۹) قبیلہ ثقیف کی کوئی عورت جس سے آپ کے ایک فرزند عمر نامی پیدا ہوئے۔

(۱۰) قبیلہ زرارہ کی ایک عورت۔

(۱۱) بنی شیبان کی ایک عورت جو ہمام بن مرہ کی اولاد سے تھی۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ خوارج کا

کی ہے آپ نے اسے طلاق دیا اور فرمایا کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ اپنا سینہ جہنم کی ایک چنگاری سے متصل کروں (شرح ابن ابی الحدید ج ۴ صـ)

(۱۲) ام عبداللہ بنت شلیل بن عبداللہ جریر بجلی کے بھائی۔

(۱۳) قاسم کی ماں جو کنیز تھیں کسی نے اُن کا نام نفیلہ کسی نے رملہ بتایا ہے۔

بس یہی تعداد آپ کے ازواج کی تھی اس سے زیادہ نہیں۔ اور یہ تعداد اس کثرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جس کا ہنگامہ برپا ہے اور دشمنان اہلبیت کی طرف سے جس کے پروپاگنڈے کیے جاتے ہیں۔

امام حسنؑ کی اولاد کے متعلق مورخین میں کافی اختلاف ہے، حسب ذیل روایتیں ملتی ہیں۔

۱۔ ۸ لڑکے اور چار لڑکیاں (ارشاد شیخ مفید ر ۷)

۲۔ ۱۶ لڑکے اور چار لڑکیاں (تذکرۃ الخواص ابن جوزی)

۳۔ ۱۳ لڑکے اور چھ لڑکیاں (سر السلسلۃ العلویہ ابی نصر بخاری)

۴۔ ۱۱ لڑکے اور پانچ لڑکیاں (زنب والزینبات عبیدلی اتعاظ الحنفا فی اخبار الخلفا مقریزی لکھ

اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، البتہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ امام حسن کی نسل صرف آپ کے دو صاجزادوں سے چلی جناب حسن مثنی اور زید۔ آپ کی اولاد میں شہرت دوام حسب ذیل حضرات نے پائی۔

(۱) جناب قاسم

آپ کی ذات فرزندان امام حسن میں بہت نمایاں ہے آپ کربلا میں حضرت امام مظلوم کی نصرت وحمایت کرتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۳ سال کی تھی مورخین کا فقرہ ہے لم یبلغ الحلم ابھی آپ حد بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے، حسن وجمال میں مثل چودھویں رات کے چاند کے تھے آپ کی شہادت اور زندگی ہی میں آپ کے لاش کی پامالی قیامت تک مسلمانوں کو خون کے آنسو رلاتی رہیگی

(۲) جناب زید

جناب زید بہت ہی معزز و محترم کریم الطبع اور بہت ہی داد و دہش احسان وسلوک کرنے والے تھے ارباب حاجت دور دور سے آپ کے پاس حاجت روائی کے لیے آتے حضرت سرور کائنات کے اوقاف کے آپ متولی بھی تھے، سلیمان بن عبد الملک جب خلیفہ ہوا تو اس نے آپ کی مرجعیت اور قبولیت عامہ سے جلکر آپ کو تولیت سے معزول کردیا۔ عمر ابن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے پھر آپ کی تولیت برقرار کردی۔

آپ جس وقت کہیں سوار ہو کر بازار میں تشریف لاتے تو طالبان دید اور مشتاقان زیارت کا ہجوم ہو جاتا

جلد ۵ ص۳۳۷) ۹۰ برس کی عمر میں سنہ ۱۲۰ھ میں انتقال کیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سو برس کی عمر پائی۔

(۲) جناب حسن مثنیٰ

آپ بھی بڑے جلیل القدر، فاضل، متقی سردار اور صدقات حضرت امیر المومنینؑ کے متولی تھے۔ آپ کی شادی حضرت امام حسینؑ کی بڑی صاحبزادی جناب فاطمہ سے ہوئی تھی آپ بھی حضرت کے ساتھ کربلا میں آئے خوب جہاد کیا آخر زخمی ہو کر گرے تو لوگوں نے سمجھا کہ انتقال کر گئے مگر جان باقی تھی۔ جب شہدائے کربلا کے سر اُنکے بدن سے جدا کیے جاتے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ ابھی زندہ ہیں اس وقت آپ کے ماموں ابو احسان اسماء نے آپ کو عمر ابن سعد سے لے لیا کوفہ میں لا کر علاج کرایا اور آپ تندرست ہو کر مدینہ واپس تشریف لائے پھر وہیں رہتے تھے اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے کب اور کس عمر میں انتقال کیا، بعض مورخین کا بیان ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے آپ کو پوشیدہ زہر دلوا دیا جس سے آپ نے ۳۵ سال کی عمر میں انتقال کیا اور بعض کا قول ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے زہر دلوا دیا اور آپ نے ۵۳ سال کی عمر میں سنہ ۹۷ھ میں انتقال کیا۔ آپ کی وفات کا صدمہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت امام حسین کی بڑی صاحبزادی جناب فاطمہ کو اس قدر ہوا کہ آپ کی قبر پر خیمہ نصب کر کے سال بھر تک وہیں پڑی رہیں شب بھر عبادت خدا بجالاتیں اور دن بھر روزہ رکھتیں آپ کے حسن و جمال کے بارے میں لکھا ہے کانت تشبہ بالحور العین لجمالھا آپ حسن و جمال میں حور عین کے مشابہ تھیں غرض پورے سال بھر تک شوہر کی قبر پر سوگواری کی اور جب دوسرا سال شروع ہوا تو اپنے خیمہ وہاں سے اٹھوا دیے اور واپس گئیں (ارشاد شیخ مفید ص۲۱۱ وغیرہ) حضرت کے چوتھے اور پانچویں صاحبزادے عمرو اور عبداللہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ چھٹے فرزند عبدالرحمان اپنے چچا حضرت امام حسینؑ کے ساتھ حج کرنے گئے تو راہ میں بمقام ابوا بحالت احرام میں انتقال کر گئے۔ ساتویں بیٹے حسین اثرم اور آٹھویں فرزند طلحہ بھی بڑے معزز و محترم تھے۔ حضرت امام حسنؑ کی صاحبزادیوں میں جناب فاطمہ بڑی جلیل القدر تھیں اُن کی شادی حضرت امام زین العابدینؑ سے ہوئی تھی جن سے حضرت امام محمد باقرؑ پیدا ہوئے

دسواں باب

شہادت

معاویہ اس دنیا میں جو کچھ پا سکتے تھے اُنھوں نے وہ سب پایا اور اُن کی جتنی تمنائیں تھیں وہ سب پوری ہوئیں لیکن ایک فکر ایسی تھی جو ہر وقت اُن کے ذہن پر مُسلط رہتی اور ان کا خواب و خور حرام کیے ہوئے تھی اگر وہ فکر دور ہو جاتی تو گویا ہر مراد مل جاتا اور اُن کے تمام منصوبے پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتے اور وہ یہ کہ خلافت اور حکومت کو اپنے بعد اپنی اولاد اور ذریت کے لیے مستقل کر جائیں اُنھوں نے اس کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں اپنے خزانے خالی کر دیے۔ اسی مقصد کو لیکر باوجود ضعف و نقاہت اور بڑھاپے کے انھوں نے مدینہ کا بھی سفر کیا مگر ان تمام باتوں کے بعد بھی اُنھیں مایوسی ہوئی اور یقین کر لیا کہ جب تک امام حسنؑ زندہ ہیں تب تک یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

وہ دن رات اسی فکر میں غلطاں رہتے اٹھتے بیٹھتے اسی گتھی کو سلجھاتے کہ دل کی مراد کیسے پوری ہو۔ امام حسنؑ کی ذات درمیان سے کیسے ہٹے۔ اُن کے ذہن نے وہی مُجرب نسخہ اُن کے سامنے پیش کیا جو خود انکا تصنیف کردہ تھا اور جسے بار بار آزما چکے تھے کہ ان للہ جنودا من العسل اللہ کی بہت سی فوجیں شہد کی ہیں اسی آزمودہ نسخے سے اُنھوں نے سعد بن وقاص کو اپنے راستہ سے ہٹایا۔ امیر المومنینؑ کے دست و بازو اور اُن کی افواج کے سپہ سالار مالک اشتر کو ختم کیا۔ اُنھوں نے اسی نسخہ کو امام حسنؑ پر بھی آزمانا طے کیا چنانچہ جب امام حسنؑ دمشق تشریف فرما ہوئے تو ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ آپ کو زہر دینے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے آخر شہنشاہ روم سے درخواست کی کہ مجھے ایسا مہلک زہر بھیجدو جو فوراً اپنا اثر دکھائے اور استعمال ہوتے ہی جان لے لے۔ شہنشاہ روم نے جواب دیا۔

"جو شخص ہم سے برسرپیکار نہ ہو ہمارے مذہب میں جائز نہیں کہ ہم اس کی ہلاکت میں مدد کریں۔"

عیسائی بادشاہ کے مذہب نے اجازت نہ دی کہ بے گناہ شخص کی ناگہانی ہلاکت کا مرتکب ہو لیکن معاویہ کے نزدیک یہ چیز بالکل جائز و مباح تھی انھوں نے دوبارہ اُسے لکھا کہ۔

"میں جس شخص کے لیے یہ زہر مانگ رہا ہوں وہ اس کا بیٹا ہے جس نے سرزمین تہامہ پر خروج کیا تھا (یعنی حضرت رسالتمآبؐ) اب یہ شخص اپنے باپ کی حکومت کے طلب میں خروج کیے ہوئے ہے ہم اسے

... زہر بھیجدیا۔ (بحار الانوار ج ۱۰ صـ۱۴۳)

زہر آنے پر معاویہ کو فکر ہوئی کہ امام تک پہنچایا کیسے جائے امام کے اعزہ اور رشتہ داروں کا جائزہ لیا کوئی ایسا نہ ملا جو اس جرم میں اُن کا ساتھ دیتا ازواج کا جائزہ لیا تو کچھ امید بندھی۔ انھیں ازواج میں جعدہ بنت اشعث بھی تھی اور وہ اس کام کو بخوبی کر سکتی تھی۔ کیونکہ اسی کے باپ اشعث نے امیر المومنینؑ کے لشکر میں فساد پیدا کیا اور آپ کو تحکیم قبول کرنے پر مجبور کیا تھا۔ مروان بن حکم کے توسط سے یہ زہر جعدہ کے پاس بھیجا گیا اور اُسے لالچ دلایا گیا کہ اگر یہ کام انجام دیدو تو تمھیں ایک لاکھ درہم بھی ملیں گے اور تمھاری شادی یزید سے کردی جائے گی (مروج الذہب ج ۲ صـ۳۰۳) جعدہ بنت اشعث اس کی اہل بھی تھی کہ معاویہ کا آلۂ کار بنے۔ غدر و فریب اس کے گھر کی چیزیں تھیں اور باپ سے ترکہ میں ملی تھیں۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے "اشعث امیر المومنینؑ کے قتل میں شریک ہوا اس کی بیٹی نے امام حسنؑ کو زہر دیا اس کے بیٹے نے قتل حسینؑ میں شرکت کی۔" اعیان الشیعہ جلد ۴ صـ۷۶)

جب یہ زہر مروان کے پاس پہنچا تو اس نے جعدہ کے پاس بھجوایا اسی کے ساتھ ایک لاکھ درہم بھی بھیجے اور طمع دلائی کہ اگر یہ کام انجام دیدو گی تو تمھاری شادی یزید سے ہو جائے گی جعدہ کی مسرتوں کا ٹھکانا نہ تھا ایک لاکھ درہم نقد ملے اور حاکم وقت کے فرزند سے شادی یقینی معلوم ہو رہی تھی۔ شدید گرمی کے دن تھے۔ امام حسنؑ روزے سے تھے اُس نے افطار میں زہر ملا دیا امام نے ایک گھونٹ اس میں سے نوش کیا ہی تھا کہ وہ حلق سے فرد ہو کر معدہ میں پہنچا آنتیں پارہ پارہ ہو گئیں، جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے جب اذیت محسوس ہوئی تو آپ نے جعدہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اے دشمن خدا تو نے مجھے ہلاک کر ڈالا خدا تجھے ہلاک کرے خدا کی قسم مجھ سے اچھا بر تجھے نصیب نہ ہوگا (معاویہ نے) تجھے دھوکا دیا اور تیرے ساتھ کھیل کھیلا ہے خدا تجھے بھی ذلیل و خوار کرے اور اُسے بھی (تحف العقول صـ۲۹۱)۔

امامؑ کا ارشاد حرف بحرف پورا ہوا اور جعدہ نحوست و نکبت، رسوائی گنہگاری و خیانت میں ضرب المثل بن گئی اور یہ کلنگ کا ٹیکہ اس کی نسل میں (جو امام حسنؑ کے علاوہ دوسرے شوہروں سے ہوئی) ہمیشہ کے لیے باقی رہا اور اس کی اولاد کا نام ہی پڑ گیا۔ ابناء مسممۃ الازواج شوہروں کو زہر دینے والی عورت کے لڑکے (اعیان الشیعہ جلد ۴ صـ۷۶)

اور معاویہ نے اس کا مذاق بھی اڑایا کہ یزید سے شادی کرنے کا وعدہ پورا نہ کیا۔ جعدہ کے مطالبہ پر مذاق اُڑاتے ہوئے کہا۔

"مجھے یزید کی زندگی پیاری ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم ضرور بیاہ دیتے۔"

(مروج الذہب ج ۲ صـ۳۰۳)

اکثر مورخین کا اتفاق ہے اس امر پر کہ امام حسنؑ کی شہادت زہر سے ہوئی اور وہ زہر معاویہ کی اپنے ...

[illegible] امام حسن کے تھے

اور کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ معاویہ نے نہیں بلکہ یزید نے زہر دلوایا۔ (تاریخ ابی الفداء ج ۱ ص ۱۹۳) نور الابصار ص ۱۱۲، تاریخ ابن الوردی ج ۱ ص ۱۶۶، البدایة والنہایة ج ۸ ص ۴۳)

علامہ ابن کثیر نے تو کمال یہ کیا ہے کہ معاویہ تو معاویہ یزید کو بھی اس سے بے خطا قرار دیا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔

اگر ہم اسے تسلیم کر لیں کہ یزید نے سازش کر کے آپ کو زہر دلوایا تھا تو یقیناً اس نے اپنے باپ کے حکم سے ایسا کیا ہوگا۔ کیونکہ اتنا بڑا ہولناک جرم وہ کر جائے اور باپ سے مشورہ نہ لے سمجھ میں آنے کی بات نہیں ابن خلدون کا مسلک اس معاملہ میں تو انتہائی تعجب خیز ہے انھوں نے معاویہ کو پاک وصاف قرار دیا ہے لکھتے ہیں۔

"اور یہ جو نقل کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے امام حسنؑ کو زہر دلوایا آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ یہ شیعوں کی روایتیں ہیں اور معاویہ کے متعلق اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۷، تاریخ الادل اسلامیہ جلد اول ص ۵۳ تذکرة الخواص ص ۲۲۲، استیعاب ج ۱ ص ۳۷۴ مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص ۱۳۶، نصائح کافیہ ص ۶۲ تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۹۲۔ یہ تمام کتابیں علماء اہل سنت کی ہیں اور ان کے مصنفین نے صاف صاف لفظوں میں معاویہ کی طرف زہر خورانی کی نسبت دی ہے۔ شاہ محمد علی حیدر کاکوروی اپنی کتاب سیرۃ علویہ جلد ۱ میں لکھتے ہیں۔

"استیعاب میں ہے کہ حضرت امام حسنؑ کو اُن کی بیوی جعدہ نے زہر دیا اس میں معاویہ کی سازش تھی۔ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ قتادہ کا قول ہے کہ اُن کی بی بی جعدہ نے اُن کو زہر دیا اور اس میں معاویہ کی سازش تھی انھوں نے پوشیدہ طور پر کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم کسی حیلہ سے امام حسنؑ کو قتل کر دو تو میں تم کو ایک لاکھ درہم دوں گا۔ اور یزید کے ساتھ تمھارا نکاح کر دوں گا۔ جب حضرت امامؑ نے وفات پائی تو معاویہ نے حسب وعدہ ایک لاکھ درہم اُس کے پاس بھیج دیے اور کہلا بھیجا کہ یزید کی زندگی کا خواہاں ہوں ورنہ تیرا نکاح اس سے کر دیتا۔

محمد ابن جُریر تاریخ طبری میں لکھتے ہیں کہ فضل بن عباس کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس بطریق سفارت معاویہ کے پاس گئے ہوئے تھے وہ ناقل ہیں کہ میں مسجد میں تھا معاویہ نے زور سے تکبیر کہی قصر خضراء کے آدمی بھی تکبیر کہنے لگے اُن کی آواز سنکر فاختہ بنت قرظہ بن عمر ابن نوفل ابن عبد مناف اپنی کھڑکی سے نکلیں اور کہنے لگیں کہ اے امیر کونسی ایسی خبر تم کو ملی ہے جس سے اس قدر خوش ہوئے معاویہ نے کہا حسنؑ ابن علیؑ کی موت سے خوش ہوا۔ فاختہ بنت قرظہ رونے لگیں اور کہنے لگیں افسوس ہے کہ مسلمانوں کے سردار اور رسول اللہؐ کے نواسے نے انتقال کیا۔ معاویہ نے کہا خدا کی قسم وہ اسی کے اہل تھے جو کچھ میں نے کیا۔ وہ ہرگز اس کے اہل نہ تھے کہ کوئی ان پر روئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت ابن عباس معاویہ کے

ابن خلدون کی اندھی عصبیت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں اس تعصب میں وہ کافی بدنام ہو چکے ہیں اُنھوں نے اپنی تاریخ میں وہی باتیں لکھی ہیں جو اُن کی من مانی تھیں۔ جس کی طرف ان کا فطری میلان تھا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ حکومت کی خاطر معاویہ کے لیے آخر کونسی بات اس جرم سے مانع تھی وہ تو اس سے بھی بڑے بڑے اعمال کے مرتکب ہو چکے تھے۔ جائز اور شرعی خلیفہ وقت امیر المومنینؑ اور اُن کے فرزند امام حسنؑ سے جنگ انھوں نے کی۔ حجر ابن عدی اور اُن کے مقدس ہمراہیوں کو انھوں نے قتل کیا مالک اشتر کو انھوں نے زہر دلوایا۔ سعد ابن وقاص کا خاتمہ انھوں نے کرایا اس کے علاوہ اور بہت سے مہلک افعال، جب وہ یہ تمام باتیں کر سکتے تھے تو امام حسنؑ کو زہر دلوانے سے کیوں باز رہ سکتے ہیں جبکہ انھیں یہ یقین بھی ہو کہ جب تک حسنؑ کو راستہ سے ہٹایا نہیں جاتا یزید کے لیے راہ کھلتی نہیں۔"

(بقیہ صفحہ ۴۵۹)

تکبیر کہی تھی معاویہ نے کہا ہاں ابن عباس نے کہا واللہ اگر وہ مر گئے تو تم بھی باقی نہ رہو گے ہم لوگ مرنے کے بعد آنحضرتؐ کے پاس پہنچ جائیں گے اللہ تعالیٰ ہمارے زخم کو بھرے گا اور ہمارے آنسو پونچھ جائیں گے۔ معاویہ کہنے لگے اے ابن عباس افسوس کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے تم کو گفتگو کے لیے تیار نہ پایا ہو۔ علامہ ابن صبیعہ عیون الانباء فی طبقات الاطبا میں بضمن حال ثمامہ ابن آثال طبیب معاویہ لکھتے ہیں کہ "ابن آثال دمشق کا نصرانی طبیب معاویہ کا خلوت و جلوت کا جلیس تھا اسی کے بنائے ہوئے زہروں سے معاویہ کے زمانہ حکومت میں اکابر مسلمین و امراء کی ایک بڑی جماعت کی جانیں تلف ہوئیں ——— تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی اُن کو زہر دیا گیا معاویہ کے پاس کچھ چیزیں تھیں اُن کو خفیہ جعدہ بنت اشعث زوجہ حضرت امام حسنؑ کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تم اُن کو قتل کر دو گی تو میں تمہارا نکاح یزید کے ساتھ کر دوں گا۔ حضرت امام حسنؑ کی وفات کے بعد جعدہ نے معاویہ سے مطالبہ کیا اُنھوں نے انکار کر دیا ——— علامہ ابوالفداء اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ جب حضرت امام حسنؑ کی شہادت کی خبر معاویہ کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر بجا لائے ——— بعض روایات میں ہے کہ معاویہ نے کہا میرے قلب نے راحت پائی۔ تیسیر الباری شرح صحیح بخاری متعلقہ حاشیہ کتاب الفتن میں مولوی وحید الزماں خاں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے بعد وفات حضرت امام حسنؑ اظہار مسرت کر کے یہ بھی کہا تھا کہ امام حسنؑ ایک انگارہ تھے جس کو اللہ نے بجھا دیا۔ اس قسم کے واقعات مستدرک حاکم و کنز العمال و جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد و سنن ابی داؤد و نسائی میں بھی ہیں۔ عوانہ ابن الحکم کہتے ہیں کہ قبل انتقال حضرت امام حسنؑ معاویہ کا چند روز پیشتر ایک خط مروان حاکم مدینہ کے نام بصیغہ راز آیا تھا کہ امام حسنؑ کے حالات سے فوراً مطلع کرو اس خط کو آئے چند روز بھی نہ گذرے تھے کہ حضرت امام حسنؑ نے انتقال کیا قثم بن عباس کے اشعار بھی جو عیون الانباء میں ہیں تاریخ طبری کی تائید کرتے ہیں۔ ان واقعات سے دریا بھی معاویہ

واقعیت سے دور ہیں جیسا ابن خلدون کا قول دور ہے۔

(۱) آپ کی موت مرض سل سے ہوئی

یورپین مؤرخ (دوایت م ڈونلڈسن) نے لکھا ہے کہ امام حسنؑ کی عمر جب ۴۵ سال کی ہوئی تو آپ نے مرض سل سے انتقال کیا۔ (عقیدۃ الشیعہ صفحہ ۹) ٹھیک یہی بات لانس نے دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۷، صفحہ ۴۰۰ میں لکھی ہے۔

یہ قول اتنا عجیب و غریب اور نادر ہے کہ کسی بھی دوسرے مؤرخ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مورخین کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ امام حسنؑ کی رحلت زہر سے ہوئی۔ اس مؤرخ نے اپنی تمام بحثیں اسی انداز سے لکھی ہیں تحقیق سے خالی اور وہمی مفروضات سے بھرپور۔

(۲) امام حسنؑ کا سفر موصل

علامہ حسین واعظ نے لکھا ہے کہ امام حسنؑ نے صحتیابی کے خیال سے مدینہ چھوڑ موصل میں قیام کیا

---

(۱) (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۰)

جھوٹ بھی قرار دیا جائے تب بھی حضرت امام حسن کا زہر سے شہادت پانا مسلمہ ہے اس وقت معاویہ کی حکومت تھی جن کے اہلکار ادنیٰ ادنیٰ واقعات و مقدمات کی جانچ کرتے تھے شرعی حدود جاری ہوتے تھے سزائیں دی جاتی تھیں۔ حضرت امام حسنؑ کی شہادت کے متعلق معاویہ یا اُن کے کسی اہلکار نے تحقیقات تک نہیں کی۔ معاویہ اور اُن کے حکام کا یہ سکوت خود اس امر کو صاف ظاہر کرتا ہے کہ معاویہ کے ایما اور سازش سے حضرت امام حسنؑ کو زہر دیا گیا تھا۔ غیر معمولی عجلت کے ساتھ دفعتاً حضرت امام حسنؑ کا حال دریافت کرنے کی اور کوئی وجہ نہ تھی۔ حضرت امام علیہ السّلام کوئی سامان بغاوت نہیں کر رہے تھے کہ جس کی تحقیق کے لیے اس قدر عجلت سے اُن کا حال دریافت کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ہو حضرت امام حسنؑ خود خلافت سے دست کش ہوگئے تھے مگر شرائط صلح میں آپ نے ایک شرط یہ بھی کی تھی کہ معاویہ کے بعد حکومت پھر خاندان نبوت کی طرف واپس ہوگی (روضۃ و تاریخ الخلفاء و تذکرۃ الکرام، ارجح المطالب) یہی شرط آپ کے قتل کا باعث ہوئی۔ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس عہد نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ معاویہ کے بعد پھر خلافت خانوادہ نبوت کی طرف عود کرے گی۔

ابن ابی خثیمہ بطریق عبد اللہ بن شوذب ناقل ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ معاویہ سے اپنی خلافت کے لیے عہد لے کر صلح کر لی۔ بعض علماء متاخرین جب معاویہ کی خطاء اجتہادی پر مصر ہوئے تو اس واقعہ کو بھی یزید کی طرف منسوب کر دیا۔ ناقلین نے بلا تحقیق اس کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ تاریخی شہادت جیسا

کیونکہ زہر خوارنی کے بعض حادثات کے بعد آپ کو محسوس ہوا کہ صحتیابی میں دیر ہو رہی ہے۔ وہاں ایک نابینا شخص آپ کے پاس آیا اور درخواست کی ہمیں کچھ خیرات دیجئے۔ امام زمین پر تشریف فرما تھے اس نے اپنا عصا آپ کے پیر پر رکھا اور اُس پر پوری طاقت سے زور دیدیا۔ عصا کی نوک جو زہر یلی تھی پیر میں درآئی اور آپ زخم و زہر کے اثر سے تڑپ اٹھے مگر علاج معالجہ سے آپ شفایاب ہو گئے (روضۃ الشہدا ا صـ۱۰۷)

یہ قول انتہائی غلط اور واقعیت سے انتہائی بعید ہے۔ کسی بھی مورخ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہ افترا محض ہے اور کچھ نہیں۔

(۳) حالت طواف میں آپ کو زہر دیا جانا

مشہور مورخ احمد بن سہیل بلخی جو مقدسی کے نام سے مشہور ہیں لکھتے ہیں۔

امام حسن بیت الحرام کا طواف کر رہے تھے ایک شخص نے آپ کی پشت پر نیزہ مارا جس کا کنارہ زہر آلود تھا اس زہر کے اثر سے آپ کی موت فوری ہو گئی۔ (البدا والتاریخ جلد ۶ صـ۵ مطبوعہ پیرس)

یہ قول انتہائی نادر عجیب و غریب ہے اور سوائے بلخی کے اور کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ غالباً بلخی کا مقصود یہ ہے کہ معاویہ کا دامن بالکل پاک ہو جائے اور وہ اس جرم کے گنہگار نہ سمجھے جائیں۔

(۴) بستر مرگ پر آپ کا انتقال

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن لکھتے ہیں کہ بعض مورضین اس طرف گئے ہیں کہ امام حسنؑ بستر بیماری پر مرے۔ عراق سے مدینہ آنے کے بعد ۴۰ دن تک آپ بیمار رہے اور اسی بیماری میں انتقال ہو گیا۔ تاریخ الاسلام السیاسی جلد ا صـ۳۹۶) یہ قول بھی واضح طور پر غلط اور مہمل ہے۔ پہلی وجہ اس کے مہمل ہونے کی یہ ہے کہ امام بستر بیماری پر مرے ہی نہیں یہ طے شدہ ہے کہ آپ کی رحلت زہر سے ہوئی دوسری وجہ یہ ہے کہ عراق سے مدینہ آنے کے بعد آپ کئی برس تک زندہ رہے۔

یہ تمام اقوال ان مورضین کے معلومات کی کمی کے سبب پیدا ہوئے۔ یا معاویہ کی بیجا طرفداری اور ہواخواہی کی بنا پر۔

زہر اپنا کام کر گیا۔ اذیت و تکلیف نے امام کی جان پر بنا دی۔ چالیس روز تک آپ بستر بیماری پر پڑے رہے (دائرۃ المعارف بستانی جلد، صـ۳۹ شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صـ۴) بعض روایات میں ہے کہ آپ دو مہینہ کامل موت و حیات کی کشاکش میں گرفتار رہے (حیوۃ الحیوان دمیری جلد ا صـ۵۳) بعض روایات میں ہے کہ زہر نوش کرنے کے بعد آپ صرف دو ہی دن زندہ رہے اس سے زیادہ نہیں (تحف العقول طـ۳۹) جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آگیا۔ امام حسینؑ یہ خبر سنتے ہی سراسیمہ و مضطرب بھائی کے پاس پہنچے

... کی جلدی ہوئی ہے زہر ہلاہل نے کلیجہ وجگر پانی کرکے بہا دیا ہے۔

امام حسینؑ نے بیچین ہو کر پوچھا۔

"بھیا یہ کس نے آپ کو زہر دیا۔

آپ نے پوچھا" یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔

"تاکہ میں آپ کا قصاص اس سے لوں۔

امام نے فرمایا" اگر یہ حرکت اسی کی ہے جسے میں گمان کرتا ہوں تو خداوند عالم قہر وغلبہ والا ہے اور اس کا عذاب سب سے سخت ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی کا ناحق خون بہے (استیعاب جلد ا صـ۳۸۴)

طبیب نے معائنہ کرنے کے بعد مایوسی ظاہر کی اور کہا زہر اپنا پورا کام کر چکا ہے دل جگر سینہ سبھی چاک چاک ہو چکے ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صـ۴۳)

اب امام کو زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ کرب وبے چینی نے جان پر بنا دی تھی۔ اسی اذیت کے عالم میں بزرگ صحابی جنادہ بن ابی امیہ امام کی عیادت کو آئے اور عرض کیا۔

فرزند رسول مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔

آپ نے اس شدید تکلیف اور موت کی کشاکش میں بھی ان کی درخواست منظور کی اور ایسے کلمات فرمائے جو لعل وجواہر سے بھی زیادہ قیمتی اور اسرار امامت کے کاشف ہیں آپ نے فرمایا۔

"اے جنادہ! اپنے سفر کے لیے تیار ہو جاؤ اور موت آنے سے پہلے زاد سفر فراہم کر لو یہ سمجھ لو کہ تم دنیا کی طلب میں ہو اور موت تمہاری طلب میں ہے، جو دن ابھی آیا نہیں اس دن کی فکر آج نہ کرو۔ یہ بھی سمجھ لو کہ تم اپنی ضرورت سے فاضل جتنا مال حاصل کرتے ہو وہ اپنے غیر کے لیے جمع کر رہے ہو۔ یہ جان لو کہ دنیا کی حلال چیزوں میں حساب اور حرام چیزوں میں عقاب ہے اور شتبہ چیزوں میں جن کے متعلق پتہ نہ ہو کہ حلال ہیں یا حرام عقاب ہے۔ تم دنیا کو بمنزلہ مردار کے سمجھو جس طرح انتہائی مجبوری میں مردار کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے اسی طرح تم دنیا سے بس اتنا ہی لو جتنا تمہاری ضرورت کے لیے کافی ہو۔ اگر تم نے دنیا سے جو کچھ لیا حلال لیا تو بقدر ضرورت لینے کی وجہ سے تم زاہد ہو گے اور اگر حرام لیا تو تم پر کوئی باز نہ ہوگا کیونکہ تم نے اس سے اتنا ہی لیا جتنا انتہائی احتیاج کے عالم میں آدمی کے لیے مردار سے لینا جائز ہے اگر عقاب ہوگا بھی تو بہت تھوڑا ہوگا۔ تم دنیا کے لیے اس طرح سرگرم عمل رہو جیسے تمہیں ہمیشہ زندہ رہنا ہو اور آخرت کے لیے یوں عمل کرو جیسے کل ہی تمہیں مرنا ہو اور اگر تم ایسی عزت حاصل کرنا چاہتے ہو جو خاندان وقبیلہ کی مرہون منت نہ ہو اور ایسی ہیبت جو بادشاہت سے بے نیاز ہو تو خدا کی نافرمانی کی ذلت سے

ہو جاؤ تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو جو تمھارے لیے باعث زینت ہو، جو تمھاری حفاظت کرے اور جب تم اس سے مالی مدد کے طالب ہو تو وہ تمھاری مدد کرے اگر تم کچھ کہو تو وہ تمھارے قول کی تصدیق کرے اگر تم کسی پر حملہ آور ہو تو وہ اپنی ذات سے تمھارے حملہ کو اور مضبوط کر دے اور اگر تم کسی طرف ہاتھ بڑھاؤ تو وہ تمھارے ہاتھ کی درازی کو اور بڑھا دے اور اگر تم میں کوئی رخنہ پیدا ہو جائے تو وہ اس رخنہ کو پُر کر دے اور اگر تمھاری کوئی نیکی دیکھے تو اس کا چرچا کرے۔ تم اس سے مانگو تو وہ تمھیں دے اور خاموش رہو تو خود گفتگو میں پہل کرے تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو تم سے ہمدردی کرے، جس کی ایذا رسانیوں سے تم محفوظ رہو اور جس کی چالبازیوں کا تمھیں سامنا نہ کرنا پڑے اور جو مصیبت میں تمھارا ساتھ نہ چھوڑے (اعیان الشیعہ جلد ۴ صـ ۴۵)

کیا کہنا ان حکیمانہ اور وعظ و نصیحت سے بھرے ہوئے کلمات کا یہ فقرے اسی کے لب و دہن سے نکل سکتے ہیں جس نے حکیم اسلامی کی آغوش میں تربیت پائی ہو اور سرچشمہ نبوت و رسالت سے سیرابی حاصل کی ہو۔

آپ نے جنادہ کو بتایا کہ ایک کامل انسان کو اس دنیا میں کس طرح خداوند عالم کی اطاعت، نیک عمل اور روز آخرت کے لیے زاد راہ فراہم کرنا چاہیئے، کل کی فکر آج نہ ہو۔ نہ مال دنیا کے حصول کے لیے نفس کو اتنی مشقت میں ڈالنا چاہیئے جو ناقابل برداشت ہو کیونکہ ضرورت سے فاضل مال جمع کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غیر کے لیے اس فاضل مال کا خزانچی ہوگا اگر ناجائز ذرائع سے اس مال کو حاصل کیا ہے تو اس کا گناہ علیحدہ ہوگا، اس کے لیے ضروری ہے کہ ہاتھ پیر چلا کر روزی حاصل کرے سماج اور سوسائٹی پر بار نہ ہو بلکہ دنیا کے لیے اس سرگرمی سے کام کرے جیسے اسے ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہو اور آخرت کے لیے اس طرح مصروف عمل ہو جیسے کل ہی روانگی درپیش ہو اسلام نہ تو مسیحیت کی طرح دنیا سے قطع تعلق اور رہبانیت کا حکم دیتا ہے نہ یہودیوں کی طرح بالکل دنیا پر پل پڑنے کو کہتا ہے امام نے جنادہ کو بتایا کہ کیسے آدمی کو دوست بنانا چاہیئے۔ وہ دوست محاسن صفات سے متصف ہو اہم باتوں اور ضرورت کے وقتوں میں اس کا رفیق و مددگار ہو مصیبت و آفت میں اس کا ساتھ نہ چھوڑے ایسے دوست ملتے کہاں ہیں خصوصیت کے ساتھ آج کل کے پُرآشوب زمانہ میں جب کہ سبھی نفوس زہر آلود ہو چکے ہیں اچھائیاں رخصت اور اخلاق متغیر ہو چکے ہیں اور مروت نام کو باقی نہیں رہی۔

عمیر ابن اسحاق آپ کی عیادت کے لیے آئے آپ نے فرمایا جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو میرے بعد یہ موقع نہ ہوگا۔ عمیر کو گوارا نہ ہوا کہ اس کرب و اذیت کے عالم میں آپ سے سوال کریں انھوں نے عرض کیا۔

"خدا کی قسم نہیں جب تک آپ صحتیاب نہ ہو جائیں گے میں کوئی سوال نہ کروں گا۔"

میں مبتلا تھے اس کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن اب کی مرتبہ جیسا زہر مجھے پلایا گیا ہے ویسا کبھی نہیں۔ جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منھ سے باہر آرہا! (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۱۷)

اذیت و تکلیف کی شدت کے سبب آپ پر سراسیمگی طاری تھی عبادت کرنے والوں میں سے کسی نے کہا:۔

"فرزند رسولؐ! سراسیمگی کیسی؟ کیا آپ کے جد رسول اللہ! پدر بزرگوار علی مرتضٰیؑ! مادر گرامی فاطمۂ زہراؑ نہیں اور خود آپ سردار جوانان اہل جنت نہیں؟"

آپ نے مدھم لہجہ میں فرمایا:۔

"میں دو باتوں سے ہراساں ہوں، مرنے کے بعد کی منزل، اور احباب کی جدائی" (امالی صدوق ص۱۲۳)

جب آپ کی اذیت حد سے سوا ہو گئی حال دگرگوں ہوا تو آپنے سمجھ لیا کہ اس دنیا سے رخصت کا وقت آ پہونچا، آپنے اپنے بھائی امام مظلوم حضرت سید الشہداء کو بلایا اور انسے اپنی وصیتیں فرمائیں۔ حضرات اہلسنت نے آپکی جو وصیت نقل کی ہے وہ اس وصیت کے مخالف ہے جو کتب امامیہ میں منقول ہے اور امام حسنؑ کی سیرت کے مغائر بھی۔ کتب امامیہ میں آپ کی وصیت ان لفظوں میں ملتی ہے۔

"یہ وہ وصیت ہے جو حسنؑ بن علیؑ نے اپنے بھائی حسینؑ کو کی۔ حسنؑ نے وصیت کی کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ خداوند عالم وحدہٗ لاشریک ہے۔ حسنؑ خدا کا ویسا ہی عبادت گذار ہے جیسا حق ہے عبادت گذاری کا حکومت و شہنشاہی میں خدا کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ذلتوں سے محفوظ رکھنے والا ہے خداوند عالم نے ہر چیز کو ایک اندازہ کے مطابق خلق فرمایا وہ عبادت کا سب سے زیادہ سزاوار ہے اور مدح و ثنا کا سب سے زیادہ مستحق ہے جس نے خدا کی اطاعت کی وہ رستگار ہوا جس نے اُسکی نافرمانی کی وہ گنہ گار ٹھہرا جس نے اسکی طرف رجوع کیا اُس نے ہدایت پائی۔ میں تمھیں وصیت کرتا ہوں حسینؑ! اپنے ازواج و اولاد اور گھر والوں کے متعلق جنھیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ تم اُن کی خطاؤں سے درگذر کرنا ان کی نیکیوں کو قبول کرنا، تم ان کے لیے میرے جانشین اور بمنزلہ باپ کے ہونا اور تم مجھے رسول اللہ کے پاس دفن کرنا کیونکہ میں رسول اللہ اور انکے گھر کا زیادہ حقدار ہوں۔ اگر لوگ انکار کریں تو میں تمھیں خدا کی قسم اور قرابت داری اور رسول اللہ سے وابستگی و رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری وجہ سے قطرۂ خون نہ بہے یہاں تک کہ تم رسول اللہ سے ملاقات کرو، اور آپکے حضور ان لوگوں کے مظالم کی دادرسی چاہو اور آں حضرتؐ کو ان مظالم سے آگاہ کرو جو لوگوں نے ہم پر روا رکھے۔ (اعیان الشیعہ جلد ۴ ص۷۹، امالی صدوق، عیون المعجزات سید مرتضٰی، مرآۃ العقول جلد ۱ ص۲۲)

وفات ہوتا، اسلئے شریعت کی آئی کی اطاعت فرمانبرداری کا حکم، عزیزوں کی خطاؤں سے درگذر رشتہ داروں سے حسن سلوک، آپکی میت کو رسول اللہ کے پہلو میں دفن کرنے کی تاکید، کیونکہ آپ رسول اللہ کے پہلو میں آرام کرنیکے سب سے زیادہ حقدار تھے لیکن اگر دشمن سدراہ ہوں تو اسکی خاطر کشت وخون سے ممانعت امام حسنؑ خود بھی اپنی زندگی بھر ان تمام باتوں کے سختی سے پابند رہے اپنے بعد کے لیئے بھی اپنے بھائی کو انھیں باتوں کی وصیت کی۔

علامہ دینوری نے لکھا ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے آخری وقت محمد بن حنفیہ کو بلایا آپ غشی کے عالم میں تھے ان کے آنے پر آپنے غش سے آنکھیں کھولیں اور اپنے بھائی حسینؑ محمد کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

"بھائی میں تمھیں محمد کے متعلق نیکی کی وصیت کرتا ہوں یہ میرا نور نگاہ ہے۔"

پھر محمد بن حنفیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

"اے محمد میں تمھیں حسینؑ کے متعلق وصیت کرتا ہوں ان کا بوجھ بٹانا اور ان کی مدد کرنا۔

(اخبار الطوال ص۲۰۳)

اب آپ کا دم واپسین تھا احتضار کی اذیت طاری تھی آپ نے اندازہ کیا کہ اب زندگی کی صرف چند سانسیں رہ گئی ہیں، آپ نے گھر والوں سے کہا مجھے مکان کے صحن میں لے چلو تاکہ میں آسمان پر نظر کروں، اعزہ آپ کو صحن میں لائے آپنے آسمان پر نظر کی اور اپنے پروردگار سے مناجات اور تضرع وزاری کرتے ہوئے فرمایا۔

"خداوندا! میں اپنا نفس تیرے حوالے کرتا ہوں خداوندا میری موت کو سہل بنا اور تنہائی لحد کی وحشت کو دور کر۔......

معاویہ کی غداری وپیماں شکنی اور زہر خورانی کو یاد کر کے کہا۔

"خدا کی قسم واس نے کیا ہوا کوئی وعدہ پورا کیا اور نہ جو کچھ کہا تھا اس میں سچ بولا تھا (تذکرۃ الخواص ص۲۱۲، تاریخ ابن عساکر جلد ۴ ص۲۲۶، حلیۃ الاولیا جلد ۲ ص۳۸، صفوۃ الصفوہ جلد ا ص۳۲۱)

آپ برابر کلمات الٰہی کی تلاوت اور اپنے پروردگار سے مناجات اور دعائیں کرتے رہے اسی عالم میں روح نے قفس عنصری سے پرواز کی وہ ہستی دنیا سے اٹھ گئی جسکے حلم وعلم، جود وبخشش، شفقت ومحبت میں نہ پہلے کوئی نظیر گذرا نہ بعد میں [1] جنت کے جوانوں کے سردار، رسولؐ کی خوشبو اور آں حضرتؐ کی آنکھوں کی

[1] مورخین نے آپ کے سن وفات میں اختلاف کیا ہے ابن حجر (تہذیب التہذیب) اور ابن اثیر کا قول یہ ہے کہ سنہ ۴۹ھ میں انتقال کیا، تاریخ خطیب بغدادی اور الامامۃ والسیاسۃ، علامہ ابن قتیبہ میں سنہ ۵۱ھ مذکور ہے اسکے علاوہ اور بھی اقوال ہیں اسی طرح مہینہ کے متعلق بھی مورخین کا اختلاف ہے کسی نے ۵ ربیع الاول کسی نے ۲۸ صفر لکھی ہے۔ شیعوں میں ۲۸ صفر ہی مشہور ہے۔

ٹھنڈک نے دنیا سے انتقال کیا اور آپ کے انتقال کی وجہ سے دنیا تاریک ہو گئی بنی ہاشم ہی کے گھروں سے نہیں بلکہ مدینہ کے ایک ایک گھر سے چیخیں بلند ہوئیں نوحہ و ماتم کی صداؤں سے مدینہ میں تلاطم برپا ہو گیا ابو ہریرہ چیختے ہوئے مسجد کی طرف دوڑے۔

لوگو! روؤ کہ آج رسول اللہ کا پیارا مر گیا (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۰۱ تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

ابو ہریرہ کے ان کلمات نے ہر ایک کے دل ہلا دیئے سینے غم سے گھٹ گئے ہر شخص چیختا چلاتا نوحہ و ماتم کرتا آپ کے گھر کی طرف دوڑا سب کے دل اس عظیم ترین ذات کے اُٹھ جانے پر سینوں سے نکلے پڑتے تھے جو اُن کی جائے پناہ، مصیبتوں میں ڈھارس اور آفتوں میں سہارا تھی۔

امامؑ کی تجہیز و تکفین

امام حسینؑ بھائی کے غسل و کفن میں مصروف ہوئے، عبداللہ بن عباس، عبدالرحمان بن جعفر، علی بن عبداللہ ابن عباس نے ہاتھ بٹایا۔ امام مظلوم نے بادل گریاں غسل دیا، کفن پہنایا اور ان مراحل سے فارغ ہو کر نماز کے لیئے جنازہ مسجد رسول کی طرف لے چلے۔ (اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۸۰)

جنازہ میں اژدحام

امام حسنؑ کے جنازہ کی ایسی مشایعت ہوئی اور اتنا اژدحام تھا جس کے ساتھ جس کی نظیر آج تک مدینہ میں دیکھی نہ گئی مدینہ کے آس پاس جو آبادیاں تھیں وہاں بھی خبر پہنچ گئی تھی جس نے بھی سنا وہ جنازہ میں شرکت کے لیئے دوڑا ہوا آیا (تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۲۲۶)

مشایعت جنازہ کرنے والوں کی کثرت کے متعلق ثعلبہ بن مالک کا فقرہ ہے۔

جس دن امام حسنؑ نے انتقال کیا اور بقیع میں دفن ہوئے میں موجود تھا لوگوں کا اتنا اژدحام تھا کہ اگر سوئی گرائی جاتی تو کسی انسان کے سر ہی پر گرتی (اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۲)

نماز میت

امامؑ کے بیت الشرف سے جنازہ کاندھوں پر مسجد نبوی میں لے جایا گیا تمام معززین و اشراف مدینہ جنازہ کا حلقہ کیئے ہوئے تھے، میت مسجد میں رکھی گئی اور امام حسینؑ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی تمام صحابہ اور مومنینؑ نے آپ کی اقتدا کی۔

علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ امام مظلوم نے سعید بن عاص سے نماز پڑھانے کو کہا اور فرمایا اگر یہ دستور نہ ہوتا تو میں تمھیں کبھی آگے نہ کرتا (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۸)

بنی امیہ بنی ہاشم میں جیسے باہمی تعلقات تھے اُن کو دیکھتے ہوئے یہ قول انتہائی بعید از صحت ہے۔ بنی امیہ نے کونسے مظالم ایسے تھے جو امام حسنؑ اور آپ کے پدر بزرگوار پر نہ ڈھائے لہذا یہ کیونکر ممکن تھا کہ امام مظلوم بنی امیہ کے ایک نمودار شخص کو نماز کے لیئے آگے کرتے۔ صحیح یہ ہے کہ امام حسنؑ کے جنازہ میں بنی امیہ کا کوئی شخص شریک نہ ہوا صرف سعید بن عاص شریک ہوئے تھے (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۳)

ہو۔ بنی امیہ جو ہمیشہ ہی سے بنی ہاشم کے جانی دشمن تھے اس موقع پر ایک جلہ ہو کر فتنہ و فساد پر تل گئے اُنھیں غم و غصہ اس بات کا تھا کہ اُن کے خاندان کے چشم چراغ حضرت عثمان یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہوئے لہٰذا آج وہ امام حسنؑ کو اپنے نانا کے جوار سے محروم کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے انھوں نے مل کر چیخنا شروع کیا۔

"بہت سے ہنگامے امن و سکون کی فضا سے بہتر ہوتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عثمان تو مدینہ کے بالکل آخری سرے پر دفن ہوں اور حسنؑ اپنے نانا کے پاس، مدفون ہوں"

مروان بن حکم اور سعید بن عاص دوڑے ہوئے حضرت عائشہ کے پاس آئے۔ معظمہ کے متعلق سبھی کو معلوم تھا کہ اہل بیت سے انھیں کس درجہ عداوت و خصومت تھی۔ اُنھوں نے کبھی دختر پیغمبر جناب فاطمہؑ اور اُن کے بچوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ مروان و سعید نے کہا۔

"ام المومنین! حسینؑ چاہتے ہیں کہ اپنے بھائی حسنؑ کو پیغمبر کے پاس دفن کریں۔ بخدا اگر حسنؑ دفن ہو گئے تو آپ کے باپ ابوبکر اور اُنکے رفیق حضرت عمر کا فخر قیامت تک کیلئے مٹ جائے گا"

عداوت و خصومت پہلے ہی سے تھی اس فقرے نے اور آگ لگا دی وہ روک تھام کے لئے اسی طرح بے تابانہ اُٹھ کھڑی ہوئیں جس طرح امیر المومنینؑ کے خلیفہ ہونے کی خبر سنکر جنگ جمل کے لئے نکل کھڑی ہوئی تھیں انھوں نے مروان سے پوچھا:۔

مجھے اس موقعہ پر کیا کرنا چاہئیے

مروان نے کہا آپ فوراً وہاں پہونچیے اور دفن ہونے سے روکیے۔

حضرت عائشہ[1] فوراً اُٹھ کھڑی ہوئیں ایک "خچر" لایا گیا جس پر سوار ہو کر جنازہ کے قریب پہونچیں اور لوگوں کو مخاطب کر کے بولیں۔

"میرے گھر میں ایسے کو داخل نہ کرو جسے میں پسند نہیں کرتی۔ جس کا میرے گھر میں دفن ہونا میری پیشانی خاک میں ملا دے گا"

حضرت عائشہ نے اسکی بھی پروانہ کی کہ ان کا یہ اقدام اور ایسے سخت کلمات مسلمانوں کی خونریزی کا سبب ہوں گے اور مسلمانوں میں شدید افتراق و انتشار پیدا ہو جائے گا مگر ان باتوں کی اُن کی نظروں میں شروع ہی سے کوئی اہمیت نہ تھی جنگ جمل میں جب اُنھوں نے ہزاروں ہزار مسلمانوں کے گلے

---

[1] حضرت عائشہ کے اس معاندانہ طرز عمل اور جوار رسولؐ میں دفن امام حسنؑ مانع ہونے کو بہتیرے مورخین نے ذکر کیا ہے دیکھئے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۸، تذکرہ خواص سبط ابن جوزی صفحہ ۱۲۲، تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ تاریخ ابو الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۹۲، روضۃ الواعظین ابو علی نیشاپوری صفحہ ۱۴۳ الخرائج والجرائح صفحہ ۲۳۲، مقاتل الطالبین صفحہ ۵۲

لتوا دیئے اور دل پر میل نہ آیا تو اس موقع پر مسلمان اگر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگتے تو کیا پرواہ تھی اس فقرہ "میرے گھر میں ایسے کو داخل نہ کرو جسے میں پسند نہیں کرتی ہوں" کی درشتی وسختی و دہشت کی انتہا نہیں رہتی کون پوچھے جناب معظمہ سے کہ آخر انھیں کیوں امام حسنؑ سے عداوت تھی جو رسول اللہ کے سب سے زیادہ چہیتے تھے کیا انھوں نے پیغمبرؐ کا یہ ارشاد نہیں سنا تھا۔ اللھم انی احبہ واحب من یحبہ خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں اور اسے بھی دوست رکھتا ہوں جو اسے دوست رکھے۔ امام حسنؑ کی جو منزلت پیغمبرؐ کی نگاہوں میں تھی جو خصوصی وابستگی اور تعلق خاطر پیغمبرؐ کو آپ کی ذات سے تھا حضرت عائشہ سے بڑھ کر کون اس سے واقف ہو سکتا ہے پھر آخر وہ کیوں انھیں ناپسند کرتی تھیں اور پھر یہ گھر ان کا ہو ہی کہاں سے گیا کیا انھیں کے باپ حضرت ابو بکر نے یہ حدیث نہیں بیان کی تھی کہ "ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے" جب پیغمبر کسی کو اپنا وارث بنا ہی نہیں سکتے تھے تو پھر یہ مکان اُن کا اپنا مکان کیسے ہو گیا کہیں یہ بات تو نہیں کہ حضرت ابو بکر والی حدیث صرف فاطمہ سے مخصوص تھی صرف انھیں کو محروم کرنے کے لیے یہ حدیث بنائی گئی تھی اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ بیوی تو پیغمبرؐ کی میراث پا سکتی تھی مگر بیٹی کو میراث پانے کا کوئی حق نہ تھا تو حضرت عائشہ ہی ایک اکیلی زوجہ پیغمبرؐ تو تھیں نہیں پیغمبرؐ ۹ بیویاں چھوڑ کر مرے تھے حضرت عائشہ کا زیادہ سے زیادہ بہترواں حصہ ہو سکتا تھا کہنے والے نے اسی زمانہ میں کہہ دیا تھا۔

لک التسع من الثمن   وبالکل تملکت

آپ کا حصہ آٹھویں حصہ کا نواں حصہ ہے یعنی ۷۲ واں اور آپ سب کی مالک بن بیٹھیں

استاذ سعید الافغانی اپنی کتاب عائشہ والسیاستہ میں حضرت عائشہ کے موقف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"علیؑ سے عائشہ کے مغائرانہ سلوک کی حد یہ تھی کہ وہ ان کے فرزندوں حسنؑ وحسینؑ سے کبیدہ خاطر رہتیں چنانچہ آپ حسنؑ وحسینؑ سے پردہ کرتیں حالانکہ یہ دونوں اُن کے محرم تھے یہ دونوں اُن کے شوہر پیغمبر خدا کے نواسے تھے نہ عائشہ اُن کے لئے حلال تھیں اور نہ یہ دونوں عائشہ کے لئے حلال تھے۔ دنیا جانتی ہے کہ کسی مرد کی بیوی نہ تو اُس کے لڑکے کے لئے جائز ہے نہ پوتے کے لئے نہ نواسے کے لئے۔ یہ بات حضرت عائشہ بہت اچھی طرح جانتی تھیں پھر بھی وہ اُن سے پردہ کرتیں اور اگر کبھی بات بھی کرنا ہوتی تو پردہ کے پیچھے سے کرتیں۔ اُن سے انتہائی دوری اور بے تعلقی کو ظاہر کرنے کے لئے۔ اسی واقعہ پر عبداللہ بن عباس کہا کرتے حسنؑ وحسینؑ کا عائشہ کے سامنے آنا جائز تھا۔ علیؑ کی وفات اور حکومت سے کنارہ کشی کے بعد حسنؑ کی آخری خواہش یہ تھی کہ اپنے نانا کے پاس دفن ہوں یہ تمنا اُن کی کوئی ناجائز تمنا نہ تھی انھیں

نسب قریبی رشتہ دار تھے پیغمبرؐ کے لیکن سیاسی ہوا و ہوس نہ تو حق کے آگے جھکتے ہیں اور نہ کسی منطق کے آگے۔ (عائشہ والسیاسۃ ص۱۱ مطبوعہ مصر)

حضرت عائشہ کا یہ اقدام کس حد تک مناسب تھا اس میں شاید ہی کسی مسلمان کو شک و شبہ ہو امیر المومنینؑ اور آپ کے فرزندوں کی عداوت جو اپنے سینہ میں چھپائے ہوئے تھیں ایک مرتبہ پھر منظر عام پر آ گئی۔ محمد ابن حنفیہ سے عائشہ کا یہ سلوک برداشت نہ ہو سکا غیظ و غضب میں بھر کر بولے۔

"اے عائشہ ایک دن اونٹ پر ایک دن خچر پر۔ آپ اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ پاتیں اور نہ بنی ہاشم کی عداوت روکے رکھتی ہے"

حضرت عائشہ بجائے اس کے کہ اسکا کوئی جواب دیتیں انھوں نے محمد ابن حنفیہ اور اُن کے بھائیوں میں پھوٹ ڈالنے کی نیت سے کہا۔

"یہ بنی فاطمہ تو کچھ بولتے نہیں"

امام حسینؑ پر حضرت عائشہ کی اصل نیت مخفی نہ رہ سکی آپ نے اُن کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ محمدؐ کو فاطمیوں سے الگ کرنا چاہتی ہیں حالانکہ انھیں تین تین فاطمہ نے جنم دیا ہے، فاطمہ بنت عمران بن عائذ بن مخزوم، فاطمہ بنت اسد بن ہاشم اور فاطمہ بنت زائدہ نے"

حضرت عائشہ نے بپھر کر کہا۔

"ہٹاؤ اپنے اس فرزند کو اور اپنے گھر لیجاؤ تم جھگڑالو قوم ہو۔ (اعلام الوریٰ فی اعلام الہدیٰ ص۱۲۶)

محمد بن ابی بکر کے صاحبزادے قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ کے اس طرز عمل پر اُن کی سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

"پھوپھی جان ابھی تک ہم جمل احمر کی لڑائی کا داغ اپنے سر سے نہ دھو سکے اب آپ چاہتی ہیں کہ خچر کی لڑائی لوگ کہنے لگیں۔ (تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص۲۰۰)

ابن عباس نے غضبناک ہو کر کہا۔

ہائے رے خرابی، ہائے رے ذلت و خواری ایک دن خچر پر ایک دن اونٹ پر آپ خدا کے نور کو بجھانا چاہتی ہیں اولیاء خدا سے آمادہ قتال ہیں۔؟

پھر مروان کی طرف مڑ کر کہا۔

مروان تم جہاں سے آئے ہو وہیں واپس جاؤ۔ ہم حسنؑ کو اُن کے نانا کے پہلو میں دفن کرنے کے در پے نہیں صرف پیغمبرؐ کی تجدید زیارت کیلئے جانا چاہتے ہیں، دفن تو ہم کرینگے جناب فاطمہ بنت اسد کے پاس کیونکہ امام حسنؑ کی وصیت ہی یہی تھی۔ اگر امام حسنؑ اس کی وصیت کیے ہوتے کہ انھیں ان کے نانا ہی کے پاس

(اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۔ "ابن عباس سے مراد یہاں حبر الامۃ عبداللہ بن عباس نہیں بلکہ جناب عباس کے ایک فرزند ہیں، عبداللہ بن عباس تو امام حسنؑ کی شہادت کے موقع پر دمشق میں تھے)

ابوہریرہ یہ منظر دیکھ کر چلائے۔

بتاؤ تو سہی اگر جناب موسیٰ بن عمران پیغمبر کا کوئی فرزند مرجاتا تو کیا وہ اپنے باپ (جناب موسیٰ) کے پاس دفن نہ ہوتا میں نے رسول خدا کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ حسنؑ وحسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

مروان ابوہریرہ کے اس فقرہ سے کھول اٹھا اس نے بگڑ کر کہا۔ رسول اللہ کی حدیثیں ضائع گئیں (اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۔ مستدرک امام حاکم میں بھی اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔

بنی ہاشم نے جب بنی امیہ کی یہ کیفیت دیکھی کہ وہ آمادہ شر و فساد ہیں اور امام حسنؑ کو جوار رسولؐ میں دفن نہیں ہونے دینا چاہتے تو وہ لڑنے بھڑنے پر تل گئے سب ایک جگہ سمٹ کر اکٹھا ہو گئے کچھ لوگوں نے چاہا کہ حملہ کر دیں امام حسینؑ نے یہ کیفیت دیکھی آپ نے آگے بڑھ کر ہاشمیوں کو روکا اور فرمایا۔

" خدا کا واسطہ تمھیں اے بنی ہاشم! میرے بھائی کی وصیت ضائع نہ کرو جنازہ قبرستان بقیع کی طرف لے چلو۔ میرے بھائی حسن مجھے قسم دے گئے تھے کہ اگر جوار رسولؐ میں میری میت دفن کرنے میں مزاحمت کیجائے تو میں کسی سے جھگڑا تکرار نہ کروں اور انھیں بقیع میں لے جاکر مادر گرامی کے پہلو میں دفن کروں"

پھر آپ نے بنی امیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

اگر میرے بھائی حسن مجھے تاکید نہ کر گئے ہوتے کہ ان کے لیے کوئی قطرہ خون نہ بہے تو تمھیں اچھی طرح پتہ چل جاتا کہ خدا کی تلواریں کہاں اپنی جگہ بناتی ہیں تم نے اس عہد کو توڑ ڈالا جو ہمارے درمیان قرار پایا تھا اور وہ تمام شرطیں خاک میں ملا دیں جن کا ہم نے اپنے لیے تم سے اقرار لیا تھا۔

شیعہ مورخین کا کہنا ہے کہ اس موقع پر حضرت عائشہ نے بنی امیہ کو حکم دیا کہ وہ امام حسنؑ کے جنازہ پر تیر برسائیں انھوں نے اس کثرت سے تیر باری کی کہ ستر تیر جنازہ میں پیوست ہو گئے جو کھینچکر نکالے گئے (ناسخ التواریخ وغیرہ) حضرت عائشہ کو امیرالمومنینؑ اور ان کی اولاد سے جو بغض و عناد تھا اس کو دیکھتے ہوئے بعید بھی نہیں کہ ایسا ہوا ہو۔

پھر جنازہ قبرستان بقیع میں لایا گیا اور جناب فاطمہ بنت اسد کے پہلو میں یہ مجسمہ حلم و کرم اور سرچشمہ فضائل و کمالات ہمیشہ کے لیے سپرد خاک کر دیا گیا (کفایۃ الطالب صفحہ ۳۶۸)

قبر کے کنارے

امام مظلوم قبر کے کنارے کھڑے ہوئے آنکھوں سے سیل اشک جاری دل سینہ میں بے قابو اس صدمہ عظیم پر ماتم کرتے ہوئے فرمایا۔

[illegible] الٰہی کو مقدم رکھتے تھے اور دنیا
کے بڑے بڑے مفادوں پر حقارت کی نگاہ ڈالتے تھے اور ان سے اس ہاتھ کو جو پاک صاف رہا کھینچے رہتے تھے اور آپ اپنے مخالفین کے غیظ و غضب کو آسانی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کر جاتے تھے اور کیوں نہ ہوتا اسلیئے کہ آپ خاندان رسالت کے نبوت اور حکمت کے دودھ سے پرورش یافتہ تھے آپ کو راحت و نعیم اُخروی مبارک ہو اللہ ہمکو اور تھیں اے مسلمانوں اُن کے غم میں اجر و ثواب کا حقدار بنائے اور ہم سب کو صبر و سکون کرامت فرمائے۔"

(عیون الاخبار ابن قتیبہ)

امام مظلوم کی طاقت برداشت جواب دے گئی قبر کے کنارے بیٹھ گئے آنسوؤں سے بھائی کی قبر کو تر کرتے ہوئے دیر تک دلدوز مرثیہ پڑھا کیئے۔

محمد ابن حنفیہ نالاں و گریاں سراسیمہ و مضطرب قبر کے پاس آئے اور فریاد کی۔

"خدا آپ پر اے ابو محمد رحم کرے آپ کی زندگی ہمارے لیئے باعث عزت و طاقت تھی آپ کی وفات سے وہ طاقت جاتی رہی بہترین روح وہ روح تھی جسنے آپ کے جسم مبارک کو آباد کیا اور بہترین جسم وہ جسم جسے آپ کا کفن لپیٹے ہوئے ہے اور بہترین کفن وہ کفن ہے جسے آپ کی لحد اپنی آغوش میں سموے ہوئے ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ ہدایت کے جوہر اور ارباب تقویٰ کے حلیف اور اصحاب کسا کی پانچویں فرد ہیں آپ کے نانا محمد مصطفےٰ تھے آپ کے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ اور مادر گرامی فاطمۂ زہرا تھیں آپ کے عم نامدار جعفر طیار ہیں حق کے ہاتھوں نے آپ کو غذا دی اسلام کی آغوش میں آپ پلے بڑھے ایمان کے سینہ سے شکم سیر ہوئے آپ زندگی میں بھی پاک و پاکیزہ رہے اور مرنے کے بعد بھی۔ آپ اور آپ کے بھائی سردار ہیں جوانان اہل جنت کے اے ابو محمد آپ پر ہم لوگوں کی طرف سے سلام ہو۔

(زہر الآداب جلد ا صفحہ ۵۵، تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

دفن سے فراغت کے بعد مسلمانوں کے ہجوم امام مظلوم کے پاس تعزیت کے لیئے آتے اس عظیم ترین مصیبت پر اپنے رنج و ملال کا اور امام مظلوم سے اپنی دلی ہمدردیوں کا اظہار کرتے امام مظلوم ان کے کلمات تعزیت کا مناسب لفظوں میں شکریہ ادا کرتے۔

عالمگیر ماتم

جہاں جہاں امام مسموم کی خبر شہادت پہونچی وہاں کا ہر چھوٹا بڑا تھرا اٹھا مسلمانوں کے سردار امام اور واحد جائے پناہ کی موت نے ہر گھر میں صف ماتم بچھا دی آپ کے مرنے سے تمام عرب اور جملہ اہل اسلام ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

[illegible]

...انتقال کیا۔ (مقاتل الطالبین جلد ا صفحہ ۶۸)

ہم یہاں اُن اسلامی شہروں کا ذکر کرتے ہیں جہاں امام مسموم کی خبر شہادت نے تلاطم برپا کیا اور حزن واندوہ کی فضا طاری کر دی۔

۱۔ مدینۂ منورہ

مدینہ منورہ اسلامی مرکز میں امام مسموم کے انتقال کی خبر عام ہوتے ہی تمام بازار بند ہو گئے۔ مردوں اور عورتوں نے سات دن تک آپ پر گریہ کیا۔ بنی ہاشم کی عورتیں ایک مہینہ تک نوحہ و ماتم کرتی رہیں اور سال بھر تک سب نے سیاہ لباس پہنے۔ (مستدرک امام حاکم ج ۳ صفحہ ۱۷۳، اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۱، اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۸۰)

۲۔ مکۂ معظمہ

مکہ کی بھی یہی کیفیت رہی جیسے ہی وہاں خبر انتقال پہونچی لوگوں نے اپنی دوکانیں بند کر دیں خرید و فروخت موقوف ہو گئی، سات دن تک مردوں اور عورتوں نے آپ پر گریہ کیا۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۴۳)

۳۔ بصرہ

بصرہ میں یہ سنانی عبداللہ بن سلمہ نے پہونچائی اُس نے وہاں کے حاکم زیاد بن سمیہ کو مطلع کیا حکم بن ابی العاص ثقفی بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا وہ یہ خبر سن کر باہر نکلا اور لوگوں کو آگاہ کیا سنتے ہی رونے چلانے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ زیاد کے بھائی ابو بکرہ نے بھی یہ چیخ و فریاد سنی وہ ان دنوں بیمار تھے اُنھوں نے اپنی بیوی میسہ بنت سخام سے پوچھا۔

یہ کیسا شور و غل ہے

اُس نے جواب دیا۔ حسنؑ بن علیؑ نے انتقال کیا خدا کا شکر کہ اُس نے لوگوں کو اُن کی طرف راحت بخشی۔

ابو بکرہ نے کہا۔

خاموش رہو تمھارا ناس ہو۔ خداوند عالم نے بہت سے شر سے حسنؑ کو راحت بخشی اور اُن کے اُٹھ جانے کی وجہ سے لوگ بہت سے خیر سے محروم ہو گئے خدا رحمت نازل کرے حسنؑ پر (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۷)

بصرہ کے شاعر جارود بن ابی سبرہ نے آپ کا مرثیہ کہا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صفحہ ۱۶)

۴۔ کوفہ

کوفہ میں آپ کی خبر شہادت نے قیامت کا اثر کیا سب کے دل تھرا اُٹھے ڈاڑھیں مار مار کے لوگ

کہ ہم سے بڑی خطائیں ہوئیں، ہم نے اُنکے حق کو نہ پہچانا اور اُن کی حمایت و نصرت پر کمر بستہ نہ ہوئے بڑے بڑے شاعروں نے مرثیے لکھکر اپنے گہرے رنج و ملال اور دلی جذبات کا اظہار کیا جیسے سلیمان بن قتہ اور قیس بن عمر مشہور بہ نجاشی جو کوفہ کے ممتاز و مشاہیر افراد تھے۔

معزز شیعیان کوفہ نے سلیمان بن صُرد خزاعی کے گھر میں مجتمع ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں ایک نوشتہ لکھا جس میں اس صدمۂ عظیم پر اپنے حزن و اندوہ کا اظہار کیا گیا تھا آپ کو تعزیت ادا کی گئی تھی اور اپنی وفاداری و خلوص اور اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا گیا تھا۔ خط کی عبارت یہ تھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسینؑ ابن علیؑ کی طرف اُن کے اور اُنکے پدر بزرگوار امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے شیعوں کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔ ہم آپکے اس خدا کی حمد بیان کرتے ہیں جو معبود حقیقی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد ہمیں امام حسنؑ کی خبر شہادت پہونچی۔ سلام ہو اُن پر جسدن وہ پیدا ہوئے اور جس دن اُنھوں نے انتقال کیا اور جس دن وہ زندہ مبعوث ہوں گے خداوند عالم اُنکی مغفرت فرمائے ان کی نیکیوں کو قبول کرے۔ اُنھیں پیغمبرؐ سے ملائے اور اس مصیبت میں آپکے اجر و ثواب میں اضافہ کرے۔ ان کے بعد آپ جس صدمۂ عظیم سے دوچار ہوئے ہیں خداوند عالم اس صدمہ کو کم کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور آپکے لیئے اور شیعوں کے لیئے وصی پیغمبرؐ کے فرزند اور نواسۂ رسولؐ (امام حسنؑ) کی شہادت کتنی سخت مصیبت ہے۔ وہ حسنؑ جو ہدایت کا نشان اور شہروں کا نور تھے جن سے دین کو قائم کرنے اور صالحین کی سیرت کے اعادہ کی امیدیں وابستہ تھیں آپ پر جو یہ سخت مصیبت پڑی ہے اس پر صبر کیجیئے یقیناً یہ صبر بہت سخت و دشوار ہے، آپ اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں جو بھی آپ کی پیروی کرے گا خداوند عالم اُسکی ہدایت فرمائے گا۔ ہم آپ کے شیعے ہیں، آپکی مصیبت، ہماری مصیبت، آپ کا غم ہمارا غم اور آپکی خوشی ہماری خوشی ہے۔ ہم آپ کی سیرت کے پیرو اور آپکے حکم کے منتظر ہیں۔ خداوند عالم آپ کے سینہ کو کشادہ آپ کے ذکر کو بلند آپ کے اجر کو عظیم فرمائے اور آپ کا حق آپ پر پلٹائے۔ والسلام

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۰۳)

معاویہ کی مسرّت

معاویہ بڑی بےچینی اور قلق و اضطراب کے ساتھ مدینہ کی خبروں کے منتظر تھے ہر لحظہ اُنھیں قاصد کے آنے کا انتظار تھا۔ اُنھوں نے مدینہ کے عامل کو بہت سخت تاکید کر رکھی تھی کہ امام حسنؑ کی حالت سے روزانہ خبر دیتے رہو جب اُنھیں امامؑ کے انتقال کی خبر ملی تو اپنی انتہائی مسرّت کو چھپا نہ سکے یہاں تک کہ سجدے میں گر پڑے اور با آواز بلند تکبیر کہی، اُن کے ساتھ قصر خضراء میں جتنے لوگ موجود تھے اُنھوں نے بھی نعرہ

[illegible] فاختہ بنت قرظہ نے یہ تکبیر کی آواز سنی تو بلندی سے کھڑکی سے جھانکا دیکھا معاویہ خوشی سے دیوانے ہو رہے ہیں پوچھا۔

خدا آپ کو خوش رکھے یہ کونسی خبر آئی ہے جس پر آپ اتنے خوش ہو رہے ہیں۔

معاویہ نے کہا حسنؑ مر گئے۔

فاختہ نے اناللہ کہا رونے لگی اور کہا:۔

مسلمانوں کے سردار اور دختر رسولؐ کے فرزند نے انتقال کیا۔ (مروج الذہب جلد ۲ صـ۳۰۵)

معاویہ کو بڑی حیرت تھی کہ ہم نے جو زہر حسنؑ کے لیئے بھیجا تھا وہ کتنا سریع الاثر نکلا اُنھوں نے کہا:۔

بڑا تعجب ہے حسنؑ پر اُنھوں نے شہد کا شربت پیا اور جاں بحق ہو گئے۔ (استیعاب جلد ۱ صـ۱۴۴)

مقدام بن معدی بن کرب جو شیعیان امیرالمومنین سے تھے معاویہ کے پاس آئے معاویہ نے امام حسنؑ کی موت پر اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا:۔

"مقدام تمہیں معلوم ہے حسنؑ ابن علیؑ مر گئے؟"

مقدام نے اناللہ کہا اور رونے لگے۔ معاویہ اُنکی طرف مڑے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑتی تھی اور مسکراہٹ لبوں پر رقصاں تھی از راہ تمسخر پوچھا:۔

"کیا تم حسنؑ کی موت کو مصیبت سمجھتے ہو؟"

مقدام نے کہا:۔

"میں کیوں نہ اُن کی موت کو مصیبت سمجھوں حضرت پیغمبر خداؐ نے اُنھیں اپنی آغوش میں لے کر کہا تھا یہ حسنؑ مجھ سے ہے اور حسینؑ علیؑ سے" (کفایۃ الطالب صـ۲۶۶)

معاویہ کی مسرتوں کا ٹھکانہ نہ تھا اس لیئے کہ اُنکی امید پوری ہوتی نظر آرہی تھی، اُن کے خوابوں کی تعبیر سامنے تھی اب اُنھیں موقع تھا کہ اس اسلامی حکومت کو اپنی خاندانی میراث بنالیں اور اپنے بعد کے لیئے اپنی اولاد کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کر جائیں۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس جو اُن دنوں شام ہی میں مقیم تھے۔ معاویہ کے پاس آئے جب آکر بیٹھ چکے تو معاویہ نے مسرت سے بھرپور لہجہ میں کہا:۔

"ابن عباس! حسنؑ مر گئے۔

"ہاں وہ انتقال کر گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اُن کے مرنے کی خبر سنکر بڑی مسرت و خوشی ظاہر کی ہے۔ خدا کی قسم اُن کے جسم نے تمہاری

اگر آج ہم ان کی جدائی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں تو اس سے پہلے ہم ایسے بزرگ کی جدائی کی مصیبت میں مبتلا ہو چکے ہیں جو حسنؑ سے بہتر تھے یعنی رسول خداؐ۔ خداوند عالم نے آں حضرتؐ کی مصیبت کے اثر کو کم کیا اور اُن کا ایسے کو جانشین بنایا جو بہترین جانشین تھا۔

اس کے بعد ابن عباس پھُوٹ پھوٹ کر رونے لگے ان کے ساتھ وہ تمام افراد بھی روئے جو معاویہ کے دربار میں موجود تھے۔ معاویہ نے بھی ریاکاری کے طور پر رونے والوں کی صورت بنائی اس دن جیسا کہرام پھر کبھی نہیں دیکھا گیا۔ معاویہ نے ابن عباس کی طرف مُڑ کر پوچھا۔

ابن عباس حسنؑ نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔

معاویہ کے اس فقرہ میں جو شماتت پوشیدہ تھی ابن عباس سے پوشیدہ نہ رہی انھوں نے برجستہ کہا۔

— ہم سب کے سب چھوٹے تھے بعد میں بڑے ہوئے۔

— حسنؑ کی عمر کیا تھی۔

— حسنؑ کی شان اس سے بلند تر ہے کہ اُن تاریخ پیدائش کسی کو نہ معلوم ہو۔

معاویہ کچھ دیر خاموش رہے پھر یہ ٹوہ لینے کے لیے کہ امام حسینؑ کی طرف ابن عباس کا کتنا میلان ہے کہا:۔

"ابن عباس اب تو تم ہی بنی ہاشم کے سردار ہو"

ابن عباس معاویہ کا مقصد سمجھ گئے کہا:۔

جب تک حسینؑ زندہ ہیں تب تک کوئی سوال نہیں۔

معاویہ نے حسب عادت چاپلوسی کرتے ہوئے کہا۔

خدا تمھارا بھلا کرے ابن عباس۔ میں نے جب بھی تم سے کوئی بات کہی تمھیں تیار پایا۔

(الامامت والسیاست جلد ۱ ص ۱۴۴، عقد فرید جلد ۲ ص ۲۹، محاضرات جلد ۲ ص ۲۲۴، حیاۃ الحیوان جلد ۱ ص ۵۸، تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۹۴)

٤٧٠٩٦

فہرست مضامین

	صفحہ
مقدمہ	۳
از حجۃ الاسلام آقا شیخ محمد حسن آل کاشف الغطاء آثراہ	
دیباچہ	۱۶
از مصنف	
اجتماع نورین	۲۲
ولادت باسعادت	۳۰
زمانۂ طفولیت	۳۳
پیغمبرؐ کی محبت وشفقت اور تعظیم وتکریم	۳۵
عظیم ترین مصیبت وفات پیغمبرؐ	۴۴
عہد ابی بکر وعمر میں	۵۳
وفات جناب سیدہ	۶۱
استخلاف عمر	۶۵
شوریٰ	۶۶
عہد عثمان میں	۶۸
امام حسنؑ کے اخلاق وکمالات	۸۳
بلند اخلاق	۸۳
جود وسخا	۸۶
زہد وتقویٰ	۹۱
ہیبت ووقار	۹۳
فصاحت وبلاغت	۹۴
عہد امیر المومنینؑ میں	۹۵
جنگ جمل کی خدمات	۹۹

	صفحہ
مملکت اسلامیہ پر معاویہ کی غارتگری	۱۶۲
امیر المومنینؑ کی شہادت	۱۶۵
بیعت خلافت	۱۷۳
قبول خلافت	۱۷۹
بیعت عام	۱۸۰
سلطنت کا استحکام	۱۸۱
تاریخی لغزشیں	۱۸۲
مسعودی ۔ فرید وجدی ۔ خضری	
ڈاکٹر طٰہٰ حسین	۱۸۳
کوفہ کی حالت	۱۸۴
اموی گروہ	۱۸۵
خوارج	۱۸۶
شکاکون ۔ الحمرا	۱۸۷
سرد جنگ	۱۸۸
جاسوسوں کا تقرر ۔ نمودار افراد کو خطوط	۱۸۹
معاویہ سے خط وکتابت	۱۹۰
اعلان جنگ	۱۹۹
عبید اللہ بن عباس کا تقرر اور اسکے وجوہ واسباب	۲۰۳
تعداد لشکر	۲۰۷
لشکر والوں کی کیفیت	۲۰۸
شیعہ ۔ خوارج	۲۰۸
[illegible] سرداران قبائل کے حوالے [illegible]	[illegible]

	صفحہ
تاریخی لغزشیں	۲۱۱
حاکم نیشاپوری - یعقوبی - ابن کثیر - طٰہٰ حسین	۲۱۲
مدائن میں	۲۱۳
جنگ کی ناگواری	۲۱۸
سربرآوردہ افراد کو رشوت	۲۱۹
رشوت کا اثر	۲۲۰
لوٹ	۲۲۱
تکفیر ناگہانی حملہ	۲۲۲
نازک صورت حال	۲۲۳
اسباب صلح	۲۲۶
ناقد بن صلح صفدی	۲۲۶
ڈاکٹر فلپ حتی - علائلی - روایت م ڈونلڈس	۲۲۷
لامنس	۲۲۸
ناکارہ لشکر	۲۲۹
جماعت بندی - علوی جماعت - اموی جماعت	۲۳۰
خوارج کی جماعت	۲۳۱
لشکر کی تھکن - متواتر لڑائیاں - مال غنیمت سے محرومی	۲۳۲
قابل اعتماد لوگوں کی کمی - صلح کی اپیل	۲۳۴
عبید اللہ بن عباس کی خیانت	۲۳۵
معاویہ کی دولت	۲۳۶
جھوٹے پروپگنڈے	۲۳۷
دشمن کی طاقت	۲۳۸
اندھی فرمانبرداری	۲۳۸
سادہ لوحی	۲۳۹
یگانگت اور یکرنگی - فوجی طاقت	۲۴۰
سازشی افراد - مال وزر	۲۴۱

	صفحہ
مصلح المسلمین	۲۴۳
سیاست اہلبیت	۲۴۵
سیاست ہے کیا؟	۲۴۵
خلافت کی قیمت - جذبۂ تفوق و برتری کا خاتمہ	۲۴۶
مکر و فریب کی حرّیت	۲۴۷
گمراہوں کا اخراج - خوف و ہراس پھیلانے سے اجتناب	۲۴۸
عام آزادی - فوجی خدمات	۲۴۹
مال و دولت	۲۵۰
مساوات	۲۵۳
رشوت کی حرمت	۲۵۴
معاویہ کے احسان مند نے - گریز	۲۵۶
مدائن کے واقعات	۲۵۷
عصمت	۲۵۷
معاویہ کی بے نقابی	۲۶۰
جاہلیت میں معاویہ کا گھرانہ	۲۶۰
ابوسفیان اسلام لانے کے بعد	۲۶۳
معاویہ	۲۶۶
پیغمبرؐ کی عداوت	۲۷۰
حدود شریعت کی بربادی - سود خواری	۲۷۱
نماز عیدین میں اذان - نماز عیدین کے پہلے	
خطبہ - حالت احرام میں خوشبو کا استعمال -	
سونے چاندی کے برتن کا استعمال	۲۷۲
ریشمی لباس کا استعمال - غصب اموال مسلمین	
دین و عقائد کی خریداری	۲۷۳
بے حیائی و بد اخلاقی	۲۷۴
خدا و رسولؐ پر افترا	۲۷۶

	صفحہ
مسلمانوں کی ناراضی یونس بن عبید - عبدالرحمان بن حکم	۲۸۶
ابوالعریان - ابو بکرہ	۲۸۷
یزید بن مفرغ حسن بصری	۲۸۸
سعید بن مسیب ابن یحیٰی ابن نجبہ - امام حسنؑ امام حسین	۲۸۹
معاویہ کے عمال وولاۃ	۲۹۰
ابوہریرہ	۲۹۲
سمرہ بن جندب	۲۹۵
بسر بن ارطاۃ	۲۹۸
زیاد بن ابیہ	۲۹۹
تحریک صلح	۳۰۱
نکات صلح - صلح کا ارسال	۳۰۷
شرائط صلح پر ایک نظر	۳۰۸
کتاب خدا پر عمل - ولیعہدی	۳۰۹
امن عام - امیرالمومنین نہ کہلائیں، معاویہ کے حضور گواہ گواہی نہ دیں امیرالمومنینؑ پر سب وشتم بند ہو	۳۱۰
تمام شیعوں کے لئے امان - دار ابجرد کا خراج	۳۱۱
مسئلہ بیعت	۳۱۲
معاویہ اور خلافت	۳۱۳
سرگذشت بیعت	۳۱۶
حکومت کی سپردگی	۳۱۸
معاویہ کے بعد حکومت کی بازگشت	۳۱۹
امام حسینؑ کا موقف	۳۲۰
امام حسنؑ اور معاویہ کا اجتماع	۳۲۸
قیس بن سعد کا موقف	۳۳۳
معترضین صلح	
حجر بن عدی	۳۳۷
مسیب بن نجبہ	۳۳۹
مالک بن ضمرہ سفیان بن ابی لیلیٰ	۳۴۰
بشیر ہمدانی - سلیمان بن صرد	۳۴۱
بعض شیعیان امام حسنؑ	۳۴۳
بعض اصحاب	۳۴۴
بعد صلح ——— مدینہ کو واپسی	۳۴۵
سفر دمشق	۳۵۳
معاویہ کی پیمان شکنی اور شرائط صلح کی خلاف ورزی	۳۷۶
امیرالمومنین پر سب وشتم، اس حرکت پر اکابر مسلمین کی برہمی	۳۷۷
سعد بن ابی وقاص	۳۸۲
جناب ام سلمہ - ابن عباس - احنف بن قیس	۳۸۳
کثیر بن کثیر	۳۸۴
انیس انصاری - زید بن ارقم	۳۸۵
ابوبکرہ	۳۸۶
دار ابجرد کا خراج	۳۸۶
شیعیان امیرالمومنین	۳۸۷
حجر بن عدی اصحاب حجر کی شہادت	۳۸۸
عبدالرحمان بن حسان	۳۹۳
صیفی بن فسیل	۳۹۴
قبیصہ بن ربیعہ	۳۹۵
حجر واصحاب حجر کے قتل پر اکابر مسلمین کی ناراضی، امام حسینؑ	۳۹۶
جناب عائشہ - ربیع بن زیاد	۳۹۷
حسن بصری - عبداللہ بن عمر معاویہ بن خدیج	۳۹۸
رشید ہجری کی شہادت	۳۹۹
عمرو بن حمق	۴۰۰
اوفی بن حصن	۴۰۲

عبداللہ بن یحییٰ حضرمی	۴۰۴	عکرشہ بنت الاطرش	۴۲۴
شیعوں کے مکانات کا انہدام شیعوں کی گواہی قبول کرنے سے انکار قید و بند اور دہشت زدگی۔ محمد بن حذیفہ	۴۰۵	دارمیہ حجونیہ	۴۲۵
عبداللہ بن ہاشم مرقال۔ عبداللہ بن خلیفہ طائی۔	۴۰۷	بیعت یزید	۴۲۹
صعصعہ بن صوحان	۴۰۸	تعدد ازدواج کی بحث	۴۴۱
عدی بن حاتم	۴۱۰	ازواج امام حسنؑ	۴۵۲
شیعہ خواتین کی تخویف و تہدید۔ زرقا بنت عدی	۴۱۲	اولاد امام حسنؑ	۴۵۵
ام الخیر بارقیہ	۴۱۴	شہادت	۴۵۷
سودہ بنت عمارہ	۴۱۶	امام حسنؑ کی وصیتیں	۴۶۵
ام البراء بنت صفوان	۴۱۹	تجہیز و تکفین جنازے میں ازدحام نماز جنازہ۔	
بکارۃ الہلالیہ	۴۲۰	ہنگامہ و فساد	۴۶۶
اروی بنت الحارث	۴۲۱	عالمگیر ماتم	۴۷۳
		معاویہ کی مسرت	۴۷۴

خصوصی شکریہ

سبط اکبر سوانح عمری امام حسنؑ کی اشاعت میں حسب ذیل ہمدردان اصلاح نے اپنے گرانقدر عطایا سے ہماری مدد فرمائی۔ ہم ان تمام حضرات صمیم قلب سے شکرگزار ہیں منعم حقیقی انھیں ناصرین اہلبیتؑ میں محسوب فرمائے اور اُن کے خدمات دینیہ کو شرف قبولیت بخشے۔

(۱) جناب چودھری سید علی محمد عرف ننّن صاحب رودولی ضلع بارہ بنکی نے [illegible] (۲) جناب حاجی حسین جو کار ولد محمد حیدرآباد دکن نے [illegible] (۳) جناب غلام حسین دشتی ولد مہدی حیدرآباد دکن نے [illegible]، (۴) جناب غلام حسین خرمی ولد محمد علی حیدرآباد دکن نے [illegible] (۵) جناب حاجی حسین ہمتی حیدرآباد دکن نے [illegible]، (۶) شرکا محترم گارڈن رسٹورنٹ سکندرآباد نے [illegible] (۷) جناب آقائے عباس خضری ولد محمد حیدرآباد نے [illegible]، (۸) جناب سید محمد علی وزیری ولد سید آصف حیدرآباد دکن [illegible] (۹) آقائے حسین بارسائی نے [illegible] (۱۰) جناب حسین علی نمک کوبیاں حیدرآباد نے [illegible] (۱۱) جناب سید علی اکبر بلگرامی حیدرآباد دکن نے [illegible]، (۱۲) جناب سید جلال توکلی حیدرآباد نے [illegible]، (۱۳) شرکا محترم بمبئی بیکری حیدرآباد دکن نے [illegible] (۱۴) جناب علی آقا کاشانی حیدرآباد دکن نے [illegible] (۱۵) جناب سید علی رضا وزیری حیدرآباد دکن نے [illegible] (۱۶) جناب اثنا اللہ گلزاری حیدرآباد دکن نے [illegible] (۱۷) جناب علی خاں کاکا حیدرآباد دکن نے [illegible] (۱۸) جناب علی اصغر زیدی حیدرآباد دکن نے [illegible] (۱۹) آقائے سید علوی حیدرآباد دکن نے [illegible]، (۲۰) شرکا محترم سنٹرل بیکری حیدری آباد دکن نے [illegible] (۲۱) شرکا کیفے سینا حیدرآباد دکن نے [illegible] (۲۲) شرکا شمس رسٹورینٹ حیدرآباد دکن نے [illegible]، (۲۳) شرکا مدینہ ہوٹل حیدرآباد دکن نے [illegible] (۲۴) شرکا نیو گرانڈ ہوٹل نے [illegible]، (۲۵) جناب محمد علی درویش حیدرآباد دکن نے [illegible]، (۲۶) شرکا کیفے گلزار حیدرآباد دکن نے [illegible] (۲۷) جناب محمد جلال شریفی حیدرآباد دکن نے [illegible]، (۲۸) جناب قنبر علی ہمتی حیدرآباد دکن نے [illegible] (۲۹) جناب محمد علی دشتی ولد عباس حیدرآباد دکن نے [illegible] (۳۰) جناب محمد امید ولد حیدر آباد دکن نے [illegible]، (۳۱) جناب غلام حسین دہقانی ولد علی نے [illegible] (۳۲) جناب محمود دشتی فرزند علی سکندرآباد نے [illegible]، (۳۳) جناب سیف الدین صاحب حیدرآباد نے [illegible]، (۳۴) جناب سید حمزہ ولد سید حسین حیدرآباد دکن نے [illegible]، (۳۵) شرکا محترم امباسی کیفے حیدرآباد دکن نے [illegible] (۳۶) جناب محمد علی دشتی ولد رضا علی حیدرآباد دکن نے [illegible] (۳۷) جناب سید حسن اختر صاحب ایم' اے اٹاوہ نے [illegible]، (۳۸) جناب سید حسن عابد صاحب راولپنڈی نے [illegible] (۳۹) جناب مولوی غلام حسین صاحب زاہد حیدرآباد سندھ نے [illegible]، (۴۰) جناب مرزا محمد طاہر ماژندرانی الملا دوم

تاریخ ائمہ علیہم السلام

اُردو زبان میں آج تک کوئی ایسی کتاب نہیں شائع ہوئی

جس میں

شیعوں کے کُل بزرگانِ دین کے ضروری حالات اور قابل فخر کارنامے

خود حضرات اہل سُنّت کی نہایت معتبر کتابوں سے ایک جگہ جمع کیے گئے ہوں

اس عظیم الشان کتاب تاریخ ائمہؑ میں

مشہور انبیائے کرام کے حالات لکھے گئے ہیں

اس کے بعد

حضرات ائمہ طاہرینؑ کے مفصل سوانح زندگی اور

قابل ناز دینی و دنیوی کارنامے

نہایت دلچسپ عنوان سے جمع کیے گئے ہیں — اس کے ساتھ

ائمہ طاہرینؑ کی ازواج و اولاد و اصحاب کے بھی نہایت معرفت خیز حالات

لکھے گئے ہیں - علم دوست حضرات نے تسلیم کیا ہے کہ اس کتاب میں

گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے - یہ کتاب عرصہ سے شیعہ نصاب

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں داخل ہے

دوسرا ایڈیشن

کاغذ، لکھائی، چھپائی سب اعلیٰ درجے کی

قیمت پانچ روپیہ

ملنے کا پتہ:- منیجر اصلاح کھجوا ضلع سارن (بہار)

٦٧٠٩ع

سبط اکبر

سبط اکبر یعنی امام حسن علیہ السلام

۶۷۰۹

سبطِ اکبر

مترجمہ

سیّد محمّد باقر النقوی

مولوی فاضل صدر الافاضل

مدیر رسالہ اصلاح

قیمت آٹھ روپیہ

پہلا ایڈیشن ۱۹۶۲ء

تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم

الآیہ (پارہ ۳ ع ۱۴)

آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ
اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو بلاؤ

سبط اکبر

ریحانۂ رسول نور دیدۂ علی و بتول سید شباب اہل الجنۃ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء

کے

مفصل سوانح حیات

مصنفہ
الاستاذ باقر الشریف القرشی
نجف اشرف (عراق)

مترجمہ
محمد باقر النقوی مولوی فاضل صدر الافاضل
مدیر اصلاح

مطبوعہ مطبع اصلاح کھجوا (بہار)

خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر کہ محض اسکے افضال و عنایات کے سہارے سوانح عمری حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی سات جلدیں تقریباً ۳ ہزار صفحات پر شائع ہو چکیں۔ بحمدہ ان جلدوں کو مقبولیت ایسی نصیب ہوئی کہ اب تک تمام جلدوں کے دوسرے ایڈیشن ہو چکے ہیں، سات جلدیں حضرت کے سوانح حیات سے متعلق ابھی اور باقی ہیں۔ منعم حقیقی کے تفضل و احسان سے توقع ہے کہ یہ جلدیں بھی سابقہ جلدوں کی طرح پسندیدگی اور قبولیت کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ فی الحال ہم حضرت امام حسنؑ کی سوانح عمری شروع کر رہے ہیں جسے امیر المومنینؑ کی سوانح عمری ہی کا ضمیمہ سمجھنا چاہیئے۔ چھ ماہ کی مختصر مدت خلافت میں امام حسنؑ پر کیا گذری مملکت اسلامیہ کو سدھارنے کیلئے آپ نے کیا کیا کوششیں کیں اسباب کے تحت آپ نے صلح کی تجویز منظور کی صلح کی تحریک خود معاویہ کیطرف سے ہوئی یا امام حسن کیطرف سے امام مسموم کیسے اس سوانح عمری میں ان تمام مباحث پر موجودہ دور کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور ان تمام شکوک و شبہات کا تحقیقی اور تشفی بخش طریقے سے ازالہ کیا گیا ہے جو آپکی صلح کے متعلق کیئے جاتے ہیں یہ جلد ہم عراق کے نامور فاضل الاستاذ باقر شریف القریشی کی کتاب حیاۃ الامام حسنؑ کو سامنے رکھ کر مرتب کر رہے ہیں بلکہ انھیں کی کتاب کا اسے ترجمہ سمجھنا چاہیئے البتہ جہاں ضرورت معلوم ہوئی ہم نے دوسری کتابوں سے بھی مدد لی ہے تاکہ کوئی موضوع تشنہ نہ رہنے پائے۔ خدا کرے ہماری یہ محنت بھی مومنین کو پسند اور ہماری مغفرت کا سہارا ہو۔ وباللہ التوفیق وعلیہ توکلت والیہ انیب

محمد باقر

مُقدّمہ

از افادات حجۃ الاسلام شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء مجتہد اعظم عراق دام ظلہ

بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ

امام حسنؑ اور معاویہ

افراد و قبائل اور جماعتوں کے درمیان باہمی بغض و عناد کوئی نئی بات نہیں بلکہ بہت پُرانی ہے جب سے اس زمین پر انسان کے قدم آئے اُس وقت سے اس کا سلسلہ جاری ہے ہابیل اور قابیل سے اُس کی ابتدا ہوئی اُن کے بعد ہر دور اور ہر زمانہ میں اُس کے مظاہرے ہوتے رہے اور آج بھی ہوتے ہیں۔

بغض و عناد کے اسباب و علل، زیادہ تر برتری اور انانیت کے جذبات ہیں جو انسان کو غلبہ و تسلّط اور فوقیت پر اُکساتے ہیں اور دولت و منصب اور حکومت و اقتدار ہتھیانے پر آمادہ کرتے ہیں۔ سخت ترین عداوت وہ ہے جو انتقام و قصاص پر مبنی ہوتی ہے لیکن بدترین جو انتہائی مہلک اور ناقابل تغیر ہوتی ہے وہ عداوت ہے جو ذاتی تضاد اور فطری مغایرت کی بنا پر ہو جیسے تاریکی کی دشمنی روشنی سے ذلّت کی دشمنی عزت سے، بُرائی کی دشمنی اچھائی سے، شر کی دشمنی خیر سے۔ اسی قسم کی اور بہت سی عداوتیں۔ یہ عداوت و دشمنی ایسی ہوتی ہے جو کبھی مٹ ہی نہیں سکتی اگر مٹے گی بھی تو اسی وقت جب دونوں میں سے ایک ختم ہو جائے۔ کیونکہ اس قسم کے دونوں حریف اصل وجود اور اپنی ماہیت و حقیقت میں ایک دوسرے کے مغائر ہوتے ہیں نہ تو دونوں ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں نہ دونوں ایک وقت میں غائب ہو سکتے ہیں جیسے روشنی اور تاریکی۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ کسی محل پر روشنی بھی موجود ہو اور تاریکی بھی اور یہ بھی ناممکن ہے کہ نہ روشنی ہو نہ تاریکی۔ رہیگی تو ایک ہی چیز رہے گی چاہے روشنی چاہے تاریکی۔

بنی اُمیّہ اور بنی ہاشم کی عداوت اسی نوع اور قبیل کی تھی دونوں فطرت اور طینت کے

شرِ خبیث و طیّب میں ہوا کرتی ہے۔

جس طرح درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح انسان کی خباثت و پاکیزگی بھی اسکے اعمال، افعال اور عادات و خصائل ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ عبد مناف کے دو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے ہاشم اور عبد الشمس جس وقت سے ان دونوں لڑکوں نے ہوش سنبھالا اسی وقت سے ان دونوں میں عداوت و دشمنی پیدا ہوئی کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ محض اس سبب سے کہ دونوں کی فطرتیں جداگانہ تھیں۔ دونوں کی طینت میں تضاد تھا پھر یہی عداوت آگے چل کر ان کی نسلوں میں پھیلی۔ دونوں کی اولادیں ایک دوسرے کی دشمن ہوا کیں، تاریخ اپنے اوراق الٹ پلٹ کر دکھاتی رہی ہر دور اور ہر زمانہ میں دونوں فطرتیں ایک دوسرے سے دست و گریباں رہیں ہر ہاشمی کے لیے عبد شمس کی نسل سے۔ ایک دشمن اور حریف ہر زمانہ میں ہوتا رہا۔ ہاشم و عبد شمس، عبد المطلب و امیہ ابو طالب و حرب، محمد مصطفیٰؐ اور ابو سفیان دونوں طرف کے نمائندے بن کر منظر عام پر آئے۔

ادھر اسلام کی پہلی کرن چمکی اور پیغمبر خدا نے توحید کی آواز بلند کی ادھر شرک و کفر خم ٹھونک کر آپ کے مقابل اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ طے کر کے اٹھے کہ خدا کے اس نور کو بجھا کے رہیں گے۔ یوں آپ کی مخالفت اس وقت بہتوں نے کی مگر سب میں پیش پیش ابو سفیان تھا جو اس وقت اموی خاندان کا رئیس و سرگروہ تھا۔ اسلام کی عداوت و مخاصمت میں جیسی سرگرمیاں اس نے دکھلائیں شاید ہی کسی اور سے دیکھنے میں آئی ہوں۔ دشمنان اسلام نے اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دی تمام ہتھکنڈے استعمال کیے ہر ممکن طریقے کام میں لائے کہ کسی طرح پیغمبرؐ کا مشن پورا نہ ہو آپ کی آواز خاموش ہو جائے، ہدایت کی روشنی پھیلنے نہ پائے یہاں تک کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اتنی پریشان ہوئی کہ اُسے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑا۔ دس برس تک پیغمبرِ خدا اور اُن کے اصحاب کو جانکاہ اور روح فرسا مصائب جھیلنے پڑے یہاں تک کہ خود پیغمبرؐ کو بھی اپنے وطن کو خیرباد کہنا پڑے اور آپ ہجرت کر کے مدینہ میں آ رہے۔ یہاں بھی آپ کو چین سے رہنے نہ دیا گیا بلکہ اب زیادہ وسیع پیمانے پر آپ کی جان لینے کی تدبیریں شروع کر دی گئیں۔ مشرکین قریش نے لڑائی کی ٹھانی اور ایک دو نہیں بیسوں مرتبہ تمام قوت سمیٹ کر آپ پر حملہ آور ہوئے ابو سفیان کی حیثیت ان تمام لڑائیوں میں سپہ سالار کی حیثیت تھی ہر لڑائی اسی نے چھیڑی اور ہر موقع پر اُس نے پیغمبرؐ کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے سامان فراہم کیے یہاں تک کہ اسکے ترکش کے سارے تیر خالی ہو گئے اور اسکی قوت و طاقت گھٹتے گھٹتے بالکل فنا ہو گئی پیغمبرؐ ہر معرکہ میں مظفر و منصور ہوتے رہے۔ فتح مکہ کے بعد تو مشرکین کا دم ہی نکل گیا خداوند عالم نے انتہائی شاندار فتح عنایت کی اور پیغمبرؐ بغیر لڑے بھڑے اور ایک قطرہ خون بہائے مکہ پر قابض ہو گئے۔ بڑے بڑے جاہ و جلال والے مشرکین کی موت و زندگی آپکے چشم و ابرو کے اشارہ پر موقوف تھی جنگی قانون کی رو سے اب یہ لوگ غلام تھے اور آپ مطلق العنان فرمانروا جو سلوک چاہتے کرتے اور جو سزا چاہتے دیتے مگر رحمۃ للعالمین پیغمبرؐ نے ان سب کو آزاد کر دیا انھیں معاف

دیدی اور فرمایا اذھبوا فانتم الطلقا جاؤ تم لوگ آزاد ہو۔ آپنے اُن کا ظاہری طور سے مسلمان ہوجانا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری کرلینا ہی کافی سمجھا اگرچہ اُنکے دل کفر اور اسلام کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے اور موقع کی تاک میں تھے کہ کب موقع ہاتھ آئے اور ہم اسلام کا نام ونشان مٹا دیں۔ بناض فطرت پیغمبر نے صاف صاف فرما دیا ما اسلموا بل استسلموا لما وجدوا اعوانا علی الاسلام وثبوا یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے صرف سپر انھوں نے ڈال دی ہے جب بھی انھیں مددگار مل جائیں گے اسلام پر چڑھ دوڑیں گے۔

اسلام لانے کے بعد ابوسفیان اور بنی امیہ کی نفسیات میں ذرّہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی بس صرف جنگ کا عنوان اور ایذا رسانی کی نوعیت بدل گئی۔ ابوسفیان اور معاویہ صرف اسلیئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے کہ اندر رہکر آپکو نقصان پہونچائیں داخلی دشمن بہ نسبت خارجی دشمن کے مکر وفریب و بیخکنی کرنے پر زیادہ قادر ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی عداوت پیغمبر سے فطری اور ذاتی تھی اور فطری و ذاتی عداوت کبھی زائل نہیں ہوتی۔ پیغمبر کی اور اُن کی عداوت مال و دولت کی خاطر نہ تھی نہ جاہ ومنصب ہی کیلئے بلکہ بنیادی عداوت تھی۔ طبعی تضاد تھا فطری مغائرت تھی جیسے تاریکی کی عداوت روشنی سے یا گمراہی کی عداوت ہدایت سے باطل کی حق سے جور کی عدل سے۔ یہی وجہ تھی کہ باوجودیکہ بنی امیہ ظاہری طور پر مسلمان ہوگئے مسلمانوں میں شمار کیئے جانے لگے مسلمانوں کو جو حقوق حاصل تھے وہ حقوق انھیں بھی حاصل ہوگئے لیکن انھیں اسلام کی ہوا بھی نہیں لگی یہ اپنے اسی داخلی کفر اور باطنی مکر پر جوں کے توں باقی رہے جیسے بط جو رہتی زندگی بھر پانی میں ہے مگر پانی سے اسکا بال بھی نہیں بھیگتا۔ (جیسا کہ لوگ کہتے ہیں) اُنھوں نے صرف اپنی جان بچانے کے لیئے اسلام کا اقرار کیا محض اس توقع پر کہ آج نہیں کل موقع پاتے ہم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے یہاں تک — زمانہ کی گردشیں جب اُس دن کو لائیں جب حضرت عمر کا انتقال ہوا اور بنی اُمیّہ کا پہلا خلیفہ یعنی حضرت عثمان تخت نشین خلافت ہوئے اب اُنکی مسرّت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ دلکی باتیں زبان پر آ گئیں اور ابوسفیان نے بنی اُمیّہ کے تمام افراد کو جمع کرکے اُنھیں نصیحت کی کہ تلقفوھا یا بنی امیہ تلقف الکرۃ اُمیّہ کے بیٹو! اس خلافت سے اسطرح کھیلو جسطرح بچے گیند کھیلتے ہیں خدا کی قسم نہ تو کہیں جنت ہے، نہ کہیں جہنم — ابوسفیان نے جیسا کہا تھا بنی اُمیّہ نے ویسا ہی کیا حضرت عثمان برائے نام خلیفہ رہ کر حکومت کا سارا نظم ونسق بنی اُمیّہ نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا حضرت عثمان کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے سدھا ہوا اونٹ بنی اُمیّہ جدھر چاہتے تھے لیجاتے، ان لوگوں نے مسلمانوں کے مال کو کھلونا بنا لیا اور بندگان خدا کو لونڈی غلام نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اسلامی شہروں میں شورش برپا ہوگئی اور آخر چاروں طرف کے مسلمان اُن پر ٹوٹ پڑے اُن کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور اُن سے سختی سے متقاضی ہوئے کہ آپ خلافت سے دستکش ہو جائیں اور مسلمانوں کے امر شوریٰ چھوڑ دیجئے کہ وہ جسے پسند کریں اپنا خلیفہ منتخب کرلیں۔

حضرت عثمان نے پہلے تو جی داری سے کام لیا اور خلافت سے دستبردار ہونے پر راضی نہ ہوئے لیکن جب بلوائی تشدد پر اُتر آئے اور محاصرہ سخت کر دیا آب و غذا کی بندش کر دی تو اُن سب کے قدم لڑکھڑا اُٹھے جی داری رخصت ہو گئی اور چاہا کہ بلوائیوں کی بات مان لیں اور خلافت سے دستبردار ہو کر اپنی جان بچائیں بنی امیہ نے جن کے لیڈر مروان اور معاویہ تھے (مدینہ کے امویوں کا سرغنہ مروان تھا اور شام کے امویوں کے لیڈر معاویہ تھے) سوچا کہ اگر کہیں حضرت عثمان خلافت سے دستبردار ہوئے تو ہمارا قصہ ہی پاک ہو جائے گا۔ زمانہ کی غلطی یا خود مسلمانوں کی غلطی کے سبب خلافت بنی امیہ کے قبضہ میں آ گئی تھی اور حضرت عثمان خلیفہ بنا لیے گئے تھے اب پھر مسلمان دوبارہ ایسی غلطی نہ کرینگے دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے مگر کوئی اموی شخص دوبارہ خلیفہ ہرگز نہیں بنایا جا سکتا۔ بنی امیہ کو اسلام سے واسطہ ہی کیا تھا۔ کونسی فضیلت و بزرگی حاصل تھی، اسلام کی کیا خدمت کی کونسا جہاد کیا جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی خلافت کے مستحق ہو سکیں یہ تو پہلے اسلام کے دشمن اور حریف تھے ہر موقع پر انھوں نے اسلام سے ٹکر لی اور ہر جنگ میں مسلمانوں سے نبرد آزما رہے۔ مروان اور اُس کے ساتھیوں نے ان باتوں کا پوری طرح اندازہ کیا اندر اندازہ کر کے ان میں اور معاویہ میں طے پایا کہ قبل اسکے کہ حضرت عثمان خلافت سے دستبردار ہوں اور یہ خلافت ہم لوگوں کے گھر سے نکلے۔ ہم لوگ اُنھیں قتل کر ڈالیں۔ اسکیم یہ تھی کہ قتل کر کے انتقام خون عثمان کی آواز بلند کی جائے اور تمام مسلمانوں میں پروپاگنڈہ کیا جائے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور اُن کا قصاص لینا ضروری ہے اسی ترکیب سے خلافت پھر ہم لوگوں میں واپس آ سکتی ہے

واقعہ یہ ہے کہ اگر حضرت عثمان قتل نہ کیے جاتے اور اُن کی قمیص نہ ہوتی تو ہرگز خلافت معاویہ مروان اور فرزندان مروان تک پہونچ نہیں پاتی۔ ناممکن تھا کہ وہ اس کا خواب بھی دیکھ سکیں لیکن حضرت عمر نے جو بہت مصلحت بیں اور دور اندیش تھے اپنی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت تدبیر ایسی کی کہ خلافت بنی ہاشم تک پہونچنے نہ پائے بلکہ اُن کے جانی دشمن بنی امیہ اسکے مالک ہو جائیں۔ لہٰذا انھوں نے شوریٰ کی ایجاد کی اور ایسے حالات پیدا کر دیے کہ لامحالہ عثمان خلیفہ ہو جائیں۔ انھوں نے اتنے ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ خود معاویہ کے دل میں خلافت کی لالچ پیدا کر دی جو طلیق بن طلیق تھے یہ اور انکے باپ ابوسفیان سب سے زیادہ اسلام کے دشمن تھے۔

حضرت عمر کا دستور تھا کہ ہر سال اپنے عاملوں کا حساب کتاب لیتے اُن کے پاس کس کس وقت اور کتنا کتنا مال خراج و زکوٰۃ وغیرہ جمع ہوا اور کن کن امور میں صرف ہوا سب کا سختی سے جائزہ لیتے اور کچھ بھی گڑبڑ معلوم ہوتی تو عامل کی جان کو آ جاتے لیکن معاویہ کے لیے بالکل چھوٹ تھی اُنکے پاس برابر خبریں پہونچتیں کہ معاویہ اموال مسلمین میں فضول خرچی کر رہے ہیں، حریر و دیباج پہنتے اور شاہانہ شان و شوکت سے رہتے ہیں مگر حضرت عمر باز پرس کرنے کے بجائے چشم پوشی کرتے اور اُن کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے کہتے کہ "وہ عرب کے کسریٰ ہیں" حالانکہ

نہ تھی۔ سوسائٹی کی نظروں میں اُن کی حالت بالکل گرے پڑے فقیروں جیسی تھی یہاں تک کہ ایک مرتبہ عرب کا کوئی رئیس و سردار پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جب واپس جانے لگا تو پیغمبرؐ نے معاویہ کو حکم دیا کہ انھیں مدینہ کے باہر تک رخصت کر آؤ۔ گرمی بلا کی تھی اور زمین تنور کی طرح تپ رہی تھی معاویہ ننگے پیر تھے انھوں نے اس سردار سے کہا:۔

— آپ مجھے اپنی سواری پر ساتھ بٹھا لیجئے

— تم اس قابل نہیں کہ شرفا اور بادشاہوں کے ساتھ بیٹھ سکو۔

— اچھا کم سے کم اپنی جوتیاں ہی تھوڑی دیر کے لیے پہننے کو دیدیجئے پیر آگ جلنے سے بچ جائیں

— تم اس قابل نہیں کہ میری جوتیاں پہن سکو۔

— پھر میں کیا کروں، میرے تو پیر جلے جاتے ہیں۔

— میرے ناقہ کے سایہ میں چلے چلو اس سے زیادہ کے حقدار نہیں۔

بُرا ہو زمانہ تیرا ایسا مفلس و قلاش انسان عرب کا کسریٰ بن جائے یا بنا دیا جائے!!!

غرضکہ معاویہ اور مروان ہی دو آدمی ایسے تھے جنھوں نے حضرت عثمان کی ہلاکت کی سازش کی انھوں نے بلوائیوں کیلئے موقع فراہم کردیا کہ حضرت عثمان کے پاس پہونچ جائیں اور انھیں قتل کردیں۔ معاویہ نے شام سے حضرت عثمان کی مدد کے لیئے جو لشکر بھیجا تھا اور اُسے تاکید کی تھی کہ مدینہ کے باہر ہی پڑاؤ ڈالے رہنا اندر داخل نہ ہونا جب تک حضرت عثمان قتل نہ ہو جائیں اسکا بہترین ثبوت ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ پیغمبرؐ کی بیویوں میں سے ایک بیوی نے بھی حضرت عثمان کی ہلاکت میں بڑی مدد پہونچائی۔ یہ معظمہ حضرت عثمان کی شدید مخالف تھیں اور بھرے مجمع میں پکار پکار کر کہتیں اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً نعثل کو قتل کر ڈالو خدا نعثل کو قتل کرے۔ جب لوگوں نے اُن کی اطاعت کی اور جیسا وہ کہتی تھیں ویسا کر ڈالا تو اب بگڑ گئیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنی اُمیہ ہی نے انھیں انتقام خون عثمان پر برانگیختہ کیا ہو اسی کے نتیجہ میں جنگ جمل واقع ہوئی جس میں ۲۰ ہزار مسلمان قتل ہوئے اور اسی جنگ سے مسلمانوں میں خانہ جنگی کی بنیاد پڑی۔ اس زمانہ کا ایک شاعر اُن معظمہ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔

وانت البلاء وانت الشقاء	وانت السحاب وانت المطر
وانت امرت بقتل الامام	وقلت لنا انہ قد کفر
آپ ہی بلاؤ مصیبت ہیں آپ ہی بدبختی ہیں	آپ ہی بادل ہیں اور آپ ہی بارش ہیں
آپ ہی نے خلیفہ عثمان کے قتل کا حکم دیا	اور آپ ہی نے ہم سے کہا کہ وہ کافر ہو گئے

دوسرا شاعر کہتا ہے:۔

جاءت مع الاشقین فی هودج	تزجی الی البصرة اجنادها

کانھا فی فعلھا ھرۃ   من جوعھا تاکل اولادھا

یہ معظمہ ہودج میں بیٹھ کر بدبختوں کے ساتھ بصرہ کی طرف اپنے لشکر کی قیادت کرتی ہوئی آئیں
وہ اپنے اس فعل میں اُس بلی کی طرح ہیں   جو بھوک میں خود اپنے بچے کو کھا جاتی ہے

یہ چند باتیں تاریخی حقائق ہیں جو ضمناً بیان ہوگئیں مقصد ان کا بیان کرنا نہ تھا بیان تو یہ کرنا مقصود ہے کہ جب معاویہ اور ابو سفیان اسلام کے آگے سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور جان بچانے کے لئے اُنھیں جبراً اور قہراً دائرۂ اسلام میں داخل ہونا پڑا تو انھوں نے ظاہری حیثیت سے تو اسلام قبول کر لیا مگر دل میں وہی غم و غصہ اور اسلام کے قلع قمع کرنے کا عزم مصمم چھپائے رہے۔ موقع کی تاک میں رہے جب کبھی موقع ملا اُن کے قول و فعل سے دل کا چور ظاہر ہو کے رہا۔

معاویہ اپنے باپ ابو سفیان سے جو آخری زمانہ میں بہت بوڑھا اور سٹری ہوگیا تھا زیادہ چالاک تھے اُنھوں نے انتہائی عقلمندی سے بیس برس تک شام کی گورنری کے زمانہ میں اسلام کا لبادہ اوڑھے رکھا علی الاعلان مذہبی شعائر کی مخالفت نہ کی اور نہ اسلام کے دستور و قوانین میں کسی طرح کا تغیّر و تبدّل کیا وہ نہ تو علانیہ شراب پیتے تھے نہ رقص و سرود سے دلچسپی کا اظہار کرتے نہ ناحق کسی کو قتل کرتے نہ بندروں تیندووں سے کھیلتے نہ راگ رنگنی کی طرف توجہ کرتے ہاں ریشمی لباس اور زرتار قبا پہنتے مگر اس میں کوئی حرج نہ تھا کیونکہ حضرت عمر کی طرف سے یہ سند تو مل ہی گئی تھی کہ وہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ اُس وقت اُن کی شعائرِ اسلام کی پابندی ایسی ہی تھی جیسے طوفان آنے سے پہلے ہوا کرتی ہے انتہائی سکون پھر بلا کا طوفان جب تک امیر المومنینؑ کے مخالف اور آپ سے برسرِ پیکار رہے ظاہراً اسلامی شکل و صورت میں باقی رہے کفر دل میں پوشیدہ تھا۔ لیکن جب امیر المومنینؑ کی شہادت ہوگئی تو اُنھوں نے اطمینان کا سانس لیا خوشی سے پھولے نہیں سمائے اب کھل کھیلنے کا پورا موقع حاصل تھا۔ مگر جب امیر المومنینؑ کے بعد عالم اسلام نے امام حسنؑ کی بیعت کر لی اور آپ کے ارد گرد امیر المومنینؑ کے اصحاب یکہ تازانِ عرب شیعیانِ علی اور محبّانِ اہلبیت جمع ہو گئے جو اُس وقت کے اکابرِ اسلام اور دین و ملّت کے ارکان تھے اور ان میں سے ایک ایک فرد کا لوہا دنیائے عرب مانے ہوئے تھی تو اب معاویہ کے ہوش اڑ گئے اُنھوں نے محسوس کیا کہ ہم پہلے سے زیادہ سخت مشکل میں آ پھنسے اب ہماری پوزیشن اور نازک ہو گئی۔ کیونکہ امام حسنؑ رسولِ خدا کے جگر گوشہ تھے آپ کی بیٹی کے فرزند اور گھر کی بہار تھے، پھر امام حسنؑ اپنی نرم مزاجی سلامت روی کی وجہ سے تمام لوگوں کے چہیتے اور ہر ایک کے پسندیدہ تھے آپ نے اپنی پوری زندگی میں کسی کو اذیت نہیں پہونچائی بلکہ سراپا خیر و برکت کا مجسمہ رہے۔ حضرت عثمان کے قتل میں شرکت کا الزام بھی آپ پر کسی نے نہیں لگایا بلکہ کہا تو یہ جاتا ہے کہ ان کے حمایتیوں میں سے تھے اور اُنکے دروازے پر کھڑے بلوائیوں کو اندر جانے سے روکتے تھے لہٰذا آپ کے مقابلہ میں معاویہ کو وزن ہی کون دیتا۔ پیغمبر کی بیٹی کے فرزند سے ہندہ جگر خوارہ کا مقابلہ ہی کیا؟

تھا جس میں چون وچرا کی ذرہ برابر گنجائش ہی نہ تھی۔

لیکن معاویہ آسانی سے ہار ماننے والے نہ تھے اُن کی قوت تدبیر اور مکر وفریب نے جلد ہی اس گتھی کو سلجھانے کی ترکیب بتا دی اُنھوں نے اپنے دو کاری ہتھیاروں سے کام لینا طے کیا جن کا وار خالی ہی نہیں جاسکتا تھا پہلا ہتھیار مال تھا جسکے متعلق مشہور ہے۔ زر برسر فولاد نہی نرم شود۔ بڑے بڑے بہادروں کی گردن یہ مال جھکا دیتا ہے۔ امام حسنؑ کے وہ سپاہی جنھوں نے آپکے ہاتھ پر مرنے ملنے کی بیعت کی تھی معاویہ نے اُن کے سپہ سالار عبیداللہ بن عباس کو اسی مال سے ہموار کیا یہ عبیداللہ ابن عباس امام حسنؑ کے قریبی عزیز تھے۔ آپ نے سب پر ترجیح دیتے ہوئے اُنھیں اپنے پورے لشکر کی کمانداری سپرد کی تھی۔ حتیٰ کہ قیس بن سعد انصاری ایسے بہادر صحابی امیرالمومنینؑ اور امام حسنؑ کے فدائی بھی اُنکی ماتحتی میں تھے۔ معاویہ نے عبیداللہ بن عباس کے پاس ۵ لاکھ درہم بھیجے اور وعدہ کیا کہ اگر تم امام حسنؑ کے لشکر سے نکل کر میرے پاس چلے آؤ تو اتنے ہی درہم اور تمھیں دینگے۔ چنانچہ یہ تاریکی میں نکل کر چپکے سے معاویہ کے پاس کھسک گئے جب صبح ہوئی تو امام حسنؑ کا لشکر جو معاویہ کے لشکر کے مقابل صف آرا تھا بے سردار کے تھا قیس بن سعد نے لشکریوں کو نماز پڑھائی اس سخت حادثہ پر جس نے پورے لشکر کی ہمت شکستہ کر دی تھی اور مقابلہ سے پہلے ہی ہزیمت کا سامان کر دیا تھا ڈھارس بندھائی اور اُن کو حواس باختہ نہ ہونے دیا۔

معاویہ یہی چال امام حسنؑ کے ساتھیوں میں سے ہر نمودار اور نمایاں شخصیت کے ساتھ چلے سبھی کو توڑا سبھی کو ہموار کیا گنتی کے چند آدمی ایسے تھے جن پر معاویہ کا کوئی جادو نہ چلا اور وہ اسی جوش وخروش سے آپکے جاں نثار تھے جیسے قیس بن سعد، سعید بن قیس، حجر ابن عدی، اور انھیں جیسے اگر جنھوں نے محکم عزم ویقین اور راسخ ایمان کے ذریعہ ضلالت وگمراہی کے پہاڑ سے ٹکر لی اور چشم زدن کے لئے بھی اُن کے دل میں معاویہ اور ابوسفیان اور اُن کی اولاد کے کفر میں شک واقع نہ ہوا۔ یہ معاویہ کا پہلا ہتھیار تھا جس کے ذریعہ انھوں نے امام حسنؑ پر غلبہ حاصل کرنے اور خلافت ہتھیانے کی کوشش کی

دوسرا ہتھیار جو انتہائی کاری ہتھیار تھا پہلے سے زیادہ دور رس اور انتہائی مؤثر وکامیاب جسے سواد اعظم نے دل وجان سے پسند کیا اور رائے عامہ اُن کے موافق ہو گئی وہ امام حسنؑ سے معاویہ کی درخواست صلح تھی حقیقت یہ ہے کہ امام حسنؑ کے بازو جس چیز نے سب سے زیادہ کمزور کئے وہ یہی صلح کی اپیل تھی کیونکہ مال ودولت سے معاویہ صرف خاص افراد اور امام حسنؑ کے مخصوص رفقا اور افسران فوج کو ہموار کر سکتے تھے عام پبلک کو وہ ہمنوا نہیں بنا سکتے کئی لاکھ مسلمانوں کا وہ کہاں تک گھر بھر سکتے تھے لیکن صورت حال یہ تھی کہ کئی برس تک مسلسل لڑائیوں نے مسلمانوں کو چور چور کر دیا تھا اُن کے چیدہ چیدہ افراد ہلاک اور گھر بار اُنکے تباہ ہو چکے تھے، پانچ برس کے مختصر عرصہ میں تین قیامت خیز لڑائیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا جمل صفین اور نہروان۔ اسی سبب سے جنگ کی دعوت اُن کے لیے ناگوار اور صلح وامن وعافیت کی دعوت اُن کے لئے مقبول اور دل پسند تھی

اُس مرحلہ پر پہونچ کر امام حسنؑ مجبور ہوئے کہ حالات کا وقت در نظر سے جائزہ لیں اور ایک دور اندیش کی طرح جس کی حال و مستقبل دونوں پر نگاہ ہوتی ہو، جنگ اور صلح دونوں کو تول کر دیکھیں۔ صلح کی درخواست قبول کیجائے یا ٹھکرا دی جائے آپنے دونوں پہلوؤں کو تولا کہ کون پلہ جھکتا ہے کون نہیں۔ آپنے اندازہ کیا کہ آپ صلح کی درخواست ٹھکرا دیتے ہیں اور جنگ پر مصر رہتے ہیں تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا آپ غالب ہونگے جو اگرچہ بظاہر حالات ناممکن تھا لیکن فرض بھی کر لیا جائے کہ ایسا ہی ہوتا تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ یہی کہ لوگوں کی ہمدردیاں بنی امیہ کے ساتھ ہو جاتیں، بنی امیہ بہت ہی مظلوم سمجھے جاتے کہنے والے کہتے کہ کل حضرت عثمان قتل ہوئے جو بنی امیہ کے نور نگاہ تھے اور مومنین کے امیر اور آج معاویہ کو لوگ قتل کر رہے ہیں جو بنی امیہ کے چشم و چراغ اور خال المومنین ہیں۔ حضرت عثمان کی قمیص پہلے ہی بنی امیہ کے لیۓ موجود تھی۔ اب دوسری قمیص معاویہ کی ہو جاتی اب منبر پر بجائے ایک قمیص کے دو قمیصیں ہو جاتیں۔ عوام تو کالانعام مشہور ہی ہیں وہ ہر آواز پر بے سوچے سمجھے دوڑ جاتے ہیں اس صورت میں امام حسنؑ کا موقف کیا ہوتا؟ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ آپ ہی فتحیاب ہوتے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ آپ مغلوب ہوں اور معاویہ غالب تو اُس وقت ہر شخص کی زبان سے پہلا جو فقرہ نکلتا وہ یہی کہ امام حسنؑ نے خود اپنی ہلاکت کے سامان فراہم کیۓ اپنے ہاتھوں اپنی جان دی۔ معاویہ صلح کے لیۓ کہہ ہی رہے تھے آپ ہی نے انکار کیا اور اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا اُس وقت وہی ہوتا جو معاویہ اور ابوسفیان کی تمنا تھی یعنی اسلام کے کھل کھیلنے اور لوگوں کو پھر سابقہ جاہلیت کی طرف پلٹا لے جانے کی راہ ہموار ہو جاتی اور معاویہ اہلبیتؑ کے ایک متنفس کو بھی زندہ باقی نہ چھوڑتے۔

حقیقتاً امام حسنؑ کی نگاہ ان تمام باتوں سے بھی زیادہ باریک بات پر مرکوز تھی۔ صلح کر کے آپنے چاہا کہ ہم معاویہ کو بے تیغ و شمشیر کے ختم کر دیں اور ایسی صورت پیدا کر دی جائے کہ معاویہ اپنے اصلی خد و خال میں منظر عام پر آ جائیں۔ تمام مسلمان کو اُنکی باطنی کیفیت معلوم اور اُن کے دل کا چور ظاہر ہو جائے۔ قبل اس کے کہ ہم غالب ہوں یا مغلوب اور بغیر اس کے کہ لڑائی ٹھہرے اور خون خرابا ہو۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ معاویہ ظاہراً تو مسلمان تھے لیکن حقیقت میں اُنھیں اسلام سے عداوت تھی۔ اُن کے دل میں اندر ہی اندر اسلام کے خلاف غم و غصہ کا ہیجان اور اس کو تباہ و برباد کر دینے کا عزم مصمم تھا روک ٹوک کرنے والے موجود تھے اس لیۓ ان کا بس نہیں چلتا تھا۔ وہ امیرالمومنینؑ اور امام حسنؑ کی طرف عوام الناس کے میلان کے خوف سے اپنے دلی منصوبے چھپائے رہے۔ امام حسنؑ نے چاہا کہ ہم معاویہ کے لیۓ میدان خالی کر دیں جنگ ملتوی کر کے حکومت اُن کے حوالہ کر دیں تاکہ وہ عریاں ہو جائیں دل میں چھپی ہوئی عداوت اُن کی زبان پر آ جائے اور اُن کے چہرے سے نقاب ہٹ جائے جو لوگوں کو اشتباہ کی کیفیت میں ڈالے ہوئے ہے۔

امام حسنؑ نے جیسا سوچا تھا ٹھیک ویسا ہی ہوا اور معاویہ نے ایسا ہی کیا۔ صلح ہونے کے بعد منبر پر گئے ہزاروں ہزار

مسلمانوں کے مجمع میں اور کہا۔

"میں نے تم لوگوں سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ تم روزے رکھو نہ اس لئے کہ تم نمازیں پڑھو، میں نے صرف اس لیئے جنگ کی تاکہ میں تمھارا حاکم بن جاؤں، میں نے حسنؑ سے کچھ باتوں کا معاہدہ کیا ہے اب وہ عہد و بیمان میرے دونوں پیروں کے نیچے ہیں۔

غور کیجیے اس بے حیائی و بے شرمی پر۔ خدا کی قسم اگر صلح منظور کر لینے سے امام حسنؑ کی غرض صرف یہی ہوتی کہ معاویہ کی زبان سے یہ کلمات نکل جائیں تو معاویہ کی رسوائی کے لیئے یہی کافی ہوتا اور تمام لوگ اُن کی غیر اسلامیت سے واقف ہو جاتے۔ اب آپ کیا خیال کر سکتے ہیں معاویہ کے متعلق جبکہ وہ اسی غیر اسلامی روش پر قائم کھلی ہوئی معصیت پر گامزن اور اسلام کو شکست و ریخت کرنے اور علانیہ اُس کی دھجیاں اُڑانے پر تُلے رہے۔

اگر امام حسنؑ صلح نہ کرتے تو معاویہ کو ہرگز اسکا موقع نہ ملتا کہ وہ زیاد کو اپنا بھائی اور ابوسفیان کا بیٹا بنائیں جو زنا سے پیدا ہوا تھا۔ معاویہ نے انتہائی بے باکی و بے پروائی سے پیغمبرؐ کے اس قول کو کہ الولد للفراش وللعاھر الحجر لڑکا شوہر کا ہے اور زناکار کیلئے سنگساری ہے، دیوار پر پھینک مارا۔

اگر امام حسنؑ صلح نہ کرتے تو معاویہ کبھی حجر اور اُن کے ساتھیوں کو بے جرم و خطا تہ تیغ نہ کرتے جو پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی اور نیکوکار تابعین تھے معاویہ نے مرج عذرا میں اُنھیں بے قصور شہید کیا

اگر صلح نہ ہوئی ہوتی تو معاویہ پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی عمرو بن حمق کو قتل نہ کر پاتے نہ اُن کے سر کو نیزے پر بلند کرا کے شام میں منگاتے۔ تاریخ اسلام میں عمرو کا سر پہلا سر تھا جو نیزہ پر بلند کیا گیا

اگر صلح نہ ہوتی تو معاویہ کو ہرگز موقع نہ ملتا کہ جعدہ بنت اشعث سے امام حسنؑ کو زہر دلوائیں۔

اگر صلح نہ ہوتی تو معاویہ پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابہ مہاجرین و انصار اور ان کی اولاد کو یزید کی بیعت پر مجبور نہ کرتے حالانکہ یزید کا فسق و فجور مشہور عالم تھا۔

اب غور کیجیے کہ حقیقت میں کون غالب ہوا کون مغلوب ہوا دیکھیے کہ امام حسنؑ نے معاویہ کیساتھ یہ سلوک کر کے اُن کو کتنی زبردست شکست دی اور کیونکر اُن کی تمام کوششوں کو مٹی میں ملا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حق سر بلند اور باطل کو منھ کی کھانی پڑی اور باطل پرستوں کو سراسر نقصان ہی ہوا۔ اُس وقت کے حالات کے لحاظ سے امام حسنؑ کا فریضہ یہی تھا کہ آپ صلح کو اختیار کریں جیسا کہ امام حسینؑ کے لیئے آگے چل کر اُس وقت کے حالات کے لحاظ سے یزید سے جنگ کرنا واجب ہوا۔ دونوں کے زمانے بدلے ہوئے تھے دونوں کے حالات کا تقاضا اور تھا اور یہی وجہ تھی کہ دونوں شاہزادوں کے طرزِ عمل جدا گانہ ہوئے۔ اگر امام حسنؑ کی صلح نہ ہوتی جتنے

حکومت خاک میں مل گئی، اگر ان دونوں شاہزادوں کی قربانیاں نہ ہوتیں تو یقیناً چشم زدن میں اُنکے نانا کی ریاضت برباد ہو جاتی اور دین اسلام آل سفیان کا دین ہو جاتا غدر و مکر کا دین ہو جاتا فسق و فجور کا دین ہو جاتا، رقص و سرود شراب خواری و قمار بازی کا دین ہو جاتا۔ بندروں اور جانوروں کا دین ہوجاتا اور ایسا دین ہو جاتا جسمیں فاسق و فاجر افراد تو زندہ رہتے لیکن نیکوکاروں کو جینے کا موقع نہ ہوتا۔

خدا جزائے خیر دے آپ کو اے فرزندان رسولؐ۔ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا آپ کو ملے۔ خدا کی قسم جتنے عبادت گذاروں نے خدا کی عبادت کی اور جتنے توحید کی پرستاروں نے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا جتنے فرائض ادا ہوئے جتنی سُنّت ہائے نبویؐ پر عمل ہوا جتنے ضلالت سے نکلکر ہدایت کی طرف آئے وہ آپ ہی دونوں کیوجہ سے پیغمبرؐ و علیؑ کے بعد آپ کا تفضل و احسان ہے اور آپ ہی کی مساعی جمیلہ ہیں آپ ہی دونوں کا صدقہ ہے حضرت رسالت مآبؐ تمام انسانوں کے لئے بلا امتیاز رنگ و روپ ہدایت و نور اور خیر و برکت لے کر آئے آپ اسلام لے کر آئے اس کے قواعد کو منضبط کیا اور اُسکو انتہائی مکمل اور ہمیشہ باقی رہنے والا دستور حیات بنایا کسی قسم کی خامی یا کمی نہیں رہنے دی۔ آپکے مقابلہ پر ابو سفیان اور شجرہ ملعونہ فی القرآن معاویہ و یزید اور مروان آئے اُنھوں نے شرک و کفر کے اوزاروں سے اسلام کی بنیادوں کو شکست و ریخت کرنا چاہا اور انتہائی کوشش کی کہ اُسے جڑ سے اُکھاڑ پھینکیں اور نور خدا کو ہمیشہ کے لیے بجھا دیں۔ اُن کی روک تھام کرنے کے لئے پیغمبرؐ کے دونوں فرزند اپنی پوری توانائی و صلاحیت سے کام لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے اسلام کی بنیادوں کے گرد پیش ایسا حصار قائم کر دیا جس کی وجہ سے دشمنان اسلام کی کوششیں ذرّہ برابر گزند نہ پہونچا سکیں اور ایسا کرنا انھیں جب ہی ممکن ہو سکا جب اُنھوں نے عظیم ترین قربانیوں سے دریغ نہ کیا۔ اپنی جانیں اپنے مال و اسباب اپنے عزیز و اقارب اپنے بچوں تک کو قربان کر دیا۔ اگر ان دونوں شاہزادوں کی قربانیاں نہ ہوتیں تو اسلام قصہ کہانی بن چکا ہوتا۔ صرف کتابوں میں اس کا ذکر ہوتا تاریخ اس کا یوں ذکر کرتی جس طرح قوم عاد و ثمود اور گذشتہ زمانہ کی قوموں کا ذکر کرتی ہے

یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پیغمبرؐ کیوں ان دونوں شاہزادوں سے اتنی غیر معمولی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ ایسی محبت جو حد اور اک و تصور سے باہر ہے۔ وہ جاہ و جلال والا پیغمبرؐ جس کی شخصیت میں خدا نے ہیبت و عظمت بھر دی تھی جو سکون و وقار کا مجسمہ تھا جسے بڑی بڑی آندھیاں جنبش دینے سے قاصر تھیں جسے دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت کبھی اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی تھی۔ جسکی زندگی کا ایک لمحہ بھی فضول باتوں میں صرف نہ ہوا جسکے رعب و دبدبہ اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص پہلے پہل آپ کی خدمت میں آتا اور اُسے آپ سے ملنے کا پہلے اتفاق نہ ہوا ہوتا تو مارے ہیبت کے اس کے بدن میں تھرتھری پڑ جاتی اور پیغمبرؐ تسلی دینے کے لیے فرماتے مت گھبراؤ میں قریش کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو قدید کھایا کرتی تھی